تحفۃ القاری

شرح

صحیح البخاری

جلد نہم

شارح

حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ
شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

ناشر
مکتبہ حجاز دیوبند

تفصیلات

تحفۃ القاری شرح صحیح البخاری کے جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : تحفۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد نہم

شارح : حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند 09412873888

سائز : ۲۰×۳۰/۸

صفحات : ۶۴۰

تاریخ طباعت : باراول رجب المرجب ۱۴۳۵ ہجری مطابق مئی ۲۰۱۴ عیسوی

کمپیوٹر کتابت : روشن کمپیوٹرز، محلّہ اندرون کوٹلہ دیوبند (01336)222086

کاتب : مولوی حسن احمد پالن پوری فاضل دار العلوم دیوبند 09997658227

پریس : ایچ، ایس پرنٹرس، ۱۴۷ے چاندنی محل، دریا گنج دہلی (011)23244240

09811122549

ناشر

مکتبہ حجاز دیوبند ضلع سہارن پور۔(یو،پی)

09997866990 ------- 09358974948

فہرست مضامین

کتاب التفسیر

۱- سُوْرَةُ الْفَاتِحَة

۲- سورۃ البقرۃ

۳- سورۃ آل عمران

٤ – سورۃ النساء

۵ — سورۃ المائدۃ

۶- سورۃ الأنعام

۷- سورۃ الأعراف

۸- سورۃ الأنفال

۹- سورۃ بَراءۃ

١٠ ــ سورۃ یونس

١١ ــ سورۃ ھود

١٢ – سورة يوسف

١٣ – سورة الرعد

١٤ – سورة إبراهيم

١٥ – سورة الحجر

١٦ – سورة النحل

١٧ – سورة بني إسرائيل

۱۸ – سورۃ الکھف

۱۹ – سورۃ مریم

۲۰ — سورة طٰه

۲۱ — سورة الأنبياء

۲۲ — سورة الحج

۲۴ — سورة النور

٣٢ – سورۃ تنزیلِ السَّجْدَۃِ

٣٣ –سورۃ الأحزاب

٣٤ – سورۃ سَبأ

٣٦ – سورۃ یس

٣٧ – سورۃ الصَّافَات

۳۸ – سورۃ ص

۳۹ – سورۃ الزُّمَر

۴۰ – سورۃ المؤمن

۴۱ – سورۃ حم السَّجدۃ

۴۲ – سورۃ الشوری

۴۴ – سورۃ الدخان

٤٥ – سورة الجاثية

٤٦ – سورة الأحقاف

٤٧ – سورة محمد

٤٨ – سورة الفتح

٤٩ – سورة الحجرات

٥٠ – سورة ق

۵۶– سورة الواقعة

۵۹– سورة الحشر

۶۰– سورة الممتحنة

۶۱– سورة الصف

۶۲– سورة الجمعة

۶۳– سورة المنافقين

٦٥ – سورة الطلاق

٦٦ – سورة التحريم

٦٨ – سورة القلم

٧١ – سورة نوح

٧٢ – سورة الجن

عربی ابواب کی فہرست

کتاب التفسیر

۲- سورة البقرة

٣- سورةُ آل عِمْرَانَ

٤- سورة النساء

٥- سورة المائدة

٦- سورة الأنعام

٧- سورة الأعراف

٨- سورة الأنفال

۹- سورة بَراء ة

١٠- سورة يونس

۱۱- سورة هود

۱۲- سورة يوسف

۱۳- سورة الرعد

١٤- سورة إبراهيم

۱٥- سورة الحجر

١٦- سورة النحل

١٧- سورة بنی إسرائيل

١٨- سورة الكهف

١٩- سورة مريم

٢٠- سورة طٰهٰ

٢١- سورة الأنبياء

٢٢- سورة الحج

٢٤- سورة النور

٣٠- سورة الروم

٣١- سورة لقمان

٣٢- تنزيلُ السَّجْدَةِ

٣٣- سورةالأحزاب

٣٤- سورة سَبأ

۳۶- سورة يس

۳۷- سورة الصَّافَّات

۳۸- سورة ص

۳۹- سورة الزُّمَر

۴۱- سورة حم السَّجدة

۴۲- سورة الشورى

۴۳- سورة الزُّخرف

۴۴- سورة الدخان

٥٩- سورة الحشر

٦٠- سورة الممتحنة

٦١- سورة الصف

٦٢- سورة الجمعة

[٦٣- سُوْرَةُ الْمُنَافِقِيْنَ]

٦٥- سورة الطلاق

٧٥- سُوْرَةُ الْقِيَامَةِ

٧٧- سورة الْمُرْسَلاَتِ

٧٨- سورة النبأ

٨٤- سورة الانشقاق

٩٢– سورة الليل

٩٣– سورة الضُّحٰى

٩٦– سورة العلق

٩٩– سورة الزلزال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب التفسیر

ربط: بخاری شریف جلد اول میں کتاب المناقب آئی ہے، اس میں نبی ﷺ کے اوصاف وکمالات کا بیان تھا، اُس کتاب میں ایک طویل باب ہے: باب علاماتِ النبوۃ فی الإسلام: اُس میں نبی ﷺ کے معجزات کا بیان تھا، مگر نبی ﷺ کے سب سے بڑے معجزے: قرآنِ کریم کا تذکرہ چھوڑ دیا تھا، اب کتاب التفسیر اور کتاب فضائل القرآن میں اسی معجزہ کا بیان ہے۔

قرآنِ کریم زندۂ جاوید معجزہ:

حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعوتِ حق پر مامور ہوتے ہیں، ان کو اثباتِ دعوی کے لئے اور امت کو مائل وقائل کرنے کے لئے بطور حجت معجزات عطا کئے جاتے ہیں، پس دعوت وحجت دوعلاحدہ علاحدہ چیزیں ہیں۔

پھر ہر پیغمبر کو اس کے زمانہ کے تقاضوں کے مطابق معجزات عطا کئے جاتے ہیں، موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادو کا زور تھا تو ان کو عصا اور ید بیضاء کے معجزات عطا ہوئے، اور عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ طب وحکمت کا زمانہ تھا تو ان کو اکمہ (مادرزاد نابینا) کو بینا کرنے اور ابرص (کوڑھی) کو چنگا کرنے کے معجزات دیئے گئے، اور ساتھ ہی اللہ کی کتابیں (تورات وانجیل) بھی دی گئیں، جو دعوت پر مشتمل تھیں، وہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں تھیں، کلام نہیں تھیں، چنانچہ ان میں تحریف وتبدیلی ممکن ہوئی، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ نے براہینِ قاسمیہ (جواب ترکی بہ ترکی) میں یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ تورات وانجیل وغیرہ کتب من جانب اللہ ہونے کے باوجود قرآنِ کریم کی طرح فصیح وبلیغ کیوں نہیں؟ فرماتے ہیں:

''ہاں خدا کی کتاب مثل تورات وانجیل اور زبانوں میں بھی نازل ہوئیں، مگر ظاہر ہے کہ کسی کی کوئی کتاب ہو تو یہ لازم نہیں کہ اس کا کلام بھی ہو، کیونکہ عربی زبان میں کتاب خط کو کہتے ہیں، اور خط اوروں سے بھی لکھوا سکتے ہیں، سو اگر مضمون الہامی ہو، اور عبارت ملائکہ کی ہو، یا فرض کرو کہ عبارت انبیاء کی ہو، جیسے اہلِ کتاب کا بہ نسبت تورات وانجیل خیال ہے تو تورات وانجیل کتاب اللہ تو ہونگی، پر کلام اللہ نہ ہونگی۔

شاید یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم میں جہاں تورات وانجیل کا ذکر ہے وہاں ان کو کتاب اللہ کہا ہے، کلام اللہ نہیں کہا، اور ایک

آدھ جگہ (سورۃ البقرۃ آیت ۷۵) سوائے قرآن اور کلام کو کلام اللہ کہا ہے تو وہاں نہ تورات کا ذکر ہے نہ انجیل کا، بلکہ بدلالت قرآن اس کلام کا ذکر معلوم ہوتا ہے جو ہم راہیانِ موسیٰ علیہ السلام نے سنا تھا، اور پھر یہ کہا تھا: ﴿لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً﴾ (سورۃ البقرۃ آیت ۵۵) یعنی فقط کلام سن کر ایمان نہ لائیں گے، خدا کو دیکھ لیں گے تو ایمان لائیں گے۔ اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ اور کتابوں کے اعجاز بلاغت وفصاحت کا دعویٰ نہیں کیا گیا، یعنی خدا کا کلام ہوتیں تو وہ بھی معجزہ ہوتیں، کیونکہ ایک آدمی کے کلام کا ایک انداز ہوتا ہے'' الی آخرہ (براہین قاسمیہ ص: ۱۱۵)

پھر جب ہمارے نبی ﷺ کا دور آیا تو آپ کو معجزہ کے طور پر قرآنِ کریم عطا ہوا، کیونکہ عربوں میں فصاحت وبلاغت کا زور تھا، اور قرآن کے شروع ہی میں (سورۃ البقرۃ آیات ۲۳و۲۴ میں) چیلنج دیا گیا کہ ہمیں چوگاں ہمیں میداں، یہی مقابلہ کی جگہ ہے یہیں آزمائش ہوجائے، اگر تمہیں کچھ خلجان ہو اُس کتاب کی نسبت جو ہم نے اپنے خاص بندے پر نازل کی ہے تو تم بنالاؤ ایک چھوٹا سا ٹکڑا جو اس کا ہم پلّہ ہو، اور اپنے ان حمایتوں کو بھی بلالو جو تم نے اللہ سے ورے تجویز کر رکھے ہیں، اگر تم (تکذیب میں) سچے ہو، لیکن اگر تم یہ کام نہ کرسکو، اور ہرگز نہیں کرسکو گے، تو پھر اُس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، جو کافروں کے لئے تیار کی ہوئی ہے (یہ سن کر کیسا کچھ جوش وخروش اور پیچ وتاب نہ آیا ہوگا، اور کوئی دقیقہ سعی کا کیوں اٹھا رکھا ہوگا؟ پھر عاجز ہوکر اپنا سامنہ لے کر بیٹھ رہنا قطعی دلیل ہے کہ قرآنِ مجید معجزہ ہے ۱۲ تھانوی قدس سرہ)

اور قرآنِ کریم میں دعوت وحجت دونوں جمع ہیں، وہ معنی کے لحاظ سے دعوت ہے، اور بلاغت وفصاحت کے لحاظ سے حجت ہے، یعنی اس کی حجیت اس کی ذات میں مضمر ہے، وہ اللہ کا کلام ہے، نہ اس کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے نہ اس میں تبدیلی ممکن ہے، وہ نبی ﷺ کا زندۂ جاوید (ہمیشہ ہمیش کے لئے) معجزہ ہے، اور وجوہ اعجاز بے شمار ہیں جو بڑی کتابوں میں مذکور ہیں، اور حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کی کتاب علوم القرآن میں اس پر مفصل بحث ہے جو قابل مراجعت ہے۔

تفسیر وتاویل:

۱- فَسَّرَ الشَّيْئَ کے معنی ہیں: اچھی طرح ظاہر کرنا، کھول کر بیان کرنا، مجرد: فَسَرَ الشَّيْئَ (ن) فَسْرًا کے بھی یہی معنی ہیں، اور لفظ تفسیر قرآنِ کریم میں صرف ایک جگہ آیا ہے، ارشادِ پاک ہے: ﴿وَلَا يَأْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيْرًا﴾: اور وہ لوگ کیسا ہی عجیب سوال آپ کے سامنے پیش کریں مگر ہم اس کا ٹھیک اور وضاحت میں بڑھا ہوا جواب آپ کو عنایت فرمادیتے ہیں (الفرقان آیت ۳۳)

۲- أَوَّلَ الْكَلَامَ تَأْوِيْلًا کے معنی ہیں: کلام کا مطلب بیان کرنا، اور قرآنِ کریم میں لفظ تاویل سترہ جگہ آیا ہے، حضرت تھانوی قدس سرہ نے ترجمہ کیا ہے: خوش تر انجام، اچھا انجام اور اخیر نتیجہ، اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب قدس سرہ نے ترجمہ کیا ہے: کل بٹھانی کل: مشین کا پرزہ، اُس کو مشین میں صحیح جگہ لگانا یعنی صحیح مراد کا پتہ لگانا، معاملہ کی تہہ تک پہنچنا۔

۳- متقدمین تاویل وتفسیر کو مترادف کہتے ہیں، دوسرے حضرات کہتے ہیں: التفسير: بيانُ المراد باللفظ، والتأويل:

بیان المراد بالمعنی: نص قرآنی کے الفاظ کو سمجھانا تفسیر ہے، جیسے امام بخاری رحمہ اللہ کتاب التفسیر میں الفاظ کے معانی بیان کرتے ہیں: یہ تفسیر ہے، اور نص کی مراد سمجھانا تاویل ہے، جیسے جیل میں یوسف علیہ السلام کے دو ساتھیوں نے خواب دیکھے کہ ایک شراب نچوڑ رہا ہے، دوسرا روٹیوں کا ٹوکرا اٹھائے ہوئے ہے جس میں سے پرندے کھا رہے ہیں، دونوں نے یوسف علیہ السلام سے کہا: ﴿نَبِّئْنَا بِتَأْوِيْلِهِ﴾: ہمارے خوابوں کی مراد سمجھائیں، یوسف علیہ السلام نے سمجھائی کہ ایک الزام سے بری ہوکر اپنی پوسٹ پر بحال ہو جائے گا، اور دوسرا مجرم ثابت ہوکر پھانسی دیا جائے گا اور جانور اس کے سر میں سے کھائیں گے، یہ ہے خوابوں کی تاویل (تعبیر) اس میں غلطی کا امکان ہے، کیونکہ وہ اٹکل سے ہوتی ہے، تفسیر میں اس کا امکان نہیں۔

دوسری مثال: قرآنِ کریم میں عیسیٰ علیہ السلام کو رُوْحُ اللّٰہ اور کَلِمَةُ اللّٰہ کہا گیا ہے، نصاریٰ نجران نے ان سے ابنیتِ مسیح علیہ السلام پر استدلال کیا، تو سورۂ آلِ عمران کے شروع میں فرمایا کہ یہ مشتبہ المراد الفاظ ہیں: ﴿وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيْلَهُ إِلَّا اللّٰهُ﴾: اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی کل بٹھائی کوئی نہیں جانتا یعنی ان کا صحیح مطلب اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، اور جو مضبوط علم والے ہیں وہ کہتے ہیں: ہم اس پر یقین رکھتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں، سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں یہ دونوں باتیں اللہ تعالیٰ کی فرمائی ہوئی ہیں، اس لئے ہم ان کو مانتے ہیں، مگر ان کی مراد کما حقہ ہم نہیں جانتے، یہی حال اللہ تعالیٰ کی صفات وافعال کا ہے، ان کو ہم مانتے ہیں، مگر ان کی تاویل (واقعی مطلب ومراد) ہم نہیں جانتے، اپنی صفات کا حال اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں، چنانچہ: ﴿الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى﴾: سے جو لوگ استیلاء مراد لیتے ہیں، وہ اس کو تاویل کہتے ہیں، آیت کی تفسیر نہیں کہتے۔

خلاصہ: یہ ہے کہ قرآن کے لفظوں کے معانی بیان کرنا تفسیر ہے اور ان کی واقعی مراد بیان کرنا تاویل ہے، اور عام طور پر دونوں ساتھ ہوتے ہیں، جو لفظوں کے معنی ہوتے ہیں وہی مراد ہوتے ہیں، تمام محکم آیات کا یہی حال ہے، البتہ کہیں کہیں دونوں جدا ہو جاتے ہیں، جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں بادشاہ نے خواب دیکھا کہ سات موٹی گایوں کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات ہری بالیاں اور سات خشک بالیاں ہیں، اس خواب کی تاویل (تعبیر) یوسف علیہ السلام نے یہ بتلائی کہ شروع کے سات سال خوش حالی کے ہونگے اور بعد میں سات سال خشک سالی کے آئیں گے، خوش حالی کے زمانہ کی پیداوار محفوظ رکھی جائے، تاکہ خشک سالی میں اس سے استفادہ کیا جائے، یہ حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی کل بٹھائی، یہی تاویل ہے۔

ترجمہ کی دشواری:

کسی بھی زبان کا دوسری زبان میں ترجمہ کیا جائے تو بعض مرتبہ دشواری پیش آتی ہے، کیونکہ ہر زبان میں کچھ ایسے الفاظ اور محاورات ہوتے ہیں جن کا دوسری زبان میں ترجمہ کرنا ممکن نہیں ہوتا، اور عربی کا عربی میں ترجمہ کیا جائے تو اور بھی دشواری پیش آتی ہے، کیونکہ عربی زبان میں ترادفِ حقیقی نہیں، کوئی دو لفظ بالکل ہم معنی نہیں، کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوتا ہے، نیز عربی

میں الفاظ کے معنی ہی نہیں ہوتے، بلکہ حروف ہجا کے مقابل بھی حقائق ہوتے ہیں، پس حروف ہجا میں تفاوت ہوگا تو معنی ضرور مختلف ہونگے، اس لئے عربی سے عربی میں ترجمہ کرنے میں اور بھی دشواری ہے، چنانچہ مجرد کا مشتق سے اور اس کے برعکس ترجمہ کرتے ہیں، اور کبھی لازمی معنی کے ذریعہ مفہوم ادا کرتے ہیں، کتاب التفسیر میں مفردات کے ترجمہ میں اس بات کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔

غریب الفاظ کی تشریح:

جس لفظ کے معنی قلتِ استعمال کی وجہ سے مخفی ہوگئے ہوں: اس کو 'غریب' کہتے ہیں، نزولِ قرآن کے وقت کوئی لفظ غریب نہیں تھا، بعد میں جب عجم وعرب کے اختلاط کی وجہ سے اصل عربی میں تبدیلی آئی تو قرآنِ کریم کے بعض الفاظ کے معانی مخفی ہوگئے، اس خفا کو دور کرنے کے لئے غریب الفاظ کی تشریح وتوضیح ضروری ہوئی، امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب التفسیر میں یہ کام کیا ہے، انھوں نے ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے علی بن ابی طلحہؒ کے واسطہ سے منقول معانی بیان کئے ہیں، اور عام طور پر اپنی صحیح میں اسی پر اعتماد کیا ہے، علاوہ ازیں: دیگر ائمہ تفسیر سے مثلاً: مجاہد، حسن بصری، اور قتادہ رحمہم اللہ وغیرہ سے بھی تشریحات نقل کی ہیں۔

رحمان ورحیم:

بسملہ میں اور سورہ فاتحہ کی دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں: رحمان ورحیم آئی ہیں: رَحْمَان بروزن فَعْلَان: اسم مبالغہ ہے، خوب پیٹ بھرے کو شبعان کہتے ہیں، اور رحیم بروزن فعیل بھی اسم مبالغہ یا صفت مشبہ بمعنی اسم فاعل ہے، اسم مفعول (مرحوم) کے معنی میں نہیں ہے، جیسے عَلِیْمٌ بمعنی عَالِمٌ ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دونوں رَحْمَة سے مشتق ہیں، اور رحمت کے معنی ہیں: رقّتِ قلب، دل کا پتلا ہونا، مصیبت زدہ کو دیکھ کر دل کا پسیجنا، جس کا نتیجہ مہربانی اور انعام ہے، اور صفاتِ متشابہات میں غایات مراد لی جاتی ہیں، ابتدائی معنی مراد نہیں لئے جاتے، اور رحیم اور راحم ہم معنی ہیں، یعنی رحیم اسم فاعل کے معنی میں ہے، رحم کیا ہوا، اس کے معنی نہیں ہیں۔

فائدہ: حروفِ ہجا کی زیادتی معنی کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے، رحمان میں پانچ حروف ہیں، اور رحیم میں چار، اس لئے رحمان میں معنی زائد ہیں، اور مراد رحمان الدنیا ہے، دنیا میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی کا مورد مؤمن وکافر سب ہیں، اور رحیم خاص ہے، اور مراد رحیم الآخرۃ ہے، آخرت میں مہربانی کا مورد صرف مؤمنین ہونگے، اس لئے عام کے بعد خاص صفت لائی گئی ہے۔

الدین:

سورہ فاتحہ کی تیسری آیت ہے: ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾: روز جزا کا مالک، الدین: دَانَ يَدِيْن (ض) دِيْنًا وَدِيَانَةً: کا

مصدر بھی ہے اور اسم بھی، اور اس کے بہت معانی ہیں، مذہب وملت کو بھی 'دین' کہتے ہیں، اور آیت کریمہ میں معنی: جزا اور بدلہ کے ہیں، خواہ جزائے خیر ہو یا شر یعنی ثواب وعقاب دونوں کے لئے یہ لفظ مستعمل ہے، اور ایک ضعیف حدیث میں ہے: کَمَا تَدِیْنُ تُدَانُ: جیسی کرنی ویسی بھرنی! تم جیسا ہمارے ساتھ کروگے ویسا ہی بدلہ دیئے جاؤگے، کیونکہ دنیا گنبد کی صدا ہے، جیسا کہے ویسا سنے!

اور سورۃ الماعون کی پہلی آیت ہے: ﴿أَرَأَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ﴾: کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جو روز جزاء کو جھٹلاتا ہے؟ مجاہد رحمہ اللہ نے بالدین کا ترجمہ بالحساب کیا ہے یعنی حساب کے دن کو جھٹلاتا ہے —— اور سورۃ الواقعہ (آیت ۸۶) میں ہے: ﴿فَلَوْلَا إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ﴾: پس اگر تمہارا حساب کتاب ہونے والا نہیں، مَدِیْن: اسم مفعول، مدینین: اسم مفعول جمع مذکر مجرور بمعنی مُحَاسَبِیْن (س پر زبر) اسم مفعول ہے —— اور سورۃ الصافات (آیت ۵۲) میں ہے: ﴿ءَ إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا ءَ إِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ﴾: کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو ہم جزاء وسزا دیئے جائیں گے؟ یہاں مَدِیْنُوْن: حالت رفعی میں ہے، معنی وہی ہیں۔

سورۂ فاتحہ کی وجہ تسمیہ:

سورۂ فاتحہ کے دس سے زیادہ نام ہیں، جب کسی چیز میں متعدد خوبیاں ہوتی ہیں، اور لغت میں سب خوبیوں کو ظاہر کرنے والا کوئی لفظ نہیں ہوتا تو متعدد الفاظ کے ذریعہ ان خوبیوں کو ظاہر کیا جاتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ مجمع الکمالات ہیں، اور کوئی ایک لفظ تمام کمالات کی ترجمانی کرنے والا نہیں، اس لئے بے شمار اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے کمالات کی وضاحت کی جاتی ہے، یا جیسے ایک شخص مولوی (اللہ والا) مولانا (بڑا عالم) قاری، قاضی، حاجی اور مفتی ہے تو یہ سب خوبیاں کسی ایک لفظ سے واضح نہیں کی جاسکتیں، اس لئے متعدد الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں، تاکہ سب خوبیاں آشکارہ ہوجائیں۔

قرآنِ کریم کی پہلی سورت کا ایک نام 'ام الکتاب' ہے یعنی قرآن کی اصل، اس کی وجہ تسمیہ آگے آرہی ہے، دوسرا نام: فاتحۃ الکتاب ہے، فَتَحَ کے معنی ہیں: کھولنا، اور فاتحہ کے معنی ہیں: ہر چیز کا آغاز، دیباچہ، پیش لفظ، امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قرآنِ کریم کی پہلی سورت کا نام فاتحۃ الکتاب: دو وجہ سے ہے: ایک: یہ سورت قرآن میں سب سے پہلے لکھی گئی ہے، دوم: نماز میں قراءت اسی سورت سے شروع کی جاتی ہے —— غرض: فاتحۃ الکتاب قرآنِ کریم کا پیش لفظ اور مقدمہ ہے، اس لئے اس کو کسی پارے میں شامل نہیں کیا، پہلا پارہ الٓمٓ سے یعنی سورہ بقرہ سے شروع ہوتا ہے، اگر فاتحہ کو پہلے پارے میں شامل کرتے تو وہ اسی کا پیش لفظ ہوکر رہ جاتا، حالانکہ وہ پورے قرآن کا پیش لفظ ہے۔

ام الکتاب نام کی وجہ تسمیہ:

امام بخاری رحمہ اللہ نے سورۃ الفاتحہ کا ایک نام 'ام الکتاب' بھی ذکر کیا ہے، مگر اس کی وجہ تسمیہ بیان نہیں کی، پس جاننا

چاہئے کہ ہر چیز کی اصل ام (ماں) کہلاتی ہے، اور سورۃ الفاتحہ ام الکتاب اس لئے ہے کہ جو مضامین پورے قرآن میں پھیلے ہوئے ہیں وہ سورہ فاتحہ میں جمع ہیں، یا یہ کہیں کہ جو باتیں سورۂ فاتحہ میں ہیں ان کو پورے قرآن میں پھیلایا گیا ہے، تفصیل درج ذیل ہے:

پہلی آیت: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾: تمام تعریفیں جہانوں کے پالنہار کے لئے ہیں:

اس آیت میں توحید الوہیت اور توحید ربوبیت کا بیان ہے، توحید الوہیت یعنی معبود صرف اللہ تعالیٰ ہیں، ان کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اور توحید ربوبیت یعنی وہی تمام جہانوں کے اور ساری کائنات کے پروردگار ہیں، اور دونوں توحیدیں لازم ملزوم ہیں، ان میں چولی دامن کا ساتھ ہے، دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتیں، معبود کی ذمہ داری ہے بندوں کو پالنا، اور جو بندوں کو پالتا ہے وہی معبود ہوتا ہے، کوئی دوسرا معبود نہیں ہوسکتا —— اور توحید ادیانِ سماوی کا بنیادی مسئلہ ہے، قرآنِ کریم اس کی تفصیلات سے بھرا پڑا ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ میں ال استغراقی ہے یعنی ساری خوبیوں کے مالک اللہ تعالیٰ ہیں، دوسرا کوئی کسی خوبی کا مالک نہیں، اور یہ آدھا مضمون ہے، اس کا دوسرا آدھا: سُبْحَانَ اللّٰهِ ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہیں، ان میں کوئی کمی نہیں، اور جس ہستی میں یہ دونوں باتیں جمع ہوں وہ معبود ہوتا ہے، کیونکہ معبود ہونا سب سے بڑا کمال ہے، اگر اللہ تعالیٰ میں یہ کمال نہیں تو وہ تمام خوبیوں کے جامع نہیں، نہ وہ ہر عیب سے پاک ہوئے —— پس اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ میں توحید الوہیت کا بیان ہے۔

اور رَبِّ الْعَالَمِيْنَ میں توحید ربوبیت کا بیان ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہی تمام جہانوں کے پروردگار اور پالنہار ہیں، اور کوئی جہانوں کا رب نہیں۔ رَبّ: وہ ہستی کہلاتی ہے جس میں تین باتیں ہوں: اول: کسی چیز کو نیست سے ہست کرے، عدم سے وجود میں لائے، یعنی وہ خالق ہو، دوم: جو مخلوق وجود میں آئے اس کے بقاء کا سامان کرے تاکہ وہ معدوم نہ ہوجائے، انسان کا بچہ پیدا ہوتا ہے تو دودھ کی دو نہریں ماں کی چھاتی میں رواں ہوجاتی ہیں، تاکہ بچہ اس کے سہارے زندہ رہ سکے، یہ بقاء کا سامان کیا۔ سوم: جس مخلوق کو وجود بخشا ہے اس کو بتدریج (آہستہ آہستہ) ترقی دے کر منتہائے کمال (لاسٹ پوئنٹ) تک لے جائے، جیسے زمین وآسمان کو چھ دنوں میں (چھ ادوار میں) موجودہ شکل تک پہنچایا، یکدم آسمان وزمین کو بنا کر کھڑا نہیں کردیا، یہ بات ربوبیت کی شان کے خلاف ہے —— یہ تین باتیں جو ربوبیت کے مفہوم میں داخل ہیں، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کون ہے جس میں یہ باتیں پائی جاتی ہوں؟ کوئی نہیں! پس رب العالمین میں توحید ربوبیت کا بیان ہے۔

دوسری آیت: ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ نہایت مہربان بے حد رحم فرمانے والے

یہ آیت پہلی آیت کا تتمہ اور تیسری آیت کی تمہید ہے، مہربانی ربوبیت کا لازمی تقاضا ہے، اسی صفت کے سہارے کائنات برقرار ہے، حدیث میں ہے: سَبَقَتْ رَحْمَتِيْ غَضَبِيْ: میری مہربانی میری ناراضگی سے آگے ہے، یہ اس دنیا کے

تعلق سے ہے، اور سورۃ الفاطر کے آخر میں ہے: ﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا﴾ الآیۃ: اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کی ان کے اعمال کے سبب داروگیر فرماتے تو روئے زمین پر کسی متنفس کو نہ چھوڑتے، کون ہے جو خطا سے پاک ہے؟ یہ اللہ کی مہربانی ہی ہے کہ ہر خطا پر فوراً نہیں پکڑتے، ڈھیل دیتے ہیں کہ شاید سنبھل جائے، پھر رحمان کا تعلق دنیا سے ہے، اس میں معنی کی زیادتی ہے، مؤمن وکافر ہر ایک اس کی رحمت سے بہرہ ور ہے —— اور رحیم کا تعلق آخرت سے ہے، آخرت میں مؤمنین ہی اللہ کی رحمت سے بہرہ ور ہونگے، سورۃ الاعراف (آیت ۳۲) میں ہے: ﴿قُلْ: هِيَ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾: بتادو، اللہ کی پیدا کی ہوئی زینت دنیوی زندگی میں مؤمنین کے لئے بھی ہے (ان کے لئے حرام نہیں ہے) اور قیامت کے دن وہ خالص اہل ایمان کے لئے ہوگی۔

جیسے کھیت بوتے ہیں تو کٹنے تک خش وخاشاک کو بھی سیراب کرتے ہیں، پھر کھیت کٹنے کے بعد دانہ گھر میں پہنچا دیا جاتا ہے اور گھاس بھوس باڑے میں ڈال دیا جاتا ہے، اسی طرح دنیا میں مؤمنین وکافر سب کی پرورش کی جاتی ہے، سب مہربانی سے حصہ پاتے ہیں، پھر قیامت کے دن چھٹائی ہوگی، حکم ہوگا: ﴿وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ﴾: آج اے بدکارو (اہل ایمان سے) الگ ہوجاؤ، کیونکہ اہل ایمان کو جنت میں بھیجنا ہے اور کافروں کو دوزخ میں! —— رحیم کا تعلق اس حالت سے ہے، پس وہ اگلی آیت کی تمہید بھی ہے۔

تیسری آیت: ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ روز جزاء کا مالک:

جزا کا دن اس لئے ہے کہ رحمت کی تکمیل اس پر موقوف ہے، قیامت کے دن اچھے برے کو چھانٹ دیا جائے گا، اور اس دن کسی کو دم مارنے کی مجال نہ ہوگی، سب کچھ مالک کی مرضی کے مطابق ہوگا، قیامت کے دن سفارشیں ضرور ہونگی، مگر وہ بھی اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہونگی —— اس آیت میں مجازات کا بیان تو صراحۃً ہے اور رسالت اور تکلیف کی طرف اشارہ ہے، اللہ تعالیٰ بندوں کو رسولوں کی معرفت اپنی مرضی (پسندیدہ باتیں) بتائیں گے، اور ان پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیں گے، تبھی مجازات کا نمبر آئے گا۔

پس ان تین آیتوں میں تین بنیادی عقائد کا بیان ہے: توحید، رسالت اور آخرت، یہی عقائد قرآنِ کریم میں بار بار مختلف انداز سے بیان کئے گئے ہیں، نیز مامورات ومنہیات کی تفصیل بھی کی گئی ہے۔

چوتھی آیت: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾: ہم آپ ہی کی بندگی کرتے ہیں، اور آپ ہی سے مدد کے خواستگار ہیں

عبادت: کسی کے سامنے خود کو اختیار ومرضی سے آخری حد تک جھکانا، اور اس کی رضا جوئی کے لئے اس کے احکام کی اطاعت کرنا، اور استعانت کے معنی ہیں: مدد طلب کرنا، پھر عبادت تو غیر اللہ کی شرک ہے، اور استعانت بھی امور غیر عادیہ میں حرام ہے، اور امور عادیہ میں جائز ہے، عادیہ: روزمرہ کے کام: معمولی کام، غیر عادیہ: وہ کام جس کے اسباب خفی ہوں، جیسے بیماری کا علاج کرانا امور عادیہ میں سے ہے اور کسی بزرگ سے اولاد مانگنا امور غیر عادیہ میں سے ہے اور حرام ہے۔

یہ مؤمن بندوں نے اپنے مالک ومولیٰ سے انقیاد وارتباط کا اظہار کیا ہے کہ ہم بہمہ وجوہ آپ کے ہیں، بندگی بھی آپ کی کرتے ہیں اور لَو بھی آپ سے لگائے ہوئے ہیں، اور جمع کے صیغے اجتماعیت کا تصور قائم کرنے کے لئے ہیں، اور باقی تین آیتوں میں بندوں نے ہدایت کی درخواست کی ہے، کیونکہ یہ بندوں کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔

پانچویں آیت: ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ (الٰہی!) ہمیں سیدھا راستہ دکھا!

ہدایت کی درخواست: استعانت کا مظہر ہے، کیونکہ ہدایت یابی اللہ کی اعانت اور دست گیری کے بغیر ممکن نہیں، ہدایت کے دو مرحلے ہیں: (۱) إِرَاءَةُ الطَّرِيْقِ: راستہ دکھانا۔ (۲) إِيْصَال إِلَى الْمَطْلُوْب: منزل تک پہنچانا، پہلا کام اللہ تعالیٰ کے علاوہ قرآن اور رسول بھی کرتے ہیں، اور دوسرا کام صرف اللہ تعالیٰ کرتے ہیں، جب بندہ کسب کرتا ہے یعنی اس میں اللہ کے راستہ پر پڑنے کا جذبہ ابھرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو منزل تک پہنچا دیتے ہیں، ارشاد پاک ہے: ﴿إِنَّكَ لاَ تَهْدِىْ مَنْ أَحْبَبْتَ، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَاءُ﴾: نبی ﷺ جس کو چاہیں منزل پر نہیں پہنچا سکتے، اللہ تعالیٰ ہی منزل سے ہمکنار کرتے ہیں۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ ہدایت ایک معنوی چیز ہے، قرآنِ کریم اس کی تفصیلات سے بھرا پڑا ہے، مگر ہر کس وناکس کے لئے اس کی معرفت ذرا دشوار ہے، چنانچہ اگلی دو آیتوں میں مثبت ومنفی پہلوؤں سے راہ ہدایت کو مشخص کیا گیا ہے۔

چھٹی آیت: ﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾: ان لوگوں کی راہ جن پر آپ نے انعام فرمایا

انعام سے دینی انعام مراد ہے، اور وہ حضرات جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا: چار ہیں: انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین، جو شخص راہِ ہدایت پر پڑ گیا وہ ان حضرات کو اسوہ (نمونۂ عمل) بنائے، اور ان میں سے جو حیات ہیں ان کی رفاقت اختیار کرے۔ سورۃ التوبہ (آیت ۱۱۹) ہے: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ﴾: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اور (ایمان میں) کھروں کے ساتھی بنو، ایمان کی راہ پر گامزن رہنے کا یہی فارمولہ ہے، جو اچھے لوگوں کے قافلے میں شامل ہوگا وہ منزل پر پہنچے گا ـــــ یہ مثبت پہلو سے صراطِ مستقیم کی نشاندہی کی ہے۔

ساتویں آیت: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّالِّيْنَ﴾: نہ ان لوگوں کا راستہ جن پر آپ غضبناک ہوئے اور نہ گمراہ لوگوں کا راستہ

برے لوگ دو قسم کے ہیں: معمولی برے اور پرلے درجہ کے برے، اول: راہ راست سے ہٹے ہوئے ہیں اور ثانی: پرلے درجہ کے بے راہ رو ہیں، حدیث میں بطور مثال مغضوب علیھم کا مصداق یہود کو اور ضالین کا مصداق نصاریٰ کو قرار دیا ہے، کیونکہ نزولِ قرآن کے وقت مسلمانوں میں اس کی مثالیں نہیں تھیں، اب امت میں گمراہ فرقے وجود میں آگئے ہیں، جو فرقے دائرہ اسلام سے خارج ہیں وہ مغضوب علیھم ہیں، اور جو فرقے اہل السنہ والجماعہ کی راہ سے ہٹے ہوئے ہیں وہ ضالین ہیں، ان دونوں قسم کے فرقوں کی راہ سے محفوظ رہنے کی دعا کی گئی ہے ـــــ یہ منفی پہلو سے راہِ ہدایت کی نشاندہی کی ہے۔

اور قرآنِ کریم میں انبیاء اور ان کی امتوں کا اور ان کے مخالفین کا تذکرہ بکثرت آیا ہے، وہ تذکرہ ان دونوں آیتوں کی تفسیر ہے —— غرض: جو باتیں سورۃ الفاتحہ میں اجمالاً ہیں ان کا تفصیلی تذکرہ قرآنِ کریم میں ہے، پس سورۃ الفاتحہ پورے قرآن کریم کے مضامین کا خلاصہ ہے، اس لئے اس سورت کا نام 'ام الکتاب' اور 'ام القرآن' بھی ہے۔

بَابٌ

سورۂ فاتحہ کی فضیلت

سورۃ الفاتحہ وہ بیش بہا دولت ہے جو اس امت کے علاوہ کسی امت کو نہیں ملی، مسلمان اس کی جتنی بھی قدر کریں کم ہے، اور اس کے فضائل میں متعدد حدیثیں ہیں، حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک حدیث روایت کی ہے، جس کا تعلق سورۃ الحجر کی آیت ۸۷ سے ہے، پہلے وہ آیت پڑھ لیں:

ارشادِ پاک ہے: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنَ الْعَظِيْمَ﴾: اور ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں، جو (نماز میں) مکرر پڑھی جاتی ہیں، اور قرآن عظیم دیا (تھانوی رحمہ اللہ)

تفسیر: سبعا: أی سبع آیات: سات آیتیں۔ مراد: سورہ فاتحہ ہے جو سات آیات پر مشتمل ہے —— المثانی: مَثْنٰی کی جمع، مصدر ثَنْیٌ: دوہرا کرنا، تکرار کرنا، اعادہ کرنا، چونکہ سورہ فاتحہ نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہے، اس لئے اس کو مثانی کہا ہے —— اور مِنْ بیانیہ ہے یعنی المثانی: سبعاً کا بیان ہے —— اور القرآن العظیم سے مراد بھی سورہ فاتحہ ہے، اور کسی چیز کے دو وصفوں میں سے ایک وصف کا دوسرے پر عطف ہے أی لَقَدْ آتَيْنَاكَ مَا يُقَالُ لَهُ السَّبْعُ الْمُثَانِيْ وَالقرآنُ العظيمُ —— اور باب میں حضرت ابوسعید بن المعلّٰی انصاری کی حدیث ہے، اس سے بھی اس تفسیر کی تائید ہوتی ہے۔

حدیث: حضرت ابوسعید بن المعلّٰی انصاری رضی اللہ عنہ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے، نبی ﷺ نے ان کو پکارا، انھوں نے جواب نہیں دیا، نماز سے فارغ ہونے کے بعد انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا، آپؐ نے فرمایا: تمہیں اللہ کا یہ ارشاد معلوم نہیں: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ إِذَا دَعَاكُمْ﴾: اے ایمان والو! تم اللہ و رسول کی بات پر لبیک کہو جب وہ تمہیں پکاریں؟ پھر آپؐ نے فرمایا: "میں تمہیں ضرور ایک سورت سکھلاؤنگا جو قرآن کی سورتوں میں سب سے بڑی سورت ہے، تمہارے مسجد سے نکلنے سے پہلے" پھر آپؐ نے ان کا ہاتھ پکڑا، پھر جب آپؐ نے مسجد سے نکلنے کا ارادہ کیا تو انھوں نے یاد دلایا کہ آپؐ نے یہ فرمایا تھا، آپؐ نے فرمایا: وہ سورت الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ہے یعنی سورہ فاتحہ ہے، وہ بار بار پڑھی جانے والی سات آیتیں ہیں، اور وہ قرآنِ عظیم ہے جو مجھے عنایت فرمایا گیا ہے۔

تشریح: آیتِ کریمہ اور حدیث شریف سے سورہ فاتحہ کی فضیلت دو طرح نکلتی ہے: اول: سورہ فاتحہ نماز میں بار بار دوہرائی جاتی ہے، یہ بات اس سورت کی کسی خاص اہمیت کی وجہ سے ہے۔ دوم: سورہ فاتحہ کو قرآن عظیم کہا گیا ہے، کیونکہ

قرآن کے سارے مضامین سورہ فاتحہ میں سمیٹ لئے گئے ہیں، یا یہ کہیں کہ سورہ فاتحہ میں جو مضامین ہیں وہی پورے قرآن میں پھیلائے گئے ہیں، اس طرح سورہ فاتحہ قرآنِ عظیم ہے، اس سے فاتحہ کی اہمیت عیاں ہے۔

ملحوظہ: آیت اور حدیث کی ایک دوسری تفسیر بھی ہے۔ سَبْعًا سے سورۂ فاتحہ مراد ہے، اور مَثَانی سے قرآنِ کریم مراد ہے، سورۃ الزمر (آیت ۲۳) میں ہے: ﴿اللّٰہُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتَابًا مُتَشَابِھًا مَثَانِیَ﴾: اللہ تعالیٰ نے بڑا عمدہ کلام (قرآن) نازل فرمایا ہے، وہ ایسی کتاب ہے جو باہم ملتی جلتی ہے، بار بار دوہرائی جانے والی ہے۔ اس آیت میں مثانی قرآن کو کہا گیا ہے، اور من تبعیضیہ ہے اور القرآن العظیم: عام کا خاص پر عطف ہے، اب سورۃ الحجر کی آیت کا ترجمہ یہ ہوگا: ''ہم نے آپؐ کو بار بار دوہرائی جانے والی کتاب کی سات آیتیں دیں یعنی سورہ فاتحہ دی اور قرآنِ عظیم عطا فرمایا'' اس صورت میں آیت اور حدیث سے صرف پہلی فضیلت نکلے گی کہ جب قرآن بار بار پڑھنے کی کتاب ہے، تو فاتحہ بھی بار بار پڑھنے کی سورت ہے، چنانچہ نماز کی ہر رکعت میں اس کے پڑھنے کا حکم ہے، اور یہ بات اس کی خاص اہمیت کی وجہ سے ہے، یہی اس سورت کی فضیلت ہے (اس دوسری تفسیر کی تفصیل میری تفسیر ہدایت القرآن میں ہے)

ختم فاتحہ پر آمین کہنا

اگلا باب ہے کہ جب بھی سورہ فاتحہ پڑھی جائے، خواہ نماز میں پڑھی جائے یا خارج نماز، جماعت سے پڑھی جائے یا تنہا، سری نماز ہو یا جہری، جب فاتحہ پوری ہو تو آمین کہنا چاہئے، آمین کے معنی ہیں: اے اللہ! میری دعا قبول فرما! اس سے سورہ فاتحہ میں جو ہدایت طلبی کی دعا ہے اس کی اہمیت آشکارہ ہوتی ہے۔

اور حدیث پہلے آئی ہے کہ جہری نماز میں جب امام سورہ فاتحہ ختم کرے تو سب مقتدی امام کے ساتھ آمین کہیں، غافل نہ ہوں، کیونکہ جس کا آمین کہنا فرشتوں کے آمین کہنے کے ساتھ موافق ہوگا اس کی سابقہ خطائیں بخش دی جائیں گی، یہ سورہ فاتحہ کے ختم پر آمین کہنا اس سورت کی اہمیت سے تعلق رکھتا ہے، پس یہ باب بھی گویا فاتحہ کی فضیلت کا باب ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٦٥- کتابُ التَّفْسِیر

[(١) بَابُ سُوْرَۃِ الْفَاتِحَۃِ]

﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ اسْمَانِ مِنَ الرَّحْمَۃِ. الرَّحِیْمِ وَالرَّاحِمِ بِمَعْنٰی وَاحِدٍ، کَالْعَلِیْمِ وَالْعَالِمِ.

[١-] بَابُ مَاجَاءَ فِیْ فَاتِحَۃِ الْکِتَابِ

[١-] وَسُمِّیَتْ أُمَّ الْکِتَابِ: لِأَنَّہُ یُبْدَأُ بِکِتَابَتِھَا فِی الْمَصَاحِفِ، وَیُبْدَأُ بِقِرَاءَتِھَا فِی الصَّلاَۃِ.

[۲-] و﴿الدِّيْنِ﴾: الْجَزَاءُ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ، كَمَا تَدِيْنُ تُدَانُ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿بِالدِّيْنِ﴾: بِالْحِسَابِ ﴿مَدِيْنِيْنَ﴾: مُحَاسَبِيْنَ.

[۴۴۷۴-] حدثنا مُسَدَّدٌ، قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيىٰ، عَنْ شُعْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُعَلّٰى، قَالَ: كُنْتُ أُصَلِّيْ فِي الْمَسْجِدِ فَدَعَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَلَمْ أُجِبْهُ، فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّيْ كُنْتُ أُصَلِّيْ فَقَالَ:" أَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ: ﴿اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ إِذَا دَعَاكُمْ﴾ ثُمَّ قَالَ لِيْ:" لَأُعَلِّمَنَّكَ سُوْرَةً هِيَ أَعْظَمُ السُّوَرِ فِي الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ" ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِيْ، فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ قُلْتُ لَهُ: أَلَمْ تَقُلْ:" لَأُعَلِّمَنَّكَ سُوْرَةً هِيَ أَعْظَمُ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْآنِ؟" قَالَ:" ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ أُوْتِيْتُهُ"

[انظر: ۴۶۴۷، ۴۷۰۳، ۵۰۰۶]

[۲-] بَابُ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾

[۴۴۷۵-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" إِذَا قَالَ الإِمَامُ: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّالِّيْنَ﴾ فَقُوْلُوْا: آمِيْنَ، فَمَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلاَئِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ"

[راجع: ۷۸۲]

ترجمہ اور وضاحت: حاشیہ میں تفسیر کی تعریف کی ہے: التکشیف عن مدلولات نظم القرآن: قرآنِ کریم کے الفاظ کے معانی کی وضاحت کرنا —— رحمان اور رحیم: دونوں اسم ہیں، رحمۃ سے ماخوذ ہیں یعنی رحمان عجمی لفظ نہیں ہے جیسا کہ کہا گیا ہے —— اور رحیم اور راحم: ہم معنی ہیں، جیسے علیم اور عالم یعنی رحیم: اسم مفعول کے معنی میں نہیں ہے، اسم فاعل کے معنی میں ہے، اور صفتِ مشبہ اور اسم فاعل کے معنی میں جو فرق ہے وہ بیان کرنا مقصود نہیں —— وہ روایت جو سورۂ فاتحہ کی فضیلت میں وارد ہوئی ہے —— اور سورۂ فاتحہ کا ام الکتاب بھی نام رکھا گیا ہے، اس لئے کہ قرآنوں میں سب سے پہلے سورۂ فاتحہ لکھی جاتی ہے، اور نماز میں قراءت سورہ فاتحہ سے شروع کی جاتی ہے (یہ فاتحۃ الکتاب کی وجہ تسمیہ ہے، ام الکتاب کی وجہ تسمیہ نہیں) —— اور الدین کے معنی ہیں: بدلہ، خواہ اچھا ہو یا برا (کہا گیا ہے) جیسا تمہارا عمل ہوگا ویسا ہی تم بدلہ دیئے جاؤ گے —— اور سورۃ الماعون کی پہلی آیت میں بھی مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ دین کے معنی حساب کے ہیں —— اور سورۃ الواقعہ (آیت ۸۱) میں مدینین کے معنی بھی محاسَبین (س پر زبر، اسم مفعول) ہیں یعنی حساب کئے گئے۔ (پھر سورہ فاتحہ کی فضیلت کی حدیث ہے)

سورۃ البقرۃ کی تفسیر

حضرت تھانوی قدس سرہ نے البقرۃ کے معنیٰ 'بیل' کے کئے ہیں، اور عام طور پر مفسرین کرام اس کا ترجمہ "گائے" کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام سکھلائے

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ہر چیز کا نام، اس کی حقیقت وخاصیت اور اس کا نفع ونقصان سکھلایا، اور یہ علم ان کے دل میں بلا واسطۂ کلام القا کردیا، کیونکہ کمال علمی کے بغیر خلافت (دنیا پر حکومت) ممکن نہیں، پھر فرشتوں کو اس حکمت سے مطلع کرنے کے لیے سوال کیا کہ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو کہ تم کارِ خلافت انجام دے سکتے ہو تو ان چیزوں کے نام اور احوال بتاؤ، انھوں نے اپنے عجز وقصور کا اعتراف کیا اور وہ سمجھ گئے کہ وہ کارِ خلافت انجام نہیں دے سکتے، کیونکہ جو علم کی قلیل مقدار ان کو حاصل ہے وہ کارِ خلافت انجام دینے کے لیے کافی نہیں، پھر آدم علیہ السلام سے اشیائے عالم کی بہ نسبت سوال ہوا، انھوں نے فر فر سب امور فرشتوں کو بتلا دیئے، وہ دنگ رہ گئے، اور حضرت آدم علیہ السلام کے احاطۂ علمی پر عش عش کرنے لگے، تب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا: "کہو، ہم نہ کہتے تھے کہ ہم آسمان اور زمین کی سب پوشیدہ باتوں کو جانتے ہیں، اور تمہارے دلوں میں جو باتیں مکنون ہیں ان کو بھی جانتے ہیں؟"

فائدہ: اس سے علم کی فضیلت عبادت پر ثابت ہوئی، عبادت میں ملائکہ بڑھے ہوئے ہیں، مگر علم میں انسان سے کم ہیں، اس لیے مرتبۂ خلافت انسان ہی کو عطا ہوا، اور برتری کی وجہ یہ ہے کہ عبادت مخلوقات کا خاصہ ہے، اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں ہے، اور علم اللہ تعالیٰ کی سب سے اہم صفت ہے، اس لئے قابل خلافت انسان ہوئے، کیونکہ خلیفہ میں مستخلف عنہ کا کمال ہونا ضروری ہے (ماخوذ از فوائد شیخ الہندؒ)

اس کے بعد شفاعتِ کبریٰ کی حدیث ہے، اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام سکھائے، اس مناسبت سے حدیث لائے ہیں، اور یہ حدیث یہاں پہلی مرتبہ آئی ہے، آگے چھ مرتبہ آئے گی، یہ حدیث پہلے نہیں آئی، اور حدیث کے آخر میں جو حوالہ ہے وہ امام مزی رحمہ اللہ کا تسامح ہے (فتح) پہلے اس حدیث کی صرف سند آئی ہے، مضمون نہیں آیا، پس حدیث کا ترجمہ اور تشریح بعد میں ہے۔

[۲] سورة البقرة

[۱-] بَابٌ: ﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الأَسْمَاءَ كُلَّهَا﴾

[٤٤٧٦-] حدثنا مُسْلِمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه

وسلم ح: قَالَ وَقَالَ لِيْ خَلِيْفَةُ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، قَالَ حَدَّثَنا سَعِيْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" يَجْتَمِعُ الْمُؤْمِنُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُوْلُوْنَ: لَوِ اسْتَشْفَعْنَا إِلٰى رَبِّنَا! فَيَأْتُوْنَ آدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ: أَنْتَ أَبُوْ النَّاسِ، خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهِ، وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ، وَعَلَّمَكَ أَسْمَاءَ كُلِّ شَيْئٍ، فَاشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ، حَتَّى يُرِيْحَنَا مِنْ مَكَانِنَا هٰذَا، فَيَقُوْلُ: لَسْتُ هُنَاكُمْ، وَيَذْكُرُ ذَنْبَهُ فَيَسْتَحِيْ، ائْتُوْا نُوْحًا فَإِنَّهُ أَوَّلُ رَسُوْلٍ بَعَثَهُ اللّٰهُ إِلٰى أَهْلِ الْأَرْضِ، فَيَأْتُوْنَهُ فَيَقُوْلُ: لَسْتُ هُنَاكُمْ، وَيَذْكُرُ سُؤَالَهُ رَبَّهُ مَا لَيْسَ لَهُ بِهِ عِلْمٌ فَيَسْتَحِيْ، فَيَقُوْلُ: ائْتُوْا خَلِيْلَ الرَّحْمٰنِ، فَيَأْتُوْنَهُ فَيَقُوْلُ: لَسْتُ هُنَاكُمْ، ائْتُوْا مُوْسَى عَبْدًا كَلَّمَهُ اللّٰهُ، وَأَعْطَاهُ التَّوْرَاةَ، فَيَأْتُوْنَهُ فَيَقُوْلُ: لَسْتُ هُنَاكُمْ، وَيَذْكُرُ قَتْلَ النَّفْسِ بِغَيْرِ نَفْسٍ فَيَسْتَحِيْ مِنْ رَبِّهِ، فَيَقُوْلُ: ائْتُوْا عِيْسَى عَبْدَ اللّٰهِ وَرَسُوْلَهُ وَكَلِمَةَ اللّٰهِ وَرُوْحَهُ، فَيَقُوْلُ: لَسْتُ هُنَاكُمْ، ائْتُوْا مُحَمَّدًا، عَبْدًا غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ، فَيَأْتُوْنِّيْ فَأَنْطَلِقُ حَتَّى اسْتَأْذِنَ عَلٰى رَبِّيْ فَيُؤْذَنُ، فَإِذَا رَأَيْتُ رَبِّيْ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِيْ مَاشَاءَ ثُمَّ، يُقَالُ: ارْفَعْ رَأْسَكَ وَسَلْ تُعْطَهْ، وَقُلْ تُسْمَعْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَرْفَعُ رَأْسِيْ فَأَحْمَدُهُ بِتَحْمِيْدٍ يُعَلِّمُنِيْهِ.

ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِيْ حَدًّا فَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ، ثُمَّ أَعُوْدُ إِلَيْهِ فَإِذَا رَأَيْتُ رَبِّيْ، مِثْلَهُ، ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِيْ حَدًّا فَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ [ثُمَّ أَعُوْدُ الثَّالِثَةَ] ثُمَّ أَعُوْدُ الرَّابِعَةَ فَأَقُوْلُ: مَا بَقِيَ فِي النَّارِ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ وَوَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُوْدُ"

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ: يَعْنِيْ قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ! ﴿خَالِدِيْنَ فِيْهَا﴾[راجع: ٤٤]

شفاعتِ کبریٰ کی حدیث

نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن مؤمنین اکٹھا ہونگے، وہ کہیں گے: کاش ہم سفارش کرائیں اپنے پروردگار کے پاس! پس وہ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے، اور کہیں گے: آپؑ تمام لوگوں کے ابا ہیں، آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے بنایا، اور آپؑ کے لئے اپنے فرشتوں سے سجدہ کرایا، اور آپؑ کو تمام چیزوں کے نام سکھلائے (یہاں باب ہے) پس آپؑ ہمارے لئے اپنے پروردگار کے پاس سفارش کریں، تاکہ وہ ہمیں آرام پہنچائیں ہماری اس جگہ سے یعنی میدانِ محشر سے آگے بڑھائیں اور جنت میں پہنچائیں —— پس آدم علیہ السلام جواب دیں گے: نہیں ہوں میں وہاں یعنی میں اس مقصد سے بارگاہِ خداوندی میں حاضر نہیں ہوسکتا، اور وہ اپنے گناہ کو یاد کریں گے، پس وہ جھجکیں گے، تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، کیونکہ وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف بھیجا ہے —— چنانچہ وہ نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے، وہ کہیں گے: نہیں ہوں میں وہاں! اور وہ اپنا وہ سوال یاد کریں گے جو انھوں نے اپنے پروردگار سے کیا تھا،

جس کے بارے میں ان کوکوئی علم نہیں تھا یعنی وہ اپنے کافر بیٹے کی نجات کے سوال کو یاد کریں گے، اور وہ جھجکیں گے اور کہیں گے: تم خلیل الرحمٰن (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے پاس جاؤ، وہ کہیں گے: نہیں ہوں میں وہاں! تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ ایسے بندے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہم کلامی کی ہے، اوران کو تورات دی ہے —— پس لوگ ان کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے: نہیں ہوں میں وہاں! اور وہ یاد کریں گے ایک شخص کے ناحق قتل کرنے کو، پس وہ اللہ کے پاس جانے سے جھجکیں گے، اور وہ مشورہ دیں گے کہ تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ اللہ کے بندے، اس کے رسول، اس کا ایک بول اور اس کی روح ہیں، پس وہ کہیں گے: نہیں ہوں میں وہاں! تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ، وہ ایسے بندے ہیں جن کی اگلی پچھلی سب کوتاہیاں اللہ تعالیٰ نے معاف کردی ہیں —— پس وہ میرے پاس آئیں گے، میں چلونگا، اور اپنے پروردگار کے پاس جانے کی اجازت طلب کروں گا، مجھے اجازت دی جائے گی، پس جب میں میرے پروردگار کو دیکھونگا تو سجدہ میں گر پڑوں گا، وہ مجھے جتنا چاہیں گے سجدہ میں چھوڑے رکھیں گے، پھر کہا جائے گا: اپنا سر اٹھایئے اور مانگئے آپؐ دیئے جائیں گے، اور کہئے آپؐ کی بات سنی جائے گی، اور سفارش کیجئے آپؐ کی سفارش قبول کی جائے گی، پس میں اپنا سر اٹھاؤنگا، اور اللہ کی تعریف کرونگا ایسی تعریف جو اللہ تعالیٰ مجھے (اس قت) سکھلائیں گے (یہاں تک شفاعتِ کبری کا بیان ہے)

(دوسری چھوٹی سفارشیں:) پھر میں سفارش کرونگا، پس میرے لئے ایک حد مقرر کی جائے گی (مثلاً کہا جائے گا کہ آپؐ بے نمازیوں کے لئے سفارش کریں) پس میں ان کو جنت میں داخل کرونگا، پھر میں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹونگا، پس جب میں میرے پروردگار کو دیکھونگا تو اسی طرح کرونگا، یعنی سجدہ میں گر پڑونگا اور خوب تعریف کرونگا، پھر میں سفارش کرونگا، پس میرے لیے ایک حد متعین کی جائے گی (مثلاً: آپؐ زنا کاروں کے لئے سفارش کریں) پس میں ان کو جنت میں داخل کرونگا، پھر تیسری مرتبہ لوٹونگا، پھر چوتھی مرتبہ لوٹونگا، پس کہونگا میں کہ اب نہیں باقی رہا دوزخ میں مگر وہ شخص جس کو قرآن نے روک لیا ہے، اور اس کے لئے ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم میں رہنا واجب ہوگیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حَبَسَهُ القرآن سے مراد اللہ تعالیٰ کا ارشاد خَالِدِيْنَ فِيْهَا ہے یعنی جن لوگوں کے حق میں قرآنِ کریم میں ﴿خَالِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا﴾ آیا ہے وہی آخر میں جہنم میں رہ جائیں گے، باقی تمام لوگ چھوٹی سفارشوں کے ذریعہ جہنم سے نکال لئے جائیں گے۔

وضاحتیں:

۱- شفاعتِ کبری کی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث پہلے نہیں آئی، آگے چھ جگہ آئے گی، حوالے حدیث ۴۴ کے آخر میں ہیں، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پہلے دوجگہ (حدیث ۳۳۴۰ و ۳۳۶۱) آئی ہے، اور آگے (حدیث ۴۷۱۲) بھی آئے گی۔

۲- شفاعت کبری کی دونوں حدیثوں میں آخری مضمون راویوں نے چھوڑ دیا ہے، وہ مضمون صور کی طویل حدیث میں

ہے، جس کو ابو یعلی نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے، اور علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے نہایۃ البدایہ (۱: ۲۴۸) میں نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کی سفارش قبول فرمائیں گے، اور اللہ تعالیٰ بادلوں کے سائبان میں زمین پر اتریں گے، اور فرشتے بھی اتریں گے، اور عرش الٰہی کو آٹھ فرشتے اٹھا کر زمین پر رکھیں گے، پھر حساب کتاب شروع ہوگا۔

۳- شفاعت کبریٰ کی ان دونوں حدیثوں میں آخر میں دوسری چھوٹی شفاعتوں کا ذکر ہے، اور روایوں نے خاص طور پر ان شفاعتوں کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ خوارج وغیرہ شفاعت کا انکار کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جہنم میں جانے کے بعد کوئی نہیں نکلے گا، اس لئے ان کی تردید میں روات اس حدیث میں خاص طور پر امت کے لئے نبی ﷺ کی شفاعت کا ذکر کرتے ہیں (مزید تفصیل کے لئے تحفۃ الالمعی ۶: ۲۰۸ دیکھیں)

لغات: هُنَا: اسم اشارہ قریب کے لئے ہے، اور ھ بڑھا کر ھھنا بھی کہتے ہیں، اور آخر میں مخاطب کے اعتبار سے کاف خطاب بھی بڑھاتے ہیں .... یَسْتَحِیْ میں ایک یاء محذوف ہے، اصل یَسْتَحْیِیْ ہے، اسْتَحْیَا: کسی سے شرمانا، جھجکنا۔

[۲-] بَابٌ

[۱-] قَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿إِلَى شَيَاطِيْنِهِمْ﴾: أَصْحَابِهِمْ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْمُشْرِكِيْنَ. [۲-] ﴿مُحِيْطٌ بِالْكَافِرِيْنَ﴾: اللّٰهُ جَامِعُهُمْ. [۳-] ﴿عَلَى الْخَاشِعِيْنَ﴾: عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَقًّا. [٤-] قَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿بِقُوَّةٍ﴾: بِعَمَلٍ بِمَا فِيْهِ. [٥-] قَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ: ﴿مَرَضٌ﴾: شَكٌّ. [٦-] ﴿صِبْغَةَ﴾: دِيْنَ. [٧-] ﴿وَمَا خَلْفَهَا﴾: عِبْرَةٌ لِمَنْ بَقِيَ. [٨-] ﴿لَاشِيَةَ﴾: لَابَيَاضَ.

بَابٌ

مشکل الفاظ کی تشریح

۱- سورۃ البقرہ آیت ۱۴ میں منافقین کے تذکرہ میں ہے: ﴿وَإِذَا خَلَوْا إِلَى شَيَاطِيْنِهِمْ قَالُوْا: إِنَّا مَعَكُمْ، إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ﴾: اور جب وہ لوگ (منافقین) اپنے شریر سرداروں کے پاس تنہائی میں ہوتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم تمہارے ساتھ ہیں، اور مؤمنین کے سامنے ہم نے ایمان کا اقرار بس یونہی کیا تھا، یعنی ان کو بے وقوف بنایا تھا، مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں: شیاطین سے ان کے منافق اور مشرک ساتھی مراد ہیں، کیونکہ الشیطان: اسم ہے اور شَيْطَنَ کے معنی ہیں، شرارت کرنا، پس ہر مفسد اور سرکش انسان اور جن کو شیطان کہہ سکتے ہیں۔

۲- سورۃ البقرہ آیت ۱۹ میں ہے: ﴿وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ بِالْكَافِرِيْنَ﴾: اور اللہ تعالیٰ کافروں کو گھیرنے والے ہیں، احاطہ کئے

ہوئے ہیں یعنی قیامت کے دن ان کو (میدانِ حشر میں) جمع کریں گے، یہاں حسّی احاطہ مراد نہیں، معنوی احاطہ مراد ہے کہ تمام کفار اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہیں، کوئی ان میں سے چھٹک نہیں سکتا۔

۳-سورۃ البقرہ آیت ۴۵ میں ہے: ﴿وَإِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ﴾: بے شک نماز دشوار (بھاری) ہے، مگر خاشعین پر (بھاری نہیں) یعنی سچے اور کھرے مؤمنین پر کچھ دشوار نہیں، خَشَعَ (ف) خُشُوْعًا کے معنی ہیں: عاجزی اور انکساری کرنا، خاشع: اسم فاعل: عاجزی دکھانے والا، آیت میں: اللہ سے ڈرنے والے، اللہ کے سامنے جھکنے والے اور گڑگڑانے والے مراد ہیں۔

۴-سورۃ البقرۃ آیت ۶۳ میں ہے: ﴿خُذُوْا مَا آتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ﴾: (یہود کے سروں پر پہاڑ معلق کرکے کہا گیا:) مضبوط پکڑو اس کتاب کو جو ہم نے تم کو دی، یہاں بھی حسّی پکڑنا مراد نہیں معنوی پکڑنا مراد ہے، یعنی جو احکام تورات میں ہیں ان پر پوری طرح عمل کرو۔

۵-سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۰ میں ہے: ﴿فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ﴾: منافقین کے دلوں میں بڑا روگ ہے، ابوالعالیہ رفیع بن مہران ریاحی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہاں بھی معنوی روگ شک وشبہ مراد ہے، حسی بیماری مراد نہیں۔

۶-سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۳۸ ہے: ﴿صِبْغَةَ اللّٰهِ، وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ! وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُوْنَ﴾: (لیا ہم نے یعنی قبول کیا ہم نے) اللہ کا رنگ یعنی ہم نے دین اسلام قبول کیا، اور کون اللہ سے بہتر ہے رنگنے کے اعتبار سے! اور ہم اسی کی بندگی کرنے والے ہیں —— صبغة : اسم مصدر ہے، اس کے معنی ہیں: رنگ اور رنگ کی ہیئت وکیفیت، اور آیت میں صبغة سے مراد اللہ کا دین ہے، اور اس کو صبغة سے تعبیر نصاری پر رد کرنے کے لیے کیا ہے، عیسائیوں کے یہاں ایک رسم بپتسما ہے، وہ عیسائیت قبول کرنے والے کو زرد پانی میں ڈوباتے ہیں، جس کا نام ماءِ معمودیہ ہے، ان کے نزدیک اس عمل سے وہ پکا عیسائی بن جاتا ہے، پس آیت کریمہ میں کہا گیا کہ ہم نے اللہ کا دین اپنایا ہے، ہم اس سے رنگین ہوگئے ہیں، اور یہی سب سے بہتر رنگ ہے۔

عیسائی مسلمانوں کے سامنے شیخی بگارتے تھے کہ ہمارے پاس ایک رنگ ہے جو تمہارے پاس نہیں ہے، انھوں نے ایک زرد پانی بنا رکھا تھا، جب کوئی بچہ پیدا ہوتا یا کوئی ان کے دین میں داخل ہوتا تو وہ اس کو اس رنگ میں غوطہ دیتے اور کہتے: اب پکا عیسائی بن گیا، ہر گناہ سے پاک ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے مسلمانو! کہو ہم نے خدا کا رنگ یعنی دین اسلام قبول کیا اور اس دین کو جو قبول کرلیتا ہے وہ ہر طرح کی ناپاکی سے پاک ہوجاتا ہے، پس ہمیں نیلے پیلے رنگ کی ضرورت نہیں۔

اور عیسائیوں کے یہاں ایک اسطورۃ (مذہبی جھوٹی داستان) ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو پیدائش کے وقت جو نہلایا گیا تھا وہ دھوون محفوظ کرلی گئی تھی، ماءِ معمودیہ وہی پانی ہے، اس میں دوسرا پانی ملا کر آج تک بڑھایا جاتا ہے، اور اس میں بپتسمہ دیا جاتا ہے، اس غیر معمولی تعظیم کی وجہ سے عیسائیوں کے یہاں الوہیتِ مسیح کا عقیدہ پیدا ہوا، اور ہم نے اللہ کا رنگ اپنایا، کسی مخلوق

کا رنگ نہیں اپنایا، اس لئے ہم اللہ ہی کی عبادت کرتے ہیں، اپنے رسول کو الوہیت کی حدود میں داخل نہیں کرتے۔

۷-سورۃ البقرۃ کی آیت ٦٦ میں ہے: ﴿فَجَعَلْنَاهَا نَكَالاً لِمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا﴾: (جن لوگوں نے ہفتہ (بار) کے احکام میں تجاوز کیا ان کو ذلیل بندر بنایا گیا) پھر ہم نے اس کو عبرت انگیز واقعہ بنایا، ان بستیوں کے لئے جو اس بستی کے آگے اور اس کے پیچھے آباد تھیں یعنی چاروں طرف کی بستیوں کے لئے وہ واقعہ داستانِ عبرت بن گیا، عبرةٌ لمن بَقِي (سبق ان لوگوں کے لیے جو باقی رہ گئے) کا یہی مطلب ہے۔

اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عقوبت کو باعث خوف وعبرت بنایا اگلے اور پچھلے لوگوں کے لئے یعنی جنھوں نے اس عذاب کا مشاہدہ کیا، اور جو آئندہ پیدا ہونگے، اب آیت کا ترجمہ ہوگا: ''ان لوگوں کے لئے جو اس واقعہ کے معاصر تھے، اور ان کے لئے بھی جو مابعد زمانہ میں آئیں گے'' (تھانویؒ)

۸-سورۃ البقرۃ آیت ۷۱ میں ہے: ﴿لَاشِيَةَ فِيْهَا﴾: اس بیل میں کوئی داغ نہ ہو، شية: جانور جس رنگ کا ہو اس کے علاوہ دوسرے رنگ کا دھبہ، وہ بیل زرد رنگ کا تھا جس کی زردی تیز تھی، اب قید لگائی کہ اس میں کوئی دوسرا رنگ نہ ہو، جو دھبہ محسوس ہو، بیاض (سفید) اس لفظ کا ترجمہ نہیں، شِيَةٌ اصل میں وَشِيَةٌ تھا، عِدَةٌ اور زِنَةٌ کی طرح، اس کی ھـ واؤ محذوف کے عوض میں ہے، اس کی جمع شِيَات ہے، فعل: وَشٰى يَشِيْ وَشْيًا وَشِيَةً ہے، وَشٰى فلان الثوب: کپڑے پر بیل بوٹے بنانا، کڑھائی کرنا، مزین کرنا۔

[۹-] وَقَالَ غَيْره: ﴿يَسُوْمُوْنَكُمْ﴾: يُوْلُوْنَكُمْ ﴿ الوَلَاية﴾ -مَفْتُوْحَةً- مَصْدَرُ الْوَلَاءِ، وَهِيَ الرُّبُوْبِيَّةُ، وَإِذَا كُسِرَتِ الْوَاوُ فَهِيَ الإِمَارَةُ [١٠-]وَقَالَ بَعْضُهُمْ: الْحبوب التي تُؤْكَلُ كُلُّهَا: ﴿فُوْمِ﴾ [١١-] ﴿فادارأتم﴾اختلفتم. [١٢-] وَقَالَ قَتَادَةُ: ﴿فَبَاؤُا﴾: انْقَلَبُوْا. [١٣-] ﴿يستفتحون﴾: يَسْتَنْصُرُوْنَ. [١٤-] ﴿شَروا﴾ باعوا [١٥-] ﴿راعنا﴾: من الرُّعُوْنَةِ، إِذَا أَرَادُوْا أَنْ يُحَمِّقُوْا إِنْسَانًا قَالوا: راعنا. [١٦-] ﴿ لَا تَجْزِيْ﴾ لا تغنى .[١٧-] ﴿ابتَلَى﴾: اخْتَبَرَ. [١٨-]﴿خُطوات﴾: من الْخَطْوِ، والمعنى: آثاره.

۹-سورۃ البقرۃ آیت ۴۹ میں ہے: ﴿وَإِذْ أَنْجَيْنَاكُمْ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ، يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْءَ الْعَذَابِ﴾: (پہلا ترجمہ) اور (وہ زمانہ یاد کرو) جبکہ رہائی دی ہم نے تم کو متعلقین فرعون سے، جو فکر میں لگے رہتے تھے تمہاری سخت آزاری کے (تھانویؒ) (دوسرا ترجمہ) اور یاد کرو اس وقت کو جبکہ رہائی دی ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں سے جو کرتے تھے تم پر (دیتے تھے تم کو) بڑا عذاب (شیخ الہند وشاہ عبدالقادر صاحب رحمہما اللہ)

يَسُوْمُوْن (مضارع، صیغہ جمع مذکر غائب) سَامَ يسوم (ن) سَوْمًا الإنسانَ: ذلت وحقارت کا برتاؤ کرنا، تکلیف

دینا، مجبور کرنا اور سَامَ البائعُ کے معنی ہیں: سامان دکھا کر اس کا بھاؤ بتانا، اور سام المشتری کے معنی ہیں: گاہک کا سودا لینے کے لیے بھاؤ تاؤ کرنا، سَاوَم (مفاعلہ) کے بھی یہی معنی ہیں ـــــ اور ابوعبید قاسم بن سلاّم رحمہ اللہ نے یسومون کا ترجمہ یُوْلُوْنکم کیا ہے یعنی فرعونی تمہارے ساتھ برا معاملہ کرتے ہیں، أَوْلٰی معروفًا کے معنی ہیں: کسی کے ساتھ بھلائی کرنا، احسان کرنا، اور أولی فلانا شرًا کے معنی ہیں: کسی کے ساتھ برا برتاؤ کرنا، چونکہ آیت کریمہ میں سوء العذاب ہے، اس لئے ترجمہ ہوگا: فرعونی تمہارے ساتھ سخت عذاب کا معاملہ کرتے ہیں۔

اور یُوْلُوْن کی اصل یُوْلِیُوْن (مضارع، صیغہ جمع مذکر غائب،) ہے، یَرْمُوْنَ کے قاعدے سے ی حذف ہوئی، یَرْمُوْن کی اصل یَرْمِیُوْنَ ہے، ی کسرہ کے بعد واو سے پہلے واقع ہوئی، اس لیے اس کا ضمہ ماقبل کو دے کر اس کو حذف کر دیا۔

اور بعض حضرات یسومونکم کا ترجمہ یذیقونکم کرتے ہیں، یعنی فرعونی تمہیں سخت عذاب چکھاتے ہیں، اور ایک ترجمہ یُوْرِدُوْنَکُمْ بھی کیا گیا ہے، أورد إیرادًا کے معنی ہیں: واقع کرنا، وارد کرنا، اتارنا، یعنی فرعونی تمہیں سخت عذاب میں اتارتے ہیں یعنی دوچار کرتے ہیں، عربی کے یہ تینوں ترجمے ایک ہی مفہوم ادا کرتے ہیں، اس لئے علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے تینوں لفظوں کو ترجمہ میں جمع کیا ہے۔

پھر یُوْلُوْنکم کی مناسبت سے الوَلَایۃ کے معنی بیان کئے ہیں، یہ کلمہ سورۃ الکہف آیت ۴۴ میں ہے: ﴿هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ﴾: وہاں مدد کرنا اللہ برحق ہی کا کام ہے، وَلایت: (واؤ کے زبر کے ساتھ) کے معنی ہیں: نصرت، مدد اور پرورش کرنا۔ اور وِلایت (واؤ کے زیر کے ساتھ) بمعنی حکومت، اقتدار اور ملک ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الوَلاء (اسم) سے فعل وَلِیَ یَلِیْ وَلْیًا بنا ہے، جس کے معنی ہیں: قریب ہونا، نزدیک ہونا، اور وَلِیَ الشیئَ وَلایة (واؤ کا زبر) کے معنی ہیں: انتظام وانصرام کرنا، وَلِیَ الْبَلَدَ: کسی شہر یا ملک پر اقتدار حاصل کرنا، حاکم بننا، اور وَلِیَ فلانا کے معنی ہیں: مدد کرنا، محبت وتعلق کا اظہار کرنا۔

امام بخاری رحمہ اللہ کی عبارت کا ترجمہ: الوَلایة (واو کے زبر کے ساتھ) الوَلاء (اسم سے جو فعل بنا ہے اس کا) مصدر ہے، جس کے معنی ہیں ربوبیت (پرورش کرنا) اور جب واو کو زیر دیا جائے تو وِلایت کے معنی حکومت کے ہیں۔

غرض یسومونکم کا جو ترجمہ قاسم بن سلاّم نے یولونکم کیا ہے وہ الولایۃ بفتح الواو سے ہے، اور چونکہ آیت میں سوءَ العذاب ہے، اس لیے اس کا ترجمہ ہوگا: برا برتاؤ کرنا۔

۱۰- سورۃ البقرۃ آیت ۶۱ میں لفظ 'فوم' آیا ہے، بنی اسرائیل نے وادی تیہ میں اسارت کے زمانہ میں موسیٰ علیہ السلام سے کہا: ہم ایک ہی قسم کے کھانے (منّ وسلوی) پر ہرگز صبر نہیں کریں گے، پس آپ اپنے پروردگار سے دعا کریں کہ وہ ہمارے لئے زمین سے اگائیں: ساگ ترکاری، ککڑی، فوم، مسور اور پیاز ـــــ فوم کے کیا معنی ہیں؟ (۱) ابن عباس اور مجاہد رحمہما اللہ 'گیہوں' ترجمہ کرتے ہیں، اسی کو عام طور پر مفسرین نے اختیار کیا ہے (۲) ابن مسعودؓ کی قراءت میں الفوم کی جگہ

الثوم ہے یعنی لہسن (۳) عطاء اور قتادہ رحمہما اللہ 'غلہ' اس کا ترجمہ کرتے ہیں، اسی کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے، فرماتے ہیں: تمام دانے غلے جو کھائے جاتے ہیں 'فوم' ہیں۔

۱۱-سورۃ البقرۃ آیت ۷۲ میں ہے: ﴿وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْ تُمْ فِيْهَا﴾: اور جب تم نے ایک آدمی کا خون کیا، پھر ایک دوسرے پر اس کو ڈالنے لگے، ادَّارأتم: ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے، اختلفتم: اختلاف کیا تم نے اِدَّارَءَ کی اصل تَدَارَءَ ہے ت کو دال بنا کر ادغام کیا، پھر ابتداء بالسکون کی دشواری کی وجہ سے ہمزۂ وصل بڑھایا۔

۱۲-سورۃ البقرۃ آیت ۹۰ میں ہے: ﴿فَبَاءُ وْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ﴾: پس لوٹے وہ غصہ پر غصہ لئے ہوئے، بَاءَ بالشيئ بَوْءً ا: لوٹنا، قتادہ رحمہ اللہ نے یہی معنی کئے ہیں اور آیت میں مضمون یہ ہے کہ غیر یہود کو نبوت کیوں ملی؟ اس ضد میں وہ ایمان نہیں لائے، پس وہ لوگ غضب بالائے غضب کے مستحق ہوگئے۔

۱۳-سورۃ البقرۃ آیت ۸۹ میں ہے: ﴿وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾: اور وہ (مدینہ کے یہود) پہلے سے فتح مانگتے تھے کافروں پر۔ قرآن کے اترنے سے پہلے جب مدینہ کے یہود مشرکوں سے لڑتے تھے تو دعا مانگتے تھے: ''اے اللہ! ہم کو نبی آخر الزماں اور جو کتاب ان پر نازل ہوگی ان کے طفیل کافروں پر فتح نصیب فرما'' استفتاح: فتح کی دعا کرنا، مدد طلب کرنا۔

۱۴-سورۃ البقرۃ آیت ۱۰۲ میں ہے: ﴿ لَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖ أَنْفُسَهُمْ﴾: یقیناً بری ہے وہ چیز (سحر، جادو) جس کے بدل انھوں نے اپنی ذاتوں کو بیچا، یعنی جادو سیکھ کر کافر ہوئے، جہنم میں جائیں! شَرىٰ يَشْرِىٰ (ض) شَرْيًا: بیچنا خریدنا، باع کی طرح اضداد میں سے ہے (مگر بیشتر اس کا استعمال بیچنے کے معنی میں ہوتا ہے)

۱۵-سورۃ البقرۃ آیت ۱۰۴ میں ہے: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا! لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوْا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا﴾: اے ایمان والو! (لفظ) راعنا مت استعمال کیا کرو، بلکہ انظرنا کہا کرو، اور (اچھی طرح) سنا کرو (تاکہ انظرنا کہنے کی بھی ضرورت پیش نہ آئے)

راعنا میں دو قراءتیں:

۱-جمہور کی قراءت ہے: رَاعِنَا: مراعاۃ سے رَاعِ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے، اور نا ضمیر جمع متکلم ہے، معنی: ہماری رعایت کیجئے، مجلس میں جب میر مجلس کوئی بات کہتا ہے، اور وہ ٹھیک سے سمجھ میں نہیں آتی تو تحقیق کے لئے کہتے ہیں: راعنا: ہماری طرف متوجہ ہوں، یہود زبان مروڑ کر رَاعِيْنَا کہتے تھے یعنی ہمارے چرواہے، اس لئے مسلمانوں کو اس لفظ کے استعمال سے روک دیا، تاکہ یہود شرارت نہ کرسکیں۔

۲-رَاعِنًا: (تنوین کے ساتھ) یہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی قراءت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی قراءت کے معنی بیان کئے ہیں، فرماتے ہیں: رَاعِنٌ: رُعُوْنَة سے ہے، جس کے معنی ہیں: اوچھاپن، ناسمجھی، جب کسی شخص کو بے وقوف

بنانا ہوتا ہے تو راعنًا کہتے ہیں۔

نوٹ: پہلی قراءت ہی صحیح ہے، اس لیے کہ سورۃ النساء آیت ۴۶ میں ہے: ﴿رَاعِنًا لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ﴾: یہود اپنی زبانیں مروڑ کر راعنا کہتے تھے، اگر رعونۃ سے رَاعِنًا تھا تو زبان مروڑنے کی ضرورت نہیں تھی۔

١٦- سورۃ البقرۃ آیات ۴۸ و ۱۲۳ میں ہے: ﴿لَاتَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا﴾: (قیامت کے دن) کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے کوئی واجب مطالبہ ادا نہیں کر سکے گا، جَزَى الشيئَ (ض) جزَاءً: کافی ہونا، فائدہ پہنچانا......أَغْنَى الشيئُ: کوئی چیز کافی ہونا، أَغْنَى الرجلُ عن فلان: کسی شخص کا کسی کے لئے کافی ہونا، ما يُغنى عنك هذا: یہ چیز تمہارے لئے نفع رساں نہ ہوگی، اس سے تم کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

١٧- سورۃ البقرۃ آیت ۱۲۴ میں ہے: ﴿وَإِذِ ابْتَلٰى إِبْرَاهِيْمَ رَبُّهُ﴾: اور جس وقت امتحان کیا ابراہیمؑ کا ان کے پروردگار نے ابْتَلاه: آزمانا، بَلَاه (ن) بَلَاءً: آزمانا، گرفتار مصیبت کرنا...........اختبر الشيئَ: جانچنا، آزمانا، تجربہ کرنا۔

١٨- سورۃ البقرۃ آیت ۱۶۸ میں ہے: ﴿وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ﴾: اور شیطان کے قدم بہ قدم مت چلو، خطوات: خُطوۃ کی جمع ہے: قدم، ڈگ، خطَا (ن) خطْوًا: چلنا، قدم اٹھانا، ڈگ بھرنا، اور قدم سے حسّی قدم مراد نہیں، بلکہ شیطان کے آثار مراد ہیں، اس کی چلائی ہوئی راہیں اور طریقے مراد ہیں۔

[٣-] بَابُ قَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

[٤٤٧٧-] حَدَّثَنِيْ عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ عَمْرِو ابْنِ شُرَحْبِيْلَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم: أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ" قُلْتُ: إِنَّ ذٰلِكَ لَعَظِيْمٌ! قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: "وَأَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ، تَخَافُ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ" قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: "أَنْ تُزَانِيَ حَلِيْلَةَ جَارِكَ"

[أطرافه: ٤٧٦١، ٦٠٠١، ٦٨١١، ٦٨٦١، ٧٥٢٠، ٧٥٣٢]

کسی کو اللہ تعالیٰ کا ہمسر بنانا سب سے بڑا ظلم ہے

الله أكبر: اللہ تعالیٰ سب سے برتر وبالا ہیں، لا إله إلا الله: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ: اور کوئی اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں، پس ان کا ہمسر، مثل اور مانند تجویز کرنا سب سے بڑا ناقابل عفو گناہ ہے۔

سورۃ البقرۃ آیت ۲۲ کے آخر میں ہے: ﴿فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ أَنْدَادًا، وَأَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾: پس مت بناؤ تم اللہ تعالیٰ کا ہمسر درانحالیکہ تم جانتے ہو —— أنداد: ندّ کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں: ہم پلّہ، ہم رتبہ، ہمسر، مثل، نظیر اور مانند۔

تفسیر: یہ آیت اور اس سے پہلی آیت ۲۱ کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اور تم سے پہلوں کو سب کو پیدا کیا، اور

تمہاری ضروریات اور کل منافع کو بنایا، پھر اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو معبود بنانا، جو تم کو نہ نفع پہنچا سکے نہ ضرر، جیسے بت، کس قدر حماقت وجہالت ہے! حالانکہ تم یہ بھی جانتے ہو کہ اس جیسا کوئی نہیں (فوائد شیخ الہند رحمہ اللہ)

حدیث: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے پوچھا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: (سب سے بڑا گناہ) یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے لئے ہم سر بناؤ، درانحالیکہ انھوں نے تم کو پیدا کیا ہے'' یعنی خالق بس اللہ تعالیٰ ہیں، کوئی دوسرا خالق نہیں، نہ ہوسکتا ہے، پھر کوئی اللہ تعالیٰ کے برابر کیسے ہوسکتا ہے؟ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک یہ بڑا بھاری گناہ ہے! (اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہوسکتا) پھر انھوں نے پوچھا: اس کے بعد کونسا گناہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''اور (اس کے بعد) یہ گناہ ہے کہ تم اپنی اولاد کو مار ڈالو، اس بات سے ڈرتے ہوئے کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گی'' ابن مسعودؓ نے پوچھا: پھر کونسا گناہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا: (اس کے بعد) یہ گناہ ہے کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔

تشریح: یہ حدیث پہلی مرتبہ آئی ہے، اس میں تین گناہوں کا تذکرہ ہے:

سب سے بڑا گناہ: جو کسی حال میں معاف نہیں کیا جائے گا: شرک ہے، شرک یہ ہے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں برابر مانا جائے، جیسے مشرکین بتوں کو ذات میں اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دیتے ہیں، سورۃ البقرۃ آیت ۱۶۵ میں ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ أَنْدَادًا، يُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ﴾: بعض لوگ وہ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کو اللہ تعالیٰ کا ہم سر بنایا، وہ ان سے محبت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کی طرح، چنانچہ وہ ان کی پوجا کرتے ہیں، اور کچھ جاہل مسلمان نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے ہم پلہ قرار دیتے ہیں صفتِ علم میں، وہ کہتے ہیں: نبی ﷺ جمیع ما کان وما یکون کو جانتے ہیں، فرق صرف ذاتی اور عطائی کا ہے، یہ شرک صریح ہے۔

دوسرے درجہ کا گناہ: روزی کے ڈر سے اولاد کو قتل کرنا ہے، یعنی یہ خیال کرنا کہ اولاد ہوگی تو کہاں سے کھلائیں گے؟ اس لئے پیدا ہونے کے بعد اولاد کو مار ڈالنا، یا جان پڑنے کے بعد یا پہلے حمل گرادینا، یا شدید مجبوری کے بغیر عمل جراحی کرانا کبیرہ گناہ ہیں ـــــ اور ''روزی کے ڈر سے'': یہ بطور مثال ایک سبب کا بیان ہے، کسی اور سبب سے مثلاً زنا کا حمل ہے، پس بدنامی کے ڈر سے حمل گرانا یا پیدا ہونے کے بعد بچے کو مار ڈالنا بھی اسی حکم میں ہے۔

تیسرے درجہ کا کبیرہ گناہ: اپنے پڑوسی کی بیوی سے ناجائز تعلق قائم کرنا ہے، یہ زنا کے علاوہ پڑوسی کے حقوق کی پامالی بھی ہے، اس لئے یہ عام زنا سے بھاری گناہ ہے۔

[٤-] بَابٌ

وَقَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى، كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ، وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾ وَقَالَ مُجَاهِدٌ: الْمَنُّ: صَمْغَةٌ، وَالسَّلْوٰى: الطَّيْرُ.

[٤٤٧٨-] حدثنا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ، عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ زَيْدٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: "اَلْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ، وَمَاؤُهَا شَفَاءٌ لِلْعَيْنِ"

[طرفاہ: ٤٦٣٩، ٥٧٠٨]

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے منّ وسلوی اتارا

سورۃ البقرۃ آیت ۵۷ میں منّ وسلوی کا ذکر ہے، مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں: منّ: گوند ہے، اور سلوی پرندہ —— اور حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مَنّ: ایک چیز تھی شیریں، دھنیے کے سے دانے، ترنجبین کے مشابہ، رات کو اوس میں برستے، لشکر کے گرد ڈھیر لگ جاتے، صبح کو ہر ایک اپنی حاجت کے موافق اٹھالیتا۔ اور سَلْوی: ایک پرندہ ہے جس کو بٹیر کہتے ہیں، شام کو لشکر کے گرد ہزاروں جمع ہوجاتے، اندھیرا ہوئے بعد پکڑ لاتے، کباب کر کے کھاتے، مدتوں تک یہی کھایا کئے اھ۔

تُرنجبین: ایک قسم کی قدرتی شکر جو اونٹ کٹارے کے کانٹوں پر شبنم کی طرح گر کر جم جاتی ہے، اور لیموں کے شربت کو بھی ترنجبین کہتے ہیں، حضرت شیخ الہند کے کلام میں پہلے معنی ہیں —— اونٹ کٹارا: ایک خاردار جھاڑی جو زمین پر پھیلتی ہے، اسے اونٹ بڑے شوق سے کھاتا ہے (فیروز اللغات)

جب بنی اسرائیل دریا سے پار ہوگئے، اور پیچھے فرعون مع لشکر غرقاب ہوگیا تو حکم الٰہی پہنچا کہ بیت المقدس جاؤ، اور عمالقہ سے جہاد کرو، اور وہاں بس جاؤ (عمالقہ: عملاق بن لاوذ بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک قوم) وہ لوگ بڑے طاقتور تھے، ان کا حال جان کر بنی اسرائیل بزدل ہوگئے، اور جہاد سے انکار کر دیا تو ان کو میدانِ تیہ میں چالیس سال کے لئے محصور کر دیا گیا (یہ واقعہ سورۃ المائدۃ آیات ۲۱-۲۶ میں ہے)

اس اسارت کے زمانہ میں چونکہ لوگوں کے پاس نہ گھر تھے نہ خیمے، ان لئے وہ دھوپ سے پریشان ہوئے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بادل بھیج دیا جو دن بھر ان پر سایہ فگن رہتا تھا، اور کھانا میسر نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے منّ وسلوی نازل فرمایا اور حکم دیا کہ یہ لطیف ولذیذ غذا کھاؤ، مگر آگے کے لئے جمع کر کے مت رکھو، مگر بنی اسرائیل نے نافرمانی کی اور ذخیرہ کرنا شروع کر دیا، پس گوشت سڑنا شروع ہوگیا، یہ انھوں نے اپنا نقصان کیا، اللہ تعالیٰ کا کچھ نقصان نہیں ہوا۔

آیت کا ترجمہ: اور ہم نے تم پر بادل کا سایہ کیا، اور ہم نے تم پر منّ وسلوی اتارا، کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو ہم نے تم کو دیں، اور انھوں نے ہمارا کچھ نقصان نہیں کیا، بلکہ وہ اپنا ہی نقصان کرنے والے تھے۔

حدیث: اَلْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ، وَمَاؤُهَا شَفَاءٌ لِلْعَيْنِ: کھمبی منّ سے ہے، اور اس کا پانی آنکھ کے لئے مفید ہے (کھمبی: ایک قسم کی سفید نبات، جو اکثر برسات میں پیدا ہوتی ہے، اور خودرو ہے، اس کی سبزی بھی پکاتے ہیں اور تل کر بھی کھاتے ہیں، اس کو سانپ کی چھتری بھی کہتے ہیں، اگر وہ سیاہ یا سرخی مائل ہو تو آنکھ کے لئے مضر ہے اور بالکل سفید ہو تو مفید ہے، اس کو مل

کرآنکھ میں پانی ڈالنا بھی مفید ہے اوراس کا پانی نکال کراس میں سرمہ کھرل کرنا بھی مفید ہے)

تشریح: کھمبی منّ سے ہے: اس کے دو مطلب ہوسکتے ہیں:

۱- یہ تمثیل (پیرایۂ بیان) ہے، پس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کھمبی مفت حاصل ہونے والی نعمت ہے، جیسے منّ بنی اسرائیل کو مفت ملتا تھا، کھمبی خودرو نبات ہے۔

۲- یہ بیان واقعہ ہے، پس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل پر جو منّ اترتا تھا اس کا اثر زمین میں باقی رہ گیا ہے، جو کبھی کبھی کھمبی کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا تجربہ: انھوں نے تین، پانچ یا سات کھمبیاں لیں، اوران کو نچوڑا، اوران کا پانی ایک شیشی میں بھرلیا، پھران کی ایک چندھیا باندی تھی اس کی آنکھ میں ڈالا تو وہ اچھی ہوگئی۔ رواہ الترمذی (تحفۃ الالمعی ۵:۴۰۸)

چندھا: وہ جس کی آنکھیں روشنی کی تاب نہ لاسکیں، دن کو اندھارات میں بینا۔

[٥-] بَابٌ

﴿وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوْا الْبَابَ سُجَّدًا، وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ، نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ رَغَدًا: وَاسِعٌ كَثِيْرٌ.

[٤٤٧٩-] حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "قِيْلَ لِبَنِيْ إِسْرَائِيْلَ: ﴿ادْخُلُوْا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ﴾ فَدَخَلُوْا يَزْحَفُوْنَ عَلٰى أَسْتَاهِهِمْ، فَبَدَّلُوْا، وَقَالُوْا: حِطَّةٌ، حَبَّةٌ فِيْ شَعَرَةٍ.

[راجع: ٣٤٠٣]

بنی اسرائیل کی حدود اسارت میں توسیع کی گئی

سورۃ البقرۃ کی آیت ۵۸ ہے: "اور جب حکم دیا ہم نے کہ داخل ہوؤ (اریحا) بستی میں، پس کھاؤ تم اس سے جہاں سے چاہو آسودہ ہوکر، اور دروازے میں داخل ہوؤ جھکے جھکے، اور کہو: توبہ توبہ! بخشیں گے ہم تمہاری تقصیریں، اور زیادہ دیں گے ہم نیکوکاروں کو۔

تفسیر: بنی اسرائیل کو دریا سے پار ہونے کے بعد عمالقہ سے جہاد کرنے کا اور بیت المقدس کو فتح کرنے کا حکم ملا، انھوں نے جہاد کرنے سے انکار کیا، پس ان کو سزا ملی، وہ چالیس سال کے لئے میدانِ تیہ میں محصور کردیئے گئے، اور بیت المقدس کو اتنی مدت کے لئے ان پر حرام کردیا گیا، پھر جب وہ لوگ اس جنگل میں پھرتے پھرتے تنگ آگئے، اور ایک ہی کھانا (منّ وسلوی) کھاتے کھاتے اکتا گئے تو انھوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: ہم ایک ہی طرح کے کھانے پر ہرگز صبر نہیں کریں

گے، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہمارے لئے زمین سے سبزی ترکاری، ککڑی، گیہوں، مسور اور پیاز اگائیں، موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی، چنانچہ ان کی حدود اسارت میں ایکس ٹین شن (Extension توسیع) کیا گیا، اور اریحا بستی میں داخلہ کی اجازت مل گئی، مگر کہا گیا کہ بستی میں سجدہ کرتے ہوئے یعنی جھکے جھکے عاجزی سے داخل ہونا، اور زبان سے حِطَّةٌ کہتے ہوئے یعنی گناہ کی معافی مانگتے ہوئے داخل ہونا، مگر وہ جھکنے کے بجائے سُرینوں پر پھسلتے ہوئے، اور حِطَّةٌ کے بجائے حِنْطَةٌ کہتے ہوئے داخل ہوئے یعنی ہمیں گون بھر کر غلہ دے! چنانچہ جب وہ بستی میں داخل ہوئے تو ان پر طاعون پڑا، اور ایک دن میں ستّر ہزار یہودی مر گئے۔

لغت: رغد: آسودہ، حضرت رحمہ اللہ نے ترجمہ کیا ہے: وسیع کثیر، رَغَدَ الْعَيْشُ (س،ک) رَغَدًا: زندگی کا خوش گوار ہونا، آسودہ اور فراخ ہونا۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ دروازے میں داخل ہو سجدہ کرتے ہوئے اور کہو: (الٰہی) گناہ معاف فرما، پس وہ سُرینوں پر سرکتے ہوئے داخل ہوئے، اور انھوں نے بدل دیا، حِطَّةٌ کے بجائے حَبَّةٌ فِيْ شَعْرَةٍ: کہا یعنی بالی میں (گون میں) غلہ! شیخ پٹنی کہتے ہیں: یہ مہمل کلام ہے، اور حدیث پہلے جلد ٦ کے آخر میں گذری ہے۔

فائدہ: بنی اسرائیل پر چالیس سال تک کے لئے بیت المقدس حرام کیا گیا تھا، دوسری بستیاں بایں معنی تو حرام تھیں کہ وہ حدود اسارت (میدانِ تیہ) سے خارج تھیں، مگر مطلقاً حرام نہیں تھیں، چنانچہ جب بنی اسرائیل نے زمین کی پیداوار مانگی تو ان کی حدود اسارت میں توسیع کی گئی، اور اریحا بستی کو میدانِ تیہ کے ساتھ لاحق کیا گیا، پس وہ اس بستی میں داخل ہونے کے بعد بھی محصور ہی رہے۔

[٦-] بَابٌ

قَوْلُهُ: ﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ﴾ وَقَالَ عِكْرِمَةُ: جَبْرَ، وَمِيْكَ، وَسَرَافِ: عَبْدٌ، إِيْل: اللّٰهُ.

[٤٤٨٠-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ: سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ بَكْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: سَمِعَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ بِقُدُوْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ فِي أَرْضٍ يَخْتَرِفُ، فَأَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: إِنِّيْ سَائِلُكَ عَنْ ثَلاَثٍ لاَ يَعْلَمُهُنَّ إِلاَّ نَبِيٌّ: فَمَا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ؟ وَمَا أَوَّلُ طَعَامِ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟ وَمَا يَنْزِعُ الْوَلَدَ إِلَى أَبِيْهِ أَوْ إِلَى أُمِّهِ؟ قَالَ: "أَخْبَرَنِيْ بِهِنَّ جِبْرَئِيْلُ آنِفًا" قَالَ: جِبْرَئِيْلُ؟ قَالَ: "نَعَمْ" قَالَ: ذَاكَ عَدُوُّ الْيَهُوْدِ مِنَ الْمَلاَئِكَةِ. فَقَرَأَ هٰذِهِ الآيَةَ: ﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلٰى قَلْبِكَ﴾[البقرة: ٩٧] أَمَّا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ، وَأَمَّا أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ حُوْتٍ، وَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ الْمَرْأَةِ نَزَعَ

الْوَلَدَ، وَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الْمَرْأَةِ نَزَعَتْ" قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ الْيَهُوْدَ قَوْمٌ بُهُتٌ، وَإِنَّهُمْ إِنْ يَعْلَمُوْا بِإِسْلَامِيْ قَبْلَ أَنْ تَسْأَلَهُمْ يَبْهَتُوْنِيْ، فَجَاءَ تِ الْيَهُوْدُ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم:" أَيُّ رَجُلٍ عَبْدُ اللّٰهِ فِيْكُمْ؟" قَالُوْا: خَيْرُنَا وَابْنُ خَيْرِنَا، وَسَيِّدُنَا وَابْنُ سَيِّدِنَا. قَالَ:" أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَسْلَمَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ" فَقَالُوْا: أَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ، فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَقَالُوْا: شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا، فَانْتَقَصُوْهُ قَالَ: فَهٰذَا الَّذِيْ كُنْتُ أَخَافُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ. [راجع: ٣٣٢٩]

یہود کی جبرئیل دشمنی

سورۃ البقرۃ کی آیات ۹۷و۹۸ ہیں:﴿قُلْ: مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلٰى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكَالَ فَإِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِيْنَ﴾

ترجمہ: آپ (یہود سے) کہیں: جو شخص جبرئیل علیہ السلام کا دشمن ہے (وہ جان لے کہ) بے شک انھوں نے قرآن اتارا ہے آپ کے دل پر اللہ کے حکم سے جو تصدیق کرنے والا ہے اپنے سے پہلے والی کتابوں کی، اور مؤمنین کے لئے راہ نمائی اور خوش خبری ہے، جو شخص اللہ کا، اس کے فرشتوں کا، اس کے رسولوں کا، اور جبرئیل ومیکائیل کا دشمن ہے (وہ جان لے کہ) بے شک اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کے دشمن ہیں۔

تفسیر: شانِ نزول کی روایت میں ہے کہ یہودی عالم عبداللہ بن صوریا اپنے رفقاء کے ساتھ نبی ﷺ کی خدمت میں آیا، اور چند سوالات پوچھے، آپ نے پوچھا: اگر میں تمہارے سوالوں کے جوابات دیدوں تو؟ انھوں نے کہا: ہم مسلمان ہوجائیں گے! آپ نے ان سے پکا عہد وپیمان لیا، پھر انھوں نے چار سوالات کئے، آپ نے سب کے جوابات دیئے، وہ لاجواب ہوگئے، تو انھوں نے کہا: اچھا بتاؤ، آپ کے پاس کونسا فرشتہ وحی لے کر آتا ہے؟ آپ نے فرمایا: جبرئیل علیہ السلام، انھوں نے کہا: یہ فرشتہ تو ہماری قوم کا دشمن ہے، اس نے تو ہمارے اسلاف پر عذاب نازل کیا ہے، بھلا ہم اس کے لائے ہوئے کلام پر کیسے ایمان لاسکتے ہیں؟ (جلالین) اگر میکائیل وحی لاتے تو ہم ایمان لے آتے، وہ خیرات وبرکات، بارش اور خوش حالی کے فرشتے ہیں، ان کو مذکورہ آیتوں میں جواب دیا گیا کہ فرشتے جو کچھ کرتے ہیں وہ اللہ کے حکم سے کرتے ہیں، اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتے، اور جو شخص اللہ کے نیک بندوں کا دشمن ہوتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں، حدیث قدسی میں ہے: من آذى لى وليا آذنته بالحرب: جو میرے نیک بندوں کو ستاتا ہے (اور دشمنی رکھنا بھی ستانا ہے) میں ان کو جنگ کا الٹی میٹم دیتا ہوں، آئے میرے مقابلہ میں: میں اس کو دیکھ لونگا۔

حدیث: پہلے آئی ہے، تحفۃ القاری (٦: ٥٤٣) میں ترجمہ ہے، پھر تحفۃ القاری (٧: ٣٧٦) میں آئی ہے، وہاں بھی ترجمہ

ہے، پھر تحفۃ القاری (۳۹۳:۷) میں آئی ہے، وہاں حدیث کا خلاصہ ہے، اب آخری بار آئی ہے ــــ عکرمہ (تلمیذ ابن عباسؓ) کہتے ہیں: جبر، میک اور سراف کے معنی ہیں: بندہ اور ایل کے معنی ہیں: اللہ، پس جبرئیل کے معنی ہیں: عبداللہ: اللہ کا بندہ، یہی معنی میکائیل اور اسرافیل کے ہیں .... یَخْتَرِف: پکے پھل چن رہے تھے یعنی درخت پر چڑھے ہوئے تھے .... اشراط: قیامت کی چھوٹی نشانیاں .... حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: وہ فرشتوں میں یہود کے دشمن ہیں (یہاں باب ہے) .... فقرأ هذه الآية: قرأ کا فاعل کون ہے؟ کس نے اس موقع پر یہ آیت پڑھی؟ تین احتمال ہیں: (۱) نبی ﷺ نے پڑھی (۲) ابن سلام نے پڑھی (۳) کسی راوی نے پڑھی .... زيادة كبد حوت: مچھلی کی کلیجی کا بڑھا ہوا حصہ، کلیجی کا ایک زائد حصہ ہوتا ہے، جو علاحدہ بھی ہوتا ہے، اور جڑا ہوا بھی ہوتا ہے، وہ بہت لذیذ اور مزے دار ہوتا ہے۔

نسخ فی الشرائع اور نسخ فی الشریعۃ

نسخ کے لغوی معنی ہیں: زائل کرنا، ہٹانا، مٹانا، کہا جاتا ہے: نَسَخَتِ الشَّمْسُ الظِّلَّ: دھوپ نے سایہ ہٹا دیا، نَسَخَتِ الريحُ آثارَ الأقدام: ہوا نے قدموں کے نشانات مٹا دیئے۔ اور اصطلاح میں نسخ کے معنی ہیں: کسی حکم شرعی کی انتہا کو بیان کرنا، خواہ وہ حکم مقدم شریعت کا ہو یا اسی شریعت کا ہو۔

پھر نسخ کی دو قسمیں ہیں: نسخ فی الشرائع اور نسخ فی الشریعۃ۔

پہلی قسم: نسخ فی الشرائع ہے یعنی مقدم شریعت کو یا اس کے کسی حکم کو مؤخر شریعت کے ذریعہ منسوخ کرنا، یہود اس نسخ کا انکار کرتے ہیں، ان کے نزدیک جو شریعت یا جو حکم اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ نازل کر دیا وہ منسوخ نہیں ہوسکتا، وہ اس طرح اپنے مذہب یہودیت کی ابدیت ثابت کرتے ہیں، حالانکہ وہ آدم علیہ السلام کی شریعت کو نوح علیہ السلام کی شریعت سے منسوخ مانتے ہیں، اور نوح علیہ السلام کی شریعت کو ابراہیم علیہ السلام کی شریعت سے منسوخ مانتے ہیں، اور ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کو موسیٰ علیہ السلام کی شریعت سے منسوخ مانتے ہیں، مگر موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو نبی ﷺ کی شریعت سے منسوخ نہیں مانتے (عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا ضمیمہ تھی، وہ مستقل شریعت نہیں تھی)

علاوہ ازیں: وہ یہودیت کو ایک نسلی مذہب مانتے ہیں، کوئی غیر اسرائیلی یہودی مذہب میں داخل نہیں ہوسکتا، پس کیا ساری انسانیت قیامت تک کے لئے اللہ کے دین سے محروم رہے گی؟ اور کیا یہودیت نے سابقہ شریعتوں کو منسوخ نہیں کیا؟

دوسری قسم: نسخ فی الشریعہ ہے یعنی شریعت اسلامیہ کے ایک حکم کو دوسرے حکم سے منسوخ کرنا، پھر اس کی دو صورتیں ہیں:

۱- قرآنِ کریم کا حکم حدیث شریف کے ذریعہ منسوخ کیا جائے، یہ جائز نہیں، حدیث میں ہے: ''میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا''

۲- حدیث سے ثابت حکم کو قرآنِ کریم کے ذریعہ منسوخ کرنا، یہ جائز ہے، حدیث میں ہے: ''اللہ کا کلام میرے کلام کو

منسوخ کرتا ہے''

نوٹ: یہ حدیث مشکوٰۃ میں ہے اور نہایت ضعیف ہے، مگر مسئلہ اجماعی ہے، اس لئے قطعی ہے۔

غرض: یہود کا یہ کہنا تھا کہ یہودیت اللہ کا آخری دین ہے یعنی اس کے بعد کوئی شریعت نازل نہیں ہوسکتی، اور مشرکین کا اعتراض نسخ فی الشریعہ پر تھا کہ یہ کیا بات ہے کہ اللہ تعالیٰ آج ایک حکم دیتے ہیں، پھر کل اس کو بدل دیتے ہیں، کیا اللہ کو بھی بداواقع ہوتا ہے؟ یعنی بعد میں سمجھ میں آتا ہے کہ حکم غلط چلا گیا اس لئے دوسرا حکم بھیجتے ہیں! ان دونوں اعتراضوں کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا، أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾: نہیں منسوخ کرتے ہم کوئی آیت یا نہیں بھلاتے ہم اس کو مگر لاتے ہیں ہم اس حکم سے بہتر یا اس کے مانند، کیا تجھے پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں؟

آیت کا لفظ عام ہے، اللہ کی کتاب کی آیت کو اور اللہ کے حکم کو بھی آیت کہتے ہیں، پھر وہ خواہ قرآن کی آیت یا حکم ہو یا کتب سابقہ کی آیت یا حکم، سب کو 'آیت' کہا جاتا ہے۔

پس مذکورہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ خواہ کوئی آیت ہو، قرآن کی آیت ہو یا کتبِ سابقہ کی —— اور جو حکم ایک آیت کا ہے وہی حکم ساری شریعت کا ہے —— باقی رکھی جائے یا اس کو منسوخ کیا جائے (اور آیت یاد رہے) یا آیت بھلا دی جائے یعنی سابقہ پوری شریعت یا اس کا کوئی حکم مندرس ہوجائے، لوگ اس کو بالکل بھول جائیں، یا قرآن کی کوئی آیت لوگوں کے ذہن سے محو کر دی جائے حتی کہ رسول اللہ ﷺ بھی اس کو بھول جائیں، جیسے ارشاد پاک ہے: ﴿سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى، إِلَّا مَاشَاءَ اللّٰهُ﴾: عنقریب پڑھائیں گے ہم آپ کو، پھر آپؐ اس میں سے کوئی جزء نہیں بھولیں گے، مگر جس قدر بھلانا اللہ تعالیٰ کو منظور ہو (کیونکہ نسخ کا یہ بھی ایک طریقہ ہے) تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا حکم لاتے ہیں، جو پہلے حکم سے بہتر ہوتا ہے یا اس کے مانند ہوتا ہے —— بہتر ہونے کا تعلق نسخ فی الشرائع سے ہے یعنی نئی شریعت کے ذریعہ پرانی شریعت منسوخ کی جاتی ہے تو اس کی وجہ ادنی سے اعلی کی طرف ترقی ہوتی ہے، اور کون عقلمند ہے جو بہہ سے بہتر کو پسند نہیں کرتا؟ اور مانند ہونے کا تعلق نسخ فی الشرائعۃ سے ہے یعنی جب مصلحت بدلتی ہے تو حکم بدلتا ہے، جیسے حکیم مریض کے احوال کی رعایت سے ایک نسخہ لکھتا ہے، پھر جب مریض کا حال بدلتا ہے تو حکیم نسخہ بدلتا ہے اور یہ نسخہ بھی اول ہی کی طرح مفید ہوتا ہے —— کیا معترضین نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہیں، وہ جو چاہیں کریں، ان کا ہاتھ کون پکڑ سکتا ہے؟

[۷-] بَابٌ

قَوْلُهُ: ﴿مَانَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا﴾

[۴۴۸۱-] حدثنا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حَبِيْبٍ، عَنْ سَعِيْدِ

ابْنِ جُبَیْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ عُمَرُ: أَقْرَؤُنَا أُبَیٌّ، وَأَقْضَانَا عَلِیٌّ، وَإِنَّا لَنَدَعُ مِنْ قَوْلِ أُبَیٍّ، وَذَاكَ أَنَّ أُبَیًّا یَقُوْلُ: لَا أَدَعُ شَیْئًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم، وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ آیَةٍ أَوْ نُنْسِهَا﴾[طرفه: ۵۰۰۵]

باب میں مذکور آیت کا تعلق سابقہ دو آیتوں سے ہے، ان کو بھی سمجھ لینا چاہئے:

آیت ۱۰۴ ہے: ﴿یٰأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَاتَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوْا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا، وَلِلْكَافِرِیْنَ عَذَابٌ أَلِیْمٌ﴾: اے ایماندارو! تم راعنا مت کہو، بلکہ انظرنا کہو، اور سنو (تاکہ انظرنا کہنے کی ضرورت پیش نہ آئے) اور حکم نہ ماننے والوں کے لئے دکھ کی مار ہے —— اس آیت میں نسخ فی الشریعہ کا مسئلہ ہے، پہلے راعنا کہنا مباح (جائز) تھا، اور 'اباحت' شریعت کے احکام خمسہ میں سے ایک حکم ہے، حجۃ اللہ البالغہ وغیرہ اصول فقہ کی کتابوں میں اس کی صراحت ہے، سابقہ حکم منسوخ کر کے دوسرا حکم (انظرنا کہنے کا) دیا۔

اور آیت ۱۰۵ ہے: ﴿مَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِیْنَ أَنْ یُنَزَّلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ خَیْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ، وَاللّٰهُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ یَّشَاءُ، وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ﴾: دل نہیں چاہتا ان لوگوں کا جو (آپ کی رسالت کے) منکر ہیں، اہل کتاب میں سے اور مشرکین میں سے کہ اتاری جائے کوئی خیر تمہارے رب کی طرف سے یعنی آپ کو نبوت ملے اور آپ پر وحی نازل ہو، اور اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی (نبوت) کے ساتھ جس کو چاہتے ہیں خاص کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں —— اس آیت میں نسخ فی الشرائع کا مسئلہ ہے، یہود نہیں چاہتے تھے کہ کسی غیر اسرائیلی کو نبوت ملے، مگر اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں نبوت سے سرفراز فرماتے ہیں یہود کا اس میں کیا دخل ہے؟ —— پھر آیت ۱۰۶ میں جو باب میں ہے دونوں اعتراضوں کا جواب ہے، جس کی تفصیل اوپر آچکی۔

ترکیب: مَا موصولہ متضمن معنی شرط .... نَنْسَخْ: مضارع مجزوم، جمع متکلم، نَسْخ: مصدر (فتح) .... من: بیانیہ، ما کا بیان .... نُنْسِ: مضارع، جمع متکلم، إِنْسَاءٌ: مصدر: بھلانا، نُنْسِ کی اصل نُنْسِیْ، ی جزم کی وجہ سے گری .... نَأْتِ: جوابِ شرط، أتی به: لانا۔

حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم میں سب سے بہتر قاری ابیؓ ہیں، اور ہم میں قضا کے ماہر علیؓ ہیں، (ان دونوں صحابہ کی یہ فضیلتیں مرفوع حدیث میں بھی آئی ہیں) اور ہم چھوڑتے ہیں ابیؓ کے بعض قول (قراءت) کو، اس وجہ سے کہ ابیؓ کہتے ہیں: میں نہیں چھوڑونگا کوئی چیز جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے یعنی وہ منسوخ آیتوں کو بھی پڑھتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ آیَةٍ أَوْ نُنْسِهَا﴾

تشریح: یہ حدیث پہلی مرتبہ آئی ہے، آگے ایک مرتبہ اور آئے گی، منسوخ آیتیں جو بھلادی گئیں بھلادی گئیں، ان کو پڑھنے کا سوال ہی نہیں، البتہ بعض منسوخ آیتیں یاد تھیں، جیسے الشیخ و الشیخة: حضرت ابی رضی اللہ عنہ ان کو بھی ان کی

جگہ پڑھتے تھے، حالانکہ جب وہ منسوخ ہوگئیں تو ان کو پڑھنے کا کوئی مطلب نہیں، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم ان کی پڑھی ہوئی بعض آیتوں کو چھوڑتے ہیں۔

اولاد ماننا اللہ تعالیٰ کے لئے گالی ہے

خیبر کے یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے تھے، اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں، اور مشرکین اپنے دیوی دیوتاؤں کو اللہ کے بیٹے بیٹیاں مانتے ہیں، جبکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں، کیونکہ اگر ان کی اولاد ہوگی تو دو حال سے خالی نہیں ہوگی: وہ معبود ہوگی یا نہیں، اگر وہ بھی معبود ہے تو خدا ایک کہاں رہا! اور اگر معبود نہیں تو وہ ناجنس اولاد ہوئی، جیسے انسان کے گھر میں کتا پیدا ہوجائے، یہ بات اس کے لئے ڈوب مرنے کی ہے، پس اللہ تعالیٰ کے لئے اس سے بڑی گالی کیا ہوسکتی ہے؟

اور ابتداءِ آفرینش کے تمام مشرکین قائل ہیں، سب مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے، مگر وہ مرنے کے بعد دوبارہ پیدا ہونے کو نہیں مانتے، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہے، جس قادرِ مطلق نے پہلی مرتبہ پیدا کیا، وہ دوسری مرتبہ ضرور پیدا کرسکتا ہے۔

[٨-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَقَالُوْا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهُ﴾

[٤٤٨٢-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ حُسَيْنٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا نَافِعُ ابْنُ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " قَالَ اللّٰهُ: كَذَّبَنِيْ ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ، وَشَتَمَنِيْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ، فَأَمَّا تَكْذِيْبُهُ إِيَّايَ فَيَزْعُمُ أَنِّيْ لاَ أَقْدِرُ أَنْ أُعِيْدَهُ كَمَا كَانَ، وَأَمَّا شَتْمُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ، لِيْ وَلَدٌ، فَسُبْحَانِيْ أَنْ أَتَّخِذَ صَاحِبَةً أَوْ وَلَدًا"

سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۱۶ ہے: ﴿وَقَالُوْا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهُ، بَلْ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، كُلٌّ لَّهُ قَانِتُوْنَ﴾: اور لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے، ان کی ذات (اولاد سے) پاک ہے، بلکہ انہی کے مملوک ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، سب ان کے محکوم ہیں (اور اولاد مملوک اور محکوم نہیں ہوسکتی، معلوم ہوا ان کی کوئی اولاد نہیں)

اور سورۃ مریم آیات ۸۸-۹۵ میں ہے: ''اور لوگ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے، واقعہ یہ ہے کہ تم نے (یہ کہہ کر) بھاری گناہ کا ارتکاب کیا، قریب ہیں کہ آسمان پھٹ پڑیں اس بات سے، اور زمین ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے اور پہاڑ ڈھ پڑیں! اس بات سے کہ وہ مہربان اللہ کے لئے اولاد مانتے ہیں، اور مہربان اللہ کے شایانِ شان نہیں کہ وہ اولاد رکھیں، (کیونکہ) آسمان وزمین میں کوئی نہیں جو نہ آوے مہربان اللہ کا بندہ ہوکر، اللہ تعالیٰ نے سب کو شمار کر رکھا ہے اور سب کو گن رکھا ہے، اور ان میں سے ہر ایک آئے گا ان کے پاس قیامت کے دن اکیلا (اگر اللہ کی کوئی اولاد ہوتی تو ایسی بے بس اور لاچار کیوں ہوتی؟)

حدیث قدسی: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے انسان جھٹلاتا ہے، اور اس کو زیبا نہیں کہ مجھے جھٹلائے، اور مجھے گالی دیتا ہے اور اس کو زیبا نہیں کہ مجھے گالی دے، رہا اس کا مجھے جھٹلانا تو اس کا یہ گمان کرنا ہے کہ میں اس کو لوٹانے پر قادر نہیں، جیسا وہ (پہلے) تھا اور رہا اس کا مجھے گالی دینا تو اس کا یہ کہنا ہے کہ میری اولاد ہے، حالانکہ میری ذات پاک ہے اس بات سے کہ میں بیوی یا اولاد اپناؤں۔

تشریح: یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ہے، اور اسی جگہ ہے، اور اس کی روایت میں امام بخاری رحمہ اللہ متفرد ہیں، امام مسلم وغیرہ نے اس کو روایت نہیں کیا، البتہ اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی روایت کرتے ہیں، اور وہ پہلے (تحفۃ القاری ۶: ۴۶۷) آچکی ہے۔

طواف کا دوگانہ مقامِ ابراہیمؑ پر پڑھنا

مقامِ ابراہیمؑ: وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہوکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانۂ کعبہ تعمیر کیا تھا، اس میں آپؑ کے قدم کا نشان ہے، وہ کعبہ شریف سے چند گز کے فاصلہ پر رکھا ہوا ہے، اور اس پر گلاس کا قبہ چڑھایا ہوا ہے، اس لئے صاف نظر آتا ہے، مگر اس پر چاندی کا کور چڑھایا گیا ہے اس لئے اصلی حالت میں نظر نہیں آتا، کہتے ہیں: اسی پتھر پر کھڑے ہوکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کو حج کی دعوت دی تھی، اور وہ جنت سے لایا گیا تھا جیسے حجر اسود (ترمذی حدیث ۸۶۶) اس پتھر کے پاس طواف کا واجب دوگانہ پڑھنے کا حکم ہے اور یہ حکم استحبابی ہے۔

[۹-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى ﴾

﴿مَثَابَةً﴾: يَثُوْبُوْنَ يَرْجِعُوْنَ.

[٤٤٨٣-] حدثنا مُسَدَّدٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ عُمَرُ: وَافَقْتُ اللّٰهَ فِيْ ثَلَاثٍ أَوْ: وَافَقَنِيْ رَبِّيْ فِيْ ثَلَاثٍ، قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! لَوِ اتَّخَذْتَ مَقَامَ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى! فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ وَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! يَدْخُلُ عَلَيْكَ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ، فَلَوْ أَمَرْتَ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالْحِجَابِ! فَأَنْزَلَ اللّٰهُ آيَةَ الْحِجَابِ، قَالَ: وَبَلَغَنِيْ مُعَاتَبَةُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بَعْضَ نِسَائِهِ، فَدَخَلْتُ عَلَيْهِنَّ قُلْتُ: إِنِ انْتَهَيْتُنَّ أَوْ لَيُبَدِّلَنَّ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ خَيْرًا مِنْكُنَّ! حَتَّى أَتَيْتُ إِحْدَى نِسَائِهِ، قَالَتْ: يَا عُمَرُ، أَمَا فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَا يَعِظُ نِسَاءَهُ حَتَّى تَعِظَهُنَّ أَنْتَ؟ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿عَسٰى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ﴾ الآية.

[التحريم: ٥] [راجع: ٤٠٢]

وَقَالَ ابْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ حُمَيْدٌ، سَمِعْتُ أَنَسًا، عَنْ عُمَرَ.

سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۳۵ ہے: ﴿وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَأَمْنًا، وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى ﴾: اور یاد کرو جب ہم نے کعبہ کو لوگوں کے لوٹنے کی جگہ (معبد) اور امن بنایا، اور مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بناؤ۔

مثابة: ظرف مکان، از ثاب (ن) ثوبا: لوٹنا یعنی جہاں سے گیا تھا وہیں لوٹ آنا، اس کے مفہوم میں رجوع کے معنی ہیں، آدمی پہلے سوچتا ہے پھر کام شروع کرتا ہے، پھر جب کام ختم ہو جاتا ہے تو سوچی ہوئی غرض کا حصول سامنے آجاتا ہے، اسی سوچی ہوئی غرض کے ظہور کو ثوب اور مثوبة کہتے ہیں، کعبہ شریف اسی غرض سے تعمیر کیا گیا ہے کہ وہ معبد (عبادت گاہ) بنے، اس لئے کعبہ مثابة ہے، عبادت گذار بندے بار بار اس کی طرف رجوع کرتے ہیں —— أمنا: مصدر، أَمِنَ (س) أَمْنًا: مطمئن ہونا، بےخوف ہونا، سورہ آل عمران (آیت ۹۷) میں ہے: ﴿وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا﴾: اور جو اس میں داخل ہو گیا وہ امن والا ہو گیا، ہمیشہ سے وہاں داخل ہونے والے کو مامون سمجھا جاتا رہا ہے۔

حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے تین باتوں میں اپنے پروردگار کی موافقت کی، یا کہا: میرے پروردگار نے میری تین باتوں میں موافقت کی یعنی میری رائے کے مطابق وحی نازل فرمائی (پہلی تعبیر تعظیما ہے اور دوسری تعبیر حقیقی ہے، مگر اس میں ذرا بےادبی کا پہلو ہے، اس لئے حضرت عمرؓ نے پہلی تعبیر اختیار کی، اور موافقت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ میں نے یہ تین باتیں سوچیں، انہی کے مطابق وحی نازل ہوئی) —— (۱) میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کاش آپؐ مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بناتے! پس یہ آیت اتری کہ تم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بناؤ —— (۲) اور میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپؐ کے پاس نیک اور بدسب آتے ہیں، پس کاش آپؐ امہات المؤمنین کو پردے کا حکم دیتے! پس اللہ تعالیٰ نے پردے کی آیت نازل کی —— (۳) حضرت عمرؓ کہتے ہیں: اور مجھے خبر پہنچی کہ نبی ﷺ اپنی بعض ازواج سے ناراض ہو گئے ہیں (معاتبة: ناراضگی) پس میں ان کے پاس گیا: میں نے کہا: یا تو تم (نبی ﷺ کو ستانے سے) باز آجاؤ، یا ضرور بدل کر دیں گے اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو تم سے بہتر بیویاں —— یہاں تک کہ میں آپؐ کی ایک بیوی (حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا) کے پاس پہنچا، انھوں نے کہا: اے عمر، کیا نہیں ہے اللہ کے رسول میں کہ نصیحت کریں آپؐ اپنی بیویوں کو، یہاں تک کہ آپ ان کو نصیحت کر رہے ہیں؟ یعنی نبی ﷺ خود اپنی ازواج کو نصیحت کر سکتے ہیں تم بیچ میں کیوں کود رہے ہو؟ —— پس اللہ تعالیٰ نے اتاری سورۃ التحریم کی آیت پانچ (جس میں یہی مضمون ہے) —— یہ حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۲: ۲۴۱) میں گذری ہے، وہاں تفصیل ہے، اور ابن ابی مریم کی سند سماعت کی صراحت کے لئے لائے ہیں۔

موجودہ کعبہ شریف حضرات ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی تعمیر ہے

کعبہ شریف کا اول بانی کون ہے؟ یعنی کعبہ شریف کب سے ہے؟ اس سلسلہ میں کوئی قطعی بات نہیں کہی جاسکتی، سورہ آل عمران آیت ۹۶ میں ہے: ﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ﴾: سب سے پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت) کے لئے مقرر کیا گیا وہ البتہ وہ گھر ہے جو مکہ میں ہے، اس میں للناس ہے یعنی انسانوں کے لئے، اور بعض روایات میں ہے

کہ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کی ــــــ مگر قبل ازیں کیا صورت تھی؟ زمین پر انسانوں سے پہلے جنات آباد تھے، اوران سے پہلے ملأ سافل (زمینی فرشتے) آباد تھے، اس وقت کعبہ شریف تھا یا نہیں؟ تاریخی روایات میں ہے کہ اس وقت بھی کعبہ شریف تھا، پس ملائکہ نے سب سے پہلے کعبہ آباد کیا، مگر تعمیر کی یا نہیں؟ یہ بات یقین سے نہیں بتائی جاسکتی ــــــ آدم علیہ السلام کی تعمیر طوفانِ نوح تک رہی، پھر وہ طوفانِ نوح کی نذر ہوگئی، البتہ زمین میں اس کی بنیادیں باقی تھیں، انہی بنیادوں پر حضرات ابراہیم واسماعیل علیہما السلام نے موجودہ بیت اللہ تعمیر کیا، یہ تعمیر مسلسل چلی آرہی ہے، جب عمارت بوسیدہ ہوجاتی ہے تو جدید تعمیر کی جاتی ہے۔

[١٠-] بَابُ قَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾[البقرة: ١٢٧]

الْقَوَاعِدُ: أَسَاسُهُ، وَاحِدَتُهَا قَاعِدَةٌ، ﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ﴾[النور: ٦٠]: وَاحِدُهَا قَاعِدٌ.

[٤٤٨٤-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ: أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ، أَخْبَرَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" أَلَمْ تَرَىْ أَنَّ قَوْمَكِ بَنَوُا الْكَعْبَةَ وَاقْتَصَرُوْا عَنْ قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيْمَ" فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَلاَ تَرُدُّهَا عَلٰى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيْمَ؟ قَالَ:" لَوْلاَ حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ" فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ سَمِعَتْ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَا أُرَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم تَرَكَ اسْتِلاَمَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحِجْرَ، إِلاَّ أَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلٰى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيْمَ.[راجع: ١٢٦]

سورۃ البقرۃ کی آیت ١٢٧ ہے: ''اور یاد کرو، جب اٹھا رہے تھے ابراہیمؑ خانۂ کعبہ کی بنیادیں اور اسماعیل (آپؑ پتھر اور گارا دیتے تھے) اور دونوں کہہ رہے تھے: اے ہمارے پروردگار! ہمارا یہ عمل قبول فرما، بے شک آپ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں۔

لغت: القواعد: کا مفرد: اگر القاعدۃ ہے تو اس کے معنی ہیں: بنیادیں یعنی دیوار کا وہ ابتدائی حصہ جو سطح زمین سے کچھ اوپر آجاتا ہے، جس پر پوری عمارت قائم ہوتی ہے، مذکورہ آیت میں یہی لفظ ہے ــــــ اور اگر اس کا مفرد القاعد (تاء تانیث کے بغیر) ہے تو اس کے معنی ہیں: بڑی بوڑھی عورتیں جو نکاح حمل اور حیض کے قابل نہ رہی ہوں، سورۃ النور آیت: ٦٠ میں جو القواعد ہے وہ اسی معنی میں ہے۔

حدیث: پہلے (تحفۃ القاری ۴: ۳۶۵) گذری ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پوتے عبداللہ بن محمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو حدیث سنائی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کیا نہیں دیکھتی

تم کہ تمہاری قوم (قریش) نے کعبہ شریف کی تعمیر کی، اور کوتاہ کیا انھوں نے یعنی چھوٹا بنایا انھوں نے ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں سے!'' حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا نہیں لوٹاتے آپؐ اس کو ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر؟ آپؐ نے فرمایا: ''اگر تمہاری قوم نئی نئی کفر سے نہ نکلی ہوتی تو میں ایسا کرتا'' (حدیث ۱۵۸۳ میں لَفَعَلْتُ بھی ہے) —— پس ابن عمرؓ نے فرمایا: اگر حضرت عائشہؓ نے یہ حدیث نبی ﷺ سے سنی ہے، تو میں سمجھتا ہوں کہ حطیم سے متصل جو کعبہ کے دو کونے ہیں: ان کا استلام نبی ﷺ اس لئے نہیں کیا کرتے تھے کہ وہ بنائے ابراہیمی پر نہیں ہیں۔

[۱۱-] بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿قُوْلُوْا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا﴾

[٤٤٨٥-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَقْرَءُ وْنَ التَّوْرَاةَ بِالْعِبْرَانِيَّةِ، ويُفَسِّرُوْنَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ لِأَهْلِ الإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " لَا تُصَدِّقُوْا أَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَذِّبُوْهُمْ، وَقُوْلُوْا: ﴿ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ﴾ الآيَة. [طرفاه: ٧٣٦٢، ٧٥٤٢]

اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب

سورۃ البقرۃ (آیات ۱۳۵-۱۳۷) میں ایک مضمون ہے: ﴿وَقَالُوْا: كُوْنُوْا هُوْدًا أَوْ نَصَارَى تَهْتَدُوْا﴾: اور وہ (یہودی اور نصرانی مسلمانوں سے) کہتے ہیں: تم لوگ یہودی ہو جاؤ یا نصرانی ہو جاؤ راہ پر پڑ جاؤ گے ﴿ قُلْ: بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا، وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾: آپ کہیں: ہم تو ملتِ ابراہیمی پر ہیں، جس میں کجی کا نام نہیں، اور ابراہیمؑ مشرک بھی نہیں تھے ﴿ قُوْلُوْا: آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا﴾ الآية: کہو: ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس وحی (قرآن) پر جو ہماری طرف اتاری گئی، اور اس پر جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور اولادِ یعقوب کی طرف اتاری گئی، اور اس پر جو موسیٰ اور عیسیٰ دیئے گئے اور اس پر جو اور انبیاء دیئے گئے، ان کے پروردگار کی طرف سے، ہم ان میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے، اور ہم اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں: ﴿فَإِنْ آمَنُوْا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ﴾ الآية: پس اگر وہ اس طرح ایمان لائیں جس طرح تم اس پر ایمان لائے ہو تو وہ بھی راہ پر لگ جائیں گے، اور اگر وہ (اس طرح ایمان لانے سے) روگردانی کریں تو وہی لوگ برسرِ مخالفت ہیں، پس اللہ تعالیٰ تمہاری طرف سے عنقریب ان سے نبٹ لیں گے، اور وہ خوب سننے والے جاننے والے ہیں۔

تفسیر: یہودی مسلمانوں سے کہتے تھے: یہودی ہو جاؤ، اور نصرانی کہتے تھے: نصرانی ہو جاؤ، تم کو ہدایت نصیب ہوگی، ان کو جواب دو: یہ بات ہمیں ہرگز منظور نہیں، ہم ملتِ ابراہیمی پر ہیں، اور ابراہیم سب باطل مذاہب سے یکسو ہونے والے تھے، اس میں اشارہ ہے کہ تمہاری ملتیں کجی کا شکار ہوگئی ہیں، اس لئے وہ ابراہیم علیہ السلام کی ملتیں نہیں رہیں، اور ابراہیم علیہ السلام مشرک بھی نہیں تھے، مشرکین عرب بھی ملت ابراہیمی کے مدعی تھے، پس ان پر بھی رد ہو گیا، اب صرف اہل اسلام ملتِ

ابراہیمی پر ہیں —— اور کہو: ہم سب رسولوں اور سب کتابوں پر ایمان لاتے ہیں، سب کو حق سمجھتے ہیں، سب اپنے اپنے زمانہ میں واجب الاتباع تھے، ہم بعض انبیاء اور بعض کتابوں کو مانیں اور بعض کا انکار کریں: ایسا نہیں کرتے، جیسے یہودی: عیسیٰ علیہ السلام کو، انجیل کو، محمد ﷺ کو اور قرآنِ کریم کو نہیں مانتے اور عیسائی: نبی ﷺ کو اور قرآنِ کریم کو نہیں مانتے: ہم ایسی تفریق نہیں کرتے، ہم سب سچے نبیوں کو اور ان پر نازل شدہ وحیوں کو مانتے ہیں، البتہ پیروی اس نبی کی کرتے ہیں جس کا پریڈ (دور) ہے اور اس پر جو وحی اتاری گئی ہے یعنی قرآنِ کریم کی پیروی کرتے ہیں —— پھر مسلمانوں سے کہا گیا کہ تم یہود ونصاریٰ کی دشمنی اور ضد سے خوف مت کرو، اللہ تعالیٰ ان کے شر سے تمہاری حفاظت کریں گے، وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، اور اللہ تعالیٰ سب باتوں کو سن رہے ہیں، تمام امور سے باخبر ہیں۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اہل کتاب (یہود) تورات عبرانی زبان میں پڑھتے تھے اور مسلمانوں کے سامنے عربی میں اس کی تفسیر کرتے تھے (جیسے ہم عربی میں قرآن پڑھتے ہیں، اور اردو میں لوگوں کو سمجھاتے ہیں) پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب، اور کہو: ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس وحی پر جو ہماری طرف اتاری گئی ہے (اور اس وحی پر جو ابراہیم واسماعیل واسحاق ویعقوب وآل یعقوب کی طرف اتاری گئی ہے آخر آیت تک)

تشریح: یہ حدیث پہلی مرتبہ شانِ ورود کے ساتھ آئی ہے، اور آگے دو مرتبہ آئے گی، البتہ شانِ ورود کے بغیر ترجمۃ الباب میں تعلیقاً پہلے (تحفۃ القاری ۶:۸۲) آئی ہے —— تورات حبرو (عبرانی زبان) میں تھی، مسلمان اس کو نہیں سمجھتے تھے، اس لئے یہودی عبرانی میں پڑھ کر عربی میں اس کو سمجھاتے تھے، اور اللہ جانے صحیح تشریح کرتے تھے یا اس میں کچھ ہیر پھیر کرتے تھے: اس کا علم نہیں ہوسکتا تھا، پھر تورات میں وہ تحریف بھی کر چکے تھے، اس لئے آنکھ بند کر کے ہر بات کی تصدیق نہیں کی جاسکتی تھی، اور اس کا امکان تھا کہ وہ صحیح بات ہو، اس لئے تکذیب بھی نہیں کر سکتے تھے، چنانچہ مذکورہ حدیث میں حکم دیا کہ بالاجمال تصدیق کرو کہ جو کچھ گذشتہ انبیاء پر نازل کیا گیا ہے: ہم اس کو سچ مانتے ہیں، اور تم جو معین بات بیان کرتے ہو: اس کی ہم نہ تصدیق کرتے ہیں نہ تکذیب یہی احتیاط کی بات ہے —— اور اس حدیث کی مزید وضاحت محولہ بالا مقام میں ہے، اور وہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دو قیمتیں باتیں بھی ہیں، ان کی مراجعت کی جائے۔

تحویلِ قبلہ پر اعتراض کا حاکمانہ جواب

شش جہات کے مالک اللہ تعالیٰ ہیں، جس جہت کو چاہیں قبلہ مقرر کریں

ہجرت سے پہلے قبلہ بیت اللہ تھا، پھر جب نبی ﷺ مکہ سے مدینہ تشریف لائے تو آپؐ نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا (یہ حکم وحی غیر متلو سے دیا تھا) چنانچہ مسلمان سولہ سترہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے، اس کے بعد کعبہ شریف کی طرف منہ کرنے کا حکم آیا (یہ حکم وحی متلو سے آیا تھا) پس یہود نے اعتراض کیا کہ

اب بیت المقدس میں کیا خرابی آ گئی جو اس سے منہ پھیر لیا؟ یہ محض مذہبی تعصب ہے، بیت المقدس انبیاء کا قبلہ ہے، اس کو چھوڑنا بھی محض ہماری (یہود کی) عداوت وحسد کی وجہ سے ہے، حالانکہ ایسا نہیں تھا، ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کا قبلہ بیت اللہ تھا، اور نبی ﷺ ملت ابراہیمی اسماعیلی پر مبعوث فرمائے گئے تھے، اس لئے آپؐ کی امت کا قبلہ بیت اللہ تھا، اور بیت المقدس کو عارضی طور پر قبلہ بنایا گیا تھا، اور اس میں ایک مصلحت تھی جس کا تذکرہ اگلے عنوان کے تحت آ رہا ہے، مگر اعتراض کرنے والوں کو تو اعتراض سے مطلب تھا، چنانچہ وہ کیا گیا، پس اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۴۲ میں اس کا حاکمانہ جواب دیا، فرمایا: ''ابھی بے وقوف لوگ کہیں گے کہ کس چیز نے مسلمانوں کو ان کے اس قبلہ سے پھیر دیا جس پر وہ تھے؟ آپؐ کہیں: مشرق ومغرب یعنی ساری جہات اللہ کے لئے ہیں، وہ جس کو چاہتے ہیں سیدھی راہ دکھاتے ہیں''

یہ حاکمانہ جواب ہے کہ شش جہات اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں، اور ان کو مالکانہ اختیار ہے کہ جس سمت کو چاہیں قبلہ مقرر کریں، کسی کو اعتراض کا کیا حق ہے؟ اور وہ جس کو چاہتے ہیں سیدھی راہ دکھاتے ہیں اس میں بیت اللہ کی افضلیت کی طرف اشارہ ہے۔

[۱۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿سَيَقُوْلُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَيْهَا قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِیْ مَنْ يَشَآءُ إِلٰى صَرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ﴾[البقرة: ۱٤۲]

[٤٤٨٦-] حدثنا أَبُوْ نُعَيْمٍ، سَمِعَ زُهَيْرًا، عَنْ أَبِیْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ: أَنَّ النَّبِیَّ صلی الله عليه وسلم صَلَّى إِلٰى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ سِتَّةَ عَشَرَ أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا، وَكَانَ يُعْجِبُهُ أَنْ تَكُوْنَ قِبْلَتُهُ قِبَلَ الْبَيْتِ، وَإِنَّهُ صَلَّى أَوْ: صَلَّاهَا صَلاَةَ الْعَصْرِ، وَصَلَّى مَعَهُ قَوْمٌ، فَخَرَجَ رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ صَلَّى مَعَهُ، فَمَرَّ عَلٰى أَهْلِ الْمَسْجِدِ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ، قَالَ: أَشْهَدُ بِاللّٰهِ لَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِیِّ صلی الله عليه وسلم قِبَلَ مَكَّةَ، فَدَارُوْا كَمَاهُمْ قِبَلَ الْبَيْتِ، وَكَانَ الَّذِیْ مَاتَ عَلَى الْقِبْلَةِ قَبْلَ أَنْ تُحَوَّلَ قِبَلَ الْبَيْتِ رِجَالٌ، قُتِلُوْا، لَمْ نَدْرِ مَا نَقُوْلُ فِيْهِمْ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ إِيْمَانَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُ وْفٌ رَحِيْمٌ﴾[البقرة: ۱٤۳] [راجع: ٤٠]

حدیث: پہلے (تحفۃ القاری ۱:۲۶۵) آئی ہے: حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپؐ نے سولہ یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی، اور آپؐ کو یہ بات پسند تھی کہ آپؐ کا قبلہ کعبہ شریف ہو، اور پہلی نماز جو آپؐ نے کعبہ شریف کی طرف پڑھی عصر کی نماز تھی، اور آپؐ کے ساتھ ایک جماعت نے نماز پڑھی، پس ایک شخص آپؐ کے ساتھ عصر پڑھ کر نکلا، اور وہ ایک مسجد سے (مسجد بنی حارثہ سے) گذرا درانحالیکہ وہ لوگ رکوع میں تھے (اور ان کا رخ بیت المقدس کی طرف تھا) اس نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کعبہ شریف کی طرف

نماز پڑھی ہے، پس وہ لوگ نماز ہی میں کعبہ شریف کی طرف گھوم گئے، اور کچھ لوگ وفات پا گئے تھے سابقہ قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہوئے، اس سے پہلے کہ بیت اللہ کی طرف تحویل ہو، وہ شہید کئے گئے تھے، پس ہم نہ سمجھ سکے کہ ان کے متعلق کیا کہیں، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ اللہ تعالیٰ ایسے نہیں کہ تمہارا ایمان ضائع کردیں! یعنی جنت دراصل ایمان کا صلہ ہے، پس ان کو ضرور جنت ملے گی (حدیث کی شرح محولا بالا جگہ میں ہے، یہاں تحویلِ قبلہ کے مضمون سے آیت کی تفسیر کرنی ہے)

نوٹ: سمع زُهيرًا ہمارے نسخہ میں زهير مرفوع ہے، تصحیح مصری نسخہ سے کی ہے۔

تحویل قبلہ پر اعتراض کے حکیمانہ جوابات

پہلی حکمت: بیت المقدس کو عارضی قبلہ اس لئے بنایا گیا تھا کہ اس امت کے مزاج میں اعتدال پیدا ہو

اس امت کا اصل قبلہ بیت اللہ ہے، مگر ہجرت کے بعد عارضی طور پر بیت المقدس کو قبلہ بنایا، تا کہ اس امت کے مزاج میں 'اعتدال' پیدا ہو، تعصب و دشمنی دلوں سے نکل جائے، تا کہ وہ قیامت کے دن انبیاء کے حق میں اور ان کی امتوں کے خلاف گواہی دے سکیں —— اس کی تفصیل یہ ہے کہ انبیاء کی بڑی تعداد بنی اسرائیل میں سے ہے، جن کا قبلہ بیت المقدس تھا، پس جب اس امت کے لئے عارضی طور پر بیت المقدس کو قبلہ بنایا تو اس امت کو بالیقین بیت المقدس سے لگاؤ ہو گیا، اور اس کے واسطہ سے بنی اسرائیل کے انبیاء کے ساتھ اور ان کی امتوں کے ساتھ بھی لگاؤ ہو گیا، ان کے ساتھ مذہبی تعصب اور دشمنی باقی نہیں رہی، جیسی دشمنی یہود و نصاریٰ کو نبی ﷺ سے ہے، کیونکہ آپ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں، یہ بات اس امت میں انبیاء بنی اسرائیل اور ان کی امتوں کے تعلق سے نہیں ہوگی۔

اور اس امت کے مزاج میں اعتدال پیدا کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں نبیوں کے اور ان کی امتوں کے مقدمات پیش ہونگے، اور یہ امت انبیاء کے حق میں اور ان کی امت دعوت کے خلاف گواہی دے گی، اور گواہوں کے لئے شرط ہے کہ مدعی سے اس کا غایت درجہ محبت کا تعلق نہ ہو، چنانچہ باپ کے حق میں بیٹے کی گواہی معتبر نہیں، اور یہ بھی شرط ہے کہ مدعی علیہ سے بغض وعداوت بھی نہ ہو، چنانچہ اگر گواہ کے بارے میں مدعی علیہ ثابت کردے کہ اس کے اور گواہ کے درمیان بغض وعداوت چلی آرہی ہے تو اس مدعی علیہ کے خلاف اس گواہ کی گواہی معتبر نہیں۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ اس امت کو غایت درجہ محبت تو اپنے نبی سے ہے، اور دیگر انبیاء سے محض محبت و تعلق ہے، اس لئے ان کے حق میں اس امت کی گواہی معتبر ہوگی، اور ان کی امتوں سے بھی عداوت اور دشمنی نہیں، کیونکہ ان کے انبیاء کے ساتھ تعلق ہے، اس لئے ان کے خلاف بھی اس امت کی گواہی معتبر ہوگی، چنانچہ میدانِ قیامت میں امتیں جو گواہوں پر جرح کریں گی تو یہ کریں گی کہ یہ لوگ ہمارے زمانہ کے نہیں، ان کو ہمارے احوال کی کیا خبر؟ یہ نہیں کہیں گی کہ یہ امت ہماری دشمن ہے، اس لئے ان کی گواہی معتبر نہیں —— یہ وہ حکمت ہے جس کے پیش نظر بیت المقدس کو عارضی طور پر قبلہ بنایا گیا تھا۔

سورۃ البقرۃ آیت ۱۴۳ میں ہے: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا، لِتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ، وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾: اور اس طرح یعنی بیت المقدس کی طرف نماز پڑھوا کر ہم نے تم کو معتدل امت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر (انبیاء کی امتِ دعوت پر) گواہ بنو، اور رسول اللہ ﷺ تمہارے حق میں گواہی دیں (جس کی تفصیل حدیث میں ہے)

[۱۳-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾

[۴۴۸۷-] حدثنا يُوْسُفُ بْنُ رَاشِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، وَأَبُوْ أُسَامَةَ - وَاللَّفْظُ لِجَرِيْرٍ - عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، وَقَالَ أَبُوْ أُسَامَةَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " يُدْعَى نُوْحٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُوْلُ: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَا رَبِّ، فَيَقُوْلُ: هَلْ بَلَّغْتَ؟ فَيَقُوْلُ: نَعَمْ، فَيُقَالُ لِأُمَّتِهِ: هَلْ بَلَّغَكُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: مَا أَتَانَا مِنْ نَذِيْرٍ، فَيَقُوْلُ: مَنْ يَشْهَدُ لَكَ؟ فَيَقُوْلُ: مُحَمَّدٌ وَأُمَّتُهُ، فَيَشْهَدُوْنَ أَنَّهُ قَدْ بَلَّغَ، وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ وَالْوَسَطُ: الْعَدْلُ. [راجع: ۳۳۳۹]

حدیث: پہلے (تحفۃ القاری ۶: ۵۵۰) گذری ہے: نوح علیہ السلام قیامت کے دن بلائے جائیں گے، وہ جواب دیں گے: میں حاضر ہوں اور حاضر ہونا میرے لئے سعادت کی بات ہے اے میرے پروردگار! پس اللہ تعالیٰ پوچھیں گے: کیا تم نے میرا پیغام پہنچایا؟ وہ جواب دیں گے: ہاں! پس ان کی امت سے پوچھا جائے گا: کیا نوح نے تم کو میرا پیغام پہنچایا؟ وہ جواب دیں گے: ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا (نوح علیہ السلام مدعی ہیں، اور ان کی قوم منکر، چنانچہ نوح علیہ السلام سے گواہ طلب کئے جائیں گے) اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: آپ کے لئے کون گواہی دے گا؟ نوح علیہ السلام کہیں گے: محمد ﷺ اور ان کی امت گواہی دے گی، پس وہ گواہی دیں گے کہ نوح علیہ السلام نے پیغام پہنچایا (اس پر امتیں جرح کریں گی کہ یہ گواہ ہمارے زمانہ کے لوگ نہیں ہیں، ان کو ہمارے احوال کی کیا خبر؟ اس جرح کا جواب امتِ محمدیہ سے طلب کیا جائے گا، وہ کہیں گے کہ ہمیں یہ باتیں ہمارے پیغمبر ﷺ نے بتائی ہیں، چنانچہ نبی ﷺ کو بلایا جائے گا، آپؐ امت کی تصدیق کریں گے کہ میں نے اپنی امت کو یہ باتیں وحی سے بتائی ہیں) اور ہونگے رسول اللہ ﷺ تمہارے حق میں گواہ، پس یہی ہے اللہ پاک کا ارشاد یعنی اس آیت میں یہی مضمون ہے —— اور وسط (سین کے زبر کے ساتھ) کے معنی ہیں: معتدل۔

دوسری حکمت: بیت المقدس کو عارضی قبلہ بنانے میں مؤمنین کا امتحان مقصود تھا

اس امت کا اصل قبلہ کعبہ شریف تھا، اور ہجرت کے بعد چند روز کے لئے جو بیت المقدس کو قبلہ مقرر کیا گیا وہ امتحان کے

لئے تھا کہ کون تابعداری پر قائم رہتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھرتا ہے، چنانچہ سورۃ البقرۃ (آیت ۱۴۳) میں فرمایا: ﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ﴾: اور نہیں مقرر کیا ہم نے اس قبلہ کو جس پر آپ (تحویل سے) پہلے تھے یعنی بیت المقدس کو، مگر اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ جان لیں اس کو جو رسول کی پیروی کرتا ہے جدا کر کے اس سے جو الٹے پاؤں پھر جاتا ہے —— اور سب جانتے ہیں کہ امتحان اس چیز میں ہوتا ہے جو نفس پر دشوار ہو، چنانچہ فرمایا: ﴿وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ﴾: اور بے شک شان یہ ہے کہ تحویل یقیناً بھاری تھی، مگر ان پر جن کو اللہ تعالیٰ نے راہ دکھائی، روایات میں ہے کہ بعض لوگ مرتد ہوگئے، انھوں نے کہا: عربی نبی اور قبلہ یہود کا یہ کیا بات ہوئی؟ اور یہود نے پروپیگنڈہ شروع کیا کہ محمد (ﷺ) ہمارے دین کے قریب آرہے ہیں، وہ جلد یہودیت قبول کرلیں گے، اس سے بیت المقدس کی طرف مسلمانوں کے لئے نماز پڑھنا دشوار ہوا، مگر مسلمانوں کی اکثریت سمعاً وطاعۃً کہہ کر بخوشی بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتی رہی —— البتہ ان لوگوں کے بارے میں ذہنوں میں سوال پیدا ہوا جو بیت المقدس کے قبلہ مقرر کرنے کے بعد مسلمان ہوئے، اور تحویل قبلہ سے پہلے وفات پاگئے یا شہید کردیئے گئے، اور انھوں نے ایک نماز بھی بیت اللہ کی طرف نہیں پڑھی: ان کا کیا انجام ہوگا؟ اور یہود نے کہنا شروع کیا کہ تمہارا اصلی قبلہ تو کعبہ تھا، پس ان بندوں نے جو نماز بیت المقدس کی طرف پڑھی وہ ضائع ہوئی، اس لئے آگے فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ إِيْمَانَكُمْ، إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَحِيْمٌ﴾: اور اللہ تعالیٰ ایسے نہیں کہ تمہارا ایمان ضائع کریں، بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بہت شفیق نہایت مہربان ہیں، یعنی جنت درحقیقت ایمان کا صلہ ہے، نماز وغیرہ طاعات پر جنت میں جانا موقوف نہیں، پس اول تو ان کی بیت المقدس کی طرف نمازیں محفوظ ہیں، اور یہود کی بکواس مان لی جائے تو ان کے ایمان پر تو کوئی حرف نہیں آیا، اس لئے وہ جنتی ہونگے۔

نوٹ: حکم کی علت ایک ہوتی ہے اور حکمتیں متعدد ہوسکتی ہیں، پس یہ تحویل قبلہ کی دوسری حکمت کا بیان ہے۔

[۱٤-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ إِيْمَانَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَحِيْمٌ﴾[البقرة: ١٤٣]

[٤٤٨٨-] حدثنا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيىَ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: بَيْنَا النَّاسُ يُصَلُّوْنَ الصُّبْحَ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ إِذْ جَاءَ جَاءٍ فَقَالَ: أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قُرْآنًا أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوْهَا فَتَوَجَّهُوْا إِلَى الْكَعْبَةِ. [راجع: ٤٠٣]

حدیث: پہلے (تحفۃ القاری ۲: ۲۴۲) مع شرح گذری ہے، ضرورت ہو تو وہاں دیکھ لی جائے۔

تیسری حکمت: تحویلِ قبلہ میں نبی ﷺ کی مرضی کا لحاظ کیا گیا

اس امت کا اصل قبلہ کعبہ شریف ہے، اور بیت المقدس کو عارضی مصالح سے قبلہ بنایا گیا تھا، اس لئے نبی ﷺ چاہتے تھے کہ اصل قبلہ کی طرف تحویل ہوجائے، چنانچہ آپؐ شوق سے بار بار آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے تھے، اس پر یہ آیت اتری اور استقبالِ کعبہ کا حکم دیا، ارشاد پاک ہے: ﴿قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ﴾: ہم دیکھ رہے ہیں آپؐ کے بار بار چہرہ پھیرنے کو آسمان کی طرف یعنی جس زمانہ میں آپؐ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے: آپؐ کا دل یہی چاہتا تھا کہ کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم آئے، اور اس شوق میں آپ بار بار آسمان کی طرف دیکھتے تھے کہ شاید فرشتہ حکم لاتا ہو: ﴿فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا﴾: پس یقیناً پھیریں گے ہم آپؐ کو اس قبلہ کی طرف جس کو آپؐ پسند کرتے ہیں یعنی ہمیں آپؐ کی خوشی منظور ہے، اور آپؐ کی خوشی کعبہ کے قبلہ مقرر ہونے میں ہے، پس ہم اسی کو قبلہ مقرر کردیتے ہیں: ﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾: پس آپؐ اپنا رخ مسجدِ حرام کی طرف کرلیں یعنی کعبہ کی طرف، کعبہ ہی درحقیقت مسجد حرام ہے، پہلے کعبہ کے اندر ہی نماز پڑھی جاتی تھی، پھر قریش نے اپنی اجارہ داری قائم کرنے کے لئے کعبہ کا ایک دروازہ کردیا، اور اس کو بھی دو میٹر اونچا کردیا پس لوگ باہر نماز پڑھنے لگے —— جب تحویل قبلہ کا یہ حکم نازل ہوا تو آپ مسجدِ بنی سلمہ میں ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے، دو رکعتیں بیت المقدس کی طرف پڑھ چکے تھے، حکم آتے ہی نماز ہی میں آپؐ نے اور سب مقتدیوں نے کعبہ کی طرف منہ کرلیا، اور باقی دو رکعتیں کعبہ شریف کی طرف پڑھیں: ﴿وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهُ﴾: اور تم جہاں کہیں ہو، اس کی طرف منہ پھیرا کرو یعنی حضر میں یا سفر میں، مدینہ میں یا دوسرے شہر میں، جنگل میں یا دریا میں یا خود بیت المقدس میں، جہاں کہیں ہو کعبہ شریف کی طرف منہ کرکے نماز پڑھا کرو۔

پھر آخر آیت میں ہے: ﴿وَإِنَّ الَّذِيْنَ أُوْتُوْا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُوْنَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ، وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْلَمُوْنَ﴾: اور جو لوگ آسمانی کتاب (تورات) دیئے گئے ہیں وہ بالیقین جانتے ہیں کہ یہی (قبلہ) برحق ہے ان کے رب کی طرف سے، اور اللہ تعالیٰ بےخبر نہیں ان کاموں سے جو وہ کرتے ہیں —— یعنی اہل کتاب تحویل قبلہ پر اعتراض کریں تو کرنے دو، وہ خوب جانتے ہیں، ان کی کتابوں میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ نبی آخر الزماں ﷺ بیت المقدس کی طرف کچھ دنوں کے لئے نماز پڑھیں گے، اور آخر کو کعبہ کی طرف منہ کریں گے۔ اور یہ بھی ان کو معلوم ہے کہ اصلی اور دائمی قبلہ ان کا ملتِ ابراہیمی کے موافق ہوگا، اس لئے وہ اس تحویل کو حق سمجھتے ہیں، مگر حسد سے باتیں چھانٹتے ہیں، سو حق تعالیٰ ان کی باتوں کو خوب جانتے ہیں، جس کا نتیجہ ایک دن ان کو معلوم ہوجائے گا۔

[۱۵-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿قَدْ نَرىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ﴾ إِلٰى ﴿عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾

[۴۴۸۹-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: لَمْ يَبْقَ مِمَّنْ صَلَّى الْقِبْلَتَيْنِ غَيْرِىْ.

حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (خادم رسول اللہ ﷺ) نے طویل عمر پائی ہے، ہجرت سے دس سال پہلے پیدا ہوئے، اور سنہ ۹۳ ہجری میں بصرہ میں وفات پائی، انھوں نے آخر عمر میں فرمایا: دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھنے والا میرے علاوہ اب کوئی باقی نہیں رہا۔

چوتھی حکمت: برابر کا ردعمل

جب یہود مسلمانوں کا قبلہ اپنانے کے لئے تیار نہیں تو ان کا قبلہ کیوں اپنایا جائے؟ ارشاد پاک ہے: ﴿وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِيْنَ أُوْتُوْا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ﴾: اور اگر آپؐ اہل کتاب (یہود) کے سامنے دنیا بھر کی دلیلیں پیش کردیں تو بھی وہ آپؐ کے قبلہ کو قبول نہیں کریں گے ـــــ پس آپؐ ان کے قبلہ پر کیوں رہیں؟ ارشاد پاک ہے: ﴿وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ﴾: اور آپؐ ان کے قبلہ کو قبول نہیں کرسکتے ـــــ یعنی اب استقبالِ کعبہ کا حکم قیامت تک منسوخ نہیں ہوگا ـــــ اور یہ برابر کا ردعمل ہے!

آگے ارشاد پاک ہے: ﴿وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ﴾: اور ان کا ایک فریق دوسرے فریق کے قبلہ کو قبول نہیں کرتا یعنی تم پہلے اپنے گھر میں تو قبلہ پر اتفاق کرلو، یہود کا قبلہ صخرہ ہے اور نصاریٰ کا قبلہ بیت لحم، اور تمہارا ایک فریق دوسرے فریق کے قبلہ کو قبول نہیں کرتا، حالانکہ تم دونوں اہل کتاب ہو، اور دونوں بنی اسرائیل ہو، پھر تم کیسے امید کرتے ہو کہ مسلمان تمہارے قبلہ کو اپنالیں؟ لہٰذا دوٹوک ارشاد سن لو: ﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَ هُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَ كَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِيْنَ﴾: اور اگر آپؐ ان کی خواہشات کی پیروی کریں، اس کے بعد کہ آپؐ کے پاس علم (وحی) آچکا تو آپؐ یقیناً اپنے پیروں پر کلہاڑی ماریں گے! یعنی قبلہ اہل کتاب کی پیروی آپؐ سے ہرگز ممکن نہیں کہ سراسر علم کے خلاف یعنی جہل وگمراہی ہے۔

[۱۶-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِيْنَ أُوْتُوْا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِيْنَ﴾ [البقرة: ۱۴۵]

[۴۴۹۰-] حدثنا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللهِ بْنُ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: بَيْنَمَا النَّاسُ فِي الصُّبْحِ بِقُبَاءٍ جَاءَ هُمْ رَجُلٌ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْآنٌ، وَأُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ، أَلَا فَاسْتَقْبِلُوْهَا وَكَانَ وَجْهُ النَّاسِ إِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَرُوْا بِوُجُوْهِهِمْ إِلَى الْكَعْبَةِ. [راجع: ۴۰۳]

حدیث: پہلے (تحفۃ القاری ۲: ۲۴۲) آئی ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ دریں اثنا کہ لوگ قباء میں

صبح کی نماز میں تھے اچانک ان کے پاس ایک آنے والا آیا، پس اس نے کہا: بیشک رسول اللہ ﷺ پر رات قرآن نازل کیا گیا ہے، اور آپؐ کو کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، سنو! پس تم بھی قبلہ کی طرف رخ کرلو، اور لوگوں کے چہرے شام (بیت المقدس) کی طرف تھے، پس وہ کعبہ کی طرف گھوم گئے (تشریح محولہ بالا جگہ میں ہے)

پانچویں حکمت: تحویلِ قبلہ سابقہ کتابوں کی پیشین گوئی کے مطابق ہوئی ہے

گذشتہ کتابوں میں خبر دی گئی تھی کہ آخری نبی اور آخری امت کا قبلہ بیت اللہ ہوگا، اور یہود کو اپنی کتابوں سے اس بات کا علم تھا، پس اگر تحویل نہ ہوتی تو پیشین گوئی غلط ہو جاتی، اور یہ بات ممکن نہیں، پس تحویل برحق ہے، ارشاد پاک ہے: ﴿الَّذِیْنَ آتَیْنٰھُمُ الْکِتَابَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ أَبْنَاءَ ھُمْ﴾: جن لوگوں کو ہم نے کتاب (تورات وانجیل) دی: وہ نبی ﷺ کو ایسا پہچانتے ہیں جیسا اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں —— اہل کتاب کو نبی ﷺ کا پورا پورا علم تھا، آپؐ کے نسب وقبیلہ، مولد ومسکن، صورت وشکل اور اوصاف واحوال کو جانتے تھے، جس کی وجہ سے ان کو آپؐ کا علم اور آپؐ کے نبی موعود ہونے کا ایسا یقین تھا جیسا بہت سے لڑکوں میں اپنے بیٹوں کو فوراً پہچان لیتے ہیں، مگر اس بات کو بعض تو ظاہر کرتے تھے اور بعض جان بوجھ کر امرِ حق کو چھپاتے تھے، ارشادِ پاک ہے: ﴿وَإِنَّ فَرِیْقًا مِنھُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الحَقَّ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ﴾: اور ان کی ایک جماعت امرِ واقعی کو جانتے ہوئے چھپاتی ہے —— مگر ان کے چھپانے سے کیا ہوتا ہے؟ حق بات وہی ہے جو اللہ کی طرف سے ہے، ارشاد پاک ہے: ﴿اَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَاتَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ﴾: (بیت اللہ کا قبلہ ہونا) تیرے پروردگار کی طرف سے برحق ہے، پس تو ہرگز شک کرنے والوں میں سے مت ہو —— یہ ان مسلمانوں کو سنایا ہے جن کو یہود کی باتوں سے کچھ تردد تھا، وہ سوچتے تھے: کاش کعبہ کا مسلمانوں کے لئے قبلہ ہونا کسی طرح اہل کتاب تسلیم کرلیں تاکہ وہ دوسرے لوگوں کو شبہ میں ڈالتے نہ پھریں، ان سے کہا گیا کہ حق بات وہی ہے جو اللہ کی طرف سے ہے، اہل کتاب مانیں یا نہ مانیں، ان کی مخالفت سے کسی قسم کا تردد نہ کرو۔

[۱۷-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿الَّذِیْنَ آتَیْنٰـھُمُ الْکِتَابَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ أَبْنَاءَ ھُمْ وَإِنَّ فَرِیْقًا مِنْھُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ﴾ إِلٰی قَوْلِهِ: ﴿مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ﴾ [البقرة: ۱۴۶-۱۴۷]

[۴۴۹۱-] حدثنا یَحْیَی بْنُ قَزَعَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ دِیْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: بَیْنَا النَّاسُ بِقُبَاءٍ فِی صَلَاۃِ الصُّبْحِ إِذْ جَاءَ ھُمْ آتٍ فَقَالَ: إِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ أُنْزِلَ عَلَیْهِ اللَّیْلَةَ قُرْآنٌ، وَقَدْ أُمِرَ أَنْ یَسْتَقْبِلَ الْکَعْبَةَ فَاسْتَقْبَلُوْھَا، وَکَانَتْ وُجُوْھُھُمْ إِلَی الشَّامِ فَاسْتَدَارُوْا إِلَی الْکَعْبَةِ.
[راجع: ۴۰۳]

چھٹی حکمت: مستقل امت کا مستقل قبلہ

بنی اسرائیل کی طرح بنی اسماعیل مستقل امت ہیں، اس لئے ان کا قبلہ علاحدہ ہونا چاہئے، اور یہ بات منافقین اور کمزور ایمان والوں کو سنائی جارہی ہے، جن کا خیال تھا کہ بیت المقدس ہی قبلہ رہنا چاہئے، تاکہ اہل کتاب کے ساتھ موافقت (ہم آہنگی) باقی رہے، ان کو بتایا گیا کہ قبلہ کا معاملہ قربانی کی طرح ہے، اسلام نے قربانی کا ایک خاص منہاج مقرر کیا ہے، جس میں ابراہیم علیہ السلام کا اسوہ پیش نظر رکھا ہے، اور اہل کتاب کے یہاں 'سوختنی قربانی' کا رواج تھا، اور ہندؤں کے یہاں دیوتاؤں کی بَلی کا رواج ہے، سورۃ الحج آیت ۳۴ میں اس کا ذکر ہے: ﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا﴾: اور ہم نے ہر امت کے لئے قربانی تجویز کی ہے ﴿لِيَذْكُرُوْا اسْمَ اللهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيْمَةِ الْأَنْعَامِ﴾: تاکہ وہ ان پالتو چوپایوں پر جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائے ہیں: اللہ کا نام لیں، یعنی قربانی کے ذریعہ اللہ کی نزدیکی حاصل کرنے کا حکم کسی نہ کسی صورت میں ہر شریعت میں رہا ہے، یہی حال قبلہ کا ہے۔

دوسری نظیر: بنی اسماعیل مستقل امت تھے، اس لئے ان میں مستقل نبی انہی میں سے بھیجا گیا، جیسا کہ آیات ۱۵۱ و ۱۵۲ میں یہ بات بیان کی گئی ہے، یہی حال قبلہ کا ہے۔ ارشادِ پاک ہے: ﴿وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوْا الْخَيْرَاتِ﴾: اور ہر ذی مذہب کے لئے ایک قبلہ رہا ہے، جس کی طرف وہ (عبادت میں) منہ کرتا ہے، سوتم نیک کاموں میں تگاپو کرو یعنی قبلہ کے معاملہ میں جھگڑنا فضول ہے، اور اپنے قبلہ پر ضد کرنا عبث ہے، بنی اسماعیل کا قبلہ بیت المقدس نہیں، بیت اللہ ہے، پس تم اسی قبلہ کی طرف منہ کرکے عبادت کرو، اور عبادت میں خوب محنت کرو: ﴿أَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَأْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا﴾: تم خواہ کہیں ہو اللہ تعالیٰ تم سب کو حاضر کریں گے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾: بالیقین اللہ تعالیٰ ہر امر پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں، یعنی جس قبلہ اور جس سمت کی طرف تم بہ حکم الٰہی عبادت کروگے وہ قبول کی جائے گی، اللہ تعالیٰ تم کو میدانِ حشر میں جمع کریں گے، اور تمہاری نمازیں ایسی سمجھی جائیں گی گویا ایک ہی جہت کی طرف ہوئی ہیں، پس قبلہ کے معاملہ میں موافقتِ اہل کتاب کی تمنا مت کرو۔

[۱۸-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوْا الْخَيْرَاتِ أَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَأْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا، إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ [البقرة: ١٤٨]

[٤٤٩٢-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيىَ، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِىْ أَبُوْ إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ، قَالَ: صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا، ثُمَّ صَرَفَهُ نَحْوَ الْقِبْلَةِ. [راجع: ٤٠]

استقبالِ قبلہ کا حکم ہر جگہ ہے (آیت سابقہ کا تتمہ)

آگے ارشادِ پاک ہے: ﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾: اور جس جگہ سے بھی آپؐ (سفر میں) نکلیں تو (نماز میں) اپنا چہرہ مسجد حرام (کعبہ) کی طرف رکھا کریں یعنی یہ حکم حضر کے ساتھ خاص نہیں، سفر کے لئے بھی ہے، ﴿وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ﴾: اور بے شک یہ حکم یعنی ہر جگہ قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم بالکل برحق ہے آپؐ کے پروردگار کی طرف سے: ﴿وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾: اور اللہ تعالیٰ ان کاموں سے جو تم کرتے ہو بے خبر نہیں —— یہ آیت آیت سابقہ کا تتمہ ہے، آیتِ سابقہ میں اصول بیان کیا تھا کہ ہر مستقل امت کا قبلہ الگ ہوتا ہے، پس بنی اسماعیل کا قبلہ کیا ہے؟ اس آیت میں بیان کیا کہ ان کا قبلہ بیت اللہ ہے، حضر میں بھی اور سفر میں بھی۔

[۱۹-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ [البقرة: ۱۴۹]

شَطْرَهُ: تِلْقَاؤُهُ.

[۴۴۹۳-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ، يَقُوْلُ: بَيْنَا النَّاسُ فِي الصُّبْحِ بِقُبَاءٍ إِذْ جَاءَ هُمْ رَجُلٌ، فَقَالَ: أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ قُرْآنٌ، فَأُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ، فَاسْتَقْبَلُوْهَا وَاسْتَدْبَرُوْهَا كَهَيْئَتِهِمْ، فَتَوَجَّهُوْا إِلَى الْكَعْبَةِ، وَكَانَ وَجْهُ النَّاسِ إِلَى الشَّامِ. [راجع: ۴۰۳]

لغت: شَطْر: دو معنی کے لئے اسم مشترک ہے: ایک: بمعنی نصف، دوم: بمعنی طرف، سامنے، سمت، آیت میں ثانی معنی ہیں .... تلقاء: طرف، لقاء سے ہے، جس کے معنی ہیں: ملاقات کرنا پھر آمنے سامنے ہونے کی جگہ کو تلقاء کہنے لگے، اور اسی اعتبار سے طرف اور جہت کے معنی میں مستعمل ہونے لگا۔

ساتویں حکمت: تحویل کے بعد یہود و مشرکین کے لئے اعتراض کا منہ نہیں رہا!

تورات میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ بیت اللہ ہے، اور نبی آخر الزماں کا قبلہ بھی وہی ہے، پس اگر تحویل کا حکم نہ ہوتا تو یہود ضرور الزام لگاتے، اور مشرکین بھی کہتے کہ ملتِ ابراہیمی کا دعوی اور قبلہ میں خلاف! اب دونوں کو حجت کرنے کا حق نہ رہا، مگر ظالموں (ناانصافوں) کا منہ کوئی بند نہیں کرسکتا، یہود کہیں گے: ہمارے قبلہ کی حقانیت ظاہر ہونے کے بعد محض حسد سے ہمارا قبلہ چھوڑ دیا، اور مشرکین کہیں گے: ان کو ہمارے قبلہ کا حق ہونا اب معلوم ہوا، اسی طرح ہماری (مشرکین کی) اور باتیں بھی رفتہ رفتہ منظور کرلیں گے، فرمایا: ایسے بے انصافوں کے اعتراض کی کچھ پرواہ مت کرو، اور

ہمارے حکم کے تابع رہو، ارشادِ پاک ہے: ﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهُ﴾: اور جس جگہ سے بھی آپ (سفر میں) نکلیں تو (نماز میں) اپنا چہرہ مسجد حرام (کعبہ) کی طرف کریں، اور آپ لوگ جہاں کہیں ہوں اپنا چہرہ اسی کی طرف رکھا کریں (یہ آگے کی تمہید ہے) ﴿لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ﴾: تاکہ مخالف لوگوں کو تمہارے مقابلہ میں گفتگو کی مجال نہ رہے: ﴿إِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ﴾: مگر ان میں سے جو بے انصاف ہیں (وہ اعتراض سے باز نہیں آئیں گے، وہ مرغ کی ایک ہی ٹانگ گاتے رہیں گے) ﴿فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ﴾: سو تم ایسے لوگوں (کے اعتراض) سے مت ڈرو، اور مجھ سے ڈرتے رہو ﴿وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾: اور تاکہ میں تم پر اپنا انعام تام کردوں، اور تاکہ تم راہِ حق پاؤ یعنی یہ قبلہ ہم نے تمہارے لئے اس لئے مقرر کیا ہے کہ تم دشمنوں کے طعن سے بچو، اور ہمارے انعام واکرام اور برکات وانوار اور ہدایت کے پورے مستحق بنو۔

[۲۰-] بَابُ قَوْلُهُ: ﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ [البقرة: ۱۵۰]

[۴۴۹۴-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: بَيْنَمَا النَّاسُ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ بِقُبَاءَ إِذْ جَاءَ هُمْ آتٍ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ، وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ، فَاسْتَقْبِلُوْهَا، وَكَانَتْ وُجُوْهُهُمْ إِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوْا إِلَى الْقِبْلَةِ. [راجع: ۴۰۳]

سوال: تحویل قبلہ کا حکم مکرر سہ کرّر کیوں بیان کیا ہے؟

جواب: مقاصد مختلف تھے، اس لئے ہر مقصد کے بیان کے وقت اس حکم کا اعادہ کیا گیا ﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ﴾: میں یہ بیان کرنا مقصود تھا کہ تحویل قبلہ کا حکم رسول اللہ ﷺ کی رضا جوئی اور اظہار تکریم کے لئے ہے، اور ﴿لِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا﴾: سے یہ بیان کرنا مقصود تھا کہ عادۃ اللہ یہ جاری ہے کہ ہر ایک ملت اور ہر ایک رسول صاحب شریعت مستقل کے لئے اس کے مناسب ایک قبلہ مقرر ہونا چاہئے، اور ﴿لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ﴾ سے یہ بیان کرنا مقصود تھا کہ تحویل قبلہ پر مخالفین کا الزام عائد نہیں ہوسکتا —— اور یہ قرآنِ کریم کا اسلوب ہے، ہر مقصد کے بیان کے وقت تمہیدی مضمون مکرر لایا جاتا ہے، جیسے سورۃ العنکبوت کی آیت ۵۳ ہے: ﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ، وَلَوْلَا أَجَلٌ مُسَمًّى لَجَاءَ هُمُ الْعَذَابُ، وَلَيَأْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾: اور وہ لوگ آپ سے عذاب کا تقاضا کرتے ہیں، اور اگر میعاد معین نہ ہوتی تو ان پر عذاب آچکا ہوتا، اور وہ عذاب ان پر دفعۃً آپہنچے گا اور ان کو خبر بھی نہ ہوگی —— پھر آیت ۵۴ میں دوسری بات کہی گئی تو تمہید مکرر لائی گئی، ارشادِ پاک ہے: ﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ، وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكَافِرِيْنَ﴾: اور وہ لوگ آپ سے عذاب کا تقاضا کرتے ہیں، اور بے شک جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے (الی آخرہ)

—— اسی طرح تحویلِ قبلہ کے تین مقاصد بیان کرنے تھے اس لئے تمہید میں تحویل کا حکم مکرر سہ کرر لایا گیا۔

اس کی نظیر: قرآنِ کریم ڈبل استثناء نہیں کرتا، اس سے کلام میں تعقید پیدا ہوجاتی ہے اور کلام فصاحت سے گر جاتا ہے، حجۃ اللہ البالغہ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے ایک جگہ ڈبل استثناء کیا ہے تو عبارت پیچیدہ ہوگئی ہے، عرصہ تک اسے کوئی نہیں سمجھا، اسی طرح کافیہ میں عدل کے بیان میں ابن حاجب رحمہ اللہ نے ڈبل استثناء کیا ہے، وہ عبارت بھی پیچیدہ ہوگئی ہے، چنانچہ قرآنِ کریم کو جب ڈبل استثناء کرنا ہوتا ہے تو مستثنیٰ منہ مکرر لاتا ہے جیسے سورۃ النور کی آیت (۳۱) میں ہے: ﴿وَلاَ يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾: عورت صرف اپنے وہ اعضاء ظاہر کرے جو عام طور پر کھلے رہتے ہیں یعنی چہرہ، ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں ٹخنوں سے نیچے، پھر دوسرا استثناء کیا ہے ﴿وَلاَ يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ﴾ الآية: عورت مذکورہ اعضاء محارم کے سامنے اور محارم جیسوں کے سامنے کھلے رکھ سکتی ہے، پھر بارہ شخصوں کا تذکرہ ہے جو معاشرہ میں عام طور پر ساتھ رہتے ہیں ان کے سامنے عورت چہرہ اور ہتھیلیاں کھول سکتی ہے، باقی بدن نہ کھولے، سینہ پر بھی اوڑھنی ڈالے رہے، پیر بھی زمین پر نہ پٹخے کہ کپڑے میں چھپا ہوا زیور بجے، اور اس کا پتہ چل جائے، پس اس آیت کا تعلق اصلاحِ معاشرہ سے ہے اگر عورت اپنے محارم وغیرہ کے درمیان اس طرح سلیقہ سے رہے گی تو معاشرہ میں فساد پیدا نہیں ہوگا۔ غرض یہ حجاب کی آیت نہیں ہے حجاب کی آیات سورۃ الاحزاب میں ہیں (آیات ۵۳-۶۰)

اسی طرح جب ایک سلسلہ میں دو یا زیادہ باتیں بیان کرنی ہوں تو قرآن مسلسل بیان نہیں کرتا بلکہ تمہید میں اس چیز کو مکرر لاتا ہے، چنانچہ ﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ﴾: تمہید میں مکرر لایا گیا، پس یہ تکرار نہیں۔

چھٹی حکمت کی نظیر مستقل ملت کے لئے مستقل قبلہ جیسے مستقل ملت کے لئے مستقل نبی

امام بخاری رحمہ اللہ نے تحویلِ قبلہ کی تمام آیات پر ابواب قائم کئے ہیں، مگر آخری دو آیتوں پر باب قائم نہیں کیا، ان آیتوں میں یہ مضمون ہے کہ مستقل امت کے لئے مستقل قبلہ کی نظیر مستقل امت کے لئے مستقل نبی کا ہونا ہے، بنو اسرائیل ایک علاحدہ امت تھے، اس لئے ان میں بہت سے انبیاء مبعوث کئے گئے، اور بنو اسماعیل مستقل امت تھے اس لئے تو ان کو بنو اسرائیل کے انبیاء کے تابع نہیں کیا، بلکہ ان میں انہی میں سے خاتم الانبیاء ﷺ کو مبعوث فرمایا، ارشادِ پاک ہے: ﴿كَمَا أَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلاً مِنْكُمْ﴾: جس طرح بھیجا ہم نے تم میں عظیم رسول تمہی میں سے —— یہ نظیر کا بیان ہے، پھر اس عظیم رسول کے کاموں کا تذکرہ ہے: ﴿يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا، وَيُزَكِّيْكُمْ، وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ، وَيُعَلِّمُكُمْ مَالَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ﴾: جو تمہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، اور تمہیں (اخلاق رذیلہ سے) پاک کرتا ہے، اور وہ تمہیں اللہ کی کتاب (قرآن) اور اسرار سکھاتا ہے، اور وہ تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے —— پھر آخری آیت ہے جس پر تحویلِ قبلہ کی بحث ختم کی جارہی ہے: ﴿فَاذْكُرُوْنِيْ أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلاَ تَكْفُرُوْنِ﴾: پس تم مجھ کو یاد رکھو

میں تمہیں یاد رکھوں گا، اور تم میرا احسان مانو، اور تم میری ناشکری مت کرو یعنی تم کسی کی مت سنو، بیت اللہ کی طرف نماز پڑھو میں تمہیں یاد رکھوں گا، نئی نئی رحمتیں اور عنایتیں تم پر نازل کرونگا اور میرا احسان مانو کہ تمہارے لئے افضل قبلہ تجویز کیا، اس قبلہ کا انکار کرکے میری ناشکری مت کرو۔

حج اور عمرہ میں سعی واجب ہے، پھر لا جناح کی تعبیر کیوں ہے؟

سورۃ البقرہ کی آیت ۱۵۸ ہے: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ، فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا، وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ﴾: بے شک صفا اور مروہ شعائر اللہ میں سے ہیں، پس جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس پر ان دونوں کا طواف کرنے میں کچھ گناہ نہیں، اور جو شخص خوشی سے کوئی امر خیر کرے تو اللہ تعالیٰ قدر دانی کرنے والے خوب جاننے والے ہیں۔

لغات: شعائر: شَعيرۃ یا شِعَارۃ کی جمع ہے (گیلری میں جو نسخہ ہے وہ صحیح ہے) اس کے معنی ہیں: علامت، نشانی، شَعَرَ به شُعُوْرًا: جاننا، محسوس کرنا، اور اصطلاح میں شعیرۃ وہ نشانی ہے جو اس چیز کو بتاتی ہے جس کے لئے وہ مقرر کی گئی ہے، جیسے منارہ مسجد کی علامت ہے، اسی طرح وہ اعمال، اماکن اور احکام جو دین اسلام کی علامتیں اور پہچان ہیں وہ سب شعائر اللہ ہیں، تفصیل رحمۃ اللہ الواسعہ (۲:۴۰۷) میں ہے۔

الصَّفَاۃ: چوڑا اور چکنا پتھر جمع صَفًا (آیت میں جمع ہے) یہی معنی الصَّفْوان کے ہیں، یہ لفظ سورۃ البقرۃ (آیت ۲۶۴) میں ہے: ﴿كَمَثَلِ صَفْوَانٍ﴾: جیسے ایک چکنا پتھر، اس کا مفرد صفوانۃ ہے، اور الْمُلْس: مَلْسَاء کی جمع ہے، مَلِسَ (س) مَلَسًا: نرم و چکنا ہونا، ایسا پتھر بنجر ہوتا ہے، اس پر کوئی چیز اگتی نہیں۔

نوٹ: صفا اور صفوان ایک لفظ ہیں، صفا کا الف واو سے بدلا ہوا ہے، اصل صفو ہے اور صفوان کے آخر میں الف نون زائدتان ہیں۔

ترجمہ: شعائر کے معنی ہیں: علامتیں، اس کا مفرد شعرۃ ہے (یہ صحیح نہیں) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: الصفوان کے معنی ہیں: پتھر، اور کہا گیا: چکنا پتھر جو کوئی چیز نہ اگائے، اور مفرد صفوانۃ ہے اور وہ صفا کا ہم معنی ہے اور صفا جمع ہے (اس کا مفرد الصفاۃ ہے)

مسئلہ: سعی امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک سنتِ مستحبہ ہے (اور تحفۃ القاری ۴:۴۹۸ میں جو ائمہ ثلاثہ کا مذہب بیان کیا ہے: وہ صحیح نہیں) اور امام مالک و امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک فرض ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہے کہ ترک سے ایک بکری ذبح کرنا پڑتی ہے۔

حدیث: حضرت عروہ رحمہ اللہ نے جو مدینہ کے فقہاء سبعہ میں سے ہیں: اپنی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

پوچھا: اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ (آیت ۱۵۸) میں فرمایا ہے: ''جو شخص حج یا عمرہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ صفا مروہ کے درمیان سعی کرے'' اس آیت سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ حج اور عمرہ میں سعی واجب نہیں، حالانکہ سعی ضروری ہے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا: تم آیت کا مطلب صحیح نہیں سمجھے، اگر سعی جائز ہوتی، ضروری نہ ہوتی تو تعبیر یوں ہوتی: فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لاَّ يَطَّوَّفَ بِهِمَا: حج اور عمرہ کرنے والے پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ صفا مروہ کے درمیان سعی نہ کرے۔

پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو وجہ سمجھائی کہ قرآن میں یہ تعبیر کیوں ہے؟ فرمایا: انصار زمانۂ جاہلیت میں جب حج یا عمرہ کرتے تھے تو صفا و مروہ کے درمیان سعی نہیں کرتے تھے، کیونکہ ان پہاڑیوں پر دو بت رکھے ہوئے تھے، وہ ان کو خدا نہیں مانتے تھے، بلکہ وہ منات کی عبادت کرتے تھے، منات: عربوں کی ایک بڑی مورتی تھی، جیسے لات اور عزی بڑی مورتیاں تھیں، منات کی مورتی مشلّل مقام پر رکھی ہوئی تھی، انصار اس کی عبادت کرتے تھے، اور اسی کے نام سے احرام باندھتے تھے، اور صفا اور مروہ پر اساف اور نائلہ نامی دو بت رکھے تھے ان کو انصار خدا نہیں مانتے تھے، اس لئے وہ صفا مروہ کی سعی نہیں کرتے تھے، پھر جب اسلام کا زمانہ آیا، اور وہ بت وہاں سے ہٹادیئے گئے تب بھی انصار کو سعی کرنے میں حرج محسوس ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی اور ان کو سمجھایا گیا کہ صفا مروہ کے درمیان سعی ان بتوں کی وجہ سے نہیں کی جاتی، اس کی وجہ کچھ اور ہے، پس بے تکلف سعی کرو، کوئی خیال دل میں مت لاؤ، لا جناح کی تعبیر اسی لئے ہے، یہ اباحت کی تعبیر نہیں ہے (مزید تفصیل کے لئے تحفۃ القاری ۳: ۴۱۳ و ۴: ۴۱۰ دیکھیں)

[۲۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ، فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ﴾[البقرة:۱۵۸]

شَعَائِرُ: عَلاَمَاتٌ، وَاحِدُهَا شَعْرَةٌ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: الصَّفْوَانُ: الْحَجَرُ، وَيُقَالُ: الْحِجَارَةُ الْمُلْسُ الَّتِىْ لاَ تُنْبِتُ شَيْئًا، وَالْوَاحِدَةُ صَفْوَانَةٌ، بِمَعْنَى الصَّفَاءِ، وَالصَّفَا لِلْجَمِيْعِ.

[٤٤٩٥-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيْثُ السِّنِّ: أَرَأَيْتِ قَوْلَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ، فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ فَمَا أُرَى عَلٰى أَحَدٍ شَيْئًا أَنْ لاَ يَطَّوَّفَ بِهِمَا، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: كَلاَّ، لَوْ كَانَتْ كَمَا تَقُوْلُ كَانَتْ "فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لاَيَطَّوَّفَ بِهِمَا" إِنَّمَا أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ فِى الأَنْصَارِ، كَانُوْا يُهِلُّوْنَ لِمَنَاةَ وَكَانَتْ مَنَاةُ حَذْوَ قُدَيْدٍ، وَكَانُوْا يَتَحَرَّجُوْنَ أَنْ يَطَّوَّفُوْا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَمَّا جَاءَ الإِسْلاَمُ سَأَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَنْ ذٰلِكَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ:﴿ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ، فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ

اعْتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾[راجع: ١٦٤٣]

[٤٤٩٦-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ سُلَيْمَانَ: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ؟ فَقَالَ: كُنَّا نُرَى أَنَّهُمَا مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا كَانَ الإِسْلاَمُ أَمْسَكْنَا عَنْهُمَا، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾[راجع: ١٦٤٨]

اللہ تعالیٰ کا برابر (ہم سر) قرار دینا

سورۃ البقرۃ (آیت ۱۶۵) میں ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ أَنْدَادًا﴾: اور بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کو برابر کا شریک قرار دیتے ہیں — أنداد: نِدّ کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں: ضد، مقابل، برابر، اور ندّ اور مثل میں فرق یہ ہے کہ مثل کا استعمال ہر قسم کی شرکت میں ہوتا ہے اور نِدّ کا استعمال صرف ذات اور جوہر میں شریک کے لئے ہوتا ہے (لغات القرآن) — قرآنِ کریم میں دو جگہ (النساء ۴۸ و ۱۱۶) ارشادِ پاک ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لاَ يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾: بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو (ذات یا صفات میں) شریک قرار دیا جائے، اور اس کے علاوہ جو گناہ ہیں جس کے لئے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے — اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شرک اللہ تعالیٰ سے بغاوت ہے، اور بغاوت ناقابل معافی جرم ہے، ایک شخص حکومت کو تسلیم کرتا ہے مگر گناہ کرتا ہے تو اس کو معاف کیا جاسکتا ہے نیز کچھ سزا دے کر چھوڑا جاسکتا ہے، اور جو حکومت کو تسلیم نہیں کرتا، بغاوت پر کمر بستہ ہے، وہ خواہ کیسا ہی بھلا آدمی ہو: قابل گردن زدنی ہے۔

حدیث: پہلے (تحفۃ القاری ۳: ۵۵۸) گذری ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا ہے وہ (ہمیشہ کے لئے) جہنم میں جائے گا — یہ آدھا مضمون ہے، دوسرا آدھا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بڑھایا کہ جو اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا تو وہ (دیر سویر) جنت میں جائے گا — یہ دوسرا آدھا وہی ہے جو ﴿وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ میں ہے۔

[٢٢-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ أَنْدَادًا﴾[البقرة: ١٦٥]

أَضْدَادًا: وَاحِدُهَا نِدٌّ.

[٤٤٩٧-] حدثنا عَبْدَانُ، عَنْ أَبِيْ حَمْزَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم كَلِمَةً وَقُلْتُ أُخْرَى، قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ نِدًّا دَخَلَ النَّارَ" وَقُلْتُ أَنَا: مَنْ مَاتَ وَهُوَ لاَ يَدْعُوْ لِلّٰهِ نِدًّا دَخَلَ الْجَنَّةَ.[راجع: ١٢٣٨]

آیتِ قصاص کی تفسیر

سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۷۸ ہے: ﴿یٰأَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا! کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی، الْحُرُّ بِالْحُرِّ، وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ، وَالْأُنْثٰی بِالْأُنْثٰی، فَمَنْ عُفِیَ لَہٗ مِنْ أَخِیْہِ شَیْئٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَأَدَاءٌ إِلَیْہِ بِإِحْسَانٍ، ذٰلِکَ تَخْفِیْفٌ مِنْ رَبِّکُمْ وَرَحْمَۃٌ، فَمَنِ اعْتَدَی بَعْدَ ذٰلِکَ فَلَہٗ عَذَابٌ أَلِیْمٌ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر مقتولین میں برابری کرنا فرض کیا گیا: آزاد آزاد کے بدلے، غلام غلام کے بدلے اور عورت عورت کے بدلے، پس جس کے لئے معاف کیا گیا اس کے بھائی کی طرف سے کچھ، تو معقول طور پر مطالبہ کرنا ہے، اور خوبی کے ساتھ اس (وارث) کے پاس (خون بہا) پہنچا دینا ہے، یہ (معاف کرنا) آسانی ہے تمہارے پروردگار کی طرف سے اور مہربانی، پس جو زیادتی کرے اس (معاف کرنے) کے بعد تو اس کے لئے دردناک سزا ہے۔

تفسیر: کُتِبَ (ماضی مجہول) لکھ دیا گیا، فرض کیا گیا، لازم کیا گیا .... **القِصاص**: بدلہ، قتل اور زخموں کا بدلہ .... **القتلی**: القتیل کی جمع، بمعنی مقتول۔

شانِ نزول: زمانۂ جاہلیت کا یہ دستور تھا کہ شریف کے غلام کے بدلے رذیل کے آزاد کو، اور عورت کے بدلے مرد کو، اور ایک آزاد کے بدلے دو کو قصاص میں قتل کرتے تھے، پس آیت نے نازل ہو کر مقتولین میں برابری فرض کر دی، لغت میں قصاص کے معنی برابری کے ہیں یعنی جاہلیت میں جو شریف اور رذیل میں امتیاز کرتے تھے وہ لغو ہے، جانیں سب برابر ہیں، غریب ہو یا امیر، شریف ہو یا رذیل، عالم فاضل ہو یا جاہل، جوان ہو یا بوڑھا اور بچہ، تندرست ہو یا بیمار اور قریب المرگ، صحیح الاعضاء ہو یا اندھا لولا لنگڑا: سب جانیں برابر ہیں ــــ پھر اس برابری کی توضیح کی کہ ہر آزاد مرد کے بدلے میں صرف وہی ایک آزاد مرد قتل کیا جائے جو اس کا قاتل ہے، یہ نہیں کہ ایک مقتول کے بدل قاتل کے قبیلہ سے کیف ما اتفق دو کو یا زیادہ کو قتل کرنے لگو ــــ اسی طرح غلام کے بدلے وہی غلام قتل کیا جائے جو قاتل ہے یہ نہ ہو کہ شریف کے غلام کے بدلے قاتل غلام کو چھوڑ کر رذیل لوگوں میں سے کسی آزاد کو قتل کیا جائے ــــ اسی طرح عورت کے قصاص میں وہی عورت قتل کی جائے جو قاتل ہے، یہ نہ ہو کہ شریف عورت کے قصاص میں رذیل قبیلہ کے کسی مرد کو قتل کر دیا جائے، باقی رہا یہ امر کہ آزاد کسی کے غلام کو یا مرد کسی عورت کو قتل کرے تو قصاص لیا جائے گا یا نہیں؟ آیت کریمہ اس سے ساکت ہے، اور ائمہ کا اس میں اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک ہر دو صورت میں قصاص لیا جائے گا۔

قولہ: فمن عفی لہ: اگر مقتول کے تمام ورثاء نے یا بعض نے قصاص معاف کر دیا تو اب قاتل کو قصاص میں قتل نہیں کر سکتے، پھر اگر سب نے یا بعض نے بلا معاوضۂ مالی ــــ محض ثواب کی غرض سے ــــ معاف کیا ہے تو قاتل وارثوں کے مطالبہ سے بالکل سبکدوش ہو جائے گا ــــ اور اگر دیتِ شرعی یا بطور مصالحت کسی مقدارِ مال پر راضی ہو کر قصاص معاف کیا

ہے تو ورثاء معقول طریقہ سے مال کا مطالبہ کریں، یہ نہیں کہ فوری ادائیگی کا مطالبہ کریں —— اور قاتل کو بھی چاہئے کہ معاوضہ اچھی طرح ممنونیت اور خوش دلی کے ساتھ ادا کرے۔

قولہ: ذلك: یہ اجازت کہ قتل عمد میں چاہو قصاص لو، چاہو دیت لو، چاہو معاف کردو: اللہ کی طرف سے سہولت اور مہربانی ہے، کیونکہ قصاص: حدّ نہیں، حدود چار ہیں: زنا کی سزا، چوری کی سزا، تہمتِ زنا کی سزا اور شراب پینے کی سزا۔ ان کو معاف نہیں کیا جاسکتا، وہ حق اللہ ہیں، اور قصاص حق العبد ہے، چنانچہ مقتول کے ورثاء اس کو بغیر بدل کے یا بدل کے عوض معاف کرسکتے ہیں۔

قولہ: فمن اعتدی: اگر بلا معاوضہ یا بالمعاوضہ قصاص معاف کرنے کے بعد کوئی وارث قاتل کو قتل کردے تو اس کے لئے آخرت میں سخت عذاب ہے، رہا دنیا کا حکم تو وہ بیان نہیں کیا۔

[۲۳-] بَابٌ: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا! كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى، الْحُرُّ بِالْحُرِّ، وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿ عَذَابٌ أَلِيْمٌ﴾[البقرة: ۱۷۸]

﴿عُفِيَ﴾: تُرِكَ.

[۴۴۹۸-] حدثنا الْحُمَيْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرٌو، قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: كَانَ فِيْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ الْقِصَاصُ، وَلَمْ تَكُنْ فِيْهِمُ الدِّيَةُ، فَقَالَ اللّٰهُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِيْ الْقَتْلٰى، الْحُرُّ بِالْحُرِّ، وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ، وَالْأُنْثٰى بِالْأُنْثٰى، فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيْهِ شَيْئٌ ﴾ فَالْعَفْوُ أَنْ يَقْبَلَ الدِّيَةَ فِي الْعَمْدِ، ﴿فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ﴾ يَتَّبِعُ بِالْمَعْرُوْفِ وَيُؤَدِّيْ بِإِحْسَانٍ، ﴿ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ﴾ مِمَّا كُتِبَ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، ﴿ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيْمٌ﴾ قَتَلَ بَعْدَ قَبُوْلِ الدِّيَةِ.[طرفه: ۶۸۸۱]

عُفِيَ: معاف کیا گیا یعنی قصاص کا مطالبہ چھوڑ دیا گیا —— اور حدیث پہلی مرتبہ آئی ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: بنی اسرائیل (یہود) میں قصاص تھا، اور ان میں دیت نہیں تھی یعنی قتل عمد میں قصاص لینا ضروری تھا، قصاص معاف کرکے دیت نہیں لے سکتے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے فرمایا: فَمَنْ عُفِيَ: پس معاف کرنا یہ ہے کہ قتل عمد میں دیت لی جائے، فاتباع: مقتول کا وارث معقول طریقہ پر قاتل سے مطالبہ کرے اور قاتل خوش دلی کے ساتھ ادا کرے، یہ تخفیف ہے اس حکم کی بہ نسبت جو تم سے پہلوں پر مقرر کیا گیا تھا، فمن اعتدی: یعنی دیت قبول کرنے کے بعد قتل کرے گا تو اس کے لئے (آخرت میں) دردناک سزا ہے۔

[۴۴۹۹-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ: أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ عَنِ النَّبِيِّ

صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ''كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ''[راجع: ۲۷۰۳]

[۴۵۰۰-] حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ، سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ بَكْرٍ السَّهْمِیَّ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ الرُّبَيِّعَ عَمَّتَهُ كَسَرَتْ ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ، فَطَلَبُوْا إِلَيْهَا الْعَفْوَ فَأَبَوْا، فَعَرَضُوْا الْأَرْشَ، فَأَبَوْا، فَأَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَأَبَوْا إِلَّا الْقِصَاصَ، فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِالْقِصَاصِ، فَقَالَ أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَتُكْسَرُ ثَنِيَّةُ الرُّبَيِّعِ؟ لَا وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ''يا أَنَسُ كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ'' فَرَضِیَ الْقَوْمُ فَعَفَوْا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ''إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ''[راجع: ۲۷۰۳]

پہلی حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پوتے کے پوتے محمد کی ہے جو امام بخاریؒ کے استاذ ہیں، ان کا نسب نامہ حاشیہ میں ہے، وہ حُمید طویل سے روایت کرتے ہیں وہ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں، اور یہ سولھویں ثلاثی روایت ہے، اور نبی ﷺ کا ارشاد: ''قرآن کا حکم قصاص ہے'' یہ ارشاد دوسری حدیث میں جو واقعہ ہے: اس واقعہ میں فرمایا ہے۔

دوسری حدیث: پہلے (تحفۃ القاری ۶: ۹۷) آئی ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پھوپھی رُبَیِّع رضی اللہ عنہا نے ایک جوان لڑکی کا سامنے کا دانت توڑ دیا، ربیع کے خاندان والوں نے لڑکی کے ورثاء سے کہا: قصاص معاف کردو، اور دیت لے لو، انھوں نے انکار کیا، پس فریقین نبی ﷺ کے پاس آئے، آپؐ نے قصاص کا فیصلہ کیا، پس ربیع کے بھائی حضرت انس بن النضرؓ نے کہا: یارسول اللہ! میری بہن کا دانت توڑا جائے گا؟ ایسا نہیں ہوسکتا! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو دین حق کے ساتھ بھیجا ہے! ربیع کا دانت نہیں توڑا جائے گا! نبی ﷺ نے فرمایا: انس! قرآن کا حکم قصاص ہے، پھر لڑکی کے ورثاء راضی ہوگئے، اور انھوں نے قصاص معاف کردیا، پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ کے سامنے اڑ جائیں اور قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو ضرور نیک بنائیں یعنی اللہ تعالیٰ ان کی لاج رکھ لیتے ہیں۔

جب رمضان کے روزے فرض کئے گئے تو عاشوراء کے روزے کی فرضیت ختم کردی

سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۸۳ ہے: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾: اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے اگلوں پر فرض کیا گیا تاکہ تم پرہیزگار بنو —— یعنی روزوں کا حکم آدم علیہ السلام کے زمانہ سے اب تک برابر رہا ہے، روزوں سے نفس کو اس کی مرغوبات سے روکنے کی عادت پڑتی ہے، پھر اس کو حرام سے روکنا آسان ہوجاتا ہے، اور روزوں سے نفس کی قوت وشہوت میں بھی ضعف آتا ہے، یہ روزوں کی بڑی حکمت ہے، ان سے نفس سرکش کی اصلاح ہوتی ہے، یہی متقی بننا ہے۔

فائدہ: جب اللہ تعالیٰ نے روزے فرض کئے تو اولاً سات طرح سے ذہن سازی کی۔ اس آیت میں چار طرح سے

ذہن بنایا گیا ہے، فرمایا: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اس خطاب میں ذہن سازی ہے، اچھے برے خطاب کا طبیعتوں پر اثر پڑتا ہے، اگر طالب علم سے کہا جائے: پیارے پانی لا، تو وہ خوشی سے لائے گا، اور کہا جائے: او نالائق پانی لا، تو لائے گا مگر شوق سے نہیں لائے گا —— پھر فرمایا: تم پر روزے لکھ دیئے گئے، یہ دوسری مرتبہ ذہن سازی کی ہے، آدمی سوچے گا: جب روزے لکھ دیئے گئے تو کوئی تبدیلی ممکن نہیں، اب روزے رکھنے ہی پڑیں گے، مرتے کیا نہ کرتے! —— پھر فرمایا: روزے تم سے اگلوں پر بھی فرض کئے گئے ہیں، یہ تیسری مرتبہ ذہن سازی ہے، مرگ انبوہ جشنے دارد! دس بیس جنازے ایک ساتھ اٹھیں تو جشن معلوم ہونگے، اس طرح روزوں کا بوجھ ہلکا کیا —— پھر روزوں کا فائدہ بیان کیا کہ روزوں سے تمہیں تقوی کی دولت حاصل ہوگی، یہ چوتھی مرتبہ ذہن سازی ہے، پرہیزگار بننا مؤمن کی آخری آرزو ہے، اور یہ مقصد روزوں سے حاصل ہوتا ہے، پس ہر شخص روزہ رکھنے کے لئے تیار ہوجائے گا، باقی تین مرتبہ ذہن سازی کا بیان اگلی آیت میں ہے۔

[٢٤-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾

[٤٥٠١-] حدثنا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ عَاشُوْرَاءُ يَصُوْمُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ قَالَ: "مَنْ شَاءَ صَامَهُ، وَمَنْ شَاءَ لَمْ يَصُمْهُ" [راجع: ١٨٩٢]

[٤٥٠٢-] حدثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ عَاشُوْرَاءُ يُصَامُ قَبْلَ رَمَضَانَ، فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ قَالَ: "مَنْ شَاءَ صَامَ، وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ" [راجع: ١٥٩٢]

[٤٥٠٣-] حَدَّثَنِيْ مَحْمُوْدٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: دَخَلَ عَلَيْهِ الأَشْعَثُ وَهُوَ يَطْعَمُ، فَقَالَ: الْيَوْمُ عَاشُوْرَاءُ، فَقَالَ: كَانَ يُصَامُ قَبْلَ أَنْ يُنْزَلَ رَمَضَانُ، فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ تُرِكَ، فَادْنُ فَكُلْ.

[٤٥٠٤-] حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَصُوْمُهُ، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ، فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ كَانَ رَمَضَانُ الْفَرِيْضَةَ، وَتُرِكَ عَاشُوْرَاءُ، فَكَانَ مَنْ شَاءَ صَامَهُ، وَمَنْ شَاءَ لَمْ يَصُمْهُ. [راجع: ١٥٩٢]

حدیث (۱ و ۲ و ۴) پہلے گذری ہیں، ان کا حاصل یہ ہے کہ رمضان کی فرضیت سے پہلے عاشوراء کا روزہ فرض تھا، پھر جب

رمضان کی فرضیت نازل ہوئی تو عاشوراء کے روزے کی فرضیت ختم کردی گئی، کیونکہ ڈبل روزے فرض کرنے میں امت کے لئے دشواری تھی، اور جو حکم تخفیفاً منسوخ ہوتا ہے اس کا استحباب باقی رہتا ہے، اس لئے عاشوراء کا روزہ اب مستحب ہے۔

حدیث (۳): نئی ہے اور اسی جگہ ہے: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کھانا کھا رہے تھے، اشعث بن قیس کندی رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے، انھوں نے کہا: آج دس محرم ہے یعنی آپؓ نے آج روزہ کیوں نہیں رکھا؟ ابن مسعودؓ نے کہا: رمضان کی فرضیت نازل ہونے سے پہلے دس محرم کا روزہ رکھا جاتا تھا، پھر جب رمضان نازل ہوا تو عاشوراء کا روزہ (وجوباً) چھوڑ دیا گیا، پس قریب آیئے اور کھایئے۔

جب روزے فرض کئے گئے تو پہلے ذہن سازی کی گئی

سورۃ البقرۃ کی (آیت ۱۸۴) ہے: ﴿أَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ، فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا أَوْعَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ، وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ، فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ، وَأَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾: (روزے رکھو) گنتی کے چند دنوں کے، پس جو شخص تم میں سے بیمار ہے، یا سفر میں ہے تو شمار کرنا ہے دوسرے دنوں سے، اور جن لوگوں پر روزہ بہت بھاری ہے وہ (روزوں کا) بدلہ دیں: ایک غریب کا کھانا، اور جو نفلی طور پر خیر کا کام کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے، اور روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم (روزے کا فائدہ) جانو!

تفسیر: اس آیت میں اور تین طرح سے ذہن سازی کی گئی ہے: فرمایا: (روزے رکھو) گنتی کے چند دن، یہ پانچویں مرتبہ ذہن سازی ہے، روزے اگر بہت زیادہ ہوتے تو مشکل ہوتے، گنتی کے چند روزے رکھنے میں کیا دشواری ہے؟ اور یاد رکھنا چاہئے کہ کتنے بھی دن ہوں: گنتی کے چند ہی دن ہوتے ہیں! —— پھر دو خلجان ہیں: ایک واقعی دوسرا ہوا۔ واقعی بات تو یہ ہے کہ عرب گرم ملک ہے، اور لوگوں کی معیشت سفر سے وابستہ تھی، کیونکہ جزیرۃ العرب میں کوئی معیشت نہیں تھی، لوگ شام وغیرہ جاتے تھے اور وہاں سے اشیاء خرید کر لاتے تھے اور بیچتے تھے، یہی ان کی معیشت تھی، اور بیماری تندرستی ہر ایک کے ساتھ لگی ہوئی ہے اس لئے ذہن پر بوجھ پڑسکتا تھا کہ سفر میں اور بیماری میں روزے کیسے رکھیں گے؟ اس لئے فرمایا کہ سفر میں اور بیماری میں روزے نہ رکھنے کی اجازت ہے، وہ روزے بعد میں رکھ لئے جائیں، اور جتنے گئے ہیں اتنے ہی رکھنے ہونگے زائد نہیں، پس یہ چھٹی مرتبہ ذہن سازی ہے —— اور محض ہوّا یہ تھا کہ چونکہ روزے کبھی نہیں رکھے اس لئے آدمی سوچے گا کہ روزے کیسے رکھیں گے؟ بغیر کھائے پیئے دن کیسے کٹے گا؟ پس فرمایا: جس کو روزہ بہت بھاری معلوم ہو وہ روزے کی جگہ فدیہ دے سکتا ہے، یہ ساتویں اور آخری مرتبہ ذہن سازی ہے —— اور ساتھ ہی یہ بھی واضح کیا کہ فدیہ صرف ایک غریب کا کھانا ہے، کچھ بہت زیادہ نہیں، البتہ اگر کوئی رضا کارانہ زیادہ دے تو وہ بہتر ہے اور اس سے بھی بہتر یہ ہے کہ ہمت کرکے روزے رکھے، اگر تم صدقہ اور روزہ کے فوائد جان سکو تو یہ بات بوجھ سکتے ہو کہ صدقہ سے بخل کا ازالہ ہوتا ہے اور روزہ سے تقوی

حاصل ہوتا ہے، پس روزہ کی مزیّت ہر کوئی سمجھ سکتا ہے —— پھر جب روزے رکھنے شروع کئے تو اندازہ ہوا کہ روزہ رکھنا کچھ دشوار نہیں، چنانچہ فَمَنْ شَهِدَ سے یہ رخصت ختم کردی گئی، البتہ شیخ فانی کے لئے رخصت باقی رہی، کیونکہ اس کے لئے روزہ رکھنا واقعی بھاری ہے، اور وہ جو واقعی اعذار تھے یعنی سفر اور بیماری میں روزہ نہ رکھنا: اس رخصت کو باقی رکھا، اور وہ آیت دوبارہ لائی گئی۔

[۲۵-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿أَيَّامًا مَعْدُوْدَاتٍ، فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا أَوْعَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ، وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ، فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ، وَأَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾[البقرة: ۱۸٤]

[۱-] وَقَالَ عَطَاءٌ: يُفْطِرُ مِنَ الْمَرَضِ كُلِّهِ كَمَا قَالَ اللّٰهُ.

[۲-] وَقَالَ الْحَسَنُ وَإِبْرَاهِيْمُ فِى الْمُرْضِعِ وَالْحَامِلِ إِذَا خَافَتَا عَلٰى أَنْفُسِهِمَا أَوْ وَلَدِهِمَا: تُفْطِرَانِ ثُمَّ تَقْضِيَانِ.

[۳-] وَأَمَّا الشَّيْخُ الْكَبِيْرُ إِذَا لَمْ يُطِقِ الصِّيَامَ، فَقَدْ أَطْعَمَ أَنَسٌ بَعْدَ مَا كَبِرَ عَامًا أَوْ عَامَيْنِ، كُلَّ يَوْمٍ مِسْكِيْنًا خُبْزًا وَلَحْمًا وَأَفْطَرَ.

[٤-] قِرَاءَةُ الْعَامَّةِ ﴿يُطِيْقُوْنَهُ﴾ وَهُوَ أَكْثَرُ.

[٤٥٠٥-] حَدَّثَنِىْ إِسْحَاقُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا رَوْحٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ، عَنْ عَطَاءٍ: سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقْرَأُ: ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطَوَّقُوْنَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَيْسَتْ بِمَنْسُوْخَةٍ، هُوَ لِلشَّيْخِ الْكَبِيْرِ وَالْمَرْأَةِ الْكَبِيْرَةِ، لاَ يَسْتَطِيْعَانِ أَنْ يَصُوْمَا، فَلْيُطْعِمَانِ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِيْنًا.

۱- حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہر بیماری میں رمضان کا روزہ نہ رکھنے کی گنجائش ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے (مریضًا مطلق) فرمایا ہے، مگر جمہور کے نزدیک صرف اس بیماری میں روزہ نہ رکھنے کی گنجائش ہے جس میں روزہ نقصان کرتا ہو (حاشیہ)

۲- حضرات حسن بصری اور ابراہیم نخعی رحمہما اللہ فرماتے ہیں: حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت کو جب اپنی جان کا یا بچہ کی جان کا ڈر ہو تو روزہ نہ رکھے، پھر قضا رکھ لیوے۔

۳- اتنا بوڑھا یا بوڑھی جس کو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں: وہ روزہ نہ رکھے، فدیہ دے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آخر کے سال دو سال کے روزے نہیں رکھے، فدیہ دیا، ہر دن ایک غریب کو روٹی گوشت کھلاتے تھے اور روزہ نہیں رکھتے تھے۔

۴- جمہور کی قراءت ﴿یُطِیْقُوْنَهُ﴾ ہے، أطاق إطاقة (افعال) کے معنی ہیں: کسی کام کو بہ مشقتِ تمام کرنا، مثلاً ایک بھاری پتھر ہے، کوئی اس کو اٹھانے کی ہمت نہیں کرتا، ایک شخص کہتا ہے: إِنِّیْ أطیق رفع هذا الحجر: میں اس پتھر کو اٹھا سکتا ہوں، یہ استعمال صحیح ہے، کیونکہ جب وہ پتھر اٹھائے گا تو اس کی ٹانگیں ہل جائیں گی، مگر وہ اٹھا لے گا، اور اگر کوئی کہے: إنی أطیق رفع هذا القلم: تو یہ استعمال صحیح نہیں، کیونکہ قلم کے اٹھانے میں کچھ مشقت نہیں، غرض جو کام نہایت مشکل ہو وہاں باب افعال استعمال کر سکتے ہیں، اور جو کام آسانی سے کیا جا سکتا ہے وہاں اس فعل کا استعمال درست نہیں۔

ترکیب: وعلی الذین یطیقونه: خبر مقدم ہے، اور ضمیر کا مرجع صوم ہے اور فدیة مبتدا مؤخر ہے، اور طعام مسکین سے پہلے هی محذوف ہے۔

دوسری قراءت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت یُطَوَّقُوْنَه ہے، طَوَّقه کے معنی ہیں: طوق پہنانا، مالا پہنانا، سورۃ آل عمران (آیت ۱۸۰) میں یہ لفظ آیا ہے: ﴿سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ﴾: وہ قیامت کے دن طوق پہنائے جائیں گے اس مال کے جس میں انھوں نے بخیلی کی ہے (اور زکات ادا نہیں کی ہے) اور روزے کی مالا پہنانے کا مطلب ہے: روزہ ان پر لادا گیا ہے، بہت بھاری ہے، جیسے طوق بھاری ہوتا ہے۔

اثر: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: آیت کریمہ اپنے بعض مواد میں منسوخ نہیں، صرف وہ لوگ جن کے لئے روزہ ہوّا تھا ان کے حق میں آیت منسوخ ہے، اور شیخ فانی جس کے لئے روزہ رکھنا واقعی دشوار ہے، اس کے حق میں حکم باقی ہے۔

﴿وَعَلَى الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهُ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْكِیْنٍ﴾

کا ناسخ

﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ﴾

جب رمضان کے روزے فرض کئے گئے تو وہ بعض لوگوں کے لئے ہوّا (خواہ مخواہ کا خوف) تھے، البتہ بہت بوڑھوں کے لئے واقعی بہت بھاری تھے، چنانچہ دونوں کے حق میں آیت نازل ہوئی کہ جن لوگوں پر روزے بہت بھاری ہیں وہ فدیہ دیدیں یعنی ایک غریب کو دو وقت کھانا کھلائیں، پھر جن لوگوں پر روزے خواہ مخواہ کا بوجھ تھے: انھوں نے جب روزے رکھنے شروع کئے تو ان کو اندازہ ہوا کہ روزے کچھ بھی بھاری نہیں، پس دوسری آیت نازل ہوئی کہ تم میں سے جو ماہِ رمضان کو دیکھے وہ روزے رکھے، فدیہ کی سہولت ختم! البتہ شیخ فانی کے لئے یہ سہولت اب بھی باقی ہے، اس لئے آیت کی تلاوت باقی ہے، غرض آیت اپنے بعض مواد میں منسوخ ہے اور یہ بات حضرت ابن عمر وسلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہما نے بیان کی ہے، اور شیخ فانی کے لئے فدیہ کا حکم باقی ہے: یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کی ہے۔

[٢٦-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾[البقرة: ١٨٥]

[٤٥٠٦-] حدثنا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلٰى، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّـهُ قَرَأَ: ﴿فِدْيَةُ طَعَامِ مَسَاكِيْنَ﴾ قَالَ: هِيَ مَنْسُوْخَةٌ.[راجع: ١٩٤٩]

[٤٥٠٧-] حدثنا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ يَزِيْدَ مَوْلَى سَلَمَةَ بْنِ الأَكْوَعِ، عَنْ سَلَمَةَ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾ كَانَ مَنْ أَرَادَ أَنْ يُفْطِرَ وَيَفْتَدِيَ، حَتَّى نَزَلَتِ الآيَةُ الَّتِيْ بَعْدَهَا فَنَسَخَتْهَا، قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: مَاتَ بُكَيْرٌ قَبْلَ يَزِيْدَ.

حدثنا أَبُوْ مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُجَاهِدٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّـهُ كَانَ يَقْرَأُ: ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطَوَّقُوْنَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾ يَقُوْلُ: وَعَلَى الَّذِيْنَ يُحَمَّلُوْنَهُ، قَالَ: هُوَ الشَّيْخُ الْكَبِيْرُ الَّذِيْ لاَ يُطِيْقُ الصَّوْمَ أُمِرَ أَنْ يُطْعِمَ كُلَّ يَوْمٍ مِسْكِيْنًا، قَالَ: وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا يَقُوْلُ: وَمَنْ زَادَ أَطْعَمَ أَكْثَرَ مِنْ مِسْكِيْنٍ فَهُوَ خَيْرٌ.

پہلی حدیث: میں نافع رحمہ اللہ کی قراءت میں: فدیةُ طعام کی طرف مضاف ہے، اور مساکین جمع ہے۔

دوسری حدیث: میں ویفتدی کے بعد فَعَلَ مقدر ہے۔

تیسری حدیث: مصری نسخہ میں اور عمدہ وفتح کے نسخوں میں نہیں ہے، ہمارے نسخہ میں ہے اس لئے ترقیم میں ان کو نہیں لیا اور یہ حدیث ابھی گذشتہ باب کے آخر میں آئی ہے، مگر یہ نئی سند سے ہے، محض تکرار نہیں۔

رمضان کی راتوں میں بیوی سے زن وشوئی کا معاملہ کرنا

شروع اسلام میں یہ حکم تھا کہ رات کو جب نیند آجائے تو آنکھ کھلنے کے بعد کھانا پینا اور بیوی سے مقاربت کرنا حرام تھا۔ یعنی اگلا روزہ شروع ہوگیا، بعض صحابہ سے غلبہ میں اس حکم کے امتثال میں کوتاہی ہوگئی، انھوں نے نادم ہوکر نبی ﷺ کو اپنے فعل کی اطلاع دی، ان کی ندامت اور توبہ پر اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی، اور اس حکم کو منسوخ کردیا، اور سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۸۷ نازل ہوئی: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلٰى نِسَاءِ كُمْ﴾: تمہارے فائدے کے لئے روزے کی شب میں یعنی رمضان کی راتوں میں تمہاری عورتوں کے ساتھ زن وشوئی کا معاملہ کرنا حلال کیا گیا ـــــ یہی حکم کھانے پینے کا بھی ہے ـــــ اور وجہ حکم یہ ہے: ﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ﴾: وہ تمہارا پہناوا ہیں اور تم ان کا پہناوا ہو یعنی تم رات میں لپٹ کر لیٹتے ہو: ﴿عَلِمَ اللّٰهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ﴾: اللہ تعالیٰ نے جانا کہ تم اپنی جانوں کے ساتھ خیانت کرتے ہو یعنی بیدار ہونے کے بعد مقاربت کرلیتے ہو، اس لئے اللہ تعالیٰ نے تم پر مہربانی کی نظر

فرمائی اور تمہارا گناہ معاف کردیا یعنی مضٰی ما مضٰی: جو کچھ ہوگیا معاف ہے، اب اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے دوسرا حکم بھیج رہے ہیں: ﴿فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾: پس اب ان عورتوں کے ساتھ بے پردہ اپنا بدن لگاؤ یعنی کپڑے نکال کر ساتھ لیٹو، اور تم چاہو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقدر کیا ہے یعنی صحبت بھی کرسکتے ہو، مگر مباشرت سے مطلوب اولاد ہونی چاہئے، محض شہوت رانی مقصود نہیں ہونی چاہئے، پس اس میں عزل کی کراہیت اور اغلام کی حرمت کی طرف اشارہ ہے۔

[۲۷-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلٰى نِسَاءِ كُمْ، هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ، عَلِمَ اللّٰهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ، فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾[البقرة: ۱۸۷]

[۴۵۰۸-] حدثنا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ. ح: وَحَدَّثَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَ صَوْمُ رَمَضَانَ كَانُوْا لاَ يَقْرَبُوْنَ النِّسَاءَ رَمَضَانَ كُلَّهُ، وَكَانَ رِجَالٌ يَخُوْنُوْنَ أَنْفُسَهُمْ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿عَلِمَ اللّٰهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ﴾ الآيَةَ.[راجع: ۱۹۱۵]

حدیث: حضرت براء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آنکھ لگ جانے کے بعد کھانا پینا جائز نہیں تھا، اس سے پہلے کھا پی سکتے تھے (یہ روایت کتاب الصوم میں گذری ہے) اور بیوی سے مقاربت پورے رمضان میں نہیں کرسکتے تھے، مگر حاشیہ میں ہے کہ دیگر احادیث میں ایسا فرق نہیں کیا گیا، کھانا پینا اور صحبت کرنا: تینوں کا حکم ایک تھا کہ آنکھ لگ جانے کے بعد یہ کام جائز نہیں تھے، پہلے جائز تھے۔

روزے کا وقت: صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہے

سابقہ حکم کے بعد اب روزے کا وقت بیان کرتے ہیں کہ وہ صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہے، ارشادِ پاک ہے: ﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾: اور کھاؤ پیؤ یہاں تک کہ صاف نظر آئے صبح کی سفید دھاری (رات کی) سیاہ دھاری سے (جدا ہوکر) — یہی حکم مجامعت کا بھی ہے — ﴿ثُمَّ أَتِمُّوْا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ﴾: پھر روزہ پورا کرو رات تک — یہی روزے کا وقت ہے۔

اعتکاف کا استثناء

﴿وَلاَ تُبَاشِرُوْهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾: اور عورتوں کے بدن سے شہوت کے ساتھ بدن مت لگاؤ جب تم مسجدوں میں اعتکاف میں ہوؤ، یعنی روزے میں تو رات میں مباشرت (جماع اور دواعی جماع) جائز ہے مگر اعتکاف

میں رات میں بھی دواعی جماع جائز نہیں، پس جماع تو بدرجہ اولیٰ جائز نہیں، دونوں سے اعتکاف باطل ہوجائے گا: ﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلاَ تَقْرَبُوْهَا﴾: یہ احکام اللہ کی سرحدیں ہیں، پس تم ان کے نزدیک بھی مت جاؤ، ان سے باہر نکلنا تو درکنار! ﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾: اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے اپنے احکام بیان کرتے ہیں، تاکہ لوگ (ان پر عمل کرکے) پرہیزگار بنیں۔

[۲۸-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ، ثُمَّ أَتِمُّوْا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ وَلاَ تُبَاشِرُوْهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿يَتَّقُوْنَ﴾[البقرة: ۱۸۷]

الْعَاكِفُ: الْمُقِيْمُ.

[۴۵۰۹-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيٍّ قَالَ: أَخَذَ عَدِيٌّ عِقَالاً أَبْيَضَ وَعِقَالاً أَسْوَدَ حَتَّى كَانَ بَعْضُ اللَّيْلِ نَظَرَ فَلَمْ يَسْتَبِيْنَا، فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! جَعَلْتُ تَحْتَ وِسَادَتِي. قَالَ: " إِنَّ وِسَادَتَكَ إِذًا لَعَرِيْضٌ أَنْ كَانَ الْخَيْطُ الأَبْيَضُ وَالأَسْوَدُ تَحْتَ وِسَادَتِكَ"[راجع: ۱۹۱۶]

لغت: عاکفون: العاکف کی جمع ہے، اس کے لغوی معنی ہیں: ٹھہرنے والا، مراد اعتکاف کرنے والے ہیں۔

حدیث: جب آیت: ﴿حَتّٰى يَتَبَيَّنَ﴾: نازل ہوئی تو حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے سفید اور سیاہ عقال لئے —— عقال: اونٹ کے پیر میں باندھنے کی رسّی کو کہتے ہیں —— یہاں تک کہ جب کچھ رات تھی تو دیکھا، پس دونوں ایک دوسرے سے واضح نہیں ہوئے، پھر جب انھوں نے صبح کی تو عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے میرے تکیہ کے نیچے رکھا، آپؐ نے فرمایا: ''بے شک تمہارا تکیہ تب تو بڑا چوڑا ہے کہ سفید اور سیاہ دھاگے تمہارے تکیہ کے نیچے آگئے، پھر ﴿مِنَ الْفَجْرِ﴾ نازل ہوا (تفصیل تحفۃ القاری ۴: ۵۸۷ میں ہے)

[۴۵۱۰-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنِ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا الْخَيْطُ الأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الأَسْوَدِ؟ أَهُمَا الْخَيْطَانِ؟ قَالَ: "إِنَّكَ لَعَرِيْضُ الْقَفَا إِنْ أَبْصَرْتَ الْخَيْطَيْنِ" ثُمَّ قَالَ: " لاَ بَلْ هُوَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ"[راجع: ۱۹۱۶]

ترجمہ: حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: سفید دھاگے کے سیاہ دھاگے سے جدا ہونے کا کیا مطلب ہے؟ کیا وہ (سوت کے) دو دھاگے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: بے شک تم چوڑی گدّی والے ہو کہ دیکھ لیا تم نے دونوں دھاگوں کو! پھر فرمایا:

نہیں بلکہ وہ رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے (کہتے ہیں: جس کی گدی چوڑی ہوتی ہے اس کا تکیہ چوڑا ہوتا ہے، مگر اتنا چوڑا تھوڑے ہی ہوتا ہے کہ رات اور دن دونوں اس کے نیچے آجائیں!)

[٤٥١١-] حدثنا ابْنُ أَبِیْ مَرْیَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ غَسَّانَ مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ أَبُوْحَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: أُنْزِلَتْ:﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ﴾ وَلَمْ تُنْزَلْ: ﴿مِنَ الْفَجْرِ﴾ وَكَانَ رِجَالٌ إِذَا أَرَادُوْا الصَّوْمَ رَبَطَ أَحَدُهُمْ فِي رِجْلَيْهِ الْخَيْطَ الْأَبْيَضَ وَالْخَيْطَ الْأَسْوَدَ، وَلَا يَزَالُ يَأْكُلُ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُ رُؤْيَتُهُمَا، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ بَعْدَهُ:﴿مِنَ الْفَجْرِ﴾ فَعَلِمُوْا أَنَّمَا يَعْنِیْ اللَّيْلَ مِنَ النَّهَارِ. [راجع: ١٩١٧]

ترجمہ: حضرت سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آیت: ﴿وَكُلُوْا...... مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ﴾ تک نازل کی گئی، اور ﴿مِنَ الْفَجْرِ﴾ نازل نہیں کیا گیا، اور کچھ لوگ جب وہ روزہ رکھنے کا ارادہ کرتے تو ان میں سے ایک اپنے دونوں پیروں میں سفید اور سیاہ دھاگے باندھ لیتا اور برابر کھاتا رہتا، یہاں تک کہ دونوں خوب واضح طور پر نظر آجاتے، پس اللہ تعالیٰ نے بعد میں ﴿مِنَ الْفَجْرِ﴾ نازل کیا، پس لوگوں نے جانا کہ رات کا دن سے واضح ہونا مراد ہے۔

نوٹ: آیت کا بعض حصہ روک لینے کی وجہ تحفۃ القاری (۵۸۸:۴) میں ہے۔

﴿وَأْتُوْا الْبُيُوْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾ کا شانِ نزول

جاہلیت کا طریقہ تھا کہ جب حج کا احرام باندھتے اور گھر میں جانے کی کوئی ضرورت پیش آتی تو دروازے سے نہیں جاتے تھے، عقب سے چھت پر چڑھ کر گھر کے اندر اترتے اور اس کو ''نیکی کا کام'' سمجھتے، پس سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۸۹ نازل ہوئی، اور اس طریقہ کو غلط قرار دیا: ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوْا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا، وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى، وَأْتُوْا الْبُيُوْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا، وَاتَّقُوْا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾: اور نیکی یہ نہیں ہے کہ گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے آؤ، بلکہ حرام چیزوں سے بچنا فضیلت کی بات ہے، اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ، اور اللہ تعالیٰ (کے احکام کی خلاف ورزی) سے ڈرو تا کہ تم کامیاب ہوؤ —— اسی سے یہ ضابطہ بنا کہ شرعاً مباح چیز کو طاعت وعبادت اعتقاد کر لینا یا اس کو معصیت اور محل ملامت اعتقاد کر لینا شرعاً مذموم ہے اور داخل بدعت ہے۔

[٢٩-] بَابُ قَوْلِهِ:﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوْا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا، وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى، وَأْتُوْا الْبُيُوْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا، وَاتَّقُوْا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾[البقرة: ١٨٩]

[٤٥١٢-] حدثنا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسَى، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ أَبِیْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: كَانُوْا إِذَا

أَحْرَمُوْا فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَتَوُا الْبَيْتَ مِنْ ظَهْرِهِ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوْا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا، وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَى، وَأْتُوْا الْبُيُوْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾[راجع: ۱۸۰۳]

ملحوظہ: حضرت براء رضی اللہ عنہ کی یہ روایت پہلے (تحفۃ القاری ۴:۵۰۱) بھی آئی ہے مگر اُس کا سیاق یہاں سے مختلف ہے۔

﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾ میں فتنہ سے شرک وکفر مراد ہے، خانہ جنگی مراد نہیں

لغت میں فتن کے معنی ہیں: سونے کو آگ میں تپا کر کھرا کھوٹا معلوم کرنا (تاج) قرآنِ کریم میں لفظ فتنہ اور اس کے مشتقات گیارہ معانی کے لئے مستعمل ہیں (لغات القرآن) سورۃ لبقرۃ کی آیت ۱۹۳ میں خوارج نے فتنہ سے خانہ جنگی (ملک کے لئے لڑائی) مراد لی، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو الزام دیا کہ آپ الگ تھلگ کیوں ہیں؟ آپ نے ان کو سمجھایا کہ اس آیت میں فتنہ سے مراد 'کفر وشرک' ہے، اور ہم نے اس فتنہ کو فرو کرنے کے لئے جہاد کیا ہے، مسلمانوں کی باہمی لڑائی اس کا مصداق نہیں، پھر دوسری روایت میں ایک شخص نے سورۃ الحجرات کی آیت ۹ سے الزام دیا تو حضرت ابن عمرؓ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا، کیونکہ کونسا فریق حق پر تھا؟ یہ بات اس وقت واضح نہیں تھی، پھر کس کا ساتھ دیتے؟

[۳۰-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ، فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِيْنَ﴾[البقرة: ۱۹۳]

[۴۵۱۳-] حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَتَاهُ رَجُلَانِ فِي فِتْنَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالَا: إِنَّ النَّاسَ ضُيِّعُوْا، وَأَنْتَ ابْنُ عُمَرَ وَصَاحِبُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَمَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَخْرُجَ؟ فَقَالَ: يَمْنَعُنِيْ أَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ دَمَ أَخِيْ، قَالَا: أَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ: ﴿فَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾ فَقَالَ: قَاتَلْنَاهُمْ حَتَّى لَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ، وَكَانَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ، فَأَنْتُمْ تُرِيْدُوْنَ أَنْ تُقَاتِلُوْا حَتَّى تَكُوْنَ فِتْنَةٌ، وَيَكُوْنُ الدِّيْنُ لِغَيْرِ اللّٰهِ![راجع: ۳۱۳۰]

آیت کریمہ: اور لڑو تم ان (مشرکین) سے، یہاں تک کہ نہ باقی رہے فتنہ (مشرکوں کی شرارتیں) اور ہو جائے دین اللہ کے لئے، پس اگر باز آجائیں وہ یعنی کفر وشرک سے توبہ کرلیں تو زیادتی نہیں ہے مگر ظالموں پر۔

تفسیر: کافروں سے لڑائی اسی لئے ہے کہ ان کا ظلم موقوف ہو، وہ مسلمانوں کو نہ ستائیں، اور زمین میں حکم صرف اللہ تعالیٰ ہی کا جاری رہے یعنی مسلمان بہ اطمینان دین پر عمل کرسکیں، پھر اگر وہ کفر وشرک سے یا شرارتوں اور مسلمانوں پر زیادتیوں سے باز آجائیں تو اب ان سے مت لڑو، لڑو گے تو وہ تمہاری طرف سے زیادتی ہوگی، اور تم مورد الزام ٹھہروگے۔

حدیث: پہلی مرتبہ آئی ہے، پہلے اس کی صرف سند آئی ہے، مضمون نہیں آیا: نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں: دو (خارجی) آدمی

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی آزمائش میں یعنی ۷۳ ہجری میں جب حجاج نے مکہ مکرمہ میں ابن الزبیرؓ کا محاصرہ کیا تو دو آدمی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آئے، انھوں نے کہا: بالیقین لوگ ہلاک کر دیئے گئے، اور آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اور نبی ﷺ کے صحابی ہیں، پس آپ کو (ابن الزبیر کی مدد کے لئے) نکلنے سے کیا چیز روکتی ہے؟ ابن عمرؓ نے جواب دیا: مجھے یہ بات روکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے (مسلمان) بھائی کا خون حرام کیا ہے یعنی حجاج کی طرف جو لوگ ہیں وہ بھی مسلمان ہیں، اور مسلمان کا خون حرام ہے! ان دونوں نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ ''ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے؟'' ابن عمرؓ نے جواب دیا: ہم ان (مشرکین) کے ساتھ لڑے یہاں تک کہ فتنہ باقی نہیں رہا اور دین اللہ کے لئے ہو گیا، اب تم چاہتے ہو کہ آپس میں لڑو تا کہ فتنہ بپا ہو، اور دین غیر اللہ کے لئے ہو جائے!

[٤٥١٤-] وَزَادَ عُثْمَانُ بْنُ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ فُلَانٌ وَحَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو الْمَعَافِرِيِّ، أَنَّ بُكَيْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَهُ، عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ رَجُلًا أَتَى ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ! مَا حَمَلَكَ عَلٰى أَنْ تَحُجَّ عَامًا وَتَعْتَمِرَ عَامًا، وَتَتْرُكَ الْجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، قَدْ عَلِمْتَ مَا رَغَّبَ اللّٰهُ فِيْهِ؟ قَالَ: يَا ابْنَ أَخِيْ! بُنِيَ الإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ: إِيْمَانٍ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ، وَالصَّلَاةِ الْخَمْسِ، وَصِيَامِ رَمَضَانَ، وَأَدَاءِ الزَّكَاةِ، وَحَجِّ الْبَيْتِ. قَالَ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ! أَلَا تَسْمَعُ مَا ذَكَرَ اللّٰهُ فِي كِتَابِهِ: ﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا﴾ إِلٰى ﴿أَمْرِ اللّٰهِ﴾[الحجرات: ٩] ﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾ [البقرة: ١٩٣]؟ قَالَ: فَعَلْنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَكَانَ الإِسْلَامُ قَلِيْلًا، فَكَانَ الرَّجُلُ يُفْتَنُ فِي دِيْنِهِ إِمَّا قَتَلُوْهُ وَإِمَّا يُعَذِّبُوْهُ، حَتّٰى كَثُرَ الإِسْلَامُ فَلَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ.[راجع: ٣١٣٠]

ترجمہ: نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں: ایک شخص ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا، اس نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن (ابن عمر کی دوسری کنیت) کس چیز نے آپ کو ابھارا کہ آپ ایک سال حج کرتے ہیں اور ایک سال عمرہ کرتے ہیں، اور راہِ خدا میں جہاد نہیں کرتے، حالانکہ آپ اس ترغیب کو جانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے جہاد کے سلسلہ میں دی ہے؟ ابن عمرؓ نے جواب دیا: بھتیجے! اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا، اور پانچ نمازیں، اور رمضان کے روزے، اور زکات کی ادائیگی اور خانہ کعبہ کا حج ــــ اس شخص نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! کیا نہیں سنتے آپ وہ بات جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں (سورۃ الحجرات آیت ۹ میں) ذکر فرمائی ہے کہ اگر مؤمنین کی دو جماعتیں باہم لڑیں تو ان میں مصالحت کراؤ، پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے ــــ اور سورۃ البقرۃ آیت ۱۹۳ میں فرمایا ہے: اور ان سے لڑو تا آنکہ فتنہ باقی نہ رہے؟ ابن عمرؓ نے فرمایا: ہم نے یہ کام نبی ﷺ کے زمانہ میں کیا جبکہ اسلام تھوڑا تھا یعنی مسلمان کم تھے، پس ایک آدمی آزمائش میں مبتلا کیا جاتا تھا اس کے دین

میں یعنی دینِ اسلام قبول کرنے کی وجہ سے یا اس پر عمل کرنے کی وجہ سے وہ ستایا جاتا تھا: وہ اس کو قتل کردیتے تھے یا اس کو تکلیف پہنچاتے تھے، یہاں تک کہ اسلام پھیل گیا اور کوئی آزمائش باقی نہ رہی (یہ سورۃ البقرۃ کی آیت کا جواب دیا، اور سورۃ الحجرات کی آیت کا جواب نہیں دیا)

[٤٥١٥-] قَالَ: فَمَا قَوْلُكَ فِي عَلِيٍّ وَعُثْمَانَ؟ قَالَ: أَمَّا عُثْمَانُ فَكَأَنَّ اللّٰهَ عَفَا عَنْهُ، وَأَمَّا أَنْتُمْ فَكَرِهْتُمْ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُ، وَأَمَّا عَلِيٌّ فَابْنُ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَخَتَنُهُ. وَأَشَارَ بِيَدِهِ فَقَالَ: هٰذَا بَيْتُهُ حَيْثُ تَرَوْنَ.

ترجمہ: اس (خارجی) نے کہا: پس آپؓ علیؓ اور عثمانؓ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ (خوارج شیخین سے محبت رکھتے ہیں اور ختنین سے بغض رکھتے ہیں) ابن عمرؓ نے فرمایا: رہے عثمانؓ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کردیا (جیسا کہ سورہ آل عمران میں ہے) اور رہے تم تو تم ناپسند کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ ان سے درگذر کریں! اور رہے علیؓ تو وہ نبی ﷺ کے چچازاد بھائی اور داماد ہیں، اور آپؓ نے اشارہ کیا اور فرمایا: یہ ان کا گھر ہے جہاں تم دیکھتے ہو! یعنی نبی ﷺ کے گھروں کے ساتھ ان کا گھر ہے!

اپنے ہاتھوں ہلاکت میں مت پڑو: کا مطلب

سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۹۵ ہے: ﴿وَأَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَلَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ، وَأَحْسِنُوْا، إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾: اور تم اللہ کی راہ میں (جہاد میں) خرچ کرو، اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں مت پڑو، اور اچھے کام کرو، بے شک اللہ تعالیٰ اچھے کام کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

لغت: التهلكة: مصدر ہے، هلك (ض ف) هَلاَكًا و تهلكةً: مرجانا، ہلاک ہونا، تباہ ہونا۔

حدیث: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آیت: وَأنفقوا: (جہاد میں) خرچ کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے —— اس کی تفصیل ترمذی (تحفۃ الالمعی ۷: ۱۳۰) میں ہے: روم کے شہر (قسطنطينية) پر جنگ ہورہی تھی، ایک مسلمان نے رومیوں کے لشکر پر حملہ کیا، اور وہ ان کی صفوں میں گھس گیا، لوگ چلائے: ارے! اپنے ہاتھ ہلاکت میں کیوں ڈال رہا ہے! پس حضرت ابوایوب انصاریؓ کھڑے ہوئے، اور انھوں نے فرمایا: ”لوگو! تم اس آیت کا یہ مطلب سمجھتے ہو کہ بہادری کا مظاہرہ کرنا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے حالانکہ یہ آیت ہم انصار کے حق میں نازل ہوئی ہے، جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت بخشی، اور اس کے مددگار بہت ہوگئے، تو ہمارے بعض نے بعض سے —— نبی ﷺ سے چھپا کر —— کہا: ہمارے کاروبار ضائع ہوگئے، اور اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت بخش دی ہے اور اس کے مددگار بہت ہوگئے ہیں، پس کاش ہم اپنے کاروبار میں ٹھہرتے! اور اس میں سے جو برباد ہوگیا ہے اس کو سنوارتے! پس اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر یہ آیت نازل کی، اور اس کے ذریعہ اس بات کی تردید کی جو ہم نے کہی تھی، فرمایا: ”اللہ کے راستہ میں خرچ کرو، اور خود اپنے ہاتھوں تباہی

میں مت پڑو' پس تباہی اموال میں ٹھہرنا، ان کو سنوارنا اور جہاد چھوڑنا ہے، چنانچہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ برابر راہِ خدا میں حاضر رہے یہاں تک کہ روم کی زمین ہی میں دفن کئے گئے (ترمذی حدیث ۲۹۹۴ تحفۃ الالمعی ۷:۱۳۰)

تشریح: اس حدیث کی روشنی میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ مسلمانوں کی عزت راہِ خدا میں مال خرچ کرنے میں اور جہاد کرنے میں ہے، اگر مسلمان ایسا نہیں کریں گے تو وہ تباہ ہونگے، رہی یہ بات کہ جنگ میں کوئی بہادری کا مظاہرہ کرے اور دشمن پر رعب طاری کردے اور فوج کو بہادری پر ابھارے تو یہ بھی صحیح مقصد ہے، یہ اپنے ہاتھوں ہلاکت میں پڑنا نہیں۔

[۳۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَأَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوْا إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾[البقرة: ١٩٥]

التَّهْلُكَةُ وَالْهَلَاكُ وَاحِدٌ.

[٤٥١٦-] حدثنا إِسْحَاقُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا النَّضْرُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُلَيْمَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ: ﴿وَأَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ قَالَ: نَزَلَتْ فِي النَّفَقَةِ.

مجبوری میں ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب کرے تو فدیہ واجب ہے

کبھی مجبوری میں ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے، سر میں آپریشن کرانا ہے تو بال مونڈنے پڑتے ہیں، پس ایسی صورت میں فدیہ واجب ہوتا ہے، اور فدیہ تین چیزیں ہیں: تین روزے رکھے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا جانور ذبح کرے اور ان تینوں میں اختیار ہے۔ اور بغیر عذر کے ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب کرے تو دم واجب ہوگا۔ اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۴:۵۱۳) گذری ہے۔

[۳۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَّأْسِهِ﴾[البقرة:١٩٦]

[٤٥١٧-] حدثنا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَعْقِلٍ، قَالَ: قَعَدْتُ إِلَى كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ – يَعْنِيْ مَسْجِدَ الْكُوْفَةِ – فَسَأَلْتُهُ عَنْ: "فِدْيَةٍ مِنْ صِيَامٍ" فَقَالَ: حُمِلْتُ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلٰى وَجْهِيْ، فَقَالَ: "مَا كُنْتُ أُرَى أَنَّ الْجَهْدَ بَلَغَ بِكَ هٰذَا، أَمَا تَجِدُ شَاةً؟" قُلْتُ: لَا. قَالَ: "صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ، لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ طَعَامٍ، وَاحْلِقْ رَأْسَكَ" فَنَزَلَتْ فِيَّ خَاصَّةً وَهِيَ لَكُمْ عَامَّةً. [راجع: ١٨١٤]

ترجمہ: عبداللہ بن معقل کہتے ہیں: میں اس مسجد میں یعنی کوفہ کی مسجد میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا،

میں نے ان سے فدیة من صیام کا شانِ نزول پوچھا، انھوں نے کہا: میں نبی ﷺ کے پاس لے جایا گیا درانحالیکہ جوئیں میرے چہرے پر جڑھ رہی تھیں، نبی ﷺ نے فرمایا: ''نہیں دیکھتا تھا میں کہ تکلیف پہنچی ہے آپ کو اس درجہ تک! کیا نہیں پاتے آپ بکری؟ میں نے کہا نہیں: آپؐ نے فرمایا: تین روزے رکھو یا چھ غریبوں کو کھانا کھلاؤ، ہر غریب کو گیوں کا آدھا صاع دو اور اپنا سر منڈوادو ـــــ پس آیت میرے حق میں خاص طور پر نازل ہوئی ہے، اور وہ آپ سب کے لئے ہے (اعتبار نص کے الفاظ کے عموم کا ہے، شانِ نزول کی خصوصیت کا اعتبار نہیں)

حج تمتع اور قران جائز ہیں، قرآن وسنت سے ثابت ہیں

سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۹۶ میں ہے: ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾: پس جو شخص فائدہ اٹھائے عمرہ سے حج کے ساتھ تو جو کچھ قربانی میسر ہو (وہ ذبح کرے) اور جو شخص قربانی نہ پائے تو وہ حج میں تین روزے رکھے، اور سات روزے رکھو جب تم لوٹو، یہ دس روزے کامل ہیں)

حج تمتع: میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھے، پھر مکہ پہنچ کر افعالِ عمرہ کر کے احرام کھول دے، پھر حج کا احرام مکہ سے باندھے اور حج کرے: یہ تمتع ہے، اور اس پر قربانی واجب ہے، اور قربانی میسر نہ ہو تو دس روزے رکھے، جیسا کہ آیت میں ہے۔

حج قران: میقات سے حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھے، پھر مکہ پہنچ کر افعالِ عمرہ کرے اور احرام نہ کھولے، بلکہ اسی احرام سے حج کرے، پھر دونوں احرام ایک ساتھ کھولے، اس پر بھی قربانی واجب ہے، ورنہ دس روزے رکھے۔

حج افراد: میقات سے صرف حج کا احرام باندھے، اور حج کر کے احرام کھولے، اس پر قربانی واجب نہیں، تینوں طرح سے حج کرنا جائز ہے ـــــ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعبہ شریف کو سال بھر آباد کرنے کی مصلحت سے لوگوں کو حج کے ساتھ عمرہ کرنے سے منع کیا تھا، پھر حضرت عثمان اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما نے مسئلہ کے طور پر منع کیا تو صحابہ نے مخالفت کی کہ قرآن وسنت سے تمتع اور قران جائز ہیں، جیسا کہ باب کی حدیث میں ہے۔

[۳۳-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ﴾[البقرة: ۱۹۶]

[۴۵۱۸-] حدثنا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عِمْرَانَ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ رَجَاءٍ، عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: أُنْزِلَتْ آيَةُ الْمُتْعَةِ فِيْ كِتَابِ اللهِ، فَفَعَلْنَاهَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، وَلَمْ يُنْزَلْ قُرآنٌ يُحَرِّمُهُ، وَلَمْ يُنْهَ عَنْهَا حَتَّى مَاتَ، قَالَ رَجُلٌ بِرَأْيِهِ مَاشَاءَ. [راجع: ۱۵۷۱]

ترجمہ: حضرت عمران رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: قرآن میں فائدہ اٹھانے کی یعنی تمتع اور قران کی آیت نازل کی گئی، پس ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ تمتع اور قران کیا، اور قرآن میں ایسی کوئی آیت نہیں اتاری گئی جو اس کی ممانعت کرتی ہو، اور نہ نبی

ﷺ نے تاوفات اس سے روکا، اور کہا ایک شخص نے یعنی حضرت عثمانؓ یا حضرت معاویہؓ نے اپنی رائے سے جو چاہا یعنی ممانعت کی، پس اس کا اعتبار نہیں۔

حج کے سیزن میں تجارت جائز ہے

جاہلیت میں پانچ میلے یکے بعد دیگرے لگتے تھے: عُکاظ، ذوالمجاز اور مجنّہ: مرالظہر ان کے قریب لگتے تھے، اور حُباشہ: یمن کی جانب میں مکہ سے چھ منزل کے فاصلہ پر لگتا تھا، پھر خاص حج کے دنوں میں 'مینا بازار' لگتا تھا، ان میلوں میں لوگ خریداری اور کاروبار کرتے تھے، جب اسلام کا زمانہ آیا تو کچھ لوگوں نے اس کو ناپسند کیا، کیونکہ حج کا سفر ایک عبادت کا سفر ہے، پس اس کو تجارت کا وسیلہ نہیں بنانا چاہئے، چنانچہ سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۹۸ نازل ہوئی کہ تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کی روزی تلاش کرو، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں **فی مواسم الحج** بڑھاتے تھے یعنی حج کے سیزن میں تجارت اور خرید وفروخت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں، البتہ ضروری ہے کہ نیت حج کی ہو اور تجارت ضمناً ہو، اور دلوں کا حال اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔ اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۴: ۴۸۱) گذری ہے۔

[۳۴-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلاً مِنْ رَبِّكُمْ﴾[البقرة: ۱۹۸]

[۴۵۱۹-] حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَتْ عُكَاظُ، وَمَجَنَّةُ، وَذُو الْمَجَازِ أَسْوَاقَ الْجَاهِلِيَّةِ، فَتَأَثَّمُوْا أَنْ يَتَّجِرُوْا فِي الْمَوَاسِمِ، فَنَزَلَتْ: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلاً مِنْ رَبِّكُمْ﴾ فِيْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ. [راجع: ۱۷۷۰]

وقوفِ عرفہ ہر حاجی پر فرض ہے، کوئی اس سے مستثنیٰ نہیں

جاہلیت میں مکہ کے لوگ عرفات نہیں جاتے تھے، عرفات حرم سے باہر ہے، وہ مزدلفہ میں ٹھہر جاتے تھے، اور قریش کے سوا دوسرے حاجی عرفات تک جاتے تھے، پھر وہاں سے طوافِ زیارت کے لئے مکہ مکرمہ کو واپس آتے تھے، پس سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۹۹ نازل ہوئی: ﴿ثُمَّ أَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ، وَاسْتَغْفِرُوْا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ﴾: پھر طوافِ زیارت کے لئے پھرو جہاں سے سب لوگ پھریں، اور اللہ سے مغفرت چاہو، بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والے مہربان ہیں ـــــ یہ خاص مکہ والوں سے خطاب ہے کہ جہاں سے سب لوگ طواف کو آئیں تم بھی وہیں جا کر لوٹو یعنی عرفات سے اور گذشتہ تقصیر پر ندامت کے آنسو بہاؤ، اللہ تعالیٰ معاف کردیں گے۔

[۳۵-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿ثُمَّ أَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ﴾[البقرة: ۱۹۹]

[۴۵۲۰-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَازِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ

عَائِشَةَ: كَانَتْ قُرَيْشٌ وَمَنْ دَانَ دِيْنَهَا يَقِفُوْنَ بِالْمُزْدَلِفَةِ، وَكَانُوْا يُسَمَّوْنَ الْحُمْسَ، وَكَانَ سَائِرُ الْعَرَبِ يَقِفُوْنَ بِعَرَفَاتٍ، فَلَمَّا جَاءَ الإِسْلَامُ أَمَرَ اللّٰهُ نَبِيَّهُ صلى الله عليه وسلم أَنْ يَأْتِيَ عَرَفَاتٍ، ثُمَّ يَقِفُ بِهَا، ثُمَّ يُفِيْضَ مِنْهَا، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿ ثُمَّ أَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ﴾[البقرة: ١٩٩] [راجع: ١٦٦٥]

ترجمہ: صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: قریش اور وہ لوگ جو ان کے دھرم پر تھے یعنی جن مورتیوں کی قریش پوجا کرتے تھے ان کی وہ لوگ بھی پوجا کرتے تھے: مزدلفہ میں رک جاتے تھے، اور وہ حُمس نام رکھے جاتے تھے ــــ حُمس کے لغوی معنی ہیں: دین میں ٹھوس، مضبوط ــــ اور باقی عرب عرفات میں ٹھہرتے تھے، پھر جب اسلام کا زمانہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ عرفات جائیں، پھر وہاں وقوف فرمائیں، پھر وہاں سے طوافِ زیارت کے لئے لوٹیں، پس یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''پھر طوافِ زیارت کے لئے لوٹو جہاں سے لوگ لوٹتے ہیں یعنی عرفات سے'' (أفاض إفاضة کے معنی ہیں: عرفات سے طوافِ زیارت کے لئے لوٹنا)

[٤٥٢١-] حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِيْ بَكْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ كُرَيْبٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: يَطُوْفُ الرَّجُلُ بِالْبَيْتِ مَاكَانَ حَلَالاً حَتَّى يُهِلَّ بِالْحَجِّ، فَإِذَا رَكِبَ إِلٰى عَرَفَةَ فَمَنْ تَيَسَّرَ لَهُ هَدْيُهُ مِنَ الإِبِلِ أَوِ الْبَقَرِ أَوِ الْغَنَمِ، مَا تَيَسَّرَ لَهُ مِنْ ذٰلِكَ أَيَّ ذٰلِكَ شَاءَ، غَيْرَ إِنْ لَمْ يَتَيَسَّرْ لَهُ فَعَلَيْهِ ثَلاَثَةُ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ، وَذٰلِكَ قَبْلَ يَوْمِ عَرَفَةَ، فَإِنْ كَانَ آخِرُ يَوْمٍ مِنَ الأَيَّامِ الثَّلاَثَةِ يَوْمَ عَرَفَةَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ، ثُمَّ لِيَنْطَلِقْ حَتَّى يَقِفَ بِعَرَفَاتٍ مِنْ صَلاَةِ الْعَصْرِ إِلٰى أَنْ يَكُوْنَ الظَّلاَمُ، ثُمَّ لِيَدْفَعُوْا مِنْ عَرَفَاتٍ إِذَا أَفَاضُوْا مِنْهَا حَتَّى يَبْلُغُوْا جَمْعًا الَّذِيْ يُتَبَرَّرُ بِهِ، ثُمَّ لِيَذْكُرُوْا اللّٰهَ كَثِيْرًا، أَوْ: أَكْثِرُوْا التَّكْبِيْرَ وَالتَّهْلِيْلَ قَبْلَ أَنْ تُصْبِحُوْا ثُمَّ أَفِيْضُوْا، فَإِنَّ النَّاسَ كَانُوْا يُفِيْضُوْنَ، وَقَالَ اللّٰهُ:﴿ ثُمَّ أَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوْا اللّٰهَ، إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ﴾[البقرة: ١٩٩] حَتَّى تَرْمُوْا الْجَمْرَةَ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں: آدمی بیت اللہ کا طواف کرے جب تک وہ حلال (بے احرام) ہے یعنی عمرہ سے حلال ہونے کے بعد بیت اللہ کا نفلی طواف کرتا رہے، یہاں تک کہ (مکہ سے) حج کا احرام باندھے، پھر جب سوار ہو کر عرفہ کی طرف نکلے تو قربانی اس کو میسر ہو اونٹ یا گائے یا بکری سے، جو آسان ہو اس کے لئے ان میں سے جونسی چاہے (پیش کرے، کیونکہ متمتع پر قربانی واجب ہے) البتہ اگر اس کو قربانی میسر نہ ہو تو اس پر حج میں تین روزے لازم ہیں، اور وہ روزے عرفہ کے دن سے پہلے رکھ لے (تاکہ عرفہ کے دن روزہ رکھنے کی وجہ سے کوئی پریشانی نہ ہو) پس اگر ان تین دنوں میں سے آخری دن عرفہ کا دن ہو تو اس میں بھی کوئی گناہ نہیں (متمتع کو اگر ہدی میسر نہ ہو تو وہ حج کا احرام جلدی باندھے اور ۸ ذی الحجہ تک تین روزے رکھ لے، لیکن اگر تیسرا روزہ ۹ ذی الحجہ کو رکھے تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں) پھر چاہئے کہ وہ چلے یہاں تک

کہ عرفہ میں ٹھہرے عصر کی نماز سے یہاں تک کہ اندھیرا چھاجائے یعنی آفتاب غروب ہوجائے، وقوفِ عرفہ میں رات کا کچھ حصہ ملانا ضروری ہے، پھر چاہئے کہ وہ عرفہ سے لوٹے جب لوگ عرفہ سے لوٹیں، یہاں تک کہ وہ مزدلفہ پہنچیں، وہ مزدلفہ جس میں وہ نیکی کا کام کرے (مزدلفہ میں رات گذارنا سنت ہے) پھر چاہئے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کریں یا فرمایا: زیادہ کریں تکبیر وتہلیل صبح کرنے سے پہلے (پھر صبح صادق کے بعد غیر معذور کے لئے وقوفِ مزدلفہ واجب ہے) پھر لوگ لوٹیں اس لئے کہ لوگ اس وقت لوٹا کرتے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، یہاں تک کہ منیٰ میں پہنچ کر جمرۂ عقبہ کی رمی کریں۔

ایک قرآنی دعا جو ہمیشہ مانگنی چاہئے

حج کے احکام کے ضمن میں سورۃ البقرۃ آیت ۲۰۱ میں ایک قیمتی دعا آئی ہے، نبی ﷺ وہ دعا ہمیشہ مانگتے تھے، پس ہمیں بھی وہ دعا ہمیشہ مانگنی چاہئے، وہ دعا یہ ہے: ﴿رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَفِی الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں خوبی اور آخرت میں خوبی عطا فرما، اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا! —— اور باب کی حدیث میں کان یقول ہے یعنی نبی ﷺ ہمیشہ یہ دعا مانگتے تھے، میں بھی جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے برابر یہ دعا مانگتا ہوں، فالحمد للہ!

[۳۶-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ رَبَّنَا ءَ اتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِی الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ [البقرة: ۲۰۱]

[۴۵۲۲-] حدثنا أَبُوْ مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: "اللّٰهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِی الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ"

[طرفه: ۶۳۸۹]

سخت جھگڑالو آدمی اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہے

سورۃ البقرۃ آیات ۲۰۴-۲۰۶ میں اخنس بن شریق کی حالت کی طرف تلمیح (اشارہ) ہے، یہ شخص منافق تھا، اور بڑا فصیح وبلیغ تھا، خدمتِ نبوی میں حاضر ہوتا اور قسمیں کھا کر دعوئے اسلام کرتا، آپؐ اس کی باتوں سے متأثر ہوکر قریب بٹھاتے، پھر جب مجلسِ نبوی سے اٹھ کر جاتا تو فساد وشرارت اور مخلوق کو ستانے میں لگ جاتا، اس منافق کے بارے میں مذکورہ آیات نازل ہوئیں، فرمایا: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِی الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾: اور بعضا آدمی ایسا ہے کہ پسند آتی ہے آپؐ کو اس کی بات دنیا کی زندگانی کے بارے میں یعنی میٹھی میٹھی چکنی چپڑی باتیں کرتا ہے: ﴿وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا قَلْبِهِ﴾: اور اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہے اپنے دل کی بات پر یعنی قسم کھا کر کہتا ہے کہ وہ اپنے دعوئے ایمان میں سچا ہے، اور اس کے دل میں اسلام کی محبت ہے

﴿وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ﴾: حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے یعنی جب جھگڑتا ہے تو کچھ کمی نہیں چھوڑتا، جبکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ سخت جھگڑالو آدمی اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے ﴿وَإِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ﴾: اور جب (مجلس نبوی سے) پھرتا ہے تو زمین میں چلتا ہے، تاکہ زمین میں فساد کرے، اور کھیتی اور مویشی کو تلف کرے ﴿وَاللّٰهُ لَايُحِبُّ الْفَسَادَ﴾: اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتے: ﴿وَإِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالإِثْمِ﴾: اور جب اس سے کہا جاتا ہے: اللہ کا خوف کر! تو اُس کو نخوت (گھمنڈ، غرور) گناہ کرنے پر ابھارتی ہے یعنی منع کرنے سے اس کو زیادہ ضد چڑھتی ہے ﴿فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ، وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾: سو اس کے لئے دوزخ کافی ہے، اور وہ بہت ہی بری آرام گاہ ہے۔

لغات: أَلَدّ: سخت جھگڑالو، لَدّ سے اسم تفضیل یا صفت مشبہ اور **خصام**: یا تو مصدر ہے یا خَصْم کی جمع ہے، اس کے معنی بھی ہیں: جھگڑا کرنا، اور اضافت بمعنی فی ہے أی **أَلَدُّ في الخصام**: جھگڑا کرنے میں سخت۔

قاعدہ: جب مضاف اور مضاف الیہ ہم معنی ہوں تو مضاف میں تجرید کی جاتی ہے، پس ألد کے معنی ہونگے: سخت .... اور النَّسْل کے معنی ہیں: اولاد، اور آیت میں شانِ نزول کے قرینہ سے مویشی (گدھے) مراد ہیں۔

[۳۷-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ﴾ [البقرة: ۲۰۴]

وَقَالَ عَطَاءٌ: النَّسْلُ: الْحَيَوَانُ.

[۴۵۲۳-] حدثنا قَبِيْصَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ تَرْفَعُهُ قَالَ: "أَبْغَضُ الرِّجَالِ إِلَى اللّٰهِ الْأَلَدُّ الْخَصِمُ" [راجع: ۲۴۵۷]

وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِيْ ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم.

قوله: ترفعه: ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حدیث کو مرفوع کرتی تھیں یعنی **أبغض الرجال**: نبی ﷺ کا ارشاد ہے، اور اس لفظ سے حدیث حکماً مرفوع ہوتی ہے، اس لئے عبداللہ بن الولید عدنی کی سند لائے، اس میں حدیث صراحۃً مرفوع ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے سورۂ یوسف کی آیت کی تفسیر سورۃ البقرۃ کی آیت سے کی ہے

سورۃ یوسف کی آیت ۱۱۰ ہے: ﴿حَتّٰى إِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَاءَ هُمْ نَصْرُنَا، فَنُجِّيَ مَنْ نَشَاءُ، وَلَا يُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ﴾: (رسولوں کو مدد پہنچنے میں دیر ہوئی) یہاں تک کہ جب رسول (مدد سے) ناامید ہوگئے اور انھوں نے گمان کیا کہ وہ وعدہ خلافی کئے گئے تو ان کو ہماری مدد پہنچی، پھر جس کو ہم نے چاہا بچالیا، اور مجرم لوگوں سے ہمارا عذاب پھیرا نہیں جاتا۔

تفسیر: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کُذِبُوْا تخفیف کے ساتھ یعنی ذال کی تشدید کے بغیر پڑھا ہے، جو ماضی مجہول جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے، مصدر کِذْب ہے، جس کے معنی ہیں: وہ جھوٹ کہے گئے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آنے کی جو بات انھوں نے قوموں سے کہی تھی وہ سچی نہ نکلی، أُخْلِفُوْا: وہ وعدہ خلافی کئے گئے (درمنثور)

مگر اس پر اشکال ہوتا ہے کہ پیغامبر اپنے پروردگار کے بارے میں ایسا گمان کیسے کرسکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے جھوٹا وعدہ کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بہ مقتضائے بشریت انتہائی پریشانی کی حالت میں مایوسی کے کلمات زبان سے نکل گئے، جیسے سورۃ البقرۃ آیت ۲۱۴ میں ارشادِ پاک ہے: ﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ، مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهُ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ! أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ﴾: کیا تم گمان کرتے ہو کہ جنت میں پہنچ جاؤ گے، حالانکہ اب تک تمہیں نہیں پہنچے ہیں ان لوگوں جیسے احوال جو تم سے پہلے گذرے ہیں؟ چھویا ان کو تنگی اور سختی نے اور جنبش دیئے گئے وہ یہاں تک کہ رسول اور جو لوگ ان پر ایمان لائے تھے بول اٹھے: اللہ تعالیٰ کی مدد کب آئے گی؟! سنو! بے شک اللہ تعالیٰ کی مدد آیا ہی چاہتی ہے! —— یعنی بہ مقتضائے بشریت پریشانی کی حالت میں مایوسانہ کلمات منہ سے سرزد ہونے لگے، اور یہ ایک فطری بات ہے، جب نوبت یہاں تک پہنچی تو رحمتِ حق متوجہ ہوئی اور وحی آئی کہ گھبراؤ نہیں مدد آ ہی رہی ہے۔

اور اس کی نظیر: حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ ہے، آپؑ نے انتہائی پریشانی میں کہا تھا: ﴿أَوْ آوِيْ إِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ﴾: یا میں کسی مضبوط جتھہ (خاندان) کی پناہ پکڑے ہوئے ہوتا! (ہود ۸۰) حالانکہ آپؑ کو مضبوط جتھہ کی یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل تھی، مگر انتہائی پریشانی میں اُدھر خیال نہ گیا۔

دوسری نظیر: بدر کے دن الحاح وزاری کرتے ہوئے نبی ﷺ کی زبانِ مبارک سے نکلا: اللّٰھم! إن شِئْتَ لم تُعبد بعدَ الیوم أبدا: اگر آج یہ مٹھی بھر مسلمان ہلاک ہوگئے تو زمین میں آپ کی عبادت کبھی نہیں کی جائے گی! یہ ارشاد بھی آخری درجہ کی پریشانی کی غمازی کرتا ہے، چنانچہ فوراً وحی آئی، آپؐ کو تسلی دی گئی کہ ہم فرشتوں کی کمک بھیج رہے ہیں، اور آپؐ پُر امید ہوکر یہ فرماتے ہوئے باہر تشریف لائے کہ عنقریب جتھہ شکست کھائے گا اور دم دبا کر بھاگے گا!

[۳۸-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ، مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّآءُ﴾ إِلٰى ﴿قَرِيْبٌ﴾[البقرة: ۲۱٤]

[٤٥٢٤-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِيْ مُلَيْكَةَ، يَقُوْلُ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿حَتّٰى إِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا﴾ خَفِيْفَةً، ذَهَبَ بِهَا هُنَاكَ، وَتَلَا: ﴿حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهُ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ﴾

ترجمہ: ابن عباسؓ نے فرمایا: قَدْ كُذِبُوْا: ذال کی تشدید کے بغیر ہے، ابن عباسؓ اس آیت کے ساتھ گئے وہاں یعنی سورۃ البقرہ کی طرف اور تلاوت کی حتی یقول الآیۃ یعنی سورۃ یوسف کی آیت کی تفسیر سورۃ بقرۃ کی آیت سے کی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سورۃ یوسف کی آیت میں كُذِّبُوْا پڑھا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۂ یوسف کی آیت کی تفسیر کی تھی کہ اللہ کی مدد پہنچنے میں تاخیر ہوگئی، یہاں تک کہ رسول مددِ الٰہی سے مایوس ہوگئے اور انہیں یہ خیال آنے لگا کہ وہ وعدہ خلافی کئے گئے یعنی ان سے جو نصرت کے وعدے کئے گئے تھے وہ صحیح ثابت نہ ہوئے، تب اللہ کی مدد آئی —— عبداللہ بن ابی ملیکہ رحمہ اللہ نے یہ تفسیر عروہ رحمہ اللہ سے ذکر کی، انھوں نے کہا: عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس تفسیر کی تردید کی ہے، اور وہ كُذِبُوا کے بجائے كُذِّبُوْا پڑھتی تھیں، انھوں نے فرمایا: توبہ توبہ! انبیاء اپنے پروردگار کے بارے میں ایسا گمان کیسے کرسکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے جھوٹا وعدہ کیا؟ بخدا! نہیں وعدہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے کبھی بھی کسی بات کا، مگر رسول جانتے تھے کہ وہ بات ان کی وفات سے پہلے ضرور پوری ہوگی، بلکہ آیت میں كُذِّبوا (ذال کی تشدید کے ساتھ) ہے، اور تکذیب کے معنی ہیں جھٹلانا، یعنی انبیاء برابر آزمائشوں سے دوچار رہے یہاں تک کہ ان کو اندیشہ ہوا کہ جو لوگ ان کے ساتھ ہیں یعنی مؤمنین ان کو جھٹلائیں گے، چنانچہ وہ پڑھتی تھیں: ﴿وَظَنُّوْا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوْا﴾: اور انبیاء نے گمان کیا کہ وہ بالیقین جھٹلائے گئے یعنی مؤمنین نے ان کو جھٹلایا۔

یہ حدیث پہلے (نمبر ۳۳۸۹ تحفۃ القاری ۶: ۵۹۱ میں) آئی ہے، وہاں الفاظ یہ ہیں: وأما هذه الآية: قالت: هم أتباعُ الرسل الذين آمنوا بربهم وصدَّقوهم، وطال عليهم البلاء، واستأخر عنهم النصر، حتى إذا استيأست ممن كذبهم من قومهم، وظنوا أن أتباعهم كذبوهم جاء هم نصرنا: اور رہی یہ آیت یعنی سورہ یوسف کی آیت: صدیقہؓ نے فرمایا: وہ رسولوں کے متبعین ہیں، جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انھوں نے انبیاء کی تصدیق کی، لمبی ہوگئی ان کی آزمائش اور ان کو مدد پہنچنے میں دیر ہوئی، یہاں تک کہ جب رسول مایوس ہوگئے ان لوگوں کے ایمان سے جنھوں نے ان کو جھٹلایا ان کی قوم سے اور انھوں نے گمان کیا کہ ان کے پیروی کرنے والوں نے یعنی مؤمنین نے ان کو جھٹلایا اور ان کی تکذیب کی تو انبیاء کو ہماری مدد پہنچی۔

فائدہ: حاشیہ میں ہے کہ نافع، ابن کثیر، ابوعمرو اور ابن عامر كُذِّبوا (مشدد) پڑھتے ہیں، اور عاصم، حمزہ اور کسائی كُذِبُوا (مخفف) پڑھتے ہیں، پس دو قراءتیں ہیں اور دو تفسیریں ہیں۔

[۴۵۲۵-] فَلَقِيْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ، فَذَكَرْتُ لَهُ ذٰلِكَ، فَقَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: مَعَاذَ اللّٰهِ! وَاللّٰهِ مَا وَعَدَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ مِنْ شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا عَلِمَ أَنَّهُ كَائِنٌ قَبْلَ أَنْ يَمُوْتَ، وَلٰكِنْ لَمْ تَزَلِ الْبَلَايَا بِالرُّسُلِ حَتَّى خَافُوْا أَنْ يَكُوْنَ مَنْ مَعَهُمْ يُكَذِّبُوْنَهُمْ، فَكَانَتْ تَقْرَؤُهَا ﴿فَظَنُّوْا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوْا﴾ مُثَقَّلَةً. [راجع: ۳۳۸۹]

تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں، پس اپنی کھیتی میں جدھر سے چاہو آؤ

سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۲۳ ہے: ﴿نِسَاءُ كُمْ حَرْثٌ لَكُمْ، فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ، وَقَدِّمُوْا لِأَنْفُسِكُمْ﴾: تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں، پس اپنی کھیتی میں جدھر سے چاہو آؤ، اور آئندہ کے واسطے اپنے لئے کچھ کرتے رہو (رات بھر رنگ رلیاں مت مناؤ)

تفسیر: باب کی آخری حدیث میں آیت کا شانِ نزول ہے کہ یہود عورت کی پشت کی طرف سے وطی کرنے کو ممنوع کہتے تھے، وہ کہتے تھے کہ اس سے بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے، آیت نے یہود کے خیال کی تردید کی اور بتایا کہ عورتیں تمہارے لئے بہ منزلہ کھیتی کے ہیں، نطفہ تخم ہے اور اولاد پیداوار ہے، سوتم کو اختیار ہے: آگے سے، یا کروٹ سے، یا پس پشت پڑ کر یا بیٹھ کر جس طرح چاہو مجامعت کرو، مگر یہ ضروری ہے کہ تخم ریزی اس کی جگہ میں ہو، جہاں پیداوار کی امید ہے، پس أنی بمعنی کیف ہے، بمعنی أین نہیں ہے، کیونکہ دوسری جگہ گندگی کی جگہ ہے!

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک شاذ رائے جس کو امت نے نہیں لیا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بیوی سے اغلام جائز ہے، اور مذکورہ آیت اسی سلسلہ میں نازل ہوئی ہے، وہ أنی کو أین کے معنی میں لیتے تھے، اور محل جماع میں تعمیم کرتے تھے، باب میں دو حدیثیں ہیں، جن میں یہ بات ہے (کاش امام بخاری رحمہ اللہ یہ روایتیں صحیح میں نہ لاتے کیونکہ یہ حدیث مرفوع نہیں ہے قولِ صحابی ہے) حضرت ابن عمرؓ کی یہ رائے قرآن کے اشارے اور صریح حدیثوں کے خلاف ہے، اور ضابطہ طے شدہ ہے کہ صحابی کی رائے اگر مرفوع حدیث کے خلاف ہو تو اس کو نہیں لیا جاتا، اس کو اس پر محمول کیا جاتا ہے کہ صحابی کو حدیث نہیں پہنچی ہوگی، اس لئے انھوں نے یہ رائے اختیار کی، چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو حضرت ابن عمرؓ کا وہم قرار دیا ہے (رواہ ابوداؤد) اور امت نے بھی اس کو قبول نہیں کیا، امت کا اجماع ہے کہ بیوی سے بھی پچھلی راہ سے انتفاع حرام ہے۔

قرآن کا اشارہ: قرآنِ کریم میں حرث (پیداوار کی جگہ) میں صحبت کی اجازت دی ہے، حرث قُبُل (آگے کی راہ) ہے، پچھلی راہ تو محل فرث (گندگی کی جگہ) ہے، اس میں جانے کا کیا سوال ہے؟ اگلی راہ سے جس طرح چاہے انتفاع کر سکتا ہے۔

مرفوع حدیثیں: تین ہیں، جن سے بیوی سے بھی اغلام کا عدم جواز ثابت ہوتا ہے:

پہلی حدیث: **من أتى حائضا أو امرأةً في دبرها أو كاهنا: فقد كفر بما أُنزل على محمد**: جس نے حائضہ سے صحبت کی یا بیوی کی پچھلی راہ میں اپنی ضرورت پوری کی یا کاہن یعنی غیب کی باتیں بتانے والے کے پاس گیا تو اس نے اس دین کا (عملی طور پر) انکار کر دیا جو محمد (ﷺ) پر اُتارا گیا ہے (ترمذی حدیث ۱۳۶ تحفۃ الالمعی ۱: ۴۱۸ یہ حدیث ضعیف ہے)

دوسری حدیث: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے آیت: ﴿نَسَاءُ كُمْ حَرْثٌ لَكُمْ﴾: کی تفسیر میں مرفوع حدیث

مروی ہے: یعنی صِمَامًا واحدًا: یعنی معین سوراخ میں صحبت کی جائے (ترمذی حدیث ۳۰۰۱ تحفۃ الالمعی ۷: ۱۳۶ یہ حدیث اعلی درجہ کی صحیح ہے) پس أنی بمعنی کیف ہے یعنی صحبت کا طریقہ جو بھی ہو، مگر محل صحبت متعین ہونا چاہئے۔

تیسری حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں آئے، اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں تباہ ہوگیا! آپؐ نے پوچھا: کس چیز نے تم کو تباہ کر دیا؟ انھوں نے کہا: آج رات میں نے اپنی سواری گھمادی یعنی پیچھے سے آگے کی راہ میں صحبت کی، راوی کہتے ہیں: نبی ﷺ نے ان کو کچھ جواب نہ دیا، پھر نبی ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ، فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾: پس آپؐ نے فرمایا: أَقْبِل وَأَدْبِرْ، وَاتَّقِ الدُّبَرَ وَالْحِيْضَةَ: خواہ سامنے رہ کر صحبت کرو خواہ پیچھے رہ کر (دونوں صورتیں جائز ہیں) البتہ پچھلی راہ سے اور حالتِ حیض سے بچو (ترمذی حدیث ۳۰۰۲ تحفۃ الالمعی ۷: ۱۳۶ یہ حدیث ابوداؤد اور ابن ماجہ میں بھی ہے اور سند میں تھوڑی کمزوری ہے)

[۳۹-] بَابُ قَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوْا لِأَنْفُسِكُمْ﴾ الآية

[۴۵۲۶-] حدثنا إِسْحَاقُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ لَمْ يَتَكَلَّمْ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهُ، فَأَخَذْتُ عَلَيْهِ يَوْمًا، فَقَرَأَ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ حَتَّى انْتَهَى إِلٰى مَكَانٍ، قَالَ: تَدْرِيْ فِيْمَا أُنْزِلَتْ؟ قُلْتُ: لاَ، قَالَ: نَزَلَتْ فِيْ كَذَا وَكَذَا، ثُمَّ مَضَى.

[طرفه: ۴۵۲۷]

[۴۵۲۷-] وَعَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ، حَدَّثَنِيْ أَبِيْ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ أَيُّوْبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: ﴿فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾ قَالَ: يَأْتِيْهَا فِي......

رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ. [راجع: ۴۵۲۶]

[۴۵۲۸-] حدثنا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرًا، قَالَ: كَانَتِ الْيَهُوْدُ تَقُوْلُ: إِذَا جَامَعَهَا مِنْ وَرَائِهَا جَاءَ الْوَلَدُ أَحْوَلَ، فَنَزَلَتْ: ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾

پہلی روایت: امام بخاری رحمہ اللہ اپنے استاذ حضرت اسحاق بن راہویہؒ سے روایت کرتے ہیں: نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں: ابن عمرؓ جب قرآن پڑھتے تو کسی سے بات نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ پڑھ کر فارغ ہو جاتے (یہی قرآن پڑھنے کا ادب ہے) پس میں نے (قرآن) لیا ان پر ایک دن یعنی میں ایک دن قرآن لے کر ان کا پارہ سننے لگا، انھوں نے سورہ بقرہ پڑھی، یہاں تک کہ آپؓ ایک جگہ پہنچے یعنی آیت: ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ﴾: پر پہنچے، تو (خلافِ معمول) پوچھا: جانتے ہو

یہ آیت کس مسئلہ میں نازل ہوئی ہے؟ میں نے کہا: نہیں، فرمایا: اس اس مسئلہ میں اتری ہے (امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کے الفاظ حذف کر دیئے ہیں، اور کنائی الفاظ رکھ دیئے ہیں اور مسند ابن راہویہ میں صراحت ہے: في إتيان النساء في أدبارهن: بیوی سے اغلام کے جواز کے سلسلہ میں یہ آیت اتری ہے) پھر وہ آگے پڑھنے لگے۔

دوسری روایت: ابن عمرؓ نے ﴿فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾ کی تفسیر میں فرمایا: يأتيها في الدبر: بیوی سے پچھلی راہ میں صحبت کرنا جائز ہے (یہاں بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے لفظ الدبر چھوڑ دیا ہے، اس کو اوپرا سمجھتے ہوئے)

تیسری روایت: میں آیت کا شانِ نزول ہے۔

اولیاء کو نصیحت کہ وہ مطلقہ عورتوں کو طلاق دینے والے شوہر سے نکاح کرنے سے نہ روکیں

اگر شوہر نے بیوی کو ایک یا دو رجعی طلاقیں دی ہیں تو وہ عدت میں رجوع کر سکتا ہے یعنی بیوی کو نکاح میں واپس لے سکتا ہے، نہ بیوی انکار کر سکتی ہے نہ ولی —— اور اگر ایک یا دو بائنہ طلاقیں دی ہیں تو نیا نکاح کر سکتے ہیں: عدت میں بھی اور عدت کے بعد بھی، اور اس میں عورت اور ولی کی رضامندی ضروری ہے —— اور اگر تین طلاقیں دی ہیں تو عورت مغلظہ ہوگئی، اب شوہر کے لئے حلال نہیں رہی، تا آنکہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے، اور وہ صحبت کرنے کے بعد طلاق دے یا مر جائے تو عدت کے بعد پہلے شوہر سے نکاح ہو سکتا ہے (سورۃ البقرۃ آیت ٢٣٠) اور دوسری اور تیسری صورت میں عورت اگر اپنے پہلے شوہر سے نکاح کرنا چاہے تو نکاح پر اس کی رضامندی ضروری ہے، اور اولیاء کو نصیحت کی گئی ہے کہ وہ مطلقہ عورت کو اگر وہ طلاق دینے والے شوہر سے نکاح کرنا چاہے تو نہ روکیں، ارشادِ پاک ہے: ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾: اور جب تم عورتوں کو طلاق دو، پس وہ اپنی میعاد (عدت) پوری کر لیں، پس تم ان کو اس بات سے مت روکو کہ وہ اپنے (سابق) شوہروں سے نکاح کریں جبکہ وہ باہم معروف طریقہ پر رضامند ہو جائیں، اس بات کے ذریعہ اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، یہ بات تمہارے لئے زیادہ صفائی کی اور زیادہ پاکیزگی کی ہے، اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے —— اس آیت کا شانِ نزول درج ذیل واقعہ ہے:

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے عہد نبوی میں اپنی بہن کا نکاح ایک مسلمان سے کر دیا، وہ اس کے پاس رہی جب تک رہی، پھر اس نے اس کو ایک طلاق دیدی، اور اس کو نکاح میں واپس نہیں لیا، یہاں تک کہ عدت گذر گئی، پھر اس نے اس عورت کو چاہا اور عورت نے بھی اس مرد کو چاہا، پس اس شخص نے منگنی بھیجنے والوں کے ساتھ منگنی بھیجی، حضرت معقلؓ نے کہا: او کمینے! میں نے تجھے اس عورت کے ذریعہ عزت بخشی، میں نے تیرا اس سے نکاح کیا، پھر تو نے اس کو طلاق دیدی، بخدا! اب وہ تیری طرف کبھی نہیں لوٹے گی، تیری زندگی کے آخری سانس تک! پھر مذکورہ آیت نازل ہوئی تو انھوں نے اس شوہر کو بلایا اور کہا: میں تیرا اپنی بہن سے نکاح کرتا ہوں اور میں تیری عزت بڑھاتا ہوں (ترمذی حدیث ٣٠٠٣ تحفۃ الالمعی ٧: ١٣٨)

[۴۰-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَلَبَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾ [البقرة: ۲۳۲]

[۴۵۲۹-] حدثنا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ رَاشِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ قَالَ: حَدَّثَنِيْ مَعْقِلُ بْنُ يَسَارٍ، قَالَ: كَانَتْ لِيْ أُخْتٌ تُخْطَبُ إِلَيَّ.

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللهِ: وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ: عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، حَدَّثَنِيْ مَعْقِلُ بْنُ يَسَارٍ، قَالَ......

ح: وَحَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الْحَسَنِ: أَنَّ أُخْتَ مَعْقِلِ ابْنِ يَسَارٍ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا، فَتَرَكَهَا حَتَّى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا، فَخَطَبَهَا فَأَبَى مَعْقِلٌ، فَنَزَلَتْ: ﴿فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾ [أطرافه: ۵۱۳۰، ۵۳۳۰، ۵۳۳۱]

وضاحت: حدیث تین سندوں سے ذکر کی ہے، دوسری سند معلق ہے، ابوعبداللہ: امام بخاری رحمہ اللہ ہیں، اور ابراہیم: ابن طہمان ہیں، پہلی دوسندوں سے حسن بصری رحمہ اللہ حضرت معقل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، اور تیسری سند سے حسنؒ روایت نہیں کرتے بلکہ واقعہ بیان کرتے ہیں۔

تین آیتیں اور تین باتیں

پہلی آیت: سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۳۴ ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا، فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْ أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ، وَاللهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾: اور جو لوگ تم میں سے مرجائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں چار مہینے اور دس دن، پھر جب وہ اپنی عدت پوری کر چکیں تو تم پر کچھ گناہ نہیں اس بات میں جو وہ اپنے حق میں قاعدہ کے موافق کریں، اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔

تفسیر: طلاق کی عدت تین حیض یا تین ماہ ہے، اور موت کی عدت چار ماہ دس دن، اگر اس مدت میں معلوم ہو گیا کہ عورت کو حمل نہیں تو وہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے، اور حمل ظاہر ہوا تو عدت وضع حمل ہے، طلاق میں بھی اور وفات میں بھی۔

دوسری آیت: سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۴۰ ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ، فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِيْ أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَعْرُوْفٍ، وَاللهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾: اور جو لوگ تم میں سے مرجائیں، اور بیویاں چھوڑ جائیں: وہ وصیت کریں (عامل فَلْيُوْصُوْا محذوف ہے) اپنی بیویوں کے لئے ایک سال تک کی گھر سے نکالے بغیر سامانِ معاش کے طور پر، پھر اگر وہ عورتیں خود نکل جائیں تو تم پر کچھ گناہ نہیں اس بات میں جو وہ اپنے حق میں قاعدہ کے موافق کریں، اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والے ہیں۔

تیسری آیت: سورۃ الطلاق آیت ۴ میں ہے: ﴿وَاللَّائِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِسَاءِ کُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلاَثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِیْ لَمْ یَحِضْنَ، وَأُوْلاَتُ الأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ یَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ، وَمَنْ یَتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ یُسْرًا﴾: اور تمہاری (مطلقہ) بیویوں میں سے جو حیض سے مایوس ہوچکی ہیں، اگر تم کو (ان کی عدت کی تعیین میں) شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان عورتوں کی بھی جن کو (کم عمری کی وجہ سے) حیض نہیں آیا، اور حاملہ عورتوں کی عدت ان کے حمل کا پیدا ہوجانا ہے (خواہ بچہ کامل پیدا ہو یا ناقص، بشرطیکہ کوئی عضو بن گیا ہو، گو ایک انگلی ہی سہی)

۱- حاملہ متوفّٰی عنہا زوجہا کی عدت وضع حمل ہے

پہلی بات: پہلی آیت اپنے عموم سے متوفّٰی عنہا زوجہا حاملہ کو بھی شامل ہے، اس کی عدت بھی چار ماہ دس دن ہونی چاہئے، اگرچہ بچہ ابھی پیدا نہ ہوا ہو —— اور تیسری آیت بھی اپنے عموم سے متوفی عنہا زوجہا کو بھی شامل ہے، اس کی عدت بھی ولادت ہونی چاہئے، اگرچہ چار ماہ دس دن سے زیادہ وقت لگ جائے —— پس ان دونوں آیتوں میں ترتیب کس طرح قائم کی جائے؟ یعنی مقدم (منسوخ) کون ہوگی اور مؤخر (ناسخ) کون؟ دور اول میں اس سلسلہ میں الجھن پائی جاتی تھی، حضرات علی وابن عباس رضی اللہ عنہما أبعدُ الأجلَین کے قائل تھے یعنی انھوں نے دونوں آیتوں کو جمع کیا، ان کے نزدیک جو لمبی مدت ہے وہ عدت ہے —— اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پوری قوت سے کہتے تھے کہ پہلی آیت مقدم ہے اور تیسری آیت مؤخر، وہ یہ بھی فرماتے تھے کہ میں اس بات پر مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہوں، مگر بعد میں یہ اختلاف مضمحل (پاش پاش) ہوگیا، اور سب ابن مسعودؓ کی بات پر متفق ہوگئے، جب حضرت سبیعہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سامنے آئی ان کے شوہر سعد بن خَولی رضی اللہ عنہ کا فتح مکہ میں یا حجۃ الوداع میں مکہ مکرمہ میں انتقال ہوا، اس وقت سُبیعہ حاملہ تھیں، ۲۳ یا ۲۵ دن کے بعد بچہ پیدا ہوا، جب ان کا نفاس بند ہوا تو انھوں نے نکاح کی تیاری شروع کی، ابوالسنابل نے جو انہی کے خاندان کے تھے اعتراض کیا، سبیعہ ازواجِ مطہرات کے پاس گئیں اور مسئلہ پوچھا، نبی ﷺ نے فرمایا: ''وہ نکاح کرسکتی ہیں، ان کی عدت پوری ہوگئی'' جب یہ حدیث لوگوں کے سامنے آئی تو اختلاف ختم ہوگیا، اب اتفاق ہے کہ حاملہ متوفی عنہا زوجہا کی عدت وضع حمل ہے (تحفۃ الالمعی ۴: ۸۸)

۲- حائلہ متوفّٰی عنہا زوجہا کی عدت چار ماہ دس دن ہے

دوسری بات: جاہلیت میں عدتِ وفات ایک سال تھی، ترمذی میں روایت ہے: ایک عورت نے نبی ﷺ سے مسئلہ پوچھا کہ اس کے داماد کا انتقال ہوگیا ہے، اور اس کی بیٹی کی آنکھیں دکھتی ہیں تو کیا اس کو سرمہ لگا سکتے ہیں؟ آپؐ نے تین بار منع کیا، پھر آخری مرتبہ ارشاد فرمایا: ''عدت کے چار ماہ دس دن ہی تو ہیں؟'' — یعنی اتنے دن بھی تم صبر نہیں کرسکتیں؟ —— ''اور زمانہ جاہلیت میں تم میں سے ایک: سال پورا ہونے پر مینگنیاں پھینکتی تھی! — یعنی وہ دن بھول گئیں! (تحفۃ الالمعی ۴: ۹۱)

چنانچہ عام طور پر ایسا سمجھا گیا کہ دوسری آیت میں ایک سال عدتِ وفات کا ذکر ہے، پھر اس کو پہلی آیت نے منسوخ کیا، اور اسلام میں عدتِ وفات چار ماہ دس دن مقرر ہوئی ـــــ مگر ناسخ آیت پہلے ہے اور منسوخ بعد میں، جبکہ ترتیب اس کے برعکس ہونی چاہئے، بلکہ منسوخ آیت مصحف میں نہیں ہونی چاہئے، چنانچہ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے ـــــ جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مصاحف تیار کرنے والی کمیٹی کے رکن تھے ـــــ حضرت عثمانؓ سے عرض کیا کہ آپ دوسری آیت کو جو منسوخ ہے: مصحف میں کیوں لکھتے ہیں، اس کو چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا: لاَ أغير شيئا منه من مكانه: میں قرآن کی کسی آیت کو اس کی جگہ سے بدل نہیں سکتا (کیونکہ آیات کی ترتیب توقیفی ہے)

۳-متوفّٰی عنہا زوجہا نادار ہو تو اس کے لئے سال بھر مکان میں رہنے کی وصیت کرنا

تیسری بات: دوسری آیت منسوخ نہیں ہے، کیونکہ اسلام میں عدتِ وفات ایک سال کبھی نہیں رہی، بلکہ دوسری آیت میں ایک مستقل مسئلہ ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ عدتِ طلاق میں مطلقہ کا نفقہ اور سکنی شوہر پر واجب ہے، کیونکہ عورت اس کے حق میں محبوس ہے، اور عدتِ وفات میں معتدہ کے لئے نہ نفقہ ہے نہ سکنی، کیونکہ اس کو کس پر واجب کریں گے؟ شوہر کا ذمہ تو موت کے بعد وجوب کی صلاحیت نہیں رکھتا، اور اس کا ترکہ میراث بن گیا، اور میت کے ورثاء پر بھی نفقہ اور سکنی واجب نہیں کر سکتے، کیونکہ وہ نکاح سے اجنبی ہیں، ہاں میراث میں بیوی کا حصہ ہے، پس وہ اپنے حصۂ میراث میں سے خرچ کرے، مگر کبھی صورتِ حال نازک ہوتی ہے، شوہر نادار مرتا ہے اور عورت کے لئے کوئی ٹھکانہ (میکہ وغیرہ) نہیں ہوتا، ایسی صورت کے لئے دوسری آیت ہے، شوہر کو چاہئے کہ وہ ورثاء کو وصیت کرے کہ وہ اس کی بیوی کو سال بھر اس کے مکان سے منتفع ہونے دیں، وہ اس مکان میں عدت گذارے، پھر دوسرا نکاح کر کے چلی جائے، ایک سال تک وہ شوہر کے مکان میں رہنے کی پابند نہیں، یہ دوسری آیت کا مطلب ہے۔

فائدہ: قرآنِ کریم نے لفظ سکنی استعمال نہیں کیا، لفظ متاع استعمال کیا ہے، متاع کے معنی ہیں: اسبابِ زندگی، پس اس کے مفہوم میں نفقہ بھی ہے، میت کے ورثاء ایک سال تک رضاکارانہ بیوی کا نفقہ بھی دیں اور اگر وہ نہ دیں تو معتدہ اپنے جیب سے خرچ کرے اور غریب ہو تو دن میں کام کاج کے لئے نکلے اور کما کر گذارہ کرے یا مسلمانوں کا صالح معاشرہ اس کا تعاون کرے۔

ضمنی مسئلہ: شوہر کے انتقال کے بعد عورت کو چاہئے کہ وہ اسی گھر میں عدت گذارے جس میں وہ شوہر کے ساتھ رہا کرتی تھی، شدید ضرورت کے بغیر کسی اور جگہ (میکہ وغیرہ میں) جا کر عدت گذارنا درست نہیں البتہ حضرت عطاء اور حضرت مجاہد رحمہما اللہ کے نزدیک جہاں چاہے عدت گذار سکتی ہے۔

[۴۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا﴾ إِلٰى ﴿بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ يَعْفُوْنَ: يَهَبْنَ.

[٤٥٣٠-] حَدَّثَنِیْ أُمَیَّةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ زُرَیْعٍ، عَنْ حَبِیْبٍ، عَنِ ابْنِ أَبِیْ مُلَیْکَةَ، قَالَ ابْنُ الزُّبَیْرِ: قُلْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ: ﴿وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا﴾ قَالَ: قَدْ نَسَخَتْهَا الآیَةُ الْأُخْرَی، فَلِمَ تَکْتُبُهَا أَوْ: تَدَعُهَا؟ قَالَ: یَا ابْنَ أَخِیْ! لَا أُغَیِّرُ شَیْئًا مِنْهُ مِنْ مَکَانِهِ.[طرفه: ٤٥٣٦]

لغت: یَعْفُوْنَ: عورتیں بخش دیں، درگذر کریں، چھوڑ دیں، سورۃ البقرۃ آیت ۲۳۷ میں یہ لفظ آیا ہے۔ اگر نکاح کے وقت مہر مقرر ہو چکا تھا اور خلوت سے پہلے طلاق ہوگئی تو آدھا مہر دینا لازم ہے، مگر عورت یا مرد جس کے اختیار میں نکاح قائم رکھنا یا توڑنا ہے وہ اپنے حق سے درگذر کریں تو بہتر ہے، عورت کا درگذر کرنا یہ ہے کہ آدھا بھی معاف کردے، اور مرد کا درگذر کرنا یہ ہے کہ پورا مہر دیدے یا پورا دے چکا ہے تو آدھا واپس نہ لے۔

روایت: حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۴۰ کو دوسری آیت (۲۳۴) نے منسوخ کردیا ہے، پھر آپ منسوخ آیت کو (مصحف میں) کیوں لکھتے ہیں یا کہا: اس کو کیوں چھوڑتے ہیں یعنی رہنے دیتے ہیں؟ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا: بھتیجے! میں نہیں بدلونگا کسی چیز کو قرآن سے اس کی جگہ سے (حضرت ابن الزبیرؓ کا یہ خیال کہ آیت ۲۴۰ منسوخ ہے: یہ ایک عام خیال تھا، مگر حقیقت میں وہ منسوخ نہیں، بلکہ وہ ایک اور مسئلہ سے متعلق ہے، جیسا کہ ابھی گذرا)

[٤٥٣١-] حدثنا إِسْحَاقُ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شِبْلٌ، عَنِ ابْنِ أَبِیْ نَجِیْحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ: ﴿وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا﴾[البقرة: ٢٣٤] قَالَ: کَانَتْ هٰذِهِ الْعِدَّةُ تَعْتَدُّ عِنْدَ أَهْلِ زَوْجِهَا وَاجِبًا، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا وَصِیَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا إِلَی الْحَوْلِ غَیْرَ إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْ مَا فَعَلْنَ فِیْ أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَعْرُوْفٍ﴾[البقرة: ٢٤٠] قَالَ: جَعَلَ اللّٰهُ لَهَا تَمَامَ السَّنَةِ سَبْعَةَ أَشْهُرٍ وَعِشْرِیْنَ لَیْلَةً وَصِیَّةً، إِنْ شَاءَ تْ سَکَنَتْ فِی وَصِیَّتِهَا، وَإِنْ شَاءَ تْ خَرَجَتْ، وَهُوَ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰی: ﴿غَیْرَ إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ﴾ فَالْعِدَّةُ کَمَا هِیَ وَاجِبٌ عَلَیْهَا، زَعَمَ ذٰلِکَ عَنْ مُجَاهِدٍ.[طرفه: ٥٣٤٤]

ترجمہ: مجاہد رحمہ اللہ سے سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۳۴ کی تفسیر میں مروی ہے: انھوں نے کہا: یہ عدت یعنی چار ماہ دس دن واجب تھی، عورت وہ عدت گذارے اپنے شوہر کے گھر والوں کے پاس —— یعنی عورت شوہر کے ساتھ جہاں رہتی تھی وہاں یہ عدت گذارے —— پھر اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۴۰ نازل کی، مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: گردانا اللہ تعالیٰ نے عورت کے لئے باقی سال کو یعنی سات ماہ بیس دن کو وصیت کے طور پر —— یعنی یہ مدت واجب عدت کے علاوہ ہے، یہ مدت عدت میں شامل نہیں —— پس اگر عورت چاہے تو اپنی وصیت میں رہے اور اگر چاہے تو نکل جائے، اور یہی مطلب اللہ

تعالیٰ کے اس ارشاد کا ہے: ﴿غَيْرَ إِخْرَاجٍ، فَإِنْ خَرَجْنَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾: یعنی شوہر کے ورثاء تو عورت کو نہ نکالیں، لیکن اگر عورت خود نکل جائے تو اس کی مرضی، پس عدت جس طرح کہ وہ ہے عورت پر واجب ہے، یعنی چار ماہ دس دن تک تو عدت واجب ہے، شبل کہتے ہیں: ابن ابی نجیح یہ بات مجاہدؒ سے نقل کرتے ہیں۔

تشریح: تیسری بات جو میں نے بیان کی ہے: وہ مجاہد رحمہ اللہ کی یہی بات ہے۔ حافظ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: على أن من السلف من ذهب إلى أنها ليست منسوخة، وإنما خص من الحول بعضه وبقى البعض وصية لها، إن شاء ت أقامت، كما في الباب عن مجاهد (فتح ۸: ۱۹۴) ترجمہ: سلف میں سے بعض حضرات اس طرف گئے ہیں کہ آیت ۲۴۰ منسوخ نہیں ہے، بلکہ سال میں سے کچھ حصہ کو عورت کے لئے خاص کیا ہے، اور کچھ حصہ کو وصیت کے طور پر باقی رکھا ہے، اگر عورت چاہے تو ٹھہرے، جیسا کہ باب میں مجاہدؒ سے مروی ہے۔

وَقَالَ عَطَاءٌ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: نَسَخَتْ هٰذِهِ الآيَةُ عِدَّتَهَا عِنْدَ أَهْلِهَا، فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَ تْ، لِقَوْلِ اللّٰهِ: ﴿غَيْرَ إِخْرَاجٍ﴾

وَقَالَ عَطَاءٌ: إِنْ شَاءَ تْ اعْتَدَّتْ عِنْدَ أَهْلِهِ وَسَكَنَتْ فِيْ وَصِيَّتِهَا، وَإِنْ شَاءَ تْ خَرَجَتْ لِقَوْلِ اللّٰهِ: ﴿فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ﴾

قَالَ عَطَاءٌ: ثُمَّ جَاءَ الْمِيْرَاثُ، فَنَسَخَ السُّكْنَى، فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَ تْ، وَلاَ سُكْنَى لَهَا.

[طرفه: ٥٣٤٤]

وَعَنْ مَحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ نَجِيْحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ بِهٰذَا.

وَعَنِ ابْنِ أَبِيْ نَجِيْحٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: نَسَخَتْ هٰذِهِ الآيَةُ عِدَّتَهَا فِيْ أَهْلِهَا، فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَ تْ لِقَوْلِ اللّٰهِ: ﴿غَيْرَ إِخْرَاجٍ﴾ نَحْوَهُ.

وضاحت: اس عبارت میں وہ ضمنی مسئلہ ہے جو اوپر میں نے بیان کیا ہے، جمہور (ابوحنیفہ، مالک اور شافعی رحمہم اللہ) کے نزدیک عدتِ وفات اسی جگہ گذارنا ضروری ہے جہاں عورت شوہر کے ساتھ رہتی تھی، مجبوری کے بغیر دوسری جگہ منتقل ہونا جائز نہیں، اور دلیل حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن فُریعہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، ان کے شوہر کو ان کے غلاموں نے جنگل میں قتل کر دیا تھا، اور وہ انصار کے عاریت کے گھر میں شوہر کے ساتھ رہتی تھیں، انھوں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ وہ اپنے میکے میں عدت گذار سکتی ہے؟ آپؐ نے پہلے اجازت دی، پھر بلا کر دوبارہ صورتِ حال معلوم کی اور فرمایا: أمكثى فى بيتكِ حتى يبلغَ الكتابُ أجلَه: اپنے گھر میں ٹھہری رہو تا آنکہ عدت پوری ہو جائے، چنانچہ انھوں نے اسی گھر میں چار ماہ دس دن گذارے ——— وہ کہتی ہیں: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں مجھے بلایا، اور میرا واقعہ معلوم کیا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا (ابوداؤد حدیث ۲۳۰۰)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور عطاء ومجاہد رحمہما اللہ کی رائے یہ تھی کہ شوہر کے گھر میں عدت گذارنا ضروری نہیں، جہاں چاہے عدت گذار سکتی ہے، یہ حضرات سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۴۰ سے استدلال کرتے تھے، اس میں ہے: ﴿فَإِنْ خَرَجْنَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾: معتدہ عورتیں اگر شوہر کے گھر سے نکلیں تو تم پر کچھ گناہ نہیں —— اس استدلال کی حقیقت ترجمہ کے بعد واضح کی جائے گی —— یہ روایتیں جو امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقاً ذکر کی ہیں: امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے سند کے ساتھ ذکر کی ہیں (حدیث ۲۳۰۱) اور ان روایات پر باب قائم کیا ہے: باب من رأى التحول: ایک رائے یہ ہے کہ متوفی عنہا زوجہا جگہ بدل سکتی ہے، دسری جگہ عدت گذارنے کے لئے منتقل ہوسکتی ہے، اور قبل ازیں فریعہؓ کی روایت لائے ہیں جو جمہور کی دلیل ہے (حدیث ۲۳۰۰)

ترجمہ: (۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۴۰ نے (شوہر کے) گھر والوں کے پاس عورت کے عدت گذارنے کو منسوخ کردیا ہے (عند أهلها میں مجاز بالحذف ہے، تقدیر عبارت: عند أهل زوجها ہے) پس وہ جہاں چاہے عدت گذار سکتی ہے، کیونکہ اللہ پاک کا ارشاد ہے: ﴿غَيْرَ إِخْرَاجٍ﴾۔

تشریح: استدلال صرف ﴿غَيْرَ إِخْرَاجٍ﴾ سے نہیں ہے، بلکہ آگے ہے: ﴿فَإِنْ خَرَجْنَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾ الآیۃ یعنی شوہر کے ورثاء تو عورت کو نہ نکالیں، مگر عورت خود نکل سکتی ہے، معلوم ہوا کہ شوہر کے گھر میں عدت گذارنا ضروری نہیں، اگلے نمبر پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی یہی وضاحت ان کے شاگرد حضرت عطاء رحمہ اللہ نے کی ہے۔

(۲) حضرت عطاءؒ نے کہا: اگر عورت چاہے تو شوہر کے ورثاء کے پاس عدت گذارے، اور وہ اپنی وصیت (کے گھر) میں رہے اور اگر چاہے تو نکلے یعنی دوسری جگہ جا کر عدت گذار سکتی ہے، کیونکہ اللہ پاک کا ارشاد ہے: ﴿فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ﴾: استدلال آیت کے اس حصہ سے ہے، یہ ابن عباسؓ کے قول کی وضاحت ہے۔

(۳) حضرت عطاءؒ نے فرمایا: پھر میراث کا حکم آیا تو سکنی منسوخ ہوگیا، پس عورت جہاں چاہے عدت گذارے اور اس کے لئے سکنی نہیں۔

ملحوظہ: یہاں تک روایات ابوداؤد میں ہیں، پھر آگے (حدیث ۵۳۴۴) ہے، باقی دو روایتیں نہیں ہیں۔

(۴) ابن ابی نجیح: حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح کی بات روایت کرتے ہیں۔

(۵) یہ روایت مکرر ہے، یہ پہلی روایت کے ہم معنی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے استدلال کی حقیقت:

ارشادِ پاک: ﴿فَإِنْ خَرَجْنَ﴾ کا تعلق سال بھر سے ہے یا مدت عدت کے بعد بچے ہوئے دنوں سے یعنی سات ماہ بیس دن سے؟ دونوں احتمال ہیں، حضرت ابن عباسؓ نے پہلا احتمال لیا ہے، اور فرمایا ہے کہ عورت جہاں چاہے عدت گذار سکتی ہے۔ مگر حضرت فریعہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ اور اس کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فیصلہ دلیل ہے کہ دوسرا احتمال صحیح

ہے، حدیث (نمبر۴۵۳۱) میں حضرت مجاہدؒ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ سال کے باقی دنوں میں یعنی سات ماہ بیس دن میں عورت نکل سکتی ہے، عدت کے چار ماہ دس دن تو شوہر کے گھر میں گذارے گی، پھر شادی ہوجائے تو شوہر ثانی کے یہاں جاسکتی ہے، وصیت کے مطابق سال بھر شوہر کی وصیت میں رہنا ضروری نہیں۔

[٤٥٣٢-] حَدَّثَنِيْ حِبَّانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ، قَالَ: جَلَسْتُ إِلٰى مَجْلِسٍ فِيْهِ عُظْمٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، وَفِيْهِمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِيْ لَيْلَى، فَذَكَرْتُ حَدِيْثَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ فِيْ شَأْنِ سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: وَلٰكِنَّ عَمَّهُ كَانَ لَا يَقُوْلُ ذٰلِكَ، فَقُلْتُ: إِنِّيْ لَجَرِيْءٌ إِنْ كَذَبْتُ عَلٰى رَجُلٍ فِي جَانِبِ الْكُوْفَةِ، وَرَفَعَ صَوْتَهُ، قَالَ: ثُمَّ خَرَجْتُ فَلَقِيْتُ مَالِكَ بْنَ عَامِرٍ أَوْ: مَالِكَ بْنَ عُوْفٍ، قُلْتُ: كَيْفَ كَانَ قَوْلُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فِي الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا وَهِيَ حَامِلٌ؟ فَقَالَ: قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ: أَتَجْعَلُوْنَ عَلَيْهَا التَّغْلِيْظَ، وَلَا تَجْعَلُوْنَ لَهَا الرُّخْصَةَ؟ لَنَزَلَتْ سُوْرَةُ النِّسَاءِ الْقُصْرٰى بَعْدَ الطُّوْلٰى.

وَقَالَ أَيُّوْبُ: عَنْ مُحَمَّدٍ: لَقِيْتُ أَبَا عَطِيَّةَ مَالِكَ بْنَ عَامِرٍ. [طرفه: ٤٩١٠]

وضاحت: حضرت عبدالرحمٰنؒ بن ابی لیلیٰ: صحابی صغیر ہیں، ان کی رائے حضرات علی، وابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرح یہ تھی کہ متوفی عنہا زوجہا حاملہ کی عدت أبعد الأجلین ہے، حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ نے ان کو سُبیعہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سنائی تو ان کے کسی شاگرد نے ابن سیرینؒ کو یہ کہہ کر خاموش کیا کہ ابن مسعودؓ کی رائے سبیعہ کی حدیث کے مطابق نہیں تھی، پس ان کے بھتیجے عبداللہ بن عتبہ کی ان سے روایت صحیح نہیں، اس پر ابن سیرینؒ کو غصہ آیا، اور انھوں نے بلند آواز سے کہا: اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے عبداللہ بن عتبہ کے نام سے غلط بیانی کی ہے، حالانکہ وہ حیات ہیں اور کوفہ میں سکونت پذیر ہیں، کوئی بھی ان سے تحقیق کرسکتا ہے —— پھر ابن سیرینؒ کی حضرت ابن مسعودؓ کے ایک دوسرے شاگرد ابوعطیہ سے ملاقات ہوئی، ابن سیرینؒ نے ان سے ابن مسعودؓ کی رائے معلوم کی، انھوں نے کہا: ابن مسعودؓ نے فرمایا: سورۃ البقرۃ کی چار ماہ دس دن عدت کی آیت مقدم ہے اور وہ اپنے عموم سے حاملہ کو بھی شامل ہے اور سورۃ الطلاق کی آیت مؤخر ہے۔ اس نے سابقہ آیت کے عموم میں تخصیص کی ہے، اب حاملہ کی عدت وضع حمل ہے، خواہ بچہ جب بھی پیدا ہو، چار ماہ دس دن سے پہلے یا بعد میں، معلوم ہوا کہ ان کی رائے سبیعہ کی حدیث کے موافق تھی۔

ترجمہ: ابن سیرینؒ کہتے ہیں: میں ایک ایسی مجلس میں تھا جس میں انصار کے بڑے لوگ تھے، اور ان میں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے، پس میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بھتیجے عبداللہ بن عتبہؒ کی روایت سبیعہؓ کے معاملہ میں ذکر کی، پس ابن ابی لیلیٰ نے کہا: مگر ان کے چچا اس کے قائل نہیں تھے، پس میں نے کہا: بے شک میں یقیناً نڈر ہوں اگر میں نے جھوٹ بولا ایک آدمی پر جو کوفہ کی ایک جانب میں موجود ہیں، اور ابن سیرینؒ نے اپنی آواز بلند کی، ابن

سیرینؒ کہتے ہیں: پھر میں نکلا، پس میری ملاقات ابوعطیہ مالک بن عامرؒ — یا کہا: مالک بن عوف — سے ہوئی (یہ بھی ابن مسعودؓ کے شاگرد ہیں ان کے باپ کے نام میں اختلاف ہے) میں نے پوچھا: ابن مسعودؓ کی رائے کیا تھی متوفی عنہا زوجہا حاملہ کے بارے میں؟ انھوں نے کہا: ابن مسعودؓ نے فرمایا: کیا گردانتے ہو تم اس پر بھاری حکم کو، اور نہیں گردانتے تم اس پر ہلکے حکم کو؟ (یعنی اگر ولادت میں چار ماہ دس دن سے زیادہ لگ جائیں تو تم وضع حمل تک عدت کو ضروری قرار دیتے ہو، اور اگر چار ماہ دس دن سے پہلے ولادت ہوجائے تو عدت کو پوری نہیں کہتے، اور أبعد الأجلین کو عدت قرار دیتے ہو، حالانکہ قاعدہ ہے: **الغُنْم بالغُرم**: جس نے تاوان بھرا وہ نفع بھی اٹھائے! پھر فرمایا:) یقیناً چھوٹی سورۃ النساء یعنی سورۃ الطلاق اتری ہے لمبی سورۃ النساء یعنی سورۃ البقرۃ کے بعد (پس سورۃ الطلاق نے سورۃ البقرۃ کے عموم میں تخصیص کی ہے، اور حاملہ کی عدت وضع حمل قرار دی ہے، جب بھی بچہ پیدا ہوجائے)

یہ حدیث ابن سیرینؒ سے عبداللہ بن عونؒ کے علاوہ ایوب سختیانیؒ بھی روایت کرتے ہیں، ان کی روایت میں ابوعطیہ مالکؒ کے والد کے نام میں شک نہیں ہے، والد کا نام عامر مذکور ہے (یہ روایت آگے ۴۹۱۰ پر آرہی ہے)

عصر کی نماز درمیانی نماز ہے

سورۂ بقرہ کی آیت ۲۳۸ ہے: ﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾: پانچوں نمازوں کی حفاظت کرو، خاص طور پر درمیانی نماز کی، اس آیت کی تفسیر میں علماء کے بہت سے اقوال ہیں، ان میں سے راجح قول یہ ہے کہ صلاۃ وسطی سے مراد عصر کی نماز ہے، اس سے پہلے دن کی دو نمازیں فجر وظہر ہیں، اور اس کے بعد رات کی دو نمازیں مغرب اور عشاء ہیں، اس لئے یہ درمیانی نماز ہے (تفصیل کے لئے دیکھیں تحفۃ القاری ۳: ۲۶۳)

حدیث: غزوۂ احزاب میں جب آپؐ کی عصر کی نماز قضا ہوئی تو آپؐ نے مشرکین کے لئے بددعا کی: ''اے اللہ! ان کے گھروں کو اور ان کی قبروں کو (یا فرمایا: ان کے پیٹوں کو) آگ سے بھر دے، انھوں نے ہمیں درمیانی نماز نہیں پڑھنے دی، یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا۔

[۴۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾[البقرة: ۲۳۸]

[۴۵۳۳-] حدثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبِيْدَةَ، عَنْ عَلِيٍّ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم:

ح: وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ هِشَامٌ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، عَنْ عَبِيْدَةَ، عَنْ عَلِيٍّ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ: "حَبَسُوْنَا عَنْ صَلَاةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ، مَلَأَ اللّٰهُ قُبُوْرَهُمْ وَبُيُوْتَهُمْ أَوْ: أَجْوَافَهُمْ - شَكَّ يَحْيَى - نَارًا"[راجع: ۲۹۳۱]

نماز میں بات چیت کی ممانعت

احناف اور امام بخاری رحمہم اللہ کے نزدیک نماز میں کلام کی مطلق گنجائش نہیں، پہلے ضروری بات چیت کر سکتے تھے، پھر جب سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۳۸: ﴿قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ﴾: نازل ہوئی تو لوگوں کو نماز میں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا، پس تمام وہ حدیثیں جن میں نماز میں کلام کا ذکر ہے: منسوخ ہیں (یہ مسئلہ تحفۃ القاری ۳: ۵۲۰ میں گذرا ہے)

لغت: قَنَتَ (ن) قُنوتا کے معنی ہیں: خدا کا فرمان بردار ہونا، کمال انکساری کے ساتھ اظہار بندگی کرنا، خاموشی اس کا لازمی تقاضا ہے، اس لئے کلام فی الصلاۃ کی ممانعت کردی گئی (تفصیل تحفۃ القاری ۳: ۲۶۳ میں ہے)

[۴۳-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ﴾ مُطِيْعِيْنَ

[٤٥٣٤-] حدثنا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيىَ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أَبِيْ خَالِدٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ شُبَيْلٍ، عَنْ أَبِيْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، قَالَ: كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلَاةِ، يُكَلِّمُ أَحَدُنَا أَخَاهُ فِي حَاجَتِهِ حَتَّى نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ﴾ فَأُمِرْنَا بِالسُّكُوْتِ.
[راجع: ١٢٠٠]

خوف شدید ہو اور صلوٰۃ الخوف پڑھنے کی کوئی صورت نہ ہو تو نماز کیسے پڑھیں؟

اگر دشمن کا یا درندہ وغیرہ کا ڈر ہو، اور زمین پر اتر کر جماعت کرنا اور صلوٰۃ الخوف پڑھنا مشکل ہو تو پھر ہر شخص تنہا تنہا نماز پڑھے، سوار سواری پر اور پیادہ زمین پر، حنفیہ اسی کے قائل ہیں کہ اگر جنگ ہو رہی ہو یا جنگ تو نہیں ہو رہی مگر خطرہ شدید ہے تو ہر شخص تنہا نماز پڑھے، لیکن نماز رک کر پڑھنا ضروری ہے، چل بھی رہا ہو اور نماز بھی پڑھ رہا ہو یا سواری چل رہی ہو اور نماز پڑھ رہا ہو یہ صحیح نہیں، نماز نہیں ہوگی۔ یہ مسئلہ سورۃ البقرۃ آیت ۲۳۹ میں ہے: ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ﴾ الآیۃ: پھر اگر تم کو اندیشہ ہو تو کھڑے کھڑے یا سواری پر چڑھے ہوئے نماز پڑھ لیا کرو، پھر جب تم کو اطمینان ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کو اس طرح یاد کرو یعنی نماز پڑھو جس طرح تم کو سکھلایا ہے وہ طریقہ جو تم نہیں جانتے تھے۔

حدیث: نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں: جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نمازِ خوف پڑھنے کا طریقہ پوچھا جاتا تو وہ فرماتے: امام آگے بڑھے اور لوگوں کی ایک جماعت بھی، پس امام ان کو ایک رکعت پڑھائے، اور ان کی دوسری جماعت نمازیوں کے درمیان اور دشمن کے درمیان رہے، وہ ابھی نماز میں شامل نہیں ہوئی، پھر جب وہ لوگ جو امام کے ساتھ ہیں ایک رکعت پڑھ چکیں تو پیچھے چلے جائیں، ان لوگوں کی جگہ جو نماز میں شامل نہیں ہوئے اور وہ سلام نہ پھیریں، اور آگے آئیں وہ لوگ جو نماز میں شامل نہیں ہوئے پس وہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھیں، پھر امام لوٹ جائے درانحالیکہ اس

نے دو رکعتیں پڑھ لیں یعنی وہ سلام پھیر لے، پھر دونوں جماعتوں میں سے ہر ایک کھڑی ہو اور اپنی ایک ایک رکعت پڑھ لے امام کے سلام پھیرنے کے بعد، پس دونوں جماعتوں میں سے ہر ایک کی دو رکعتیں ہوگئیں ـــــ پس اگر اندیشہ اس سے زیادہ ہو تو لوگ نماز پڑھیں پیادہ اپنے پیروں پر کھڑے ہوئے یا سوار ہوکر، خواہ قبلہ کی طرف منہ ہو یا نہ ہو ـــــ امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں: میرے خیال میں ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ بات نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں یعنی حقیقت میں یہ حدیث مرفوع ہے۔

[٤٤-] بَابُ قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿ فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالاً أَوْ رُكْبَانًا فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوْا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَالَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ﴾[البقرة: ٢٣٩]

[٤٥٣٥-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا سُئِلَ عَنْ صَلاَةِ الْخُوْفِ، قَالَ: يَتَقَدَّمُ الإِمَامُ وَطَائِفَةٌ مِنَ النَّاسِ فَيُصَلِّيْ بِهِمِ الإِمَامُ رَكْعَةً، وَتَكُوْنُ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْعَدُوِّ لَمْ يُصَلُّوْا، فَإِذَا صَلَّى الَّذِيْنَ مَعَهُ رَكْعَةً اسْتَأْخَرُوْا مَكَانَ الَّذِيْنَ لَمْ يُصَلُّوْا، وَلاَ يُسَلِّمُوْنَ، وَيَتَقَدَّمُ الَّذِيْنَ لَمْ يُصَلُّوْا فَيُصَلُّوْنَ مَعَهُ رَكْعَةً، ثُمَّ يَنْصَرِفُ الإِمَامُ وَقَدْ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، فَيَقُوْمُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الطَّائِفَتَيْنِ فَيُصَلُّوْنَ لِأَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً بَعْدَ أَنْ يَنْصَرِفَ الإِمَامُ، فَيَكُوْنُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الطَّائِفَتَيْنِ قَدْ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ.

فَإِنْ كَانَ خَوْفٌ هُوَ أَشَدُّ مِنْ ذٰلِكَ صَلَّوْا رِجَالاً قِيَامًا عَلٰى أَقْدَامِهِمْ، أَوْ رُكْبَانًا مُسْتَقْبِلِى الْقِبْلَةِ أَوْ غَيْرَ مُسْتَقْبِلِيْهَا.

قَالَ مَالِكٌ: قَالَ نَافِعٌ: لاَ أُرَى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ ذَكَرَ ذٰلِكَ إِلَّا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم.[راجع: ٩٤٢]

ملحوظہ: ہمارے نسخہ میں باب اور حدیث کے درمیان میں مشکل الفاظ کے معانی ہیں اور عمدۃ القاری میں حدیث باب کے ساتھ ہے اور مفردات کے معانی بعد میں ہیں، میں نے عمدہ کے نسخہ کے مطابق حدیث باب کے ساتھ رکھی ہے اور غریب الفاظ کی وضاحت بعد میں کی ہے۔

[١-] وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ: ﴿كُرْسِيُّهُ﴾ عِلْمُهُ. [٢-] يُقَالُ: ﴿بَسْطَةً﴾ زِيَادَةً وَفَضْلاً. [٣-] ﴿أَفْرِغْ﴾ أَنْزِلْ. [٤-] ﴿يَئُوْدُهُ﴾: يُثْقِلُهُ، آدَنِیْ: أَثْقَلَنِیْ، وَالآدُ وَالأَيْدُ: الْقُوَّةُ. [٥-] ﴿فَبُهِتَ﴾: ذَهَبَتْ حُجَّتُهُ. [٦-] ﴿خَاوِيَةٌ﴾: لاَ أَنِيْسَ فِيْهَا. [٧-] ﴿ عُرُوْشِهَا﴾: أَبْنِيَتِهَا.[٨-] السِّنَةُ:النُّعَاسُ. [٩-] ﴿نُنْشِزُهَا﴾:

نُخْرِجُهَا. [١٠-] ﴿إِعْصَارٌ﴾: رِيْحٌ عَاصِفٌ تَهُبُّ مِنَ الْأَرْضِ إِلَى السَّمَاءِ كَعَمُوْدٍ، فِيْهِ نَارٌ. [١١-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿صَلْدًا﴾ لَيْسَ عَلَيْهِ شَيْئٌ. [١٢-] وَقَالَ عِكْرِمَةُ: ﴿وَابِلٌ﴾ مَطَرٌ شَدِيْدٌ، الطَّلُّ: النَّدَى، وَهٰذَا مَثَلُ عَمَلِ الْمُؤْمِنِ. [١٣-] ﴿يَتَسَنَّهْ﴾: يَتَغَيَّرْ.

مفردات کے معانی

۱- آیت الکرسی (سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۵) میں ہے: ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾: اللہ تعالیٰ کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو اپنے اندر لے رکھا ہے ـــــ کرسی کے معنی ہیں: تخت، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے نزدیک: عرش اور کرسی ایک چیز ہیں، تخت نشینی اور چیر مینی کا ایک مطلب ہے ـــــ دوسرے حضرات کہتے ہیں: کرسی ایک مخلوق ہے، عرش سے چھوٹی اور آسمانوں سے بڑی ـــــ پھر اصحاب ظواہر (سلفی) کہتے ہیں: کرسی کے حقیقی معنی مراد ہیں، یعنی بیٹھنے کی کرسی، مگر اس کی نوعیت مجہول (انجانی) ہے ـــــ اور حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ (تابعی) نے اس کی تاویل 'علم الٰہی' سے کی ہے، اور وہ یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بھی کرتے ہیں۔

۲- طالوت کو بادشاہ مقرر کیا گیا، لوگوں نے اعتراض کیا کہ وہ بادشاہ کیسے ہوسکتے ہیں: ان کو مالی وسعت حاصل نہیں؟ سورۃ البقرۃ آیت ۲۴۷ میں پیغمبر وقت نے ان کو جواب دیا: ﴿إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاهُ، وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ﴾: اللہ تعالیٰ نے ان کو تم میں سے منتخب فرمایا ہے، اور ان کو علم وجسامت میں زیادتی دی ہے ـــــ بسطة (مصدر) کے معنی ہیں: زیادتی، فضل، وسعت اور گنجائش۔

۳- جب طالوت کا لشکر جالوت کے مقابل ہوا تو فوجیوں نے دعا کی: ﴿رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا﴾: اے ہمارے پروردگار! ہم پر صبر (استقلال) نازل فرما (سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۰) ـــــ أفرغ کے معنی ہیں: انڈیلنا، ریڑھنا، برتن وغیرہ سے کوئی چیز نکال کر ڈالنا، اور أفرغ علیه الصبر کے معنی ہیں: کسی کو صبر دینا، قوت برداشت عطا کرنا۔

۴- آیت الکرسی (سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۵) میں ہے: ﴿وَلَا يَئُوْدُهُ حِفْظُهُمَا﴾: اور اللہ تعالیٰ پر آسمانوں اور زمین کی حفاظت کچھ گراں نہیں ـــــ آدَ (بروزن قال) یَئُوْدُ (بروزن یقول) أَوْد (بروزن قول) مصدر باب نصر، آدَ الشیئُ حاملَه: بوجھل بنادینا، تھکا دینا، بوجھ کی وجہ سے جھکا دینا ـــــ اسم الآد اور الأید: قوت وطاقت، سورہ ص (آیت ۱۷) میں ہے: ﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدْ ذَا الْأَيْدِ﴾: اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کرو جو بڑی قوت اور ہمت والے تھے۔

۵- سورۃ البقرۃ (آیت ۲۵۸) میں ابراہیم علیہ السلام کا نمرود (بروزن امرود) کے ساتھ مناظرہ ہوا، جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اللہ تعالیٰ ہر روز مشرق سے سورج نکالتے ہیں پس اگر تو خدا ہے تو (ایک ہی دن) مغرب سے نکال دے: ﴿فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ﴾: پس کافر ہکا بکا رہ گیا، کچھ جواب بن نہ آیا ـــــ بَهِت (س) بَهْتًا: حیرت میں ڈالنا، متحیر ہوکر

خاموش ہوجانا، دلیل سے مغلوب ہوکر رنگ پھیکا پڑ جانا۔

۶و۷-سورۃ البقرۃ (آیت ۲۵۹) میں ایک مثال بیان ہوئی ہے: نمرود نے ایک پھانسی کے مجرم کو آزاد کردیا، اور کہا: دیکھو، میں نے مردے کو زندہ کردیا، اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہیں: مردے کو زندہ کرنا یہ ہے یا جیسے وہ شخص (عزیر علیہ السلام) جو ایک بستی (بیت المقدس) سے گذرا، درانحالیکہ وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی الی آخرہ: ﴿أَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا﴾ خاوية: (اسم فاعل): گری ہوئی، خَوَى المكانُ (ض) خَوَاء: کسی جگہ یا مکان کا اپنے مکینوں سے یا دوسری اندر کی چیزوں سے خالی ہوجانا، لاأنیس فیها: اس بستی میں انسان نام کی کوئی مخلوق نہیں تھی —— اور عروش: عرش کی جمع ہے: چھت، مراد: مکانات ہیں..........أبنية: بناء کی جمع ہے، مکانات۔

۸-آیت الکرسی میں ہے: ﴿لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ﴾: اللہ تعالیٰ کو نہ اونگھ دبا سکتی ہے اور نہ نیند —— سِنَة کے معنی ہیں: نیند کی جھپکی، غنودگی۔

۹-سورۃ البقرۃ (آیت ۲۵۹) میں جو مثال بیان ہوئی ہے، اس میں ہے: ﴿وَانْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا﴾: اور (گدھے کی) ہڈیوں کی طرف دیکھ: ہم کس طرح ان کو ان کی جگہ سے نکالتے ہیں؟ —— نَشَزَ (ن ض) نَشْزًا: اٹھنا، بلند ہونا، أَنْشَزَ (افعال): کسی چیز کو اس کی جگہ سے ہٹانا، أَنْشَزَ اللّٰه عظامَ الميت: مردے کی ہڈیوں کو اکٹھا کرکے ان کی جگہ پر جوڑ دینا۔

۱۰-صدقہ کرکے احسان جتلانا یا آزار پہنچانا: صدقہ کو باطل کردیتا ہے، سورۃ البقرۃ آیت ۲۶۶ میں اس کی سنگینی کو ایک مثال سے سمجھایا ہے: کسی کا کھجور کا یا انگور کا باغ ہو، جس میں نہریں رواں ہوں، اور مالک کا بڑھاپا آگیا ہو، اور اس کی ناتواں اولاد ہو، پس کیا کسی کو یہ بات پسند ہے کہ اس باغ پر بگولا آئے، جس میں آگ ہو، پس وہ جل کر راکھ ہوجائے؟ ظاہر ہے یہ بات کسی کو پسند نہیں، پھر وہ اپنے صدقات کے باغ کو احسان جتلاکر یا تکلیف پہنچاکر کیوں خاکستر کردیتا ہے؟ (ماخوذ از فوائد شیخ الہند) —— اس مثال میں لفظ إعصار آیا ہے، اس کی جمع أعاصر اور أعاصير ہیں، اور معنی ہیں: ببولا، ہوا کا چکر، جو زمین سے اوپر کو ستون کی طرح اٹھتا ہے، اس میں کبھی آگ (تیز گرمی) بھی ہوتی ہے۔

۱۱-سورۃ البقرۃ (آیت ۲۶۴) میں اس شخص کی مثال آئی ہے جو احسان جتلاکر یا ایذاء پہنچاکر صدقہ باطل کرتا ہے کہ ایک چکنا پتھر ہے، جس پر کچھ مٹی آگئی، پھر اس پر زور کی بارش پڑ جائے تو وہ مٹی کو بالکل صاف کردے گی، اسی طرح احسان جتلانے والوں کو اور ایذاء پہنچانے والوں کو اپنی کمائی ذرا بھی ہاتھ نہیں آئے گی —— اس مثال میں لفظ صَلْد آیا ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے معنی کئے ہیں: اس پر کچھ بھی باقی نہیں رہے گا، صَلْد کے لغوی معنی ہیں: سپاٹ۔

۱۲-سورۃ البقرۃ (آیت ۲۶۴) میں اس مؤمن کی مثال بیان ہوئی ہے جو اللہ کی رضا جوئی کے لئے اور اپنے نفس میں پختگی پیدا کرنے کے لئے خرچ کرتا ہے: جیسے ٹیلے (بلندی) پر کوئی باغ ہو، اس پر زور کی بارش برسے تو باغ دونا پھل دے گا،

اوراگر زور کا مینہ نہ برسے تو ہلکی پھوار بھی اس کے لئے کافی ہوجائے گی ـــــ اس مثال میں لفظ وابل آیا ہے، حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے اس کا ترجمہ 'زور کی بارش' کیا ہے، اور طَلٌّ کا ترجمہ شبنم کیا ہے (شبنم ہلکی پھوار ہوتی ہے)

۱۳-سورۃ البقرۃ (آیت ۲۵۹) میں حضرت عزیر علیہ السلام کی جو مثال بیان ہوئی ہے: اس میں ہے: ﴿فَانْظُرْ إِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ﴾: پس آپ اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھیں: وہ سڑی گلی نہیں، اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ـــــ سَنِهَ (س) الطعام أو الشراب: خراب ہوجانا، بگڑ جانا، تَسَنَّهْ (تفعل) کے بھی یہی معنی ہیں: سڑ جانا، خراب ہوجانا، بدبودار ہوجانا ـــــ لم يتسنه: مضارع مجزوم ہے۔

نئی سند سے حدیث کی تخریج کرنے کے لئے باب مکرر لائے

ابھی (حدیث ۴۵۳۰) یہ باب اور حدیث گذری ہے، چونکہ وہی حدیث دوسری سند سے لانی تھی اس لئے باب مکرر لائے، اور امام بخاریؒ کے استاذ الاستاذ حمید کی روایت کے آخر میں أو نحو هذا ہے، یزید کی روایت میں یہ جملہ نہیں ہے۔

[۴۵-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا﴾ [البقرة: ۲۴۰]

[۴۵۳۶-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ الْأَسْوَدِ، وَيَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَا: حَدَّثَنَا حَبِيْبُ بْنُ الشَّهِيْدِ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ: قُلْتُ لِعُثْمَانَ: هٰذِهِ الْآيَةُ الَّتِيْ فِي الْبَقَرَةِ: ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿غَيْرَ إِخْرَاجٍ﴾ قَدْ نَسَخَتْهَا الْأُخْرٰى، فَلِمَ تَكْتُبُهَا؟ قَالَ: نَدَعُهَا، يَا ابْنَ أَخِيْ لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْهُ مِنْ مَكَانِهِ قَالَ حُمَيْدٌ: أَوْ نَحْوَ هٰذَا.

[راجع: ۴۵۳۰]

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی احیائے موتی کے مشاہدہ کی درخواست شک کی وجہ سے نہیں تھی

نمرود نے ایک بے گناہ کو قتل کر کے اور ایک پھانسی کے مجرم کو معاف کر کے کہا تھا: میں بھی مارتا جلاتا ہوں، پھر ابراہیم! تیرے رب کی کیا خصوصیت رہی! ابراہیم علیہ السلام نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا، کیونکہ وہ مارنے جلانے کی حقیقت ہی نہیں سمجھ رہا تھا، بلکہ دوسری دلیل پیش کی جس کا وہ کوئی جواب نہ دے سکا ـــــ مگر قاریٔ قرآن کو جواب چاہئے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے دو مثالیں بیان کیں اور بتایا کہ مارنا جلانا یہ ہے، نہ کہ وہ جو نمرود نے کیا تھا ـــــ ایک مثال: عزیز علیہ السلام کی بیان کی، اللہ تعالیٰ نے ان کو سو سال تک مردہ رکھا، پھر زندہ کر کے اٹھایا، اور ان کے سواری کے گدھے کو بھی میرے پیچھے ان کی نظروں کے سامنے زندہ کیا ـــــ دوسری مثال: ابراہیم علیہ السلام کی بیان کی، انھوں نے درخواست کی کہ ان کو احیاء موتی کی کیفیت دکھائی جائے، پس حکم ملا چار پرندے لے لو، ان کو اپنے سے مانوس کرلو، پھر ذبح کر کے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو،

اور ہر پہاڑ پر ان میں کا ایک حصہ رکھ دو، پھر ان کو آواز دو، وہ دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے، یہ ہے مارنا جلانا، نہ کہ وہ جو نمرود نے کیا۔

اور ابراہیم علیہ السلام نے درخواست اللہ کی اس صفت میں شک کی بنا پر نہیں کی تھی، نبی ﷺ نے فرمایا: ایسا شک تو ہم بدرجۂ اولیٰ کر سکتے ہیں، کیونکہ علم کے دو درجے ہیں: علم الیقین اور حق الیقین (عین الیقین) کسی بات کو قطعی طور پر جان لینا علم الیقین ہے، پھر اس کا آنکھ سے مشاہدہ کرنا حق الیقین ہے، پس اگر کوئی علم الیقین کو ترقی دینے کے لئے مشاہدہ کی درخواست کرے تو اس میں کچھ حرج نہیں، چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا: ﴿أَوَلَمْ تُؤْمِنْ؟﴾: تو انھوں نے قوت سے جواب دیا: ﴿بَلٰی﴾: کیوں نہیں! معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو احیائے موتی کی صفت میں شک نہیں تھا، بلکہ وہ علم الیقین کو ترقی دے کر حق الیقین بنانا چاہتے تھے، اور ایسی خواہش تو ہر مؤمن کی ہوتی ہے (تحفۃ القاری ۶: ۵۸۱)

[۴۶-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيْمُ رَبِّ أَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمُوْتٰى﴾ [البقرة: ۲۶۰]

[۴۵۳۷-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، وَسَعِيْدٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " نَحْنُ أَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ إِبْرَاهِيْمَ، إِذْ قَالَ: ﴿ رَبِّ أَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمُوْتٰى قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ﴾ [راجع: ۳۳۷۲] ﴿فَصُرْهُنَّ﴾: قَطِّعْهُنَّ.

لغت: مذکورہ آیت میں: ﴿فَصُرْهُنَّ﴾ آیا ہے، صُرْ (صاد کے پیش کے ساتھ فعل امر ہے) از صار یصور صَورًا (بروزن قَال یقول قولاً: از باب نصر) صار الشيئَ إليه کے معنی ہیں: جھکانا، مائل کرنا، نزدیک کرنا —— اور صِرْ (صاد کے زیر کے ساتھ بھی فعل امر ہے) از صار یصیر صَیرا (بروزن باع یبیع بَیعا: آیت میں دونوں قراءتیں ہیں، پھر کہا گیا کہ باب نصر کے معنی: ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے ہیں، اور باب ضرب کے معنی: مائل کرنے کے ہیں، اور کہا گیا کہ دونوں باب دونوں معنی میں مشترک ہیں، مگر إلیك قرینہ ہے کہ 'ہلانے' کے معنی بہتر ہیں، اردو مترجمین بھی یہی ترجمہ کرتے ہیں۔

محسوس مثال سے سمجھایا کہ منّ واذی صدقہ کو باطل کردیتے ہیں

سورۃ البقرۃ (آیت ۲۶۴) میں نظیر پیش کرکے سمجھایا تھا کہ منّ واذی صدقہ کو بے کار کردیتے ہیں، فرمایا تھا کہ خیرات کرکے احسان جتلانا یا ایذاء پہنچانا ایسا ہے جیسا لوگوں کو دکھلانے کے لئے خرچ کرنا، دونوں عمل بے گری کی مونگ پھلی ہیں، بظاہر صدقہ ہیں مگر بے نتیجہ ہیں —— اب آیت ۲۶۶ میں اس بات کو ایک محسوس مثال سے سمجھاتے ہیں، ارشاد پاک ہے:

﴿أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُوْنَ لَهُ جَنَّةٌ مِنْ نَخِيْلٍ وَأَعْنَابٍ، تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ، لَهُ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ، وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ، وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ، فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ، كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ

تَتَفَكَّرُوْنَ﴾: کیا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ اس کے لئے کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو، اس کے نیچے نہریں بہتی ہوں یعنی اس کی سرسبزی کا سامان موجود ہو، اس کے لئے اس باغ میں ہر طرح کے میوے ہوں یعنی اس میں کھجور اور انگور کے علاوہ اور بھی پھل دار درخت ہوں، اور اس کو بڑھاپا آ گیا ہو، یعنی وہ دوسرا باغ تیار کرنے کی پوزیشن میں نہ رہا ہو، اور اس کے کمزور اہل وعیال ہوں یعنی خرچ کی اس پر دوہری ذمہ داری ہو، پس اس باغ کو ایک ایسا بگولا پہنچے جس میں آگ ہو، پس وہ خاکستر ہوجائے؟ (ظاہر ہے یہ بات کوئی پسند نہیں کرتا، پھر وہ منّ واذی کے ذریعہ اپنے صدقہ کے ابطال کو کیسے گوارا کر لیتا ہے؟) اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے محسوس مثالیں بیان کرتے ہیں تاکہ تم سوچو (اور صدقہ کو ضائع نہ کرو)

حدیث: ح کی سند میں درمیان سے اوپر کی طرف تحویل ہے: ابن جریج کہتے ہیں: میں نے عبداللہ بن ابی ملیکہ کو ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہوئے سنا (دوسری سند) اور ابن جریج نے کہا: اور میں نے عبداللہ کے بھائی ابوبکر بن ابی ملیکہ کو عبید بن عمیر سے روایت کرتے ہوئے سنا۔ عبید کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دن نبی ﷺ کے صحابہ سے پوچھا: آیت کریمہ: ﴿أَيَوَدُّ﴾: تمہارے گمان میں کس معاملہ میں نازل ہوئی ہے؟ یعنی مقصد کلام کیا ہے؟ صحابہ نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں! اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا، اور فرمایا: کہو: ہم جانتے ہیں یا نہیں جانتے یعنی تمہارا یہ جواب صحیح نہیں (جیسا کہ تشریح میں آرہا ہے) پس ابن عباسؓ نے کہا: میرے دل میں اس آیت سے متعلق کچھ ہے اے امیر المؤمنین! یعنی میں آیت کا ایک مطلب سمجھتا ہوں، حضرت عمرؓ نے کہا: بھتیجے! کہو، اور اپنے کو معمولی مت سمجھو (اس کی وضاحت بھی تشریح میں آرہی ہے) ابن عباسؓ نے کہا: ایک عمل کی مثال بیان کی گئی ہے، حضرت عمرؓ نے پوچھا: کس عمل کی؟ ابن عباسؓ نے کہا: ایک خاص عمل کی (اس سے زیادہ وہ وضاحت نہ کر سکے یا حضرت عمرؓ کا جلال مانع ہوا) تو حضرت عمرؓ نے بات پوری کی، فرمایا: ایک مالدار آدمی کے عمل کی (مثال بیان کی ہے) جو اللہ کی فرمان برداری والا کام کرتا ہے یعنی صدقہ خیرات کرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کے لئے شیطان کو بھیجتے ہیں (وہ آکر ورغلاتا ہے) پس وہ گناہ کے کام کرتا ہے (احسان جتلاتا ہے یا آزار پہنچاتا ہے) یہاں تک کہ وہ اس کے اعمالِ صالحہ (خیرات) کو ڈوبا دیتا ہے یعنی ناکارہ کر دیتا ہے۔

تشریحات:

۱- نبی ﷺ جب صحابہ سے کوئی سوال کرتے تھے تو وہ اللہ ورسولہ أعلم کہتے تھے، اور وہ جواب مناسب تھا، کیونکہ وحی کا سلسلہ جاری تھا، اگر معروف جواب کے علاوہ کوئی جواب ہوگا تو وہ وحی سے معلوم ہوجائے گا، پس دخل در معقولات ٹھیک نہیں تھا، جیسے حجۃ الوداع میں آپؐ نے لوگوں سے تین سوال کئے: یہ کونسا مہینہ ہے؟ یہ کونسا دن ہے؟ یہ کونسا شہر ہے؟ سب کا جواب صحابہ نے دیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، اور اس کی وجہ بیان کی: ظننا أنه سَيُسَمِّيْه بغير اسمه: ہم نے گمان کیا کہ آپؐ ان کا معروف ناموں کے علاوہ کوئی اور نام رکھیں گے (بخاری حدیث ۱۷۴۱) ـــــ مگر آپؐ کے بعد وحی بند ہوگئی، پس اب یہ جواب صحیح نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں، مگر اس کا علم کیسے ہوگا؟ اب جواب أعلم یا لا

أعلم ہونا چاہئے۔

۲- اگر کسی سوال کا جواب ذہن میں آئے تو بے تکلف بتا دینا چاہئے، یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ چھوٹا منہ بڑی بات ہوگی، ایک مجلس میں نبی ﷺ نے صحابہ سے پوچھا: بتاؤ، وہ کونسا درخت ہے جو مؤمن کی مثال ہے؟ کسی نے جواب نہ دیا تو آپؐ نے بتلایا وہ کھجور کا درخت ہے، مجلس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ابا سے کہا: میرے ذہن میں جواب آیا تھا، مگر میں چھوٹا تھا اس لئے خاموش رہا، حضرت عمرؓ نے کہا: تم بولتے تو میرے لئے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہوتا! حضرت عمرؓ نے بھی ابن عباسؓ سے یہی بات کہی ہے کہ بولو، خود کو معمولی مت سمجھو۔

۳- اس آیت کو گذشتہ آیات کے تناظر میں سمجھنا چاہئے، فوائد شیخ الہند اور بیان القرآن میں مقصد کلام کو صحیح بیان کیا ہے، عام طور پر آیت کا جو مطلب بیان کیا جاتا ہے وہ موزوں نہیں، ان تفسیروں میں آیت کا ماسبق سے ربط باقی نہیں رہتا۔

[۴۷-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُوْنَ لَهُ جَنَّةٌ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿تَتَفَكَّرُوْنَ﴾

[۴۵۳۸-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِيْ مُلَيْكَةَ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: ح: وَسَمِعْتُ أَخَاهُ أَبَا بَكْرِ بْنَ أَبِيْ مُلَيْكَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ يَوْمًا لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: فِيْمَ تَرَوْنَ هٰذِهِ الآيَةَ نَزَلَتْ: ﴿أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُوْنَ لَهُ جَنَّةٌ﴾؟ قَالُوْا: اللّٰهُ أَعْلَمُ، فَغَضِبَ عُمَرُ فَقَالَ: قُوْلُوْا: نَعْلَمُ أَوْلاَ نَعْلَمُ! فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فِي نَفْسِيْ مِنْهَا شَيْئٌ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! قَالَ عُمَرُ: يَا ابْنَ أَخِيْ! قُلْ وَلاَ تَحْقِرْ نَفْسَكَ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ضُرِبَتْ مَثَلاً لِعَمَلٍ، قَالَ عُمَرُ: أَيُّ عَمَلٍ؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لِعَمَلٍ، قَالَ عُمَرُ: لِرَجُلٍ غَنِيٍّ يَعْمَلُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، ثُمَّ بَعَثَ اللّٰهُ لَهُ الشَّيْطَانَ، فَعَمِلَ بِالْمَعَاصِيْ حَتَّى أَغْرَقَ أَعْمَالَهُ.

غریب لگ لپٹ کر نہ مانگے!

سورۃ البقرۃ (آیت ۲۷۳) میں ضمناً آیا ہے: ﴿لاَ يَسْأَلُوْنَ النَّاسَ إِلْحَافًا﴾: اصحاب صفہ کسی سے لگ لپٹ کر نہیں مانگتے، البتہ ان کے چہروں سے ان کی فلاکت (غریبی) کا اندازہ ہوجاتا ہے، ایسوں کو دینے میں زیادہ ثواب ہے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: "مسکین وہ نہیں جو کھجور دو کھجور کے لئے اور لقمہ دو لقمہ کے لئے دربدر گھومتا ہے، بلکہ مسکین وہ ہے جو مانگنے سے بچتا ہے، اور پڑھو تم اگر چاہو: ﴿لاَ يَسْأَلُوْنَ النَّاسَ إِلْحَافًا﴾: وہ (اصحابِ صفہ) لوگوں سے لگ لپٹ کر نہیں مانگتے۔

تشریح: جس شخص کا پیشہ مانگنا ہے وہ کامل مسکین نہیں، اس کو گذارہ کے بقدر مل ہی جاتا ہے، بلکہ کامل مسکین وہ ہے جس کے پاس بقدر ضرورت نہیں ہے، اور سوال بھی نہیں کرتا، شرم مانع بنتی ہے، اور مجبوری میں مانگتا ہے تو اصرار نہیں کرتا، ایسے شخص

کی مدد کرنا اور اس پر خرچ کرنا بڑا کارِثواب ہے (تحفۃ القاری ۴:۲۵۸)

لغت: الحاف، الحاح اور احفاء کے ایک معنی ہیں، أَلْحَفَ عَلَيَّ السائلُ: اصرار کے ساتھ مانگنا، ضد کرکے مانگنا ــــــ أَلَحَّ فلان على الشيئ: کسی چیز پر مصر ہونا، اڑنا، أَلَحَّ عليه بالمسألة: اصرار کے ساتھ مانگنا، مانگنے میں ضد کرنا، پیچھے پڑ کر مانگنا، سرہوجانا ــــــ أَحْفَى فلانا: بار بار سوال کرکے پریشان کرنا، أحْفَى السؤال: بار بار سوال کرنا، حد سے بڑھ جانا، سورہ محمد (آیت ۳۷) میں ہے: ﴿إِنْ يَسْأَلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا﴾: اگر اللہ تعالیٰ تم سے تمہارے مال طلب کریں، اور انتہائی درجہ تک تم سے طلب کریں تو تم بخل کرنے لگوگے ــــــ أَجْهَدَ فلانا: مشقت میں ڈالنا، تھکا دینا۔

[٤٨-] بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ: ﴿لَايَسْئَلُوْنَ النَّاسَ إِلْحَافًا﴾ [البقرة: ٢٧٣]

يُقَالُ: أَلْحَفَ عَلَيَّ، وَأَلَحَّ عَلَيَّ، وَأَحْفَانِيْ بِالْمَسْأَلَةِ ﴿فَيُحْفِكُمْ﴾ يُجْهِدُكُمْ.

[٤٥٣٩-] حدثنا ابْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ شَرِيْكُ بْنُ أَبِيْ نَمِرٍ، أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ، وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِيْ عَمْرَةَ الْأَنْصَارِيَّ، قَالاَ: سَمِعْنَا أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: " لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلاَ اللُّقْمَةُ وَلاَ اللُّقْمَتَانِ، إِنَّمَا الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ يَتَعَفَّفُ، وَاقْرَءُ وْا إِنْ شِئْتُمْ - يَعْنِيْ - قَوْلَهُ: ﴿لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ إِلْحَافًا﴾

[راجع: ١٤٧٦]

اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام کیا ہے

سورۃ البقرۃ (آیت ۲۷۵) میں ہے کہ جو لوگ سود کھاتے ہیں، وہ (قیامت کے دن قبروں سے) نہیں کھڑے ہونگے مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے وہ شخص جس کو شیطان (جنّ) نے خبطی بنادیا ہو لپٹ کر یعنی حیران و مدہوش کھڑے ہونگے، اس لئے کہ انھوں نے کہا: بیع سود کے مانند ہی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔

تفسیر: کفار نے کہا: بیع سود کے مانند ہی ہے یعنی دونوں کا مقصد نفع کمانا ہے، پھر بیع جائز اور سود ناجائز ایسا کیوں؟ ان کو جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے، اور دونوں کا فرق وصف عنوانی میں رکھ دیا ہے، تفصیل تحفۃ القاری (۵:۲۵) میں ہے، اور سود کھانے والے قیامت کے دن قبروں سے ایسے اٹھیں گے جیسے آسیب زدہ اور مجنون دنیا میں حواس باختہ کھڑا ہوتا ہے، اور حاشیہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے: آکل الربوا يُبعث يومَ القيامة مجنونا: سودخور قیامت کے دن پاگل اٹھایا جائے گا، اس حدیث کی وجہ سے المسّ کا ترجمہ 'جنون' کیا ہے۔

لغت: الْمَسّ مصدر ہے، مَسَّ يَمَسُّ مَسًّا: چھونا، ہاتھ لگانا، سورۃ الواقعہ میں ہے: ﴿لَايَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾: لوح محفوظ کو ہاتھ نہیں لگاتے مگر نہایت پاکیزہ بندے یعنی فرشتے، وہاں تک شیاطین کی پہنچ نہیں، پس وہ لوح محفوظ میں کیا گڑ

بڑھ کر سکتے ہیں؟

حدیث: پہلے گذری ہے: جب سورۃ البقرۃ کی آخری آیات نازل ہوئیں جو سود کی حرمت کے سلسلہ میں ہیں تو نبی ﷺ نے وہ لوگوں کو سنائیں، اس وقت شراب کی خرید وفروخت کی حرمت کا بھی اعلان کیا، کیونکہ دونوں قطعی حرام ہیں، اس لئے دونوں کا لین دین بھی حرام ہے۔

[٤٩-] بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ: ﴿وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ ﴿الْمَسُّ﴾: الْجُنُوْنُ.

[٤٥٤٠-] حدثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِيْ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا نَزَلَتِ الآيَاتُ مِنْ آخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِي الرِّبَا، وَقَرَأَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى النَّاسِ، ثُمَّ حَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ. [راجع: ٤٥٩]

اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں اور خیرات کو بڑھاتے ہیں

سود کی کمائی ایک نہ ایک دن ختم ہو جاتی ہے، تیسری پشت تک ضرور تباہی آتی ہے، سود سے بظاہر مال میں اضافہ ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اس کو دیر سویر ضرور مٹا دیتے ہیں، اور خیرات کو بڑھاتے ہیں، اس سے مال میں برکت ہوتی ہے، اور دارین میں نیک نامی کا باعث بنتی ہے، اور حدیث وہی ہے جو گذشتہ باب میں آئی ہے، اس کو نئی سند سے لانے کے لئے نیا عنوان قائم کیا ہے۔

[٥٠-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا﴾ [البقرة: ٢٧٦]

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: يُذْهِبُهُ.

[٤٥٤١-] حدثنا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الضُّحَى يُحَدِّثُ عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: لَمَّا أُنْزِلَتِ الآيَاتُ الْأَوَاخِرُ مِنْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَتَلَاهُنَّ عَلَيْهِمْ فِي الْمَسْجِدِ، فَحَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ. [راجع: ٤٥٩]

سود خوروں کو جہاد کا الٹی میٹم!

سورۃ البقرۃ (آیات ۲۷۸و۲۷۹) میں ہے: ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور جو بقایا سود ہے اس کو چھوڑو، اگر تم ایمان والے ہو، پس اگر تم اس پر عمل نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کا الٹی میٹم سن لو!'' یعنی تمہارے ساتھ جہاد ہوگا اور بزور شمشیر تم سے سود خوری چھڑائی جائے گی ـــــ اِئْذَنوا: باب سمع سے فعل امر، صیغہ جمع مذکر حاضر ہے: جان لو تم، آگاہ ہو جاؤ تم أَذِنَ به إِذْنًا: جاننا ـــــ اور حدیث وہی ہے جو ابھی آئی ہے، سود چونکہ قطعی حرام ہے، اس لئے اگر اجتماعی طور پر اس

کی خلاف ورزی کی جائے تو اسلامی حکومت ان لوگوں سے جہاد کرے، اس حرام کاروبار کو قطعاً گوارا نہ کرے۔

[٥١-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ﴾ فَاعْلَمُوْا

[٤٥٤٢-] حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا نَزَلَتِ الآيَاتُ مِنْ آخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ، قَرَأَهُنَّ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَلَيْهِمْ فِي الْمَسْجِدِ، وَحَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ. [راجع: ٤٥٩]

مقروض کو مہلت دینی چاہئے، اور قرضہ معاف کردے تو اور بھی بہتر ہے

جب سود کی حرمت نازل ہوئی تو سورۃ البقرۃ (آیت ۲۷۵) میں کہا گیا کہ نزولِ حرمت سے پہلے جو سود لے چکے لے چکے، اس کو واپس کرنا ضروری نہیں: ﴿فَلَهُ مَاسَلَفَ﴾: —— پھر (آیت ۲۷۸ میں) حکم دیا کہ جو سود باقی ہے اس کو چھوڑ دو، اب اس کو نہیں لے سکتے: ﴿وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا﴾ —— پھر (آیت ۲۷۹ میں) فرمایا کہ اگر تم سود لینے سے توبہ کرلو تو تم کو تمہارے اصل اموال مل جائیں گے: ﴿وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُ وْسُ أَمْوَالِكُمْ﴾ —— پھر (آیت ۲۸۰ میں) فرمایا: اور اگر تنگ دست پاؤ یعنی مقروض اصل قرض بھی فوری طور پر واپس نہ کرسکتا ہو تو آسودگی تک مہلت دینا واجب ہے، اور یہ بات کہ تم قرضہ معاف ہی کردو اور بھی بہتر ہے، اگر تم (اس کے ثواب کو) جانو: ﴿وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلٰى مَيْسَرَةٍ، وَأَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ کان تامہ بمعنی وجد ہے —— اور حدیث وہی ہے جو ابھی گذری، نئی سند سے حدیث لانے کے لئے ابواب قائم کئے ہیں، اور 'خیر جاری' میں ہے کہ تکرار سے مقصود: ان آیات کے سنانے کا موقعہ، جگہ اور اسی موقعہ پر شراب کی تجارت کی حرمت بیان کرنا ہے (حاشیہ)

[٥٢-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلٰى مَيْسَرَةٍ، وَأَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ [البقرة: ٢٨٠]

[٤٥٤٣-] وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ: عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُوْرٍ وَالأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا أُنْزِلَتِ الآيَاتُ مِنْ آخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَرَأَهُنَّ عَلَيْنَا، ثُمَّ حَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ. [راجع: ٤٥٩]

سود کے سلسلہ کی آخری آیت

سود کے سلسلہ کی آخری آیت ہے: ﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ إِلَى اللّٰهِ، ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ

وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾: اوراس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی پیشی میں لائے جاؤ گے، پھر ہر شخص کو اس کے کئے کا پورا بدلہ ملے گا، اوران پر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا، یعنی مہلت دینے کا یا قرضہ معاف کرنے کا قیامت کے دن پورا صلہ ملے گا۔

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی ﷺ پر جو آخری آیت نازل ہوئی وہ سود کی آیت ہے (اور حاشیہ میں طبری کے حوالہ سے روایت کے الفاظ یہ ہیں: آخر آية أُنزلت على النبى صلى الله عليه وسلم: ﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ إِلَى اللّٰهِ﴾: یعنی سود کے سلسلہ میں جو آخری آیت نازل ہوئی ہے وہ یہ ہے پس اس آیت پر سود کا بیان پورا ہوا۔

[٥٣-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ إِلَى اللّٰهِ﴾ [البقرة: ٢٨١]

[٤٥٤٤-] حدثنا قَبِيْصَةُ بْنُ عُقْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: آخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم آيَةُ الرِّبَا.

دل کی کن باتوں پر مؤاخذہ ہوگا اور کن باتوں پر مؤاخذہ نہیں ہوگا؟

دل میں جو باتیں آتی ہیں وہ تین طرح کی ہوتی ہیں:

اول: وہ خیالات جن کا دل ہی سے تعلق ہوتا ہے، قول وفعل سے اس کا کچھ تعلق نہیں ہوتا، جیسے عقائد صحیحہ اور فاسدہ —— یہ باتیں اگر وسوسہ کے درجہ میں ہیں یعنی وہ خیالات دل میں جمے نہیں ہیں تو ان پر کوئی مواخذہ نہیں، ہاں جب وہ عزم کے درجہ میں پہنچ جائیں تو ان پر جزاوسزا مرتب ہوگی (تفصیل کے لئے دیکھیں معارف الحدیث ۱:۱۶۰)

دوم: وہ خیالات جن کا تعلق اقوال سے ہے، جیسے دل میں بیوی کو طلاق دینے کا خیال آیا، یا قسم کھانے کا، یا غلام آزاد کرنے کا، یا مطلقہ بیوی کو نکاح میں واپس لینے کا ارادہ ہوا تو جب تک زبان سے ان باتوں کا تکلم نہیں کرے گا: احکام مرتب نہیں ہونگے۔

سوم: وہ خیالات جن کا تعلق 'عمل' سے ہے، جیسے زنا کرنا، قتل کرنا، چوری کرنا وغیرہ۔ ان پر مؤاخذہ اس وقت ہوگا جب ان افعال کا صدور ہوجائے، پس اگر کسی نے دل میں ٹھانا کہ زنا کرنا ہے یا قتل کرنا ہے تو جب تک یہ افعال صادر نہ ہوں دنیا وآخرت میں اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں —— البتہ گناہ کا صدور نیت صحیح ہونے کے باوجود کسی مانع کی وجہ سے نہ ہو تو اس پر آخرت میں مؤاخذہ ہوگا، جیسے دو شخص تلواریں لے کر بھڑے، پھر ایک نے دوسرے کو قتل کردیا تو دونوں جہنم میں جائیں گے، آخرت میں دونوں ہی قاتل ٹھہریں گے، کیونکہ جو مارا گیا وہ مرنے کے لئے نہیں آیا تھا، بلکہ وہ اپنے بھائی کو مارنے کے لئے آیا تھا، مگر اتفاق کہ وہ مار نہ سکا، مر گیا، اس لئے اللہ کے یہاں وہ بھی قاتل لکھا جائے گا (تحفۃ الالمعی ۷:۱۴۶)

آیتِ کریمہ: سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۸۴ ہے: ﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ، وَإِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ

أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ، فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ، وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾: اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہے وہ سب کچھ جو آسمانوں میں ہے اور وہ سب کچھ جو زمین میں ہے، اور جو باتیں تمہارے دلوں میں ہیں ان کو اگر تم ظاہر کرو یا پوشیدہ رکھو: اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لیں گے، پھر جس کے لئے منظور ہوگا بخش دیں گے اور جس کے لئے منظور ہوگا سزا دیں گے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔

تفسیر: جو باتیں تمہارے دلوں میں ہیں: یہ ارشاد عام ہے، اس کے عموم کی وجہ سے صحابہ ڈر گئے، کیونکہ بعض اوقات دل میں بڑے گندے خیالات آتے ہیں، کبھی منکرانہ اور ملحدانہ خیالات دل و دماغ کو پریشان کرتے ہیں، پس آیت ۲۸۶ نازل ہوئی: ﴿لَايُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾: اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مکلّف نہیں بناتے، مگر اس کا جو اس کے اختیار میں ہے، اب بات واضح ہوگئی کہ ما فی أنفسکم سے مراد: امورِ قلبیہ اختیاریہ ہیں، اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری امت سے دل کے برے خیالات اور وسوسوں کو معاف کر دیا ہے، ان پر کوئی مؤاخذہ نہ ہوگا، جب تک ان پر عمل نہ ہو، اور جب تک ان کو زبان سے نہ بولے (متفق علیہ)

حدیث: مروان الاصفر ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں (جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے) —— اور ترمذی (حدیث ۳۰۱۳) میں سدّی کبیر مجہول استاذ کے واسطہ سے یہی بات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں —— ابن عمرؓ کہتے ہیں: آیت و إن تبدوا منسوخ کی گئی ہے (اور ناسخ لایکلف اللہ ہے) —— متقدمین عام میں تخصیص کو اور مجمل کی وضاحت کو بھی نسخ کہتے تھے، جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے الفوز الکبیر کی فصل ناسخ و منسوخ میں بیان کیا ہے، یہ اس کی ایک مثال ہے)

[٥٤-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَإِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ [البقرة: ٢٨٤]

[٤٥٤٥-] حدثنا مُحَمَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مِسْكِيْنٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ مَرْوَانَ الْأَصْفَرِ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم- وَهُوَ ابْنُ عُمَرَ-: أَنَّهَا قَدْ نُسِخَتْ: ﴿وَإِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوْهُ﴾ الآيَةَ. [طرفه: ٤٥٤٦]

وضاحت: أنها کی ضمیر کا مرجع آیت و إن تبدوا ہے یعنی یہ آیت منسوخ کی گئی ہے۔

سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیتیں

سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیتوں کے احادیث میں بڑے فضائل آئے ہیں، جو شخص رات میں یہ دو آیتیں پڑھ لے تو یہ

اس کے لئے کافی ہیں، حسب ارشادِ نبوی: یہ دوآیتیں جنت کے خزائن میں سے نازل فرمائی گئی ہیں۔

شانِ نزول: جب آیت کریمہ: ﴿وَإِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ﴾: نازل ہوئی تو چونکہ الفاظ عام تھے، اس لئے صحابہ نے سمجھا کہ غیر اختیاری خیالات کا بھی حساب ہوگا، انھوں نے اپنی یہ الجھن خدمتِ نبوی میں پیش کی، آپ ؐ نے فرمایا: اللہ کی طرف سے جو حکم آئے بے تأمل مان لو، اور کہو: سمعنا و أطعنا: ہم نے حکم سنا، اور ہم اس پر عمل کریں گے، چنانچہ صحابہ نے یہ کہا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهٖ﴾ الأية: اللہ کے رسول ایمان لائے اس چیز پر جوان کے پاس ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی، اور مؤمنین بھی، سب یقین رکھتے ہیں اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اور اس کے رسولوں پر (اور وہ کہتے ہیں:) ہم اس کے پیغمبروں میں تفریق نہیں کرتے (کہ کسی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں ایسا نہیں کرتے) انھوں نے کہا: ہم نے آپ کا ارشاد سنا اور اس کو بخوشی مانا، ہم آپ کی بخشش چاہتے ہیں، اے ہمارے پروردگار! اور آپ ہی کی طرف ہم سب کو لوٹنا ہے۔

لغت: اس آیت میں ﴿غفرانك﴾ آیا ہے، غفران: مغفرة کی طرح مصدر ہے اور مفعول مطلق ہے، اور عامل وجوبا محذوف ہے، أی نطلب غفرانك یا اِغْفِرْلنا: ہمارے گناہ بخش دے!

پھر دوسری آیت میں صحابہ کا ایک خلجان دور کیا گیا ہے کہ جب ہر خیال پر مؤاخذہ ہوگا تو عذاب سے کون بچے گا؟ فرمایا: ﴿لاَ يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلاَّ وُسْعَهَا، لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ، رَبَّنَا لاَ تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِيْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا﴾: اللہ تعالیٰ کسی کو مکلّف نہیں بناتے مگر اس کا جو اس کے اختیار میں ہو، اس کو ثواب بھی اسی کا ملتا ہے جو وہ ارادہ سے کرتا ہے، اور اس پر عذاب بھی اسی کا ہوتا ہے جس کا وہ ارادہ کرے، اے ہمارے پروردگار! ہماری داروگیر نہ فرما اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں —— اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قد فعلتُ: میں ان امور میں تمہاری داروگیر نہیں کروں گا، اور حدیث میں فرمایا: رُفع عن أمتی الخطأ و النسیان: میری امت سے چوک اور بھول اٹھادی گئی! یعنی ان کا گناہ نہیں ہوگا —— ﴿رَبَّنَا وَلاَ تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا﴾: اے ہمارے پروردگار! اور ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیجیں، جس طرح ہم سے پہلے والوں پر آپ نے احکام بھیجے —— اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قد فعلتُ: میں ایسے بھاری احکام تم پر نازل نہیں کرونگا، چنانچہ دین آسان کر کے نازل فرمایا ﴿ رَبَّنَا وَلاَ تُحَمِّلْنَا مَالاَ طَاقَةَ لَنَا بِهٖ، وَاعْفُ عَنَّا، وَاغْفِرْلَنَا، وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلاَنَا فَانْصُرْنَا عَلٰى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ﴾: اے ہمارے پروردگار! اور ہم پر کوئی ایسا بار نہ ڈالیں جس کو ہم سہار نہ سکیں، اور ہم سے درگذر فرما! اور ہماری بخشش فرما! اور ہم پر مہربانی فرما! آپ ہمارے کارساز ہیں، پس آپ ہم کو کافروں پر غالب فرمائیں —— اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قد فعلتُ: میں تمہاری یہ سب خواہشیں پوری کرونگا (ترمذی حدیث ۳۰۱۵)

لغت: إصر کے معنی ہیں: بھاری بوجھ، سورۃ الاعراف (آیت ۱۵۷) میں ہے: ﴿وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلاَلَ

الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْهِمْ﴾: اور نبی ﷺ ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا ترجمہ کیا ہے: عہد و پیمان، یہ لازمی معنی ہیں، کیونکہ امانت (تکلیف شرعی) کی کماحقہ بجا آوری ایک بھاری ذمہ داری ہے۔

حدیث: وہی ہے جو گذشتہ باب میں آئی ہے، ابن عمرؓ فرماتے ہیں: آیت ﴿وَإِنْ تُبْدُوْا﴾ منسوخ ہے، اور آیت: ﴿لاَ یُکَلِّفُ اللّٰهُ﴾ ناسخ ہے، یا کہیں کہ دوسری آیت نے پہلی آیت کے عموم میں تخصیص کی ہے یا یہ کہیں کہ دوسری آیت نے پہلی آیت کے اجمال کی وضاحت کی ہے، بات ایک ہے۔

[٥٥-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿ءَامَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ﴾ [البقرة: ٢٨٥]

[١-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿إِصْرًا﴾: عَهْدًا.

[٢-] وَيُقَالُ: ﴿غُفْرَانَكَ﴾: مَغْفِرَتَكَ، فَاغْفِرْ لَنَا.

[٤٥٤٦-] حَدَّثَنِیْ إِسْحَاقُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا رَوْحٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ مَرْوَانَ الْأَصْفَرِ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم- قَالَ: أَحْسِبُهُ ابْنَ عُمَرَ-: ﴿وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِیْ أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوْهُ﴾ قَالَ: نَسَخَتْهَا الآيَةُ الَّتِیْ بَعْدَهَا. [راجع: ٤٥٤٥]

(الحمد للہ! سورۃ البقرۃ کی تفسیر پوری ہوئی)

تفسیر سورۃ آلِ عمران

[۳] سورةُ آلِ عِمْرَانَ

[١-] ﴿تُقَاةٌ﴾ وَتَقِيَّةٌ وَاحِدَةٌ. [٢-] ﴿صِرٌّ﴾: بَرْدٌ. [٣-] ﴿شَفَا حُفْرَةٍ﴾: مِثْلُ شَفَا الرَّكِيَّةِ، وَهُوَ حَرْفُهَا. [٤-] ﴿تُبَوِّئُ﴾: تَتَّخِذُ مُعَسْكَرًا. [٥-] وَالْمُسَوِّمُ: الَّذِىْ لَهُ سِيْمَاءٌ بِعَلاَمَةٍ أَوْ بِصُوْفَةٍ أَوْ مَا كَانَ. [٦-] ﴿رِبِّيُّوْنَ﴾: الْجَمِيْعُ، وَالْوَاحِدُ رِبِّيٌّ. [٧-] ﴿تَحُسُّوْنَهُمْ﴾: تَسْتَأْصِلُوْنَهُمْ قَتْلاً. [٨-] ﴿غُزًّى﴾: وَاحِدُهَا غَازٍ. [٩-] ﴿سَنَكْتُبُ﴾: سَنَحْفَظُ. [١٠-] ﴿نُزُلاً﴾: ثَوَابًا، وَيَجُوْزُ: وَمُنْزَلٌ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ، كَقَوْلِكَ: أَنْزَلْتُهُ. [١١-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ﴾: الْمُطَهَّمَةُ الْحِسَانُ. [١٢-] وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ: ﴿وَحُصُوْرًا﴾: لاَ يَأْتِىْ النِّسَاءَ. [١٣-] وَقَالَ عِكْرِمَةُ: ﴿مِنْ فَوْرِهِمْ﴾: مِنْ غَضَبِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ، [١٤-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿تُخْرِجُ الْحَىَّ﴾: النُّطْفَةُ: تَخْرُجُ مَيِّتَةً، وَيَخْرُجُ مِنْهَا الْحَىُّ. [١٥-] ﴿الإِبْكَارِ﴾: أَوَّلُ الْفَجْرِ. [١٦-] ﴿وَالْعَشِىِّ﴾: مَيْلُ الشَّمْسِ إِلٰى أَنْ أُرَاهُ تَغْرُبُ.

مفردات کے معانی

۱- سورۃ آل عمران (آیت ۲۸) میں ہے: مسلمانوں کو چاہئے کہ کفار کو دوست (کارساز) نہ بنائیں، اگر کوئی ایسا کرے گا تو اس کا اللہ تعالیٰ سے کچھ تعلق نہیں: ﴿إِلَّآ أَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقَاةً﴾: مگر ایسی صورت ہو کہ تم کو ان سے قوی اندیشہ ہو —— تُقَاة: مصدر ہے، اور ایک قراءت میں تَقِيَّة (بروزن مَطِيَّة) ہے، دونوں تَقٰى يَتْقِىْ (جیسے قضى يقضى) کے مصادر ہیں، جن کے معنی ہیں: اندیشہ، ڈر، خوف۔

۲- سورۃ آلِ عمران (آیت ۱۱۷) میں ہے: دنیوی مقصد سے مال خرچ کرنا ایسا ہے جیسے کوئی ہوا ہو، اس میں تیز سردی ہو، جو ظالموں کی کھیتی کو پہنچے اور اس کو تباہ کردے: ﴿كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ﴾: صِرّ: پالا، سخت سردی، صُرَّ النباتُ: پودوں پر پالا پڑ جانا، سردی سے ٹھٹھر جانا۔

۳- سورۃ آلِ عمران (آیت ۱۰۳) میں ہے: ﴿وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ﴾: اور تم دوزخ کے گھڑے کے کنارے پر تھے، پس اللہ تعالیٰ نے (اسلام کی توفیق دے کر دوزخ سے) تمہاری جان بچالی —— شَفَا: ہر چیز

کا کنارہ، جیسے شَفَا الرَّكِيَّة: کنویں کا کنارہ (حرف: کنارہ، الرکیۃ کی جمع رَكَايا)

۴-سورۃ آلِ عمران (۱۲۱) میں ہے: ﴿وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ﴾: اور جب آپؐ (غزوۂ احد کے لئے) اپنے گھر سے نکلے، جنگ کے لئے مسلمانوں کو ٹھکانوں میں جما رہے تھے ــــ بَوَّأَ منزلاً: جگہ میں ٹھیرانا .... تَبَوَّأَ المكانَ وبه: ٹھہرنا، جگہ بنانا، مقیم ہونا ــــ غَدیٰ بمعنی صار (فعل ناقص) ہے (تحفۃ القاری ۱۳۲:۸) معسکر: چھاؤنی یعنی آپؐ لشکر کی ترتیب قائم کر رہے تھے۔

۵-سورۃ آلِ عمران (آیت ۱۲۵) میں بدر میں اترنے والی فرشتوں کی کمک کے بارے میں: ﴿مُسَوِّمِيْنَ﴾: آیا ہے، یہ مسوِّم (اسم فاعل) کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں: خاص وضع بنانے والے، تسویم: اپنے اوپر یا کسی پر کوئی خاص نشان لگانا، سیماء: خاص علامت، صوفة: اون کا ایک ٹکڑا، ما کان: جو بھی ہو۔ ترجمہ: المسوَّم: وہ ہے جس کے لئے کوئی خاص علامت ہو، خواہ کوئی نشانی لگا ہوا ہو، یا اون کا کوئی ٹکڑا بندھا ہوا ہو، یا جو بھی ہو۔

۶-سورۃ آلِ عمران (۱۴۶) میں ہے: ﴿وَكَأَيِّنْ مِنْ نَبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ﴾: اور بہت سے نبی ہوئے ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والے لڑے ہیں ــــ ربیون: جمع ہے، مفرد رِبِّیّ ہے، رب کی طرف نسبت: اللہ والے، پرہیزگار۔

۷-سورۃ آلِ عمران (آیت ۱۵۲) میں ہے: ﴿وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِإِذْنِهِ﴾: اور اللہ نے تم سے اپنا وعدہ یقیناً سچا کر دکھایا، جب تم کفار کو (میدانِ احد میں شروع میں) بہ حکم الٰہی جڑ سے اکھیڑ رہے تھے ــــ حَسَّ (ن) الشيئَ حَسًّا: جڑ سے اکھیڑنا، سر قلم کرنا، مار ڈالنا ــــ اسْتَأْصَلَ الشيئَ: بیخ کنی کرنا، کسی چیز کو جڑ سے اکھاڑنا۔

۸-سورۃ آلِ عمران (آیت ۱۵۸) میں ہے کہ منافقین اپنے برادروں سے کہتے ہیں جب وہ سفر میں کسی حادثہ کا شکار ہو جاتے ہیں یا جہاد کے لئے نکلتے ہیں اور مارے جاتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے نہ مارے جاتے! مسلمانوں کو ایسے اقوال وافعال سے روکا گیا ہے ــــ غُزًّی: غازٍ کی جمع ہے، اس کی اصل غازی (بروزن قاضی) ہے، جس کے معنی ہیں: مجاہد، جنگ کرنے والا۔

۹-سورۃ آلِ عمران (آیت ۱۸۱) میں یہود کا قول ہے کہ اللہ غریب ہیں اور ہم مالدار ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿سَنَكْتُبُ مَاقَالُوْا﴾: ابھی ہم ان کی کہی ہوئی بات لکھ لیتے ہیں یعنی ریکارڈ کر لیتے ہیں، تا کہ وہ ان پر حجت ہو۔

۱۰-سورۃ آلِ عمران (آیت ۱۹۸) میں ہے کہ اللہ سے ڈرنے والوں کو آخرت میں ہمیشہ رہنے کے لئے سدا بہار باغات ملیں گے ﴿نُزُلًا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾: جو اللہ کی طرف سے 'مہمانی' ہونگے ــــ نُزُل (بضمتین) کے معنی ثواب کئے ہیں، یہ لازمی معنی ہیں، اور أنزلتُه سے منزل (اسم مفعول) کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے یعنی اللہ کا عطیہ، مگر عام طور پر 'طعام ضیافت' ترجمہ کیا جاتا ہے۔

۱۱-سورۃ آلِ عمران (آیت ۱۴) میں ہے کہ لوگوں کو چند چیزوں سے دلچسپی ہوتی ہے: عورتوں سے، بیٹوں سے، سونے

چاندی کے ڈھیروں سے، موٹے تازے خوبصورت گھوڑوں سے، مویشی سے اور کھیتی سے، مگر ہیں یہ سب اسباب معاش (متاع: زندگی میں برتنے کی چیزیں) اور انجام کی خوبی اللہ ہی کے پاس ہے (پس دلچسپی اسی سے ہونی چاہئے) ——— المسومۃ (اسم مفعول) حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے: موٹا تازہ خوبصورت گھوڑا (علامت لگی ہوئی ہونی ضروری نہیں) ——— المطهمة: اسم مفعول: انتہائی حسین چیز، طَهَّمَ الشيئُ: بڑا اور بھاری بھرکم ہونا۔

۱۲- سورۃ آلِ عمران (آیت ۳۹) میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شان میں: ﴿حَصُوْرًا﴾: آیا ہے، جس کے معنی ہیں: نکاح نہ کرنے والا، اصل معنی ہیں: نفس کو لذت سے بہت روکنے والا، جس کے عموم میں نکاح نہ کرنا بھی آتا ہے۔

۱۳- سورۃ آلِ عمران (آیت ۱۲۵) میں: ﴿مِنْ فَوْرِهِمْ﴾: آیا ہے، یعنی اگر بدر میں مکہ والے ایک دم سے آ پہنچیں گے تو ہم پانچ ہزار فرشتوں کی کمک بھیج دیں گے ——— فور کا ترجمہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے غضب (غصہ) کیا ہے، جب کسی پر غصہ آتا ہے تو فوراً آدمی انتقام کے لئے دوڑتا ہے۔ یہ لفظ اردو میں بھی مستعمل ہے: فی الفور، علی الفور، فوراً یعنی ابھی ہاتھ کے ہاتھ جلد ہی، ابھی ابھی، فوراً۔

۱۴- سورۃ آلِ عمران (آیت ۲۷) میں ہے: ﴿تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ، وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ﴾: آپ جاندار کو بے جان سے نکالتے ہیں (جیسے بیضہ سے بچہ) اور بے جان کو جاندار سے نکالتے ہیں (جیسے پرندے سے بیضہ) ——— اور مجاہد رحمہ اللہ نے مثال دی ہے: نطفہ: بے جان نکلتا ہے، پھر اس سے جاندار مخلوق پیدا ہوتی ہے۔

۱۵ و ۱۶- سورۃ آلِ عمران (آیت ۴۱) میں حضرت زکریا علیہ السلام کو حکم دیا گیا تھا: ﴿وَسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالإِبْكَارِ﴾: اور آپ اللہ کی پاکی بیان کریں دن ڈھلے اور صبح ——— الإبکار (مفرد) تڑکا، سویرا (سورج نکلنے سے پہلے کا وقت) ——— العشی: زوال آفتاب سے غروب تک کا وقت، ترجمہ: سورج کا ڈھلنا، یہاں تک کہ گمان کروں میں اس کو کہ ڈوب رہا ہے۔

محکم اور متشابہ کی تفسیر

سورۃ آلِ عمران کی آیت ۷ ہے: ﴿هُوَ الَّذِىْ أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ، مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ، وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ، فَأَمَّا الَّذِيْنَ فِى قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيْلِهِ، وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيْلَهُ إِلَّا اللّٰهُ، وَالرَّاسِخُوْنَ فِى الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ: آمَنَّا بِهِ، كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا، وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُوْلُوْا الْأَلْبَابِ﴾:

ترجمہ: اللہ تعالیٰ وہ ہیں جنھوں نے آپؐ پر کتاب نازل کی، جس کی بعض آیتیں محکم ہیں، اور وہی کتاب کی بنیادی آیتیں ہیں، اور دوسری متشابہات ہیں، پس جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ کتاب کے اس حصہ کے پیچھے پڑتے ہیں جس کی مراد غیر واضح ہے، فتنہ پیدا کرنے کی غرض سے، اور اس کا مطلب جاننے کی نیت سے، حالانکہ اس کا مطلب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور علم میں جماؤ رکھنے والے کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لاتے ہیں، سب (آیتیں) ہمارے پروردگار کی

طرف سے ہیں، اور نصیحت وہی قبول کرتے ہیں جو خالص عقل رکھتے ہیں۔

لغات: مُحْكَمَةٌ (اسم مفعول، واحد مؤنث) مضبوط کی ہوئی، فیصلہ کی ہوئی، یعنی وہ آیتیں جن کی مراد بالکل واضح ہے، حَكَمَ بِالأَمْرِ (ن) حُكْمًا: فیصلہ کرنا، اور حَكَم الشيئَ: مضبوط کرنا.........الْمُتَشَابِهَةُ: (اسم فاعل، واحد مؤنث) یکساں، ہم شکل، تَشَابَهَ الأمران: دو چیزوں میں فرق نہ رہنا، یکساں اور ہم شکل ہوجانا، قرآنِ پاک میں ہے: ﴿إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا﴾: بے شک بیل ہم پر مشتبہ ہوگیا۔

آیت کا شانِ نزول:

سنہ ۹ ہجری میں یمن سے عیسائیوں کے مذہبی لوگوں کا ایک وفد مدینہ آیا، انھوں نے نبی ﷺ سے عیسیٰ علیہ السلام کی 'ابنیت' کے موضوع پر گفتگو کی، اس موقعہ پر سورہ آلِ عمران کی ابتدائی ۹۰ آیتیں نازل ہوئیں، اور ان کو سمجھایا کہ تمام آسمانی کتابوں میں دو طرح کی آیتیں نازل کی جاتی ہیں، بعض کی مراد واضح ہوتی ہے اور ان پر نبی کی تعلیم کا مدار ہوتا ہے، اور بعض آیتیں مشتبہ المراد ہوتی ہیں، جیسے انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو 'بیٹا' کہہ کر خطاب کیا گیا، اور اللہ تعالیٰ کے لئے 'باپ' استعمال کیا گیا، یہ مشتبہ المراد الفاظ ہیں، کیونکہ باپ بیٹا نسبی بھی ہوتا ہے، اور پیار کے لئے بھی یہ الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں، اس قسم کی مشتبہ آیتوں پر دین کی بنیاد نہیں ہوتی، ان کو محکم آیتوں کی طرف لوٹانا ضروری ہوتا ہے، جب انجیل میں یہ بات واضح کردی گئی کہ اللہ کا کوئی ہم سر نہیں، ان کی کوئی بیوی نہیں، اور ان کی کوئی اولاد نہیں: تو پھر باپ بیٹے نسبی کیسے ہوسکتے ہیں؟ مگر کج فطرت لوگ ان متشابہ آیات کے پیچھے پڑتے ہیں، ان کا مقصد کبھی فتنہ پیدا کرنا ہوتا ہے اور کبھی ان کی مراد تک پہنچنا ہوتا ہے، حالانکہ ان کی حقیقی مراد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، رہے علم میں پختہ لوگ تو وہ ان پر ایمان لاتے ہیں، ان آیات کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھتے ہیں، اور ان سے جتنی بات سمجھ میں آتی ہے اس پر اکتفا کرتے ہیں، اور زیادہ غور وخوض نہیں کرتے، مگر نصیحت وہی قبول کرتے ہیں جن کی عقلیں شوائب سے پاک ہوتی ہیں، ان پر رنگ چڑھے ہوئے نہیں ہوتے۔

محکم کا مطلب:

محکم: وہ کلام ہے جس سے زبان کا جاننے والا ایک ہی معنی سمجھتا ہے، جیسے: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ﴾: تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں حرام کی گئیں، مگر اعتبار پہلے زمانہ کے عربوں کا ہے، ہمارے زمانہ کے محققین جو بال کی کھال نکالتے ہیں: ان کی سمجھ کا اعتبار نہیں، کیونکہ فضول تحقیق ایک لاعلاج بیماری ہے، وہ محکم کو مبہم اور معلوم کو مشتبہ بنادیتی ہے (الفوز الکبیر)

متشابہ کا مطلب:

متشابہ: وہ کلام ہے جو چند معنی کا احتمال رکھتا ہو، جیسے 'اللہ کا ہاتھ' مخلوق کے ہاتھ جیسا بھی ہوسکتا ہے، اور کوئی اور نوعیت بھی ہوسکتی ہے، اور جیسے الٓمٓ: اس کا کچھ مطلب سمجھ میں نہیں آتا، پس متشابہ کی دو قسمیں ہوئیں:

۱- کامل متشابہ: جس کے کوئی معنی ذہن میں نہیں آتے، ایسے متشابہات حروف مقطعات ہیں جو سورتوں کے شروع میں ہیں۔
۲- من وجہٍ متشابہ: ایسی باتیں جن کو ایک حد تک سمجھا جاسکتا ہے، آخر تک نہیں سمجھا جاسکتا، یہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور امور آخرت ہیں، ان حقائق کو بیان کرنے کے لئے جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہ ہماری زبان کے ہیں، اور ہماری زبان کے الفاظ ہمارے مشاہدہ میں آنے والی چیزوں کے لئے وضع کئے گئے ہیں، جیسے لفظ ہاتھ ہمارے ہاتھ کے لئے اور لفظ انگور ہمارے باغ میں پیدا ہونے والے پھل کے لئے وضع کئے گئے ہیں، اور اللہ کی صفات ہمارے مشاہدہ سے ماوراء ہیں، اسی طرح امور آخرت: جنت وجہنم، ان کی نعمتیں اور عذاب، فرشتے اور حور وقصور وغیرہ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہیں، اس لئے ہم قرآن وحدیث میں استعمال کئے ہوئے الفاظ کو موضوع لہ کے دائرہ تک ہی سمجھ سکتے ہیں، ان کی پوری حقیقت کا ہم ادراک نہیں کرسکتے۔

جیسے انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بیٹا اور اللہ تعالیٰ کے لئے باپ کے الفاظ استعمال کئے گئے، ظاہر ہے ان دونوں لفظوں کی حقیقت ہمارے درمیان 'توالد وتناسل' ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی شان: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ ہے، اس لئے ہم ان لفظوں کی حقیقت ایک حد تک ہی سمجھ سکتے ہیں، آخر تک نہیں سمجھ سکتے، پس ہم کہیں گے کہ ابوت وبنوت سے مراد: گہرا تعلق ہے، حقیقۃً باپ بیٹا ہونا مراد نہیں۔

آیاتِ متشابہات میں غور وخوض جائز نہیں:

حدیث: عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: نبی ﷺ نے آیت: ﴿هُوَ الَّذِيْ أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ﴾: پوری پڑھی، اور فرمایا: ''جب تم دیکھو ان لوگوں کو جو قرآن کی آیات متشابہات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں تو وہی وہ لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے تذکرہ کیا ہے، پس ان سے دور رہو''

تشریح: جس طرح عیسائی انجیل کے متشابہات کی وجہ سے گمراہ ہوئے، اسی طرح اس امت میں بھی ایسے لوگ پیدا ہونگے جو قرآن کے متشابہات کے پیچھے پڑیں گے، چنانچہ اس امت میں بھی پہلی گمراہی صفاتِ متشابہات میں غور کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئی، مُعَطِّلَة، مُجَسِّمَة، مُؤَوِّلَة اور مُشَبِّهَه فرقے: صفات میں انتہائی غور وخوض کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئے، اس حدیث میں یہ حکم دیا گیا کہ ایسے لوگوں کے سایے سے بھی دور رہا جائے، تا کہ آدمی ان کے فتنہ سے محفوظ رہے۔

[۱-] بَابٌ

﴿مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ﴾: وَقَالَ مُجَاهِدٌ: الْحَلاَلُ وَالْحَرَامُ. ﴿وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ﴾: يُصَدِّقُ بَعْضُهُ بَعْضًا، كَقَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِيْنَ﴾ وَكَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لاَ يَعْقِلُوْنَ﴾ وَكَقَوْلِهِ: ﴿وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى﴾

﴿زَيْغٌ﴾: شَكٌّ، ﴿ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ﴾: الْمُشْتَبِهَاتِ، ﴿وَالرَّاسِخُوْنَ﴾ يَعْلَمُوْنَ ﴿يَقُوْلُوْنَ آمَنَّا بِهِ﴾

وضاحت: سورۃ آلِ عمران کی آیت ۷ کی یہ تفسیر مجاہد رحمہ اللہ نے کی ہے، جو اختصار کی وجہ سے چیستاں بن گئی ہے، چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **إني لم أر أحدا من الشراح أتى ساحل هذا، فضلاً أن يغوص فيه:** کوئی شارح اس عبارت کے ساحل پر بھی نہیں آیا، اس میں گھسنا تو در کنار! —— سورۃ الزمر (آیت ۲۳) میں ہے: ﴿اللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِيَ﴾: اللہ تعالیٰ نے بڑا عمدہ کلام (قرآن) نازل فرمایا، جو ایسی کتاب ہے جو باہم ملتی جلتی ہے، بار بار دہرائی گئی ہے۔ اس آیت میں جو متشابہ کے معنی ہیں وہی معنی مجاہد رحمہ اللہ نے سورہ آلِ عمران کی آیت ۷ میں کئے ہیں، یعنی جو مضمون قرآنِ کریم میں مختلف جگہ مختلف انداز سے آیا ہے وہ متشابہ (ملتا جلتا) ہے، ظاہر ہے بڑے علماء اس کو جانتے ہیں، کیونکہ قرآن: بعض بعض کی تفسیر کرتا ہے، چنانچہ انھوں نے **یعلمون** بڑھایا یعنی **والراسخون** میں واو کو عاطفہ مانا، مستأنفہ نہیں مانا۔

اور محکم صرف آیات احکام کو قرار دیا ہے، عبد بن حمید کی روایت کے الفاظ ہیں: **قال: ما فيه من الحلال والحرام، وماسوى ذٰلك منه متشابه، يصدق بعضُه بعضًا** —— اور زیغ کے معنی شک کے کئے ہیں —— اور فتنہ سے مراد متشابہات کو لیا ہے، مگر یہ دونوں باتیں فٹ نہیں بیٹھتیں، پھر حدیث کی تطبیق تو اور بھی دشوار ہو جائے گی، کیونکہ حدیث میں متشابہات میں غور وخوض کرنے والوں سے دور رہنے کی تلقین کی گئی ہے، جبکہ مجاہدؒ نے جو متشابہات کے معنی کئے ہیں ان کو تو بڑے علماء جانتے ہیں، پس وہ ان کو بیان کریں گے اور لوگ ان کو سنیں گے۔

ترجمہ: ﴿مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ﴾ اور مجاہدؒ نے کہا: حلال وحرام یعنی حلال وحرام (احکام) کی جو آیتیں ہیں وہ محکمات ہیں ﴿وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ﴾: اور دوسری ملتی جلتی آیات ہیں، بعض بعض کی تصدیق کرتی ہیں، جیسے (سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۶ میں) ارشادِ پاک ہے: "اور نہیں گمراہ کرتے اللہ تعالیٰ اس (مثال) سے مگر حکم عدولی کرنے والوں کو" اور (سورۃ یونس آیت ۱۰۰) میں ارشادِ پاک ہے: "اور اللہ تعالیٰ (کفر کی) گندگی بے عقلوں ہی پر واقع کرتے ہیں (ان دونوں آیتوں کا مضمون ایک ہے کہ گمراہی حکم عدولی کرنے والوں کا اور بے عقلوں کا نصیب ہے!) اور (سورۃ محمد آیت ۱۷ میں) ارشادِ پاک ہے: "اور جو لوگ راہ راست پر ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اور زیادہ ہدایت دیتے ہیں (اس آیت کے مضمون میں اور پہلی دو آیتوں کے مضمون میں تقابل تضاد ہے، پس یہ بھی ان سے ملتی جلتی ہے) —— اور زیغ کے معنی ہیں: شک —— اور فتنہ سے متشابہات مراد ہیں —— اور علم میں پختہ حضرات جانتے ہیں (اور) کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔

[٤٥٤٧-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ التُّسْتَرِيُّ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: تَلاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم هٰذِهِ الآيَةَ: ﴿هُوَ الَّذِىْ أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ، فَأَمَّا الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ

فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَأْوِيْلِهِ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: "فَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ، فَأُولٰئِكَ الَّذِيْنَ سَمَّى اللّٰهُ، فَاحْذَرُوْهُمْ"

وہ دعا جو نومولود کو شیطانی اثرات سے محفوظ رکھتی ہے

دعا آفتوں کو پھیرتی ہے، اگر کوئی نیک بندہ دعا دے تو بچہ شیطانی اثرات سے محفوظ رہتا ہے، حاشیہ میں حدیث ہے: نبی ﷺ نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کو بوقتِ نکاح دعا دی: اللّٰهُمَّ! إني أُعيذها بك وذريتها من الشيطان الرجيم: اور مقاربت کی دعا سکھلائی: بسم الله، اللّٰهم جنبنا الشيطان وجنب ما رزقتنا من الشيطان: اس دعا سے بچہ شیطانی اثرات سے محفوظ رہتا ہے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: "جو بھی بچہ جنا جاتا ہے: شیطان اس کو ٹچ کرتا ہے، جبکہ وہ جنا جاتا ہے، پس وہ شیطان کے چھونے سے چلانے لگتا ہے، علاوہ مریم اور ان کے بیٹے کے" —— پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اور پڑھو اگر چاہو: "اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو (اگر کبھی ہو) شیطان مردود سے آپ کی پناہ میں دیتی ہوں" چنانچہ اس دعا کی برکت سے دونوں شیطانی اثرات سے محفوظ رہے۔

تشریح: حدیث میں حصر ادّعائی ہے، حقیقی نہیں، اور شیطان کا چھونا ایک تعبیر ہے اور مراد کسی بھی طرح اثر انداز ہونا ہے، اور بچوں کی بیماری ام الصبیان شیطان کا اثر ہوتی ہے، اگر دعا پڑھ کر بیوی سے ملے گا تو بچہ اس قسم کے اثرات سے محفوظ رہے گا۔

[۲-] بَابٌ ﴿وَإِنِّيْ أُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ﴾ [آلِ عمران: ۳۶]

[٤٥٤٨-] حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: "مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ إِلَّا وَالشَّيْطَانُ يَمَسُّهُ حِيْنَ يُوْلَدُ، فَيَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّيْطَانِ إِيَّاهُ، إِلَّا مَرْيَمَ وَابْنَهَا" ثُمَّ يَقُوْلُ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: وَاقْرَءُوْا إِنْ شِئْتُمْ ﴿وَإِنِّيْ أُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ﴾ [راجع: ٣٢٨٦]

عدالت میں جھوٹی قسم کھانے کا وبال

جھوٹی قسم کھانا کبیرہ گناہ ہے، اور عدالت میں جھوٹی قسم کھانا وبال ڈھاتا ہے، عدالت میں جب مقدمہ چلتا ہے تو قاضی مدعی سے گواہ طلب کرتا ہے، وہ گواہ پیش نہ کر سکے تو مدعی علیہ سے قسم لی جاتی ہے، اور اس پر فیصلہ کیا جاتا ہے، اس قسم کو یمینُ صَبْرٍ: روکی ہوئی قسم کہتے ہیں، یہ قسم اگر مدعی علیہ جانتے ہوئے جھوٹی کھائے تو وہ دنیا میں بھی تباہی لاتی ہے، اور آخرت میں بھی عذاب الیم کا حقدار بناتی ہے۔

سورۃ آلِ عمران کی (آیت ۷۷) ہے: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلاً: أُوْلٰئِكَ لاَ خَلاَقَ لَهُمْ فِي الآخِرَةِ وَلاَ يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلاَ يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلاَ يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ﴾: جو لوگ حقیر معاوضہ لیتے ہیں اس عہد و پیمان کے بدلے میں جو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے اور اپنی قسموں کے عوض میں: ان لوگوں کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں، نہ اللہ تعالیٰ ان سے کلام فرمائیں گے، اور نہ ان کی طرف قیامت کے دن دیکھیں گے، اور نہ ان کو پاک صاف کریں گے، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے: حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کا جو حضر موت کے باشندے تھے: ایک یہودی سے زمین کا جھگڑا ہوا، وہ زمین اشعث کے دادا سے اس یہودی کے دادا نے غصب کی تھی، اشعث اس کا مقدمہ لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں آئے، آپؐ نے اشعث سے گواہ طلب کئے، کیونکہ وہ مدعی تھے، وہ گواہ پیش نہ کر سکے، کیونکہ اس معاملہ کا دیکھنے والا کوئی شخص زندہ نہیں تھا، پس آپؐ نے یہودی کو قسم کھلانی چاہی، حضرت اشعثؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ یہودی ہے، جھوٹی قسم کھا کر میرا مال ہڑپ کر جائے گا، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

لغات: الخلاق (خیر و بھلائی کا) حصہ، نصیب، فلان لا خلاق له: اس کو بھلائی سے کوئی دلچسپی نہیں .... أليم: أَلَم سے ہے (بروزن فَعِيل) اور اسم فاعل مُؤْلِم (بروزن مُفْعِل) کے معنی میں ہے یعنی دردناک، موجع: دکھ دینے والا .... في موضع مُفعل کا مطلب ہے: مؤلم بروزن مُفعِل ہے۔

[۳-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلاً: أُوْلٰئِكَ لاَ خَلاَقَ﴾: لاَخَيْرَ

﴿أَلِيْمٌ﴾: مُؤْلِمٌ، مُوْجِعٌ مِنَ الأَلَمِ، وَهُوَ فِي مَوْضِعِ مُفْعِلٍ.

[۴۵۴۹-] حدثنا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "مَنْ حَلَفَ بِيَمِيْنِ صَبْرٍ لِيَقْطَعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ، لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ" فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيْقَ ذٰلِكَ: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلاً أُوْلٰئِكَ لاَ خَلاَقَ لَهُمْ فِي الآخِرَةِ﴾ إِلٰى آخِرِ الآيَةِ. [راجع: ۲۳۵۶]

[۴۵۵۰-] قَالَ: فَدَخَلَ الأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ، وَقَالَ: مَا يُحَدِّثُكُمْ أَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ قُلْنَا: كَذَا وَكَذَا، قَالَ: فِيَّ أُنْزِلَتْ، كَانَتْ لِيْ بِئْرٌ فِيْ أَرْضِ ابْنِ عَمٍّ لِيْ، قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "بَيِّنَتُكَ أَوْ يَمِيْنُهُ" قُلْتُ: إِذًا يَحْلِفَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنِ صَبْرٍ يَقْطَعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ، لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ" [راجع: ۲۳۵۷]

ملحوظہ: حدیث کا ترجمہ اور تشریح تحفۃ القاری (۵:۳۹۷) میں ہے۔

[٤٥٥١-] حدثنا عَلِيٌّ- هُوَ ابْنُ أَبِيْ هَاشِمٍ - سَمِعَ هُشَيْمًا، قَالَ: أَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ بْنُ حَوْشَبٍ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ أَوْفَى: أَنَّ رَجُلاً أَقَامَ سِلْعَةً فِي السُّوْقِ فَحَلَفَ بِهَا لَقَدْ أُعْطِيَ بِهَا مَا لَمْ يُعْطَهُ، لِيُوْقِعَ فِيْهَا رَجُلاً مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، فَنَزَلَتْ:﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلاً﴾ إِلٰى آخِرِ الآيَةِ.[راجع: ٢٠٨٨]

ملحوظہ: حدیث کا ترجمہ تحفۃ القاری (۵:۱۶۰) میں ہے، اور یہ احتمالی شانِ نزول ہے، صحابہ ہر اس صورت کے لئے جو آیت کا مصداق ہوسکتی ہو: أنزلت في كذا کہہ دیتے تھے۔

[٤٥٥٢-] حدثنا نَصْرُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ نَصْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ: أَنَّ امْرَأَتَيْنِ كَانَتَا تَخْرُزَانِ فِي الْبَيْتِ أَوْ: فِيْ الْحُجْرَةِ، فَخَرَجَتْ إِحْدَاهُمَا وَقَدْ أُنْفِذَ بِإِشْفًا فِيْ كَفِّهَا، فَادَّعَتْ عَلٰى الْأُخْرَى، فَرُفِعَ إِلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ لَذَهَبَ دِمَاءُ قَوْمٍ وَأَمْوَالُهُمْ" ذَكِّرُوْهَا بِاللّٰهِ، وَاقْرَءُ وْا عَلَيْهَا: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ﴾ فَذَكَّرُوْهَا فَاعْتَرَفَتْ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "الْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ"[راجع: ٢٥١٤]

لغات: خَرَزَ (ن ض) الجلدَ خَرْزًا: چمڑے کو سُتاری سے سینا، سینے کے لئے چمڑے میں سوراخ کرنا............ نَفَذَ فيه: آر پار ہوجانا، چیر کر دوسری طرف نکل جانا، أنفذ (افعال): آر پار کردینا............ الإشفیٰ: موچی کی سُتاری (چمڑا چھیدنے کا آلہ جو موچیوں کے پاس ہوتا ہے)

ترجمہ: عبداللہ بن ابی ملیکہؒ کہتے ہیں: دو عورتیں ایک گھر میں یا کہا حجرے میں سُتاری سے چمڑا سی رہی تھیں (وہاں اور کوئی نہیں تھا) پس ان میں سے ایک حجرہ سے نکلی درانحالیکہ سُتاری اس کی ہتھیلی میں آر پار کردی گئی تھی، پس اس نے دوسری عورت پر دعوی کیا (کہ اس نے یہ کیا ہے) پس یہ مقدمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی کورٹ میں آیا، آپؓ نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ''اگر لوگ دیئے جائیں ان کے دعوی کی وجہ سے یعنی صرف دعوی ثبوتِ حق کے لئے کافی مان لیا جائے تو لے جائے گا (مدعی) لوگوں کا خون اور ان کا مال!'' پس (مدعیہ) کو اللہ یاد دلاؤ، اور اس کو یہ آیت: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ﴾: سناؤ (یہاں باب ہے) چنانچہ اس کو نصیحت کی گئی پس اس نے اعتراف کیا (کہ اسی کے ہاتھ سے ستاری آر پار ہوئی ہے) پس ابن عباسؓ نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا ہے: قسم مدعی علیہ پر ہے'' یعنی مدعی پر قسم نہیں ہے، اس کو تو گواہ پیش کرنے ہونگے، اور صورت واقعہ میں کوئی گواہ نہیں تھا، کیونکہ اس گھر میں یہی دو عورتیں تھیں۔

مسلمانوں اور اہل کتاب کے درمیان ایک مشترک نقطہ ہے

سورہ آلِ عمران کی شروع کی ۹۰ آیتیں نصاریٰ نجران کے وفد کی آمد کے موقعہ پر نازل ہوئی ہیں، آیت ۶۴ میں ان کو دعوت دی گئی کہ ہمارے اور تمہارے درمیان ایک مشترک نقطہ ہے، جسے ہم بھی تسلیم کرتے ہیں اور تم بھی، مگر اب تم اس کے تقاضوں سے ہٹ گئے ہو، اگر تم پلٹ کر اسی نقطہ پر آجاؤ تو ہمارا تمہارا اختلاف ختم ہوجائے، اور نہیں آؤ گے تو اختلاف برقرار رہے گا، وہ آیت یہ ہے:

﴿قُلْ: يَا أَهْلَ الْكِتَابِ! تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ: أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ، وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا، وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ، فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوْا اشْهَدُوْا بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾: آپ کہیں: اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر (مسلّم) ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور ہم میں سے بعض بعض کو اللہ سے ورے ربّ نہ قرار دیں، پھر اگر وہ لوگ اعراض کریں تو تم کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم ماننے والے ہیں!

تفسیر: ہر مذہب والا کسی نہ کسی رنگ میں اوپر جا کر اقرار کرتا ہے کہ 'بڑا خدا' ایک ہی ہے، پھر باطل مذاہب والے آگے چل کر توحید کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے، چنانچہ عیسائیوں کے بھی دو عقیدے توحید کے خلاف تھے:

ایک: ابنیتِ مسیح علیہ السلام کا عقیدہ: معبود کا بیٹا بھی معبود ہوتا ہے، پھر معبود ایک کہاں رہا؟ اور اگر بیٹا معبود نہیں تو وہ ناجنس اولاد ہوئی، اس سے بڑا عیب اللہ تعالیٰ کے لئے کیا ہوسکتا ہے؟ اس لئے فرمایا: ﴿وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا﴾: ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، جبھی حقیقی توحید پر عمل ہوسکے گا۔

دوم: علماء و مشائخ کو تشریع (قانون بنانے) کا اختیار دینا، عیسائیوں نے احبار و رہبان کو خدا کا منصب دے رکھا تھا، وہ جس چیز کو حلال یا حرام کہہ دیتے، اس کو خدائی حکم تسلیم کرلیا جاتا، یہ بھی توحید کے منافی ہے، جیسا کہ سورۃ التوبہ (آیت ۳۱) میں ہے، اس لئے فرمایا: ﴿وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾: ہمارا بعض بعض کو اللہ سے نیچے ربّ نہ قرار دے۔

اور حدیث: وہی ہے جو کتاب کے شروع میں گذری ہے، ترجمہ اور تفصیل وہاں دیکھی جائے، اور یہاں باب سے مناسبت یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ہرقل کو جو دعوتی والا نامہ لکھا تھا اس میں یہ آیت لکھی تھی، کیونکہ ہرقل اور روم کے باشندے عیسائی تھے۔

[٤-] بَابُ ﴿قُلْ يٰأَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ﴾[آل عمران: ٦٤]

﴿سَوَاءٍ﴾: قَصْدًا.

[٤٥٥٣-] حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ مَعْمَرٍ. ح: وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ أَبُوْ سُفْيَانَ مِنْ فِيْهِ إِلٰى فِيَّ، قَالَ: انْطَلَقْتُ فِي الْمُدَّةِ الَّتِيْ كَانَتْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: فَبَيْنَا أَنَا بِالشَّامِ إِذْ جِيْءَ بِكِتَابٍ مِنَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم إِلٰى هِرَقْلَ، قَالَ: وَكَانَ دِحْيَةُ الْكَلْبِيُّ جَاءَ بِهِ فَدَفَعَهُ إِلٰى عَظِيْمِ بُصْرَى، فَدَفَعَهُ عَظِيْمُ بُصْرَى إِلٰى هِرَقْلَ، قَالَ: فَقَالَ هِرَقْلُ: هَلْ هَا هُنَا أَحَدٌ مِنْ قَوْمِ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ؟ قَالُوْا: نَعَمْ، قَالَ: فَدُعِيْتُ فِي نَفَرٍ مِنْ قُرَيْشٍ، فَدَخَلْنَا عَلٰى هِرَقْلَ، فَأُجْلِسْنَا بَيْنَ يَدَيْهِ، فَقَالَ: أَيُّكُمْ أَقْرَبُ نَسَبًا مِنْ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ؟ فَقَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ: فَقُلْتُ: أَنَا، فَأَجْلَسُوْنِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَأَجْلَسُوْا أَصْحَابِيْ خَلْفِيْ، ثُمَّ دَعَا بِتَرْجُمَانِهِ، فَقَالَ: قُلْ لَهُمْ: إِنِّيْ سَائِلٌ هٰذَا عَنْ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ، فَإِنْ كَذَبَنِيْ فَكَذِّبُوْهُ، قَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ: وَأَيْمُ اللّٰهِ! لَوْلَا أَنْ يُؤْثِرُوْا عَلَيَّ الْكَذِبَ لَكَذَبْتُ، ثُمَّ قَالَ لِتُرْجُمَانِهِ: سَلْهُ كَيْفَ حَسَبُهُ فِيْكُمْ؟ قَالَ: قُلْتُ هُوَ فِيْنَا ذُوْ حَسَبٍ، قَالَ: فَهَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مَلِكٌ؟ قَالَ: قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَهَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُوْلَ مَا قَالَ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: أَيَتَّبِعُهُ أَشْرَافُ النَّاسِ أَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ؟ قَالَ: قُلْتُ: بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ، قَالَ: يَزِيْدُوْنَ أَوْ يَنْقُصُوْنَ؟ قَالَ: قُلْتُ: لَا، بَلْ يَزِيْدُوْنَ، قَالَ: هَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ مِنْهُمْ عَنْ دِيْنِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيْهِ سُخْطَةً لَهُ؟ قَالَ: قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَهَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ؟ قَالَ: قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَكَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ إِيَّاهُ؟ قَالَ: قُلْتُ: تَكُوْنُ الْحَرْبُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ سِجَالًا، يُصِيْبُ مِنَّا وَنُصِيْبُ مِنْهُ، قَالَ: فَهَلْ يَغْدِرُ؟ قَالَ: قُلْتُ: لَا، وَنَحْنُ مِنْهُ فِيْ هٰذِهِ الْمُدَّةِ لَا نَدْرِيْ مَا هُوَ صَانِعٌ فِيْهَا. قَالَ: وَاللّٰهِ مَا أَمْكَنَنِيْ مِنْ كَلِمَةٍ أُدْخِلُ فِيْهَا شَيْئًا غَيْرَ هٰذِهِ. قَالَ: فَهَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ أَحَدٌ قَبْلَهُ؟ قُلْتُ لَا.

ثُمَّ قَالَ: لِتُرْجُمَانِهِ: قُلْ لَهُ: إِنِّيْ سَأَلْتُكَ عَنْ حَسَبِهِ فِيْكُمْ، فَزَعَمْتَ أَنَّهُ فِيْكُمْ ذُوْ حَسَبٍ، وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِي أَحْسَابِ قَوْمِهَا، وَسَأَلْتُكَ هَلْ كَانَ فِي آبَائِهِ مَلِكٌ، فَزَعَمْتَ أَنْ لَا، فَقُلْتُ: لَوْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مَلِكٌ قُلْتُ: رَجُلٌ يَطْلُبُ مُلْكَ آبَائِهِ، وَسَأَلْتُكَ عَنْ أَتْبَاعِهِ أَضُعَفَاؤُهُمْ أَمْ أَشْرَافُهُمْ، فَقُلْتَ: بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ، وَهُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ، وَسَأَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُوْلَ مَا قَالَ، فَزَعَمْتَ أَنْ لَا، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لِيَدَعَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ يَذْهَبَ فَيَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ، وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ مِنْهُمْ عَنْ دِيْنِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيْهِ سَخْطَةً لَهُ، فَزَعَمْتَ أَنْ لَا، وَكَذٰلِكَ الْإِيْمَانُ إِذَا خَالَطَ بَشَاشَةَ الْقُلُوْبِ، وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَزِيْدُوْنَ أَوْ يَنْقُصُوْنَ، فَزَعَمْتَ أَنَّهُمْ يَزِيْدُوْنَ، وَكَذٰلِكَ الْإِيْمَانُ، حَتَّى يَتِمَّ،

وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ فَزَعَمْتَ أَنَّكُمْ قَاتَلْتُمُوْهُ فَتَكُوْنُ الْحَرْبُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ سِجَالاً، يَنَالُ مِنْكُمْ وَتَنَالُوْنَ مِنْهُ، وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْتَلَى، ثُمَّ تَكُوْنُ لَهَا العَاقِبَةُ، وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ، فَزَعَمْتَ أَنَّهُ لاَ يَغْدِرُ، وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ لاَ تَغْدِرُ، وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَالَ أَحَدٌ هٰذَا الْقَوْلَ قَبْلَهُ، فَزَعَمْتَ أَنْ لاَ، فَقُلْتُ: لَوْ كَانَ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ أَحَدٌ قَبْلَهُ، قُلْتُ: رَجُلٌ ائْتَمَّ بِقَوْلٍ قِيْلَ قَبْلَهُ.

قَالَ: ثُمَّ قَالَ: بِمَا يَأْمُرُكُمْ؟ قَالَ: قُلْتُ يَأْمُرُنَا بِالصَّلاَةِ وَالزَّكَاةِ وَالصِّلَةِ وَالْعَفَافِ، قَالَ: إِنْ يَكُ مَا تَقُوْلُ فِيْهِ حَقًّا فَإِنَّهُ نَبِيٌّ وَقَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنَّهُ خَارِجٌ، وَلَمْ أَكُ أَظُنُّهُ مِنْكُمْ، وَلَوْ أَنِّيْ أَعْلَمُ أَنِّيْ أَخْلُصُ إِلَيْهِ لَأَحْبَبْتُ لِقَاءَهُ، وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ، وَلَيَبْلُغَنَّ مُلْكُهُ مَا تَحْتَ قَدَمَيَّ.

قَالَ: ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَرَأَهُ، فَإِذَا فِيْهِ:" بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ، إِلٰى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ، سَلاَمٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى، أَمَّا بَعْدُ، فَإِنِّيْ أَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الإِسْلاَمِ، أَسْلِمْ تَسْلَمْ، وَأَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ، فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الأَرِيْسِيِّيْنَ، و﴿يٰأَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿وَاشْهَدُوْا بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾

فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ الْكِتَابِ ارْتَفَعَتِ الأَصْوَاتُ عِنْدَهُ، وَكَثُرَ اللَّغَطُ، وَأُمِرَ بِنَا فَأُخْرِجْنَا، قَالَ: فَقُلْتُ لِأَصْحَابِيْ حِيْنَ خَرَجْنَا: لَقَدْ أَمِرَ أَمْرُ ابْنِ أَبِيْ كَبْشَةَ، إِنَّهُ لَيَخَافُهُ مَلِكُ بَنِي الأَصْفَرِ، فَمَا زِلْتُ مُوْقِنًا بِأَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ سَيَظْهَرُ حَتَّى أَدْخَلَ اللّٰهُ عَلَيَّ الإِسْلاَمَ.

قَالَ الزُّهْرِيُّ: فَدَعَا هِرَقْلُ عُظَمَاءَ الرُّوْمِ فَجَمَعَهُمْ فِيْ دَارٍ لَهُ، فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الرُّوْمِ، هَلْ لَكُمْ فِي الْفَلاَحِ وَالرُّشْدِ آخِرَ الأَبَدِ، وَأَنْ يَثْبُتَ لَكُمْ مُلْكُكُمْ؟ قَالَ: فَحَاصُوْا حَيْصَةَ حُمُرِ الْوَحْشِ إِلَى الأَبْوَابِ، فَوَجَدُوْهَا قَدْ غُلِّقَتْ، فَقَالَ: عَلَيَّ بِهِمْ، فَدَعَا بِهِمْ، فَقَالَ: إِنِّيْ إِنَّمَا اخْتَبَرْتُ شِدَّتَكُمْ عَلٰى دِيْنِكُمْ، فَقَدْ رَأَيْتُ مِنْكُمُ الَّذِيْ أَحْبَبْتُ. فَسَجَدُوْا لَهُ وَرَضُوْا عَنْهُ. [راجع: ۷]

لغت: سَوَاء: برابر.......... قَصْد: معتدل.......... سواء السبيل: سیدھا راستہ.......... ﴿وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ﴾: اور سیدھا راستہ اللہ تک پہنچتا ہے (النحل آیت ۹)

نیکی میں کمال اس وقت حاصل ہوتا ہے جب اپنی پیاری چیز خرچ کرے

سورۃ آل عمران کی (آیت ۹۲) ہے: ﴿لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ، وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهِ عَلِيْمٌ﴾: ہرگز نیکی (میں کمال) حاصل نہیں کرسکو گے جب تک اپنی پیاری چیز میں سے کچھ خرچ نہ کرو، اور جو بھی چیز

تم خرچ کروگے وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے!

تفسیر: اگر کوئی اعلیٰ درجہ کی نیکی حاصل کرنا چاہے تو اپنی محبوب چیزوں میں سے کچھ راہِ خدا میں نکالے، جس چیز سے دل بہت لگا ہوا ہو اس کے خرچ کرنے کا بڑا ثواب ہے، یوں ثواب ہر چیز میں ہے ــــ اور کیسی چیز خرچ کی، کہاں خرچ کی اور کس پر خرچ کی وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے، جس مصرف میں جس قدر اخلاص وحسن نیت سے خرچ کرے گا اسی کے موافق ثواب ملے گا۔

حدیث: پہلے (تحفۃ القاری ۴: ۲۳۸) گذری ہے، نزولِ آیت کے وقت حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنا بَیْرُحَاء نامی باغ صدقہ کیا، کیونکہ وہ ان کو بہت پسند تھا، نبی ﷺ نے فرمایا: ''واہ واہ! یہ تو نفع بخش مال ہے!'' پھر مشورہ دیا کہ وہ باغ رشتہ داروں میں بانٹ دیں، چنانچہ انھوں نے اس میں سے حضرات حسان اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کو دیا، کیونکہ ان کا نسب ابوطلحہؓ سے قریب تھا، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کو نہیں دیا، کیونکہ ان کا نسب بعید تھا، اگرچہ وہ سوتیلے بیٹے ہونے کی وجہ سے قریب تھے، مگر اس کا لحاظ نہیں کیا (حضرات حسان، ابی اور طلحہ رضی اللہ عنہم کے نسب نامے تحفۃ القاری ۶: ۱۵۷ میں ہیں)

[٥-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ إِلٰى ﴿بِهِ عَلِيْمٌ﴾

[٤٥٥٤-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ: كَانَ أَبُوْ طَلْحَةَ أَكْثَرَ أَنْصَارِيٍّ بِالْمَدِيْنَةِ نَخْلاً، وَكَانَ أَحَبُّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ، وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ، فَلَمَّا أُنْزِلَتْ: ﴿لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ قَامَ أَبُوْ طَلْحَةَ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ: ﴿لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِيْ إِلَيَّ بَيْرُحَاءُ وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ، أَرْجُوْ بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ، فَضَعْهَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ حَيْثُ أَرَاكَ اللّٰهُ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "بَخْ، ذٰلِكَ مَالٌ رَايِحٌ، ذٰلِكَ مَالٌ رَايِحٌ! وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ، وَإِنِّيْ أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِيْنَ" قَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ: أَفْعَلُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَسَمَهَا أَبُوْ طَلْحَةَ فِيْ أَقَارِبِهِ وَفِيْ بَنِيْ عَمِّهِ.

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، وَرَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ: "ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ" حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ: "مَالٌ رَايِحٌ" [راجع: ١٤٦١]

[٤٥٥٥-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ أَبِيْ، عَنْ ثُمَامَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: فَجَعَلَهَا لِحَسَّانٍ وَأُبَيٍّ، وَأَنَا أَقْرَبُ إِلَيْهِ، وَلَمْ يَجْعَلْ لِيْ مِنْهَا شَيْئًا. [راجع: ١٤٦١]

رواۃ کا اختلاف: اسماعیل بن ابی اویس اور یحییٰ بن یحییٰ کی روایتوں میں رایح (یاء کے ساتھ) ہے اس کے معنی ہیں: آخرت میں اس کا بڑا ثواب ہے .... اور عبد اللہ بن یوسف اور روح بن عبادۃ کی روایت میں رابح (باء کے

ساتھ) ہے، اس کے معنی ہیں: نفع بخش مال (اور یہ سب امام مالکؒ کے تلامذہ ہیں)............ **قوله: وأنا أقرب إليه** کی توجیہ حاشیہ میں یہ ہے کہ سوتیلا بیٹا ہونے کی وجہ سے قریب تھا۔

اہل کتاب پر ان کی کتاب سے حجت قائم کرنا

یہود: مسلمانوں کو الزام دیتے تھے کہ تم خود کو ملت ابراہیمی پر بتلاتے ہو، اور اونٹ کا گوشت اور دودھ استعمال کرتے ہو، جبکہ یہ دونوں چیزیں ابراہیم علیہ السلام کے گھرانے پر حرام کی گئی تھیں، پس سورۃ آل عمران کی آیت ۹۳ نازل ہوئی: ﴿كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلاًّ لِبَنِيْ إِسْرَائِيْلَ إِلاَّ مَاحَرَّمَ إِسْرَائِيْلُ عَلٰى نَفْسِهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرَاةُ، قُلْ: فَأْتُوْا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوْهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ﴾: کھانے کی سب چیزیں بنی اسرائیل کے لئے حلال تھیں، مگر جو اسرائیل (یعقوبؑ) نے نزولِ تورات سے پہلے اپنے اوپر حرام کی تھیں، آپؐ کہیں: تورات لاؤ اور اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو (کہ یہ دونوں چیزیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھرانے پر حرام کی گئی تھیں، یہود نے یہ چیلنج قبول نہیں کیا، وہ تورات سے یہ بات ثابت نہیں کر سکے)

تفسیر: حضرت یعقوب علیہ السلام کو جوڑوں کے درد (عرق النسا) کی شکایت ہوگئی تھی، انھوں نے منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کو اس بیماری سے شفا عطا فرمائیں تو وہ اپنی مرغوب غذا چھوڑ دیں گے، چنانچہ شفا ہوگئی، ان کو سب سے زیادہ پسند اونٹ کا گوشت اور دودھ تھا، انھوں نے نذر کے سبب ان کو چھوڑ دیا، پھر تورات میں ان کی اولاد (بنی اسرائیل) کے لئے بھی یہ دونوں چیزیں حرام کردی گئیں، ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے یہ چیزیں حرام نہیں تھیں۔

حدیث: میں ایک واقعہ ہے، اس میں بھی یہود پر تورات کے ذریعہ حجت قائم کی گئی ہے، یہ واقعہ پہلے (حدیث ۳۶۳۵ تحفۃ القاری ۷: ۱۷۳) گذرا ہے۔

[٦-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿قُلْ فَأْتُوْا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوْهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ﴾ [آلِ عمران: ٩٣]

[٤٥٥٦-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ ضَمْرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ الْيَهُوْدَ جَاءُ وْا إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِرَجُلٍ مِنْهُمْ وَامْرَأَةٍ زَنَيَا، فَقَالَ لَهُمْ: " كَيْفَ تَفْعَلُوْنَ بِمَنْ زَنَى مِنْكُمْ؟" قَالُوْا: نُحَمِّمُهُمَا وَنَضْرِبُهُمَا. فَقَالَ: "لاَتَجِدُوْنَ فِي التَّوْرَاةِ الرَّجْمَ؟" فَقَالُوْا: لاَ نَجِدُ فِيْهَا شَيْئًا، فَقَالَ: لَهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلاَمٍ: كَذَبْتُمْ ﴿فَأْتُوْا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوْهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ﴾ فَوَضَعَ مِدْرَاسُهَا الَّذِيْ يُدَرِّسُهَا مِنْهُمْ كَفَّهُ عَلٰى آيَةِ الرَّجْمِ، فَطَفِقَ يَقْرَأُ مَا دُوْنَ يَدِهِ وَمَا وَرَاءَ هَا، وَلاَ يَقْرَأُ آيَةَ الرَّجْمِ، فَنَزَعَ يَدَهُ عَنْ آيَةِ الرَّجْمِ، فَقَالَ: مَا هٰذِهِ؟ فَلَمَّا رَأَوْا ذٰلِكَ قَالُوْا: هِيَ آيَةُ الرَّجْمِ، فَأَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا، قَرِيْبٌ مِنْ حَيْثُ مَوْضِعُ الْجَنَائِزِ عِنْدَ الْمَسْجِدِ، فَرَأَيْتُ صَاحِبَهَا يَحْنِيْ عَلَيْهَا يَقِيْهَا الْحِجَارَةَ. [راجع: ١٣٢٩]

لغات: حَمَّمَ الرجلَ: کوئلہ سے منہ کالا کرنا......... المِدْرَاس: یہودیوں کی کتاب پڑھنے والا، اس کا نام عبداللہ بن صوریا تھا (بائبل کی تعلیم گاہ کو بھی مِدْرَاس کہتے ہیں)......... قریب: گیلری میں قریبًا ہے، وہ واضح ہے......... موضع: مرفوع ہے، حیث مابعد کی طرف اس وقت مضاف ہوتا ہے جب وہ جملہ ہو (حاشیہ)......... حَنٰی یحنی حَنْیًا: جھکنا......... وَقٰی یَقِیْ وَقْیًا: تکلیف سے بچانا۔

بہترین امت اور اس کے کام

سورۃ آلِ عمران (آیت ۱۱۰) میں ہے: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ، تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾: تم بہترین امت (جماعت) ہو، لوگوں کی نفع رسانی کے لئے وجود میں لائی گئی ہو، تم نیک کاموں کا حکم دیتے ہو، بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

تفسیر: علی الاطلاق بہترین امت صحابہ کی جماعت تھی، ان کا ہر فرد آیت کا مصداق تھا، اور بعد کے لوگوں میں سے جو صحابہ کے عقائد واعمال پر ہیں وہی آیت کا مصداق ہیں، اور یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمائی ہے، اس کی تفصیل رحمۃ اللہ الواسعہ (۱:۵۲) میں ہے —— اور امت کی یہ خیریت لذاتہ نہیں، بلکہ ان کے عقائد واعمال کی وجہ سے ہے یعنی ایمان صحیح ہو اور وہ لوگوں کو نفع پہنچانے والے کام کرے، بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے، اور باب کی حدیث میں 'جہاد' کو بھی نفع رسانی کے کاموں میں لیا ہے۔ فرمایا: خیر الناس للناس أی خیر للناس: لوگوں میں بہترین وہ ہے جو لوگوں کے لئے بہترین ہے، دوسری جگہ حدیث کے الفاظ ہیں: خیر الناس أنفعهم للناس (کنز العمال حدیث ۴۳۰۶۵) (مثلاً: جہاد کرنا لوگوں کو فائدہ پہنچانا ہے) مجاہدین کفار کو لاتے ہیں ان کی گردنوں میں زنجیریں ڈال کر، یہاں تک کہ داخل کرتے ہیں وہ اس کو اسلام میں یعنی قیدی بنا کر لاتے ہیں، پھر وہ غلام بنائے جاتے ہیں، پھر جب وہ اسلامی معاشرہ کو قریب سے دیکھتے ہیں تو مسلمان ہو جاتے ہیں: یہ ان کو نفع پہنچانا ہے۔

[۷-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ [آل عمران: ۱۱۰]

[۴۵۵۷-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَيْسَرَةَ، عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ قَالَ: خَيْرُ النَّاسِ لِلنَّاسِ، يَأْتُوْنَ بِهِمْ فِي السَّلَاسِلِ فِيْ أَعْنَاقِهِمْ، حَتَّى يَدْخُلُوْا فِي الإِسْلَامِ. [راجع: ۳۰۱۰]

جنگِ احد میں دو قبیلے پھسلتے پھسلتے رہ گئے

غزوۂ احد میں خزرج کے قبیلہ بنوسلمہ نے اور اوس کے قبیلے بنوحارثہ نے عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) کی طرح واپسی کا کچھ ارادہ کر لیا تھا، یہ دونوں قبیلے لشکر کی دونوں جانبوں میں تھے، اگر خدانخواستہ یہ قبیلے پلٹ جاتے تو لشکر بے بازو ہو جاتا، مگر

توفیق خداوندی نے دونوں قبیلوں کی دستگیری کی، اوران کوواپسی سے بچالیا، ان کے بارے میں سورہ آلِ عمران کی آیت ۱۲۲ نازل ہوئی: ''یادکرو جب تم میں سے دو جماعتوں نے دل میں خیال کیا کہ وہ ہمت ہاردیں، اوراللہ تعالیٰ دونوں جماعتوں کے مددگار تھے، اور مسلمانوں کواللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے'' —— اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۸:۱۴۶) گذری ہے۔

[٨-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿ إِذْ هَمَّتْ طَّائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلاَ﴾ [آل عمران: ١٢٢]

[٤٥٥٨-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: قَالَ عَمْرٌو: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ: فِيْنَا نَزَلَتْ: ﴿ إِذْ هَمَّتْ طَّائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلاَ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا﴾ قَالَ: نَحْنُ الطَّائِفَتَانِ: بَنُوْ حَارِثَةَ وَبَنُوْ سَلِمَةَ، وَمَا نُحِبُّ - وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً: وَمَا يَسُرُّنِيْ - أَنَّهَا لَمْ تُنْزَلْ، لِقَوْلِ اللّٰهِ: ﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا﴾

[راجع: ٤٠٥١]

نبی ﷺ کودشمنوں کے لئے بددعا کرنے سے روک دیا گیا: اس میں مدعوعلیہم کی مصلحت تھی

حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کے لئے بددعا کی: ﴿رَبِّ لاَ تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا﴾: اے میرے پروردگار! نہ چھوڑیں آپ زمین پر کافروں میں سے ایک بھی گھروں میں رہنے والا! جواب آیا: ﴿لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ إِلاَّ مَنْ قَدْ آمَنَ، فَلاَ تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾: ہرگز ایمان نہیں لائیں گے آپ کی قوم میں سے مگر جو ایمان لاچکے، پس آپ غم نہ کریں ان حرکتوں (ایذا واستہزاء) کا جو وہ کررہے ہیں —— اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعونیوں کے لئے بددعا کی: ﴿ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰى أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلاَ يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيْمَ﴾: اے ہمارے پروردگار! ان کے مالوں کونیست ونابود کردیں اوران کے دلوں کوسخت کردیں، پس وہ ایمان نہ لائیں یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب دیکھ لیں! جواب آیا: ﴿ قَدْ أُجِيْبَتْ دَعْوَتُكُمَا﴾: تم دونوں کی دعا قبول کرلی گئی! —— اور نبی ﷺ کی زبانِ مبارک سے جب بھی کوئی ایسی بات نکلی جو جانی دشمنوں کی ہلاکت کا باعث ہوسکتی تھی تو آپؐ کوروک دیا گیا کہ آپؐ کا کچھ اختیار نہیں، اللہ تعالیٰ جو چاہیں کریں، اور سورۃ آلِ عمران کی (آیت ۱۲۸) نازل ہوئی: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْئٌ: أَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ﴾: آپؐ کا کوئی دخل نہیں! یا تو اللہ تعالیٰ ان پر متوجہ ہوں (اور دولتِ ایمان سے ان کو نواز دیں) یا ان کو سزا دیں، کیونکہ وہ ظالم ہیں —— اس میں اشارہ ہے کہ آپؐ کو بددعا سے روکنے میں مدعوعلیہم کی مصلحت پیش نظر تھی، وہ سب دشمن دیر سویر مسلمان ہوگئے اور اسلام کے جانباز سپاہی بن گئے۔

سوال: یہ آیت کس واقعہ میں نازل ہوئی ہے؟ روایات میں اختلاف ہے: کسی روایت میں ہے کہ جب نبی ﷺ غزوۂ احد میں زخمی ہوئے تو زبانِ مبارک سے نکلا: وہ قوم کیسے فلاح پائے گی، جس نے اپنے نبی کا چہرہ زخمی کردیا، جو ان کو اللہ کی طرف بلا رہا ہے؟! پس یہ آیت نازل ہوئی —— اور کسی روایت میں ہے کہ جب بیر معونہ کے واقعہ میں کفار نے ستّر

قراء کو شہید کیا تو آپؐ نے ایک ماہ تک قنوت نازلہ پڑھا، پھر یہ آیت نازل ہوئی تو آپؐ نے بددعا بند کردی —— اور پہلے روایت آئی ہے کہ آپؐ نے تین شخصوں کے لئے بددعا کی تو یہ آیت نازل ہوئی (حدیث ۴۰۷۰ تحفۃ القاری ۸:۱۶۱) —— پس آیت کا حقیقی شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: یہ اختلاف کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا، کیونکہ صحابہ ہر احتمالی صورت کے لئے أُنزلت فی کذا استعمال کرتے تھے، البتہ حقیقی شانِ نزول غزوۂ احد ہے، کیونکہ سورہ آلِ عمران میں یہ آیت اسی غزوہ کے غضون (درمیان) میں آئی ہے۔

[۹-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْئٌ ﴾ [آلِ عمران: ۱۲۸]

[٤٥٥٩-] حدثنا حِبَّانُ بْنُ مُوْسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ سَالِمٌ، عَنْ أَبِيْهِ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ فِي الرَّكْعَةِ الآخِرَةِ مِنَ الْفَجْرِ يَقُوْلُ: "اللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلاَنًا وَفُلاَنًا وَفُلاَنًا" بَعْدَ مَا يَقُوْلُ: "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ" فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْئٌ ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ ﴾ رَوَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ رَاشِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ. [راجع: ٤٠٦٩]

ملحوظہ: یہ روایت پہلے (تحفۃ القاری ۸:۱۶۱ حدیث ۴۰۶۹) گذری ہے اور اسحاق بن راشد حرانی کی روایت طبرانی کی معجم کبیر میں ہے۔

[٤٥٦٠-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَدْعُوَ عَلَى أَحَدٍ أَوْ يَدْعُوَ لِأَحَدٍ قَنَتَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ، فَرُبَّمَا قَالَ: إِذْ قَالَ: "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، اللّٰهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ، وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ، وَعَيَّاشَ بْنَ أَبِيْ رَبِيْعَةَ، اللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ، وَاجْعَلْهَا سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ" يَجْهَرُ بِذٰلِكَ، وَكَانَ يَقُوْلُ فِيْ بَعْضِ صَلاَتِهِ فِي صَلاَةِ الْفَجْرِ: "اللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلاَنًا وَفُلاَنًا" لِأَحْيَاءٍ مِنَ الْعَرَبِ، حَتَّى أَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْئٌ﴾ الآيَةَ. [راجع: ٧٩٧]

ملحوظہ: یہ حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۳:۱۲۹ حدیث ۸۰۴) گذری ہے۔

غزوۂ احد میں صحابہ منتشر ہوگئے تو نبی ﷺ نے ان کو پکارا

غزوۂ احد میں پہلے انفرادی مقابلہ شروع ہوا، کفار کے سات علم بردار یکے بعد دیگرے جہنم رسید ہوئے، پھر عام جنگ

شروع ہوئی، حضرات حمزہ، علی اور ابودُجانہ رضی اللہ عنہم دشمن پر اس طرح ٹوٹے کہ صفیں کی صفیں صاف کردیں، کفار کے قدم اکھڑنے لگے، وہ گھاٹیوں کی طرف بھاگے، اور مسلمان غنیمت جمع کرنے لگے —— نبی ﷺ نے پچاس تیراندازوں کا ایک دستہ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک پہاڑی پر ممکنہ حملہ سے بچاؤ کے لئے متعین کیا تھا، اور اس کو تاکید کی تھی کہ خواہ فتح ہو یا شکست وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں، مگر جب فتح ہوگئی تو پہاڑی پر جو تیرانداز تھے وہ غنیمت جمع کرنے کے لئے چل دیئے، امیر نے ہر چند روکا مگر وہ نہ مانے، اس طرح مسلمانوں کی پشت ننگی ہوگئی۔

اُدھر خالد بن الولید جو اس سے پہلے تین بار اس مورچہ کو سر کرنے کی کوشش کرچکے تھے: اس زریں موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تیزی سے چکر کاٹ کر اسلامی لشکر کی پشت پر پہنچے، اور چند لمحوں میں عبداللہ بن جبیر اور ان کے ساتھیوں کو شہید کردیا، اور مسلمانوں پر پیچھے سے ٹوٹ پڑے، اور انھوں نے ایک نعرہ لگایا جس سے شکست خوردہ مشرکین کو صورتِ حال کی تبدیلی کا علم ہوگیا، وہ بھی پلٹ گئے، اور مسلمان نرغے میں آگئے، وہ گھبراہٹ میں بھاگے جارہے تھے، مڑکر کسی کو نہیں دیکھ رہے تھے، مگر نبی ﷺ جم کر میدان میں ڈٹے ہوئے تھے، آپ صحابہ کو پکار رہے تھے، مگر لوگ تشویش واضطراب میں تھے، کہاں سن رہے تھے؟ آخر کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے زور سے آواز لگائی، تب لوگوں نے سنی، اور واپس آکر نبی ﷺ کے گرد جمع ہوگئے، اس طرح ہاری ہوئی جنگ کسی درجہ میں جیت لی گئی —— مگر مسلمانوں کا کیا نقصان ہوا؟ چت بھی ان کی پٹ بھی ان کی! سورۃ التوبہ (آیت ۵۲) میں ہے: ﴿قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ﴾: کہہ دیں: تم ہمارے حق میں دو بہتریوں میں سے ایک بہتری کے منتظر ہو: یا ہم کامیاب ہونگے یا شہید ہونگے: دونوں باتیں ہمارے حق میں بہتر ہیں، احد میں پہلے فتح نصیب ہوئی، اور آخر میں ستر صحابہ شہید ہوئے: بتاؤ، ہمارا کیا نقصان ہوا؟ —— أخری: آخِر کا مؤنث ہے —— اور حدیث تحفۃ القاری (۸: ۱۵۷) میں گذری ہے۔

[۱۰-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْ أُخْرَاكُمْ﴾ [آل عمران: ۱۵۳]

وَهُوَ تَأْنِيْثُ آخِرِكُمْ.

وَقَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ﴾: فَتْحًا أَوْ شَهَادَةً.

[۴۵۶۱-] حدثنا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ، قَالَ: جَعَلَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَلَى الرَّجَّالَةِ يَوْمَ أُحُدٍ عَبْدَ اللهِ بْنَ جُبَيْرٍ، فَأَقْبَلُوْا مُنْهَزِمِيْنَ، فَذَاكَ إِذْ يَدْعُوْهُمُ الرَّسُوْلُ فِي أُخْرَاهُمْ، وَلَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم غَيْرُ اثْنَا عَشَرَ رَجُلاً. [راجع: ۳۰۳۹]

لغت: الرَّجَّالَة: پیدل رَجِلَ (س) رَجَلاً: پیدل چلنا۔ الفارس: شہ سوار، گھڑسوار۔

اونگھ چین بن کر اتری تو بے چینی دور ہوئی

سورۃ آلِ عمران کی آیت ۱۵۴ ہے: ﴿ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُعَاسًا يَغْشَى طَائِفَةً مِنْكُمْ﴾: پھر اللہ تعالیٰ نے اس بے چینی کے بعد تم پر چین بھیجا یعنی اونگھ، جو تم میں سے ایک جماعت پر چھائی جا رہی تھی۔

تفسیر: جنگ احد میں جن کو شہید ہونا تھا: ہو گئے، اور جن کو میدان سے ہٹنا تھا ہٹ گئے، اور جو میدان میں باقی رہے ان میں سے مخلص مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے یکدم غنودگی طاری کر دی، لوگ کھڑے کھڑے اونگھنے لگے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کئی مرتبہ تلوار زمین پر گری، یہ حسی اثر تھا اس باطنی سکون کا جو اس ہنگامۂ رُست خیز میں مؤمنین کے دلوں پر نازل ہوا، اس سے خوف وہراس کافور ہو گیا، یہ کیفیت ٹھیک اس وقت پیش آئی جب لشکر اسلام میں نظم وضبط قائم نہیں رہا تھا، بیسیوں لاشیں خاک وخون میں تڑپ رہی تھیں، سپاہی زخموں سے چور تھے، نبی ﷺ کے قتل کی افواہ سے رہے سہے ہوش گم ہو گئے تھے، پس یہ نیند بیدار ہونے کا پیام تھی، اللہ تعالیٰ نے غنودگی طاری کر کے صحابہ کی ساری تھکن دور کر دی، اور ان کو متنبہ کر دیا کہ خوف وہراس اور تشویش واضطراب کا وقت بیت گیا، اب مامون ومطمئن ہو کر اپنا فرض انجام دو، چنانچہ فوراً صحابہ نے نبی ﷺ کے گرد جمع ہو کر لڑائی کا محاذ قائم کر لیا، تھوڑی دیر کے بعد مطلع صاف تھا اور دشمن سامنے سے بھاگتا نظر آیا۔ اور حدیث پہلے گذری ہے (تحفۃ القاری ۸: ۱۵۷)

[۱۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿أَمَنَةً نُّعَاسًا﴾ [آل عمران: ۱۵٤]

[٤٥٦٢-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَبُوْ يَعْقُوْبَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ: أَنَّ أَبَا طَلْحَةَ قَالَ: غَشِيَنَا النُّعَاسُ وَنَحْنُ فِي مَصَافِّنَا يَوْمَ أُحُدٍ، قَالَ: فَجَعَلَ سَيْفِيْ يَسْقُطُ مِنْ يَدِيْ وَآخُذُهُ، وَيَسْقُطُ وَآخُذُهُ. [راجع: ٤٠٦٨]

غزوہ حمراء الاسد کا تذکرہ

دو باب ساتھ ہیں، دونوں میں غزوہ حمراء الاسد سے متعلقہ آیات ہیں۔ جب قریش میدان احد سے مکہ کو واپس ہوئے تو انھوں نے مقام روحاء میں پہنچ کر — جو مدینہ سے ۴۵ میل ہے — سوچا کہ ہم جنگ احد میں غالب آ جانے کے باوجود لوٹ آئے، اور مسلمانوں کا صفایا نہیں کیا، ہمیں لوٹ کر ان کا استیصال کر دینا چاہئے — نبی ﷺ کو وحی سے یہ بات معلوم ہوئی، آپؐ نے ان کے تعاقب کا فیصلہ کیا، صحابہ زخموں سے چور تھے، آپؐ بھی زخمی تھے، مگر سب نے لبیک کہا، اور حمراء الاسد تک — جو مدینہ سے آٹھ میل ہے — تشریف لے گئے، اللہ تعالیٰ نے کفار کے دلوں میں رعب ڈال دیا، وہ مکہ ہی کی طرف ہو لئے، اور بعض راہ گیروں سے کہتے گئے کہ مسلمانوں کے دلوں میں ہمارا رعب ڈال دینا، مسلمانوں نے ان کی

باتوں کے جواب میں کہا: ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾: اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کافی ہیں، اور وہی بہترین کارساز ہیں!

آپؐ حمراء الاسد میں تین دن قیام فرما کر صحیح سالم لوٹ آئے، اور کوئی ناگواری کی بات پیش نہیں آئی (تفصیل تحفۃ القاری ۱۶۸:۸ میں ہے) اس واقعہ میں سورۃ آلِ عمران کی آیات ۱۷۲-۱۷۵ نازل ہوئیں: ﴿الَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ: لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيْمٌ ○ الَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ: إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ، فَزَادَهُمْ إِيْمَانًا، وَقَالُوْا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ○ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ، لَمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْءٌ، وَاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ○ إِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَ هُ، فَلَا تَخَافُوْهُمْ، وَخَافُوْنِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ﴾: جن لوگوں نے اللہ و رسول کے کہنے کو قبول کیا، اس کے بعد کے ان کو زخم پہنچا: ان میں سے جو نیک اور متقی ہیں، ان کے لئے ثوابِ عظیم ہے، یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان لوگوں سے (راہ گیروں نے) کہا: کفار نے تمہارے لئے فوج جمع کی ہے، سو تم ان سے ڈرو! پس اس بات نے ان کے ایمان میں اضافہ کیا (کیونکہ اس سے رسول کی خبر کی تصدیق ہوگئی) اور انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کافی ہیں، اور وہ بہترین کارساز ہیں، پس وہ اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ لوٹے، درانحالیکہ ذرا بھی ناگواری کی بات پیش نہیں آئی، اور وہ لوگ اللہ کی خوشنودی کے تابع رہے، اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں، وہ شیطان ہی تھا جو اپنے دوستوں سے ڈراتا تھا، تم ان سے مت ڈرو، اور مجھ ہی سے ڈرو، اگر تم ایمان والے ہو۔

لغات: القرح: زخم، قَرِحَ (س) قَرَحًا: جسم پر زخم ظاہر ہونا............ أجاب فلانًا (افعال) اور اسْتَجَابه (استفعال) ہم معنی ہیں: جواب دینا، سورۃ شوریٰ آیت ۲۶ میں بھی باب استفعال: باب افعال کے معنی میں آیا ہے۔

سوال: پہلے باب میں حدیث کیوں ذکر نہیں کی؟ **جواب:** یہ مستقل باب نہیں ہے، اگلا باب اس کا تتمہ ہے۔

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو انھوں نے کہا: ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾: اور نبی ﷺ نے بھی جب راہ گیروں نے کفار سے ڈرایا تو کہا: ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾: (پس ہمیں بھی آڑے وقت میں یہی کہنا چاہئے اور بار بار کہنا چاہئے)

[۱۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿الَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ [آل عمران: ۱۷۲]

﴿الْقَرْحُ﴾: الْجِرَاحُ، ﴿اسْتَجَابُوْا﴾: أَجَابُوْا، ﴿يَسْتَجِيْبُ﴾: يُجِيْبُ.

[۱۳-] بَابٌ: ﴿إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ﴾ الآيَةَ [آل عمران: ۱۷۳]

[۴۵۶۳-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، أُرَاهُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرٍ، عَنْ أَبِيْ حَصِيْنٍ، عَنْ أَبِي الضُّحَى،

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ قَالَهَا إِبْرَاهِيْمُ حِيْنَ أُلْقِيَ فِي النَّارِ، وَقَالَهَا مُحَمَّدٌ صلى الله عليه وسلم حِيْنَ قَالُوْا: ﴿إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيْمَانًا وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾[طرفه: ٤٥٦٤]

[٤٥٦٤-] حدثنا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ، عَنْ أَبِيْ حَصِيْنٍ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ آخِرَ قَوْلِ إِبْرَاهِيْمَ حِيْنَ أُلْقِيَ فِي النَّارِ: حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ.
[راجع: ٤٥٦٣]

جس مال کی زکات ادانہیں کی گئی قیامت کے دن اس مال کی مالا پہنائی جائے گی

جو مالدار مال سینت کر رکھتا ہے، اور مال کا حق یعنی زکات ادا نہیں کرتا، اس کو آخرت میں مختلف سزائیں دی جائیں گی، ایک سزا کا ذکر سورۃ آلِ عمران آیت ۱۸۰ میں ہے: ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرٌ لَّهُمْ، بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ، سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾: اور نہ گمان کریں وہ لوگ جو بخیلی کرتے ہیں اس مال میں جو ان کو اللہ نے اپنے فضل سے دیا ہے کہ وہ بخیلی ان کے حق میں بہتر ہے، بلکہ وہ بخیلی ان کے حق میں بری ہے، عنقریب وہ مال جس میں وہ بخیلی کیا کرتے تھے قیامت کے دن ان کے گلے میں طوق بنا کر ڈالا جائے گا!

تفسیر: مال کس طرح گلے میں طوق بنا کر ڈالا جائے گا؟ باب کی حدیث میں اس کی صورت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ دولت زہریلے سانپ کی شکل میں نمودار ہوگی، اور بڑی عمر ہونے کی وجہ سے اور انتہائی زہریلے ہونے کی وجہ سے اس کے سر کے بال جھڑ گئے ہونگے، اس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہونگے، وہ سانپ اس کے گلے کا ہار بن جائے گا، وہ اس کی دونوں باچھوں کو کاٹے گا، اور کہے گا: میں تیرا مال ہوں! میں تیری دولت ہوں! (پس اب چکھ اپنے مال کا مزہ) اور حدیث تحفۃ القاری ۴: ۱۷۴ میں آچکی ہے۔

[١٤-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ الآية.
﴿سَيُطَوَّقُوْنَ﴾ كَقَوْلِكَ: طَوَّقْتُهُ بِطَوْقٍ.

[٤٥٦٥-] حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ، سَمِعَ أَبَا النَّضْرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "مَنْ آتَاهُ اللّٰهُ مَالاً فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ: مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ شُجَاعًا أَقْرَعَ، لَهُ زَبِيْبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِيْ شِدْقَيْهِ، يَقُوْلُ: أَنَا مَالُكَ أَنَا كَنْزُكَ" ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الآيَةَ: ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ إِلَى آخِرِ الآيَةِ. [راجع: ١٤٠٣]

لغات: طَوَّقه بِطَوْق: گلے میں طوق یا مالا ڈالنا، یُطَوَّق (فعل مجہول) طوق یا مالا بنادیا جائے گا............ مَثَّلَ الشیئَ له: کسی کے لئے کسی چیز کی تصویر کھینچنا یعنی اس طرح وضاحت کرنا جیسے وہ اسے دیکھ رہا ہے: پیکر محسوس اختیار کرنا .... الشُّجاع: سانپ (اسی لفظ کے معنی 'بہادر' بھی ہیں)............ الأقرع: گنجا............ الزَّبِیْبَة: سانپ کی آنکھ کے اوپر کا سیاہ نقطہ............ اللِّهْزِمَة: جبڑے کی ابھری ہوئی ہڈی، یہ دو ہوتی ہیں:............ الشِّدْق: گوشۂ دہن، باچھ، جبڑا۔

دل آزاری کی باتیں سن کر صبر وتحمل سے کام لینا اولوالعزمی کا کام ہے

سورۃ آل عمران آیت ۱۸۶ میں ہے: ﴿وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ أُوْتُوْا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ أَشْرَكُوْا أَذًى كَثِیْرًا، وَإِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ﴾: اور ضرور سنوگے تم دل آزاری کی بہت سی باتیں ان لوگوں سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور مشرکین سے، اور اگر صبر کرو اور پرہیز (احتیاط) رکھو تو وہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

تفسیر: مسلمانوں کو وقتاً فوقتاً یہود ونصاری اور مشرکین سے جگر خراش اور دل آزار باتیں سننی پڑتی ہیں، کبھی وہ پیغمبر اسلام ﷺ پر کیچڑ اچھالتے ہیں، جس کو سن کر دل چھلنی ہوجاتا ہے، کبھی تعلیماتِ اسلام پر اعتراض کرتے ہیں، اور مختلف طرح سے اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں: ان سب کا علاج صبر وتحمل سے کام لینا ہے، اور کافروں کی چالوں سے واقف رہنا ہے، مگر ہے یہ ہمت اور اولوالعزمی کا کام، اس کا مقابلہ کرنے کے لئے بڑے دل گردے کی ضرورت ہے، ایسے مواقع میں اوچھا پن کبھی شماتتِ اعداء کا سبب بن جاتا ہے۔

اور حدیث پہلی مرتبہ آئی ہے، پہلے صرف ابتدائی حصہ آیا ہے، اور حدیث میں مذکور واقعہ دل آزار باتوں سے درگذر کرنے کی ایک مثال ہے، اور حدیث کا ترجمہ عبارت کے بعد ہے۔

[۱۵-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ أُوْتُوْا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ أَشْرَكُوْا أَذًى كَثِیْرًا﴾ [آل عمران: ۱۸۶]

[٤٥٦٦-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم رَكِبَ عَلٰى حِمَارٍ عَلٰى قَطِيْفَةٍ فَدَكِيَّةٍ، وَأَرْدَفَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَرَاءَهُ، يَعُوْدُ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ فِي بَنِيْ الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ قَبْلَ وَقْعَةِ بَدْرٍ، قَالَ: حَتَّى مَرَّ بِمَجْلِسٍ فِيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُوْلَ، وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ، فَإِذَا فِي الْمَجْلِسِ أَخْلَاطٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَعَبَدَةِ الْأَوْثَانِ وَالْيَهُوْدِ وَالْمُسْلِمِيْنَ، وَفِي الْمَجْلِسِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ، فَلَمَّا غَشِيَتِ الْمَجْلِسَ عَجَاجَةُ الدَّابَّةِ خَمَّرَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ أَنْفَهُ بِرِدَائِهِ، ثُمَّ قَالَ: لَا تُغَبِّرُوْا عَلَيْنَا. فَسَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلَيْهِمْ ثُمَّ وَقَفَ فَنَزَلَ فَدَعَاهُمْ إِلَى اللّٰهِ، وَقَرَأَ

عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ، وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُوْلَ: أَيُّهَا الْمَرْءُ! إِنَّهُ لاَ أَحْسَنَ مِمَّا تَقُوْلُ إِنْ كَانَ حَقًّا، فَلاَ تُؤْذِيْنَا بِهِ فِي مَجَالِسِنَا، ارْجِعْ إِلٰى رَحْلِكَ، فَمَنْ جَاءَ كَ فَاقْصُصْ عَلَيْهِ. فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ: بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَاغْشَنَا بِهِ فِيْ مَجَالِسِنَا، فَإِنَّا نُحِبُّ ذٰلِكَ، فَاسْتَبَّ الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِكُوْنَ وَالْيَهُوْدُ حَتّٰى كَادُوْا يَتَثَاوَرُوْنَ فَلَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يُخَفِّضُهُمْ حَتّٰى سَكَنُوْا.

ثُمَّ رَكِبَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم دَابَّتَهُ، فَسَارَ حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "يَا سَعْدُ! أَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالَ أَبُوْ حُبَابٍ؟" يُرِيْدُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُبَيٍّ،" قَالَ كَذَا وَكَذَا" قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اعْفُ عَنْهُ وَاصْفَحْ عَنْهُ، فَوَ الَّذِيْ أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ! لَقَدْ جَاءَ اللّٰهُ بِالْحَقِّ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلَيْكَ، وَلَقَدِ اصْطَلَحَ أَهْلُ هٰذِهِ الْبُحَيْرَةِ عَلٰى أَنْ يُتَوِّجُوْهُ، فَيُعَصِّبُوْنَهُ بِالْعِصَابَةِ، فَلَمَّا أَبَى اللّٰهُ ذٰلِكَ بِالْحَقِّ الَّذِيْ أَعْطَاكَ اللّٰهُ شَرِقَ بِذٰلِكَ، فَذٰلِكَ فَعَلَ بِهِ مَا رَأَيْتَ، فَعَفَا عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم.

وَكَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَأَصْحَابُهُ يَعْفُوْنَ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ وَأَهْلِ الْكِتَابِ كَمَا أَمَرَهُمُ اللّٰهُ، وَيَصْبِرُوْنَ عَلَى الْأَذٰى، قَالَ اللّٰهُ: ﴿وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوْا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ أَشْرَكُوْا أَذًى كَثِيْرًا﴾ وَقَالَ اللّٰهُ: ﴿وَدَّ كَثِيْرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِنْ بَعْدِ إِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ﴾ إِلٰى آخِرِ الآيَةِ، وَكَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَتَأَوَّلُ فِي الْعَفْوِ مَا أَمَرَهُ اللّٰهُ بِهِ، حَتّٰى أَذِنَ اللّٰهُ فِيْهِمْ.

فَلَمَّا غَزَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بَدْرًا، فَقَتَلَ اللّٰهُ بِهِ صَنَادِيْدَ كُفَّارِ قُرَيْشٍ، قَالَ ابْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُوْلَ وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَعَبَدَةِ الْأَوْثَانِ: هٰذَا أَمْرٌ قَدْ تَوَجَّهَ، فَبَايَعُوْا الرَّسُوْلَ صلى الله عليه وسلم عَلَى الْإِسْلَامِ فَأَسْلَمُوْا. [راجع: ۲۹۸۷]

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ گدھے پر سوار ہوئے، فدک کی بنی ہوئی جھالردار چادر بچھا کر، اور حضرت اسامہؓ کو اپنے پیچھے بٹھایا، آپؐ قبیلہ بنوالحارث میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے جارہے تھے، یہ واقعہ جنگ بدر سے پہلے کا ہے۔ حضرت اسامہؓ کہتے ہیں: یہاں تک کہ آپؐ ایک ایسی مجلس سے گذرے، جس میں عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا، اور یہ واقعہ عبداللہ کے (منافقانہ) مسلمان ہونے سے پہلے کا ہے، پس اچانک مجلس میں مسلمان، مشرک، مورتیوں کے پجاری اور مسلمان (مکرر) ملے جلے تھے، اور مجلس میں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، پس جب محفل کو چوپایے کے غبار نے ڈھانکا تو عبداللہ نے اپنی چادر سے اپنی ناک ڈھانکی، پھر اس نے کہا: تم لوگ ہمیں گرد آلود مت کرو، پس نبی ﷺ نے ان کو (مسلمانوں کی نیت سے) سلام کیا، پھر آپؐ رکے اور اترے، اور ان

کو اللہ کی طرف بلایا، اور ان کو قرآن پڑھ کر سنایا۔ عبداللہ بن ابی نے کہا: او آدمی! بے شک شان یہ ہے کہ تم جو بات کہہ رہے ہو اس سے بہتر کوئی بات نہیں، اگر وہ بات سچی ہے، پس آپؐ ہم کو تکلیف نہ پہنچائیں اس سے ہماری محفلوں میں، آپؐ اپنے کجاوے (گھر) کی طرف لوٹ جائیں، پس جو شخص آپ کے پاس آئے اس کے سامنے (یہ باتیں) بیان کریں، پس عبد اللہ بن رواحہؓ نے کہا: کیوں نہیں! اے اللہ کے رسول! آپؐ ہمیں ڈھانکیں اس بات کے ساتھ ہماری محفلوں میں، پس بے شک ہم اس کو پسند کرتے ہیں، پس مسلمان، مشرک اور یہود ایک دوسرے کو گالی دینے لگے، یہاں تک کہ قریب تھے کہ وہ ایک دوسرے پر حملہ کردیں، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم برابر ان کو خاموش کرتے رہے یہاں تک کہ وہ پُرسکون ہوگئے۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہوئے اور چلے، یہاں تک کہ آپؐ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ سے کہا: ''اے سعد! کیا نہیں سنی آپ نے وہ بات جو ابوحباب نے کہی؟'' —— آپؐ عبداللہ بن ابی کو مراد لے رہے تھے —— ''اس نے یہ اور یہ کہا!'' حضرت سعدؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس کو معاف کردیں اور اس سے درگذر کریں، پس قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ پر قرآن اتارا ہے! بخدا! واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دین حق کو لائے جو اللہ نے آپؐ پر اتارا ہے درانحالیکہ اتفاق کرلیا تھا اس شہر والوں نے اس بات پر کہ وہ تاج پہنائیں اس کو، اور پگڑی باندھیں وہ اس کے سر پر، پس جب اللہ تعالیٰ نے اس بات کا انکار کیا اس دین حق کی وجہ سے جو اللہ نے آپؐ کو دیا تو اس کی وجہ سے اس کو اچھولگ گیا، پس وہ کیا اس نے آپؐ کے ساتھ جو آپؐ نے دیکھا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو معاف کردیا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ مشرکین اور اہل کتاب کو معاف کیا کرتے تھے جیسا اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا تھا، اور ایذا رسانیوں پر صبر کیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے (سورۃ آلِ عمران آیت ۱۶۸ میں) ارشاد فرمایا: ''اور ضرور سنو گے تم دل آزاری کی بہت سی باتیں ان لوگوں سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور مشرکین سے'' آخر آیت تک (پڑھیں) اور (سورۃ البقرہ آیت ۱۰۹ میں) ارشاد فرمایا: ''بہت سے اہل کتاب (یہود) کا دل چاہتا ہے کہ تم کو تمہارے ایمان لائے پیچھے پھر کافر کر ڈالیں اپنے دلی حسد کے سبب'' آخر آیت تک (پڑھیں) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کُل بٹھایا کرتے تھے درگذر کرنے میں اس بات کی جس کا اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حکم دیا تھا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں (جہاد کی) اجازت دیدی۔

پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی جنگ لڑی، اور اللہ نے اس جنگ میں کفارِ قریش کے سرغنوں کو قتل کیا تو عبداللہ بن ابی نے اور مشرکین نے جو اس کے ساتھ تھے اور مورتیوں کے پجاریوں نے کہا: یہ معاملہ (اسلام) یقیناً تمہاری طرف متوجہ ہوا ہے، پس اسلام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرلو، چنانچہ وہ مسلمان ہوگئے۔

لغات: قطیفة: جھالردار چادر .... أخلاط: ملے جلے .... عَجَاجة: غبار .... خَمَّر: ڈھانکا .... غَبَّرَه: گردآلود کرنا .... استباب: ایک دوسرے کو گالی دینا .... تَثَاوُرٌ (تفاعل) ایک دوسرے پر حملہ کرنا .... شَرِقَ فلان بالماء: حلق میں پانی اٹک جانا، اچھولگ جانا .... تأوَّل الکلامَ: کُل بٹھانا یعنی مراد خداوندی پر

عمل کرنا............تَوَجَّهَ إليه: کسی کی طرف رخ کرنا، متوجہ ہونا۔

فائدہ: صبر کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تدبیر نہ کرے، یا مواقع انتقام میں انتقام نہ لے، یا مواقع قتال میں قتال نہ کرے، بلکہ حوادث سے دل تنگ نہ ہو، کیونکہ اس میں تمہارے لئے منافع ومصالح ہیں، اور تقویٰ یہ کہ خلافِ شرع امور سے بچے، گو تدبیر بھی کرے (بیان القرآن)

یہود اپنے کئے پر خوش ہوتے تھے اور نہ کئے پر تعریف کے خواہاں ہوتے تھے

سورۃ آلِ عمران کی (آیات ۱۸۷و۱۸۸) ہیں: ﴿وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ أُوْتُوْا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلاَ تَكْتُمُوْنَهُ، فَنَبَذُوْهُمْ وَرَاءَ ظُهُوْرِهِمْ، وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيْلاً، فَبِئْسَ مَا يَشْتَرَوْنَ ○ لاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَا أَتَوْاوَيُحِبُّوْنَ أَنْ يُحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلاَ تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ﴾: اور (یاد کرو) جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے عہد و پیمان لیا کہ وہ اپنی کتاب کو عام لوگوں کے سامنے ظاہر کریں، اور اس کو چھپائیں نہیں، پس ان لوگوں نے اس حکم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال دیا، اور اس کے عوض میں حقیر معاوضہ لے لیا، پس بری ہے وہ چیز جس کو وہ لے رہے ہیں ○ آپ ہرگز گمان نہ کریں ان لوگوں کو جو اپنے کردار پر خوش ہوتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے اس کام پر جو انھوں نے نہیں کیا، ایسے لوگوں کو آپ عذاب سے بچا ہوا خیال نہ کریں، ان کو دردناک سزا ہوگی۔

آیت کا شانِ نزول اور مصداق

۱- شانِ نزول کے سلسلہ میں امام بخاری رحمہ اللہ نے دو روایتیں ذکر کی ہیں: ابوسعید خدریؓ کی اور ابن عباسؓ کی:

(الف) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: عہد نبوی میں منافقین میں سے چند لوگوں کا طریقہ یہ تھا کہ جب نبی ﷺ کسی غزوہ کے لئے تشریف لے جاتے تو وہ لوگ آپؐ سے پیچھے رہ جاتے، اور رسول اللہ ﷺ کے جانے کے بعد وہ اپنے پیچھے رہنے پر خوش ہوتے، پھر جب آپؐ واپس آتے تو وہ آپؐ کے سامنے بہانے بناتے اور قسمیں کھاتے، اور وہ پسند کرتے کہ ان کی ایسے کام پر تعریف کی جائے جو انھوں نے نہیں کیا، یعنی جہاد میں شرکت نہ کرنے پر بھی ان کی تعریف کی جائے، اس پر آیتِ پاک: ﴿لاَتَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَا أَتَوْا﴾: نازل ہوئی۔

(ب) مروان بن الحکم نے (جب وہ حضرت معاویہؓ کی طرف سے مدینہ کا گورنر تھا) حضرت ابن عباسؓ کے پاس آدمی بھیجا اور ان سے پوچھا: اگر ہر وہ شخص سزا دیا جائے گا جو خوش ہوتا ہے اس چیز پر جو وہ دیا گیا ہے، اور وہ پسند کرتا ہے کہ اس کی تعریف کی جائے اس بات پر جو اس نے نہیں کی تو ہم سب بخدا ضرور سزا دیئے جائیں گے! کیونکہ ہم میں سے ہر شخص میں یہ دو باتیں پائی جاتی ہیں، ہر شخص اس بات سے خوش ہوتا ہے جو وہ دیا گیا ہے، اور ہر شخص ناکردہ نیک عمل پر تعریف کا خواہاں رہتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا: تمہارا اس آیت سے کیا تعلق ہے؟ یہ آیت تو اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئی ہے،

پھر حضرت ابن عباسؓ نے اس آیت سے اوپر والی آیت پڑھی، اور بتایا کہ یہ آیت سابقہ آیت سے جڑی ہوئی ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اہل کتاب سے ایک بات پوچھی، انھوں نے اس کو چھپایا، اور انھوں نے آپ کو اس کے علاوہ بات بتائی، پھر وہ رخصت ہوگئے اور انھوں نے آپ کو ایسا دکھلایا کہ انھوں نے آپ کو وہ بات بتلادی جو آپؐ نے دریافت کی تھی، اور وہ آپؐ سے تعریف کے خواہاں ہوئے اس (غیر مسئول) بات کے بتانے کی وجہ سے، اور وہ خوش ہوئے اپنی کتاب (تورات) پر جو وہ دیئے گئے ہیں، اور اس بات پر جو آپؐ نے ان سے پوچھی تھی (ترمذی حدیث ۳۰۳۸ تحفۃ الالمعی ۷: ۱۷۳)

تشریح: نبی ﷺ نے ان سے جو بات پوچھی تھی وہ بات انھوں نے چھپائی تھی، اور انھوں نے آپ کو اس کے علاوہ بات بتائی تھی یعنی جو خاص علامت ان سے پوچھی گئی تھی وہ تو نہیں بتلائی، اور دوسری بات بتلائی جو مطلوب نہیں تھی، اور انھوں نے ایسا مظاہرہ (دکھاوا) کیا کہ گویا انھوں نے آپ کو وہ بات بتلادی جو آپؐ نے ان سے پوچھی تھی، اور وہ اس پر تعریف کے خواہاں ہوئے یعنی انھوں نے چاہا کہ نبی ﷺ ان کا شکریہ ادا کریں —— اور وہ لوگ اس بات پر خوش ہوئے کہ ان کے پاس تورات ہے اور نبی آخر الزماں ﷺ بھی ان کی باتوں کے محتاج ہیں (ترمذی میں من کتابهم ہے یا وہ اس پر خوش ہوئے کہ انھوں نے وہ بات چھپائی جو نبی ﷺ نے ان سے دریافت کی تھی، بخاری میں من کتمانهم ہے) —— بہر حال حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ آیت کا تعلق مسلمانوں سے نہیں ہے، بلکہ اہل کتاب سے ہے۔

فائدہ: اور آیت کا مصداق یہود اور منافقین تو ہیں ہی: مسلمان بھی بوجہ عموم الفاظ کے مصداق ہوسکتے ہیں، فوائد عثمانی میں ہے: تنبیہ: آیت میں گو تذکرہ یہود یا منافقین کا ہے، لیکن مسلمانوں کو بھی سنانا ہے کہ برا کام کرکے خوش نہ ہوں، بھلا کرکے اترائیں نہیں، اور جو اچھا کام کیا نہیں اُس پر تعریف کے امیدوار نہ رہیں، بلکہ کرنے کے بعد بھی مدح سرائی کی ہوس نہ رکھیں (انتہی)

[۱۶-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿لَاتَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَا أَتَوْا﴾ [آل عمران: ۱۸۸]

[۴۵۶۷-] حدثنا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ: أَنَّ رِجَالاً مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، كَانَ إِذَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِلَى الْغَزْوِ وَتَخَلَّفُوْا عَنْهُ، وَفَرِحُوْا بِمَقْعَدِهِمْ خِلاَفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَإِذَا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اعْتَذَرُوْا إِلَيْهِ وَحَلَفُوْا، وَأَحَبُّوْا أَنْ يُحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا، فَنَزَلَتْ: ﴿لَاتَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ﴾ الآيَةَ.

تصحیح: كان إذا خرج: جامع الاصول (۲: ۱۵۷ حدیث ۵۴۸) میں كانوا إذا خرج ہے، اور یہی صحیح ہے .... وتخلفوا: جامع الاصول میں واو نہیں ہے، اور گیلری میں بھی یہ نسخہ ہے، یہاں بھی واو صحیح نہیں، کانوا اسی پر داخل ہوگا

............مقعد: مصدر ہےاور حدیث کا ترجمہ اوپر آ گیا۔

[٤٥٦٨-] حَدَّثَنِیْ إِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسَی، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ: أَنَّ ابْنَ جُرَیْجٍ أَخْبَرَهُمْ، قَالَ: أَخْبَرَنِیْ ابْنُ أَبِیْ مُلَیْكَةَ: أَنَّ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّ مَرْوَانَ قَالَ لِبَوَّابِهِ: اذْهَبْ یَا رَافِعُ إِلٰی ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْ لَئِنْ كَانَ كُلُّ امْرِئٍ فَرِحَ بِمَا أُوْتِیَ، وَأَحَبَّ أَنْ یُحْمَدَ بِمَا لَمْ یَفْعَلْ: مُعَذَّبًا، لَیُعَذَّبَنَّ أَجْمَعُوْنَ. فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَمَالَكُمْ وَلِهٰذِهِ؟ إِنَّمَا دَعَا النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم یَهُوْدًا فَسَأَلَهُمْ عَنْ شَیْءٍ، فَكَتَمُوْهُ إِیَّاهُ، وَأَخْبَرُوْهُ بِغَیْرِهِ، فَأَرَوْهُ أَنْ قَدِ اسْتَحْمَدُوْا إِلَیْهِ بِمَا أَخْبَرُوْهُ عَنْهُ فِیْمَا سَأَلَهُمْ، وَفَرِحُوْا بِمَا أُوْتُوْا مِنْ كِتْمَانِهِمْ، ثُمَّ قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ أُوْتُوْا الْكِتَابَ﴾ كَذٰلِكَ حَتّٰی قَوْلِهِ: ﴿یَفْرَحُوْنَ بِمَا أُوْتُوْا وَیُحِبُّوْنَ أَنْ یُحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا﴾ تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ.

حدثنا ابْنُ مُقَاتِلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا الْحَجَّاجُ، عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِیْ ابْنُ أَبِیْ مُلَیْكَةَ، عَنْ حُمَیْدِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ: أَنَّــهُ أَخْبَرَهُ: أَنَّ مَرْوَانَ بِهٰذَا.

وضاحتیں: یہ روایت علقمہ بن وقاص رحمہ اللہ کی ہے جو جلیل القدر تابعی ہیں............مروان کا قول: فَرِحَ بما أُوتی: خوش ہوتا ہے اس چیز پر جو وہ دیا گیا یعنی اللہ کی نعمت پر: یہ بات صحیح نہیں، آیت کریمہ میں: ﴿یَفْرَحُوْنَ بِمَا أَتَوْا﴾ ہے یعنی اپنے کردار پر خوش ہوتے ہیں، اور روایت میں تصحیف بھی سمجھ میں نہیں آتی، ترمذی (حدیث ۳۰۳۸) میں بھی یہی ہے، پس ممکن ہے مروان آیت کو صحیح نہ سمجھا ہو، یا بما أتوا کی جگہ بما أوتی کوئی قراءت ہو............تابعه: عبدالرزاق صنعانی: ہشام بن یوسف صنعانی کے متابع ہیں............پھر دوسری متابعت لائے ہیں، علقمہ کی طرح حُمید بھی یہ واقعہ بیان کرتے ہیں، اور حمید کی روایت مسلم شریف میں ہے (حدیث ۲۷۷۸) مگر ان متابعات سے اسماعیلی کے اعتراض کا جواب نہیں بنتا، وہ کہتے ہیں: مروان کا دربان مجہول راوی ہے، صرف نام معلوم ہونے سے کیا ہوتا ہے؟ پس یہ روایت بخاری میں لانے کے قابل نہیں، جیسے مسّ ذکر کی روایت میں مروان کا چوکیدار مجہول راوی ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ اس روایت کو بخاری شریف میں نہیں لائے، اس روایت کا حال بھی ویسا ہی ہے۔ اور حدیث کا ترجمہ اوپر آ گیا۔

کائنات میں عقلمندوں کے لئے توحید کی نشانیاں ہیں

سورۃ آل عمران (آیت ۱۹۰) میں ہے: ﴿إِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَآیَاتٍ لِّأُوْلِی الْأَلْبَابِ﴾: آسمانوں اور زمین کے بنانے میں اور رات اور دن کے آنے جانے میں خالص عقل والوں کے لئے یقیناً (توحید کی) نشانیاں ہیں۔

تفسیر: عقل مند آدمی جب آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتا ہے تو اس کے عجیب وغریب احوال سامنے آتے

ہیں، اسی طرح دن رات کے مضبوط و مستحکم نظام میں غور کرتا ہے تو ماننا پڑتا ہے کہ کوئی قادر مطلق ہے جو اس پورے نظام پر کنٹرول کررہا ہے، ورنہ یہ محکم نظام ہرگز قائم نہ رہ سکتا۔

اور حدیث پہلے بار بار گذری ہے (تحفۃ القاری ۱:۴۱۳) اور باب سے اس کی مناسبت یہ ہے کہ جب نبی ﷺ تہجد کے لئے بیدار ہوتے تھے تو سورۃ آلِ عمران کی آخری گیارہ آیتیں پڑھتے تھے، یہ ان آیات کی اہمیت پر دلالت کرتا ہے۔ اور سورت کے آخر تک ہر باب میں یہی حدیث آئے گی، سب جگہ یہی مناسبت ہے۔

[۱۷-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿ إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ الآيَةَ [آل عمران: ۱۹۰]

[۴۵۶۹-] حدثنا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ شَرِيْكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ نَمِرٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بِتُّ عِنْدَ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ، فَتَحَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَعَ أَهْلِهِ سَاعَةً ثُمَّ رَقَدَ، فَلَمَّا كَانَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخِرُ، قَعَدَ فَنَظَرَ إِلَى السَّمَاءِ، فَقَالَ: ﴿إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُوْلِى الْأَلْبَابِ﴾ ثُمَّ قَامَ فَتَوَضَّأَ وَاسْتَنَّ، فَصَلَّى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، ثُمَّ أَذَّنَ بِلَالٌ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ. [راجع: ۱۱۷]

اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کا کارخانہ عبث نہیں بنایا

مؤمن بندے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں، ہر وقت ان کے دل میں اللہ کی یاد بسی رہتی ہے اور زبان پر ان کا ذکر جاری رہتا ہے، اور جب وہ آسمان وزمین میں غور کرتے ہیں تو بے ساختہ ان کی زبان سے نکلتا ہے: یہ عظیم الشان کارخانہ اللہ تعالیٰ نے بیکار نہیں بنایا، ضرور اس کا کوئی مقصد ہے، یہاں سے ان کا ذہن آخرت کی طرف منتقل ہوتا ہے جو موجودہ زندگی کا آخری نتیجہ ہے، پس وہ دوزخ کے عذاب سے محفوظ رہنے کی دعا کرتے ہیں، اور اس کے لئے جتن بھی کرتے ہیں۔

فائدہ: آسمان وزمین اور دیگر مصنوعات الٰہیہ میں غور وفکر کرنا وہی محمود ہوسکتا ہے جس کا نتیجہ خدا کی یاد اور آخرت کی طرف توجہ ہو، باقی جو مادہ پرست ان مصنوعات کے تاروں میں الجھ کر رہ جائیں اور صانع کی صحیح معرفت تک نہ پہنچ سکیں، خواہ دنیا انہیں محقق اور سائنس داں کہا کرے، مگر قرآن کی زبان میں وہ اولوا الالباب نہیں ہوسکتے، بلکہ پرلے درجہ کے جاہل اور احمق ہیں (فوائد عثمانی)

[۱۸-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وقُعُوْدًا وَعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ [آل عمران: ۱۹۱]

[۴۵۷۰-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ

مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بِتُّ عِنْدَ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ، فَقُلْتُ: لَأَنْظُرَنَّ إِلٰى صَلاَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَطُرِحَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وِسَادَةٌ، فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ طُوْلِهَا، فَجَعَلَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ، ثُمَّ قَرَأَ الآيَاتِ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ آلِ عِمْرَانَ حَتَّى خَتَمَ، ثُمَّ أَتَى شَنًّا مُعَلَّقًا، فَأَخَذَهُ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ إِلٰى جَنْبِهِ، فَوَضَعَ يَدَهُ عَلٰى رَأْسِيْ، ثُمَّ أَخَذَ بِأُذُنِيْ، فَجَعَلَ يَفْتِلُهَا، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَوْتَرَ.

[راجع: ۱۱۷]

وضاحت: یہ گیارہ آیتیں ہیں، کسر چھوڑ کر دس آیتیں کہا ہے .... فَتَلَ الْأُذُنَ: کان بٹنا، موڑنا۔

دوزخ رسوائی کا گھر ہے، اس سے بچنے کا سامان کیا جائے

سورۃ آلِ عمران (آیت ۱۹۲) میں مؤمنین کی دعا ہے: ﴿رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ، وَمَا لِلظَّالِمِيْنَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾: اے ہمارے پروردگار! آپ جس کو دوزخ میں ڈالیں تو یقیناً آپ نے اس کو رسوا کیا، اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں! —— دوزخ رسوائی کا گھر ہے اور جو جس قدر دوزخ میں رہے گا، اسی قدر اس کے لئے رسوائی ہوگی، پس دائمی رسوائی صرف کفار کے لئے ہوگی، اور عصاتِ مؤمنین جب دوزخ سے نجات پائیں گے تو ان کی رسوائی دُھل جائے گی —— اور جس کے لئے اللہ کا فیصلہ دوزخ میں ڈالنے کا ہوگا اس کو کوئی حمایت کر کے بچا نہیں سکتا، ہاں بہ اذنِ الٰہی سفارش کر کے شفعاء بخشوائیں گے۔

[۱۹-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ وَمَا لِلظَّالِمِيْنَ من أَنْصَارٍ﴾

[۴۵۷۱-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيْسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ كُرَيْبٍ مُوْلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَهِيَ خَالَتُهُ، فَاضْطَجَعْتُ فِيْ عَرْضِ الْوِسَادَةِ، وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَأَهْلُهُ فِيْ طُوْلِهَا، فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حَتَّى انْتَصَفَ اللَّيْلُ، أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيْلٍ، أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيْلٍ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَجَعَلَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدَيْهِ، ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الآيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُوْرَةِ آلِ عِمْرَانَ، ثُمَّ قَامَ إِلٰى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا، فَأَحْسَنَ وُضُوْءَهُ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ، فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ، ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ إِلٰى جَنْبِهِ، فَوَضَعَ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم يَدَهُ الْيُمْنَى عَلٰى رَأْسِيْ، وَأَخَذَ بِأُذُنِي الْيُمْنَى يَفْتِلُهَا، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَوْتَرَ، ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ، فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ. [راجع: ١١٧]

ایمان وعمل صالح ہی آخرت کی رسوائی سے بچائے گا

سورۃ آلِ عمران (آیت ۱۹۳) میں مؤمنین کی ایک دعا ہے: ﴿رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِيْ لِلإِيْمَانِ: أَنْ آمِنُوْا بِرَبِّكُمْ، فَآمَنَّا، رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الأَبْرَارِ﴾: اے ہمارے پروردگار! ہم نے ایک پکارنے والے (رسول یا قرآن) کو سنا جو پکار رہا ہے کہ ''اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ'' سو ہم ایمان لے آئے، اے ہمارے پروردگار! پس ہمارے گناہ بخش دے، اور ہماری برائیاں مٹا دے، اور ہمیں نیک بندوں کے ساتھ موت دے!

[٢٠-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِيْ لِلإِيْمَانِ﴾ الآيَةَ

[٤٥٧٢-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلی الله علیه وسلم وَهِيَ خَالَتُهُ، قَالَ: فَاضْطَجَعْتُ فِيْ عَرْضِ الْوِسَادَةِ، وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَأَهْلُهُ فِيْ طُوْلِهَا، فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم حَتَّى إِذَا انْتَصَفَ اللَّيْلُ، أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيْلٍ، أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيْلٍ، اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مِنْ مَنَامِهِ فَجَلَسَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدِهِ، ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الآيَاتِ الْخَوَاتِيْمَ مِنْ سُوْرَةِ آلِ عِمْرَانَ، ثُمَّ قَامَ إِلٰى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا، فَأَحْسَنَ وُضُوْءَهُ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ، ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ إِلٰى جَنْبِهِ، فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم يَدَهُ الْيُمْنَى عَلٰى رَأْسِيْ، وَأَخَذَ بِأُذُنِي الْيُمْنَى يَفْتِلُهَا، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَوْتَرَ، ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ، فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ. [راجع: ١١٧]

﴿الحمدللہ! سورۃ آل عمران کی تفسیر پوری ہوئی﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وقفۂ علالت

۹ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۳ء کو میں نے سورۃ آل عمران کی تفسیر مکمل کی، پھر دو ماہ علالت کی وجہ سے کام بند رہا، اب ۲۷ جنوری ۲۰۱۴ء سے پھر کام شروع کر رہا ہوں۔

علالت کی تفصیل:

میں نے ۲۰۰۵ء میں سینہ میں ہلکا سا درد محسوس کیا تھا، مقامی ڈاکٹر سے رجوع کیا، اس نے اے سی جی کی اور مشورہ دیا کہ این جوگرافی کراؤ، صحیح صورتِ حال اسی سے معلوم ہوگی، چنانچہ میرٹھ میں این جوگرافی کرائی، رپورٹ آئی کہ تین رگیں بند ہیں، اس لئے بائے پاس ضروری ہے، بمبئی کے میرے احباب نے اور حضرت مولانا حکیم محمد مسعود صاحب اجمیری رحمہ اللہ نے مجھے بمبئی بلایا، میں بمبئی گیا، حکیم صاحب نے علاج شروع کیا، اور مشورہ دیا کہ ڈاکٹر جوالے کا بھی علاج کیا جائے، اس لئے یونانی اور انگریزی دونوں علاج شروع کئے اور بائی پاس کی رائے نہیں ہوئی۔

سال بھر دوائیاں کھائیں، اس دوران کوئی تکلیف نہیں ہوئی، درس وتصنیف کا کام حسب معمول چلتا رہا، پھر ایک سال کے بعد بمبئی میں دوبارہ این جوگرافی کرائی، خیال تھا کہ اب رگیں کھل گئی ہونگی، مگر رپورٹ خلافِ توقع آئی، جو رگ ۸۰٪ بند تھی وہ ۹۰٪ بند ہوگئی تھی، جو ۷۰٪ بند تھی وہ ۸۵٪ بند ہوگئی تھی، اور جو ۲۰٪ بند تھی وہ ۶۰٪ بند ہوگئی تھی، صرف ایک رگ کام کر رہی تھی، اس لئے ڈاکٹر نے فوری بائے پاس کا مشورہ دیا، مگر مجھے کوئی تکلیف نہیں تھی، اس لئے میں نے اقدام نہیں کیا۔

پھر ایک سال پہلے صحت میں تبدیلی آئی، میں مدرسہ تک پیدل نہیں جا سکتا تھا، راستہ میں سانس پھول جاتا تھا، جبکہ مدرسہ کا فاصلہ دس منٹ کا تھا، چنانچہ میں رکشا سے جانے لگا، سبق پڑھاتا رہا اور تصنیف کا کام بھی چلتا رہا۔

اکتوبر ۲۰۱۳ء کے شروع میں میرے دوست، دینی بھائی اور سمدھی جناب محمد حنیف صاحب کھڑوڈیہ زید مجدہم (مہتمم جامعہ نور العلوم گٹھامن، گجرات) دیوبند تشریف لائے، میں نے ان سے اپنا حال بیان کیا، انھوں نے مشورہ دیا کہ عید الاضحیٰ کی تعطیلات آنے والی ہیں، بمبئی آجاؤ، ایک مرتبہ اور این جوگرافی کرالیں، صورتِ حال کا اندازہ ہوجائے گا، پھر اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

چنانچہ میں عید الاضحیٰ کے دوسرے دن ۱۷/اکتوبر ۲۰۱۳ء کو برخودار جناب مولانا حسین احمد سلمہ پالن پوری کے ساتھ بمبئی

گیا، وہاں این جوگرافی کرائی، رپورٹ آئی کہ دل سے جو مین رگ نکلتی ہے وہ بند ہوگئی ہے، ڈاکٹر جوالے صاحب نے بھی سی ڈی دیکھ کر صورتِ حال کو خطرناک قرار دیا، اور فوری بائے پاس کرانے کا مشورہ دیا، ڈاکٹر 'پانڈے' نے بھی یہی مشورہ دیا چنانچہ ناناوٹی ہاسپٹل میں ڈاکٹر 'پارتھے' سے آپریشن کرانا طے کر دیا گیا، اور میں ایک دن پہلے شفاخانہ میں داخل ہوگیا، ۲۸/اکتوبر پیر کا دن عمل جراحی کے لئے طے کیا، مگر ۲۷/اکتوبر بروز اتوار دوپہر کے وقت سخت اٹیک آیا، اور میں بے ہوش ہوگیا، ساتھیوں نے فوراً ڈاکٹر کو فون کیا، ڈاکٹر مع عملہ اتفاقاً شفاخانہ میں موجود تھا، انھوں نے مجھے فوراً آپریشن کے لئے اٹھایا، اور خبر آناً فاناً ملک اور بیرون ملک پھیل گئی، اور ہر جگہ دعائیں شروع ہوگئیں، بعض جگہ ختم پڑھے گئے اور مکہ مکرمہ میں بعض حضرات طواف اور دعا میں لگ گئے:

ملک الموت اڑے ہیں، جان لے کے جائیں گے ❁ سر بہ سجدہ ہے مسیحا کہ میری بات رہے!

چنانچہ دوستوں اور بزرگوں کی دعاؤں کی اللہ تعالیٰ نے لاج رکھ لی، اور ۲۷/اکتوبر ۲۰۱۳ء کو ڈاکٹروں نے کامیاب آپریشن کر دیا، مجھے اس وقت ہوش آیا جب میں دوسرے دن آئی سی یو میں تھا، ۲۵ دن کے بعد ۲۰/نومبر ۲۰۱۳ء کو میں شفایاب ہوکر دیوبند آگیا، اور ایک ہفتہ آرام کر کے سبق شروع کر دیا، مگر تین دن کے بعد ملیریا کا بخار شروع ہوگیا، اور وہ ایسا سخت حملہ تھا کہ گردے بھی متأثر ہوگئے، چنانچہ بمبئی سے احباب (بھائی عمار بن عبدالرحیم اور بھائی عمران روشن) آئے اور مجھے دوبارہ بمبئی لے گئے، اس مرتبہ ہم سفر برخوردار جناب مولوی حسن احمد پالن پوری سلمہ تھے، وہاں ملت ہاسپٹل میں مجھے داخل کیا گیا، میں ایک ہفتہ میں شفایاب ہوگیا، مگر احباب کا اصرار رہا کہ سبق جلدی شروع نہ کیا جائے، چنانچہ میں آرام کے لئے بمبئی رک گیا۔

اِدھر دارالعلوم دیوبند کی مجلسِ شوریٰ نے میرے ایماء پر بخاری شریف کا درس عارضی طور پر حضرت مہتمم صاحب (حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب) کے حوالے کیا، آپ نے اپنا ترمذی شریف کا سبق موقوف کر کے روزانہ دو وقت بخاری شریف پڑھانا شروع کیا تو مجھے گونہ اطمینان ہوگیا۔

پھر خیال آیا کہ بمبئی میں وقت بیکار گذر رہا ہے، کیوں نہ دیوبند لوٹ کر تحفۃ القاری لکھوں! چنانچہ میں ۲۴/دسمبر ۲۰۱۳ء مطابق ۲۰/صفر ۱۴۳۵ھ کو دیوبند آگیا، مگر سر منڈاتے ہی اولے پڑے، ابھی چند ہی روز گذرے تھے کہ حضرت مہتمم صاحب بیمار پڑ گئے، ان کے منہ سے خون آنے لگا اور ان کو دہلی ہاسپٹل میں داخل ہونا پڑا، اس لئے ماہ جنوری ۲۰۱۴ء سے میں نے سبق پڑھانا شروع کیا۔ ۲۵/جنوری ۲۰۱۴ء تک میں صرف سبق پڑھاتا رہا، روزانہ دو وقت پڑھاتا تھا، اب ششماہی امتحان شروع ہوا ہے اور اسباق بند ہوگئے ہیں، اس لئے تحفۃ القاری لے کر بیٹھا ہوں، ۵/فروری ۲۰۱۴ء تک امتحان چلیں گے، پھر سبق شروع ہوگا، میں امید کرتا ہوں کہ سبق کے ساتھ تحفۃ القاری کا سلسلہ بھی چلتا رہے گا، وما ذلك على الله بعزيز، وهو ولي الأمور!

[٤] سورة النساء

[١-] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿يَسْتَنْكِفْ﴾: يَسْتَكْبِرْ. [٢-] قِوَامًا: قِوَامُكُمْ مِنْ مَعَايِشِكُمْ. [٣-] ﴿لَهُنَّ سَبِيْلاً﴾: يَعْنِيْ الرَّجْمَ لِلثَّيِّبِ وَالْجَلْدَ لِلْبِكْرِ. [٤-] وَقَالَ غَيْرُهُ: ﴿مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾: يَعْنِيْ اثْنَيْنِ وَثَلاَثَ وَأَرْبَعَ، وَلاَ تُجَاوِزُ الْعَرَبُ رُبَاعَ.

تفسیر سورۃ النساء

الفاظ کے معانی

۱- سورۃ النساء کی آیت ۱۷۲ ہے: ﴿لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ أَنْ يَكُوْنَ عَبْدًا لِلّٰهِ وَلاَ الْمَلاَئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ وَمَنْ يَسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيْعًا﴾: مسیح ہرگز اللہ کے بندے بننے سے عار نہیں کرتے، اور نہ مقرب فرشتے (عار کرتے ہیں) اور جو شخص اللہ کی بندگی سے عار کرے گا اور تکبر کرے گا: اللہ تعالیٰ ضرور سب کو اپنے پاس جمع کریں گے۔

تفسیر: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آیت میں یستنکف اور یستکبر ہم معنی ہیں، اور عطف تفسیری ہے، اور دونوں فعل مَن موصولہ متضمن معنی شرط کی وجہ سے مجزوم ہیں .... استنکاف (استفعال): ناک چڑھانا، بڑائی کی وجہ سے کسی چیز کو اختیار کرنے میں عار محسوس کرنا .... استکبار: تکبر کی وجہ سے حق بات کو نہ ماننا۔

۲- سورۃ النساء آیت ۵ میں ہے: ﴿وَلاَ تُؤْتُوْا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَامًا﴾: اور کم عقلوں کو اپنے وہ مال مت دو جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے بقاء کا ذریعہ بنایا ہے۔

تفسیر: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قیامًا کی تفسیر قوامًا سے کی ہے، حاشیہ میں ہے کہ جس لفظ کی تفسیر کرنی تھی اس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے حذف کیا ہے، صرف تفسیر قواما ذکر کی ہے، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ وہ واو کے ساتھ قوامًا پڑھتے تھے، (حاشیہ ختم ہوا) القِوام: کسی چیز کے وجود وبقاء کا سامان، روزی جو بقاء حیات کے لئے ضروری ہے، مایۂ زندگانی یعنی زندگی کی پونجی جو سہارا بنتی ہے .... هذا قِوَامُ أمرِك وقيامُه: أى ما يقوم به أمرك: وہ چیز جس کے ذریعہ تمہارا معاملہ درست ہو۔

فائدہ: قرآنِ کریم نے دو ہی چیزوں کو قیاما للناس کہا ہے، ایک مال کو دوسرے کعبہ شریف کو، ارشاد فرمایا: ﴿جَعَلَ

اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ﴾: اللہ تعالیٰ نے کعبہ شریف کو جو کہ محترم گھر ہے، لوگوں کے قائم رہنے کا سبب بنایا ہے (مائدہ ۹۷) یعنی جب تک کعبہ شریف باقی ہے دنیا باقی ہے، اور جب کفار اس کو منہدم کردیں گے تو جلد قیامت آجائے گی۔

غرض اس تعبیر سے جس طرح کعبہ شریف کی اہمیت آشکارہ ہوتی ہے، مال کی اہمیت بھی آشکارہ ہوتی ہے، مال لوگوں کے لئے سہارا ہے مایۂ زندگانی ہے، اس لئے جائز راہوں سے مال کمانا چاہئے، خرچ کرنا چاہئے اور کچھ جمع بھی رکھنا چاہئے، بالکل خالی ہاتھ نہیں ہوجانا چاہئے، اندوختہ ہوتو آدمی باہمت رہتا ہے، ورنہ کمر ٹوٹ جاتی ہے۔

۳- سورۃ النساء کی آیت ۱۵ ہے: ﴿وَالّٰتِيْ يَأْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَاءِ كُمْ﴾: الآیۃ: اور تمہاری عورتوں میں سے جو بے حیائی کا کام کریں: ان پر اپنے آدمیوں میں سے چار کو گواہ بنالو، پس اگر وہ گواہی دیں تو تم ان عورتوں کو گھروں میں بند رکھو، یہاں تک کہ موت ان کا خاتمہ کردے، یا اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی راہ تجویز فرمادیں۔

تفسیر: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ سبیل (راہ) بعد میں قرآن وحدیث میں متعین کردی گئی، غیر شادی شدہ کو سو درّے مارے جائیں، اور شادی شدہ کو سنگسار کیا جائے۔

فائدہ: اب اس آیت کا حکم اسلامی حکومت میں منسوخ ہے، مقررہ سزا دے کر معاملہ ایک طرف کردیا جائے، البتہ غیر اسلامی حکومت میں اس پر عمل کرنا چاہئے، اس لئے تلاوت باقی رکھی گئی ہے۔

۴- قرآنِ کریم میں ﴿مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ دو جگہ آیا ہے:

پہلی جگہ: سورۃ النساء آیت ۳ میں ہے: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾: اور اگر تم کو اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے حق میں انصاف نہیں کرسکو گے تو دوسری عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں دو دو سے تین تین سے اور چار چار سے نکاح کرو۔

دوسری جگہ: سورۃ الفاطر کی پہلی آیت ہے: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلاً أُوْلِيْ أَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ، يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَايَشَاءُ﴾: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے ہیں، جو فرشتوں کو پیغام رسانی کے لئے مقرر کرنے والے ہیں، جو دو دو، تین تین اور چار چار بازو والے ہیں، وہ بناوٹ میں جو چاہیں زیادتی کرتے ہیں، یعنی بعض فرشتوں کے اس سے زیادہ بھی بازو ہیں۔

تفسیر: امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کلمات (مثنی وثلاث ورباع) کے بارے میں دو باتیں بیان کی ہیں:

پہلی بات: ابوعبیدہؒ کا قول لکھا ہے کہ وہ ان لفظوں کو سادہ فورم (Form وضع شکل) میں قرار دیتے تھے یعنی ان کے معانی میں تکرار نہیں مانتے تھے، پس ان کے معنی ہیں: دو، تین اور چار، مگر اس صورت میں یہ کلمات منصرف ہونگے، چنانچہ گیلری میں ثلاثاً وأربعاً ہے، اور جمہور نحات کے نزدیک یہ کلمات معدول (اصل سے پھیرے ہوئے) اور غیر منصرف

ہیں، اوران کے معانی میں تکرار ہے یعنی دودو، تین تین اور چار چار۔

دوسری بات: ان کلمات میں قیاس جاری ہوتا ہے یا نہیں؟ یعنی فُعال اور مَفْعل کے وزن پر خُماس اور مَخْمس وغیرہ کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک قیاس جاری نہیں ہوتا، فرمایا: عرب رُباع سے آگے نہیں بڑھتے، مزید تفصیل حاشیہ میں ہے۔

فائدہ: چونکہ فرشتوں کے بازو چار سے زیادہ بھی ہوتے ہیں، اس لئے رباع کے بعد ﴿یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَایَشَاءُ﴾ فرمایا، اور نکاح بیک وقت چار ہی عورتوں سے ہوسکتا ہے، اس لئے رُباع پر کلام روک دیا، آگے کچھ نہیں فرمایا، پس غیر مقلدین کی بات نص اور اجماع کے خلاف ہے کہ نکاح چار میں منحصر نہیں، جتنے چاہیں بیک وقت نکاح کرسکتے ہیں۔

یتیم لڑکی کے ساتھ ناانصافی کا اندیشہ ہو تو اس سے نکاح نہ کیا جائے

کبھی یتیم لڑکی کا سرپرست لڑکی کے مال میں رغبت رکھتا ہے، اس لئے وہ خود اس سے نکاح کرتا ہے، مگر مہر میں انصاف نہیں کرتا، کم مہر دیتا ہے، چنانچہ قرآنِ کریم نے سورۃ النساء کی آیت ۳ میں فرمایا: ایسا مت کرو، اگر تمہیں یتیم لڑکیوں کے حق میں اندیشہ ہو کہ ان کے ساتھ انصاف نہیں کروگے، مناسب مہر نہیں دوگے یا ان کے حقوق ادا نہیں کروگے تو ان سے نکاح مت کرو، دوسری عورتوں سے جو تمہیں پسند ہوں نکاح کرو، دو دو سے، تین تین سے اور چار چار سے —— اور پہلی حدیث پہلی مرتبہ آئی ہے اور دوسری حدیث پہلے (حدیث ۲۴۹۴ تحفۃ القاری ۵: ۵۱۰) آچکی ہے۔

[۱-] بَابٌ: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتَامٰى فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾

[٤٥٧٣-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَجُلاً كَانَتْ لَهُ يَتِيْمَةٌ فَنَكَحَهَا، وَكَانَ لَهَا عَذْقٌ، وَكَانَ يُمْسِكُهَا عَلَيْهِ، وَلَمْ يَكُنْ لَهَا مِنْ نَفْسِهِ شَيْئٌ فَنَزَلَتْ فِيْهِ: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتَامٰى﴾ أَحْسِبُهُ قَالَ: كَانَتْ شَرِيْكَتَهُ فِي ذٰلِكَ الْعَذْقِ وَفِي مَالِهِ. [راجع: ٢٤٩٤]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک شخص کے پاس یعنی زیرِ پرورش ایک یتیم لڑکی تھی، پس اس نے اس سے نکاح کرلیا، اور اس لڑکی کے لئے کھجور کا پھل دار درخت تھا، اور وہ اس لڑکی کو روکتا تھا یعنی دوسری جگہ اس کا نکاح نہیں کرتا تھا اس پھل دار کھجور کے درخت کی وجہ سے، اور نہیں تھا اس لڑکی کے لئے اس سرپرست سے کچھ یعنی نکاح کر لینے کے بعد وہ اس کی طرف جنسی رغبت نہیں رکھتا تھا، پس اس کے حق میں سورۃ النساء کی آیت ۳ نازل ہوئی —— (ہشام کہتے ہیں:) میں عروہؒ کو گمان کرتا ہوں کہ انھوں نے کہا: وہ یتیم لڑکی اس سرپرست کے ساتھ شریک تھی، اس کھجور کے پھل دار درخت میں یعنی کھجور کے باغ میں اور اس کے (دوسرے) مال میں۔

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ نہیں بیان کیا کہ وہ کھجور کا پھل دار درخت تنہا اس یتیم لڑکی کا تھا یا سرپرست کی اس میں بھاگی داری تھی؟ حضرت عروہؒ نے واضح کیا کہ اس باغ میں اور سرپرست کے دوسرے مال میں اس کی بھاگی داری تھی، پس اگر وہ اس کا دوسری جگہ نکاح کرتا تو اس کا حصہ بانٹ کر دینا پڑتا، اس لئے مال کی لالچ میں خود نکاح کیا، مگر بیوی کے حقوق ادا نہیں کرتا تھا، چنانچہ آیت نے اس قسم کے نکاح سے روک دیا۔

[٤٥٧٤-] حدثنا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتَامٰى﴾ فَقَالَتْ: يَا ابْنَ أُخْتِيْ! هٰذِهِ الْيَتِيْمَةُ تَكُوْنُ فِيْ حَجْرِ وَلِيِّهَا، تَشْرَكُهُ فِيْ مَالِهِ وَيُعْجِبُهُ مَالُهَا وَجَمَالُهَا، فَيُرِيْدُ وَلِيُّهَا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا، بِغَيْرِ أَنْ يُقْسِطَ فِيْ صَدَاقِهَا، فَيُعْطِيَهَا مِثْلَ مَا يُعْطِيْهَا غَيْرُهُ، فَنُهُوْا عَنْ أَنْ يَنْكِحُوْهُنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوْا لَهُنَّ، وَيُبَلِّغُوْا لَهُنَّ أَعْلٰى سُنَّتِهِنَّ فِي الصَّدَاقِ، فَأُمِرُوْا أَنْ يَنْكِحُوْا مَاطَابَ لَهُمْ مِنَ النِّسَاءِ سِوَاهُنَّ.

قَالَ عُرْوَةُ: قَالَتْ عَائِشَةُ: وَإِنَّ النَّاسَ اسْتَفْتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بَعْدَ هٰذِهِ الآيَةِ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَاءِ﴾ قَالَتْ عَائِشَةُ: وَقَوْلُ اللّٰهِ فِيْ آيَةٍ أُخْرَى: ﴿وَتَرْغَبُوْنَ أَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ﴾: رَغْبَةُ أَحَدِكُمْ عَنْ يَتِيْمَتِهِ، حِيْنَ تَكُوْنُ قَلِيْلَةَ الْمَالِ وَالْجَمَالِ، قَالَتْ: فَنُهُوْا أَنْ يَنْكِحُوْا عَنْ مَنْ رَغِبُوْا فِيْ مَالِهِ وَجَمَالِهِ فِيْ يَتَامَى النِّسَاءِ إِلَّا بِالْقِسْطِ، مِنْ أَجْلِ رَغْبَتِهِمْ عَنْهُنَّ إِذَا كُنَّ قَلِيْلَاتِ الْمَالِ وَالْجَمَالِ.

[راجع: ٢٤٩٤]

ترجمہ: عروہ رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سورۃ النساء آیت ۳ کی تفسیر پوچھی، پس صدیقہؓ نے فرمایا: اے میرے بھانجے! یہ یتیم لڑکی ہے جو اپنے ولی کی پرورش میں ہے، وہ اس کے ساتھ اس کے مال میں شریک ہوتی ہے، اور پسند آتا ہے ولی کو اس کا مال اور اس کی خوبصورتی، پس ولی چاہتا ہے کہ اس سے نکاح کرے بغیر اس کے کہ اس کے مہر میں انصاف کرے، پس دے وہ اس کو اتنا جتنا اس کو کوئی اور دیتا ہے، پس وہ روکے گئے اس سے کہ وہ ان یتیم لڑکیوں سے نکاح کریں، مگر یہ کہ انصاف کریں ان کے ساتھ، اور پہنچائیں وہ ان کو ان کے مہر کے اعلی مرتبہ تک، اور حکم دیئے گئے وہ کہ نکاح کریں ان کے علاوہ عورتوں سے جو ان کو پسند ہوں۔

عروہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پھر لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کے بعد عورتوں کے (دیگر) مسائل پوچھے، پس سورۃ النساء کی چند آیات نازل ہوئیں، جو ﴿وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَاءِ﴾ سے شروع ہوتی ہیں، صدیقہؓ نے فرمایا: اس دوسری آیت میں ایک بات زائد ہے: ﴿وَتَرْغَبُوْنَ أَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ﴾ (اس کا مطلب ہے:)

ان میں سے ایک کا اعراض کرنا اپنی زیر پرورش یتیم لڑکی سے جب اس کے پاس مال تھوڑا ہو اور خوبصورتی بھی کم ہو، صدیقہؓ نے فرمایا: پس لوگ روکے گئے اس بات سے کہ وہ نکاح کریں ان یتیم لڑکیوں سے جن کے مال میں اور خوبصورتی میں وہ رغبت رکھتے ہیں، البتہ (مہر وغیرہ میں) انصاف کرنے کے ساتھ (نکاح کر سکتے ہیں) ان کی بے رغبتی کی وجہ سے ان لڑکیوں میں جبکہ ان کے پاس مال اور خوبصورتی کم ہو، یعنی نادار نا قبول صورت کو تم پسند نہیں کرتے، اس کا نکاح دوسری جگہ کرتے ہو، اور مالدار قبول صورت سے مہر میں انصاف کئے بغیر نکاح کرنا چاہتے ہو پس ہم اس کی اجازت نہیں دیتے، البتہ مہر وغیرہ میں انصاف کرنے کے ساتھ ان سے نکاح کر سکتے ہو۔

یتیم کا سرپرست یتیم کے مال میں سے بوقت حاجت کھا سکتا ہے

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کے شروع میں دو لفظوں کے معانی بیان کئے ہیں:

پہلا لفظ: بِدَارًا ہے، سورۃ النساء آیت ۶ میں ہے: ﴿وَلَا تَأْكُلُوْا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَنْ يَكْبَرُوْا﴾: یتامی کے اموال ضرورت سے زیادہ اٹھا کر اور جلدی جلدی مت کھاؤ اس خیال سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے —— بداراً مصدر ہے اس کی تفسیر مبادرۃ سے کی ہے، یہ بھی مصدر ہے اور دونوں کے ایک معنی ہیں بادر إليه مبادرة وبدارًا: جلدی کرنا، سبقت کرنا، أَبْدَرَ الوصيُّ في مال اليتيم: یتیم کے بالغ ہونے سے پہلے اس کا مال کھالینا۔

دوسرا لفظ: أعتدنا ہے، سورۃ النساء آیت ۱۸ میں ہے: ﴿أُولٰئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيْمًا﴾: ان لوگوں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے —— اعتدنا (باب افتعال) کا ترجمہ أَعْدَدْنَا (باب افعال) سے کیا ہے، أفعلنا یعنی أعددنا باب افعال سے ہے اور یہ فعل عَتَاد سے بنا ہے، جس کے معنی ہیں: کسی خاص مقصد کے لئے تیار کیا ہوا سامان، اور تیاری۔

باب کی آیت: سورۃ النساء کی آیت ۶ میں ہے: ﴿وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ، وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ﴾: اور جو شخص مستغنی ہو وہ تو خود کو بالکل ہی بچائے، اور جو شخص حاجت مند ہو وہ عرف کے مطابق کھائے، پھر جب ان کے اموال ان کے حوالے کرنے لگو تو ان پر گواہ بنالو۔

تفسیر: یتیم کا مال ولی اپنے خرچ میں نہ لائے، البتہ اگر یتیم کی پرورش کرنے والا محتاج ہو تو اپنی خدمت کے بقدر یتیم کے مال میں سے لے سکتا ہے، مثلاً: یتیم کا کھیت یا دکان ہے، اس کو ولی بوتا ہے یا وہی دکان چلاتا ہے، اور وہ بے نیاز ہے، اس کے پاس گذارے کے بقدر ہے تو کھیت کی پیداوار سے اور دکان کی آمدنی سے اپنی محنت کے بقدر بھی لینا جائز نہیں، البتہ اگر ولی کا اور کوئی کاروبار نہیں اور وہ حاجت مند ہے تو معروف طریقہ پر محنت کے بقدر یتیم کے مال میں سے تنخواہ لے سکتا ہے۔

اور جب کسی بچہ کا باپ مرجائے تو اس کا ترکہ چند مسلمانوں کے روبرو لکھ کر محفوظ کر لیا جائے، پھر جب یتیم ہوشیار ہو جائے، تو پھر شاہدوں کے سامنے باقی مال یتیم کو سونپ دیا جائے اور جو کچھ خرچ ہو گیا ہے وہ اس کو سمجھا دیا جائے، شاید کسی

وقت اختلاف ہوتو گواہوں کے ذریعہ بسہولت معاملہ نمٹایا جاسکے ـــــ اور حدیث پہلے آچکی ہے۔

[۲-] بَابُ قَوْلُهُ: ﴿وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ، فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ﴾ الآيَةَ

[۱-] ﴿وَبِدَارًا﴾: مُبَادَرَةً: [۲-] ﴿أَعْتَدْنَا﴾: أَعْدَدْنَا، أَفْعَلْنَا مِنَ الْعَتَادِ.

[۴۵۷۵-] حَدَّثَنِيْ إِسْحَاقُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، فِيْ قَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ، وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾: أَنَّهَا نَزَلَتْ فِيْ مَالِ الْيَتِيْمِ إِذَا كَانَ فَقِيْرًا: أَنَّـهُ يَأْكُلُ مِنْهُ مَكَانَ قِيَامِهِ عَلَيْهِ بِمَعْرُوْفٍ. [راجع: ۲۲۱۲]

تقسیم میراث کے وقت غیر وارث رشتہ داروغیرہ آجائیں توان کوبھی کچھ دیا جائے

سورۃ النساء کی آیت ۸ ہے: ﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوْا الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِنْهُ، وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلاً مَعْرُوْفًا﴾: اور جب تقسیم ترکہ کے وقت آموجود ہوں (دور کے) رشتہ دار اور یتیم اور غریب لوگ، پس ان کو ترکہ میں سے کچھ دو اور ان کے ساتھ خوبی سے بات کرو ـــــ جب سب ورثاء عاقل بالغ ہوں تو باہمی رضامندی سے کچھ دینا چاہئے، نابالغ کے حصہ میں سے نہیں دے سکتے، اور نہ دینا ہو تو ان کے ساتھ خوبی سے بات کرو، ان کا دل مت توڑو، ان سے کہو کہ معاف کرو، ورثاء کچھ دینے پر راضی نہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ آیت منسوخ نہیں، محکم (معمول بہا) ہے، مگر لوگ اس پر عمل کرنے میں سستی کرتے ہیں، تفصیل تحفۃ القاری ۶: ۱۶۵ میں ہے۔

[۳-] بَابُ قَوْلُهُ: ﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوْا الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنُ﴾ الآيَةَ

[۴۵۷۶-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ الأَشْجَعِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوْا الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنُ﴾ قَالَ: هِيَ مُحْكَمَةٌ وَلَيْسَتْ بِمَنْسُوْخَةٍ، تَابَعَهُ سَعِيْدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. [راجع: ۲۷۵۹]

﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ أَوْلَادِكُمْ﴾ کا شانِ نزول

حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی دو بیٹیوں کو لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں آئیں، اور عرض کیا: یارسول اللہ! یہ سعد بن الربیع کی بیٹیاں ہیں، ان کے ابا آپؐ کے ساتھ جنگ احد میں شہید ہوگئے ہیں، اور ان کے چچا نے سارا مال لے لیا ہے، پس دونوں کے لئے کوئی مال نہیں

رہا، اوران دونوں کی شادی اسی صورت میں ہوسکتی ہے جب ان کے پاس کچھ مال ہو، نبی ﷺ نے فرمایا: اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائیں گے، پس میراث کی آیتیں نازل ہوئیں، آپؐ نے لڑکیوں کے چچا کو بلایا اور فرمایا: سعد کی دونوں بیٹیوں کو دو تہائی دو، اوران کی ماں کو آٹھواں حصہ دو، اور باقی آپ کا ہے عصبہ ہونے کی وجہ سے (ترمذی حدیث ۲۰۹۲ تحفۃ الالمعی ۴۲۹:۵) مذکورہ آیت کا شانِ نزول یہی واقعہ ہے، اور میراث کی آیتوں کا مصداق سورۃ النساء کی آیات ۱۱ و ۱۲ ہیں۔

دوسری حدیث: (جو باب میں ہے اور ابن جریج کی روایت ہے) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں بیمار پڑا، نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیدل میری عیادت کے لئے تشریف لائے، پس نبی ﷺ نے مجھ کو پایا کہ میں کچھ نہیں سمجھ رہا یعنی مجھ پر بے ہوشی طاری ہے، آپؐ نے پانی منگوایا اور اس سے وضوء فرمایا اور مجھے چھینٹا دیا تو مجھے ہوش آگیا، میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپؐ مجھے کیا حکم دیتے ہیں کہ کروں میں اپنے مال میں؟ پس آیت ﴿یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْٓ أَوْلَادِکُمْ﴾ نازل ہوئی۔

تشریح: یہ روایت صحیح نہیں، حضرت جابرؓ نے کلالہ کا مسئلہ دریافت کیا تھا، پس سورۃ النساء کی آخری آیت نازل ہوئی تھی، اسی میں کلالہ کا حکم ہے اور یہ روایت بخاری شریف میں سات آٹھ جگہ آئی ہے، دو جگہ ابن جریج کی سند سے آئی ہے (یہاں اور حدیث ۴۵۷۷) اسی میں: فَنَزَلَتْ: ﴿یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْٓ أَوْلَادِکُمْ﴾ ہے اور تین جگہ شعبہؒ کی سند سے اور تین جگہ سفیان ثوریؒ کی سند سے ہے، ان میں ہے: حتی نزلت آیة المیراث، اور یہی صحیح ہے اور آیت المیراث سے مراد سورۃ النساء کی آخری آیت ہے اور ابن جریج کی روایت میں تسامح ہے۔

[٤-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْٓ أَوْلَادِکُمْ﴾ [النساء: ۱۱]

[۴۵۷۷-] حدثنا إِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، أَنَّ ابْنَ جُرَیْجٍ أَخْبَرَهُمْ، قَالَ: أَخْبَرَنِیْ ابْنُ مُنْکَدِرٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: عَادَنِیْ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم وَأَبُوْ بَکْرٍ فِیْ بَنِیْ سَلِمَةَ مَاشِیَیْنِ، فَوَجَدَنِیْ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم لَا أَعْقِلُ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهُ، ثُمَّ رَشَّ عَلَیَّ، فَأَفَقْتُ، فَقُلْتُ: مَا تَأْمُرُنِیْ أَنْ أَصْنَعَ فِیْ مَالِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَنَزَلَتْ: ﴿یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْٓ أَوْلَادِکُمْ﴾ [راجع: ۱۹۴]

والدین اور اقرباء کے لئے وصیت کا جو حکم تھا وہ میراث کی آیتوں سے منسوخ ہوگیا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: زمانۂ جاہلیت میں سارا ترکہ اولاد لیتی تھی، ماں باپ اور دوسرے ورثاء کا کوئی حق نہیں تھا، پھر اسلام کا دور آیا تو پہلے یہ حکم نازل ہوا: ﴿کُتِبَ عَلَیْکُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَکُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَیْرًا نِالْوَصِیَّةُ لِلْوَالِدَیْنِ وَالْأَقْرَبِیْنَ بِالْمَعْرُوْفِ، حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِیْنَ﴾: تم پر فرض کیا جاتا ہے: جب کسی کو موت نزدیک معلوم ہونے لگے، اگر اس نے ترکہ میں کچھ مال چھوڑا ہے: والدین اور رشتہ داروں کے لئے عرف کے مطابق وصیت کرنا یہ

کام پرہیزگاروں پر لازم ہے (سورۃ البقرہ آیت ۱۸۰) پھر آخری حکم نازل ہوا: ﴿یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْ أَوْلَادِكُمْ﴾ الآیات: ان آیات میں تمام ورثاء کے حصے مقرر کردیئے، اب کسی کا کوئی اختیار نہیں رہا، پس ایک زمانہ تک والدین اور اقرباء کے لئے جو وصیت کا حکم تھا وہ منسوخ ہوگیا —— اور حدیث بعینہٖ اسی سند سے پہلے (حدیث ۲۷۴۷) آچکی ہے (تحفۃ القاری ۶: ۱۴۸)

[۵-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَاتَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ﴾ [النساء: ۱۲]

[۴۵۷۸-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، عَنْ وَرْقَاءَ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ نَجِيْحٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ الْمَالُ لِلْوَلَدِ، وَكَانَتِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ، فَنَسَخَ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ مَا أَحَبَّ، فَجَعَلَ لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ، وَجَعَلَ لِلْأَبَوَيْنِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسَ وَالثُّلُثَ، وَجَعَلَ لِلْمَرْأَةِ الثُّمُنَ وَالرُّبُعَ، وَلِلزَّوْجِ الشَّطْرَ وَالرُّبُعَ. [راجع: ۲۷۴۷]

میت کی بیوی میت کا ترکہ (میراث) نہیں

سورۃ النساء کی آیت ۱۹ ہے: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا! لَايَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوْا النِّسَاءَ كَرْهًا، وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوْهُنَّ، إِلَّا أَنْ يَأْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ﴾: اے ایمان والو! تمہارے لئے حلال نہیں کہ عورتوں کے زبردستی مالک بن جاؤ، اور ان کو روکے مت رکھو، تاکہ جو کچھ تم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ لیلو، مگر یہ کہ وہ کھلی بے حیائی (نشوز) کا ارتکاب کریں۔

تفسیر: زمانۂ جاہلیت میں عورتوں پر ظلم کی ایک صورت یہ تھی کہ جب کوئی مرتا تو اس کی بیوی میراث قرار پاتی، میت کا سوتیلا بیٹا، بھائی یا کوئی اور وارث اس کو لے لیتا، پھر چاہتا تو اس سے نکاح کرلیتا، یا بغیر نکاح کے گھر میں رکھتا، یا کسی دوسرے سے نکاح کرتا اور مہر (کل یا بعض) خود وصول کرتا، یا ساری عمر اپنی قید میں رکھتا، پھر اس کے مرنے کے بعد اس کے مال کا وارث بنتا، اس آیت میں ایسے مظالم کا انسداد کیا گیا ہے —— اور 'زبردستی' کا مطلب یہ ہے کہ اگر میت کا وارث یا غیر وارث (مثلاً بھائی) مرحوم کی عورت سے اس کی رضامندی سے نکاح کرے تو کچھ حرج نہیں —— اور ولا تعضلوھن کا حکم شوہر کو بھی شامل ہے، اور کھلی بے حیائی سے مراد نشوز (نافرمانی) ہے، کبھی شوہر کو بیوی پسند نہیں ہوتی اس لئے شوہر اس کے حقوق زوجیت ادا نہیں کرتا، مگر طلاق دے کر چھوڑتا بھی نہیں، تاکہ عورت تنگ آکر مہر زیور وغیرہ واپس کرے، یہ بھی ایک طرح کی زیادتی ہے، البتہ اگر عورت نافرمان ہو یعنی قصور اس کا ہو تو خلع کیا جاسکتا ہے، اور بعض مہر یا کل مہر واپس لیا جاسکتا ہے۔

چار لفظوں کے معانی:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے چار لفظوں کے معانی مروی ہیں:

۱- لاتعضلوھن کا ترجمہ ہے: لاتقھروھن، عَضَلَ (ن) المرأةَ: عورت کو ظلماً شادی سے روکنا۔ قَهَرَهُ (ف) قَهْرًا:

کسی پر غالب ہونا، زیر کرنا، مجبور کرنا۔

۲-سورۃ النساء آیت ۲ میں ہے: ﴿إِنَّـهُ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا﴾: بے شک وہ (یتیموں کا مال کھانا) بڑا گناہ ہے —— الحُوب (حاء کا پیش) اسم ہے: گناہ، اور حاء کے زبر کے ساتھ مصدر ہے حاب (ن) حوبا: گناہ گار ہونا۔

۳-سورۃ النساء آیت ۳ میں ہے: ﴿ذٰلِكَ أَدْنٰى أَلَّا تَعُوْلُوْا﴾: وہ (ایک بیوی یا باندی پر اکتفا کرنا) قریب تر ہے اس سے کہ ایک طرف جھک نہ پڑو، عَالَ المیزان (ن) عَوْلاً: دونوں پلڑوں کا برابر نہ ہونا، ایک پلڑے کا جھک جانا —— یہ ترجمہ شیخ الہندؒ نے کیا ہے اور حضرت تھانویؒ نے ترجمہ کیا ہے: زیادتی نہ ہونے پائے، عَالَ الْحَكَمُ: ثالث کا کسی ایک کے ساتھ ناانصافی کرنا، اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے ترجمہ کیا ہے: فیملی بڑی نہ ہو جائے، مگر اس پر اشکال ہے کہ یہ ترجمہ باب افعال (أعال الرجلُ) کا ہے، مجرد کا یہ ترجمہ نہیں۔

۴-سورۃ النساء آیت ۴ میں ہے: ﴿وَآتُوْا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً﴾: اور تم بیویوں کو ان کے مہر 'خوش دلی' سے دیدیا کرو۔ صَدُقَات: صَدُقة کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں مہر، أَصْدَقَ المرأةَ: مہر دینا، اور النِّحْل اور النِّحْلَة کے معنی ہیں: عطیہ، بخشش، تحفہ، حضرت ابن عباسؓ نے اس کی تفسیر 'مہر' سے کر کے بتایا کہ بطور تحفہ مہر ہی دینا ہے، کوئی اور عطیہ نہیں دینا۔

[٦-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿لاَيَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوْا النِّسَاءَ كَرْهًا﴾ الآيَةَ.

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: [١-] ﴿لاَ تَعْضُلُوْهُنَّ﴾: لاَ تَقْهَرُوْهُنَّ. [٢-] ﴿حُوْبًا﴾: إِثْمًا. [٣-] ﴿تَعُوْلُوْا﴾: تَمِيْلُوْا. [٤-] ﴿نِحْلَةً﴾: فَالنِّحْلَةُ الْمَهْرُ.

[٤٥٧٩-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ- قَالَ الشَّيْبَانِيُّ: وَذَكَرَهُ أَبُوْ الْحَسَنِ السُّوَائِيُّ، وَلاَ أَظُنُّهُ ذَكَرَهُ إِلَّا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ -﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لاَيَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوْا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلاَ تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوْهُنَّ﴾ قَالَ: كَانُوْا إِذَا مَاتَ الرَّجُلُ كَانَ أَوْلِيَاؤُهُ أَحَقَّ بِامْرَأَتِهِ، إِنْ شَاءَ بَعْضُهُمْ تَزَوَّجَهَا، وَإِنْ شَاءُ وْا زَوَّجُوْهَا، وَإِنْ شَاءُ وْا لَمْ يُزَوِّجُوْهَا، فَهُمْ أَحَقُّ بِهَا مِنْ أَهْلِهَا، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ فِيْ ذٰلِكَ.

[طرفه: ٦٩٤٨]

سند: ابو اسحاق سلیمان بن فیروز شیبانی کے پاس اس حدیث کی دو سندیں ہیں، ایک بالیقین موصول ہے اور دوسری کے موصول ہونے میں شک ہے: پہلی سند: شیبانی عن عکرمہ عن ابن عباس ہے۔ دوسری سند: شیبانی عن ابی الحسن السوائی عن ابن عباس ہے۔ (شیبانی کا خیال ہے کہ سوائی: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں)

حدیث: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: تھے وہ لوگ یعنی جاہلیت کے لوگ: جب آدمی مر جاتا تو اس کے رشتہ دار اس کی

بیوی کے زیادہ حقدار ہوتے، اگر ان میں سے کوئی چاہتا تو اس سے (خود) نکاح کر لیتا، اور اگر وہ چاہتے تو اس کا (دوسری جگہ) نکاح کر دیتے، اور اگر وہ چاہتے تو اس کا نکاح نہیں کرتے تھے (ویسے ہی مقید رکھتے تھے) پس وہ رشتہ دار اس عورت کے زیادہ حقدار ہوتے تھے اس کے میکہ والوں سے، پس اس سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی (اور اس ظلم کا انسداد کر دیا)

مولی الموالات کا حصہ آخر میں منسوخ ہو گیا

والی فلاناً موالاۃً: کسی سے محبت کرنا، مدد کرنا، ساتھ دینا، عقد موالات (دوستی کا معاہدہ) یہ ہے کہ کسی کا کوئی وارث نہیں، وہ دوسرے کے ساتھ اس طرح معاملہ کرے کہ اگر میں کوئی جنانت کروں تو آپ اس کی دیت دیں، اور آپ جنانت کریں تو میں دیت دوں گا، اور میں مروں تو میراث آپ کو ملے گی، اور آپ مریں تو آپ کی میراث میں پاؤں گا۔ زمانۂ جاہلیت میں لوگ ایسی دوستی کیا کرتے تھے، اور اس کو 'عقد موالات' کہتے تھے، زمانۂ جاہلیت میں اس موالات کی وجہ سے میراث ملتی تھی اور دیت دینی پڑتی تھی، اور وہ مولی الموالات کہلاتے تھے۔

پھر جب اسلام کا زمانہ آیا تو ہجرت کے بعد مہاجرین وانصار میں 'مواخات' کرائی، یہی موالات ہے، اس کی بنیاد پر ایک دوسرے کو میراث ملتی تھی، پھر جب مہاجرین کے ورثاء مسلمان ہو گئے تو اس حکم میں تبدیلی آئی، اور سورۃ النساء کی آیت ۳۳ نازل ہوئی، ارشاد فرمایا: ''اور ہر ایسے مال کے لئے جس کو والدین اور رشتہ دار چھوڑ جائیں ہم نے وارث مقرر کر دیئے ہیں'' —— حضرت ابن عباسؓ نے موالی کا ترجمہ 'ورثہ' کیا ہے —— اور جن لوگوں سے تمہارے عہد بندھے ہوئے ہیں ان کو ان کا حصہ (سدس) دیدو، (باقی ترکہ ورثاء کو ملے گا) —— نصیب سے احناف کے نزدیک چھٹا حصہ مراد ہے، اور حضرت ابن عباسؓ نے مدد، تعاون، خیر خواہی اور وصیت کرنا مراد لیا ہے یعنی اب مولی الموالات کا میراث میں کوئی حصہ نہیں —— پھر جب سورۃ الانفال کی آخری آیت: ﴿وَأُوْلُوْا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ﴾: نازل ہوئی تو مولی الموالات کا جو سدس تھا وہ بھی ختم ہو گیا —— اور یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ دوسرے ورثاء کی موجودگی میں —— خواہ وہ ذوی الفروض نسبیہ ہوں یا عصبہ ہوں یا ذوی الارحام ہوں —— مولی الموالات کو میراث نہیں ملے گی، لیکن جب کوئی وارث نہ ہو اور مولی الموالات ہو تو حنفیہ کے نزدیک اس کو کل میراث ملے گی (بیان القرآن) —— اور حدیث پہلے (نمبر ۲۲۹۲) تحفۃ القاری (۵: ۳۳۷) میں آچکی ہے۔

[۷-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُوْنَ﴾ الآيَةَ

[۱-] ﴿مَوَالِيَ﴾ أَوْلِيَاءَ وَرَثَةً. [۲-] ﴿عَاقَدَتْ﴾ هُوَ مَوْلَى الْيَمِيْنِ، وَهُوَ الْحَلِيْفُ. [۳-] وَالْمَوْلَى أَيْضًا: ابْنُ الْعَمِّ، وَالْمَوْلَى: الْمُنْعِمُ الْمُعْتِقُ، وَالْمَوْلَى: الْمُعْتَقُ، وَالْمَوْلَى: الْمَلِيْكُ، وَالْمَوْلَى: مَوْلًى فِي الدِّيْنِ.

[۴۵۸۰-] حَدَّثَنِيْ الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ إِدْرِيْسَ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ،

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ قَالَ: وَرَثَةً، ﴿وَالَّذِيْنَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ كَانَ الْمُهَاجِرُوْنَ لَمَّا قَدِمُوْا الْمَدِيْنَةَ يَرِثُ الْمُهَاجِرِيُّ الْأَنْصَارِيَّ دُوْنَ ذَوِى رَحِمِهِ لِلْأُخُوَّةِ الَّتِيْ آخَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بَيْنَهُمْ، فَلَمَّا نَزَلَتْ: ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ نُسِخَتْ، ثُمَّ قَالَ: ﴿وَالَّذِيْنَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ مِنَ النَّصْرِ وَالرِّفَادَةِ وَالنَّصِيْحَةِ، وَقَدْ ذَهَبَ الْمِيْرَاثُ، وَيُوْصِىْ لَهُ. سَمِعَ أَبُوْ أُسَامَةَ إِدْرِيْسَ، وَسَمِعَ إِدْرِيْسُ طَلْحَةَ. [راجع: ۲۲۹۲]

باب کے شروع میں تین لفظوں کے معانی بیان کئے ہیں:

۱- موالی: مولی کی جمع ہے، لفظ مولی چند معانی میں مشترک ہے، آیت میں ورثاء مراد ہیں، وہی اولیاء (رشتہ دار) ہیں۔

۲- عاقدہ کے معنی ہیں: کسی سے معاہدہ کرنا، عاقدت أیمانکم: تم نے قسمیں کھا کر عہد و پیمان کیا ہو، اور مولی الموالات کو مولی الیمین اور حلیف بھی کہتے ہیں۔

۳- لفظ مولی چند معانی میں مشترک ہے، اس کے چند معانی یہ ہیں: (۱) چچازاد بھائی (۲) انعام کرنے والا یعنی آزاد کرنے والا (۳) آزاد شدہ (۴) بادشاہ (۵) دینی دوست (بھائی)

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ذرّہ بھر ظلم نہیں کریں گے

سورۃ النساء آیت ۴۰ میں ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَايَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾: بے شک اللہ تعالیٰ ذرّہ بھر ظلم نہیں کریں گے —— اس آیت کا تعلق آخرت سے ہے، آخرت میں کافروں پر جو عذاب ہوگا وہ عین انصاف ہوگا، اور ان کی بداعمالیوں کا نتیجہ ہوگا، اس دن ان پر ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا، اور اسی مناسبت سے آخرت میں کفار کو جہنم میں داخل کرنے کی حدیث لائے ہیں۔

[۸-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَايَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ [النساء: ۴۰]

يَعْنِىْ زِنَةَ ذَرَّةٍ.

[۴۵۸۱-] حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عُمَرَ حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ: أَنَّ أُنَاسًا فِىْ زَمَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: " نَعَمْ، هَلْ تُضَارُّوْنَ فِىْ رُؤْيَةِ الشَّمْسِ بِالظَّهِيْرَةِ، ضَوْءٌ لَيْسَ فِيْهَا سَحَابٌ؟ قَالُوْا: لاَ. قَالَ: " فَهَلْ تُضَارُّوْنَ فِىْ رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، ضَوْءٌ لَيْسَ فِيْهَا سَحَابٌ؟" قَالُوْا: لاَ. قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: " مَاتُضَارُّوْنَ فِىْ رُؤْيَةِ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، إِلَّا كَمَا تُضَارُّوْنَ فِىْ رُؤْيَةِ أَحَدِهِمَا.

إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ يَتْبَعُ كُلُّ أُمَّةٍ مَاكَانَتْ تَعْبُدُ، فَلاَ يَبْقَى مَنْ كَانَ يَعْبُدُ غَيْرَ اللّٰهِ مِنَ

الْأَصْنَامِ وَالْأَنْصَابِ إِلَّا يَتَسَاقَطُوْنَ فِي النَّارِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ، بَرٌّ أَوْ فَاجِرٌ وَغُبَّرَاتُ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَتُدْعَى الْيَهُوْدُ، فَيُقَالُ لَهُمْ: مَنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ؟ قَالُوْا: كُنَّا نَعْبُدُ عَزَيْرَ ابْنَ اللّٰهِ. فَيُقَالُ لَهُمْ: كَذَبْتُمْ، مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَلَا وَلَدٍ، فَمَاذَا تَبْغُوْنَ؟ قَالُوْا: عَطِشْنَا رَبَّنَا فَاسْقِنَا، فَيُشَارُ أَلَا تَرِدُوْنَ، فَيُحْشَرُوْنَ إِلَى النَّارِ كَأَنَّهَا سَرَابٌ، يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا، فَيَتَسَاقَطُوْنَ فِي النَّارِ، ثُمَّ يُدْعَى النَّصَارَى، فَيُقَالُ لَهُمْ: مَنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ؟ قَالُوْا: كُنَّا نَعْبُدُ الْمَسِيْحَ ابْنَ اللّٰهِ. فَيُقَالُ لَهُمْ: كَذَبْتُمْ، مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَلَا وَلَدٍ، فَيُقَالُ لَهُمْ: مَا تَبْغُوْنَ؟ فَكَذٰلِكَ مِثْلَ الْأَوَّلِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ مِنْ بَرٍّ أَوْ فَاجِرٍ، أَتَاهُمْ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ فِي أَدْنَى صُوْرَةٍ مِنَ الَّتِي رَأَوْهُ فِيْهَا، فَيُقَالُ: مَاذَا تَنْتَظِرُوْنَ؟ تَتْبَعُ كُلُّ أُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ، قَالُوْا: فَارَقْنَا النَّاسَ فِي الدُّنْيَا عَلَى أَفْقَرِ مَا كُنَّا إِلَيْهِمْ، وَلَمْ نُصَاحِبْهُمْ، وَنَحْنُ نَنْتَظِرُ رَبَّنَا الَّذِي كُنَّا نَعْبُدُ. فَيَقُوْلُ: أَنَا رَبُّكُمْ، فَيَقُوْلُوْنَ: لَا نُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا" مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا. [راجع: ۲۲]

لغات: مثقال: جمع مثاقيل: ہم وزن، برابر، مادہ ثِقْل، ثَقُل (ک) بھاری ہونا.........زِنَة: مصدر وَزَنَ: تولنا.........ذَرَّة: جمع ذَرَّات: ریزہ، خاک کا ذرہ، سورج کی شعاع میں نظر آنے والے ذرات، چھوٹی چیونٹی.........تُضَارُّون: نقصان پہنچاتے ہوتم، ضَارَّهُ مُضَارَّة و ضِرَارًا: نقصان پہنچانا.........ضَوْء: روشنی، مبتدا محذوف کی خبر ہے: أی هی ضوء اور مجرور ہے تو القمر سے بدل ہے، اور مسلم شریف میں صَحْو ہے، یعنی صاف، بے بادل.........غُبَّرات: باقی ماندہ، غبر کی جمع اور وہ غابر کی جمع۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: کچھ لوگوں نے نبی ﷺ کے زمانہ میں پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم قیامت کے دن اپنے پروردگار کو دیکھیں گے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ہاں! کیا تم ایک دوسرے کو ضرر پہنچاتے ہو (بھیڑ کرتے ہو) دو پہر کے وقت سورج کو دیکھنے میں، جبکہ وہ روشن ہو، آسمان میں کوئی بادل نہ ہو؟ صحابہ نے جواب دیا: نہیں! آپؐ نے پوچھا: کیا تم ایک دوسرے کو نقصان پہنچاتے ہو چاند کے دیکھنے میں چودھویں رات میں، جبکہ وہ روشن ہو، آسمان میں کوئی بادل نہ ہو؟ صحابہ نے جواب دیا: نہیں! آپؐ نے فرمایا: تم ایک دوسرے کو ضرر نہیں پہنچاؤ گے قیامت کے دن اللہ کے دیکھنے میں مگر جیسا ضرر پہنچاتے ہو تم دونوں (سورج اور چاند) میں سے ایک کے دیکھنے میں، یعنی جس طرح سورج اور چاند کو دیکھنے میں بھیڑ اور دھکا مکّی نہیں ہوتی رویت باری میں بھی زحمت یا مزاحمت نہیں ہوگی ـــــ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا: پیروی کرے ہر امت اس کی جس کی وہ پوجا کرتی تھی یعنی اس کے ساتھ جائے، پس نہیں باقی رہے گا وہ شخص جو غیر اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا مورتیوں اور استھانوں میں سے مگر گر پڑیں گے وہ دوزخ میں ـــــ یہاں تک کہ جب نہیں باقی رہیں گے مگر وہ جو اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے، خواہ نیک ہوں یا بد، اور اہل کتاب کے باقی

ماندہ لوگ تو یہود بلائے جائیں گے، اور ان سے پوچھا جائے گا: تم کس کی عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ جواب دیں گے: ہم اللہ کے بیٹے عزیر کی عبادت کیا کرتے تھے، پس ان سے کہا جائے گا: تم جھوٹ کہتے ہو، اللہ نے نہ کوئی بیوی بنائی نہ اولاد! پس تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے: ہم پیاسے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں پانی پلائیں، پس اشارہ کیا جائے گا: کیا تم پانی کی گھاٹ پر اترتے نہیں؟ پس وہ جمع کئے جائیں گے دوزخ کی طرف گویا وہ چمکتی ریت ہے، توڑ رہا ہوگا جہنم کا بعض بعض کو، پس وہ دوزخ میں گر پڑیں گے —— پھر عیسائی بلائے جائیں گے، ان سے پوچھا جائے گا: تم کس کی عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: ہم اللہ کے بیٹے مسیح کی عبادت کیا کرتے تھے، پس ان سے کہا جائے گا: تم جھوٹ کہتے ہو، اللہ تعالیٰ نے نہ کوئی بیوی بنائی نہ اولاد! پس ان سے پوچھا جائے گا: تم کیا چاہتے ہو؟ پس اسی طرح اول کے مانند —— یہاں تک کہ جب نہیں باقی رہیں گے مگر وہ لوگ جو اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے، خواہ نیک ہوں یا بد، تو ان کے پاس رب العالمین آئیں گے کم تر صورت میں اس صورت سے جس میں انھوں نے اللہ کو دیکھا ہے یعنی پہچانا ہے یعنی انجانی صورت میں اللہ تعالیٰ تجلی فرمائیں گے، پس کہا جائے گا: کس چیز کا انتظار کرتے ہو تم، پیروی کی ہر امت نے اس کی جس کی وہ عبادت کیا کرتی تھی؟ پس تم اپنے معبود کے ساتھ کیوں نہیں گئے؟ وہ کہیں گے: جدا رہے ہم دنیا میں لوگوں سے جبکہ ہم ان کے زیادہ سے زیادہ محتاج تھے، اور ہم نے ان کی رفاقت اختیار نہیں کی، اور ہم اپنے پروردگار کا انتظار کر رہے ہیں جن کی ہم عبادت کیا کرتے تھے، پس اللہ تعالیٰ کہیں گے: میں تمہارا پروردگار ہوں، پس وہ کہیں گے: ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے، دو مرتبہ یا تین مرتبہ وہ یہ بات کہیں گے۔

تشریح: یہ لمبی حدیث ہے، باقی حدیث آگے (حدیث ۴۵۷۳) آ رہی ہے، مسلم شریف (حدیث ۱۸۳) میں مفصل ہے، یہاں حدیث کا صرف ابتدائی حصہ لائے ہیں جس میں کفار کو جہنم رسید کرنے کا تذکرہ ہے —— **قولہ: یتساقطون فی النار**: اصنام وانصاب کے پجاری اپنے معبودوں کے ساتھ جائیں گے اور سب جہنم میں گر پڑیں گے —— **قولہ: غُبَّرَاتُ أهل الكتاب**: یہود ونصاریٰ کے باقی ماندہ لوگ یعنی جو صحیح اہل کتاب تھے وہ تو جنت میں جائیں گے اور بعد میں جو لوگ گمراہ ہوئے اور شرک میں مبتلا ہوئے وہ جہنم رسید ہونگے، مگر ان کے ساتھ ان کے معبود (عزیر وعیسیٰ علیہما السلام) جہنم میں نہیں جائیں گے، وہ تو اللہ کے نیک بندے ہیں، وہ اکیلے ہی پانی پینے کے لئے گھاٹ پر جائیں گے، مگر وہ چمکتی ریت ہوگی، اس طرح وہ جہنم میں پہنچ جائیں گے، جس کی لپٹیں ایک دوسرے کو کھا رہی ہونگی یعنی وہ سخت بھڑکتی آگ ہوگی۔

قولہ: فی أدنی صورة من التی رأوه فیھا: کم ترین صورت میں اس صورت سے جس میں انھوں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، حاشیہ میں ہے کہ صورت سے مراد صفت (حالت) ہے، اور دیکھنے سے مراد علمی طور پر جاننا ہے یعنی مؤمنین کے لئے انجانی صورت میں اللہ تعالیٰ تجلی فرمائیں گے، آگے (حدیث ۴۵۷۳) میں یہ جملہ اس طرح ہے: **فی غیر الصورة التی یعرفون**۔ اور انجانی صورت میں جلوہ امتحان کے لئے ہوگا۔

قیامت کے دن ہرامت اور ہرقوم میں سے گواہ اٹھائے جائیں گے

سورۃ النساء کی آیت ۴۱ ہے:﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ، وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾: پس کیا حال ہوگا جب لائیں گے ہم ہرامت میں سے گواہ (لوگوں کے احوال بیان کرنے والا) اور لائیں گے ہم آپ کو ان لوگوں پر گواہ یعنی اس وقت کافروں کا کیسا براحال ہوگا؟ —— مراد ہرامت کا نبی اور ہرعہد کے صالح اور معتبر لوگ ہیں کہ وہ قیامت کو نافرمانوں کی نافرمانی اور فرماں برداروں کی فرماں برداری بیان کریں گے، اور سب کے حالات کی گواہی دیں گے، اس دن نبی ﷺ کو بھی دیگر انبیاء کی طرح اپنی امت پر گواہ (احوال بتانے والا) بنا کر لائیں گے۔

[۹-] بَابُ قَوْلِهِ:﴿ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَجِئْنَابِكَ عَلٰى هٰؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾الآيَةَ

[۱-] الْمُخْتَالُ وَالْخَتَّالُ وَاحِدٌ. [۲-] ﴿نَطْمِسَ﴾: نُسَوِّيْهَا حَتّٰى تَعُوْدَ كَأَقْفَائِهِمْ، طَمَسَ الْكِتَابَ مَحَاهُ. [۳-] ﴿ سَعِيْرًا﴾: وُقُوْدًا.

[۴۵۸۲-] حدثنا صَدَقَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيىَ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَبِيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ – قَالَ يَحْيىَ: بَعْضُ الْحَدِيْثِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ – قَالَ: قَالَ لِيْ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "اقْرَأْ عَلَيَّ" قُلْتُ: آقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ؟! قَالَ:" فَإِنِّيْ أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِيْ" فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ سُوْرَةَ النِّسَاءِ حَتّٰى بَلَغْتُ:﴿ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾ قَالَ:" أَمْسِكْ" فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ.[أطرافه: ۵۰۴۹، ۵۰۵۰، ۵۰۵۵، ۵۰۵۶]

۱-سورۃ النساء آیت ۳۶ میں ہے:﴿إِنَّ اللّٰهَ لاَيُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالاً فَخُوْرًا﴾: بے شک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے اس کو جو گھمنڈی شیخی بگارنے والا ہے —— امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مُختال اور خَتَّال ایک ہیں، مگر اس پر اشکال ہے کہ دونوں ایک نہیں، مُختَال (اسم فاعل) اختیال (افتعال) سے ہے، جس کے معنی ہیں: مغرور، متکبر، مادہ خَیْل (گھوڑا) ہے اور خَتَّال کے معنی ہیں: بڑادھوکہ باز ختله (ن) ختلاً: فریب دینا —— حاشیہ میں یہ تاویل ہے کہ یہ خَال ہوگا، جس کے معنی ہیں: مغرور رجلٌ خالٌ: مغرور آدمی۔

۲-سورۃ النساء کی آیت ۴۷ ہے:﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ أُوْتُوْا الْكِتَابَ! آمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ، مِنْ قَبْلِ أَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰى أَدْبَارِهَا، أَوْنَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّا أَصْحَابَ السَّبْتِ، وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلاً﴾: اے وہ لوگو جو آسمانی کتابیں دیئے گئے! ایمان لاؤ اس وحی (قرآن) پر جو ہم نے نازل کی ہے، درانحالیکہ وہ تصدیق کرنے والی ہے ان کتابوں کی جو تمہارے پاس ہیں: قبل ازیں کہ ہم چہروں کو مٹادیں، پس ہم ان کو ان کی الٹی جانب کی طرح بنادیں، یا ان پر پھٹکار بھیجیں جیسی پھٹکار بھیجی ہم نے ہفتہ والوں پر یعنی ان کو بندر اور سور بنادیں، اور اللہ کا حکم ہو کر رہنے والا ہے ——

طمس (ض) طمسا: مٹانا، طَمَسَ الکتاب: تحریر مٹادی، اور طمسِ وجوہ کے معنی ہیں: برابر کردیں ہم چہروں کو یہاں تک کہ ہوجائیں وہ ان کی گدیوں کی طرح یعنی آنکھ، کان، ناک سب مٹاڈالیں اور گدی کی طرح چہرہ سپاٹ کردیں (یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر ہے)

۳-سورۃ النساء آیت ۵۵ میں ہے: ﴿وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا﴾: اور دوزخ آتش سوزان کافی ہے —— سعیر: بروزن فعیل بمعنی مفعول، سَعْو سے جس کے معنی آگ بھڑکانے کے ہیں۔ وُقُود: ایندھن جس سے آگ جلائی جاتی ہے، دوسرے معنی ہیں: بھڑکنا۔

حدیث: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھ سے نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے قرآن سناؤ، میں نے عرض کیا: میں آپؐ کو قرآن سناؤں حالانکہ قرآن آپؐ پر اترا ہے! آپؐ نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اپنے علاوہ سے سنوں، پس میں نے آپؐ کے سامنے سورۃ النساء پڑھی، جب میں ﴿وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾ پر پہنچا تو آپؐ نے فرمایا: بس کرو، پس اچانک آپؐ کی دونوں آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں (اس حدیث کا آیت کی تفسیر سے کچھ تعلق نہیں)

سند: یحییٰ قطانؒ یہ حدیث سفیان ثوریؒ سے، وہ سلیمان اعمشؒ سے، وہ ابراہیم نخعیؒ سے، وہ عبیدۃ سلمانیؒ سے، اور وہ ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں۔ قطان کہتے ہیں: یہ حدیث اعمشؒ نے ابراہیم نخعیؒ سے سنی ہے اور اس کا کچھ حصہ عمرو بن مرۃؒ کے واسطہ سے نخعیؒ سے سنا ہے۔

آیت تیمّم کا شانِ نزول

غزوۂ ذات الرقاع سے واپسی میں مدینہ منورہ کے قریب ذات الجیش نامی جگہ میں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہوگیا جو وہ اپنی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے مستعار لائی تھیں، اس کو تلاش کرنے کے لئے چند حضرات کو پیچھے بھیجا گیا، فجر کا وقت ہوگیا، پانی نہیں تھا، چنانچہ انھوں نے بے وضوء نماز پڑھی، ادھر جہاں قافلہ ٹھہرا ہوا تھا وہاں بھی پانی نہیں تھا، پس آیت تیمّم نازل ہوئی اور حدیث پہلے مفصل گذری ہے۔

[۱۰-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضٰى أَوْ عَلٰى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ﴾

﴿صَعِيْدًا﴾: وَجْهُ الْأَرْضِ.

وَقَالَ جَابِرٌ: كَانَتِ الطَّوَاغِيْتُ الَّتِيْ يَتَحَاكَمُوْنَ إِلَيْهَا فِيْ جُهَيْنَةَ وَاحِدٌ، وَفِيْ أَسْلَمَ وَاحِدٌ، وَفِيْ كُلِّ حَيٍّ وَاحِدٌ، كُهَّانٌ يَنْزِلُ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ.

وَقَالَ عُمَرُ: الْجِبْتُ: السِّحْرُ، وَالطَّاغُوْتُ: الشَّيْطَانُ. وَقَالَ عِكْرِمَةُ: الْجِبْتُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ: الشَّيْطَانُ، وَالطَّاغُوْتُ: الْكَاهِنُ.

[٤٥٨٣-] حدثنا مُحَمَّدٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: هَلَكَتْ قِلاَدَةٌ لِأَسْمَاءَ، فَبَعَثَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فِيْ طَلَبِهَا رِجَالاً، فَحَضَرَتِ الصَّلاَةُ وَلَيْسُوْا عَلىٰ وُضُوْءٍ، وَلَمْ يَجِدُوْا مَاءً، فَصَلَّوْا وَهُمْ عَلىٰ غَيْرِ وُضُوْءٍ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ التَّيَمُّمَ. [راجع: ٣٣٤]

جبت اور طاغوت کے معنی

سورۃ النساء آیت ۵۱ میں ہے: ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ أُوْتُوْا نَصِيْبًا مِنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ!﴾: کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب (تورات) کا ایک حصہ ملا ہے (پھر بھی) وہ بت اور شیطان کو مانتے ہیں!

۱- جبت کے معنی میں اختلاف ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے معنی جادو بتائے ہیں اور عکرمہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جبت حبشی زبان میں شیطان کو کہتے ہیں، اور مفسر طبری نے حضرت ابن عباسؓ سے بت کے معنی نقل کئے ہیں، ابوعبیدۃ کہتے ہیں: ہر وہ معبود جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے وہ جبت ہے۔

۲- طاغوت کے معنی میں بھی اختلاف ہے، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے اس کے معنی کاہن (غیب کی باتیں بتانے والا) کئے ہیں، فرماتے ہیں: ہر قبیلہ میں طاغوت (کاہن) تھے، جن سے لوگ جھگڑوں کے فیصلے کراتے تھے، قبیلہ جہینہ کا طاغوت (کاہن) الگ تھا، قبیلۂ اسلم کا الگ، اسی طرح ہر قبیلہ کے طاغوت تھے اور وہ کاہن تھے جن کے تابع شیطان (جنّ) ہوتا تھا، یہی معنی عکرمہؒ نے بیان کئے ہیں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے معنی شیطان کے کئے ہیں اور امام رازیؒ نے مفسرین کے پانچ اقوال نقل کئے ہیں: شیطان، کاہن، جادوگر، مورتیاں اور سرکش جنّ اور انسان اور ہر وہ شخص جو حد سے گذر جائے، پھر امام رازیؒ نے فرمایا کہ یہ سب چیزیں تمثیل ہیں، تعیین نہیں، اور حقیقت میں طاغوت ہر وہ سرکش طاقت ہے جو خیر کے راستے سے روکے، خواہ وہ جادوگر ہو، کاہن ہو، سرکش جنّ ہو، یا خیر سے روکنے والا مذہبی پیشوا ہو، سب کو طاغوت سے موسوم کیا جاسکتا ہے۔

اولوا الامر سے حکام مراد ہیں

سورۃ النساء آیت ۵۹ ہے: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ وَأُوْلِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ، فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْئٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، ذٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيْلاً﴾: اے ایمان والو! کہنا مانو اللہ کا اور کہنا مانو اللہ کے رسول کا، اور ان کا جو تم میں سے اہل حکومت ہیں، پھر اگر اختلاف کرو تم کسی بات میں تو اس کو پھیرو اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف، اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، یہ باتیں بہتر ہیں اور انجام کے اعتبار سے خوش تر ہیں۔

شانِ نزول: نبی ﷺ کو کسی مہم پر سریہ بھیجنا تھا، مگر امیر بنانے کے لئے کوئی موزون نام سمجھ میں نہیں آرہا تھا، چنانچہ

افراد منتخب کر کے سریہ روانہ کردیا اوران کو ہدایت کی کہ فلاں راستہ پر روانہ ہوجاؤ، میں پیچھے سے کسی کو امیر بنا کر بھیجونگا، سریہ روانہ ہوگیا، آپؐ نے پیچھے سے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر بھیجا اوران کو ایک تحریر لکھ کردی کہ عبداللہ بن حذافہؓ تمہارے امیر ہیں ان کا حکم مانو، وہ تحریر لے کر روانہ ہوئے اور قافلہ سے جا ملے، جب سریہ کے لوگوں نے تحریر دیکھی تو ان کو امیر مان لیا —— باب کی روایت میں یہی بات حضرت ابن عباسؓ نے بیان کی ہے، پس یہ واقعہ آیت کا احتمالی شانِ نزول ہے، اور اولوا الامر سے مراد: حاکم اسلام: بادشاہ، اس کا صوبہ دار، قاضی، سردار لشکر اور ہر وہ شخص ہے جو حکومت کی طرف سے کسی کام پر مقرر ہو۔

لغت: أولوا: والے، جمع ہے، اس کا واحد نہیں، اور بعض ذو کو اس کا واحد کہتے ہیں، جس کی جمع ذوی ہے۔

[١١-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَأُوْلِي الْأَمْرِ مِنكُمْ﴾ ذَوِي الْأَمْرِ

[٤٥٨٤-] حدثنا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ يَعْلَى بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ﴿أَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ وَأُوْلِي الْأَمْرِ مِنكُمْ﴾ قَالَ: نَزَلَتْ فِي عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ بْنِ قَيْسِ بْنِ عَدِيٍّ، إِذْ بَعَثَهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فِيْ سَرِيَّةٍ.

سچا مسلمان اس وقت تک نہیں ہوا جا سکتا جب تک شریعت کے فیصلوں کے سامنے سر نہ جھکا دے

سورۃ النساء کی آیت ٦٥ ہے: ﴿فَلاَ وَرَبِّكَ لاَيُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ، ثُمَّ لاَيَجِدُوْنَ فِيْ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾: پس آپؐ کے پروردگار کی قسم! وہ لوگ ایماندار نہ ہونگے یہاں تک کہ حکم (ثالث) بنائیں وہ آپ کو ان نزاعات میں جو ان کے درمیان پیدا ہوں، پھر نہ پائیں وہ اپنے دلوں میں کچھ تنگی اس فیصلہ سے جو آپؐ فرمائیں اور تسلیم کرلیں وہ (اس کو) دل وجان سے! —— اس آیت کے شانِ نزول کا واقعہ باب کی حدیث میں ہے، اور حدیث کا ترجمہ پہلے تحفۃ القاری (٥:٤٠٠) میں ہے، حاشیہ میں ایک احتمال یہ ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا ایک منافق کے ساتھ حرّہ کی بولوں کے بارے میں جھگڑا ہوا، آیت میں ان سے کہا گیا کہ تم کس بیہودہ خیال میں ہو، ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ جب تک تم لوگ اپنے نزاعات میں اللہ کے رسول کو منصف اور حاکم نہیں بناؤ گے، پھر آپؐ کے فیصلہ کو جی جان سے قبول نہیں کرو گے: تمہیں ایمان نصیب نہیں ہوسکتا۔

فائدہ: فَلاَ میں لا وہی ہے جو آگے لایؤمنون پر آرہا ہے، اور یہ قرآن کا خاص اسلوب ہے۔

[١٢-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾

[٤٥٨٥-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ،

عَنْ عُرْوَةَ قَالَ: خَاصَمَ الزُّبَيْرُ رَجُلاً مِنَ الْأَنْصَارِ فِيْ شَرِيْجٍ مِنَ الْحَرَّةِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "اسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَاءَ إِلٰى جَارِكَ" فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ؟ فَتَلَوَّنَ وَجْهُهُ، ثُمَّ قَالَ:" اسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ احْبِسِ الْمَاءَ حَتّٰى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ، ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَاءَ إِلٰى جَارِكَ" وَاسْتَوْعَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِلزُّبَيْرِ حَقَّهُ فِيْ صَرِيْحِ الْحُكْمِ حِيْنَ أَحْفَظَهُ الْأَنْصَارِيُّ، كَانَ أَشَارَ عَلَيْهِمَا بِأَمْرٍ لَهُمَا فِيْهِ سَعَةٌ. قَالَ الزُّبَيْرُ: فَمَا أَحْسِبُ هٰذِهِ الْآيَاتِ إِلَّا نَزَلَتْ فِيْ ذٰلِكَ: ﴿فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾[راجع: ۲۳۶۰]

لغات:الشَّرْج والشَّرِيْج: بول، اوپر سے بہہ کر آنے والا نالہ..........حَرَّة: جگہ کا نام..........الجَدْر والجدار: دیوار، گھیرا، کھیت کی مینڈ..........استوعی الشیئَ: سب کا سب لینا..........صریح الحکم: دوٹوک فیصلہ..........أحفظه: ناراض کرنا۔

منعم علیہم چار قسم کے لوگ ہیں

منعم علیہم: یعنی وہ بندے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام وفضل فرمایا: وہ چار ہیں: نبی، صدیق، شہید اور صالح۔ **نبی**: جس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی آتی ہے، اور اس کو بندوں کی اصلاح کا کام سپرد کیا جاتا ہے۔ **صدیق**: نبی کی دعوت کی جی جان سے گواہی دینے والا، دلیل طلب کئے بغیر اس کی تصدیق کرنے والا۔ **شہید**: دین کے لئے جان کا نذرانہ پیش کرنے والا۔ **صالح**: نیک پرہیزگار، طاعات پر کمر بستہ اور مناہی سے کنارہ کش —— یہ چار قسم کے لوگ امت کے باقی افراد سے افضل ہیں یعنی ان کے علاوہ جو مسلمان ہیں وہ درجہ میں ان کے برابر نہیں، اور یہ مقامات اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے حاصل ہوتے ہیں، پس ہر مسلمان کو اطاعت میں کمال پیدا کرنا چاہئے، تاکہ ان بندوں کے زمرہ میں شامل ہو، ان کی رفاقت نصیب ہو، ان سے بہتر کوئی کمپنی نہیں۔ سورۃ النساء کی آیت ۶۹ ہے: ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُوْلٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِيْنَ، وَحَسُنَ أُوْلٰئِكَ رَفِيْقًا﴾: اور جو شخص اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانے تو ایسے لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صلحاء، اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں۔

حدیث: صدیقہؓ کہتی ہیں: نبی ﷺ فرمایا کرتے تھے: جو بھی نبی بیمار ہوتا ہے یعنی جب مرض موت شروع ہوتا ہے تو اس کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا جاتا ہے، اور نبی ﷺ کو اپنی اس بیماری میں جس میں آپؐ کی وفات ہوئی: پکڑ لیا سخت گلا بیٹھنے نے، پس میں نے آپؐ کو فرماتے ہوئے سنا: ﴿مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ الآية: ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ نے انعام فرمایا، پس میں سمجھ گئی کہ آپؐ کو اختیار دیا گیا (اور آپؐ نے آخرت کو اختیار کیا)

[۱۳-] بَابٌ قَوْلُهُ: ﴿فَأُولٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ﴾

[٤٥٨٦-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ:" مَا مِنْ نَبِيٍّ يَمْرَضُ إِلَّا خُيِّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ" وَكَانَ فِيْ شَكْوَاهُ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ أَخَذَتْهُ بُحَّةٌ شَدِيْدَةٌ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: ﴿مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِيْنَ﴾ فَعَلِمْتُ أَنَّهُ خُيِّرَ. [راجع: ٤٤٣٥]

مظلوم اور کمزور مسلمانوں کی خاطر جہاد کرنا

سورۃ النساء کی آیت ۷۵ ہے: ﴿وَمَالَكُمْ لَاتُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ: رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا﴾: اور تمہارے پاس کیا عذر ہے کہ تم جہاد نہیں کرتے اللہ کی راہ میں مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے کمزوروں کی خاطر، جو دعا کررہے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہم کو اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے سخت ظالم ہیں۔

ترکیب: المستضعفین کا عطف سبیل اللہ پر ہے أی فی تخلیصھم: ان کی رستگاری کے لئے ——— اور و مالکم میں استفہام توبیخ (اظہارِ ناراضگی) کے لئے ہے۔

تفسیر: جہاد کی مشروعیت مختلف مقاصد سے ہے، ایک مقصد: کمزور مظلوم مسلمانوں کی مدد کرنا ہے، اگر مسلمان دارالکفر میں آباد ہوں اور کفار ان کو پریشان کریں، ان پر ظلم ڈھائیں تو اسلامی حکومت پر ان کی مدد کرنا فرض ہے، ایسے ملک کے باشندوں کے ساتھ مسلمان جہاد کریں اور بے کس اور مظلوم مسلمانوں کو ظلم سے نجات دلائیں، جیسے ہجرت کے بعد کچھ مرد، عورتیں اور بچے مکہ میں رہ گئے تھے، وہ اسباب نہ ہونے کی وجہ سے ہجرت نہیں کرسکتے تھے یا ان کے اقرباء ان کو ہجرت نہیں کرنے دیتے تھے تاکہ ان پر مشقِ ستم کریں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں اور میری امی ام الفضل انہی کمزور مسلمانوں میں سے تھے، ہم ہجرت نہیں کرسکتے تھے، مذکورہ آیت میں ایسے کمزوروں کی خاطر جہاد کرنا فرض کیا ہے۔

[۱٤-] بَابٌ قَوْلُهُ: ﴿وَمَالَكُمْ لَاتُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ﴾ إِلٰى ﴿الظَّالِمِ أَهْلُهَا﴾

[٤٥٨٧-] حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ: كُنْتُ أَنَا وَأُمِّيْ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ. [راجع: ١٣٥٧]

[٤٥٨٨-] حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ:

أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ تَلَا: ﴿إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ﴾ قَالَ: كُنْتُ أَنَا وَأُمِّيْ مِمَّنْ عَذَرَ اللّٰهُ.[راجع: ١٣٥٧]

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: [١-] ﴿حَصِرَتْ﴾: ضَاقَتْ. [٢-] ﴿تَلْوُا﴾: أَلْسِنَتَكُمْ بِالشَّهَادَةِ. وَقَالَ غَيْرُهُ: [٣-] الْمُرَاغَمُ: الْمُهَاجَرُ، رَاغَمْتُ: هَاجَرْتُ قَوْمِيْ. [٤-] ﴿مَوْقُوْتًا﴾: مُوَقَّتًا، وَقَّتَهُ عَلَيْهِمْ.

لغات: عَذَرَهُ: معذور سمجھنا، عذر قبول کرنا، معاف کرنا............سورۃ النساء آیت ۹۰ میں لفظ حَصِرَتْ آیا ہے، اس کے معنی ہیں: ضاقت: تنگ ہونا............سورۃ النساء آیت ۱۳۵ میں ہے: ﴿وَإِنْ تَلْوُا أَوْ تُعْرِضُوْا﴾: اگر تم کج بیانی کرو یا پہلوتہی کرو، لَوَى الشيئَ (ض) لَيًّا: موڑنا، تم اپنی زبانوں کو گواہی کے ساتھ موڑو یعنی کج بیانی کرو، صحیح گواہی نہ دو............سورۃ النساء آیت ۱۰۰ میں مراغماً آیا ہے ابوعبیدہؒ نے اس کا ترجمہ مُهَاجَر: ہجرت کی جگہ، جانے کی جگہ کیا ہے، مراغم: ظرف مکان ہے، رَاغَمْتُ قومی: میں نے اپنی قوم کو ناراض ہوکر چھوڑ دیا، جب کوئی ناراض ہوکر ہٹ جائے گا تو کسی دوسری جگہ چلا جائے گا، پس مراغماً سے مراد ہوا: کہیں چلے جانے کا مقام، ہٹ جانے کی جگہ، ہجرت کا مقام............سورۃ النساء آیت ۱۰۳ میں موقوتاً آیا ہے، یہ اسم مفعول ہے، وَقْتٌ: باب ضرب کا مصدر: وقت مقرر کیا ہوا، موقوتاً کا ترجمہ: نمازیں متعین اوقات میں فرض کی گئی ہیں، یعنی نمازیں وقت کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہیں۔

منافقوں کے حق میں نرم گوشہ مت رکھو

سورۃ النساء آیت ۸۸ میں ہے: ﴿فَمَالَكُمْ فِي الْمُنَافِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ أَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا﴾: تم کو کیا ہوا کہ ان منافقوں کے باب میں دو گروہ ہوگئے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو الٹا پھیر دیا ہے ان کے کرتوتوں کی وجہ سے —— أركس الله العدوَّ کے معنی ہیں: اللہ نے دشمن کو پلٹ دیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا ترجمہ کیا ہے: بَدَّدَهم: ان کو برباد کردیا (بَدَّد کے دوسرے معنی ہیں: بکھیرنا، منتشر کرنا)

حدیث: غزوۂ احد میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی اپنی تین سو آدمیوں کی جمعیت لے کر راستہ سے واپس لوٹ گیا، ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی، ان کے بارے میں مخلص صحابہ دو فرقوں میں بٹ گئے تھے، ایک جماعت نے کہا: ہم ان سے لڑیں گے، اور دوسری جماعت نے لڑنے سے انکار کیا، پس مذکورہ آیت نازل ہوئی، اور مسلمانوں کو سمجھایا کہ منافقوں کے حق میں یہ نرم گوشہ کیسا؟ اللہ تعالیٰ نے تو ان کی جہاد میں شرکت کو پسند نہیں کیا، ان کے نفاق کی وجہ سے ان کو الٹے پاؤں پھیر دیا، پھر تم ان کے حق میں نرم گوشہ کیوں رکھتے ہو؟ اور (اسی موقعہ پر یا کسی دوسرے موقعہ پر) نبی ﷺ نے فرمایا: ''مدینہ پاکیزہ شہر ہے، میل کو دور کرتا ہے جس طرح آگ چاندی کے میل کو دور کرتی ہے'' یعنی نہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی رعایت کی نہ مدینہ منورہ ان کی رعایت کرتا ہے، پھر تم ان کی رعایت کیوں کرتے ہو؟

[۱۵-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿فَمَالَكُمْ فِي الْمُنَافِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ أَرْكَسَهُمْ﴾

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: بَدَّدَهُمْ، فِئَةٌ: جَمَاعَةٌ.

[٤٥٨٩-] حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ، قَالاَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيٍّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ: ﴿فَمَالَكُمْ فِي الْمُنَافِقِيْنَ فِئَتَيْنِ﴾ رَجَعَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مِنْ أُحُدٍ، وَكَانَ النَّاسُ فِيْهِمْ فِرْقَتَيْنِ: فَرِيْقٌ يَقُوْلُ: اقْتُلْهُمْ، وَفَرِيْقٌ يَقُوْلُ: لاَ، فَنَزَلَتْ: ﴿فَمَالَكُمْ فِي الْمُنَافِقِيْنَ فِئَتَيْنِ﴾ وَقَالَ: "إِنَّهَا طَيْبَةُ تَنْفِيْ الْخَبَثَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْفِضَّةِ"

[راجع: ١٨٨٤]

بے تحقیق خبریں پھیلانا برا ہے

سورۃ النساء آیت ۸۳ میں ہے: ﴿وَإِذَا جَاءَ هُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوْا بِهِ﴾: اور جب پہنچتی ہے ان (منافقین) کو کوئی خبر امن کی یعنی فتح و نصرت کی یا ڈر کی یعنی ہزیمت و شکست کی تو وہ اس کو مشہور کر دیتے ہیں (حالانکہ چاہئے تھا کہ پہلے اس خبر کو سربراہ یا اس کے نائبوں کے پاس لے جاتے، پھر تحقیق کے بعد نقل کرتے اور اس پر عمل کرتے، کیونکہ بے تحقیق بات اکثر جھوٹی نکلتی ہے، پھر پشیمانی ہوتی ہے) —— أذاعه وبه: شائع کرنا، نشر کرنا، پھیلانا، ذاع الخبر: شائع ہونا —— أفشاه: پھیلانا، شائع کرنا، عام کرنا —— اس باب میں حضرت امام بخاری قدس سرہ نے کوئی حدیث نہیں لکھی، حاشیہ میں ایک حدیث لکھی ہے۔

مفردات کے معانی

۱- مذکورہ آیت کے بعد ہے: ﴿وَلَوْ رَدُّوْهُ إِلَى الرَّسُوْلِ وَإِلَى أُوْلِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهُ مِنْهُمْ﴾: اور اگر پھیرتے وہ اس خبر کو اللہ کے رسول کی طرف اور اپنے حاکموں کی طرف تو اس کو سمجھتے وہ لوگ جو ان میں سے اس کی تحقیق کرنے والے ہیں —— استنبط فلان: استنباط و استخراج کرنا، صحیح غلط کی تحقیق کرنا، مجرد نَبَطَ (ض) الشیئُ: پوشیدگی کے بعد ظاہر ہونا۔

۲- سورۃ النساء آیت ۸۶ کے آخر میں ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا﴾: بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے کے لئے کافی ہیں۔ حسیب: فعیل بمعنی حاسب، اور پر حکم یہ ہے کہ جب کوئی سلام کرے تو تم اس کا اچھے الفاظ میں جواب دو یا جواب میں وہی الفاظ کہہ دو، سلام سنت ہے اور اس کا جواب دینا واجب ہے، نہیں دے گا تو اس کا حساب ہوگا۔

۳- سورۃ النساء آیت ۱۱۷ میں ہے: ﴿إِنْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ إِلَّا إِنَاثًا﴾: نہیں عبادت کرتے وہ (مشرکین) اللہ کو چھوڑ

کرمگر زنانی چیزوں کی ــــ إناث: أنثی کی جمع ہے جس کے معنی عورت کے ہیں، حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں: ہر بے جان چیز خواہ پتھر ہو یا مٹی کا ڈھیلا اور اس جیسی چیزیں إناث میں داخل ہیں ــــ جمادات: منفعل غیر فاعل ہیں یعنی ان میں محض اثر پذیری کی صلاحیت ہے، مؤثر ہونے کی صلاحیت نہیں، اس لئے قرآنِ کریم نے ان کو إناث قرار دیا، اور اس لفظ کے ذریعہ مشرکین کو تنبیہ کی کہ تم نے جن کو اپنا معبود بنا رکھا ہے ان میں نہ عقل ہے نہ سمجھ، نہ وہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں، وہ عورتوں کی طرح کمزور اور عاجز ہیں، ان میں کسی کام کے کرنے کی قدرت نہیں، ایسی بے حیثیت چیزوں کو تم پوجتے ہو؟

۴- پھر آگے ہے: ﴿وَإِنْ يَدْعُوْنَ إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيْدًا﴾: اور نہیں عبادت کرتے وہ مگر سرکش شیطان کی ــــ مرید (فعیل) بمعنی فاعل یعنی متمرد، سرکش۔

۵- پھر آگے ہے: ﴿وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ﴾: (شیطان نے کہا:) اور میں ضرور ان کو گمراہ کرونگا، اور میں ضرور ان کو ہوسیں دلاؤنگا، اور میں ضرور ان کو حکم دونگا، پس وہ ضرور پالتو چوپایوں کے کانوں کو تراشیں گے ــــ يُبَتِّكُنَّ: مضارع جمع مذکر غائب بانون تاکید ثقیلہ، مجرد بتکہ (ض،س): کاٹنا، تَبْتِيْك (باب تفعیل) خوب کاٹنا۔

۶- سورۃ النساء آیت ۱۲۲ میں ہے: ﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللهِ قِيْلاً﴾: اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کس کا کہنا صحیح ہوگا؟ ــــ قیلاً: اسم مصدر، قول کا ہم معنی ہے، بعض لوگوں نے قول اور قیل میں فرق کیا ہے، مگر قرآنی استعمال کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔

۷- سورۃ النساء آیت ۱۵۵ میں ہے: ﴿بَلْ طَبَعَ اللهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ﴾: بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی (بند لگا دیا) ان کے کفر کی وجہ سے ــــ طَبَعَ الشيئَ وعليه: مہر لگانا، سربمہر کرنا، بند کرنا یعنی یہود کے دلوں کو اس طرح بند کر دیا ہے کہ ان تک خیر نہیں پہنچتی۔

[۱۵-] بَابُ قَوْلُهُ: ﴿وَإِذَا جَاءَ هُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوْا بِهِ﴾ أَفْشَوْهُ

[۱-] ﴿يَسْتَنْبِطُوْنَهُ﴾: يَسْتَخْرِجُوْنَهُ. [۲-] ﴿حَسِيْبًا﴾: كَافِيًا. [۳-] ﴿إِلَّا إِنَاثًا﴾: الْمَوَاتُ حَجَرًا أَوْ مَدَرًا وَمَا أَشْبَهَهُ. [٤-] ﴿مَرِيْدًا﴾: مُتَمَرِّدًا. [٥-] ﴿فَلَيُبَتِّكُنَّ﴾: بَتَكَهُ: قَطَعَهُ. [٦-] ﴿قِيْلاً﴾: وَقَوْلاً وَاحِدٌ. [٧-] ﴿طَبَعَ﴾: خُتِمَ.

مؤمن کے قتل عمد کی اصل سزا

سورۃ النساء آیت ۹۳ میں ہے: ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللهُ عَلَيْهِ، وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾: اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی (اصلی) سزا جہنم ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اور اس پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہونگے، اور اس کو اپنی رحمت سے دور کر دیں گے، اور تیار کیا ہے اس کے لئے بڑا

عذاب ـــــ لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل ہوگا تو یہ اصلی سزا جاری نہ ہوگی، بلکہ ایمان کی برکت سے آخر کو نجات ہو جاوے گی، تمام اہل حق متفق ہیں کہ بجز کفر وشرک کے کوئی امر موجب خلود فی النار نہیں (تھانوی رحمہ اللہ) اور فوائد عثمانی میں ہے: جمہور علماء کے نزدیک خلود اس کے لئے ہے جو مسلمان کے قتل کو حلال سمجھے، کیونکہ اس کے کفر میں شک نہیں یا خلود سے مراد یہ ہے کہ مدت دراز تک جہنم میں رہے گا، یا وہ شخص مستحق تو اسی سزا کا ہے، آگے اللہ مالک ہے جو چاہے کرے۔ واللہ اعلم

تشریح: کوفہ کے بعض حضرات کی رائے یہ تھی کہ سورۃ الفرقان کی آیت ۶۸ میں ہے: رحمان کے خاص بندے اس شخص کو قتل نہیں کرتے جس کا قتل اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے، پھر آیت ۷۰ میں استثناء ہے کہ جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک کام کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیں گے ـــــ اور سورۃ النساء کی اس آیت میں ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے (الی آخرہ) دونوں آیتیں چونکہ قتل عمد سے متعلق ہیں اس لئے پہلی آیات میں جو استثناء ہے وہ دوسری آیت میں بھی بڑھا جائے گا، پس یہ دوسری آیت منسوخ ہوگی ـــــ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: یہ آیت منسوخ نہیں، یعنی وہ استثناء یہاں نہیں لایا جائے گا، کیونکہ دونوں آیتیں حادثہ واحدہ میں نہیں ہیں، دونوں کا مصداق الگ الگ ہے، تفصیل تحفۃ القاری ۷: ۳۲۴ میں ہے۔

[۱۶-] بَابُ قَوْلُهُ: ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ﴾

[۴۵۹۰-] حدثنا آدَمُ بْنُ أَبِیْ إِيَاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُغِيْرَةُ بْنُ النُّعْمَانِ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ، قَالَ: اخْتَلَفَ فِيْهَا أَهْلُ الْكُوْفَةِ، فَرَحَلْتُ فِيْهَا إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، فَسَأَلْتُهُ عَنْهَا، فَقَالَ: نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ﴾ هِیَ آخِرُ مَانَزَلَ وَمَا نَسَخَهَا شَيْئٌ.

[راجع: ۳۸۵۵]

جس کے مسلمان ہونے کا احتمال ہو اس کو قتل نہ کیا جائے

سورۃ النساء آیت ۹۴ میں ہے: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا، وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ أَلْقٰى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا، تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ﴾: اے ایمان والو! جب تم راہِ خدا میں یعنی جہاد کے لئے سفر کرو تو خوب تحقیق کر لیا کرو، اور مت کہو تم اس شخص کو جو تمہیں سلام کرے کہ تو مسلمان نہیں، چاہتے ہو تم دنیوی زندگی کا سامان، پس اللہ کے پاس بہت غنیمتیں ہیں۔

شانِ نزول: ابن عباسؓ کہتے ہیں: ایک شخص اپنی تھوڑی سی بکریوں میں تھا، پس مسلمان (مجاہدین) اس سے جا ملے، اس نے سلام کیا (مگر مجاہدین نے اس کو مسلمان نہیں سمجھا، یہ سمجھا کہ وہ اپنی بکریاں بچانے کے لئے سلام کر رہا ہے) پس انھوں نے اس کو قتل کر دیا، اور اس کی تھوڑی سی بکریاں لے لیں، اس سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی، اور دنیوی زندگی کے

سامان سے مراد وہ بکریاں ہیں۔

قراءت: آیت میں لفظ سلام چار طرح پڑھا گیا ہے: السِلم (سین کا زبر اور زیر اور لام ساکن) السَّلَم (سین اور لام پر زبر) السَّلام (یہ ابن عباسؓ کی قراءت ہے اور معنی سب کے ایک ہیں)

[۱۷-] بَابُ قَوْلُهُ: ﴿وَلَاتَقُوْلُوْا لِمَنْ أَلْقٰى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾

السِّلْمُ وَالسَّلَمُ وَالسَّلَامُ وَاحِدٌ.

[۴۵۹۱-] حَدَّثَنِیْ عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ أَلْقٰى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾ قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كَانَ رَجُلٌ فِیْ غُنَيْمَةٍ لَهُ، فَلَحِقَهُ الْمُسْلِمُوْنَ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَقَتَلُوْهُ وَأَخَذُوْا غُنَيْمَتَهُ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ فِیْ ذٰلِكَ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾: تِلْكَ الْغُنَيْمَةُ. قَالَ: قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿السَّلَامَ﴾

مجاہدین اور غیر مجاہدین کے تفاوتِ درجات میں معذور شامل نہیں

کتاب الجہاد میں (تحفۃ القاری ۶: ۲۲۸) باب آیا ہے کہ جہاد نہ کرنے والے مؤمنین اور اپنی جان و مال سے راہِ خدا میں جہاد کرنے والے مؤمنین برابر نہیں، یہ بات سورۃ النساء آیت ۹۵ و ۹۶ میں ہے، مگر معذور اس سے مستثنیٰ ہیں، اور باب کی شروع کی تین روایتوں میں ﴿غَيْرُ أُوْلِی الضَّرَرِ﴾ کا شانِ نزول بیان کیا ہے، یہ روایات پہلے آچکی ہیں، اور ﴿غَيْرُ أُوْلِی الضَّرَرِ﴾ کو روکنے کی حکمت بھی آچکی ہے —— اور آخری روایت میں حضرت ابن عباسؓ نے آیت کا مصداق بدریوں کو بتایا ہے، یہ روایت بھی پہلے (تحفۃ القاری ۸: ۵۳) آئی ہے۔

[۱۸-] بَابٌ ﴿لَايَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُوْلِی الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾

[۴۵۹۲-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ السَّاعِدِیُّ: أَنَّهُ رَأَى مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ فِی الْمَسْجِدِ، فَأَقْبَلْتُ حَتّٰى جَلَسْتُ إِلٰى جَنْبِهِ، فَأَخْبَرَنَا أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَمْلٰى عَلَيْهِ: ﴿لَايَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ فَجَاءَهُ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ وَهُوَ يُمِلُّهَا عَلَیَّ، قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَاللّٰهِ لَوْ أَسْتَطِيْعُ الْجِهَادَ لَجَاهَدْتُ، وَكَانَ أَعْمٰى فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهِ، وَفَخِذُهُ عَلٰى فَخِذِیْ، فَثَقُلَتْ عَلَیَّ حَتّٰى خِفْتُ أَنْ تُرَضَّ فَخِذِیْ، ثُمَّ سُرِّیَ عَنْهُ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿غَيْرُ أُوْلِی الضَّرَرِ﴾ [راجع: ۲۸۳۲]

ترجمہ: سہل بن سعد ساعدیؓ (صحابی) نے مروان بن الحکم (تابعی) کو مسجدِ نبوی میں دیکھا، تو میں متوجہ ہوا یہاں تک کہ میں اس کے پہلو میں بیٹھا، پس اس نے ہمیں بتلایا کہ حضرت زید بن ثابتؓ نے اس کو بتایا کہ نبی ﷺ ان کو لکھوار ہے تھے: ﴿لاَيَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ پس آپؐ کے پاس عبداللہ بن ام مکتومؓ آئے درانحالیکہ آپؐ مجھے لکھوار ہے تھے، انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! بخدا اگر میرے بس میں جہاد ہوتا تو میں ضرور جہاد کرتا، اور وہ نابینا تھے، پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اتارا درانحالیکہ آپؐ کی ران میری ران پر تھی، پس بھاری ہوئی وہ مجھ پر یہاں تک کہ ڈرا میں کہ میری ران کچل جائے گی، پھر وہ کیفیت آپؐ سے دور کی گئی، پس اللہ نے اتارا: ﴿غَيْرُ أُوْلِى الضَّرَرِ﴾

[٤٥٩٣-] حدثنا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِىْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ الآيَةُ: ﴿لاَيَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم زَيْدًا فَكَتَبَهَا، فَجَاءَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ فَشَكَا ضَرَارَتَهُ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿غَيْرُ أُوْلِى الضَّرَرِ﴾ [راجع: ٢٨٣١]

[٤٥٩٤-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ أَبِىْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿لاَيَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ قَالَ النَّبِىُّ صلى الله عليه وسلم: "ادْعُوْا فُلاَنًا" فَجَاءَ هُ وَمَعَهُ الدَّوَاةُ وَاللَّوْحُ وَالْكَتِفُ، فَقَالَ: "اكْتُبْ: ﴿لاَيَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ وَخَلْفَ النَّبِىِّ صلى الله عليه وسلم ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَنَا ضَرِيْرٌ، فَنَزَلَتْ مَكَانَهَا ﴿لاَيَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُوْلِى الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ [راجع: ٢٨٣١]

لغت: الضَّرَارَة: اندھا پن، نابینا ہونا، الضریر: نابینا، اندھا .... فلانا: یعنی زید بن ثابتؓ کو .... الکتف: اونٹ کے شانے کی ہڈی .... فنزلت مکانھا: پہلی آیت کی جگہ ﴿غَيْرُ أُوْلِى الضَّرَرِ﴾ کے اضافہ کے ساتھ آیت اتری۔

[٤٥٩٥-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ، ح: قَالَ وَحَدَّثَنِىْ إِسْحَاقُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِىْ عَبْدُ الْكَرِيْمِ: أَنَّ مِقْسَمًا مَوْلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ أَخْبَرَهُ: أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ: ﴿لاَيَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ عَنْ بَدْرٍ وَالْخَارِجُوْنَ إِلَى بَدْرٍ. [راجع: ٣٩٥٤]

جس ملک میں مسلمان آزادی سے دین پر عمل نہ کرسکیں وہاں سے ہجرت فرض ہے

جس جگہ آدمی دین پر کھل کر عمل نہ کرسکے، وہاں سے ہجرت کرنا فرض ہے، البتہ ضعیف لوگ، عورتیں اور بچے قابل معافی ہیں، جیسا کہ آگے باب میں آرہا ہے، چنانچہ مکی دور میں صحابہ نے دو مرتبہ حبشہ کی طرف ہجرت کی، پھر اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا راستہ کھول دیا تو سب مسلمان ہجرت کرکے مدینہ آگئے، مگر کچھ لوگ مکہ ہی میں رہے، انھوں نے ہجرت نہیں کی، جبکہ وہ

ہجرت کرسکتے تھے، بلکہ جنگِ بدر میں وہ کفار کے لشکر میں نکلے، اوران کی نفری بڑھائی، پھر وہ لوگ میدانِ بدر میں لقمۂ اجل بنے، ان کے حق میں سورۃ النساء کی آیت ۹۷ نازل ہوئی: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلاَئِكَةُ ظَالِمِيْ أَنْفُسِهِمْ، قَالُوْا: فِيْمَ كُنْتُمْ؟ قَالُوْا: كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْأَرْضِ! قَالُوْا: أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا؟ فَأُوْلٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ، وَسَاءَ تْ مَصِيْرًا﴾: وہ لوگ جو اپنے پیروں پر کلہاڑی مارنے والے ہیں: جب فرشتے ان کی جان قبض کرتے ہیں تو پوچھتے ہیں: تمہارے احوال کیا تھے؟ وہ کہتے ہیں: ہم سرزمین (مکہ) میں بے بس تھے! فرشتے کہتے ہیں: کیا اللہ کی زمین کشادہ نہیں تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے! سو ایسوں کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے (ظالمی: توفاهم کی ضمیر مفعول سے حال ہے اور إن کی خبر محذوف ہے، اپنے اوپر ظلم کرنا: اپنا نقصان کرنا، دارالحرب میں پھنسے رہے دین پر عمل نہ کیا، نہ ہجرت کی: یہ اپنے پیروں پر کلہاڑی مارنا ہے)

[۱۹-] بَابُ قَوْلُهُ: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلاَئِكَةُ ظَالِمِيْ أَنْفُسِهِمْ، قَالُوْا: فِيْمَ كُنْتُمْ؟ قَالُوْا: كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْأَرْضِ! قَالُوْا: أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا﴾ الآية

[٤٥٩٦-] حدثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيْدَ الْمُقْرِئُ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَيْوَةُ وَغَيْرُهُ، قَالاَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَبُوْ الْأَسْوَدِ، قَالَ: قُطِعَ عَلٰى أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ بَعْثٌ، فَاكْتُتِبْتُ فِيْهِ، فَلَقِيْتُ عِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، فَأَخْبَرْتُهُ، فَنَهَانِيْ عَنْ ذٰلِكَ أَشَدَّ النَّهْيِ، ثُمَّ قَالَ: أَخْبَرَنِيْ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَنَّ نَاسًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ كَانُوْا مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ يُكَثِّرُوْنَ سَوَادَ الْمُشْرِكِيْنَ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَأْتِي السَّهْمُ يُرْمَى بِهِ، فَيُصِيْبُ أَحَدَهُمْ فَيَقْتُلُهُ أَوْ يُضْرَبُ فَيُقْتَلُ، فَأَنْزَلَ اللهُ: ﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلاَئِكَةُ ظَالِمِيْ أَنْفُسِهِمْ﴾ الآيَةَ. رَوَاهُ اللَّيْثُ عَنْ أَبِيْ الْأَسْوَدِ. [طرفه: ٧٠٨٥]

ترجمہ: ابوالاسود محمد بن عبدالرحمٰنؒ کہتے ہیں: مدینہ والوں کی مرضی کے خلاف (شام والوں سے لڑنے کے لئے) ایک لشکر کاٹا گیا، پس میرا بھی نام اس لسٹ میں لکھا گیا، پس میری ملاقات حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ عکرمہؒ سے ہوئی، میں نے ان کو یہ بات بتائی، انھوں نے مجھے سختی سے روکا، اور کہا: مجھے ابن عباسؓ نے بتایا ہے کہ کچھ مسلمان مشرکین کے ساتھ تھے (ان کے نام حاشیہ میں ہیں) وہ مشرکین کی نفری بڑھا رہے تھے رسول اللہ ﷺ کے خلاف، تیر آتا جو چلایا جاتا، پس وہ ان میں سے ایک کو لگتا اور اس کا کام تمام کر دیتا یا تلوار مارا جاتا پس وہ ختم کر دیا جاتا، پس اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی آیت ۹۷ نازل فرمائی (حیوۃ وغیرہ: حدثنا محمد کہتے ہیں، اور لیثؒ عن سے روایت کرتے ہیں)

تشریح: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ملک شام کے لوگوں نے یزید کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی، مگر حجاز والوں نے بیعت نہیں کی، انھوں نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پر بیعت کی، اس طرح اسلامی ملک دو

حصوں میں تقسیم ہوگیا، دوتہائی ملک حضرت عبداللہؓ کے قبضہ میں تھا اور ایک تہائی یزید کے ہاتھ میں، حضرت عبداللہؓ نے مکہ کو دارالحکومت بنالیا، ان کے حکم سے مدینہ کے لوگوں کا ایک لشکر تیار کیا گیا جو شام جا کر یزید کو مجبور کرے کہ وہ خلافت سے دست بردار ہوجائے، اور حضرت عبداللہؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلے، یہ لشکر تو شاید شام نہیں گیا، البتہ یزید نے جوابی کاروائی کی، لشکر بھیجا جس نے مدینہ پر چڑھائی کی، اور ۶۳ ہجری میں حرّہ کا مشہور واقعہ پیش آیا، جس میں کشتوں کے پشتے لگ گئے، اس طرح خانہ جنگی شروع ہوئی، ابوالاسود محمد کا نام مدینہ کے لشکر میں لکھا گیا، انھوں نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے اس کا تذکرہ کیا، انھوں نے لشکر میں نکلنے سے سختی سے منع کیا، کیونکہ آدمی چاہے بددلی سے کسی لشکر میں نکلے: اس کی نفری بڑھے گی، اور حدیث میں ہے: من کَثّر سوادَ قوم فهو منهم: جو کسی قوم کی نفری بڑھاتا ہے اس کا شمار اسی قوم میں ہوتا ہے، پھر حضرت عکرمہؒ نے بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان لوگوں کا واقعہ سنایا جو مکہ میں رہ گئے تھے، انھوں نے ہجرت نہیں کی تھی، پھر وہ بدر کی جنگ میں مشرکین کے ساتھ نکلے، اور لقمۂ اجل بن گئے، ان کے حق میں سورۃ النساء کی باب کی آیت نازل ہوئی، اور ان کے انجام سے امت کو آگاہ کیا۔

ضعیف لوگ، عورتیں اور بچے قابل معافی ہیں

پھر اگلی آیت میں ارشاد فرمایا: ﴿إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَايَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا﴾: لیکن جو مرد اور عورتیں اور بچے ایسے ہیں کہ وہ کوئی تدبیر نہیں کرسکتے، نہ وہ راستہ سے واقف ہیں۔

تفسیر: ابتدائے اسلام میں ہجرت فرض تھی، لیکن حالت عذر میں اس کی فرضیت ساقط تھی، کمزور مرد، عورتیں اور بچے مستثنیٰ تھے، حضرت ابن عباسؓ کی حدیث ابھی گذری ہے کہ میں اور میری امی معذورین میں سے تھے۔

[۲۰-] بَابُ قَوْلُهُ: ﴿إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَايَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا﴾: [النساء: ۹۸]

[۴۵۹۷-] حدثنا أَبُوْ النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ﴿إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ﴾ قَالَ: كَانَتْ أُمِّيْ مِمَّنْ عَذَرَ اللّٰهُ. [راجع: ۱۳۵۷]

لغت: عَذَرَ الله فلانا: معذور قرار دینا، کسی کو اس کے فعل پر ملامت نہ کرنا۔

معذوروں کے لئے نبی ﷺ نے دعا فرمائی

پھر اگلی آیت ہے: ﴿فَأُوْلٰئِكَ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُمْ، وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا﴾: پس یہ لوگ: امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کردیں، اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف فرمانے والے بڑے مغفرت کرنے والے ہیں ـــــ اور نبی

ﷺ نے عشاء کی نماز میں قنوتِ نازلہ پڑھا، جس میں ابوجہل کے اخیافی بھائی حضرت عیاش رضی اللہ عنہ کے لئے، اور اس کے حقیقی بھائی حضرت سلمۃ بن ہشامؓ کے لئے اور حضرت خالد بن الولیدؓ کے بھائی ولید بن ولیدؓ کے لئے، اور تمام کمزور مؤمنین کے لئے دعا فرمائی، یہ حضرات قریش کے ستم کا تختۂ مشق بنے ہوئے تھے، وہ ان کو ہجرت نہیں کرنے دے رہے تھے، نبی ﷺ کی دعا کی برکت سے ان کو نجات ملی اور انھوں نے ہجرت کی، اور مضر قبیلہ کے لئے بددعا کی: الٰہی! اپنا روندنا (پکڑ) سخت کریں قبیلہ مضر پر، اور اس پکڑ کو یوسف علیہ السلام کے زمانہ جیسی قحط سالیاں بنائیں۔

[۲۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿فَأُوْلٰئِكَ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا﴾[النساء: ۹۹]

[۴۵۹۸-] حدثنا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيىَ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَيْنَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يُصَلِّي الْعِشَاءَ إِذْ قَالَ: "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ" ثُمَّ قَالَ قَبْلَ أَنْ يَسْجُدَ: "اللّٰهُمَّ نَجِّ عَيَّاشَ بْنَ أَبِيْ رَبِيْعَةَ، اللّٰهُمَّ نَجِّ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ، اللّٰهُمَّ نَجِّ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ، اللّٰهُمَّ نَجِّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، اللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ، اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ"[راجع: ۷۹۷]

نوٹ: باب میں فعسی اللہ تھا ابوذر کے نسخہ سے تصحیح کی ہے۔

صلاۃ الخوف ہتھیار باندھ کر پڑھنی چاہئے، اگر عذر ہو تو ہتھیار رکھ سکتے ہیں

سورۃ النساء کی آیت ۱۰۲ میں نمازِ خوف پڑھنے کا طریقہ ہے، اس میں ہے: ﴿وَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّنْ مَطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَرْضٰى أَنْ تَضَعُوْا أَسْلِحَتَكُمْ﴾: اور تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تم کو بارش کی وجہ سے تکلیف ہو، یا تم بیمار ہو تو اپنے ہتھیار اتار رکھو (اور اپنا بچاؤ کے لو) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ایک جنگ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ زخمی تھے (یہ بیمار کی مثال ہے)

[۲۲-] بَابُ قَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿وَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَرْضٰى أَنْ تَضَعُوْا أَسْلِحَتَكُمْ﴾

[۴۵۹۹-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُوْ الْحَسَنِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ يَعْلَى، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ﴿إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّنْ مَّطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَرْضٰى﴾ قَالَ: عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ، كَانَ جَرِيْحًا.

﴿إِنْ خِفْتُمْ أَنْ لاَّ تُقْسِطُوْا فِي الْيَتَامٰى﴾ کی تفسیر

سورۃ النساء آیت ۳ میں ہے کہ اگر تم کو اس بات کا ڈر ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہیں کرسکو گے تو دوسری

عورتوں سے جوتم کو پسند ہوں نکاح کرو —— انصاف نہ کرسکنے کا کیا مطلب ہے؟ اس کی وضاحت سورۃ النساء آیت ۱۲۷ میں ہے، ارشاد فرمایا: ﴿وَمَا يُتْلىٰ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِيْ يَتَامىٰ النِّسَاءِ الّٰتِيْ لاَتُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ اللّٰهُ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ أَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ﴾: اور وہ آیت بھی جو قرآن میں تم کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے یعنی سورۃ النساء کی آیت ۳ بھی جوان یتیم عورتوں کے سلسلہ میں ہے جن کو جوان کا حق مقرر ہے نہیں دیتے، اور ان کے ساتھ نکاح کی خواہش رکھتے ہو —— حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایک آدمی کی پرورش میں ایک یتیم لڑکی ہے، وہ اس کا سرپرست بھی ہے اور اس کا وارث بھی، مثلاً: کسی لڑکی کے والدین کا انتقال ہوگیا، نہ اس کا باپ ہے نہ دادا، نہ بھائی نہ چچا، البتہ چچازاد بھائی ہے، پس نصف میراث یتیم لڑکی کو ملے گی، اور نصف عصبہ ہونے کی وجہ سے میت کے بھتیجے کو جو یتیم لڑکی کا سرپرست بھی ہے، پھر جب یتیم لڑکی کا انتقال ہوگا تو یہ چچازاد بھائی وارث ہوگا، یہ مطلب ہے سرپرست اور وارث ہونے کا، پس لڑکی نے اس سرپرست کو اپنے مال میں بھاگی دار بنالیا یہاں تک کہ کھجور کے باغ میں بھی، اب سرپرست اس لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے، کسی دوسرے مرد سے اس کا نکاح کرنا پسند نہیں کرتا، کیونکہ وہ دوسرا مرد سرپرست کے ساتھ اس کے مال میں بھاگی دار بن جائے گا، اس وجہ سے کہ یتیم لڑکی اس کے ساتھ بھاگی دار ہے، چنانچہ وہ یتیم لڑکی کو دوسری جگہ نکاح کرنے سے روکتا ہے، پس یہ آیت نازل ہوئی۔

یہاں یہ روایت مختصر ہے، پہلے (حدیث ۲۴۹۴ تحفۃ القاری ۵:۵۱۱) مفصل آئی ہے، اس کی روشنی میں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ سرپرست اعراض کرتا تھا اس یتیم لڑکی سے جو اس کی پرورش میں ہوتی تھی جبکہ اس کے پاس مال نہیں ہوتا تھا اور وہ خوبصورت بھی نہیں ہوتی تھی، پس لوگ روکے گئے اس سے کہ نکاح کریں وہ ان یتیم لڑکیوں سے جن کے مال میں وہ رغبت رکھتے ہیں، ہاں مہر وغیرہ میں انصاف کے ساتھ نکاح کرسکتے ہیں —— پس ڈر کا یہ مطلب ہے کہ یتیم لڑکی سے مال یا جمال کی وجہ سے نکاح تو کرتا ہے، مگر ڈر ہے کہ مہر اور شب باشی وغیرہ میں انصاف نہیں کرسکے گا تو وہ یتیم لڑکی سے نکاح نہ کرے، دوسری عورتیں جو پسند ہوں ان سے نکاح کرے، ایک چھوڑ چار سے نکاح کرے۔

[۲۳-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ وَمَا يُتْلىٰ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِيْ يَتَامَى النِّسَاءِ﴾[النساء: ۱۲۷]

[۴۶۰۰-] حدثنا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، قَالَ: هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ أَخْبَرَنِيْ عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ:﴿ وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَاءِ، قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ﴾ إِلىٰ قَوْلِهِ:﴿وَتَرْغَبُوْنَ أَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ﴾ قَالَتْ عَائِشَةُ: هُوَ الرَّجُلُ تَكُوْنُ عِنْدَهُ الْيَتِيْمَةُ، هُوَ وَلِيُّهَا وَوَارِثُهَا، فَأَشْرَكَتْهُ فِيْ مَالِهِ حَتّٰى فِي الْعَذْقِ، فَيَرْغَبُ أَنْ يَنْكِحَهَا، وَيَكْرَهُ أَنْ يُزَوِّجَهَا رَجُلاً، فَيَشْرَكُهُ فِيْ مَالِهِ بِمَا شَرِكَتْهُ فَيَعْضُلُهَا فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ.

[راجع: ۲۴۹۴]

زوجین میں مصالحت اور موافقت بہت اچھی بات ہے

سورۃ النساء کی آیت ۱۲۸ ہے:﴿وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا، وَالصُّلْحُ خَيْرٌ، وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحَّ، وَإِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾:اور اگر کسی عورت کو ڈر ہو اپنے شوہر کی طرف سے بد دماغی کا یا لا پرواہی کا تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ کر لیں آپس میں کسی طرح صلح، اور صلح بہتر ہے، اور نفوس کا حرص کے ساتھ اقتران ہے، اور اگر تم اچھا برتاؤ کرو اور پرہیز گاری سے کام لو تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری طرح خبر رکھتے ہیں۔

لغات:(۱) سورۃ النساء آیت ۳۵ میں لفظ شقاق آیا ہے، حضرت ابن عباسؓ نے اس کا ترجمہ تَفَاسُد کیا ہے، تَفَاسد القومُ: باہم قطع تعلق کرنا، ایک دوسرے کے خلاف ہونا، حضرت تھانویؒ نے ترجمہ 'کشاکش' کیا ہے............(۲) الشُّح: مصدر ہے، اس کا فعل باب سمع، ضرب اور نصر تینوں سے آتا ہے، حضرت ابن عباسؓ نے اس کا ترجمہ کیا ہے: کسی چیز کی خواہش، حرص کرنا یعنی وہ بخل جس میں حرص ہو اور وہ عادت بن گیا ہو، اردو میں اس کا ترجمہ 'خود غرضی' کرتے ہیں............ (۳) معلقة: لٹکائی ہوئی، نہ اس کے حقوق ادا کئے جاتے ہیں کہ خاوند والی سمجھی جائے، اور نہ اس کو طلاق دی جاتی ہے کہ بے خاوند والی کہی جائے............(۴) نشوز کے معنی ابن عباسؓ نے بغض و نفرت کئے ہیں۔

تفسیر: اگر کوئی عورت خاوند کا دل اپنے سے پھرا دیکھے، اور اس کو خوش اور متوجہ کرنے کے لئے اپنے مہر یا نفقہ وغیرہ میں سے کچھ چھوڑ کر اس کو راضی کر لے تو اس مصالحت میں کسی کے ذمہ کچھ گناہ نہیں، کیونکہ مال کی حرص ہر ایک کے جی میں گھسی ہوئی ہے، پس اگر عورت مرد کو کچھ نفع پہنچائے گی تو مرد خوش ہو جائے گا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہی تفسیر کی ہے اور حدیث پہلے (نمبر ۲۴۵۰ تحفۃ القاری ۵:۱۷۴ میں) آ گئی ہے۔

[۲۴-] بَابُ قَوْلِهِ:﴿ وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا أَوْ إِعْرَاضًا﴾

[۱-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ:﴿شِقَاقَ﴾: تَفَاسُدٌ. [۲-] ﴿وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحَّ﴾: هَوَاهُ فِي الشَّيْئِ يَحْرِصُ. [۳-] ﴿كَالْمُعَلَّقَةِ﴾: لَاهِيَ أَيِّمٌ وَلَا ذَاتُ زَوْجٍ. [٤-] ﴿ نُشُوْزًا﴾: الْبُغْضُ.

[٤٦٠١-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، قَالَ:أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ:أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ،عَنْ أَبِيْهِ،عَنْ عَائِشَةَ:﴿وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا أَوْ إِعْرَاضًا﴾قَالَتِ: الرَّجُلُ تَكُوْنُ عِنْدَهُ الْمَرْأَةُ لَيْسَ بِمُسْتَكْثِرٍ مِنْهَا، يُرِيْدُ أَنْ يُفَارِقَهَا، فَتَقُوْلُ: أَجْعَلُكَ مِنْ شَأْنِيْ فِي حِلٍّ، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِيْ ذٰلِكَ. [راجع: ۲٤٥٠]

اعتقادی نفاق انسان کی بدترین حالت ہے، اس لئے اس کی سزا سخت ترین ہے، مگر توبہ کا دروازہ کھلا ہے

سورۃ النساء کی آیات ۱۴۵ و ۱۴۶ ہیں:﴿إِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ، وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ۝

إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَأَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَأَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَأُوْلٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ أَجْرًا عَظِيْمًا﴾: منافقین یقیناً دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہونگے، اورتم ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پاؤگے، مگر جنھوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کی، اور اللہ تعالیٰ کو مضبوط تھاما، اور خالص کیا اپنے دین کو اللہ کے لئے: وہ مؤمنین کے ساتھ ہونگے، اور اللہ تعالیٰ مؤمنین کو اجرعظیم عطافرمائیں گے۔

تفسیر: درکة: جمع درکات: طبقہ، درجة: جمع درجات کے بھی یہی معنی ہیں، مگر درکات کا استعمال جہنم کے طبقات کے لئے ہوتا ہے، اور درجات کا استعمال جنت کے طبقات کے لئے، دونوں کے سات سات طبقات ہیں، مگر فرق یہ ہے کہ جنت کے درجات خوبی اور عمدگی میں نیچے سے اوپر کو چڑھتے ہیں، جنت کا سب سے اعلیٰ درجہ فردوس (بہشت بریں) ہے، جو سب سے اوپر کا ساتواں درجہ ہے، اور جہنم کے طبقات عذاب کی شدت میں اوپر سے نیچے کو اترتے ہیں، سب سے تیز آگ ساتویں طبقہ میں ہے جو سب سے نچلا طبقہ ہے، حضرت ابن عباسؓ نے الدرك الأسفل کی یہی تفسیر کی ہے، فرمایا: أسفلَ النار: دوزخ کا سب سے نیچے کا طبقہ، پھر سورۃ الانعام آیت ۳۵ میں جو نفقاً آیا ہے، اس کے معنی بیان کئے ہیں، کیونکہ نفاق اور نفق کا مادہ ایک ہے، نفق کے معنی ہیں: سرنگ۔

حدیث: اسود بن یزید نخعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حلقۂ درس میں تھے کہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ آئے، اور ہمارے پاس کھڑے ہوئے، اور سلام کیا، پھر فرمایا: بخدا! نفاق اتارا گیا تم سے بہتر قوم پر، اسود نے کہا: سبحان اللہ! (عجیب بات!) اللہ پاک کا ارشاد ہے: ''منافقین یقیناً دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں ہونگے''، پس ابن مسعودؓ مسکرائے، اور حضرت حذیفہؓ مسجد کے کونے میں بیٹھ گئے، پھر ابن مسعودؓ اٹھے تو ان کے تلامذہ منتشر ہوگئے، پس حضرت حذیفہؓ نے مجھے کنکری ماری، میں ان کے پاس گیا، انھوں نے کہا: مجھے ابن مسعودؓ کے ہنسنے پر حیرت ہوئی، حالانکہ وہ بالیقین وہ بات جانتے ہیں جو میں نے کہی ہے، بخدا! واقعہ یہ ہے کہ نفاق اتارا گیا ایسے لوگوں پر جو تم سے بہتر تھے، پھر انھوں نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی۔

تشریح: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ طبقۂ تابعین سے تھے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اعتقادی نفاق طبقۂ صحابہ میں بھی تھا جو تم سے بہتر تھے، نفاق اتارنے کا یہی مطلب ہے، پس بعد کے طبقہ میں بہ درجۂ اولیٰ ہوسکتا ہے، پس ہر شخص کو اس سے ڈرنا چاہئے اور اپنے ایمان کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے، اس پر اسود نے کہا: قرآنِ کریم میں منافقین کی سخت سزا آئی ہے، پھر کوئی اعتقادی منافق کیسے ہوسکتا ہے؟ اس پر ابن مسعودؓ مسکرائے، ان کو اسود کی اس بات پر حیرت ہوئی کہ اب طبقۂ تابعین میں اعتقادی نفاق کیوں نہیں ہوسکتا، جبکہ وہ طبقۂ صحابہ میں تھا —— مکی دور میں تو منافقین کا کوئی تذکرہ نہیں آتا مگر مدنی دور میں منافقین تھے، اور ان کا ذکر قرآنِ کریم میں جگہ جگہ آیا ہے، مگر وہ سب بعد میں تائب ہوگئے تھے، صرف بارہ اشخاص باقی رہ گئے تھے جنھوں نے آخر تک توبہ نہیں کی، ان کے نام نبی ﷺ نے حضرت حذیفہ

رضی اللہ عنہ کو بتادیئے تھے مگران کونام ظاہر کرنے کی اجازت نہیں تھی، اس لئے حضرت حذیفہؓ 'راز دار رسول' کہلاتے ہیں ـــــ بہر حال اعتقادی نفاق ہر دور میں پایا جاسکتا ہے، مگر اب اس کا پتہ نہیں چل سکتا، پس ہر شخص کو اپنے ایمان کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے۔ پہلے (تحفۃ القاری ۱:۲۸۵) ابن ابی ملیکہؒ کا قول گذرا ہے کہ میں تیس صحابہ سے ملا ہوں وہ سب اپنے بارے میں نفاق سے ڈرتے تھے، پس ماوشما کس شمار میں ہیں!

[۲۵-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: [۱-] أَسْفَلَ النَّارِ. [۲-] ﴿نَفَقًا﴾: سَرَبًا.

[۴۶۰۲-] حدثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِيْ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ، عَنِ الْأَسْوَدِ، قَالَ: كُنَّا فِيْ حَلْقَةِ عَبْدِ اللّٰهِ، فَجَاءَ حُذَيْفَةُ، حَتَّى قَامَ عَلَيْنَا، فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ: لَقَدْ أُنْزِلَ النِّفَاقُ عَلٰى قَوْمٍ خَيْرٍ مِنْكُمْ، قَالَ الْأَسْوَدُ: سُبْحَانَ اللّٰهِ! إِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ: ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ فَتَبَسَّمَ عَبْدُ اللّٰهِ، وَجَلَسَ حُذَيْفَةُ فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ، فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ فَتَفَرَّقَ أَصْحَابُهُ، فَرَمَانِيْ بِالْحَصَا، فَأَتَيْتُهُ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ: عَجِبْتُ مِنْ ضِحْكِهِ، وَقَدْ عَرَفَ مَا قُلْتُ، لَقَدْ أُنْزِلَ النِّفَاقُ عَلٰى قَوْمٍ كَانُوْا خَيْرًا مِنْكُمْ، ثُمَّ تَابُوْا فَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ.

انبیاء سب صاحبِ وحی ہیں ان میں تفاضل نہ چاہئے

سورۃ النساء آیت ۱۶۳ میں ہے: ''ہم نے آپؐ کے پاس وحی بھیجی جس طرح نوحؑ کے پاس وحی بھیجی، اور ان کے بعد اور پیغمبروں کے پاس، اور ہم نے وحی بھیجی ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور اولادِ یعقوبؑ اور عیسیٰؑ اور ایوبؑ اور یونسؑ اور ہارونؑ اور سلیمانؑ کے پاس۔

تفسیر: تمام انبیاء ایک سلسلہ (زنجیر) کی کڑیاں ہیں، سب کے پاس ایک ہی سرچشمہ سے وحیاں آئی ہیں، پس بعض کو ماننا اور بعض کو نہ ماننا ایمان کے منافی ہے، سب پر ایمان لانا ضروری ہے ـــــ اور انبیاء میں اس طرح تفاضل کرنا کہ بعض کی تنقیص لازم آئے: نہ چاہئے، اور حدیث پہلے آئی ہے، اگر کوئی نبی ﷺ کو بایں وجہ حضرت یونس علیہ السلام سے افضل قرار دے کہ وہ اجازت کے بغیر نینوی سے چل دیئے تھے، اور ہمارے نبی ﷺ مکہ میں ڈٹے رہے تھے جب تک اجازت نہیں ملی قدم نہیں ہٹایا، انبیاء میں اس طرح تفاضل نہیں کرنا چاہئے، ہاں تقابل کے بغیر آپ ﷺ کے فضائل بیان کئے جاسکتے ہیں۔

[۲۶-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿وَيُوْنُسَ وَهَارُوْنَ وَسُلَيْمَانَ﴾

[۴۶۰۳-] حدثنا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيىَ، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ

عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "مَا يَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ أَنْ يَقُوْلَ: أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتَّى"
[راجع: ٣٤١٢]

[٤٦٠٤-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِلَالٌ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "مَنْ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتَّى فَقَدْ كَذَبَ"
[راجع: ٣٤١٥]

احکام میراث کی آخری آیت

باب کی حدیث میں حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: سورۃ براءت سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے، اور کلالہ کی میراث کی آیت یعنی سورۃ النساء کی آخری آیت سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے، اور پہلے (حدیث ۴۵۴۴) حضرت ابن عباسؓ کا قول گذرا ہے کہ سب سے آخر میں حرمتِ ربا کی آیت نازل ہوئی ہے، پس تطبیق یہ ہے کہ احکام میراث کی آخری آیت سورۃ النساء کی آخری آیت ہے اور مطلق احکام میں سب سے آخر میں حرمتِ ربا کی آیت نازل ہوئی ہے۔

کلالہ: وہ میت ہے جس کے نہ مذکر اصول (باپ دادا) ہوں نہ فروع (بیٹا پوتا) اور کلالہ: مصدر ہے تَكَلَّلَه النسب سے مأخوذ ہے، جس کے معنی ہیں: نسب سے کنارہ پر آ گیا، ایک طرف ہو گیا —— اور آیت کا ترجمہ یہ ہے: "لوگ آپؐ سے مسئلہ دریافت کرتے ہیں: آپؐ بتادیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو کلالہ کے باب میں حکم دیتے ہیں: اگر کوئی شخص مرجائے جس کی اولاد (بیٹا پوتا) نہ ہو (اور باپ دادا بھی نہ ہوں) اور اس کی ایک (عینی یا علاتی) بہن ہو تو اس کو میت کے ترکہ کا آدھا ملے گا، اور وہ شخص اپنی بہن کا وارث ہوگا اگر اس کی اولاد (بیٹا پوتا) نہ ہو (الی آخرہ)

[٢٧-] بَابٌ قَوْلُهُ: ﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَاتَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ﴾[النساء: ١٧٦]
وَالْكَلَالَةُ: مَنْ لَمْ يَرِثْهُ أَبٌ أَوِ ابْنٌ، وَهُوَ مُصْدَرٌ مِنْ تَكَلَّلَهُ النَّسَبُ.

[٤٦٠٥-] حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ، قَالَ: آخِرُ سُوْرَةٍ نَزَلَتْ بَرَاءَةٌ، وَآخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ: ﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلَالَةِ﴾[راجع: ٤٣٦٤]

﴿اللہ کے فضل وکرم سے سورۃ النساء کی تفسیر مکمل ہوئی﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

[٥] سورة المائدة

[١ – بَابٌ]

[١-] ﴿حُرُمٌ﴾: وَاحِدُهَا حَرَامٌ. [٢-] ﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ﴾: بِنَقْضِهِمْ. [٣-] ﴿الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ﴾: الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ. [٤-] ﴿تَبُوْأَ﴾: تَحْمِلُ. [٥-] وَقَالَ غَيْرُهُ: الإِغْرَاءُ: التَّسْلِيْطُ. [٦-] ﴿دَائِرَةٌ﴾: دَوْلَةٌ. [٧-] ﴿أُجُوْرَهُنَّ﴾: مُهُوْرَهُنَّ. [٨-] ﴿مَخْمَصَةٌ﴾: مَجَاعَةٌ. [٩-] قَالَ سُفْيَانُ: مَا فِي الْقُرْآنِ آيَةٌ أَشَدُّ عَلَيَّ مِنْ: ﴿لَسْتُمْ عَلٰى شَيْئٍ حَتّٰى تُقِيْمُوْا التَّوْرَاةَ وَالإِنْجِيْلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ﴾ [١٠-] ﴿وَمَنْ أَحْيَاهَا﴾: يَعْنِيْ مَنْ حَرَّمَ قَتْلَهَا إِلَّا بِحَقٍّ، أَحْيَا النَّاسَ مِنْهُ جَمِيْعًا. [١١-] ﴿شِرْعَةً وَمِنْهَا جًا﴾: سَبِيْلًا وَسُنَّةً. [١٢-] الْمُهَيْمِنُ: الأَمِيْنُ، الْقُرْآنُ أَمِيْنٌ عَلٰى كُلِّ كِتَابٍ قَبْلَهُ.

سورۃ المائدہ کی تفسیر

غریب القرآن کے معانی

۱-سورۃ المائدہ کی پہلی آیت میں ہے: ﴿وَأَنْتُمْ حُرُمٌ﴾: درانحالیکہ تم احرام میں ہو یعنی اس حالت میں شکار کرنا حلال نہیں، حُرُم کا مفرد حَرَام ہے بمعنی مُحْرِم۔

۲-سورۃ المائدۃ آیت ۱۳ میں ہے: ﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيْثَاقَهُمْ﴾: پس ان کی عہد شکنی کی وجہ سے —— اس میں ما زائدہ ہے۔

۳-سورۃ المائدۃ آیت ۲۱ میں ہے: ﴿الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾: وہ سرزمین (بیت المقدس) جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے یعنی تمہارے لئے گردانا ہے، تجویز کیا ہے۔

۴-سورۃ المائدۃ آیت ۲۹ میں ہے: ﴿إِنِّيْ أُرِيْدُ أَنْ تَبُوْءَ بِإِثْمِيْ وَإِثْمِكَ﴾: بے شک میں چاہتا ہوں کہ تو میرے گناہ اور اپنے گناہ سب اپنے سر رکھ لے —— تَبُوْء: مضارع، صیغہ واحد مذکر حاضر، مصدر بَوْءٌ (باب نصر) معنی اٹھانا۔

۵-سورۃ المائدۃ آیت ۱۴ میں ہے: ﴿فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾: پس ہم نے ان میں باہم قیامت تک کے لئے بغض وعداوت ڈال دی —— أغرينا: إغراء سے، جس کے معنی ہیں: مسلط کرنا، ڈال دینا،

سَلَّطه علیه: مسلط کرنا۔

۶-سورۃ المائدۃ آیت ۵۲ میں ہے: ﴿نَخْشٰى أَنْ تُصِيْبَنَا دَائِرَةٌ﴾: ہمیں اندیشہ ہے کہ ہم پر کوئی حادثہ پڑ جائے دائرۃ: گردش، مصیبت، دَوْر سے جس کے معنی پھرنے کے ہیں، دراصل دائرہ خط محیط کو کہتے ہیں، پھر اس کا استعمال گردش، مصیبت اور چکّر کے معنی میں ہونے لگا۔ سدّی نے اس کا ترجمہ دولۃ کیا ہے، جس کے معنی ہیں: دست گرداں، جو چیز گردش کرتی رہے، جیسے حکومت۔ اور حاشیہ میں بیضاوی کے حوالے سے پہلے معنی لکھے ہیں۔

۷-سورۃ المائدۃ آیت ۵ میں ہے: ﴿إِذَا آتَيْتُمُوْهُنَّ أُجُوْرَهُنَّ﴾: جب دیدو تم ان کو ان کا معاوضہ یعنی ان کے مہر۔

۸-سورۃ المائدۃ آیت ۳ میں ہے: ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ﴾: پس جو شخص بھوک کی شدت میں بے تاب ہوجائے، المَجَاعة: قحط سالی، بھوک مری، الجُوْع: بھوک۔

۹-سورۃ المائدۃ کی آیت ۶۸ میں ہے: ﴿قُلْ يٰأَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوْا التَّوْرَاةَ وَالإِنْجِيْلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ﴾: آپؐ کہہ دیجئے: اے اہل کتاب تم کسی راہ پر نہیں (غیر مقبول راہ پر ہونا مثل بے راہی کے ہے) یہاں تک کہ پوری پابندی کرو تم تورات وانجیل کی اور اس کتاب کی جو تمہاری طرف اتاری گئی ہے تمہارے پروردگار کی طرف سے —— سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا: قرآنِ کریم میں مجھ پر اس سے زیادہ بھاری آیت کوئی نہیں، کیونکہ اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ راہِ ہدایت پر وہی ہے جو قرآنِ کریم کی پوری ابندی کرے، اس سے سرمو انحراف نہ کرے، اور یہ بات کتنی مشکل ہے؟ وہ ظاہر ہے، اور اس کی نظیر سورۃ ہود کی آیت ۱۱۲ ہے: ﴿فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ﴾: پس جس طرح آپؐ کو حکم ہوا ہے آپؐ دین پر مستقیم رہئے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس آیت نے مجھے بوڑھا کردیا!''

۱۰-سورۃ المائدۃ آیت ۳۲ میں ہے: ﴿وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا﴾: اور جو شخص کسی شخص کو بچالے تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو بچالیا —— یعنی اس شخص کو بچالے جس کا ناحق قتل حرام ہے پس اس نے گویا سبھی انسانوں کو بچالیا۔

۱۱-سورۃ المائدۃ آیت ۴۸ میں ہے: ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَا جًا﴾: تم میں سے ہر ایک (امت) کے لئے ہم نے خاص شریعت اور خاص راہ تجویز کی ہے —— حضرت ابن عباسؓ نے شرعۃ کی تفسیر سنۃ (بڑے راستہ) سے کی ہے اور منهاجا کی تفسیر سبیلا (چھوٹے راستہ) سے، پس عبارت میں لف ونشر غیر مرتب ہے اور بڑے راستہ سے عقائد مراد ہیں، اور چھوٹے راستہ سے اعمال یعنی تمام انبیاء کا دین ایک ہے اور شریعتیں مختلف (تحفۃ القاری ۱:۱۹۹)

۱۲-سورۃ المائدۃ کی اسی آیت میں ہے: ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ﴾: اور ہم نے آپؐ کی طرف یہ کتاب اتاری جو دینِ حق پر مشتمل ہے، جو تصدیق کرنے والی ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے آئی ہیں، اور وہ ان کتابوں کی محافظ ہے —— المهيمن: اسم فاعل، مصدر هيمنة: نگران، هَيْمَنَ على كذا: نگرانی اور حفاظت کرنا، یہ اللہ تعالیٰ کی صفت بھی ہے یعنی ہر چیز پر حاوی وقابض اور اس کا محافظ ونگران —— اور یہ قرآنِ

کریم کی صفت بھی ہے، کیونکہ قرآنِ کریم امین (امانت دار) ہے سابقہ کتابوں کا، ان کے ضروری مضامین قرآنِ کریم میں لے لئے گئے ہیں۔

آیت: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ دائمی فنکشن کے دن نازل ہوئی ہے

ایک یہودی نے حضرت عمرؓ سے کہا: تمہاری کتاب میں ایک آیت ہے جس کو تم پڑھتے ہو مگر تمہیں اس کی قدر معلوم نہیں، اگر وہ آیت ہم پر اترتی تو ہم اس دن جشن منایا کرتے، پھر اس نے سورۃ المائدہ کی مذکورہ آیت ۳ پڑھی: ''آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کردیا، اور میں نے تم پر اپنا انعام تام کردیا، اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کرلیا'' حضرت عمرؓ نے فرمایا: ہم اس دن اور اس جگہ کو جہاں نبی ﷺ پر یہ آیت اتری ہے خوب جانتے ہیں، جب یہ آیت اتری تو آپ وقوفِ عرفہ کئے ہوئے تھے، اور وہ جمعہ کا دن تھا، پھر جمعہ کا دن تو ہمیشہ اس معین تاریخ میں نہیں آتا، مگر عرفہ کا دن اس وقت سے آج تک ہمیشہ اسی معین تاریخ میں آتا ہے، اور اس دن اتنا بڑا اجتماع ہوتا ہے کہ دنیا میں اتنا بڑا اجتماع ممکن نہیں، پھر ہمیں الگ سے فنکشن منانے کی کیا ضرورت ہے! اور حدیث تفصیل سے پہلے (تحفۃ القاری ۱: ۲۷۴) آچکی ہے۔

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾

[۴۶۰۶-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، قَالَتِ الْيَهُوْدُ لِعُمَرَ: إِنَّكُمْ تَقْرَءُ وْنَ آيَةً لَوْ نَزَلَتْ فِيْنَا لَاتَّخَذْنَاهَا عِيْدًا، فَقَالَ عُمَرُ: إِنِّي لَأَعْلَمُ حَيْثُ أُنْزِلَتْ، وَأَيْنَ أُنْزِلَتْ، وَأَيْنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حِيْنَ أُنْزِلَتْ يَوْمُ عَرَفَةَ، وَإِنَّا وَاللّٰهِ بِعَرَفَةَ - قَالَ سُفْيَانُ: وَأَشُكُّ كَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَمْ لَا - ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ [راجع: ۴۵]

سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھے شک ہے کہ عرفہ کا وہ دن جمعہ کا دن تھا یا نہیں (یہ بات حضرت نے اس بنیاد پر فرمائی ہے کہ مشہور ہے کہ آپؐ کی وفات ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی اور وہ پیر کا دن تھا، پس ۹ ذی الحجہ کو جمعہ نہیں ہوسکتا، مگر یہ مشہور بات صحیح نہیں، اور ۹ ذی الحجہ کو جمعہ کا دن تھا: یہ بات صحیح روایات سے ثابت ہے۔

آیت تیمّم کا شانِ نزول

تیمّم کا حکم سورۃ المائدہ آیت ۶ میں بھی ہے اور سورۃ النساء آیت ۴۳ میں بھی، ان میں اصل آیت کونسی ہے اور مکرر کونسی؟ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک سورۃ المائدہ کی آیت اصل ہے اور سورۃ النساء کی آیت مکرر، دلیل تحفۃ القاری (۲: ۱۳۹) میں ہے۔ اور پہلی حدیث بھی وہاں آئی ہے اور دوسری حدیث اس کے ہم معنی ہے، اس لئے ترجمہ نہیں کیا۔

اور تَيَمَّمُوْا: امر کا صیغہ ہے، تَيَمَّمَ تَيَمُّمًا کے لغوی معنی ہیں: مطلق قصد کرنا، اور اصطلاحی معنی ہیں: بہ نیت طہارت

خاص طریقہ پر پاک مٹی کا قصد کرنا............اور سورۃ المائدہ آیت ۲ میں ہے:﴿وَلَآ آمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ﴾:اور بے حرمتی مت کرو ان لوگوں کی جو بیت اللہ کے قصد سے جارہے ہیں، آمِّيْن: أَمٌّ سے اسم فاعل ہے، اس کے معنی بھی قصد کرنے کے ہیں، أَمَّ الشيئَ أَمًّا اور تَيَمَّمَ الشيئَ تَيَمُّمًا کے ایک معنی ہیں۔

چار الفاظ اور تعبیرات ہم معنی ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہمانے فرمایا: چار الفاظ اور تعبیرات ہم معنی ہیں، سب کے معنی ہیں صحبت کرنا۔

۱-سورۃ النساء آیت ۴۳ وسورۃ المائدہ آیت ۶ میں ہے:﴿أَوْلَا مَسْتُمُ النِّسَاءَ﴾:یا تم نے بیویوں سے قربت کی ہو، ملامسة: باب مفاعلہ ہے، مادہ لَمْس ہے جس کے معنی ہیں: چھونا، اور بابِ مفاعلہ میں اشتراک ہوتا ہے یعنی ایک کام کے کرنے میں دو شخص شریک ہوتے ہیں، پس﴿لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ﴾ کے معنی ہیں: تم نے بیویوں کو چھویا یعنی پکڑا، یہ آدھا مضمون ہے، باقی آدھا ہے: اور بیویوں نے تم کو چھویا یعنی پکڑا، اور میاں بیوی ایک دوسرے کو اس وقت پکڑتے ہیں جب صحبت کرتے ہوئے انزال کا وقت آتا ہے، پس﴿لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ﴾ میں نواقضِ غسل کا بیان ہے۔

۲-سورۃ البقرۃ آیت ۲۳۶ میں ہے:﴿مَالَمْ تَمَسُّوْهُنَّ﴾: جب تک تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو، یعنی صحبت کرنے سے پہلے طلاق دیدی ہو۔

۳-سورۃ النساء آیت ۲۳ میں ہے:﴿مِنْ نِسَائِكُمُ الّتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ﴾: جو بیٹیاں تمہاری پرورش میں ہیں تمہاری ان بیویوں سے جن کے ساتھ تم نے صحبت کی ہے، دخل بھا کے معنی ہیں: صحبت کرنا۔

۴-سورۃ النساء آیت ۲۱ میں ہے:﴿قَدْ أَفْضٰى بَعْضُكُمْ إِلٰى بَعْضٍ﴾: تم باہم ایک دوسرے سے بے حجابانہ مل چکے ہو یعنی صحبت کر چکے ہو ــــ ان چاروں لفظوں اور تعبیروں کے معنی ہیں: صحبت کرنا۔

[۳-] بَابُ قَوْلِهِ:﴿ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا﴾

[۱-] ﴿تَيَمَّمُوْا﴾: تَعَمَّدُوْا. ﴿ءَامِّيْنَ﴾: عَامِدِيْنَ أَمَّمْتُ وَتَيَمَّمْتُ وَاحِدٌ. [۲-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿لَامَسْتُمْ﴾ و﴿تَمَسُّوْهُنَّ﴾ و﴿الّتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ﴾ وَالإِفْضَاءُ: النِّكَاحُ.

[۴۶۰۷-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ بَعْضِ أَسْفَارِهِ، حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ أَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ انْقَطَعَ عِقْدٌ لِيْ، فَأَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى الْتِمَاسِهِ، وَأَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ، وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ، وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ، فَأَتَى النَّاسُ إِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ، فَقَالُوْا: أَلَا تَرَى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ؟! أَقَامَتْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَبِالنَّاسِ، وَلَيْسُوْا عَلٰى

مَاءٍ، وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ، فَجَاءَ أَبُوْ بَكْرٍ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَاضِعٌ رَأْسَهُ عَلٰى فَخِذِىْ قَدْ نَامَ، وَقَالَ: حَبَسْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَالنَّاسَ، وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ، وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَعَاتَبَنِي أَبُوْ بَكْرٍ، وَقَالَ مَاشَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَقُوْلَ، وَجَعَلَ يَطْعَنُنِىْ بِيَدِهِ فِىْ خَاصِرَتِىْ، وَلاَ يَمْنَعُنِى مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلٰى فَخِذِىْ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حِيْنَ أَصْبَحَ عَلٰى غَيْرِ مَاءٍ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ آيَةَ التَّيَمُّمِ فَتَيَمَّمُوْا، فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ: مَاهِىَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِىْ بَكْرٍ، قَالَتْ: فَبَعَثْنَا الْبَعِيْرَ الَّذِىْ كُنْتُ عَلَيْهِ فَإِذَا الْعِقْدُ تَحْتَهُ. [راجع: ٣٣٤]

وضاحت: بیداء اور ذات الجیش: قریب قریب جگہیں ہیں اور مدینہ کے قریب ہیں، قافلے جب لوٹتے تھے تو یہاں قیام کرتے تھے .... عاتبنی: مجھے ملامت کی، اظہار ناراضگی کیا .... وجعل یطعننی: اور مجھے چوکا دینے لگے الخاصرة: کوکھ، کمر، آل أبی بکر میں لفظ آل زائد ہے، مراد صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ النکاح: صحبت کرنا۔

[٤٦٠٨-] حدثنا يَحْيىَ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِىْ ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِىْ عَمْرٌو: أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سَقَطَتْ قِلَادَةٌ لِىْ بِالْبَيْدَاءِ وَنَحْنُ دَاخِلُوْنَ الْمَدِيْنَةَ، فَأَنَاخَ النَّبِىُّ صلى الله عليه وسلم وَنَزَلَ، فَثَنَى رَأْسَهُ فِىْ حَجْرِىْ رَاقِدًا، أَقْبَلَ أَبُوْ بَكْرٍ فَلَكَزَنِىْ لَكْزَةً شَدِيْدَةً، وَقَالَ: حَبَسْتِ النَّاسَ فِىْ قِلَادَةٍ؟ فَبِى الْمَوْتُ لِمَكَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَقَدْ أَوْجَعَنِىْ، ثُمَّ إِنَّ النَّبِىَّ صلى الله عليه وسلم اسْتَيْقَظَ وَحَضَرَتِ الصُّبْحُ، فَالْتُمِسَ الْمَاءُ فَلَمْ يُوْجَدْ فَنَزَلَتْ: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ﴾ الآيَةَ. فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ: لَقَدْ بَارَكَ اللّٰهُ لِلنَّاسِ فِيْكُمْ يَا آلَ أَبِىْ بَكْرٍ، مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَرَكَةٌ لَهُمْ. [راجع: ٣٣٤]

وضاحت: ثَنَى الشيئَ (ض) ثَنْيًا: موڑنا، نبی ﷺ میری گود میں سر رکھ کر سو گئے .... لَكَزَه (ن) لَكْزًا: مکا مارنا، گھونسا مارنا .... قوله: فَبِى الموت إلخ: پس میرے ساتھ موت تھی، رسول اللہ ﷺ کے مقام (احترام) کی وجہ سے درانحالیکہ انھوں نے مجھے دردو تکلیف میں مبتلا کیا تھا یعنی میری شامت آگئی، ایک طرف نبی ﷺ کا احترام ہلنے سے روکتا تھا دوسری طرف ابا پہلو میں چوکے مار رہے تھے۔

ببیں تفاوتِ راہ: از کجا است تا بکجا!

فرعون کے غرقاب ہونے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو حکم پہنچا کہ بنی اسرائیل کو لے کر عمالقہ سے جہاد کریں، اور ملک شام فتح کریں، اب یہ ملک ہمیشہ کے لئے تمہارا ہے، بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو جو جواب دیا وہ سورۃ المائدہ آیت ۲۴ میں ہے، انھوں نے کہا: ﴿اِذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ﴾: آپ اور آپ کے اللہ میاں جایئے اور دونوں

لڑیے، ہم تو یہاں سے سرکنے والے نہیں! یہ جواب اس قوم کا تھا جس کا دعوی تھا کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں (المائدہ آیت ۱۸) —— اس جواب کا موازنہ ان جاں نثارانہ تقریروں سے کریں جو جنگ بدر کے موقعہ پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کی تھیں، اندازہ ہوجائے گا کہ تفاوت راہ از کجا است تا بکجا!

حدیث: ابھی گذری ہے (حدیث ۳۹۵۲) حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں: حضرت مقداد بن الاسودؓ نے جنگ بدر کے موقعہ پر کہا: اے اللہ کے رسول! ہم آپؐ سے نہیں کہیں گے وہ بات جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ آپ اور آپ کے رب جایئے، پس دونوں لڑیے، ہم تو یہاں سے سرکنے والے نہیں، بلکہ ہم کہیں گے: آپ بڑھیں، ہم آپ کے ساتھ ہیں، پس گویا نبی ﷺ کا چہرہ کھل گیا، اور سب فکر زائل ہوگیا (تفصیل کے لئے دیکھیں تحفۃ القاری ۸: ۵۰)

[٤-] بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ: ﴿فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ إِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ﴾

[٤٦٠٩-] حدثنا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ، عَنْ مُخَارِقٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: شَهِدْتُ مِنَ الْمِقْدَادِ، ح: وَحَدَّثَنِيْ حَمْدَانُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ النَّضْرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَشْجَعِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مُخَارِقٍ، عَنْ طَارِقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: قَالَ الْمِقْدَادُ يَوْمَ بَدْرٍ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّا لَانَقُوْلُ لَكَ كَمَا قَالَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ لِمُوْسَى: ﴿اذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ إِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ﴾ وَلٰكِنِ امْضِ وَنَحْنُ مَعَكَ، فَكَأَنَّهُ سُرِيَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم.

وَرَوَاهُ وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مُخَارِقٍ، عَنْ طَارِقٍ: أَنَّ الْمِقْدَادَ قَالَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم. [راجع: ٣٩٥٢]

راہ زنی کی سزائیں

سورۃ المائدہ آیت ۳۳ میں ہے: ''جو لوگ اللہ سے اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں، اور ملک میں فساد (بدامنی) پھیلاتے ہیں: ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کئے جائیں یا سولی دیئے جائیں، یا ان کے ہاتھ اور ان کے پیر مخالف جانب سے کاٹ دیئے جائیں، یا وہ زمین سے دور کردیئے جائیں یعنی قید کردیئے جائیں، یہ سزا ان کے لئے دنیا میں سخت رسوائی ہے، اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے''

اللہ سے لڑنے کا مطلب: اللہ تعالیٰ سے کون لڑسکتا ہے؟ اور اللہ کے رسول اب رہے نہیں، پھر ان سے لڑنے کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ اللہ سے لڑنے کا مطلب ہے: اللہ کا انکار کرنا، یہی مطلب اللہ کے رسول سے لڑنے کا ہے —— اور حاشیہ میں دوسرا قول یہ ہے کہ آیت میں مجاز بالحذف ہے یعنی مضاف محذوف ہے أی یحاربون أولیاءَ اللّٰہ ورسولہ: اللہ اور اس کے رسول کے دوستوں سے لڑتے ہیں یعنی

مسلمانوں سے لڑتے ہیں، یہ توجیہ زیادہ بہتر ہے۔

حدیث: پہلے (حدیث ۴۱۹۳ تحفۃ القاری ۸: ۲۹۳) مختصر آئی ہے، یہاں اس سے مفصل ہے، اور اس سے زیادہ مفصل کتاب الدیات (حدیث ۶۸۹۹) میں ہے، جاننا چاہئے کہ بابِ قسامہ میں تین مسئلوں میں اختلاف ہے۔

پہلا مسئلہ: قسامہ کے لئے لوث (قتل کا غیر واضح ثبوت، شبہ) ضروری ہے یا نہیں؟ حنفیہ کے نزدیک ضروری نہیں، صرف اتنی بات کافی ہے کہ موت حادثاتی ہو، طبعی نہ ہو، معین شخص یا معین لوگوں پر شبہ ہونا ضروری نہیں ــــ اور ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کے نزدیک قسمیں کھلانے کے لئے لوث ضروری ہے یعنی کسی معین شخص پر یا معین لوگوں پر شبہ ہو کہ انھوں نے قتل کیا ہے تب ان کو قسمیں کھلائی جائیں گی۔

دوسرا مسئلہ: قسامہ سے قصاص ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟ امام مالکؒ کے نزدیک قصاص ثابت ہوتا ہے، جب مقتول کے ورثاء کسی معین آدمی کے بارے میں پچاس قسمیں کھائیں کہ اس نے عمداً قتل کیا ہے تو اس کو قصاصاً قتل کیا جائے گا ــــ اور باقی تمام فقہاء کے نزدیک قسامہ سے قصاص ثابت نہیں ہوسکتا، قسامہ سے دیت ہی ثابت ہوتی ہے۔

تیسرا مسئلہ: قسامہ سے پہلے مقتول کے ورثاء پچاس قسمیں کھائیں گے یا نہیں؟ حنفیہ کے نزدیک مقتول کے ورثاء پر قسمیں نہیں، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک پہلے مقتول کے ورثاء پچاس قسمیں کھائیں گے، اگر وہ کسی معین آدمی کے بارے میں عمداً قتل کرنے کی پچاس قسمیں کھالیں تو دیت مغلظہ واجب ہوگی، اور قتل خطا کی قسمیں کھائیں تو دیت مخففہ واجب ہوگی، اور اگر مقتول کے ورثا قسمیں کھانے سے انکار کریں تو مدعی علیہ یا جہاں لاش ملی ہے وہاں کے لوگ پچاس قسمیں کھائیں، اور ان پر دیت مخففہ واجب ہوگی (تفصیل کے لئے دیکھیں تحفۃ الالمعی ۴: ۳۴۹)

حدیث کا خلاصہ: حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے لوگوں سے قسامہ کے بارے میں دریافت کیا کہ اس کا کیا حکم ہے؟ لوگوں میں اختلاف ہوا، کوئی کہتا تھا کہ قصاص واجب ہوسکتا ہے، جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ کی رائے ہے، پس حضرت عمر رحمہ اللہ نے ابوقلابہ سے پوچھا جو ان کی چارپائی کے پیچھے بیٹھے تھے، انھوں نے کہا: قسامہ سے قصاص واجب نہیں ہوسکتا، کیونکہ قسمیں کھانے والوں نے قتل کا مشاہدہ نہیں کیا اور اسلام میں قتل صرف تین صورتوں میں جائز ہے، اس پر عنبسہ نے عرینہ والوں کی حدیث ذکر کی، ابوقلابہ نے کہا: مجھ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی ہے، ان لوگوں کو ڈاکہ زنی کی سزا دی گئی تھی (حدیث کا ترجمہ بعد میں ہے)

[۵-] **بَابُ قَوْلُهُ:** ﴿إِنَّمَا جَزَآؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوْا أَوْ يُصَلَّبُوْا﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ﴾ [المائدة: ۳۳]

الْمُحَارَبَةُ لِلّٰهِ: الْكُفْرُ بِهِ.

[٤٦١٠-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ أَبُوْ رَجَاءٍ مَوْلَى أَبِيْ قِلَابَةَ، عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ: أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا خَلْفَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ، فَذَكَرُوْا وَذَكَرُوْا، فَقَالُوْا وَقَالُوْا: قَدْ أَقَادَتْ بِهَا الْخُلَفَاءُ، فَالْتَفَتَ إِلٰى أَبِيْ قِلَابَةَ وَهُوَ خَلْفَ ظَهْرِهِ، فَقَالَ: مَاتَقُوْلُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدٍ، أَوْ قَالَ: مَاتَقُوْلُ يَا أَبَا قِلَابَةَ؟ قُلْتُ: مَا عَلِمْتُ نَفْسًا حَلَّ قَتْلُهَا فِي الْإِسْلَامِ إِلَّا رَجُلٌ زَنَى بَعْدَ إِحْصَانٍ، أَوْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ، أَوْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ صلى الله عليه وسلم. فَقَالَ عَنْبَسَةُ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ بِكَذَا وَكَذَا. قُلْتُ: إِيَّايَ حَدَّثَ أَنَسٌ، قَالَ: قَدِمَ قَوْمٌ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَكَلَّمُوْهُ فَقَالُوْا: قَدِ اسْتَوْخَمْنَا هٰذِهِ الْأَرْضَ، فَقَالَ: "هٰذِهِ نَعَمٌ لَنَا تَخْرُجُ، فَاخْرُجُوْا فِيْهَا، فَاشْرَبُوْا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا" فَخَرَجُوْا فِيْهَا فَشَرِبُوْا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا وَاسْتَصَحُّوْا، وَمَالُوْا عَلَى الرَّاعِي فَقَتَلُوْهُ، وَاطَّرَدُوْا النَّعَمَ، فَمَا يُسْتَبْطَأُ مِنْ هٰؤُلَاءِ قَتَلُوْا النَّفْسَ وَحَارَبُوْا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ، وَخَوَّفُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم. فَقَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ! فَقُلْتُ تَتَّهِمُنِي؟ قَالَ: حَدَّثَنَا بِهٰذَا أَنَسٌ، قَالَ: وَقَالَ: يَا أَهْلَ كَذَا إِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوْا بِخَيْرٍ مَا أُبْقِيَ هٰذَا فِيْكُمْ وَمِثْلُ هٰذَا. [راجع: ٢٣٣]

ترجمہ: سلمان ابورجاءؒ نے جو ابوقلابہؒ کے آزاد کردہ ہیں، ابن عونؒ سے بیان کیا کہ ابوقلابہؒ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، پس لوگوں نے ذکر کیا اور ذکر کیا یعنی ان میں اختلاف ہوا، پس انھوں نے کہا: اور انھوں نے کہا: قسامہ کے ذریعہ خلفاء (بادشاہوں) نے قصاص لیا ہے، پس عمر بن عبدالعزیزؒ ابوقلابہؒ کی طرف متوجہ ہوئے اور وہ ان کی پیٹھ کے پیچھے تھے، انھوں نے پوچھا: اے عبداللہ بن زید آپ کیا کہتے ہیں؟ یا کہا: اے ابوقلابہ آپ کیا کہتے ہیں؟ میں نے یعنی ابو قلابہؒ نے کہا: میں نہیں جانتا کسی شخص کو جس کا قتل اسلام میں جائز ہو، مگر (تین شخصوں کا) (۱) وہ شخص جس نے شادی کرنے کے بعد زنا کیا (۲) یا کسی نفس کو بغیر کسی نفس کے قتل کیا یعنی عمداً قتل کیا (۳) یا وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ لڑا یعنی ڈاکہ زنی کی (ان ہی تین کا قتل اسلام میں جائز ہے، اس لئے قسامہ میں قصاصاً قتل نہیں کر سکتے) پس عنبسہ نے کہا: ہم سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس طرح حدیث بیان کی یعنی عنبسہ نے عرینہ والوں کا واقعہ ذکر کیا کہ ان کو نبی ﷺ نے قتل کیا، میں نے یعنی ابوقلابہ نے کہا: مجھ ہی سے حضرت انسؓ نے (عرینہ والوں کی) حدیث بیان کی ہے، حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ کچھ لوگ نبی ﷺ کے پاس آئے، انھوں نے آپؐ سے بات کی، یعنی عرض کیا: پس انھوں نے کہا: ہم نے بالیقین اس سرزمین (مدینہ) کو ناخوش گوار پایا، پس آپؐ نے فرمایا: یہ ہمارے پالتو جانور (اونٹ) ہیں جو (چرنے کے لئے) جارہے ہیں، پس تم ان کے ساتھ نکلو اور ان کا دودھ اور پیشاب پیو، پس وہ ان میں نکلے اور ان کا دودھ اور پیشاب پیا اور وہ تندرست ہوگئے اور چرواہے کی طرف مائل ہوئے اور اس کو قتل کر دیا، اور پالتو جانوروں کو ہانک لے گئے، پس کیا چیز سست پائی جائے گی ان لوگوں سے! یعنی ان لوگوں نے کیا کسر باقی چھوڑی تھی، چرواہے کو قتل کیا، اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ

سے لڑے یعنی مرتد ہو گئے اور اللہ کے رسول ﷺ کو خوف زدہ کیا، یعنی پریشانی میں مبتلا کیا (پس اسی ڈاکہ زنی کی سزا میں ان کو قتل کیا گیا) پس عنبسہ نے کہا: سبحان اللہ! (عجیب بات!) پس میں نے کہا: کیا آپ مجھ پر بدگمانی کرتے ہیں؟ عنبسہ نے کہا: (نہیں) ہم سے بھی حضرت انسؓ نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ راوی کہتا ہے: اور عنبسہ نے کہا: اے فلاں جگہ کے لوگو! یعنی ملک شام والو! تم برابر خیر میں رہو گے جب تک تمہارے اندر یہ (ابوقلابہ) یا ان کے مانند (علماء) موجود رہیں گے (عرینہ والوں کا واقعہ پہلے حدیث ۲۳۳ میں بھی گذرا ہے)

ملحوظہ: عنبسہ نے عرینہ والوں کی حدیث شاید اس لئے ذکر کی کہ وہ ان کے نزدیک تین قسموں کے علاوہ چوتھی قسم کا قتل تھا، حضرت ابوقلابہؒ نے اس کو سمجھایا کہ وہ چوتھی قسم کا قتل نہیں تھا، تیسری قسم ہی تھی، ان کو ڈاکہ زنی کی سزا دی گئی تھی۔

قوله: قال: وقال: يا أهل كذا: أى قال الراوى: وقال عنبسة: يا أهل الشام! لن تزالوا بخير ما أبقى هذا – وأشار إلى قلابة – فيكم............ **قوله**: قال حدثنا بهذا: أى لا اتهمك، بل جئتَ بالحديث على وجهه.

جن زخموں میں برابری ممکن ہے ان میں قصاص واجب ہے

سورۃ المائدہ آیت ۴۵ میں پہلے چار اعضاء میں قصاص کا ذکر ہے: آنکھ، ناک، کان اور دانت میں، پھر قاعدہ کلیہ ذکر کیا: ﴿وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ﴾: اور (خاص) زخموں میں بھی بدلہ ہے، یعنی ہر وہ زخم جس میں برابری ممکن ہے قصاص واجب ہے، جیسے ہاتھ اور پاؤں کاٹا ہو تو برابری ممکن ہے اور جس زخم میں برابری ممکن نہ ہو، جیسے کوئی ہڈی توڑی یا پیٹ میں زخم لگایا تو قصاص میں ہلاکت کا اندیشہ ہے، اس لئے ایسے زخموں میں دیت اور حکومتِ عدل ہے یعنی ماہرین جو نقصان تجویز کریں وہ دینا ہوگا، اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۶: ۹۸) آئی ہے۔

[۶-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ﴾ [المائدة: ٤٥]

[٤٦١١-] حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ سَلَّامٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا الْفَزَارِىُّ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَسَرَتِ الرُّبَيِّعُ – وَهِىَ عَمَّةُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ – ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَطَلَبَ الْقَوْمُ الْقِصَاصَ، فَأَتَوُا النَّبِىَّ صلى الله عليه وسلم فَأَمَرَ النَّبِىُّ صلى الله عليه وسلم بِالْقِصَاصِ. فَقَالَ أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ عَمُّ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: لَا وَاللّٰهِ! لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "يَا أَنَسُ كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ" فَرَضِىَ الْقَوْمُ وَقَبِلُوْا الْأَرْشَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ" [راجع: ٢٧٠٣]

نبی نہ وحی کو چھپاتا ہے نہ اس کے ساتھ کسی کو خاص کرتا ہے

شیعہ یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ساری وحی امت کو نہیں پہنچائی، کچھ باتوں کے ساتھ اپنے خاندان کو

خاص کیا ہے، یہاں تک کہ ان کے بے لگام کہتے ہیں: نبی ﷺ نے سارا قرآن بھی امت کو نہیں دیا، تیس پاروں کے علاوہ دس پارے خاص اپنے خاندان کو دیئے ہیں جو امام غائب کے پاس ہیں، حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ نرا جھوٹ ہے، جو شخص کہتا ہے کہ نبی ﷺ نے اس وحی میں سے کچھ چھپایا ہے جو آپؐ پر اتاری گئی تھی تو لپاڑیا (دروغ گو) ہے، درانحالیکہ اللہ تعالیٰ سورۃ المائدہ کی آیت ۶۷ میں فرماتے ہیں: ﴿یٰأَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَیْكَ مِنْ رَبِّكَ، وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ﴾: اے پیغمبر! جو کچھ آپؐ کے رب کی طرف سے آپؐ پر نازل کیا گیا ہے: اس کو پہنچا دیجئے، اور اگر آپؐ ایسا نہ کریں گے تو آپؐ نے اللہ کے پیغام رسانی کے منصب کا کچھ بھی حق ادا نہ کیا —— پس شیعوں کی بات آپؐ پر الزام ہے!

[۷-] بَابُ قَوْلُهُ: ﴿یٰأَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَیْكَ مِنْ رَبِّكَ﴾[المائدة: ٦٧]

[٤٦١٢-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْیَانُ، عَنْ إِسْمَاعِیْلَ، عَنِ الشَّعْبِیِّ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا صلى الله علیه وسلم كَتَمَ شَیْئًا مِمَّا أُنْزِلَ عَلَیْهِ فَقَدْ كَذَبَ، وَاللّٰهُ یَقُوْلُ: ﴿یٰأَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَیْكَ﴾ الآیَةَ.

یمین لغو کیا ہے؟ اور مصلحت ہو تو یمین منعقدہ توڑ سکتے ہیں

لغو: کے معنی ہیں: ساقط الاعتبار یعنی نہ دنیا میں کفارہ نہ آخرت میں گناہ۔ اور یمین لغو کیا ہے؟ اس کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں، فوائد عثمانی میں ہے: یمین لغو وہ قسم ہے جو منہ سے عادت اور عرف کے موافق بے ساختہ اور ناخواستہ نکل جائے، اوروں کو خبر تک نہ ہو (سورۃ المائدہ آیت ۸۹ کی تفسیر) اور باب کی پہلی حدیث میں صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: گفتگو میں نہیں بخدا! اور ہاں بخدا! یمین لغو ہے۔

اور یمین منعقدہ: وہ قسم ہے جس کو مضبوط باندھا گیا ہو یعنی آئندہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر قسم کھائی ہو، تو حتی الامکان اس کی حفاظت کرنی چاہئے، تاکہ اللہ کے نام کی بے حرمتی نہ ہو، اور خدانخواستہ ٹوٹ جائے تو کفارہ واجب ہے، البتہ اگر مصلحت ہو تو اس کو توڑ سکتے ہیں، مگر کفارہ دینا ہوگا —— باب کی دوسری حدیث میں صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ان کے ابا (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) قسم کھانے کے بعد اس کو توڑا نہیں کرتے تھے یعنی اس کی حفاظت اور رعایت کرتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے قسم کا کفارہ نازل کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں دیکھوں گا میں کسی قسم کو، گمان کرونگا میں اس کے علاوہ کو اس سے بہتر تو میں اللہ کی رخصت کو قبول کرونگا، اور میں وہ کام کرونگا جو کہ وہ بہتر ہے یعنی مصلحت ہوگی تو قسم توڑ دونگا اور اس کا کفارہ دونگا۔ حدیث میں بھی یہی ہے: إذا حلفتَ علی یمین فرأیت غیرها خیرا منها فأْت الذی هو خیر ولتکفر عن یمینك: جب تم کوئی قسم کھاؤ، پھر اس کے علاوہ میں خیر دیکھو تو وہ کام کرو جو بہتر

ہےاور قسم کا کفارہ دیدو (ترمذی حدیث ۱۵۱۷ تحفۃ الالمعی ۴۶۲:۴)

آیت کریمہ: سورۃ المائدہ آیت ۸۹ میں ہے: ﴿لَايُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ أَيْمَانِكُمْ، وَلٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْأَيْمَانَ، فَكَفَّارَتُهُ﴾ الآية: اللہ تعالیٰ تمہارا مؤاخذہ نہیں فرماتے تمہاری لغو قسموں میں، البتہ مؤاخذہ فرماتے ہیں ان قسموں پر جن کو تم مستحکم کردو، سو اس کا کفارہ (الی آخرہ)

[۸-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ أَيْمَانِكُمْ﴾ [المائدة: ۸۹]

[۴۶۱۳-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ سُعَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿لَايُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ أَيْمَانِكُمْ﴾ فِيْ قَوْلِ الرَّجُلِ: لَا وَاللّٰهِ، وَبَلَى وَاللّٰهِ. [طرفه: ۶۶۶۳]

[۴۶۱۴-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ أَبِيْ رَجَاءٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا النَّضْرُ، عَنْ هِشَامٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ أَبَاهَا كَانَ لَا يَحْنَثُ فِي يَمِيْنٍ، حَتَّى أَنْزَلَ اللّٰهُ كَفَّارَةَ الْيَمِيْنِ. قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: لَا أَرَى يَمِيْنًا أُرَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا، إِلَّا قَبِلْتُ رُخْصَةَ اللّٰهِ، وَفَعَلْتُ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ. [طرفه: ۶۶۲۱]

حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام مت کرو

سورۃ المائدۃ کی آیات ۸۷و۸۸ ہیں: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَاتُحَرِّمُوْا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ، وَلَا تَعْتَدُوْا، إِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلَالًا طَيِّبًا، وَاتَّقُوْا اللّٰهَ الَّذِيْ أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُوْنَ﴾: اے ایمان والو! حرام مت کرو ان ستھری چیزوں کو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں، اور حدود سے مت نکلو، بے شک اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے ۝ اور کھاؤ ان چیزوں سے جو اللہ نے تم کو دی ہیں درانحالیکہ وہ حلال وطیب ہیں، اور اللہ سے ڈرو، جن پر تم ایمان رکھتے ہو۔

تفسیر: ان آیتوں میں مثبت ومنفی پہلو سے ایک ہی حکم ہے کہ حلال وطیب چیزوں کو استعمال کرو، خواہ وہ مطعومات کے قبیل سے ہوں یا ملبوسات کے یا منکوحات کے، اور حرام کی طرف مت بڑھو، جن کو تقوی کا ہیضہ ہوتا ہے وہ حلال کو حرام کر لیتے ہیں، جیسے عیسائیوں کے راہبوں کا حال تھا، اور جو بد دین ہوتے ہیں ان کو حرام کے ارتکاب میں بھی باک نہیں ہوتا۔

حدیث: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نبی ﷺ کے ساتھ جہاد کرتے تھے، اور ہمارے ساتھ عورتیں نہیں ہوتی تھیں، پس ہم نے سوچا: کیا ہم خصی نہ ہو جائیں! پس آپؐ نے ہم کو اس سے روکا، پھر ہمیں اس کے بعد اجازت دی کہ ہم عورت سے نکاح کریں کپڑے کے عوض، پھر ابن مسعودؓ نے مذکورہ آیت پڑھی (یعنی متعہ کو حلال قرار دیا)

تشریح: متعہ: یعنی کچھ مدت کے لئے نکاح کرنا، اب پوری امت متفق ہے کہ حرام ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں،

البتہ اثنا عشری شیعہ اختلاف کرتے ہیں، ان کے یہاں متعہ نہ صرف جائز ہے بلکہ بعض راتوں میں بڑا کارِ ثواب ہے۔ متعہ کا رواج زمانۂ جاہلیت سے چلا آرہا تھا، اسلام کے دورِ اول میں ضرورت کی بنا پر اس کو جائز قرار دیا گیا تھا، پھر غزوۂ خیبر کے موقعہ پر اس کی حرمت کا اعلان کیا گیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک زمانہ تک متعہ کو جائز کہتے تھے، پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث سنائی کہ جنگ خیبر کے موقعہ پر نبی ﷺ نے میرے ذریعہ متعہ کی حرمت کا اعلان کرایا ہے تو ابن عباسؓ نے اپنے قول سے رجوع کرلیا، رجوع کی روایت ترمذی میں ہے (حدیث ۱۱۰۴ تحفۃ الالمعی ۳: ۵۵۳) اور باب کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ بھی متعہ کے جواز کے قائل تھے، مگر حاشیہ میں نوویؒ کے حوالہ سے ہے کہ بعد میں آپ نے رجوع کرلیا تھا۔

[۹-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لاَتُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ﴾

[٤٦١٥-] حدثنا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: كُنَّا نَغْزُوْ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، وَلَيْسَ مَعَنَا نِسَاءٌ، فَقُلْنَا: أَلَا نَخْتَصِي؟ فَنَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ، فَرَخَّصَ لَنَا بَعْدَ ذٰلِكَ أَنْ نَتَزَوَّجَ الْمَرْأَةَ بِالثَّوْبِ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لاَتُحَرِّمُوْا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ﴾[طرفاه: ٥٠٧١، ٥٠٧٥]

انگوری شراب، جُوا، جانور ذبح کرنے کے اَستھان اور فال کے تیر گندگی اور شیطان کا چرخہ ہیں

سورۃ المائدہ کی آیت ۹۰ ہے: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا! إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلاَمُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾: اے ایمان والو! انگوری شراب اور جُوا اور جانور ذبح کرنے کے اَستھان اور فال کے تیر گندی چیزیں اور شیطانی کام ہیں، پس اس شیطانی کام سے بچو تا کہ تم کامیاب ہوؤ۔

۱- خمر: انگوری شراب، انگور کا کچا شیرہ جب نشہ آور ہوجائے، مگر مجازاً ہر نشیلی شراب کو خمر کہہ دیتے ہیں، تاج العروس میں ہے: اور یہ جان لینا چاہئے کہ باتفاق ائمۂ لغت انگور کے کچے پانی کا جبکہ وہ نشہ آور ہو: خمر نام ہونا حقیقت ہے، حتی کہ خمر کا استعمال اس میں مشہور ہے، دوسری شرابوں میں جو مختلف ناموں سے موسوم ہیں اس کا استعمال مجازاً ہے (لغات القرآن لفظ خمر)

۲- الْمَيْسِر: اسم ومصدر، جُوا، سٹہ اور جُوا کھیلنا، یُسْر سے، چونکہ جُوا کھیلنے میں آسانی سے مال ہاتھ آجاتا ہے اس لئے اس کو میسر کہتے ہیں۔

۳- أنصاب: نُصُب کی جمع: تمام وہ چیزیں جو عبادت کے لئے نصب کی جائیں، خواہ مورتی ہو یا پتھر یا کچھ اور ——— اور مجاہدؒ وغیرہ سے مروی ہے کہ نُصُب وہ پتھر ہیں جو عبادت کے لئے نصب کئے گئے تھے، مشرکین ان پتھروں کی پوجا کرتے تھے اور ان کے پاس جانور بھی ذبح کرتے تھے ——— اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں: نُصُب: غیر اللہ کی عبادت کے لئے کھڑا کیا

ہوا پتھر ہے، جس پر زمانۂ جاہلیت میں جانور ذبح کئے جاتے تھے۔

۴-أزلام: زَلَم کی جمع ہے: وہ تیر جن میں پر لگے ہوئے نہیں ہوتے، زمانۂ جاہلیت کے عرب تیروں سے اپنی قسمت معلوم کیا کرتے تھے، اور سورۃ المائدہ آیت ۳ میں ہے: ﴿وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْأَزْلَامِ﴾: اور یہ کہ تقسیم کرو قرعہ کے تیروں کے ذریعہ، الاستقسام: تیروں کے ذریعہ قسمت شناسی، انہی تیروں کے ذریعہ مشترک چیزیں بانٹا بھی کرتے تھے، اور اہم کاموں میں مشورہ بھی لیا کرتے تھے، اس طرح کہ کسی تیر پر اجازت لکھی ہوتی تھی اور کسی پر ممانعت اور کسی پر کچھ لکھا ہوا نہیں ہوتا تھا، یہ تیر ایک تھیلے میں رہتے تھے، تھیلا ہلا کر ہاتھ ڈال کر ایک تیر نکالتے، اگر اجازت والا تیر نکلتا تو کام کرتے، اور ممانعت والا نکلتا تو کام کرنے سے باز رہتے، اور بے نشان تیر نکلتا تو پھر فال نکالتے، یہ محض اتفاق ہوتا تھا، اور اللہ تعالیٰ پر افتراء بھی، اس لئے قرآن نے اس کو حرام کیا۔

[۱۰-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمِلِ الشَّيْطَانِ﴾

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿الْأَزْلَامُ﴾: الْقِدَاحُ، يَقْتَسِمُوْنَ بِهَا فِي الْأُمُوْرِ. النُّصُبُ: أَنْصَابٌ، يَذْبَحُوْنَ عَلَيْهَا.

وَقَالَ غَيْرُهُ: الزَّلَمُ: الْقِدْحُ، لَارِيْشَ لَهُ، وَهُوَ وَاحِدُ الْأَزْلَامِ، وَالْإِسْتِقْسَامُ: أَنْ يُجِيْلَ الْقِدَاحَ، فَإِنْ نَهَتْهُ انْتَهَى، وَإِنْ أَمَرَتْهُ فَعَلَ مَا تَأْمُرُهُ، وَقَدْ أَعْلَمُوْا الْقِدَاحَ أَعْلَامًا بِضُرُوْبٍ يَسْتَقْسِمُوْنَ بِهَا، وَفَعَلْتُ مِنْهُ قَسَمْتُ، وَالْقُسُوْمُ مِنْهُ الْمَصْدَرُ.

ترجمہ: اور ابن عباسؓ نے فرمایا: الأزلام کے معنی ہیں: القِداح: بے پر اور بغیر پھل کا تیر، بانٹتے تھے عرب ان کے ذریعہ مشترک چیزوں کو............ اور نُصُب کی جمع أنصاب ہے، (پرستش کے) ان (پتھروں وغیرہ) پر جانور ذبح کیا کرتے تھے، اور ابن عباسؓ کے علاوہ نے کہا: زَلَم: کے معنی ہیں: قِدْح: فال کے وہ تیر جن میں پَر لگا ہوا نہیں ہوتا تھا، اور زَلَم: أزلام کا مفرد ہے............ اور استقسام: قسمت شناسی کا طریقہ یہ تھا کہ بے پَر کے تیروں کو (کعبہ کا مجاور) گھماتا تھا، پس اگر تیر اس کو منع کرتا تو کام سے رک جاتے اور اگر اس کو حکم دیتا تو وہ کام کرتے جس کا اس نے حکم دیا، اور عربوں نے بے پَر کے تیروں پر مختلف قسم کے نشان لگا رکھے تھے، ان کے ذریعہ قسمت آزمایا کرتے تھے اور استقسام کا مجرد قَسَم ہے اور اس کا مصدر قُسُوم ہے۔

[۴۶۱۶-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: نَزَلَ تَحْرِيْمُ الْخَمْرِ، وَإِنَّ بِالْمَدِيْنَةِ يَوْمَئِذٍ لَخَمْسَةَ أَشْرِبَةٍ، مَا فِيْهَا شَرَابُ الْعِنَبِ. [طرفه: ۵۵۷۹]

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: خمر (انگوری شراب) کی حرمت نازل ہوئی، اور بے شک مدینہ میں اس

وقت پانچ شرابیں رائج تھیں، ان میں انگور کی شراب نہیں تھی، یعنی شراب کی حرمت اگرچہ لفظ خمر سے نازل ہوئی ہے، مگر حکم تمام نشہ آور شرابوں کو عام ہے، جو پانچ شرابیں مدینہ میں پی جاتی تھیں وہ سب حرام ہیں۔

[٤٦١٧-] حدثنا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ، قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: مَاكَانَ لَنَا خَمْرٌ غَيْرُ فَضِيْخِكُمْ هٰذَا الَّذِىْ تُسَمُّوْنَهُ الفَضِيْخَ فَإِنِّىْ لَقَائِمٌ أَسْقِى أَبَا طَلْحَةَ وَفُلاَنًا وَفُلاَنًا، إِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: وَهَلْ بَلَغَكُمُ الْخبَرُ؟ فَقَالُوْا: وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ: حُرِّمَتِ الْخَمْرُ، قَالُوْا: أَهْرِقْ هٰذِهِ القِلاَلَ يَا أَنَسُ، قَالَ: فَمَا سَأَلُوْا عَنْهَا وَلاَ رَاجَعُوْهَا بَعْدَ خَبَرِ الرَّجُلِ. [راجع: ٢٤٦٤]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نہیں تھی ہمارے لئے خمر (انگوری شراب یعنی اس کا رواج نہیں تھا) تمہاری اس کچی کھجور کی شراب کے علاوہ، جس کو تم فَضِیْخ کہتے ہو، پس بے شک میں کھڑا تھا اور ابوطلحہ اور فلاں فلاں کو شراب پلا رہا تھا یعنی شراب کی محفل جمی ہوئی تھی کہ اچانک ایک آدمی آیا، اور اس نے کہا: آپ لوگوں کو اطلاع ملی؟ انھوں نے پوچھا: کس بات کی؟ اس نے کہا: خمر حرام کردی گئی، ان حضرات نے کہا: انس! یہ مٹکے ریڑھ دے، انسؓ نے کہا: پس نہیں پوچھا انھوں نے حرمت کے بارے میں اور نہ اس کی حرمت کی تحقیق کی اس آدمی کی اطلاع دہی کے بعد۔

تشریح: اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

۱- شراب کی حرمت اگرچہ لفظ خمر سے نازل ہوئی ہے، مگر حکم تمام شرابوں کو عام ہے، چنانچہ شراب کی محفل میں 'فضیخ' پی جارہی تھی، فضیخ: کچی کھجور کی شراب کو کہتے ہیں جسے پکایا نہ گیا ہو، اہل محفل نے اس کو بھی خمر کا مصداق سمجھا اور اس کو پھینکوا دیا۔

۲- ایک آدمی کی خبر جب قرائن سے گھری ہوئی ہو تو مفید علم ہوتی ہے، چونکہ شرابوں کے سلسلہ میں معلوم تھا کہ کسی دن اس کی حرمت نازل ہوگی، اس لئے جب ایک آدمی نے خبر دی تو یقین آگیا، اور مزید تحقیق کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

[٤٦١٨-] حدثنا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: صَبَّحَ أُنَاسٌ غَدَاةَ أُحُدٍ الْخَمْرَ، فَقُتِلُوْا مِنْ يَوْمِهِمْ جَمِيْعًا شُهَدَاءَ، وَذٰلِكَ قَبْلَ تَحْرِيْمِهَا. [راجع: ٢٨١٥]

ترجمہ: کچھ لوگوں نے جنگ احد کے موقعہ پر صبح کے وقت شراب پی، پھر وہ سب اسی دن شہید کئے گئے، اور یہ بات خمر کی حرمت سے پہلے کی ہے (یہ حدیث پہلے آچکی ہے)

[٤٦١٩-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ الحَنْظَلِيُّ، حَدَّثَنَا عِيْسَى، وَابْنُ إِدْرِيْسَ، عَنْ أَبِىْ حَيَّانَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ عَلٰى مِنْبَرِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: أَمَّا بَعْدُ! أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ نَزَلَ تَحْرِيْمُ الْخَمْرِ وَهِىَ مِنْ خَمْسَةٍ: مِنَ الْعِنَبِ وَالتَّمْرِ وَالْعَسَلِ وَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ، وَالْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ. [طرفه: ٥٥٨١، ٥٥٨٨، ٥٥٨٩، ٧٣٣٧]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر نبوی سے خطاب فرمایا: لوگو! جب خمر کی حرمت نازل ہوئی تو پانچ چیزوں کی شراب رائج تھی: انگور کی، چھوہاروں کی، شہد کی، گیہوں کی اور جَو کی، اورخمر: وہ ہے جوعقل کو چھپائے۔

تشریح: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو یہ بات سمجھائی کہ شراب کی حرمت اگر چہ لفظ خمر سے نازل ہوئی ہے مگر حکم عام ہے، ہر نشہ آور چیز حرام ہے، معلوم ہوا کہ خمر در حقیقت انگوری شراب ہے، مگر اشتراک علت کی وجہ سے حکم تمام شرابوں کو عام ہے، مگر تخصیص کی وجہ بھی کوئی ہونی چاہئے، اوراحکام مرتب کرتے وقت اس کا لحاظ کرنا چاہئے، حنفیہ نے اس کا لحاظ کیا ہے۔ یہ بحث مفصل تحفۃ الالمعی (۵:۲۰۱-۲۱۰) میں ہے، اس کی مراجعت کی جائے۔

حلال چیز کھانے پینے میں کوئی گناہ نہیں، جبکہ مدارج ایمان وتقوی میں ترقی کرتا رہے

سورۃ المائدہ کی آیت ۹۳ ہے: ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسَنُوْا، وَاللّٰهُ يحِبُ الْمُحْسِنِيْنَ﴾: ان لوگوں پر جوایمان لائے اورانھوں نے نیک کام کئے کوئی گناہ نہیں اس چیز میں جوانھوں نے کھائی، جبکہ (آئندہ کو) ڈریں، ایمان رکھیں، اور نیک عمل کریں، پھر ڈرتے رہیں اور ایماندار رہیں، پھر ڈرتے رہیں اور نیکوکار رہیں یعنی پوری زندگی ایسی ہی گذاریں، اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتے ہیں۔

تفسیر: یہ آیت تحریم خمر کی آیات کے بعد ہے، جب تحریم خمر کی آیات نازل ہوئیں تو صحابہ نے پوچھا: ان مسلمانوں کا کیا حال ہوگا جنھوں نے حرمت خمر نازل ہونے سے پہلے شراب پی، پھر اسی حالت میں وہ انتقال کر گئے، جیسے جنگ احد میں بعض صحابہ شراب پی کر میدان میں اترے اور اسی دن شہید ہوگئے: ان کے بارے میں سوال ہوا تو یہ آیت اتری کہ جب انھوں نے شراب حلال ہونے کے زمانہ میں پی تھی تو اس میں کیا گناہ ہے؟ جب وہ ایماندار اور نیکوکار تھے تو کسی بھی حلال چیز کے کھانے پینے میں کوئی گناہ نہیں۔

اس آیت میں ایک دوسرا مضمون بھی ساتھ ساتھ بیان ہوا ہے، جس کی وجہ سے آیت ذرا مشکل ہوگئی ہے، اس مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ نیکی اور تقوی میں استمرار ودوام ضروری ہے، اور اس کی آخری منزل مرتبہ احسان ہے —— اس کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے ﴿آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ﴾ کا تعلق شراب پینے کے زمانہ سے ہے جبکہ وہ حلال تھی، اور دوسرے ﴿اتَّقَوْا وَآمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ﴾ کا تعلق شراب حرام ہونے کے بعد کے زمانہ سے ہے یعنی جب شراب حرام ہوگئی تو انھوں نے اس کو ہاتھ نہیں لگایا، تقوی، ایمان (یقین) اور نیک عمل کرتے رہے، اور تیسرے ﴿اتَّقَوْا و آمَنُوْا﴾ میں استمرار ودوام کا بیان ہے یعنی ان کی یہ حالت مستمر رہی، اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی، اور آخری ﴿اتَّقَوْا وَأَحْسَنُوْا﴾ کا تعلق مرتبہ احسان سے ہے یعنی وہ تقوی، ایمان اور عمل صالح پر ایسے جمے کہ مرتبۂ احسان تک پہنچ گئے اور کامیاب ہوگئے، ایسے ہی بندوں کو اللہ

تعالیٰ دوست رکھتے ہیں (اور حدیث ابھی گذری ہے)

[۱۱-] بَابُ قَوْلُهُ: ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْا﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ [المائدة: ٩٣]

[٤٦٢٠-] حدثنا أَبُوْ النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ الْخَمْرَ الَّتِيْ أُهْرِيْقَتِ الْفَضِيْخُ.

وَزَادَنِيْ مُحَمَّدٌ عَنْ أَبِي النُّعْمَانِ قَالَ: كُنْتُ سَاقِيَ الْقَوْمِ فِي مَنْزِلِ أَبِيْ طَلْحَةَ، فَنَزَلَ تَحْرِيْمُ الْخَمْرِ، فَأَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادَى، فَقَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ: فَاخْرُجْ فَانْظُرْ مَا هٰذَا الصَّوْتُ؟ قَالَ: فَخَرَجْتُ فَقُلْتُ: هٰذَا مُنَادٍ يُنَادِيْ: أَلَا إِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ. فَقَالَ لِيْ: اذْهَبْ فَأَهْرِقْهَا. قَالَ: فَجَرَتْ فِيْ سِكَكِ الْمَدِيْنَةِ. قَالَ: وَكَانَتْ خَمْرُهُمْ يَوْمَئِذٍ الْفَضِيْخَ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: قُتِلَ قَوْمٌ وَهِيَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ، قَالَ: فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْا﴾ [راجع: ٢٤٦٤]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ خمر جو پھینک دی گئی تھی: فضیخ (کچی کھجور کی شراب) تھی ـــــ اتنی بات امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے استاذ ابوالنعمان سے براہ راست سنی ہے، باقی روایت محمد بن سلام کے واسطہ سے سنی ہے، انسؓ کہتے ہیں: میں ابوطلحہؓ کے گھر میں لوگوں کو شراب پلا رہا تھا، پس خمر کی حرمت نازل ہوئی، نبی ﷺ نے ایک اعلان کرنے والے کو حکم دیا، اس نے اعلان کیا، ابوطلحہؓ نے کہا: باہر جا اور دیکھ کیا اعلان ہو رہا ہے؟ انسؓ نے کہا: میں باہر نکلا اور آ کر کہا: یہ ایک اعلان کرنے والا ہے جو اعلان کر رہا ہے: سنو! بے شک خمر حرام کر دی گئی! پس ابوطلحہؓ نے مجھ سے کہا: جا اور شراب کو پھینک دے، انسؓ کہتے ہیں: پس شراب مدینہ کی گلیوں میں بہی، انسؓ نے کہا: اور لوگوں کی شراب اس زمانہ میں فضیخ تھی، پس بعض لوگوں نے کہا: کچھ لوگ مارے گئے درانحالیکہ شراب ان کے پیٹوں میں تھی، انسؓ نے کہا: پس اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدہ کی آیت ۹۳ اتاری۔

فضول باتیں پوچھنے کی ممانعت

سورۃ المائدہ کی آیت ۱۰۱ ہے: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَاتَسْأَلُوْا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ، وَإِنْ تَسْأَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَ لَكُمْ، عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا، وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾: اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے بارے میں مت پوچھو کہ اگر وہ تم پر کھول دی جائیں تو تم کو بری لگیں، اور اگر پوچھو گے تم ایسی باتیں جبکہ قرآن نازل ہو رہا ہے تو وہ تم پر کھول دی جائیں گی، اللہ تعالیٰ نے سوالات گذشتہ سے درگذر کیا اور اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے بُردبار ہیں۔

شانِ نزول: امام بخاری رحمہ اللہ نے آیت کے شانِ نزول میں دو روایتیں ذکر کی ہیں:

پہلی روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ایک تقریر فرمائی، میں نے ایسی تقریر کبھی نہیں سنی تھی، فرمایا: ''اگر تم جانتے وہ جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنستے، اور بہت زیادہ روتے!'' انسؓ نے کہا: پس صحابہ نے اپنے چہرے ڈھانک لئے، ان کے لئے آواز تھی یعنی وہ آواز سے رونے لگے۔ پس ایک آدمی نے پوچھا: میرا باپ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: فلاں، پس یہ آیت نازل ہوئی۔

دوسری روایت: ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: کچھ لوگ ہنسی کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ سے پوچھتے تھے، ایک آدمی پوچھتا میرا باپ کون ہے؟ دوسرا جس کی اونٹنی گم ہوگئی تھی: پوچھتا: میری اونٹنی کہاں ہے؟ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں سورۃ المائدۃ کی آیت ۱۰۱ اتاری.......... یہاں تک کہ فارغ ہوئے ساری آیت سے یعنی پوری آیت نازل ہوئی۔

تشریح: یہ دونوں روایتیں ایک ہیں، کسی سفر میں کسی صحابی کا اونٹ گم ہوگیا، اس نے نبی ﷺ سے دریافت کیا، آپؐ نے لاعلمی کا اظہار کیا، اس پر چند منافقین نے ایک جگہ بیٹھ کر تبصرہ کیا کہ آسمان کی خبریں تو دیتے ہیں، اور اونٹ کہاں ہے اس کی خبر نہیں! آپؐ کو یہ بات وحی سے بتائی گئی، آپؐ نے ان لوگوں کو طلب کیا، اور پوچھا: تم نے یہ کہا؟ انھوں نے کہا: ہم ہنسی دل لگی کر رہے تھے، پس آپؐ نے تقریر فرمائی، جس کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے ایسی تقریر کبھی نہیں سنی، اس تقریر میں آپؐ نے فرمایا: ''اگر تم جانتے وہ جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے!'' یہ بات آپؐ نے ان منافقین کے تعلق سے فرمائی تھی کہ اگر تمہیں آخرت کے احوال کا علم ہوجاتا تو تمہاری ہنسی دل لگی فرو ہوجاتی پھر فرمایا: میں وہی باتیں جانتا ہوں جو وحی سے بتلائی جاتی ہیں، اونٹ فلاں جگہ کھڑا ہے، اس کی نکیل درخت کی شاخوں میں اٹک گئی ہے، چنانچہ وہ اونٹ اسی جگہ ملا، پھر فرمایا: میں جب تک یہاں کھڑا ہوں جو بات پوچھو گے جواب دونگا، دو صحابہ موقعہ کی نزاکت نہیں سمجھے، اور انھوں نے پوچھا کہ ان کا باپ کون ہے؟ ان کے نسب میں طعن کیا جاتا تھا، آپؐ نے بتلایا: تمہارے باپ فلاں فلاں ہیں، یہ فضول باتیں تھیں۔

اس قسم کی باتوں کے بارے میں مذکورہ آیت نازل ہوئی، صحابہ آپؐ کی ناراضگی کو سمجھ رہے تھے، وہ سر چھپا کر آواز سے رونے لگے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بار بار کہا: ہم اللہ کے رب ہونے پر، آپؐ کے رسول ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر خوش ہیں: تب آپؐ کی ناراضگی دور ہوئی۔

[۱۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿لَاتَسْئَلُوْا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾

[۴۶۲۱-] حدثنا مُنْذِرُ بْنُ الْوَلِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْجَارُوْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِيْ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُوْسَى بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم خُطْبَةً مَا سَمِعْتُ مِثْلَهَا قَطُّ، قَالَ: '' لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا'' قَالَ: فَغَطَّى أَصْحَابُ رَسُوْلِ

اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وُجُوْهَهُمْ، لَهُمْ حَنِيْنٌ، فَقَالَ رَجُلٌ: مَنْ أَبِيْ؟ قَالَ: فُلَانٌ، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿لاَتَسْئَلُوْا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ رَوَاهُ النَّضْرُ، وَرَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، عَنْ شُعْبَةَ.[راجع: ۹۳]

[۴۶۲۲-] حدثنا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ النَّضْرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ خَيْثَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ الْجُوَيْرِيَةِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ قَوْمٌ يَسْأَلُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اسْتِهْزَاءً، فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ: مَنْ أَبِيْ؟ وَيَقُوْلُ الرَّجُلُ تَضِلُّ نَاقَتُهُ: أَيْنَ نَاقَتِيْ؟ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِمْ هٰذِهِ الآيَةَ: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لاَتَسْئَلُوْا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ حَتّٰى فَرَغَ مِنَ الآيَةِ كُلِّهَا.

بحیرۃ، سائبہ، وصیلہ اور حامی کو اللہ تعالیٰ نے مشروع نہیں کیا، یہ مشرکین کا اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے

سورۃ المائدہ کی آیت ۱۰۳ ہے: ﴿مَاجَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَلاَ سَائِبَةٍ وَلاَ وَصِيْلَةٍ وَلاَ حَامٍ، وَلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ، وَأَكْثَرُهُمْ لاَ يَعْقِلُوْنَ﴾: نہیں مشروع کیا اللہ تعالیٰ نے بحیرہ کو اور نہ سائبہ کو اور نہ وصیلہ کو اور نہ حامی کو، لیکن جو لوگ کافر ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ لگاتے ہیں، اور اکثر کافر عقل نہیں رکھتے۔

۱- بحیرۃ: وہ جانور ہے جس کا دودھ بتوں کے نام پر روک لیتے تھے، اس کو کوئی دوہتا نہیں تھا۔

۲- سائبہ: وہ جانور ہے جس کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے، اس سے کوئی کام نہیں لیتے تھے، جیسے ہمارے ملک میں لوگ سانڈ چھوڑ دیتے ہیں، اسی طرح عرب اونٹ چھوڑ دیتے تھے، اور اس کا رواج عمرو بن لُحی نے ڈالا تھا، جیسا کہ حدیثِ مرفوع میں ہے۔

۳- وصیلہ: وہ اونٹنی ہے جو پہلی بار مادہ بچہ جنے، پھر دوسری بار بھی مادہ بچہ جنے، درمیان میں نر بچہ نہ جنے: اس کو بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔

۴- حامی: وہ نر اونٹ ہے جو خاص شمار سے جفتی کر چکا ہوتا تھا، اس کو بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے (حام: میں شاید ترخیم ہے آخر سے ی حذف کر دی ہے)

اور باب کے شروع میں تین باتیں بیان کی ہیں:

پہلی بات: سورۃ المائدۃ آیت ۱۰۹ میں ہے: قیامت کے دن تمام رسولوں سے ان کی امتوں کے سامنے سوال و جواب ہونگے، پھر آیت ۱۱۶ سے آخر تک عیسیٰ علیہ السلام سے سوال و جواب کا ذکر ہے۔

سوال: کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو بھی اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنالینا؟

جواب: سبحان اللہ! میں ایسی بات کیسے کہہ سکتا ہوں جو میرے لائق نہیں (الی آخرہ)

پھر آخر میں ارشاد ہے: ﴿قَالَ اللّٰهُ: هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِيْنَ صِدْقُهُمْ﴾: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آج سچوں (ہی) کو ان کا سچ نفع پہنچائے گا۔

سوال: عیسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال وجواب قیامت کے دن ہونگے یا ان کے رفع سماوی سے پہلے ہو چکے؟

جواب: اس میں اختلاف ہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ یہ سوال وجواب ہو چکے، کیونکہ آیت ۱۱۶ میں ہے: ﴿وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ: يَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ! ءَ أَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ﴾ الآیۃ: اس میں قال فعل ماضی ہے اور إذ بھی ماضی کے لئے آتا ہے، مگر یہ رائے صحیح نہیں، دوسری رائے یہ ہے کہ یہ سوال وجواب قیامت کے دن ہونگے، اور قال (ماضی) یقول (مضارع) کے معنی میں ہے، اور تحقق وقوع کی طرف اشارہ کرنے کے لئے آئندہ ہونے والی بات کو فعل ماضی سے تعبیر کیا ہے، اور إذ صلہ (زائد) ہے، یہ ابوعبیدۃ کی تفسیر ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو بعینہ نقل کیا ہے، اور انھوں نے دلیل میں آیت ۱۱۹ پیش کی ہے، ارشادِ پاک ہے: ﴿قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ﴾ الآیۃ: اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: آج کا دن (الی آخرہ)

یہ قال بالیقین یقول کے معنی میں ہے، اور قرینہ هذا یوم ہے یعنی قیامت کا دن —— اور ابوعبیدہؒ نے إذ کو جو زائدہ کہا ہے: اس کی ضرورت نہیں، إذ صورتِ واقعہ کے استحضار کے لئے بھی آتا ہے، إذ: ظرف زمان ہے اور مفسرین اس سے پہلے اذکر پوشیدہ مانتے ہیں، یعنی وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے (تھانویؒ)

نوٹ: اس دوسری تفسیر کی تائید ایک مرفوع حدیث سے بھی ہوتی ہے، جو ترمذی (حدیث ۳۰۸۶) میں ہے، دیکھیں تحفۃ الالمعی (۷:۲۳۳)

دوسری بات: مائدۃ: اگرچہ اسم فاعل واحد مؤنث ہے، مگر وہ اسم مفعول کے معنی میں ہے (یہ بھی ابوعبیدہؒ اور بصری ادباء کی رائے ہے) جیسے: عیشة راضیة (القارعۃ آیت ۷) اس میں راضیة: مرضیة (اسم مفعول) کے معنی میں ہے، یعنی خاطر خواہ آرام —— اور تطلیقة بائنة: جدا کرنے والی طلاق، اس میں بھی بائنة: اسم مفعول کے معنی میں ہے (مگر حاشیہ میں اس پر اعتراض ہے کہ بائنۃ کے معنی ہیں: جدا کرنے والی یعنی نکاح کو ختم کرنے والی، پس یہ اسم فاعل کے معنی میں ہے) اور مائدہ کے معنی ہیں: کھانا لگا ہوا دسترخوان جو کسی کے لئے مہیا کیا جائے، اور اس کا فعل باب ضرب سے ماد الشیئُ یمید میدًا آتا ہے، اس کے معنی ہیں: ہلنا، ڈگمگانا۔

تیسری بات: سورۃ آلِ عمران آیت ۵۵ میں ہے: ﴿إِذْ قَالَ اللّٰهُ: يَا عِيْسَى إِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾: یاد کرو وہ وقت جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے عیسیٰ! میں تم کو وفات دینے والا ہوں، اور (فی الحال) میں تم کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تمہیں ان لوگوں سے پاک کرنے والا (بچانے والا) ہوں جو تمہارا انکار کرتے ہیں یعنی تم کو پیغمبر نہیں مانتے یعنی یہود بے بہبود سے —— متوفی: اسم فاعل واحد مذکر مضاف، ك ضمیر واحد مذکر مضاف الیہ: تجھے وفات دینے والا ہوں، یہ ترجمہ حضرت ابن عباسؓ نے کیا ہے، اور اس میں اس وفات کا تذکرہ ہے جو قیامت سے پہلے آسمان سے نزول کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کو آئے گی، اور اس کی تقدیم عیسائیوں کا شبہ رفع کرنے کے لئے ہے، رفع عیسیٰ سے عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت وابنیت پر استدلال کیا ہے کہ ان کو آسمان پر اٹھا لیا گیا، ان کو موت نہیں آئی، یہ دلیل

ہے کہ وہ محض بشر نہیں تھے، ان کو بتلایا کہ ٹھیک ہے ابھی موت نہیں آئی، مگر کسی دن ان کو بھی موت آئے گی، پس ان میں الوہیت کی شان کیسے ہوسکتی ہے؟ غرض پہلے ہی عیسائیوں کے استدلال کی جڑ کاٹ دی، پھر فرمایا: (فی الحال) میں تم کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں (الی آخرہ)

سوال: اس لفظ کے معنی تو سورۃ آلِ عمران میں بیان کرنے چاہئے تھے، یہاں کیوں بیان کئے؟

جواب: اس سورت میں آیت ۱۱۷ میں ﴿تَوَفَّيْتَنِيْ﴾ آیا ہے، اس لئے مادہ مشترک ہونے کی وجہ سے ﴿مُتَوَفِّيْكُمْ﴾ کے معنی بیان کئے ہیں۔

[۱۳-] بَابُ قَوْلُهُ: ﴿مَاجَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَلاَ سَائِبَةٍ وَلاَ وَصِيْلَةٍ وَلاَ حَامٍ﴾

[۱-] ﴿وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ﴾: يَقُوْلُ ﴿قَالَ اللّٰهُ﴾ وَ﴿إِذْ﴾ هَاهُنَا صِلَةٌ. [۲-] الْمَائِدَةُ: أَصْلُهَا مَفْعُوْلَةٌ، كَعِيْشَةٍ رَاضِيَةٍ، وَتَطْلِيْقَةٍ بَائِنَةٍ، وَالْمَعْنَى: مِيْدَ بِهَا صَاحِبُهَا مِنْ خَيْرٍ، يُقَالُ: مَا دَنِيْ يَمِيْدُنِيْ.

[۳-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿مُتَوَفِّيْكَ﴾ مُمِيْتُكَ.

ترجمہ مع وضاحت: (۱) ﴿وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ﴾ میں قال بمعنی یقول ہے (یعنی فعل ماضی: مضارع کے معنی میں ہے، اور دلیل) ﴿قَالَ اللّٰهُ﴾ ہے (جو آیت ۱۱۹ میں ہے، وہ بالیقین مضارع کے معنی میں ہے، اور واقعہ ایک ہے، پس پہلا قال بھی مضارع کے معنی میں ہے) اور ﴿إِذْ﴾ صلہ (زائدہ) ہے ــــ (۲) المائدة (الفاعلة) کی اصل مفعولۃ ہے یعنی یہ اسم فاعل بمعنی اسم مفعول ہے، جیسے عیشة راضیةاور تطلیقة بائنة میں اسم فاعل بمعنی اسم مفعول ہے۔ اور المائدة کے معنی ہیں: اچھی خوراک مہیا کیا گیا اس کے ذریعہ صاحبِ مائدۃ یعنی لذیذ کھانا چنا ہوا دسترخوان جو کسی کے سامنے پیش کیا جائے، کہا جاتا ہے ماد یمید یعنی اس کا فعل باب ضرب سے آتا ہے۔ (۳) اور ابن عباسؓ نے فرمایا: متوفیك کے معنی ہیں: ممیتك یعنی میں تم کو (آئندہ) موت دینے والا ہوں (جاننا چاہئے کہ اسم فاعل: مضارع سے بنتا ہے، اس لئے اس میں بھی مضارع کی طرح دونوں زمانے (حال اور استقبال) ہوتے ہیں، مگر دونوں ساتھ مراد نہیں ہوتے، ایک وقت میں ایک ہی زمانہ مراد ہوتا ہے، پس متوفی اور ممیت میں زمانہ مستقبل مراد ہے)

[۴۶۲۳-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ:

[۱-] الْبَحِيْرَةُ الَّتِيْ يُمْنَعُ دَرُّهَا لِلطَّوَاغِيْتِ فَلاَ يَحْلُبُهَا أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ.

[۲-] وَالسَّائِبَةُ الَّتِيْ كَانُوْا يُسَيِّبُوْنَهَا لِآلِهَتِهِمْ لاَ يُحْمَلُ عَلَيْهَا شَيْئٌ. قَالَ: وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرٍ الْخُزَاعِيَّ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ، كَانَ أَوَّلَ مَنْ

سَيَّبَ السَّوَائِبَ''

[٣-] وَالْوَصِيْلَةُ: النَّاقَةُ الْبِكْرُ تُبْكِرُ فِي أَوَّلِ نِتَاجِ الإِبِلِ، ثُمَّ تُثَنِّيْ بَعْدُ بِأُنْثَى وَكَانُوْا يُسَيِّبُوْنَهَا لِطَوَاغِيْتِهِمْ أَنْ وَصَلَتْ إِحْدَاهُمَا بِالْأُخْرَى لَيْسَ بَيْنَهُمَا ذَكَرٌ.

[٤-] وَالْحَامُ: فَحْلُ الإِبِلِ يَضْرِبُ الضِّرَابَ الْمَعْدُوْدَ، فَإِذَا قَضَى ضِرَابَهُ وَدَعُوْهُ لِلطَّوَاغِيْتِ وَأَعْفَوْهُ مِنَ الْحَمْلِ فَلَمْ يُحْمَلْ عَلَيْهِ شَيْئٌ وَسَمَّوْهُ الْحَامِ.

وَقَالَ لِيْ أَبُوْ الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيْدًا، قَالَ: يُخْبِرُهُ بِهٰذَا، قَالَ: وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ. وَرَوَاهُ ابْنُ الْهَادِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم. [راجع: ٣٥٢١]

ترجمہ مع وضاحت: صالح بن کیسان: ابن شہاب زہریؒ سے، اور وہ سعید بن المسیبؒ سے بصیغۂ عن روایت کرتے ہیں، سعیدؒ نے کہا:

(۱) **بحیرۃ:** وہ اونٹنی ہے جس کا دودھ مورتیوں کے لئے روکا جاتا تھا، پس اس کو کوئی نہیں دوہتا تھا۔

(۲) **اور سائبہ:** وہ اونٹنی ہے جس کو عرب اپنے معبودوں (کی خوشنودی) کے لئے آزاد چھوڑا کرتے تھے، اس پر کچھ لادا نہیں جاتا تھا، یعنی اس سے کام نہیں لیا جاتا تھا۔ حضرت سعیدؒ نے کہا: اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے عمرو بن عامر خزاعی یعنی ابن لحی کو دیکھا: وہ اپنی آنتیں دوزخ میں گھسیٹ رہا ہے، وہ پہلا شخص ہے جس نے سائبہ جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑا (اسی مناسبت سے حضرت سعیدؒ نے یہ حدیث اس جگہ بیان کی ہے)

(۳) **اور وصیلہ:** وہ جوان اونٹنی ہے جو اول وقت کرے اونٹوں کو جننے کی ابتداء میں، پھر ملائے اس کے بعد مادہ بچہ یعنی پہلے دو بچے مسلسل مادہ جنے، اور عرب اس اونٹنی کو چھوڑا کرتے تھے اپنی مورتیوں کے لئے، بایں وجہ کہ ملایا ہے اس نے ایک کو دوسرے کے ساتھ، نہیں ہے دونوں کے درمیان نر بچہ یعنی اس کی اس خوبی کی وجہ سے اس کو آزاد کر دیتے تھے، بکر (ن) بُکورا: اول وقت کوئی کام کرنا............ ثَنَّى العمل: کام کے ساتھ دوسرا کام ملانا۔

(۴) **اور حام:** مذکر اونٹ ہے، جفتی کرتا تھا وہ متعین تعداد سے، پس جب وہ اپنی جفتی کی تعداد پوری کر لیتا تو عرب اس کو مورتیوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے، اور اس کو بوجھ لادنے سے معاف کر دیا کرتے تھے، چنانچہ اس پر لادتے نہیں تھے اور وہ لوگ اس کو حام کہتے تھے۔

ملحوظہ: سندوں کی تفصیل عمدۃ القاری میں ہے۔

[٤٦٢٤-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِيْ يَعْقُوْبَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْكَرْمَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:

"رَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا، وَرَأَيْتُ عَمْرًا يَجُرُّ قُصْبَهُ، وَهُوَ أَوَّلُ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ"
[راجع: ١٠٤٤]

نوٹ: حالت نصبی میں عمرو کا واؤنہیں لکھتے، کیونکہ الف کی وجہ سے عمر سے اشتباہ ختم ہوجاتا ہے۔

دنیا سے تشریف بری کے بعد انبیاء کو امت کے احوال کی خبر نہیں ہوتی

سورۃ المائدہ آیت ۱۱۷ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے: ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ، فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ، وَأَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾: اور میں ان پر مطلع رہا جب تک ان میں رہا، پھر جب آپ نے مجھے اٹھالیا تو آپ ان پر مطلع رہے، اور آپ ہر چیز کی پوری خبر رکھتے ہیں (تھانویؒ)

تفسیر: انبیاء علیہم السلام عالم الغیب نہیں، جب تک وہ دنیا میں رہتے ہیں امت کے احوال سے واقف رہتے ہیں، اسی لئے قیامت کے دن وہ اپنے زمانہ کے لوگوں پر گواہ بنیں گے، پھر جب وہ دنیا سے گذر جاتے ہیں تو امت کن احوال سے گذرتی ہے: اس کا انبیاء کو علم نہیں ہوتا ــــ رہا عرضِ اعمال تو وہ اجمالاً ہوتا ہے، ہر ہر امتی کے احوال تفصیل سے نہیں بتائے جاتے ــــ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی یہی عرض کریں گے کہ میں جب تک ان میں رہا ان کے احوال سے واقف رہا، پھر جب آپ نے مجھے اٹھالیا تو مجھے پیچھے کی کچھ خبر نہیں ــــ اور حدیث میں ہے کہ فرشتے نبی ﷺ سے عرض کریں گے: یہ لوگ برابر اپنی ایڑیوں پر پلٹے رہے جب سے آپ ان سے جدا ہوئے، پس نبی ﷺ وہی بات کہیں گے جو عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے، اور حدیث تحفۃ القاری (۶: ۵۶۴) میں گذر چکی ہے۔

[١٤-] بَابُ قَوْلُهُ: ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾

[٤٦٢٥-] حدثنا أَبُوْ الْوَلِيْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ النُّعْمَانِ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: "يٰأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ إِلَى اللّٰهِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلاً- ثُمَّ قَالَ: ﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ﴾ إِلٰى آخِرِ الآيَةِ – ثُمَّ قَالَ: أَلاَ وَإِنَّ أَوَّلَ الْخَلاَئِقِ يُكْسَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيْمُ، أَلاَ وَإِنَّهُ يُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنْ أُمَّتِيْ فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ، فَأَقُوْلُ يَا رَبِّ! أُصَيْحَابِيْ، فَيُقَالُ: إِنَّكَ لاَ تَدْرِيْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ، فَأَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ: ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ﴾ فَيُقَالُ: إِنَّ هٰؤُلاَءِ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ" [راجع: ٣٣٤٩]

انبیاء قیامت کے دن کافروں کے حق میں کلمۂ خیر کہیں گے

سورۃ المائدہ آیت ۱۱۸ میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کفار کے حق میں عرض کریں گے: ﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ، وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾: اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں یعنی آپ کو سزا دینے کا حق ہے، اور اگر آپ ان کو معاف کردیں تو آپ زبردست حکمت والے ہیں، یہ کلمۂ خیر ہے، نبی ﷺ بھی اپنی امت کے کفار کے حق میں یہ کلمۂ خیر کہیں گے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار بھی انبیاء کی امتِ دعوت ہیں، اس لئے انبیاء ان کے حق میں دنیا میں ہدایت کی دعا کرتے ہیں اور آخرت میں کلمۂ خیر کہیں گے، مگر وہ ان کے حق میں مفید نہیں ہوگا۔

[۱۵-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

[٤٦٢٦-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " إِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ، وَإِنَّ نَاسًا يُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ، فَأَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ: ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ [راجع: ٣٣٤٩]

﴿الحمدللہ! سورۃ المائدۃ کی تفسیر پوری ہوئی﴾

سورۃ الانعام کی تفسیر

[٦] سورة الأنعام

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ:

[١-] ﴿فِتْنَتَهُمْ﴾: مَعْذِرَتَهُمْ. [٢-] ﴿مَعْرُوْشٰتٍ﴾: مَا يُعْرَشُ مِنَ الْكَرْمِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ. [٣-] ﴿لِأُنْذِرَكُمْ بِهِ﴾ يَعْنِيْ أَهْلَ مَكَّةَ. [٤-] ﴿حَمُوْلَةً﴾: مَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا. [٥-] ﴿وَلَلَبَسْنَا﴾: لَشَبَّهْنَا. [٦-] ﴿يَنْئَوْنَ﴾: يَتَبَاعَدُوْنَ. [٧-] ﴿تُبْسَلَ﴾: تُفْضَحَ. ﴿أُبْسِلُوْا﴾: فُضِحُوْا. [٨-] ﴿بَاسِطُوْا أَيْدِيْهِمْ﴾: الْبَسْطُ: الضَّرْبُ.

غریب القرآن کے معانی

۱- لفظ فتنہ متعدد معانی میں مستعمل ہے، سورۃ الانعام آیت ۲۳ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فتنہ کا ترجمہ 'معذرت' کیا ہے یعنی فریب، بہانہ۔ پہلے آیت ۲۲ ہے: ''جس دن اللہ تمام خلائق کو جمع کریں گے یعنی قیامت کے دن

مشرکوں سے پوچھیں گے: تمہارے وہ شرکاء جن کے معبود ہونے کا تم دعوی کرتے تھے: کہاں ہیں؟ تمہاری مدد کے لئے کیوں نہیں آتے؟ ﴿ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّآ أَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾: پھر نہیں ہوگا ان کا بہانہ مگر یہ کہ کہیں گے: ہمارے رب اللہ کی قسم! ہم مشرک نہیں تھے، یہ محض فریب اور جھوٹا بہانہ ہوگا، ارشادِ پاک ہے: ﴿أُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ، وَضَلَّ عَنْهُمْ مَاكَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾: دیکھ! کس طرح جھوٹ بولا انھوں نے اپنی جانوں پر، اور غائب ہوگئے وہ سب معبود جن کو وہ جھوٹ موٹ تراشا کرتے تھے۔

۲-سورۃ الانعام آیت ۱۴۱ میں لفظ معروشات آیا ہے، ابن عباسؓ نے اس کے معنی کئے ہیں: انگور وغیرہ کی بیلیں جو ٹٹیوں (چھتریوں) پر چڑھائی جاتی ہیں: ﴿هُوَ الَّذِیْ أَنْشَأَ جَنَّاتٍ مَعْرُوْشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوْشَاتٍ﴾ اور اللہ وہ ہیں جنھوں نے باغات پیدا کئے جو ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں (جیسے انگور) اور جو ٹٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے (جیسے خربوز تربوز) عَرَش (ن،ض) الکرمَ عرشا وعروشا: لکڑی یا بانس کے چھپّر پر انگور وغیرہ کی بیل چڑھانا، اسی سے عرش: شاہی تخت اور عریش: جھونپڑا، چھپّر ہیں۔

۳-سورۃ الانعام آیت ۱۹ میں ہے: ﴿وَأُوْحِيَ إِلَيَّ هٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنْذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ﴾: اور میرے پاس یہ قرآن بطور وحی بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس کے ذریعہ تم کو یعنی مکہ والوں کو اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے: سب کو ڈراؤں، ابن عباسؓ نے فرمایا: کم کے مخاطب اہل مکہ ہیں —— اور یہ آیت عموم بعثت کی دلیل ہے۔

۴-سورۃ الانعام آیت ۱۴۲ میں حَمولۃ اور فرش آئے ہیں، ابن عباسؓ نے حمولۃ کے معنی کئے ہیں: وہ جانور جس پر بوجھ لادا جاتا ہے جیسے اونٹ یعنی اونچے قد کے جانور، پس فرش کے معنی ہونگے: چھوٹے قد کے جانور جیسے بھیڑ، بکری، جن پر بوجھ نہیں لادا جاتا۔

۵-سورۃ الانعام کی آیت ۹ ہے: ﴿وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبِسُوْنَ﴾: اور اگر ہم اس (رسول) کو فرشتہ تجویز کرتے تو ہم اس کو آدمی بناتے یعنی وہ انسانی شکل میں انسانوں کے سامنے آتا، اور ہم ضرور مشتبہ کردیتے ان پر جواب ان کو شبہ ہورہا ہے یعنی وہ اس فرشتہ کو بھی انسان سمجھتے اور اعتراض کرتے کہ انسان رسول کیسا؟ لَبَسَ (ض) علیہ الْأَمْرَ لَبْسًا: کسی پر کوئی چیز مشتبہ اور پیچیدہ بنانا، خلط ملط کرنا کہ اس کی حقیقت نہ پہچانی جاسکے............ شَبَّہَ علیہ الأمر: کسی کے لئے کسی بات کو ناقابل فہم یا ناقابل حل بنانا، مبہم ومشتبہ کردینا کہ دوسری باتوں سے مل جانے کی وجہ سے اس کی اصلیت تک پہنچنا مشکل ہوجائے۔

۶-سورۃ الانعام آیت ۲۶ میں ہے: ﴿وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ﴾: اور وہ لوگ یعنی کفار اس سے یعنی دین اسلام سے اوروں کو بھی روکتے ہیں، اور خود بھی اس سے دور رہتے ہیں —— يَنْئَوْنَ: فعل مضارع، صیغہ جمع مذکر غائب، نَأَى عنه (ف) نَأْيًا: دور ہونا۔

۷-سورۃ الانعام آیت ۷۰ میں تُبْسَلَ اور أُبْسِلُوْا آئے ہیں، حضرت ابن عباسؓ نے ان کا ترجمہ رسوا کرنا کیا ہے، فرمایا: ﴿وَذَكِّرْ بِهِ أَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ﴾: اور قرآن کے ذریعہ نصیحت کیا کریں، تاکہ کوئی شخص اپنے کردار کے سبب (قیامت کے دن) پھنس نہ جائے اور رسوانہ ہوجائے، پھر فرمایا: ﴿أُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ أُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا﴾: یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے کردار کے سبب پھنس گئے اور رسوا ہو گئے .... إِبْسَال: قہر وغلبہ سے گرفتار کرنا اور محروم کرنا، تُبْسَلَ: إبسال سے مضارع مجہول، صیغہ واحد مؤنث غائب ہے۔

۸-سورۃ الانعام آیت ۹۳ میں ہے: ﴿وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُوْنَ فِيْ غَمَرَاتِ الْمَوْتِ، وَالْمَلاَئِكَةُ بَاسِطُوْا أَيْدِيْهِمْ: أَخْرِجُوْا أَنْفُسَكُمْ﴾: اور اگر آپ اس وقت کو دیکھیں جبکہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہونگے، اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھارہے ہونگے: اپنی جانیں نکالو یعنی ہمارے حوالے کرو، حضرت ابن عباسؓ نے بَسْط کا ترجمہ ضرب کیا ہے یعنی ہاتھ ماررہے ہونگے، ناگواری کے ساتھ ہاتھ بڑھارہے ہونگے۔

[۹-] ﴿أَسْتَكْثَرْتُمْ﴾: أَضْلَلْتُمْ كَثِيْرًا. [۱۰-] ﴿ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ﴾: جَعَلُوْا لِلّٰهِ مِنْ ثَمَرَاتِهِمْ وَمَالِهِمْ نَصِيْبًا، وَلِلشَّيْطَانِ وَالأَوْثَانِ نَصِيْبًا. [۱۱-] ﴿ أَمَّا اشْتَمَلَتْ﴾: يَعْنِيْ هَلْ تَشْتَمِلُ إِلاَّ عَلٰى ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى! فَلِمَ تُحَرِّمُوْنَ بَعْضًا وَتُحِلُّوْنَ بَعْضًا؟ [۱۲-]﴿ مَسْفُوْحًا﴾: مُهْرَاقًا. [۱۳-] ﴿ صَدَفَ﴾: أَعْرَضَ. [۱٤-] ﴿ أُبْلِسُوْا﴾ أُوْيِسُوْا، وَ﴿أُبْسِلُوْا﴾ أُسْلِمُوْا. [۱٥-] ﴿سَرْمَدًا﴾ دَائِمًا. [۱٦-] ﴿اسْتَهْوَتْهُ﴾: أَضَلَّتْهُ. [۱۷-] ﴿تَمْتَرُوْنَ﴾: تَشُكُّوْنَ. [۱۸-] ﴿وَقْرٌ﴾: صَمَمٌ، وَأَمَّا الْوِقْرُ: فَإِنَّهُ الحِمْلُ. [۱۹-] ﴿أَسَاطِيْرُ﴾: وَاحِدُهَا أُسْطُوْرَةٌ وَإِسْطَارَةٌ، وَهِيَ التُّرَّهَاتُ.

۹-سورۃ الانعام آیت ۱۲۸ میں ہے: ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا: يَامَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِنَ الإِنْسِ﴾: اور جس دن اللہ تعالیٰ تمام خلائق کو جمع کریں گے (کہیں گے) اے جنات کی جماعت! تم نے انسانوں کے (گمراہ کرنے میں) بڑا حصہ لیا! یعنی بہت سوں کو گمراہ کیا۔ استکثار: کسی کام کو بہت زیادہ کرنا۔

۱۰-سورۃ الانعام آیت ۱۳۶ میں ہے: ﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالأَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا: هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا﴾: اور اللہ تعالیٰ نے جو کھیتی اور مواشی پیدا کئے ہیں ان لوگوں نے ان میں سے کچھ حصہ اللہ کا مقرر کیا، اور بہ زعم خود کہا: یہ اللہ کا ہے، اور یہ ہمارے معبودوں کا ہے، حضرت ابن عباسؓ نے تفسیر کی: گردانا انھوں نے اللہ کے لئے اپنے پھلوں اور اپنے مالوں میں سے ایک حصہ، اور شیطان اور مورتیوں کے لئے دوسرا حصہ (پھر جو ان کے معبودوں کا حصہ ہے وہ تو اللہ تک نہیں پہنچتا بلکہ مجاوروں کو دیدیتے ہیں اور جو اللہ کا حصہ ہے وہ ان کے معبودوں تک پہنچ جاتا ہے یعنی وہ بھی مجاوروں کو دیدیتے ہیں دیکھو! کیسی الٹی گنگا بہار ہے ہیں؟)

۱۱-سورۃ الانعام آیت ۱۴۳ میں ہے: ﴿ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ، مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ، قُلْ آ الذَّكَرَيْنِ

حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنْثَيَيْنِ﴾: آٹھ نر و مادہ (پیدا کئے) بھیڑ میں سے دو اور بکری میں سے دو، آپ پوچھئے: کیا اللہ نے دونوں نر حرام کئے ہیں یا دونوں مادائیں یا وہ بچہ جس پر دونوں ماداؤں کی بچہ دانیاں مشتمل ہیں؟ —— أَمَّا: دو حرف ہیں: أم: عاطفہ، اور ما موصولہ، پہلا میم ساکن تھا، اس لئے ادغام کیا؟ ابن عباسؓ نے فرمایا: بچہ دانی میں نر بچہ ہوتا ہے یا مادہ، پھر تم کسی کو حلال اور کسی کو حرام کیوں کہتے ہو؟ آخر اس کی دلیل کیا ہے؟ پس یہ نئی صورت نہیں ہے، یہ تیسری صورت پہلی دو صورتوں پر مشتمل ہے۔

۱۲- سورۃ الانعام آیت ۱۴۵ میں دم مسفوح کی حرمت کا ذکر ہے، مسفوح کے معنی ہیں: بہایا ہوا یعنی ذبح کرتے وقت جو خون نکلتا ہے وہ حرام ہے۔

۱۳- سورۃ الانعام کی آیت ۱۵۷ میں ﴿صَدَفَ عَنْهَا﴾ ہے، اس کے معنی ہیں: اور اس سے یعنی اللہ کی آیتوں سے رکا یعنی اعراض کیا۔

۱۴- سورۃ الانعام آیت ۷۰ میں أبلسوا ہے، جس کے معنی ابھی (نمبر ۷ میں) بیان کئے، ابوعبیدہؒ نے إبسال اور إبلاس میں فرق کیا ہے، إبلاس کے معنی ہیں: مایوس ہونا، اور إبسال کے معنی ہیں: پھنس جانا، خود کو ہلاکت میں ڈالنا۔

۱۵- سورۃ القصص آیت ۷۱ میں لفظ سرمد آیا ہے، اس کے معنی ہیں: ہمیشہ (سورۃ الانعام میں یہ لفظ نہیں)

۱۶- سورۃ الانعام آیت ۷۱ میں ہے: ﴿كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِيْنُ فِي الْأَرْضِ حَيْرَانَ﴾: جیسے وہ شخص جس کو شیاطین نے جنگل میں بے راہ کر دیا ہو، اور وہ بھٹکتا پھرتا ہو —— اسْتِهْوَاء: راستہ بھلا دینا۔

۱۷- سورۃ الانعام آیت ۲ میں ہے: ﴿ثُمَّ أَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ﴾: پھر تم شک کرتے ہو —— إِمْتِرَاء: کسی ایسی چیز کی بابت جھگڑنا جس میں شک و شبہ اور تردد ہو۔

۱۸- سورۃ الانعام آیت ۲۵ میں ہے: ﴿وَفِيْ آذَانِهِمْ وَقْرًا﴾: اور ان کے کانوں میں بہرہ پن ہے۔ یہ وَقْر (بالفتح) کے معنی ہیں اور وِقْر (بالکسر) کے معنی ہیں: بوجھ، یہ لفظ سورۃ الذاریات آیت ۲ میں آیا ہے۔

۱۹- سورۃ الانعام آیت ۲۵ میں ہے: ﴿إِنْ هٰذَا إِلَّا أَسَاطِيْرُ الْأَوَّلِيْنَ﴾: نہیں ہے یہ مگر اگلوں کی مذہبی جھوٹی داستانیں، اس کے مفرد: أُسطورۃ اور إسطارۃ ہیں، التُّرَّهات: لغویات، مفرد التُّرَّهة: باطل اور لغو کام۔

[۲۰-] ﴿الْبَأْسَاءِ﴾: مِنَ الْبَأْسِ، وَتَكُوْنُ مِنَ الْبُؤْسِ. [۲۱-]﴿ جَهْرَةً﴾: مُعَايَنَةً. [۲۲-]الصُّوَرُ: جَمَاعَةُ صُوْرَةٍ، كَقَوْلِهِ: سُوْرَةٌ وَسُوَرٌ. [۲۳-]﴿ مَلَكُوْتَ﴾: مُلْكٌ، مِثْلُ رَهَبُوْتٌ خَيْرٌ مِنْ رَحَمُوْتٍ، وَتَقُوْلُ: تُرْهَبُ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تُرْحَمَ. [۲٤-]﴿جَنَّ﴾: أَظْلَمَ. [۲٥-]يُقَالُ: عَلَى اللهِ حُسْبَانُهُ أَيْ: حِسَابُهُ، وَيُقَالُ: حُسْبَانًا: مَرَامِيَ، وَرُجُوْمًا لِلشَّيَاطِيْنِ. [۲٦-]﴿مُسْتَقَرٌّ﴾: فِي الصُّلْبِ، و﴿وَمُسْتَوْدَعٌ﴾: فِي الرَّحِمِ. [۲۷-]الْقِنْوُ: الْعِذْقُ، وَالِاثْنَانِ قِنْوَانِ، وَالْجَمَاعَةُ أَيْضًا: قِنْوَانٌ، مِثْلُ صِنْوٍ وَصِنْوَانٌ.

۲۰-سورۃ الانعام آیت ۴۲ میں البأساء ہے، فرمایا: ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلٰى أُمَمٍ مِنْ قَبْلِكَ فَأَخَذْنَاهُمْ بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ﴾: اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے پیغمبر بھیجے ان امتوں کی طرف جو آپ سے پہلے ہو چکی ہیں، پس ہم نے ان کو سختی (تنگ دستی) اور بیماری میں مبتلا کیا تا کہ وہ ڈھیلے پڑیں —— البأساء: اسم ہے، صیغۂ صفت نہیں ہے اور اس کے معنی سختی، تنگ دستی اور فقر و محتاجگی کے ہیں، خواہ وہ بأس (جنگ) سے مشتق ہو، یا بؤس (تنگی) سے۔

۲۱-سورۃ الانعام آیت ۴۷ میں جَهْرَة ہے: ﴿إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً أَوْ جَهْرَةً﴾: اگر پہنچے تمہیں عذاب اچانک (بے خبری) میں یا مشاہدہ کرتے ہوئے —— معاينة: آنکھوں سے دیکھتے، مشاہدہ کرتے۔

۲۲-سورۃ الانعام آیت ۷۳ میں ہے: ﴿وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ﴾: اور انہی کی حکومت ہوگی جس دن نرسنگے میں پھونکا جائے گا —— قرآنِ کریم الصور: واو کے سکون کے ساتھ ہے، جس کے معنی ہیں: نرسنگا، بڑا سینگ، سینگ نما ایک آلہ جس میں حضرت اسرافیل علیہ السلام مخلوق کو مارنے کے لئے اور جلانے کے لئے پھونکیں گے، ترمذی وغیرہ کی حدیث میں یہی تفسیر آئی ہے، فرمایا: الصُّور: القرن، ينفخ فيه: صور: نرسنگا ہے، جس میں پھونکا جائے گا —— اور حسن بصری رحمہ اللہ نے الصُّوَر: واو کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے، ابوعبیدۃؒ کہتے ہیں: صُوَر: صورة کی جمع ہے، جیسے سُوَر: سورة کی جمع ہے، اور مراد پیکر اور پتلے ہیں یعنی مُردوں کے پُتلوں میں روحیں پھونکی جائیں گی، مگر یہ قول صحیح نہیں۔

نوٹ: الصُّوَر (واو کے زبر کے ساتھ) قرآن میں نہیں ہے، اس لئے اس لفظ کو دو پھولوں کے درمیان نہیں رکھا۔

۲۳-سورۃ الانعام آیت ۷۵ میں ہے: ﴿وَكَذٰلِكَ نُرِيْ إِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾: اور یوں ہم ابراہیمؑ کو آسمانوں اور زمین کا اقتدارِ کامل دکھلاتے ہیں —— ملكوت: مصدر ہے، فعل مَلَكَ ہے، مبالغہ کے لئے ت بڑھائی ہے، جیسے رهبوت (ڈر) اور رحموت (رحم، مہربانی) محاورہ ہے: رهبوت خير من رحموت: تم کو ڈرایا جانا رحم کئے جانے سے بہتر ہے، اور اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں: ترهب خير من أن ترهب: تو ڈرایا جائے یہ بہتر ہے اس سے کہ تو مہربانی کیا جائے یعنی کبھی تربیت کے لئے سختی مفید ہوتی ہے۔ شیخ سعدیؒ نے گلستاں میں کہا ہے: کبھی ایک اندرائن وہ کام کرتی ہے جو مصری کی سوڈلیاں نہیں کرتیں۔

۲۴-سورۃ الانعام آیت ۷۶ میں ہے: ﴿فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ﴾: پھر جب ان پر رات کا اندھیرا سخت ہو گیا —— جَنَّ الظلام: اندھیرا سخت ہو گیا، جَنَّ الشيئَ: چھپانا۔

۲۵-سورۃ الانعام آیت ۹۶ میں حُسْبَانا ہے: ﴿وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا، وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا﴾: اور اللہ نے رات کو راحت کی چیز بنایا، اور سورج اور چاند کو حساب سے رکھا یعنی ان کی رفتار منضبط ہے، جس سے اوقات کے انضباط میں سہولت ہوتی ہے —— حُسْبان: کے دو معنی ہیں:

(۱) حساب، شمار، اندازہ، اس آیت میں یہی معنی ہیں، اس طرح کہا جاتا ہے: على الله حسبانه: اس سے اللہ تعالیٰ

حساب لیں گے۔

(۲) مارنے کا ذریعہ، میزائل، مَرْمیٰ: تیر پھینکنے کی جگہ، نشانہ باندھنے کی جگہ، جمع مَرَامٍ، کہتے ہیں: **هذا كلامٌ بعيد المرامی**: بلند مقصد کلام، دور رس کلام، سورۃ الکہف آیت ۴۰ میں ہے: ﴿وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِنَ السَّمَآءِ﴾: اور اس (باغ) پر کوئی تقدیری آفت (آگ کا بھبوکا) آسمان سے بھیج دے، اسی طرح شیاطین پر جو گولہ داغا جاتا ہے، اس کو بھی حسبان کہیں گے۔

۲۶- سورۃ الانعام آیت ۹۸ میں ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِىْ أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ﴾: اور وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا، پھر ایک جگہ زیادہ رہنے کی ہے اور ایک جگہ کچھ دن رہنے کی، اور سورۃ ہود آیت ۶ میں ہے: ﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا، وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا﴾: اور زمین میں کوئی رینگنے والا جانور نہیں مگر اللہ کے ذمہ ہے اس کی روزی، اور وہ ہر ایک کی زیادہ رہنے کی جگہ اور چند دن رہنے کی جگہ جانتے ہیں (اور وہیں اس کو رزق پہنچاتے ہیں) ــــــ اور بہت سے سلف نے مستقر سے مرد کی پیٹھ اور مستودع سے عورت کی بچہ دانی مراد لی ہے، یہ معنی بھی صحیح ہیں، پیٹھ میں زیادہ رہنا ہوتا ہے اور بچہ دانی میں چند دن۔

۲۷- سورۃ الانعام آیت ۹۹ میں ہے: ﴿قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ﴾: کھجور کے خوشے جو (بوجھ کی وجہ سے) نیچے کو لٹکے ہوئے ہیں ــــــ قنوانٌ جمع ہے، اس کا تثنیہ بھی قنوانِ ہے (نون تثنیہ کا زیر) اور مفرد قِنْوٌ ہے، عِذْق: کھجور کا خوشہ (یہ بات پہلے بھی آئی ہے)

غیب کی چابیاں (خزانے) اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، وہی اس کو جانتے ہیں

سورۃ الانعام آیت ۵۹ میں ہے: ﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ﴾: اور اسی کے پاس کنجیاں ہیں غیب کی، ان کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ــــــ مفاتح: مَفتح (بفتح المیم) کی جمع ہے تو اس کے معنی ہیں: خزانے اور مِفتح (بکسر المیم) کی جمع ہے تو اس کے معنی ہیں: کنجیاں، مطلب یہ ہے کہ غیب کے خزانے اور ان کی کنجیاں صرف اللہ کے پاس ہیں، وہی ان کو جانتے اور کھولتے ہیں، انسان اپنے حواس و عقل سے ان کو نہیں پا سکتا، اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۳: ۳۶۳ میں) اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ گذر چکی ہے۔

[۱-] بَابُ قَوْلُهُ: ﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ﴾

[٤٦٢٧-] حدثنا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيْهِ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " مَفَاتِحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ: ﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِىْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِىْ نَفْسٌ بِأَىِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ [لقمان: ٣٤]" [راجع: ١٠٣٩]

عذاب کی شکلیں اوراس کی آسان شکل

سورۃ الانعام کی آیت ۶۵ ہے:﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ، أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ، أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا، وَيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ﴾: کہیں: ان کوقدرت ہےاسپر کہ تمہارے اوپر سے عذاب بھیجیں، یاتمہارے نیچے سے، یاتمہیں مختلف فرقے بنا کر بھڑا دیں اور بعض کو بعض کی سختی چکھائیں ـــــ اس آیت میں عذاب کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں:

ایک: عذاب اوپر سے آئے، جیسے نوح علیہ السلام کی قوم پر پانی برسا، اوراس نے سیلاب کی شکل اختیار کی، اور وہ سب کو لے ڈوبا، اور جیسے قوم لوط علیہ السلام پر پتھروں کی بارش ہوئی، جس نے پوری قوم کو ہلاک کردیا، یا جیسے ہاتھی والوں پر ابابیل نے کنکریاں برسائیں، جس سے سب کا بھرتا بن گیا۔

دوم: عذاب نیچے سے آئے، جیسے فرعونیوں کو دریا میں ڈبویا، اور جیسے قارون کو زمین میں دھنسایا۔

سوم: لوگوں میں پارٹی بندی ہو، پھر جنگ وجدال اور خون ریزی ہو، اور ایک فریق غالب اور دوسرا مغلوب ہو، عذاب کی یہ تیسری صورت اہون ہے، کیونکہ پہلی دوصورتوں میں سب کچھ تہس نہس ہوجاتا ہے، اور تیسری صورت میں لوگ باقی رہتے ہیں، باب کی حدیث میں اس کی طرف اشارہ ہے۔

حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی کہ کہیں: ان کوقدرت ہےاس پر کہ تمہارے اوپر سے عذاب بھیجیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کے چہرے کے طفیل پناہ چاہتا ہوں یعنی یہ عذاب نہ آئے (آگے) اللہ نے فرمایا: یا تمہارے نیچے سے، تو نبی ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کے چہرے کے طفیل پناہ چاہتا ہوں یعنی یہ عذاب بھی نہ آئے (پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) یاتمہیں مختلف فرقے بنا کر بھڑا دیں، اور بعض کو بعض کی سختی چکھائیں، تو آپؐ نے فرمایا: یہ اہون ہے یا فرمایا؟ یہ آسان ہے!

لغات: اس آیت میں یلبسکم ہے یعنی یخلطکم: تمہیں بھڑادیں، ملادیں، التبس الظلامُ: تاریکی کا مخلوط ہونا، اوراسی سورت کی آیت ۸۲ میں ہے:﴿وَلَمْ يَلْبِسُوْا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾: اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم (شرک) کے ساتھ نہیں ملایا............اور شِيَع: شيعة کی جمع ہے: فرقے، گروہ۔

تشریح: جب کفار مکہ کو قرآن عذاب کی خبر سناتا تو وہ کہتے: یہ سب جھوٹی دھمکیاں ہیں، عذاب وذاب کچھ نہیں آنا، اس آیت میں ان سے کہا گیا کہ عذاب ان تین صورتوں میں سے کسی بھی صورت میں آسکتا ہے، مگر نبی ﷺ نے پہلی دو صورتوں سے پناہ چاہی تو کفارِ مکہ پر تیسری صورت میں عذاب آیا، کفار اور مؤمنین دوالگ الگ گروہ بن گئے، اور پہلی مرتبہ بدر کے میدان میں بھڑے، اور کفار نے اپنے کفر کا خوب مزہ چکھا۔

فائدہ: یہ آیت دراصل کفارمکہ کے تعلق سے ہے، مگر اعتبار الفاظ کے عموم کا ہے، پس امت محمدیہ پر بھی پہلی دوصورتوں میں عذاب نہیں آئے گا، کیونکہ نبی ﷺ نے ان سے پناہ چاہی ہے، ہاں تیسری صورت میں عذاب آسکتا ہے اور آتا رہتا ہے۔

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ﴾ الآيَةَ

﴿يَلْبِسَكُمْ﴾: يَخْلِطَكُمْ مِنَ الالْتِبَاسِ. ﴿يَلْبِسُوْا﴾: يَخْلِطُوْا. ﴿شِيَعًا﴾: فِرَقًا.

[٤٦٢٨-] حدثنا أَبُوْ النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "أَعُوْذُ بِوَجْهِكَ" قَالَ: ﴿أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ﴾ قَالَ: "أَعُوْذُ بِوَجْهِكَ" ﴿أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "هٰذَا أَهْوَنُ" أَوْ قَالَ: "هٰذَا أَيْسَرُ"

[طرفاه: ٧٣١٣، ٧٤٠٦]

سب سے بڑا ظلم شرک ہے

سورۃ الانعام کی آیت ۸۲ ہے: ﴿الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُوْنَ﴾: وہ بندے جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملایا وہی بندے قیامت کے دن مامون ہونگے اور وہی دنیا میں راہ یاب ہیں۔

تفسیر: ظلم کے معنی ہیں: کسی کی حق تلفی کرنا، اور سب سے بڑا ظلم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی حق تلفی ہے بندگی صرف اللہ کا حق ہے، پس جو شخص عبادت میں غیر اللہ کو شریک کرتا ہے یا صرف غیر اللہ کی بندگی کرتا ہے وہ اللہ کا حق مارتا ہے، اس سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہوسکتا، اور حدیث میں ظلم کی تفسیر شرک سے کی ہے، اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۱: ۲۵۰) گذری ہے۔

[۳-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَلَمْ يَلْبِسُوْا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ [الأنعام: ٨٢]

[٤٦٢٩-] حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿وَلَمْ يَلْبِسُوْا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ قَالَ: أَصْحَابُهُ: وَأَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ؟ فَنَزَلَتْ: ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ [لقمان: ١٣] [راجع: ٣٢]

ہر پیغمبر اپنے زمانہ کے لوگوں سے افضل ہوتا ہے

سورۃ الانعام آیات ۸۳-۸۶ میں ۱۸ رسولوں کا ذکر ہے، آخر میں یونس اور لوط علیہما السلام کا ذکر ہے، پھر فرمایا: ﴿وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِيْنَ﴾: اور سب کو ہم نے سارے جہاں والوں پر بزرگی دی، پس ہر پیغمبر کو اس کے زمانہ کے لوگوں سے

افضل ماننا ضروری ہے ـــــ اسی طرح انبیاء میں بھی تفاضل ہے، سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۳ میں ہے: ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾: یہ رسول: ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی، یہ فضیلت جزوی ہے، جس کی تفصیل آیت میں بعد میں ہے، اور فضیلت کلی خاتم النّبیین ﷺ کو حاصل ہے، تاہم آپ کا کسی نبی کے ساتھ اس طرح موازنہ کرنا کہ اس نبی کی تنقیص لازم آئے جائز نہیں، حدیث میں یہی مضمون ہے اور حدیثیں پہلے آچکی ہیں۔

[٤-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا، وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِيْنَ﴾

[٤٦٣٠-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ قَالَ: حَدَّثَنِيْ ابْنُ عَمِّ نَبِيِّكُمْ صلى الله عليه وسلم، يَعْنِيْ ابْنَ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " مَا يَنْبَغِيْ لِعَبْدٍ أَنْ يَقُوْلَ: أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتَّى"[راجع: ٣٣٩٥]

[٤٦٣١-] حدثنا آدَمُ بْنُ أَبِيْ إِيَاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: ثَنَا سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: سَمِعْتُ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " مَا يَنْبَغِيْ لِعَبْدٍ أَنْ يَقُوْلَ: أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتَّى"[راجع: ٣٤١٥]

نبی ﷺ کو گذشتہ انبیاء کی پیروی کا حکم دیا گیا

سورۃ الانعام آیت ۹۰ میں ۱۸ انبیاء کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا: ﴿أُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾: یہ وہ انبیاء ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے راہ نمائی کی، پس آپ ان کے طریقہ کی پیروی کریں ـــــ تمام انبیاء اصول میں متحد ہیں، سب کا دستور اساسی ایک ہے، پس آپ کا راستہ بھی گذشتہ انبیاء کے راستہ سے جدا نہیں، البتہ فروع (شریعتوں) میں اختلاف ہے، اور یہ کوئی خاص بات نہیں، یہ زمانوں کے اختلاف کا تقاضہ ہے ـــــ اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ اگر کسی سابق شریعت کے حکم پر عمل کریں تو اس امت کو بھی اس پر عمل کرنا چاہئے، وہ حکم ہمارے لئے بھی ہے، حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا: سورہ ص میں سجدہ ہے؟ آپؓ نے فرمایا: ہے! اور دلیل یہ پیش کی کہ نبی ﷺ نے وہاں سجدہ کیا ہے، پھر اس کی وجہ سمجھائی ہے کہ نبی ﷺ نے وہاں سجدہ کیوں کیا ہے، وہاں تو داؤد علیہ السلام کے سجدہ کا ذکر ہے، ہمیں وہاں سجدہ کرنے کا حکم نہیں دیا؟ ابن عباسؓ نے فرمایا: سورۃ الانعام آیت ۹۰ میں نبی ﷺ کو گذشتہ انبیاء کی پیروی کا حکم دیا ہے، چنانچہ آپ نے سورہ ص میں سجدہ کیا، پس ہمیں بھی ہمارے نبی ﷺ کی پیروی میں وہاں سجدہ کرنا چاہئے، اور حدیث پہلے گذر چکی ہے۔

[٥-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿أُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾

[٤٦٣٢-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ: أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ سُلَيْمَانُ

الْأَحْوَلُ: أَنَّ مُجَاهِدًا أَخْبَرَهُ، أَنَّـهُ سَأَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ: أَفِي "صاد" سَجْدَةٌ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، ثُمَّ تَلاَ: ﴿وَوَهَبْنَا﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾ [الأنعام: ٨٤-٩٠] ثُمَّ قَالَ: هُوَ مِنْهُمْ.

زَادَ يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، وَسَهْلُ بْنُ يُوْسُفَ، عَنِ الْعَوَّامِ، عَنْ مُجَاهِدٍ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: نَبِيُّكُمْ مِمَّنْ أُمِرَ أَنْ يَقْتَدِيَ بِهِمْ. [راجع: ٣٤٢١]

قوله: هو منهم: یعنی پہلے جن ۱۸ نبیوں کا تذکرہ ہے ان میں داؤد علیہ السلام کا بھی ذکر ہے، اور دوسری روایت میں ہے: تمہارے نبی ان لوگوں میں سے ہیں جو حکم دیئے گئے ہیں کہ گذشتہ انبیاء کی پیروی کریں (چنانچہ آپؐ نے داؤد علیہ السلام کی پیروی میں وہاں سجدہ کیا)

حرام کے ارتکاب کے لئے حیلے کرنا یہود کا شیوہ ہے

سورۃ الانعام کی آیت ۱۴۶ ہے: ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ، وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَا إِلَّا مَاحَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ، ذٰلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِبَغْيِهِمْ، وَإِنَّا لَصَادِقُوْنَ﴾: اور یہود پر ہم نے حرام کیا ہر ناخن والا جانور، اور گائے اور بکری میں سے: حرام کی ہم نے ان پر ان کی چربی، مگر جو لگی ہو پشت سے یا انتڑیوں سے یا جو ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی ہو، یہ ہم نے ان کو ان کی شرارت کی سزا دی، اور ہم سچ کہتے ہیں۔

تفسیر: پہلے آیت ۱۴۵ میں چار چیزوں کی حرمت کا بیان ہے: (۱) مردار (۲) بوقت ذبح بہنے والا خون (۳) سور کا گوشت (۴) غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور —— یہ چیزیں تو اصلی اور دائمی حرام ہیں۔ پھر آیت ۱۴۶ میں ہے کہ وقتی مصلحت سے بعض چیزیں عارضی طور پر بعض اقوام پر حرام کی گئی تھیں، مثلاً: یہود پر ان کی شرارتوں کی سزا میں دو چیزیں حرام کی گئی تھیں: (۱) ہر ناخن (کھر) والا جانور، جس کی انگلیاں پھٹی ہوئی نہ ہوں، جیسے اونٹ، شتر مرغ، بطخ وغیرہ (۲) گائے بکری کی خالص چربی جو پیٹ میں سے نکلتی ہے —— البتہ جو چربی پشت پر یا انتڑیوں پر یا ہڈیوں پر لگی ہو: وہ حلال تھی۔

لغات: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہر ناخن والا جانور (جس کی انگلیاں پھٹی ہوئی نہ ہوں) اونٹ اور شتر مرغ ہیں (یہ مثالیں ہیں)............ اور حَوَایَا: آنتیں، حَوِیَّۃ کی جمع ہے، المَبْعَر: مینگنی کی جگہ —— اور ابن عباسؓ کے علاوہ نے کہا: هَادَ (ن) هودًا فلانٌ کے معنی ہیں: یہودی ہونا (یہودی قوم میں پیدا ہونا یا یہودی مذہب اختیار کرنا) اس آیت میں هادوا کے یہی معنی ہیں —— اور هَادَ (ن) هُوْدًا کے دوسرے معنی ہیں: تائب ہوکر حق کی طرف لوٹنا، سورۃ الاعراف آیت ۱۵۶ میں یہ معنی ہیں، اس سے اسم فاعل هائد ہے جس کی جمع هُود ہے۔

اور حدیث میں یہ بیان ہے کہ جو چربی یہود پر حرام کی گئی تھی: یہود اس کو پگھال کر گھی بناتے تھے، پھر اس کو بیچ کر رقم کھاتے تھے، نبی ﷺ نے ان کو بد دعا دی اور ان کی اس حرکت پر نکیر کی۔ حدیث پہلے آچکی ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا

کہ حرام کے ارتکاب کے لئے حیلے کرنا یہود کا شیوہ ہے، مسلمانوں کو ایسی حرکتوں سے بچنا چاہئے، مثلاً: زکات سے بچنے کے لئے سال پورا ہونے سے پہلے مال بیوی کو ہبہ کر دینا، پھر اسی طرح بیوی شوہر کو ہبہ کرے تو کسی پر زکات واجب نہ ہوگی، یا سود کھانے کے لئے فارم بیچنے کا حیلہ کرنا وغیرہ۔

[٦-] بَابُ قَوْلِهِ: وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِىْ ظُفُرٍ، وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَا﴾ الآيَةَ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿كُلَّ ذِىْ ظُفُرٍ﴾: الْبَعِيْرُ وَالنَّعَامَةُ. و﴿الْحَوَايَا﴾: الْمِبْعَرُ.

وَقَالَ غَيْرُهُ: ﴿هَادُوْا﴾: صَارُوْا يَهُوْدًا، وَأَمَّا قَوْلُهُ تَعَالَىٰ: ﴿هُدْنَا﴾[الأعراف: ١٥٦]:تُبْنَا، هَائِدٌ: تَائِبٌ.

[٤٦٣٣-] حدثنا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِىْ حَبِيْبٍ: قَالَ عَطَاءٌ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، سَمِعْتُ النَّبِىَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ! لَمَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهَا جَمَلُوْهُ ثُمَّ بَاعُوْهُ فَأَكَلُوْهَا" [راجع: ٢٢٣٦]

وَقَالَ أَبُوْ عَاصِمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ كَتَبَ إِلَىَّ عَطَاءٌ: سَمِعْتُ جَابِرًا عَنِ النَّبِىِّ صلى الله عليه وسلم مِثْلَهُ.

بے حیائی کے کاموں کی حرمت غیرتِ خداوندی کا تقاضہ ہے

سورۃ الانعام آیت ۱۵۱ میں ہے: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَابَطَنَ﴾: اور بے حیائی کے کاموں کے پاس مت جاؤ، خواہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔

تفسیر: فواحش: فاحشة کی جمع ہے: قابل نفرت قول وفعل، گندی بات، بدکاری —— اور نزدیک نہ جانا: یعنی فاحشہ کے مبادی ووسائل سے بھی بچنا —— اور ظاہر وباطن کا مطلب ہے: خواہ وہ کام برملا کیا جائے یا چھپ کر کیا جائے، دونوں حرام ہیں، کیونکہ آدمی لوگوں سے تو چھپ سکتا ہے: اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپ سکتا —— اور فواحش کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے حرام کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ غیرت مند ہیں، جب کوئی شخص کسی بے حیائی کے کام کا ارتکاب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو غصہ آتا ہے، پس فواحش کی حرمت اللہ تعالیٰ کی غیرت کے تقاضہ سے ہے۔

[٧-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَابَطَنَ﴾

[٤٦٣٤-] حدثنا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِىْ وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: "لَا أَحَدَ أَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ، وَلِذٰلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ، وَلَا شَيْئَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنَ

اللّٰهِ، وَلِذٰلِكَ مَدَحَ نَفْسَهُ" قُلْتُ: سَمِعْتَهُ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قُلْتُ: وَرَفَعَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ.

[أطرافه: ٤٦٣٧، ٥٢٢٠، ٧٤٠٣]

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت مند کوئی نہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بے حیائی والے کام حرام کئے، خواہ برملا کئے جائیں یا چھپ کر، اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کو اپنی تعریف پسند نہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی تعریف کی ـــــ عمرو بن مرۃؒ نے ابو وائلؒ سے پوچھا: آپ نے یہ حدیث ابن مسعودؓ سے سنی ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں! اور انھوں نے پوچھا: کیا ابن مسعودؓ نے اس حدیث کو مرفوع کیا ہے؟ ابو وائلؒ نے کہا: ہاں یعنی یہ ابن مسعودؓ کا قول نہیں، بلکہ مرفوع حدیث ہے اور متفق علیہ ہے۔

تشریح: ساری خلقت اللہ کا کنبہ ہے، پس اللہ تعالیٰ اپنے کنبہ میں دست درازی کو سخت ناپسند کرتے ہیں، اور عالَم اللہ کی صفات کا پرتو ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ غیرت کے تقاضے سے تمام بے حیائی والے کاموں کو جیسے زنا، اغلام وغیرہ کو مطلقاً حرام کیا، خواہ برملا کئے جائیں یا چھپ کر، ہر حال میں حرام ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کو اپنی تعریف بے حد پسند ہے، مگر اس میں اللہ کا کچھ نفع نہیں، اللہ کی تعریف سے اللہ کی عزت میں کچھ اضافہ نہیں ہوتا، بلکہ یہ پسندیدگی بندوں کے نفع کی خاطر ہے، بندے تعریف کر کے اللہ کو خوش کرتے ہیں تو وہ ثواب کے مستحق ہوتے ہیں (تحفۃ الالمعی ۸:۱۸۵)

[۸- بَابٌ]

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: [۱-] ﴿وَكِيْلٌ﴾: حَفِيْظٌ وَمُحِيْطٌ بِهِ. [۲-] ﴿قُبُلاً﴾: جَمْعُ قَبِيْلٍ، وَالْمَعْنَى: أَنَّهُ ضُرُوْبٌ لِلْعَذَابِ، كُلُّ ضَرْبٍ مِنْهَا قَبِيْلٌ. [۳-] ﴿زُخْرُفَ﴾: كُلُّ شَيْءٍ حَسَّنْتَهُ وَوَشَّيْتَهُ وَهُوَ بَاطِلٌ فَهُوَ زُخْرُفٌ. [٤-] ﴿وَحَرْثٌ حِجْرٌ﴾: حَرَامٌ، وَكُلُّ مَمْنُوْعٍ فَهُوَ حِجْرٌ مَحْجُوْرٌ، وَالْحِجْرُ كُلُّ بِنَاءٍ بَنَيْتَهُ، وَيُقَالُ لِلْأُنْثَى مِنَ الْخَيْلِ: حِجْرٌ، وَيُقَالُ لِلْعَقْلِ: حِجْرٌ وَحِجًى. وَأَمَّا الْحِجْرُ، فَمَوْضِعُ ثَمُوْدَ، وَمَا حَجَّرْتَ عَلَيْهِ مِنَ الْأَرْضِ فَهُوَ حِجْرٌ، وَمِنْهُ سُمِّيَ حَطِيْمُ الْبَيْتِ حِجْرًا، كَأَنَّهُ مُشْتَقٌّ مِنْ مَحْطُوْمٍ، مِثْلُ: قَتِيْلٍ مِنْ مَقْتُوْلٍ، وَأَمَّا حَجْرُ الْيَمَامَةِ فَهُوَ مَنْزِلٌ.

غریب القرآن کے معانی

۱- سورۃ الانعام آیت ۱۰۲ میں اللہ کی صفت 'وکیل' آئی ہے: ﴿وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيْلٌ﴾: اور وہ ہر چیز کے 'کارساز' ہیں، امام بخاریؒ کہتے ہیں: وکیل کے معنی حفیظ (نگہبان) اور کسی چیز کا احاطہ کرنے والے کے ہیں (یہ معنی ابوعبیدۃؒ نے بیان کئے ہیں، وکیل: صفت مشبہ ہے وَكْلٌ سے، وَكَلَ (ض) إليه الأمر کے معنی ہیں: کسی کو کوئی معاملہ سونپ کر

بے فکر ہو جانا، کسی معاملہ میں کسی کو مختار بنا دینا، اس لئے کارساز معنی زیادہ بہتر ہیں)

۲-سورۃ الانعام آیت ۱۱۱ میں لفظ قُبُل آیا ہے: ﴿وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا﴾: اگر ہم اتاریں ان پر فرشتے، اور باتیں کریں ان سے مُردے، اور جمع کریں ہم ان کے سامنے ہر چیز کو (ان کے روبرو ہر چیز کو) پھر بھی وہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہیں، لیکن ان میں سے اکثر جاہل ہیں۔

تفسیر: اگر کفارِ مکہ کی فرمائش سے بڑھ کر آسمان سے فرشتے اتر کر آپؐ کی تصدیق کریں، اور مُردے قبروں سے اٹھ کر ان سے باتیں کریں یعنی آپؐ کی تصدیق کریں، اور گذشتہ تمام امتوں کو زندہ کر کے ان کے سامنے لاکھڑا کیا جائے اور وہ بھی آپؐ کی تصدیق کریں: پھر بھی وہ لوگ حق کو ماننے والے نہیں، ہاں اللہ چاہیں تو اور بات ہے! مگر یہ بات تکوینی نظام کے خلاف ہے، جس کو ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے، کیونکہ وہ جاہل ہیں۔

اس آیت میں قُبُل کیا لفظ ہے اور اس کے کیا معنی ہیں اور كُلَّ شيءٍ سے کیا مراد ہے؟ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قُبُل: قَبِيْل کی جمع ہے، اور اس کے معنی ہیں ضُرُوب یعنی قسمیں، صنفیں اور کل شیئ سے مراد: عذاب ہے، عذاب کی ہر قسم ایک قَبیل ہے، پس آیت کے معنی ہونگے: کفارِ مکہ عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں پس اگر ہم ان پر عذاب کی تمام قسمیں جمع کر دیں، یعنی ہر قسم کا عذاب ان کو دکھا دیں تو بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

دوسرے مفسرین کہتے ہیں: قُبُل (مفرد) اور قبیل کی جمع قُبُل الگ الگ لفظ ہیں، مفرد قُبُل کے معنی ہیں: سامنے، روبرو، یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں ہے: ﴿إِنْ كَانَ قَمِيْصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ﴾: اگر ان کا کرتہ سامنے سے پھٹا ہوا ہے تو اس عورت نے سچ کہا، سورۃ الانعام کی اس آیت میں بھی یہی معنی ہیں، اسی طرح سورۃ الکہف (آیت ۵۵) میں بھی یہی معنی ہیں: ﴿أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا﴾: یا عذاب ان کے سامنے رودررو آ کھڑا ہو ——— اور سورۃ بنی اسرائیل (آیت ۹۲) میں قبیل کے بھی یہی معنی ہیں: ﴿أَوْ تَأْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيْلًا﴾: یا آپؐ اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لاکھڑا کریں ——— البتہ سورۃ الاعراف آیت ۲۷ میں قبیل کے معنی: گروہ اور جماعت کے ہیں: ﴿إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهُ مِنْ حَيْثُ لَاتَرَوْنَهُمْ﴾: شیطان اور اس کی جماعت تم کو ایسے طور پر دیکھتی ہے کہ تم ان کو نہیں دیکھتے ——— غرض: قرآن میں کسی بھی جگہ قُبُل بمعنی ضُرُوب نہیں آیا۔

۳-سورۃ الانعام آیت ۱۱۲ میں لفظ زخرف آیا ہے: ﴿يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا﴾: (شیاطین الانس والجنّ) ایک دوسرے کی طرف چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے ہیں، تاکہ ان کو دھوکہ میں مبتلا کریں ——— الزخرف: کے اصل معنی ہیں: سونا، پھر زینت، سجاوٹ اور زیبائش کو زخرف کہنے لگے، زخرف القول کے معنی ہیں: باطل اور بے حقیقت بات۔ ترجمہ: ہر چیز جس کو آپ عمدہ کریں اور اس کو مزین کریں درانحالیکہ وہ باطل ہو (زخرف القول ہے)

۴-سورۃ الانعام آیت ۱۳۸ میں لفظ حِجر آیا ہے: ﴿وَقَالُوْا: هٰذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْثٌ حِجْرٌ﴾: اور وہ کہتے ہیں: یہ

مواشی اور کھیت ہیں، جن کا استعمال ہر شخص کو جائز نہیں، حِجْر کے معنی ہیں حَرَامٌ، اور اس لفظ کے اور کیا معنی ہیں؟ یہ بات تحفۃ القاری (۶:۵۸۶) میں ہے۔

ترجمہ: حرث حجر میں حجر کے معنی ہیں: حرام، اور ہر ممنوع چیز حجر محجور ہے، اور حجر: ہر عمارت ہے جس کو آپ بنائیں، اور گھوڑی کو بھی حجر کہتے ہیں، اور عقل کو حِجْر اور حِجی کہتے ہیں، اور حجر دیارِ ثمود کو بھی کہتے ہیں، اور وہ زمین جس کے گرد آپ پتھر کی دیوار بنادیں اس کو بھی حجر کہتے ہیں، اور اسی سے بیت اللہ کا چھوڑا ہوا حصہ حطیم کہلاتا ہے، گویا وہ محطوم سے مشتق ہے یعنی اس کے معنی میں ہے، جیسے قتیل: مقتول کے معنی میں ہے، اور حجر الیمامۃ ایک جگہ کا نام ہے۔

[۹-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿هَلُمَّ شُهَدَاءَ كُمْ﴾[الأنعام: ۱۵۰]

لُغَةُ أَهْلِ الْحِجَازِ: هَلُمَّ لِلْوَاحِدِ وَالِاثْنَيْنِ وَالْجَمِيْعِ.

هَلُمَّ کی تحقیق

سورۃ الانعام آیت ۱۵۰ میں ہے: ﴿قُلْ: هَلُمَّ شُهَدَاءَ كُمْ﴾: آپ کہیں اپنے گواہوں کو لاؤ ــــــ هَلُمَّ: اسم فعل بمعنی امر ہے، واحد، تثنیہ، جمع سب کے لئے آتا ہے، اہل حجاز کے نزدیک اس کی گردان نہیں آتی ــــــ اور بنو تمیم کے محاورہ میں فعل ہے، مذکر، مؤنث، اور واحد تثنیہ اور جمع کے لئے الگ الگ صیغے آتے ہیں۔

جب سورج مغرب سے نکلے گا تو ایمان لانا مفید نہ ہوگا

سورۃ الانعام کی آیت ۱۵۸ ہے: ﴿فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ، أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ، أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ؟ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ، أَوْ كَسَبَتْ فِيْ إِيْمَانِهَا خَيْرًا﴾: نہیں راہ دیکھتے لوگ (کفارِ مکہ) مگر اس کی کہ آئیں ان کے پاس فرشتے (روح قبض کرنے کے لئے) یا آئیں تیرے رب یعنی ان کا عذاب (مضاف پوشیدہ ہے) یا آئے تیرے رب کی کوئی نشانی، جس دن آئے گی تیرے رب کی کوئی نشانی یعنی سورج کا مغرب سے نکلنا، تو نہیں مفید ہوگا کسی شخص کے لئے اس کا ایمان لانا جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا، یا اس نے نہیں کمائی اپنے ایمان میں کوئی نیکی (أو كسبت کا آمنت پر عطف ہے، پس لم تكن یہاں بھی آئے گا)

تفسیر: اس آیت میں کفارِ مکہ سے کہا گیا ہے کہ ہدایت کی تمام حدیں آگئی ہیں، مگر تم ایمان نہیں لاتے تو کاہے کی راہ دیکھ رہے ہو؟ کیا روح قبض کرنے والے فرشتوں کے منتظر ہو؟ اس وقت ایمان لانا کیا مفید ہوگا، یا عذابِ الٰہی کے منتظر ہو؟ اس وقت بھی ایمان لانا مفید نہیں ہوگا، عذاب ٹلے گا نہیں، یا پھر قیامت کی بڑی نشانی کا انتظار ہے؟ یعنی سورج مغرب سے

نکلے: اس کا انتظار ہے۔ جب یہ نشانی پائی جائے گی تو نہ ایمان لانا مفید ہوگا، نہ اعمال کی تلافی ممکن ہوگی، یعنی نہ کافر کا ایمان لانا معتبر ہوگا نہ عاصی کی توبہ، آج ایمان لانے کا وقت ہے اور اعمال کی تلافی کا بھی، پس وقت سے فائدہ اٹھالو اور ایمان لے آؤ۔ اور باب کی حدیث میں ہے کہ وہ نشانی آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔

[۱۰-] بَابٌ ﴿لاَيَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا﴾[الأنعام: ۱۵۸]

[۴۶۳۵-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَارَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ زُرْعَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" لاَتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا، فَإِذَا رَآهَا النَّاسُ آمَنَ مَنْ عَلَيْهَا، فَذَاكَ حِيْنَ :﴿لاَيَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ﴾"[راجع: ۸۵]

[۴۶۳۶-] حَدَّثَنِيْ إِسْحَاقُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" لاَتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا، فَإِذَا طَلَعَتْ وَرَآهَا النَّاسُ آمَنُوْا أَجْمَعُوْنَ، وَذٰلِكَ حِيْنَ لاَ يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا" ثُمَّ قَرَأَ الآيَةَ.[راجع: ۸۵]

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: ''قیامت برپا نہیں ہوگی یہاں تک کہ سورج نکل آئے اس کے ڈوبنے کی جگہ سے، پس جب دیکھیں گے لوگ اس کو تو ایمان لے آئیں گے جو زمین پر ہیں، یعنی زندہ ہیں، پس یہ وہ وقت ہے جب کسی شخص کو اس کا ایمان لانا مفید نہیں ہوگا، جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا۔

﴿الحمدللہ! سورۃ الانعام کی تفسیر پوری ہوئی﴾

تفسیر سورۃ الاعراف

[۷] سورة الأعراف

بسم الله الرحمن الرحيم

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: [۱-] وَرِيَاشًا: الْمَالُ. [۲-] ﴿ إِنَّهُ لاَيُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾: فِي الدُّعَاءِ، وَفِيْ غَيْرِهِ. [۳-] ﴿عَفَوْا﴾: كَثُرُوْا وَكَثُرَتْ أَمْوَالُهُمْ. [۴-] ﴿ الْفَتَّاحُ﴾: الْقَاضِيْ.﴿ افْتَحْ بَيْنَنَا﴾: اقْضِ بَيْنَنَا. [۵-] ﴿نَتَقْنَا الْجَبَلَ﴾: رَفَعْنَا.[۶-]﴿انْبَجَسَتْ﴾: انْفَجَرَتْ.[۷-]﴿مُتَبَّرٌ﴾: خُسْرَانٌ. [۸-] ﴿ ءَ اسَىٰ﴾: أَحْزَنُ. ﴿تَأْسَ﴾: تَحْزَنُ.

مشکل الفاظ کے معانی

۱-سورۃ الاعراف آیت ۲۶ میں ہے:﴿يَا بَنِيْ آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِيْ سَوْآتِكُمْ وَرِيْشًا، وَلِبَاسُ التَّقْوٰى، ذٰلِكَ خَيْرٌ﴾:اے انسانو! ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا ہے جو تمہاری شرمگاہوں کو چھپاتا ہے، اور زینت کا لباس، اور پرہیزگاری کا لباس، یہ سب سے بہتر لباس ہے —— ریشا: مفرد ہے، اس کی جمع رِیَاشًا ہے، ہماری قراءت میں مفرد ہے، دوسری قراءت میں جمع ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہمانے اس کا ترجمہ 'مال' کیا ہے، دوسرا ترجمہ پَر ہے پَر پرندوں کے لئے زینت ہوتے ہیں، اس لئے اس کا ترجمہ 'زینت' بھی کیا جاتا ہے۔

تفسیر: اس آیت سے پہلے یہ مضمون ہے کہ شیطان نے جنت میں دادا دادی کے کپڑے اتروادیئے، انھوں نے درخت کے پتے لپیٹ کر ستر چھپایا، اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہم نے دنیا میں تمہارے لئے لباس پیدا کیا ہے، جس کا پہلا درجہ وہ ہے جو تمہاری شرمگاہوں کو چھپاتا ہے یہ فرضِ عین ہے، ننگا رہنا حرام ہے، دوسرا درجہ: وہ لباس ہے جو آدمی کے لئے زینت وزیبائش ہے، یہ وہ لباس ہے جو پورے بدن کو چھپاتا ہے، سر پر بھی کپڑا ہوتا ہے، کیونکہ پرندوں کے سروں پر بھی پَر ہوتے ہیں، اور اگر فیشن میں سر کھلا رہتا ہے تو جو لباس نیک لوگ پہنتے ہیں اس میں تو عمامہ یا ٹوپی ضرور ہوتی ہے، یہی بہتر لباس ہے، اس سے دل میں تقوی پیدا ہوتا ہے، چنانچہ لباس المتقین کہنے کے بجائے لباس التقوی کہا، اور صالحین کے لباس کے فائدے کی طرف اشارہ کیا۔

۲-سورۃ الاعراف کی آیت ۵۵ ہے:﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً، إِنَّهُ لَايُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾: پکارو اپنے رب کو عاجزی ظاہر کرتے ہوئے اور چپکے سے، بیشک اللہ تعالیٰ حد سے نکل جانے والوں کو ناپسند کرتے ہیں —— ابن عباسؓ نے فرمایا: دعا وغیرہ میں جو لوگ حد سے نکل جاتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے —— مثلاً: محالاتِ عقلیہ یا محالاتِ شرعیہ یا مستبعدات عادیہ یا معاصی یا بیکار چیزیں مانگنے لگیں، یا دعا میں جہر مفرط سے کام لیں، چلا کر دعا کریں تو یہ سب ممنوع ہیں۔

۳-سورۃ الاعراف آیت ۹۵ میں ہے:﴿ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا﴾: پھر ہم نے بدحالی کو خوش حالی سے بدل دیا یہاں تک کہ ان کو خوب ترقی ہوئی —— ابن عباسؓ نے فرمایا: ان کی تعداد بڑھ گئی اور ان کے اموال بڑھ گئے —— عَفَوْا: عَفْوٌ (باب نصر) سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے، اور یہ اضداد میں سے ہے، بڑھنا اور گھٹنا دونوں معنی ہیں، آیت میں بڑھنے اور ترقی کرنے کے معنی ہیں۔

۴-سورۃ الاعراف آیت ۸۹ میں شعیب علیہ السلام کی دعا ہے:﴿رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ﴾: اے ہمارے ربّ! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان برحق فیصلہ کردیجئے —— فَتَحَ (ف) بین الخصمین کے معنی ہیں: فریقین کے درمیان فیصلہ کرنا، اسی سے سورۃ سبأ آیت ۲۶ میں اللہ تعالیٰ کی صفت فتّاح آئی ہے یعنی فیصلے کرنے والا —— اس لفظ کے

معنی کھولنے کے بھی ہیں، پس اللہ تعالیٰ ہی رزق ورحمت کے دروازے بندوں کے لئے کھولتے ہیں، اس لئے بھی وہ فتاح ہیں۔

۵-سورۃ الاعراف آیت ۱۷۱ میں ہے: ﴿وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ﴾: اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب ہم نے پہاڑ کو اٹھا کر سائبان کی طرح ان پر معلق کیا ــــ نتق (ن ض) نتقا: کسی چیز کو پھینکنے کے لئے اٹھانا۔

۶-سورۃ الاعراف آیت ۱۶۰ میں ہے: ﴿فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا﴾: پس (پتھر پر لاٹھی مارنے سے) بارہ چشمے اس سے پھوٹ نکلے ــــ انبجس: پانی کا جاری ہونا، بَجَسَ الماءُ (ن) بجوسا: پانی کا جاری ہونا، زمین پھٹ کر پانی نکلنا۔

۷-سورۃ الاعراف آیت ۱۳۹ میں ہے: ﴿إِنَّ هٰؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَاهُمْ فِيْهِ﴾: بے شک یہ لوگ تباہ کی جائے گی وہ چیز جس میں وہ ہیں یعنی ان کی مورتیوں کا انجام تباہی ہے ــــ مُتَبَّرٌ: اسم مفعول، تَتْبِيْرٌ (باب تفعیل) مصدر، تَبَّرَ الشيئَ: ہلاک کرنا، برباد کرنا، مجرد تَبَرَ (ن) الشيئُ تَبْرًا: ہلاک ہونا، تَبَرَ الشيئَ: ہلاک کرنا.......... خسران: گھاٹا، تباہی۔

۸-سورۃ الاعراف آیت ۹۳ میں ہے: ﴿فَكَيْفَ آسٰى عَلٰى قَوْمٍ كَافِرِيْنَ﴾: پھر میں ان کافر لوگوں پر کیوں رنج کروں، ان کا غم کیوں کھاؤں ــــ آسٰی: مضارع، صیغہ واحد متکلم، اور سورۃ الاعراف آیات ۲۶ و ۶۸ میں تَأْسَ ہے، اس کے بھی یہی معنی ہیں، تَأْسَ: مضارع، صیغہ واحد مذکر حاضر ہے، اصل تَأْسٰی تھا، لا نہی کی وجہ سے آخر سے ی حذف ہوئی۔

نوٹ: یہاں تک سب معانی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کئے ہیں۔

وَقَالَ غَيْرُهُ: [۹-] ﴿أَلَّا تَسْجُدَ﴾: أَنْ تَسْجُدَ. [۱۰-] ﴿يَخْصِفَانِ﴾: أَخَذَا الْخِصَافَ مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ، يُؤَلِّفَانِ الْوَرَقَ، وَيَخْصِفَانِ الْوَرَقَ بَعْضَهُ إِلٰى بَعْضٍ. [۱۱-] ﴿سَوْءَاتِهِمَا﴾: كِنَايَةٌ عَنْ فَرْجَيْهِمَا. [۱۲-] ﴿وَمَتَاعٌ إِلٰى حِيْنٍ﴾: [مِنْ] هَاهُنَا إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَالْحِيْنُ عِنْدَ الْعَرَبِ مِنْ سَاعَةٍ إِلٰى مَالاَ يُحْصٰى عَدَدُهَا. [۱۳-] الرِّيَاشُ والرِّيْشُ وَاحِدٌ، وَهُوَ مَا ظَهَرَ مِنَ اللِّبَاسِ. [۱٤-] ﴿وَقَبِيْلُهُ﴾: جِيْلُهُ الَّذِيْ هُوَ مِنْهُمْ. [۱٥-] ﴿ادَّارَكُوْا﴾: اجْتَمَعُوْا. [۱٦-] وَمَشَاقُّ الإِنْسَانِ وَالدَّابَّةِ كُلُّهُمْ تُسَمّٰى سُمُوْمًا وَاحِدُهَا سَمٌّ، وَهِيَ عَيْنَاهُ وَمَنْخِرَاهُ وَفَمُهُ وَأُذُنَاهُ وَدُبُرُهُ وَإِحْلِيْلُهُ.

۹-سورۃ الاعراف آیت ۱۲ میں ہے: ﴿مَامَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ﴾: (پہلا ترجمہ) تجھ کو کس چیز نے روکا سجدہ کرنے سے جبکہ میں نے حکم دیا؟ (دوسرا ترجمہ) تجھ کو کس چیز نے روکا کہ تو نے سجدہ نہیں کیا جبکہ میں نے حکم دیا؟ ــــ أَلاَّ: أن اور لا ہیں، نون کا لام میں ادغام ہوا ہے ــــ اگر أن مصدریہ ہے تو لا زائدہ ہے، تقدیر عبارت من السجود ہے، اس صورت میں پہلا ترجمہ ہوگا، اور أن مفسرہ ہے تو لا کو زائدہ ماننے کی ضرورت نہیں، اس صورت میں دوسرا ترجمہ ہوگا، اور 'کہ' أن مفسرہ کا ترجمہ ہے۔

۱۰-سورۃ الاعراف آیت ۲۲ میں ہے: ﴿وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ﴾: اور دونوں اپنے اوپر جنت کے پتّے جوڑ کر رکھنے لگے —— خَصَفَ (ض) الشیئَ إلی الشیئ: ملانا، ضم کرنا —— الخِصَاف: الْخَصَفَة کی جمع: انتہائی موٹی اور گاڑھی چیز، کپڑا وغیرہ، ترجمہ: یخصفان: لئے دونوں نے جنت کے پتّوں میں سے گاڑھے پتّے، ملانے لگے دونوں پتّوں کو یعنی پتّوں کو ایک دوسرے سے ملا کر ستر چھپانے لگے۔

۱۱-سورۃ الاعراف آیات ۲۰ و ۲۲ میں ہے: ﴿سَوْآتِهِمَا﴾: دونوں کا پردے کا بدن، ستر، ننگاپا —— سوآت: سوءۃ کی جمع ہے، سَاءَ یسوء سوءً ا: برا لگنا، چونکہ سبیلین کا کھلنا عام حالات میں خود کو بھی برا لگتا ہے اور دوسروں کو بھی، اس لئے فرجین سے کنایہ کیا ہے۔

۱۲-سورۃ الاعراف آیت ۲۴ میں ہے: ﴿وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِيْنٍ﴾: تمہارے لئے زمین میں رہنے کی جگہ ہے، اور نفع حاصل کرنا ہے ایک مدت تک —— یعنی جس وقت یہ ارشاد فرمایا اس وقت سے قیامت کے دن تک —— حین: عربوں کے نزدیک: وقتِ تکلم سے غیر متناہی زمانہ تک کے لئے ہے۔

۱۳-ریاش اور ریش ایک ہیں، اوپر کا لباس ریش اور ریاش کہلاتا ہے، ابھی نمبر ایک میں اس کی تحقیق گذر چکی ہے۔

۱۴-سورۃ الاعراف آیت ۲۷ میں قبیل ہے: ﴿إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهُ مِنْ حَيْثُ لَاتَرَوْنَهُمْ﴾: بے شک شیطان اور اس کی جماعت تم کو دیکھتی ہے جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھتے —— جِیْل: بڑی جماعت یعنی جنات جن کا ایک فرد شیطان ہے۔

۱۵-سورۃ الاعراف آیت ۳۸ میں ہے: ﴿حَتّٰى إِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا﴾: یہاں تک کہ جب سب اس میں جمع ہوجائیں گے، ادّارکوا: تَدَارُك سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے، اصل میں تدارکوا تھا، اس کے معنی ہیں: ایک کا دوسرے سے ملنا یعنی جب سب اگلے پچھلے جہنم میں جمع ہوجائیں گے۔

۱۶-سورۃ الاعراف آیت ۴۰ میں ہے: ﴿لَايَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ﴾: وہ لوگ (تکذیب کرنے والے) کبھی جنت میں نہ جائیں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے ہوکر نکل جائے —— اور یہ محال ہے، پس معلق بالمحال بھی ہمیشہ کے لئے منفی ہے —— سم (سین پر تینوں حرکتیں) ہر باریک سوراخ، جیسے سوئی کا ناکا، کان اور ناک کے سوراخ مشاق یعنی مَسَام، ترجمہ: انسان اور تمام حیوانات کے تنگ سوراخ سُموم کہلاتے ہیں، اس کا مفرد سم ہے، اور وہ تنگ سوراخ: اس کی دونوں آنکھیں، اس کے دونوں نتھنے، اس کا منہ، اس کے دونوں کان، اس کی گانڈ اور اس کا پیشاب کا سوراخ ہیں (زہر بھی اسی لفظ کے معنی ہے، اور خیاط اسم ہے: سوئی)

[۱۷-] ﴿غَوَاشٍ﴾: مَا غُشُوْا بِهِ. [۱۸-] ﴿نُشُرًا﴾: مُتَفَرِّقَةً. [۱۹-] ﴿نَكِدًا﴾: قَلِيْلًا. [۲۰-] ﴿يَغْنَوْا﴾ يَعِيْشُوْا. [۲۱-] ﴿حَقِيْقٌ﴾: حَقٌّ. [۲۲-] ﴿اسْتَرْهَبُوْهُمْ﴾: مِنَ الرَّهْبَةِ. [۲۳-] ﴿تَلْقَفُ﴾: تَلْقَمُ. [۲۴-] ﴿طَائِرُهُمْ﴾: حَظُّهُمْ.

۱۷-سورۃ الاعراف آیت ۴۱ میں ہے: ﴿لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ﴾: ان کے لئے آتش دوزخ کا بچھونا ہوگا، اوران کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہوگا —— غواش: غاشية کی جمع ہے، ہرطرف سے ڈھانک لینے والی چیز، اصل میں غَوَاشِیٌ تھا، حالت رفعی میں ہے اس لئے ی کو ساقط کردیا، جیسے قَاضٍ۔

۱۸-سورۃ الاعراف آیت ۵۷ میں ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ﴾: اور وہ (اللہ) ایسے ہیں کہ بارانِ رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتے ہیں جو خوش خبری سناتی ہیں —— بُشرًا: نُشرًا بھی پڑھا گیا ہے، اس کے معنی ہیں: بکھیرنے والی، اب ترجمہ ہوگا: ہواؤں کو بھیجتے ہیں درانحالیکہ وہ بادلوں کو بکھیرنے والی ہیں۔

۱۹-سورۃ الاعراف آیت ۵۸ میں ہے: ﴿وَالَّذِيْ خَبُثَ لَايَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا﴾: اور جو زمین خراب ہوتی ہے اس کی پیداوار بہت کم نکلتی ہے —— نَكِد: اسم صفت ہے اس کے معنی ہیں: بہت تھوڑا، برائے نام۔

۲۰-سورۃ الاعراف آیت ۹۲ میں ہے: ﴿الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَأَنْ لَمْ يَغْنَوْا فِيْهَا﴾: جن لوگوں نے شعیبؑ کی تکذیب کی: گویا وہ ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہیں —— یغنوا: مضارع مجزوم، صیغہ جمع مذکر غائب غَنِيَ بالمكان: جگہ میں ٹھہرا، مَغْنٰى: فرودگاہ، ٹھہرنے کی جگہ —— لَمْ يعيشوا فيها: زندگی نہیں گذاری ان گھروں میں یعنی ان کی دنیا کی زندگی خواب ہوکر رہ گئی۔

۲۱-سورۃ الاعراف آیت ۱۰۵ میں ہے: ﴿حَقِيْقٌ عَلٰى أَنْ لَّا أَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ إِلَّا الْحَقَّ﴾: میرے شایانِ شان یہ ہے کہ میں بجز سچ کے اللہ کی طرف کوئی بات منسوب نہ کروں —— حقیق: بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ بمعنی حقّ ہے۔

۲۲-سورۃ الاعراف آیت ۱۱۶ میں ہے: ﴿فَلَمَّا أَلْقَوْا سَحَرُوْا أَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ﴾: پس جب انھوں نے ڈالا تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کردیا اور ان کو ڈرادیا یعنی جادو کے زور سے نظر بندی کرکے مجمع پر چھاگئے اور لوگوں کو مرعوب کرلیا —— استرھبوا: استرھاب سے بمعنی ڈرانا —— رَهِبَه (س) رَهْبًا ورهبةً: ڈرنا۔

۲۳-سورۃ الاعراف آیت ۱۱۷ میں ہے: ﴿فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُوْنَ﴾: پس اچانک نگل لیا عصا نے ان کا بنایا ہوا کھیل —— تلقف لقف (س) کے معنی ہیں: کسی چیز کو پھرتی سے لے لینا اور جھٹ اتار لینا، خواہ منہ سے نگلنا ہو یا ہاتھ سے لینا —— لَقِم (س) الشيئَ لقما: تیزی سے کھانا، جلدی جلدی کھانا، ہڑپ کرجانا۔

۲۴-سورۃ الاعراف آیت ۱۳۱ میں ہے: ﴿أَلَا إِنَّمَا طَائِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ﴾: سنو! ان کی نحوست اللہ کے پاس ہی سے ہے یعنی ان کے اعمالِ کفریہ کی سزا ہے، انبیاء کی وجہ سے نہیں —— طائر کے ایک معنی حصہ اور نصیب کے ہیں خواہ بھلا ہو یا برا، پھر شر میں اس کا استعمال غالب ہوگیا اور شگون بد، نحوست اور فال بد کے معنی ہونے لگے۔

[۲۵-] طُوْفَانٌ مِنَ السَّيْلِ، وَيُقَالُ لِلْمَوْتِ الْكَثِيْرِ: الطُّوْفَانُ. [۲۶-] ﴿الْقُمَّلَ﴾: الْحُمْنَانُ، تُشْبِهُ صِغَارَ الْحَلَمِ. [۲۷-] عُرُوْشٌ عَرِيْشٌ: بِنَاءٌ. [۲۸-] ﴿سُقِطَ﴾: كُلُّ مَنْ نَدِمَ فَقَدْ سُقِطَ فِيْ يَدِهِ.

[۲۹-] الْأَسْبَاطُ: قَبَائِلُ بَنِیْ إِسْرَائِیْلَ. [۳۰-] ﴿یَعْدُوْنَ فِی السَّبْتِ﴾: یَتَعَدَّوْنَ، یُجَاوِزُوْنَ تَعَدّٰی: تَجَاوَزَ. [۳۱-] ﴿شُرَّعًا﴾: شَوَارِعَ. [۳۲-] ﴿بَئِیْسٍ﴾: شَدِیْدٍ. [۳۳-] ﴿أَخْلَدَ﴾: قَعَدَ وَتَقَاعَسَ. [۳۴-] ﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ﴾ نَأْتِیْهِمْ مِنْ مَأْمَنِهِ، کَقَوْلِهِ تَعَالٰی: ﴿فَأَتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَیْثُ لَمْ یَحْتَسِبُوْا﴾. [۳۵-] ﴿مِنْ جِنَّةٍ﴾: مِنْ جُنُوْنٍ.

۲۵- سورۃ الاعراف کی آیت ۱۳۳ ہے: ﴿فَأَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آیَاتٍ مُفَصَّلَاتٍ﴾: پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور چیچڑیاں اور مینڈک اور خون: یہ سب کھلے ہوئے معجزات تھے۔ طوفان کے دو معنی ہیں: (۱) پانی کا سیلاب جو لوگوں کو اور ان کے مکانات اور کھیتوں کو ڈھانپ لے (۲) قتل عام اور موت کی گرم بازاری (یہ معنی یقال سے بیان کئے ہیں)

۲۶- مذکورہ آیت میں اَلْقُمَّل آیا ہے، اس کے معنی ہیں: چیچڑی جو لاغر جانور کو چمٹتی ہے، حَمْنَان اور حَلَم کے بھی یہی معنی ہیں، جوں بھی اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے، وہ بھی چھوٹی چیچڑی ہے۔

۲۷- سورۃ الاعراف آیت ۱۳۷ میں ہے: ﴿وَدَمَّرْنَا مَا کَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا کَانُوْا یَعْرِشُوْنَ﴾: اور تباہ کر دیا ہم نے جو کچھ بنایا فرعون اور اس کی قوم نے اور جو اونچی اونچی عمارتیں وہ بناتے تھے ــــ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یعرشون کا ترجمہ یبنون کیا ہے ــــ اور حضرت امام بخاریؒ نے جو عروش اور عریش کے معنی عمارت کے کئے ہیں اس پر شارحین نے اعتراض کیا ہے کہ یہ الفاظ سورت الاعراف میں نہیں آئے، پھر عُرُوش: عرش کی جمع ہے جس کے معنی ہیں: تخت شاہی اور عریش کے معنی ہیں: جھونپڑا، جس سے سایہ حاصل کیا جائے، عمارت ان لفظوں کے معنی نہیں ہیں۔

۲۸- سورۃ الاعراف آیت ۱۴۹ میں ایک محاورہ ہے: ﴿وَلَمَّا سُقِطَ فِیْ أَیْدِیْهِمْ﴾: اور جب گرائے گئے وہ اپنے ہاتھوں میں یعنی نادم ہوئے، جو بھی اپنی کسی حرکت پر نادم ہوتا ہے اس کے لئے یہ محاورہ استعمال کرتے ہیں۔

۲۹- سورۃ الاعراف آیت ۱۶۰ میں 'اسباط' ہے، یہ سِبط کی جمع ہے، قبیلہ، ایک دادا کی اولاد، اور آیت میں بنی اسرائیل کے بارہ قبائل مراد ہیں، درحقیقت سبط پوتے اور نواسے دونوں کے لئے ہے، پھر نواسے میں اس کا استعمال غالب ہو گیا۔

۳۰- سورۃ الاعراف آیت ۱۶۳ میں ہے: ﴿إِذْ یَعْدُوْنَ فِی السَّبْتِ﴾: جب وہ ہفتہ (بارکے احکام) میں حد سے نکل رہے تھے ــــ یعدون: مضارع، صیغہ جمع مذکر غائب، عُدوان مصدر باب نصر: وہ زیادتی کر رہے تھے، وہ حد شرعی سے تجاوز کر رہے تھے، تَعَدّٰی تعدیا: تعدی کرنا جاوز مجاوزۃ: حد سے آگے بڑھنا (یہاں عبارت میں خلل تھا، فتح اور عمدہ سے تصحیح کی ہے)

۳۱- مذکورہ آیت میں ہے: ﴿إِذْ تَأْتِیْهِمْ حِیْتَانُهُمْ یَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا﴾: جبکہ آتی تھیں ان کے پاس ان کی مچھلیاں ان کے ہفتہ کے دن میں ظاہر ہو کر ــــ شُرَّعًا: اسم فاعل شَارِع کی جمع ہے، شَرْع: ظاہر ہونا ــــ شَوَارِع: شارع کی

جمع ہے: بڑی سڑک، عام راستہ ظاہر ہوتا ہے۔

۳۲- پھر آیت ۱۶۵ میں ہے: ﴿بِعَذَابٍ بَئِيْسٍ﴾: سخت عذاب میں —— بَئِیس: بروزن فعیل، صفت مشبہ، از بأس اور بؤس: سخت۔

۳۳- پھر آیت ۱۷۶ میں ہے: ﴿وٰلكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الأَرْضِ﴾: لیکن وہ دنیا کی طرف مائل ہوگیا —— أخلد: إخلاد سے جس کے معنی ہیں: ہمیشہ رہنا.......... قعد: بیٹھ گیا.......... تَقَاعَسَ عن الأمر: کسی کام سے پیچھے ہٹنا، ہمت نہ کرنا۔

۳۴- پھر آیت ۱۸۲ میں ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لاَيَعْلَمُوْنَ﴾: اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں، ہم عنقریب ان کے پاس ان کی امن کی جگہوں میں پہنچیں گے، ایسے طور سے کہ ان کو خبر بھی نہ ہوگی —— نستدرج: مضارع جمع متکلم، استدراج مصدر: مخفی طریقہ سے آہستہ آہستہ کسی چیز کی طرف چلنا.......... أتاہ: اس کے پاس آیا.......... المأمن: امن کی جگہ، محفوظ ومامون مقام.......... جیسے سورۃ الحشر آیت ۲ میں ہے: ﴿فَأَتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا﴾: پس آئے ان کے پاس اللہ تعالیٰ ایسی جگہ سے جس کا ان کو خیال بھی نہیں تھا.......... یہی استدراج: ڈھیل دینا ہے، اس لئے اس کا ترجمہ 'بہ تدریج' بھی کیا جاتا ہے۔

۳۵- پھر آیت ۱۸۴ میں ہے: ﴿مَابِصَاحِبِهِمْ مِنْ جِنَّةٍ﴾: ان کے ساتھی کو ذرا بھی جنون نہیں —— جُنَّة: سپر، ڈھال، جَنَّة: بہشت، جنت جِنَّة: جنون، سودا، دیوانگی، تینوں جَنٌّ سے مشتق ہیں: جس کے معنی ہیں: چھپانا، ڈھال بدن کو چھپاتی ہے، باغ کے درخت زمین کو چھپاتے ہیں اور جنون عقل کو چھپاتا ہے اس لئے اسے جِنَّة کہتے ہیں۔

[۳٦-] ﴿فَمَرَّتْ بِهِ﴾: اسْتَمَرَّ بِهَا الْحَمْلُ فَأَتَمَّتْهُ. [۳۷-] ﴿يَنْزَغَنَّكَ﴾: يَسْتَخِفَّنَّكَ. [۳۸-] ﴿طَيْفٌ﴾: مُلِمٌّ، بِهِ لَمَمٌ، وَيُقَالُ: ﴿طَائِفٌ﴾ وَهُوَ وَاحِدٌ. [۳۹-] ﴿يَمُدُّوْنَهُمْ﴾: يُزَيِّنُوْنَ. [٤٠-] ﴿وَخِيْفَةً﴾: وَخَوْفًا ﴿وَخُفْيَةً﴾ مِنَ الإِخْفَاءِ. [٤١-] ﴿وَالآصَالِ﴾: وَاحِدُهَا أَصِيْلٌ، وَهُوَ مَا بَيْنَ الْعَصْرِ إِلَى الْمَغْرِبِ كَقَوْلِهِ: ﴿بُكْرَةً وَأَصِيْلاً﴾

۳٦- سورۃ الاعراف آیت ۱۸۹ میں ہے: اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک نفس (نفس ناطقہ) سے پیدا کیا، اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا یعنی عورت بھی انسان ہی ہے، تاکہ آدمی اپنے جوڑے سے اُنس حاصل کرے، پھر جب میاں نے بیوی سے قربت کی تو بیوی کو ہلکا سا حمل رہ گیا: ﴿فَمَرَّتْ بِهِ﴾: پس وہ اس کو لئے ہوئے چلتی رہی یعنی شروع میں حمل کا کوئی احساس نہیں ہوا حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: مدت حمل پوری ہونے تک وہ حمل کو لئے رہی —— جاننا چاہئے کہ اس آیت میں عام انسان کا تذکرہ ہے، دادادادی کا ذکر نہیں، اور ایک نفس سے انسان کا نفس ناطقہ مراد ہے، مرد وزن اس کی دو صنفیں ہیں۔

۳۷- پھر آیت ۲۰۰ میں ہے: ﴿وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ﴾: اور اگر آپ کو کوئی وسوسہ

شیطان کی طرف سے آئے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے —— ینزغن: مضارع با نون تاکید، صیغہ واحد مذکر غائب، نَزْغ: مصدر: وسوسہ ڈالنا، ورغلانا، آپس میں پھوٹ ڈالنا.......... یستخفنك: استخفاف: اوچھا بنادے، سریع الغضب کردے۔

۳۸- پھر آیت ۲۰۱ میں ہے: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوْا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُوْنَ﴾: جو لوگ خداترس ہیں جب ان کو شیطان کی طرف سے کوئی خیال آتا ہے تو وہ یادِ الٰہی میں لگ جاتے ہیں، پس اچانک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں —— اس میں دو قراءتیں: طائف اور طِیْف ہیں اور دونوں ہم معنی ہیں: وہ خیال وتصور جو سرسری طور پر آئے —— مُلِمّ: اسم فاعل: أَلَمَّ الشيئَ: نزدیک ہونا.......... اللَّمَم: دیوانگی، جنونی کیفیت.......... ترجمہ: قریب ہوجائے اس سے دیوانگی یعنی شیطانی وسوسہ آئے۔

۳۹- پھر آیت ۲۰۲ ہے: ﴿وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لاَ يُقْصِرُوْنَ﴾: اور ان کے برادران کو کھینچتے ہیں گمراہی میں، پس وہ ذرا کمی نہیں چھوڑتے —— مَدَّ یمد: کھینچنا، مراد معنوی کھینچنا ہے یعنی مزین کرتے ہیں۔

۴۰- پھر آیت ۲۰۵ میں ہے: ﴿وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً﴾: اور یاد کر اپنے ربّ کو اپنے دل میں عاجزی اور خوف سے —— خیفة: خاف یخاف کا مصدر ہے: خوف، ڈر —— اور سورۃ الاعراف آیت ۵۵ میں ہے: ﴿أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وخُفْيَةً﴾: دعا کرو اپنے پروردگار سے عاجزی اور چپکے سے —— یہ خُفْيَةً: إخفاء سے ہے یعنی پوشیدہ، چپکے سے۔

۴۱- پھر آیت ۲۰۵ ہی میں ہے: ﴿بِالْغُدُوِّ وَالآصَالِ﴾: صبح وشام یعنی علی الدوام —— آصال کا مفرد أصیل ہے، سورۃ الدہر آیت ۲۵ میں ہے: ﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيْلاً﴾: اور نام لے اپنے ربّ کا صبح وشام —— أصیل: شام، عصر ومغرب کا درمیانی وقت۔

فواحش حرام ہیں: خواہ کھلے کئے جائیں یا پوشیدہ

سورۃ الاعراف آیت ۳۳ میں ہے: ﴿قُلْ: إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾: کہہ دیں: بالتحقیق میرے رب نے حرام کئے ہیں بے حیائی کے کام، خواہ علانیہ کئے جائیں یا پوشیدہ —— اور یہ تحریم غیرتِ خداوندی کا تقاضہ ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے اور حدیث کا ترجمہ اور شرح ابھی گذری۔

[۱-] بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَابَطَنَ﴾

[٤٦٣٧-] حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قُلْتُ: أَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَرَفَعَهُ. قَالَ:" لاَ أَحَدَ أَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ، فَلِذٰلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ، وَلاَ أَحَدَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْمِدْحَةُ مِنَ اللّٰهِ، فَلِذٰلِكَ مَدَحَ نَفْسَهُ"[راجع: ٤٦٣٤]

موسیٰ علیہ السلام کواللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہم کلامی کا شرف بخشا

ہمارے نبی ﷺ کوبھی اللہ تعالیٰ نے ہم کلامی کا شرف بخشا ہے، مگر فوق السماوات اور دنیا میں صرف موسیٰ علیہ السلام کو یہ شرف حاصل ہوا ہے، اس لئے وہ 'کلیم اللہ' کہلاتے ہیں، اور یہ ان کی جزوی فضیلت ہے، جس کا تذکرہ سورۃ الاعراف آیت ۱۴۳ میں ہے:

﴿وَلَمَّا جَاءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ رَبِّ أَرِنِيْ أَنْظُرْ إِلَيْكَ، قَالَ لَنْ تَرَانِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِيْ. فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا، فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

ترجمہ: اور جب موسیٰ ہمارے (مقرر کردہ) وقت پر آئے، اور ان سے ان کے رب نے باتیں کیں (تو) انھوں نے عرض کیا: اے میرے رب! آپ مجھے دکھائیں میں دیکھوں آپ کو، فرمایا: تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے، البتہ تم دیکھتے رہو پہاڑ کی طرف، اگر وہ اپنی جگہ برقرار رہا تو مجھے دیکھ لوگے، پھر جب ان کے ربّ نے تجلی کی پہاڑ پر تو اس کے پرخچے اڑا دیئے، اور موسیٰ بے ہوش ہوکر گر پڑے، پھر جب وہ ہوش میں آئے تو کہا: آپ کی ذات پاک ہے! میں آپ کی جناب میں معذرت خواہ ہوں، اور میں سب سے پہلے (اس کا) یقین کرنے والا ہوں (کہ اس دنیا میں آپ کی رویت شرعاً ممتنع ہے)

اس آیت میں أرني اور أنظر: دو ہم معنی فعل جمع ہوئے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرق کیا ہے أرني کا ترجمہ أعطني کیا ہے، یعنی مجھے اپنی رویت دیجئے، رخ انور بے حجاب میرے سامنے کردیجئے کہ میں ایک نظر آپ کو دیکھوں۔

اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۵: ۴۳۸) گذری ہے، اور وہاں یہ بات تفصیل سے بیان کی گئی ہے کہ فضیلت کی دو قسمیں ہیں: کلی اور جزوی، اور جزوی فضائل میں انبیاء کے درمیان تفاضل ہے، مگر یہ جزوی فضیلت اس طرح بیان کرنا کہ دوسرے نبی کی تنقیص لازم آئے: درست نہیں، ہاں فضیلتِ کلی ہمارے آقا ﷺ کو حاصل ہے، مگر اس کو بھی اس طرح بیان کرنا کہ دوسرے انبیاء کی تنقیص لازم آئے: ممنوع ہے۔

[۲-] بَابُ قَوْلُهُ: ﴿وَلَمَّا جَاءَ مُوْسٰي لِمِيْقَاتِنَا﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿أَرِنِيْ﴾ أَعْطِنِيْ.

[٤٦٣٨-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْيَهُوْدِ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَقَدْ لُطِمَ وَجْهُهُ، وَقَالَ: يَامُحَمَّدُ إِنَّ رَجُلاً مِنْ أَصْحَابِكَ مِنَ الْأَنْصَارِ لَطَمَ فِيْ وَجْهِيْ، قَالَ: "ادْعُوْهُ" فَدَعَوْهُ، قَالَ: "لِمَ لَطَمْتَ وَجْهَهُ؟" قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّيْ مَرَرْتُ بِالْيَهُوْدِيِّ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: وَالَّذِيْ اصْطَفَى مُوْسَى

عَلَى الْبَشَرِ! فَقُلْتُ: وَعَلٰى مُحَمَّدٍ؟! فَأَخَذَتْنِيْ غَضْبَةٌ فَلَطَمْتُهُ، قَالَ: " لَا تُخَيِّرُوْنِيْ مِنْ بَيْنِ الْأَنْبِيَاءِ، فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيْقُ، قَالَ: فَإِذَا أَنَا بِمُوْسَى آخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ، فَلَا أَدْرِيْ أَفَاقَ قَبْلِيْ أَمْ جُزِيَ بِصَعْقَةِ الطُّوْرِ"[راجع: ۲٤۱۲]

کھمبی کا پانی آنکھوں کے لئے مفید ہے

سورۃ الاعراف آیت ۱۶۰ میں ہے: ﴿وَأَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى﴾: ہم نے بنی اسرائیل کے لئے ترنجبیں اور بٹیریں مہیا کیں۔ ترنجبیں: ایک قسم کی قدرتی شکر ہے جو شبنم کی طرح گر کر پودوں پر جم جاتی ہے، اور حدیث ابھی اسی جلد میں گذری ہے کہ کھمبی (کا پانی) بیمار آنکھوں کے لئے مفید ہے۔ کھمبی: ایک قسم کی سفید نبات ہے جو برسات کے زمانہ میں ازخود پیدا ہوجاتی ہے اور اسے تل کر کھاتے ہیں، اس کو سانپ کی چھتری بھی کہتے ہیں، بالکل سفید مفید ہے، اس کا پانی نچوڑ کر آنکھ میں ڈالا جائے یا سرمہ اس میں تیار کیا جائے تو مفید ہے۔

بَابُ قَوْلِهِ: ﴿الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى﴾

[۴۶۳۹-] حدثنا مُسْلِمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " الْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ"[راجع: ٤٤٧٨]

نبی ﷺ کی بعثت تمام جہاں کے لئے ہے

سورۃ الاعراف کی آیت ۱۸۵ ہے: ﴿قُلْ يٰأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ، فَآمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾:

ترجمہ: آپ کہہ دیں: اے لوگو! میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف، جس کی حکومت ہے آسمانوں اور زمین میں، ان کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے، پس تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے امی نبی پر جو یقین رکھتا ہے اللہ پر اور اس کے کلاموں پر، اور ان کی پیروی کرو تا کہ تم راہ پاؤ!

تفسیر: نبی ﷺ کی بعثت تمام دنیا کے لوگوں کو عام ہے، عرب کے امیوں اور یہود ونصاریٰ تک محدود نہیں، جس طرح اللہ تعالیٰ شہنشاہ مطلق ہیں آپ اس کے رسول مطلق ہیں، اب کامیابی کی صورت اس کے سوا کچھ نہیں کہ آپ کی پیروی کی جائے۔ اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۷: ۱۹۲) گذری ہے، اس میں یہ جملہ ہے: إني قلت: يا أيها الناس! إني رسول الله إليكم جميعا: اس جملہ کی مناسبت سے حدیث اس باب میں لائے ہیں یعنی عموم بعثت قرآن کے علاوہ حدیثوں سے

بھی ثابت ہے۔

[۳-] بَابٌ قَوْلُهُ: ﴿قُلْ يٰـأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآ إِلٰـهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ، فَآمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾

[۴۶۴۰-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَمُوْسَى بْنُ هَارُوْنَ، قَالاَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَلاَءِ بْنِ زَبْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ بُسْرُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ: حَدَّثَنِيْ أَبُوْ إِدْرِيْسَ الْخَوْلاَنِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ، يَقُوْلُ: كَانَتْ بَيْنَ أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ مُحَاوَرَةٌ، فَأَغْضَبَ أَبُوْ بَكْرٍ عُمَرَ، فَانْصَرَفَ عُمَرُ عَنْهُ مُغْضَبًا. فَاتَّبَعَهُ أَبُوْ بَكْرٍ يَسْأَلُهُ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَهُ، فَلَمْ يَفْعَلْ حَتَّى أَغْلَقَ بَابَهُ فِيْ وَجْهِهِ، فَأَقْبَلَ أَبُوْ بَكْرٍ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ أَبُوْ الدَّرْدَاءِ: وَنَحْنُ عِنْدَهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " أَمَّا صَاحِبُكُمْ هٰذَا فَقَدْ غَامَرَ" قَالَ: وَنَدِمَ عُمَرُ عَلٰى مَاكَانَ مِنْهُ، فَأَقْبَلَ حَتّٰى سَلَّمَ وَجَلَسَ إِلٰى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، وَقَصَّ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم الْخَبَرَ، قَالَ أَبُوْ الدَّرْدَاءِ: وَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَجَعَلَ أَبُوْبَكْرٍ يَقُوْلُ: وَاللّٰهِ! يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! لَأَنَا كُنْتُ أَظْلَمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُوْ لِيْ صَاحِبِيْ؟ هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُوْلِيْ صَاحِبِيْ؟إِنِّيْ قُلْتُ:يٰـأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيْعًا،فَقُلْتُمْ:كَذَبْتَ،وَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ: صَدَقْتَ" [راجع: ۳۶۶۱] قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ:"غَامَرَ" سَابَقَ بِالْخَيْرِ.

قوله: مُحَاورة: باہمی بات چیت .... أغلق بابه في وجهه: بند کردیا اپنا دروازہ ان کے منہ میں یعنی ابوبکرؓ پیچھے معافی مانگتے ہوئے گئے، مگر عمرؓ نے گھر میں جا کر دروازہ بند کردیا .... غَامَرَ فلانا: جان کی پرواہ کئے بغیر لڑنا، یعنی سخت لڑنا، حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے، نیکی کے کام میں سبقت لے گئے، کیونکہ معافی مانگنا: معاف کرنے سے بہتر ہے .... تارکو لی صاحبی: تارکو میں سے جمع کا نون حذف کیا ہے، کیونکہ وہ صاحبی کی طرف مضاف ہے، اور فصل کے ساتھ بھی اضافت جائز ہے (حاشیہ)

جب پہاڑ پر تجلی فرمائی تو موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوکر گر پڑے

سورۃ الاعراف آیت ۱۴۳ میں ہے: ﴿وَخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا﴾: اور گر پڑے موسیٰ بے ہوش ہوکر ــــــ محل تجلی (پہاڑ) کے ساتھ ایک گونہ تلبس وتعلق ہونے سے یہ بے ہوشی ہوئی (تھانویؒ) اور اس باب میں دو حدیثیں لکھی جاسکتی ہیں:

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جو پہلے (تحفۃ القاری ۶: ۶۱۲ حدیث ۳۴۰۸) آئی ہے۔ (۲) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث جو پہلے (تحفۃ القاری ۵: ۴۳۷ حدیث ۲۴۱۲) آئی ہے، دونوں میں یہ جملہ ہے: فلا أدری أكان فیمن صعق —— اور فتح اور عمدہ کے نسخوں میں یہ باب نہیں ہے۔

بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا﴾ [الأعراف: ۱٤۳]
فِيْهِ أَبُوْ سَعِيْدٍ وَأَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم.

کتے کی دُم ٹیڑھی!

سورۃ الاعراف ۱۶۱ میں ہے کہ بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ توبہ توبہ! کہتے ہوئے عاجزی سے بستی میں داخل ہوؤ، پس انھوں نے اس حکم کی خلاف ورزی کی، وہ سرینوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے، اور انھوں نے کہا: حبة فی شعرة! یہ مہمل جملہ ہے، وہ کہنا چاہتے تھے کہ گون بھر کر غلہ دے، اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۶: ۶۰۸ حدیث ۳۴۰۳) آچکی ہے۔

[٤-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ﴾ [الأعراف: ١٦١]

[٤٦٤١-] حدثنا إِسْحَاقُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: "قِيْلَ لِبَنِيْ إِسْرَائِيْلَ: ﴿وَادْخُلُوْا الْبَابَ سُجَدًا وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ﴾ [البقرة: ٥٨] فَبَدَّلُوْا فَدَخَلُوْا يَزْحَفُوْنَ عَلٰى أَسْتَاهِهِمْ وَقَالُوْا: حَبَّةٌ فِيْ شَعْرَةٍ" [راجع ٣٤٠٣]

مکارمِ اخلاق کی جامع آیت

سورۃ الاعراف کی آیت ۱۹۹ ہے: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ﴾: درگذر کی عادت ڈال، اور نیک کام کا حکم کر، اور نادانوں سے روگردانی کر —— حاشیہ میں حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کا قول لکھا ہے کہ یہ مکارم اخلاق کی جامع آیت ہے، آدمی عفو و درگذر کی عادت بنالے، لوگوں کو نیک کاموں کا حکم دے اور جاہلوں کی جہالت آمیز باتوں کو نظر انداز کردے تو ہمیشہ آسائش میں رہے گا —— العفو: عفا یعفو کا مصدر ہے، متعلق کے اعتبار سے اس کے مختلف معانی ہوتے ہیں، عفا عنه ذنبه کے معنی ہیں: گناہ اور جرم کو معاف کرنا، درگذر کرنا —— اور العُرْف: اسم بمعنی معروف ہے: ہر پسندیدہ کام، نیک کام —— اور باب میں تین حدیثیں ہیں، اور تینوں نئی ہیں۔ پہلی حدیث میں جاہلوں کی جہالت آمیز باتوں کی ایک مثال ہے۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں: عیینہ بن حصن فزاری (مدینہ) آیا، اور اپنے بھتیجے حرّ بن قیس کا مہمان بنا، اور حرّان

لوگوں میں سے تھے جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے قریب کرتے تھے، اور قراء (علماء) حضرت عمرؓ کے ہم مجلس اور ہم مشورہ ہوتے تھے، خواہ ادھیڑ ہوں یا جوان، پس عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا: بھتیجے! تیرا ایک مقام ہے اس امیر کے نزدیک، پس تو میرے لئے اس سے ملنے کی اجازت لے، حرّ نے کہا: میں عنقریب آپ کے لئے ان سے ملنے کی اجازت لونگا۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں: پس حرّ نے عیینہ کے لئے اجازت طلب کی، حضرت عمرؓ نے اس کو اجازت دیدی، پس جب وہ ان کے پاس پہنچا تو کہا: ہائے خطاب کے لڑکے! بخدا! تو ہم کو بہت سارا مال نہیں دیتا، اور تو ہمارے درمیان انصاف سے حکومت نہیں کرتا، پس حضرت عمرؓ غضبناک ہوئے، یہاں تک کہ آپؓ نے اس کو سزا دینے کا ارادہ کیا، پس ان سے حرّ نے کہا: اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ درگذر کی عادت ڈالیں، اور بھلی بات کا حکم دیں اور نادانوں سے روگردانی کریں، اور بے شک یہ شخص نادانوں میں سے ہے! پس بخدا! حضرت عمرؓ اس آیت سے آگے نہیں بڑھے جب حرّ نے وہ آیت آپؓ کے سامنے پڑھی، اور حضرت عمرؓ کتاب اللہ کے پاس بہت زیادہ ٹھہر جانے والے تھے۔

اور دوسری حدیث میں حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آیت خذ العفو وأمر بالعرف لوگوں کے اخلاق ہی کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے —— اور اس کی شرح تیسری روایت میں ہے: فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ درگذر کیا کریں لوگوں کی بداخلاقی سے یعنی کوئی بداخلاقی سے پیش آئے تو اس کو معاف کردیں۔

[٥-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ﴾

الْعُرْفُ: الْمَعْرُوفُ.

[٤٦٤٢-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: قَدِمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنِ بْنِ حُذَيْفَةَ، فَنَزَلَ عَلٰى ابْنِ أَخِيْهِ الْحُرِّ بْنِ قَيْسٍ، وَكَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِيْنَ يُدْنِيْهِمْ عُمَرُ، وَكَانَ الْقُرَّاءُ أَصْحَابَ مَجَالِسِ عُمَرَ وَمُشَاوَرَتِهِ كُهُوْلاً كَانُوْا أَوْ شُبَّانًا. فَقَالَ عُيَيْنَةُ لِابْنِ أَخِيْهِ: يَا ابْنَ أَخِيْ، لَكَ وَجْهٌ عِنْدَ هٰذَا الأَمِيْرِ فَاسْتَأْذِنْ لِيْ عَلَيْهِ. قَالَ: سَأَسْتَأْذِنُ لَكَ عَلَيْهِ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَاسْتَأْذَنَ الْحُرُّ لِعُيَيْنَةَ فَأَذِنَ لَهُ عُمَرُ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ: هِيْ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ، فَوَ اللّٰهِ مَا تُعْطِيْنَا الْجَزْلَ، وَلاَ تَحْكُمُ بَيْنَنَا بِالْعَدْلِ، فَغَضِبَ عُمَرُ حَتّٰى هَمَّ أَنْ يُوْقِعَ بِهِ، فَقَالَ لَهُ الْحُرُّ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ لِنَبِيِّهِ صلى الله عليه وسلم: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ﴾ وَإِنَّ هٰذَا مِنَ الْجَاهِلِيْنَ، وَاللّٰهِ مَاجَاوَزَهَا عُمَرُ حِيْنَ تَلاَهَا عَلَيْهِ، وَكَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللّٰهِ. [طرفه: ٧٢٨٦]

[٤٦٤٣-] حدثنا يَحْيىَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ ابنِ الزُّبَيْرِ: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ﴾ قَالَ: مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ إِلاَّ فِي أَخْلَاقِ النَّاسِ. [طرفه: ٤٦٤٤]

[٤٦٤٤-] وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَرَّادٍ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، قَالَ: هِشَامٌ أَخْبَرَنِيْ عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ: أَمَرَ اللّٰهُ نَبِيَّهُ أَنْ يَأْخُذَ الْعَفْوَ مِنْ أَخْلَاقِ النَّاسِ، أَوْ كَمَا قَالَ. [طرفه: ٤٦٤٣]

قولہ: هِيْ (ہ کا کسرہ اوری ساکن) دھمکی کے لئے ہے (حاشیہ) میں نے اس کا ترجمہ 'ہائے' کیا ہے۔ ہائے ظالم! اردو میں ہائے کی جگہ ہَے بھی مستعمل ہے۔

﴿الحمدللہ! سورۃ الاعراف کی تفسیر پوری ہوئی﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

[۸] سورة الأنفال

[۱-] وَقَوْلُهُ: ﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ، قُلِ الْأَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوْا اللّٰهَ وَأَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ﴾

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: الْأَنْفَالُ: الْمَغَانِمُ. وَقَالَ قَتَادَةُ: ﴿رِيْحُكُمْ﴾: الْحَرْبُ، يُقَالُ: نَافِلَةٌ: عَطِيَّةٌ.

[٤٦٤٥-] حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُوْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: سُوْرَةُ الْأَنْفَالِ؟ قَالَ: نَزَلَتْ فِيْ بَدْرٍ.

سورۃ الانفال کی تفسیر

سورۃ الانفال کی پہلی آیت ہے: ﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ، قُلِ الْأَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ، فَاتَّقُوْا اللّٰهَ وَأَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ﴾: لوگ آپؐ سے غنیمتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں: غنیمتیں اللہ کی اور اس کے رسول کی ہیں، پس تم اللہ سے ڈرو، اور اپنے باہمی تعلقات کو سنوارو!

حدیث: سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سورۃ الانفال کے بارے میں پوچھا کہ یہ سورت کب اور کہاں نازل ہوئی؟ ابن عباسؓ نے کہا: یہ سورت جنگِ بدر کے بعد نازل ہوئی ہے۔

تشریح: ہجرت کے بعد لائحہ عمل یہ رہا کہ مشرکین مکہ کے تجارتی قافلوں سے تعرض کیا جائے، اور ان کی اقتصادی حالت کمزور کی جائے، اور مسلمانوں کی مالی حالت مضبوط کی جائے، چنانچہ ہجرت کے پہلے سال ابواء، بواط اور عشیرہ وغیرہ کی مہمات پیش آئیں، پھر ۲ ہجری میں معلوم ہوا کہ ایک بھاری تجارتی قافلہ ابوسفیان کی سرکردگی میں شام کو روانہ ہوا ہے، جس

میں ساٹھ آدمی، ایک ہزار اونٹ اور پچاس ہزار دینار کا مال ہے، شام کی طرف جاتے ہوئے اس قافلہ سے تعرض کیا گیا مگر وہ بچ کر نکل گیا، پھر جب قافلہ واپس لوٹا تو اس پر چڑھائی کی گئی، ابوسفیان کو اس مہم کی بھنک پڑ گئی، اس نے مکہ آدمی بھیجا کہ اپنے قافلہ کو بچانے کے لئے آؤ، وہاں سے ایک ہزار مردانِ جنگی نکلے، ان میں قریش کے سرغنہ پورے ساز و سامان کے ساتھ موجود تھے، اللہ کا کرنا کہ قافلہ تو بچ کر نکل گیا اور مکہ کے ائمۃ الکفر سے بدر میں مڈبھیڑ ہوگئی، اللہ تعالیٰ نے حسب وعدہ مسلمانوں کو فتح عظیم نصیب فرمائی، کافروں کے ستر بڑے سردار مارے گئے اور ستر قید ہوگئے، اس طرح کفر کا زور ٹوٹا۔ پس جنگ بدر کے بعد یہ سورت نازل ہوئی، اس سورت میں اسی واقعہ کے متعلقات کا بیان ہے۔

بدر میں جو مالِ غنیمت ہاتھ آیا تھا، اس کے متعلق نزاع کی صورت پیدا ہوگئی، نوجوان آگے بڑھ کر لڑے تھے، وہ مالِ غنیمت کو اپنا حق سمجھتے تھے، بڑی عمر کے لوگ جوانوں کی پشت پر تھے: وہ بھی مالِ غنیمت میں اپنا حق جتلاتے تھے، اور جنھوں نے دورانِ جنگ نبی ﷺ کی حفاظت کی تھی وہ بھی دعوے دار تھے، پس مذکورہ آیت نازل ہوئی اور کہا گیا کہ مالِ غنیمت اللہ تعالیٰ کا اور اس رسول کا ہے جو اللہ کے نائب ہیں، وہ حسب حکم خداوندی اس کو تقسیم کریں گے، مسلمانوں کو اللہ سے ڈرنا چاہئے، نزاع نہیں کرنا چاہئے، سب آپس میں صلح وآشتی سے رہیں۔ اسی سورت کی آیت ۴۶ میں ہے کہ اگر آپس میں لڑوگے تو تم کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، اتحاد واتفاق اور صبر وہمت ہی سے کشتی کنارہ پر لگتی ہے۔

لغات: أنفال: نَفْل کی جمع ہے اس کے اصل معنی زیادتی کے ہیں، نفل نماز کو نافلة اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ فرضوں سے زائد ہے، اور اسی اعتبار سے اولاد کی اولاد کو نافلة کہتے ہیں، پھر یہ لفظ عطیہ اور بخشش کے معنی میں مستعمل ہونے لگا، اسی طرح جنگ میں حوصلہ افزائی کے لئے جو انعام کا اعلان کیا جاتا تھا اس کو بھی نفل کہتے ہیں، کیونکہ وہ حصۂ غنیمت سے زائد ہوتا ہے، اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مذکورہ آیت میں انفال سے اموالِ غنیمت مراد ہیں، کیونکہ وہ جہاد کے اصل مقصد سے زیادہ ہے۔ اور آیت ۴۶ میں لفظ ریح ہے، اس کے معنی ہیں: ہوا، قتادہؒ نے کہا: ہوا سے جنگ مراد ہے، ہوا اکھڑ جائے گی یعنی جنگ میں ناکامی ہوگی۔

[١-] ﴿الشَّوْكَةُ﴾: الْحَدُّ. [٢-] ﴿مُرْدِفِيْنَ﴾: فَوْجًا بَعْدَ فَوْجٍ، رَدَفَنِيْ وَأَرْدَفَنِيْ أَيْ: جَاءَ بَعْدِيْ. [٣-] ﴿ذُوْقُوْا﴾: بَاشِرُوْا وَجَرِّبُوْا، وَلَيْسَ هٰذَا مِنْ ذَوْقِ الْفَمِ. [٤-] ﴿فَيَرْكُمَهُ﴾: يَجْمَعَهُ. [٥-] ﴿شَرِّدْ﴾: فَرِّقْ. [٦-] ﴿وَإِنْ جَنَحُوْا﴾: طَلَبُوْا السَّلْمُ وَالسِّلْمُ وَالسَّلَامُ وَاحِدٌ. [٧-] ﴿يُثْخِنَ﴾: يَغْلِبَ [٨-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿مُكَآءً﴾: إِدْخَالُ أَصَابِعِهِمْ فِي أَفْوَاهِهِمْ، ﴿وَتَصْدِيَةً﴾: الصَّفِيْرُ. [٩-] ﴿لِيُثْبِتُوْكَ﴾: لِيَحْبِسُوْكَ.

الفاظ کی تشریح

۱- سورۃ الانفال آیت ۷ میں ہے: ﴿وَتَوَدُّوْنَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ﴾: اور تم تمنا کرتے تھے کہ غیر مسلح جماعت یعنی قافلہ تمہارے ہاتھ آجائے ـــــ الشوكة: دھار، اسی لفظ کے معنی کاٹنے کے ہیں، مجازاً ہتھیار کے لئے

استعمال ہوتا ہے۔

۲- آیت ۹ ہے: ﴿إِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِنَ الْمَلاَئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ﴾: جب تم اپنے رب سے فریاد کررہے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی کہ میں تمہاری ایک ہزار فرشتوں سے مدد کرونگا، جوسلسلہ وار آئیں گے —— فوج درفوج کا بھی یہی مطلب ہے —— رَدَفَه (ن) رَدفا: کسی کے پیچھے چلنا، یہی معنی أردف کے ہیں۔

۳- آیت ۵۰ میں ہے: ﴿وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾: اور چکھو آگ کی سزا! —— منہ سے چکھنا مرادنہیں، مجازاً جھیلنا مراد ہے، باشروا: کسی کام کوخود کرنا، جربوا: تجربہ کرو۔

۴- آیت ۳۷ ہے: ﴿لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ، وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهُ عَلٰى بَعْضٍ، فَيَرْكُمَهُ جَمِيْعًا، فَيَجْعَلَهُ فِيْ جَهَنَّمَ﴾: تاکہ اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے الگ کردیں، اور ناپاکوں کو ایک دوسرے سے ملادیں، پس سب کو متصل کردیں، پھر سب کو جہنم میں ڈال دیں —— رَكَمَهُ (ن) رَكْما: جمع کرنا، ڈھیر لگانا، اکٹھا کرنا، تہ بہ تہ لگانا۔

۵- آیت ۵۷ ہے: ﴿فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ﴾: پس اگر آپ لڑائی میں ان پر قابو پائیں تو ان کے ذریعہ دوسرے لوگوں کو منتشر کردیں، شاید وہ لوگ سمجھ جائیں —— شَرِّد: تشرید سے امر کا صیغہ ہے: ایسی سزا دو کہ دوسرے دیکھ کر بھاگ جائیں، منتشر ہوجائیں۔

۶- آیت ۶۱ ہے: ﴿وَإِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾: اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو آپ بھی اس کی طرف جھک جائیں اور اللہ پر بھروسہ کریں —— جھکنا یعنی طلب کرنا، اور سَلم (سین کا زبر) اور سِلم (سین کا زیر) اور سلام کے معنی ہیں: صلح مصالحت۔

۷- آیت ۶۷ میں ہے: ﴿مَاكَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُوْنَ لَهُ أَسْرىٰ حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ﴾: نبی کے شایانِ شان نہیں کہ اس کے لئے قیدی ہوں، یہاں تک کہ وہ زمین میں غالب آجائے —— غالب آنا: مرادی ترجمہ ہے، لفظ کے اصل معنی ہیں: خونریزی کرنا، إثخان: کثرت سے خون بہانا۔

۸- آیت ۳۵ میں ہے: ﴿وَمَاكَانَ صَلاَتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلاَّ مُكَاءً وَتَصْدِيَةً﴾: اور نہیں تھی ان کی نماز خانۂ کعبہ کے پاس مگر سیٹیاں اور تالیاں! —— سیٹی: دوانگلیاں منہ میں ڈال کر بجائی جاتی ہے، انگلیوں سے چٹکی بجانا بھی اس کا ترجمہ ہے، اور تصدية: باب تفعیل کا مصدر ہے، اس کے معنی ہیں: تالی بجانا، یہ ترجمہ ابوعبیدہؒ نے کیا ہے اور مجاہدؒ نے ترجمہ الصفير کیا ہے، یعنی سیٹی بجانا۔

۹- آیت ۳۰ ہے: ﴿وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ أَوْ يُخْرِجُوْكَ﴾: اور جب کافر لوگ آپ کے بارے میں تدبیریں کررہے تھے کہ یا تو آپ کو قید کردیں یا قتل کردیں یا جلاوطن کردیں —— إثبات: قید کرنا، باندھ لینا، گرفتار کرلینا۔

وہ بدترین خلائق ہے جو حق کی بات نہ سنتا ہے نہ بولتا ہے نہ سمجھتا ہے

سورۃ الانفال کی آیت ۲۲ ہے: ﴿إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَايَعْقِلُوْنَ﴾: بے شک بدترین خلائق اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو بہرے گونگے ہیں جو ذرا نہیں سمجھتے! —— قریش کا علم بردار قبیلہ بنوعبدالدار تھا، وہ اسلام کا سخت مخالف تھا، وہ لوگ کہتے تھے: ہم بہرے گونگے ہیں، محمد (ﷺ) کی باتیں نہ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں، ابن عباسؓ کہتے ہیں: اسی قبیلہ کے افراد کا اس آیت میں تذکرہ ہے، اس قبیلہ کے تمام علم بردار جنگِ احد میں مارے گئے۔

[۱-] بَابٌ: ﴿إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَايَعْقِلُوْنَ﴾

قَالَ: هُمْ نَفَرٌ مِنْ بَنِىْ عَبْدِ الدَّارِ.

[٤٦٤٦-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ، عَنِ ابْنِ أَبِىْ نَجِيْحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ﴿إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَايَعْقِلُوْنَ﴾ قَالَ: هُمْ نَفَرٌ مِنْ بَنِىْ عَبْدِ الدَّارِ.

مؤمنین کو چاہئے کہ اللہ ورسول کے بلانے پر فوراً لبیک کہیں

سورۃ الانفال کی آیت ۲۴ ہے: ﴿يٰـأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ، وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ، وَأَنَّـهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾: ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ ورسول کا حکم مانو، جب وہ (رسول) تمہیں بلائیں اس کام کے لئے جس میں تمہاری زندگی ہے، اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ آڑ بن جاتے ہیں آدمی اور اس کے دل کے درمیان، اور یہ کہ اسی کے پاس تم جمع کئے جاؤ گے۔

لغت: استجیبوا میں سین تاء زائد ہیں (جمل) أی أجیبوا: جواب دو، حکم مانو .... لِمَا: مرکب لفظ ہے، لام جارہ ہے اور ما موصولہ أی للذی، اور جار مجرور دعاکم سے متعلق ہیں .... یُحْیِیکم: وہ (کام) تمہیں زندگی دے گا، مصدر إحیاء ہے۔

تفسیر: اللہ ورسول ﷺ جس کام کے لئے بلائیں فوراً لبیک کہنا چاہئے، کیونکہ اللہ کا رسول ایسے ہی کام کے لئے بلاتا ہے جس میں تمہاری زندگانی ہے، از سرتا پا تمہاری بھلائی ہے، وہ تمہیں سنوارنا چاہتے ہیں —— اور لبیک کہنےمیں دیر نہیں کرنی چاہئے، شاید تھوڑی دیر کے بعد دل ایسا نہ رہے، دل پر آدمی کا قبضہ نہیں، وہ الٹتا پلٹتا رہتا ہے، بلکہ دل اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ جدھر چاہے پھیر دے، آڑ بن جانے کا یہی مطلب ہے۔

حدیث: ابھی اسی جلد میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں گذری ہے، حضرت ابوسعید بن المعلی رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے پکارا، وہ نماز میں تھے، اس لئے فوراً جواب نہ دے سکے، پھر جب نماز سے فارغ ہوکر حاضر ہوئے تو آپؐ نے ان کو یہ آیت

یاد دلائی، معلوم ہوا کہ آیت اپنے اطلاق سے اس صورت کو بھی شامل ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں مشغول ہو، اور اللہ کے رسول آواز دیں تو نماز ہی میں جواب دینا واجب ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ فوراً جواب نہ دینے سے نبی ﷺ کے دل میں میل آجائے، اور مدعو کے ایمان کا بیڑا غرق ہو جائے۔

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ، وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ، وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾

﴿اسْتَجِيْبُوْا﴾: أَجِيْبُوْا. ﴿لِمَا يُحْيِيْكُمْ﴾: يُصْلِحُكُمْ.

[٤٦٤٧-] حَدَّثَنِيْ إِسْحَاقُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا رَوْحٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: سَمِعْتُ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُعَلَّى، قَالَ: كُنْتُ أُصَلِّيْ، فَمَرَّ بِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَدَعَانِيْ، فَلَمْ آتِهِ حَتّٰى صَلَّيْتُ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقَالَ: "مَا مَنَعَكَ أَنْ تَأْتِيَ، أَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ إِذَا دَعَاكُمْ؟﴾" ثُمَّ قَالَ: "لَأُعَلِّمَنَّكَ أَعْظَمَ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ أَخْرُجَ، فَذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لِيَخْرُجَ فَذَكَرْتُ لَهُ. [راجع: ٤٤٧٤]

وَقَالَ مُعَاذٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ خُبَيْبٍ، سَمِعَ حَفْصًا، سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ رَجُلاً مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِهٰذَا، وَقَالَ هِيَ ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ.

وضاحت: رجلا من أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم: یعنی اس حدیث کے راوی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نہیں ہیں، بلکہ دوسرے ابوسعید ہیں۔

جنگِ بدر کے لئے نکلتے وقت ابوجہل وغیرہ نے عذاب کی دعا مانگی!

سورۃ الانفال کی آیت ۳۲ ہے: ﴿وَإِذْ قَالُوْا اللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ﴾: ترجمہ: اور (وہ وقت یاد کرو) جب انھوں نے کہا: اے اللہ! اگر یہی آپ کے پاس سے آیا ہوا برحق دین ہے تو آپ ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسادیں یا کوئی اور دردناک عذاب واقع کردیں۔

کہتے ہیں: یہ دعا ابوجہل وغیرہ نے مکہ سے بدر کے لئے نکلتے وقت کعبہ شریف کے سامنے کی تھی، آخر جو کچھ مانگا تھا اس کا ایک نمونہ بدر میں دیکھ لیا، ان کے ستّر سور مامارے گئے، خود ابوجہل بھی جہنم رسید ہوا اور ستر سردار اسیری کی ذلت میں گرفتار ہوئے۔

ایک نکتہ: سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا: قرآنِ کریم میں مطر کا استعمال عذاب کی بارش کے لئے کیا گیا ہے، اور خیر کی بارش کو غیث فرمایا ہے، جیسا کہ سورۃ الشوری آیت ۲۸ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے ناامید ہوجانے کے بعد مینہ برساتے

ہیں ـــــ مگر یہ قاعدہ عمومی ہے، کلی نہیں، کیونکہ سورۃ النساء آیت ۱۰۲ میں ہے: ﴿إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَطَرٍ﴾: اور اگر تم کو بارش کی وجہ سے تکلیف ہو ـــــ یہاں عذاب کی بارش مراد نہیں۔

عذاب آنے میں دو رکاوٹیں

پھر آیت ۳۳ ہے: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ، وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾: اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کریں گے کہ آپؐ ان میں موجود ہوں اور ان کو عذاب میں مبتلا کردیں، اور نہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب میں مبتلا کریں گے درانحالیکہ وہ استغفار کرتے ہوں ـــــ یعنی نزولِ عذاب میں دو چیزیں مانع ہیں: ایک: ان کے درمیان پیغمبر کا موجود رہنا۔ دوسرے: قوم کا توبہ واستغفار کرنا ـــــ جب کسی قوم پر تکذیب انبیاء کی وجہ سے اللہ تعالیٰ عذاب نازل کرتے ہیں تو پہلے پیغمبر اور مؤمنین کو ان سے علاحدہ کرلیتے ہیں، اور دوسرا مانع: قوم کا کفر وشرک سے توبہ کرنا ہے، جیسے یونس علیہ السلام کی قوم نے توبہ کی تو عذاب ٹل گیا۔

مکہ والوں کے حق میں عذاب کے دونوں موانع مرتفع ہیں اور موجب عذاب موجود ہے

پھر آیت ۳۴ ہے: ﴿وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْا أَوْلِيَاءَهُ، إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾: اور ان میں کیا سرخاب کا پر لگ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو سزا نہ دیں، حالانکہ وہ (مسلمانوں کو) مسجد حرام سے روکتے ہیں، اور وہ اس مسجد کے متولی بننے کے لائق نہیں، اس کے متولی تو صرف پرہیزگار ہی بن سکتے ہیں، مگر اکثر لوگ (اپنی نالائقی کا) علم نہیں رکھتے ـــــ یعنی کفارِ مکہ کے حق میں عذاب کے دونوں موانع مرتفع ہو چکے ہیں، نبی ﷺ ہجرت کرکے ان میں سے نکل گئے ہیں، اور وہ اب بھی کفر وشرک سے توبہ نہیں کررہے، پھر ان پر عذاب کیوں نہیں آسکتا؟ بلکہ موجب عذاب موجود ہے، وہ مسجد حرام پر ایسے قابض ہوگئے ہیں کہ مسلمانوں کو وہاں نماز تک نہیں پڑھنے دیتے، وہ خود کو کعبہ شریف کا متولی تصور کرتے ہیں، اور جس کو چاہیں روکنے کا خود کو حقدار سمجھتے ہیں، حالانکہ مسجد حرام کے متولی تو پرہیزگار ہی بن سکتے ہیں، مگر ان کوڑ مغزوں کو سمجھ کہاں ہے، غرض: یہ موجب عذاب بھی پایا جاتا ہے کہ انھوں نے مسجدِ حرام پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے۔

ایک سوالِ مقدر کا جواب

پھر آیت ۳۵ ہے: ﴿وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً، فَذُوْقُوْا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ﴾: اور ان کی نماز کعبہ شریف کے پاس سیٹیوں اور تالیوں کے سوا کیا ہے؟ پس اپنے کفر کے سبب عذاب کا مزہ چکھو! ـــــ یعنی اگر وہ کہیں کہ ہم کعبہ شریف کے پاس نمازیں پڑھتے ہیں، پھر ہم متولی بننے کا حق کیوں نہیں رکھتے؟ تو جواب یہ

ہے کہ تمہاری نمازیں نامعقول حرکتوں کے سوا کیا ہیں؟ —— پس اب عذاب کا وقت آن پہنچا ہے، چنانچہ ابوجہل وغیرہ یہ دعا کر کے بدر میں پہنچے اور وہاں ان کا بھرتا بن گیا!

[٣-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَإِذْ قَالُوْا اللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ﴾

قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: مَا سَمَّى اللّٰهُ مَطَرًا فِي الْقُرْآنِ إِلَّا عَذَابًا وَتُسَمِّيْهِ الْعَرَبُ الْغَيْثَ، وَهُوَ قَوْلُهُ: ﴿يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا﴾

[٤٦٤٨-] حَدَّثَنِي أَحْمَدُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِيْ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ - وَهُوَ ابْنُ كُرْدِيْدٍ صَاحِبُ الزِّيَادِيِّ - سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ: قَالَ أَبُوْ جَهْلٍ: ﴿اللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ﴾ فَنَزَلَتْ: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيْهِمْ، وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ الآيَةَ. [طرفه: ٤٦٤٩]

[٤-] بَابُ قَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيْهِمْ، وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾

[٤٦٤٩-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ النَّضْرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِيْ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ صَاحِبِ الزِّيَادِيِّ، سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ أَبُوْ جَهْلٍ: ﴿اللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ﴾ فَنَزَلَتْ: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيْهِمْ، وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ الآيَةَ. [راجع: ٤٦٤٨]

فتنہ ختم ہونے تک لڑنے کا مصداق خانہ جنگی نہیں

سورۃ الانفال کی آیت ۳۹ ہے: ﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهُ لِلّٰهِ﴾: اور تم کفار سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے، اور دین سارا اللہ کا ہو جائے —— یعنی جہاد کا مقصد کفر کی شوکت کو توڑنا ہے، باطل مذاہب کو ختم کرنا اس کا مقصد نہیں، اور فتنہ سے مراد کفار کی شرارت ہے، اگر وہ اپنی شرارتوں سے باز آجائیں اور مسلمانوں کو پریشان کرنا چھوڑ دیں تو ان سے قتال کا حکم نہیں —— بہرحال مسلمانوں کی باہمی لڑائیاں آیت کا مصداق نہیں۔

اورحدیث ابھی اسی جلد میں سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۹۳ کی تفسیر میں گذری ہے (حدیث ۴۵۱۳-۱۵)

[٥-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهُ لِلّٰهِ﴾

[٤٦٥٠-] حدثنا الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَحْيىٰ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حَيْوَةُ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَجُلاً جَاءَ هُ، فَقَالَ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَلَا تَسْمَعُ مَا ذَكَرَ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهِ: ﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا﴾ إِلٰى آخِرِ الآيَةِ [الحجرات: ٩] فَمَا يَمْنَعُكَ أَنْ لاَ تُقَاتِلَ كَمَا ذَكَرَ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهِ؟ فَقَالَ: يَا ابْنَ أَخِيْ أَغْتَرُّ بِهٰذِهِ الآيَةِ وَلاَ أُقَاتِلُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَغْتَرَّ بِهٰذِهِ الآيَةِ الَّتِيْ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا﴾ [النساء: ٩٣] إِلٰى آخِرِهَا.

قَالَ: فَإِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ: ﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾ قَالَ ابْنُ عُمَرَ: قَدْ فَعَلْنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِذْ كَانَ الإِسْلاَمُ قَلِيْلاً، فَكَانَ الرَّجُلُ يُفْتَنُ فِيْ دِيْنِهِ، إِمَّا يَقْتُلُوْهُ وَإِمَّا يُوْثِقُوْهُ، حَتّٰى كَثُرَ الإِسْلاَمُ، فَلَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ.

فَلَمَّا رَأَى أَنَّهُ لاَ يُوَافِقُهُ فِيْمَا يُرِيْدُ قَالَ: فَمَا قَوْلُكَ فِي عَلِيٍّ وَعُثْمَانَ؟ قَالَ ابْنُ عُمَرَ: مَا قَوْلِيْ فِيْ عَلِيٍّ وَعُثْمَانَ؟! أَمَّا عُثْمَانُ فَكَانَ اللّٰهُ قَدْ عَفَا عَنْهُ، فَكَرِهْتُمْ أَنْ تَعْفُوْا عَنْهُ، وَأَمَّا عَلِيٌّ فَابْنُ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَخَتَنُهُ. وَأَشَارَ بِيَدِهِ وَهٰذِهِ ابْنَتُهُ أَوْ: بِنْتُهُ حَيْثُ تَرَوْنَ. [راجع: ٤٥١٣ و٤٥١٤]

[٤٦٥١-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا بَيَانٌ، أَنَّ وَبْرَةَ حَدَّثَهُ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا أَوْ: إِلَيْنَا ابْنُ عُمَرَ، فَقَالَ رَجُلٌ: كَيْفَ تَرَى فِي قِتَالِ الْفِتْنَةِ؟ قَالَ: وَهَلْ تَدْرِيْ مَا الْفِتْنَةُ؟ كَانَ مُحَمَّدٌ صلى الله عليه وسلم يُقَاتِلُ الْمُشْرِكِيْنَ، وَكَانَ الدُّخُوْلُ عَلَيْهِمْ فِتْنَةً، وَلَيْسَ كَقِتَالِكُمْ عَلَى الْمُلْكِ. [راجع: ٤٥١٣]

پہلی حدیث: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جمل، صفین اور ابن الزبیر کے زمانہ کی جنگوں میں شریک نہیں ہوئے، الگ رہے، پس ایک خارجی ابن عمرؓ کے پاس آیا، اور اس نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن (ابن عمرؓ کی دوسری کنیت) کیا آپ نہیں سنتے وہ بات جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر کی ہے کہ اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں باہم لڑیں (آخر آیت تک) پس کیا چیز آپ کو روکتی ہے کہ آپ نہیں لڑتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے؟ ابن عمرؓ نے کہا: بھتیجے! میں اس آیت سے دھوکہ کھاؤں اور نہ لڑوں یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں دھوکہ کھاؤں اس آیت سے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے (آخر آیت تک) (یہ أَغْتَرُّ کا ترجمہ ہے، اور دوسرے نسخہ میں أُعَيَّرُ ہے یعنی میں اس آیت سے شرم دلایا جاؤں اور نہ لڑوں یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں شرم دلایا جاؤں اس آیت سے جس میں قتل عمد

پر سخت وعید آئی ہے یعنی دونوں آیتوں پر بیک وقت عمل نہیں کیا جاسکتا، ایک کو ضرور چھوڑنا پڑے گا، پس سورۃ الحجرات کی آیت پر عمل نہ کروں اور سورۃ النساء کی آیت پر عمل کروں یہ مجھے زیادہ پسند ہے، چنانچہ میں مسلمانوں کی خانہ جنگی میں شریک نہیں ہوتا، تا کہ مسلمان کا متعمداً قتل کرنا لازم نہ آئے)

خارجی نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اور تم ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے'' یعنی اس آیت کی رو سے مسلمانوں کی باہمی جنگ میں شرکت ضروری ہے۔ ابن عمرؓ نے کہا: بالتحقیق ہم نے (یہ کام) کیا عہد نبوی میں جبکہ اسلام تھوڑا تھا، اور مسلمان آزمائش میں مبتلا کیا جاتا تھا اس کے دین کی وجہ سے یا تو کفار اس کو مار ڈالتے تھے یا قید کر دیتے تھے، یہاں تک کہ اسلام زیادہ ہوگیا، پس فتنہ (آزمائش) نہ رہا۔

پس جب خارجی نے دیکھا کہ ابن عمرؓ اس کی موافقت نہیں کر رہے اس بات میں جو وہ چاہتا ہے تو اس نے کہا: آپ علی اور عثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ ابن عمرؓ نے کہا: میں علیؓ اور عثمانؓ کے بارے میں کیا کہوں؟ رہے عثمانؓ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا، مگر تم ناپسند کرتے ہو کہ ان کو معاف کیا جائے، اور رہے علیؓ تو وہ نبی ﷺ کے چچازاد بھائی اور آپؐ کے داماد تھے، اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا: اور یہ آپؐ کی بیٹی ہے (راوی کو ابنۃ اور بنت میں شک ہے، مطلب دونوں کا ایک ہے، اور یہ راوی کا وہم ہے، صحیح روایت پہلے گذری ہے، فقال: هذا بيته حيث ترون: اور یہ ان کا گھر ہے، جہاں تم دیکھ رہے، حدیث ۴۵۱۵)

دوسری حدیث: سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں: ابن عمرؓ ہمارے پاس (سبق پڑھانے کے لئے) تشریف لائے، پس ایک آدمی نے پوچھا: آپ کی کیا رائے ہے فتنہ (خانہ جنگی) کی جنگ کے بارے میں؟ ابن عمرؓ نے کہا: اور کیا تو جانتا ہے فتنہ کیا ہے؟ نبی ﷺ مشرکین سے لڑتے تھے اور ان کے علاقہ میں جانا فتنہ تھا، اور وہ تمہارے ملک کے لئے لڑنے کی طرح نہیں تھا۔

دس گنا سے مقابلہ عزیمت ہے اور دو گنا سے رخصت

سورۃ الانفال کی آیت ۶۵ ہے: ''اے نبی! آپؐ مؤمنین کو جہاد کی ترغیب دیجئے، اگر تم میں سے بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہونگے تو دوسو پر غالب آئیں گے، اور اگر تم میں سے سو آدمی ہونگے تو ایک ہزار کفار پر غالب آئیں گے، بایں وجہ کہ وہ لوگ کچھ سمجھتے نہیں'' —— پھر عرصہ بعد آیت ۶۶ نازل ہوئی: ''اب اللہ تعالیٰ نے تم پر سے بوجھ ہلکا کر دیا اور جانا کہ تمہارے اندر کمزوری ہے، پس اگر تم میں سے سو آدمی ثابت قدم رہنے والے ہونگے تو دوسو پر غالب آئیں گے، اور اگر تم میں سے ہزار ہونگے تو دو ہزار پر بہ حکم الٰہی غالب آئیں گے، اور اللہ تعالیٰ صابرین کے ساتھ ہیں''

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جب پہلی آیت نازل ہوئی تو لوگوں پر فرض کیا گیا کہ ایک شخص دس کے مقابلہ سے نہ بھاگے —— اور ابن عیینہؒ نے ایک سے زیادہ مرتبہ کہا کہ بیس آدمی دوسو کے مقابلہ سے نہ بھاگیں ——

پھر دوسری آیت نازل ہوئی تو فرض کیا گیا کہ سو: دوسو کے مقابلہ سے نہ بھاگیں ـــــ اورسفیانؒ نے ایک مرتبہ آگے کا مضمون بڑھایا کہ آیت ﴿حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ نازل ہوئی ـــــ اورسفیانؒ نے کہا کہ کوفہ کے قاضی ابن شبرمہ نے کہا: اور میں گمان کرتا ہوں کہ بھلائی کا حکم دینا اور ناجائز کاموں سے روکنا اس کے مانند ہے یعنی حکم مذکور جہاد کے ساتھ خاص نہیں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بھی یہی حکم ہے۔

دوسرے باب کی روایت: ابن عباسؓ نے کہا: جب پہلی آیت نازل ہوئی تو وہ (دس گنا سے مقابلہ) مسلمانوں پر بھاری ہوا، جب کہ ان پر فرض کیا گیا کہ ایک: دس کے مقابلہ سے نہ بھاگے، پس تخفیف آئی اور دوسری آیت نازل ہوئی ـــــ ابن عباسؓ نے کہا: پس جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے تعداد کم کر دی تو صبر گھٹ گیا اس کے بقدر جو ان سے ہلکا کیا گیا۔

تشریح: ایک رائے یہ ہے کہ یہ آیتیں ناسخ منسوخ ہیں، پہلے دس گنا سے مقابلہ ضروری تھا اب دو گنا سے، دوسری رائے یہ ہے کہ دونوں آیتیں معمول بہا ہیں اور حالات کے تابع ہیں، اگر مسلمان کم ہوں تو دس گنا سے مقابلہ ضروری ہے، اور مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو تو دو گنا کا مقابلہ ضروری ہے، اور اسی کے قریب یہ رائے ہے کہ دس گنا سے مقابلہ کرنا عزیمت ہے اور دو گنا سے رخصت، پس دونوں حکم معمول بہ ہیں، اسی وجہ سے دونوں آیتیں تلاوت میں باقی ہیں۔

[٦-] بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ: ﴿يٰأَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ، إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ، وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوْا أَلْفًا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾

[٤٦٥٢-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ﴾ فَكُتِبَ عَلَيْهِمْ أَنْ لَا يَفِرَّ وَاحِدٌ مِنْ عَشَرَةٍ – فَقَالَ سُفْيَانُ غَيْرَ مَرَّةٍ: أَنْ لَا يَفِرَّ عِشْرُوْنَ مِنْ مِائَتَيْنِ – ثُمَّ نَزَلَتِ: ﴿الْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ﴾ الآيَةَ، فَكَتَبَ أَنْ لَا يَفِرَّ مِائَةٌ مِنْ مِائَتَيْنِ–وَزَادَ سُفْيَانُ: مَرَّةً: نَزَلَتْ: ﴿حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ، إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ﴾

قَالَ سُفْيَانُ: وَقَالَ ابْنُ شُبْرُمَةَ: وَأُرَى الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ مِثْلَ هٰذَا.

[طرفه: ٤٦٥٣]

[٧-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿أَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿وَاللّٰهُ مَعَ الصَّابِرِيْنَ﴾

[٤٦٥٣-] حدثنا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ السُّلَمِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي الزُّبَيْرُ بْنُ خُرِّيْتٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿إِنْ

يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ﴾ شَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ حِيْنَ فُرِضَ عَلَيْهِمْ أَنْ لاَ يَفِرَّ وَاحِدٌ مِنْ عَشَرَةٍ، فَجَاءَ التَّخْفِيْفُ فَقَالَ: ﴿ اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا، فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ﴾ قَالَ: فَلَمَّا خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مِنَ الْعِدَّةِ نُقِصَ مِنَ الصَّبْرِ بِقَدْرِ مَا خُفِّفَ عَنْهُمْ. [راجع: ٤٦٥٢]

﴿الحمدللہ! سورۃ الانفال کی تفسیر پوری ہوئی﴾

[٩] سورة بَراء ة

[١-] ﴿وَلِيْجَةً﴾: كُلُّ شَيْئٍ أَدْخَلْتَهُ فِيْ شَيْئٍ. [٢-] ﴿ الشُّقَّةُ﴾: السَّفَرُ. [٣-] الْخَبَالُ: الْفَسَادُ، وَالْخَبَالُ: الْمَوْتُ. [٤-] ﴿وَلاَ تَفْتِنِّيْ﴾: لاَ تُوَبِّخْنِيْ. [٥-] ﴿كَرْهًا﴾ و﴿كُرْهًا﴾: وَاحِدٌ. [٦-] ﴿مُدَّخَلاً﴾: يَدْخُلُوْنَ فِيْهِ. ﴿يَجْمَحُوْنَ﴾: يُسْرِعُوْنَ. [٧-] ﴿والْمُؤْتَفِكَاتُ﴾: ائْتَفَكَتْ: انْقَلَبَتْ بِهَا الأَرْضُ ﴿أَهْوَى﴾: أَلْقَاهُ فِي هُوَّةٍ. [٨-] ﴿عَدْنٍ﴾: خُلْدٍ، عَدَنْتُ بِأَرْضٍ أَيْ أَقَمْتُ، وَمِنْهُ: مَعْدِنٌ وَيُقَالُ: فِيْ مَعْدِنِ صِدْقٍ: فِي مَنْبَتِ صِدْقٍ.

سورہ براءۃ کی تفسیر

الفاظ کی تشریح

۱- سورۃ التوبہ آیت ۱۶ میں ولیجۃ آیا ہے، جس کے معنی ہیں: جگری دوست، گہرا دوست، فرمایا: ﴿وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلاَ رَسُوْلِهِ وَلاَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً﴾: اور نہیں بنایا انھوں نے اللہ کے علاوہ کو، اور نہ رسول کے علاوہ کو اور نہ مؤمنین کے علاوہ کو گہرا دوست —— ولیجۃ: وُلوج سے اسم ہے جس کے معنی ہیں: داخل ہونا، پس ہر وہ چیز جس کو آپ دوسری چیز میں داخل کریں ولیجۃ ہے۔

۲- آیت ۴۲ میں الشُّقَّۃ ہے، اس کے معنی ہیں: مسافتِ سفر، فرمایا: ﴿وَلٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ﴾: لیکن ان کو تو مسافت ہی دور دراز معلوم ہونے لگی۔

۳- پھر آیت ۴۷ میں خبالاً آیا ہے، خَبَال، خَبَلَ (ن) کا مصدر یا اسم ہے: وہ خرابی یا فساد جس کے لاحق ہونے سے بے چینی پیدا ہو، جیسے جنون یا ایسی بیماری جو فکر پر اثر انداز ہو، فرمایا: ﴿لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَا زَادُوْكُمْ إِلاَّ خَبَالاً﴾: اگر وہ لوگ (منافقین) تمہارے ساتھ نکلتے تو فساد پیدا کرنے کے علاوہ کیا ہوتا! —— اور خبال کے معنی موت کے بھی آتے ہیں۔

۴- پھر آیت ۴۹ میں لاتفتنی آیا ہے، یہ فعل نہی، صیغہ واحد مذکر حاضر ہے، فُتُون سے باب ضرب ہے، اس کے معنی ہیں: فتنہ میں ڈالنا، گمراہ کرنا، فرمایا: ﴿وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ ائْذَنْ لِيْ وَلَاتَفْتِنِّيْ﴾: اور منافقین میں سے بعضا کہتا ہے: مجھے (پیچھے رہنے کی) اجازت دیں، اور مجھے خرابی میں نہ ڈالیں یعنی میں رومیوں کی گوری عورتوں کو دیکھ کر بے قابو ہو جاؤں گا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کا ترجمہ لاتوبخنی کیا ہے یعنی میرے پیچھے رہنے پر اظہارِ ناراضگی نہ کریں، ملامت نہ کریں، وَبَّخَه: ملامت کرنا، سخت سست کہنا۔

۵- پھر آیت ۵۳ میں کَرها (بالفتح) آیا ہے، فرمایا: ﴿قُلْ: أَنْفِقُوْا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا﴾: کہہ دیں: خواہ خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے۔ اور سورۃ الاحقاف آیت ۱۵ میں کُرها (بالضم) آیا ہے، فرمایا: ﴿حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا﴾: اس کو اس کی ماں نے بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت کے ساتھ اس کو جنا —— امام بخاریؒ فرماتے ہیں: دونوں ایک ہیں یعنی ہم معنی ہیں —— مگر بعض نے فرق کیا ہے، جو ناگواری اور ناخوشی طبیعت کا تقاضہ ہو وہ کُره (بالضم) ہے، ماں طبیعت کے تقاضے سے حمل کی مشقت برداشت کرتی ہے، چنانچہ نفاس سے پاک ہوتے ہی اگلے حمل کے لئے تیار ہو جاتی ہے —— اور جو ناخوشی طبیعت کا تقاضہ نہ ہو وہ کَره (بالفتح) ہے یعنی زبردستی کوئی کام کرنا۔ منافقین دکھاوے کے لئے مجبوراً خرچ کرتے تھے اس لئے کَرْها فرمایا، اسی طرح سورۃ حمٓ السجدۃ آیت ۱۱ میں ہے: ﴿فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا﴾: پس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حکم دیا کہ خواہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا ناخوشی سے یعنی ہمارے احکامِ تکوینیہ جو تم دونوں سے متعلق ہیں ان کو خواہ خوشی سے بجالاؤ یا ناخوشی سے، بہر حال بجالانا ہوگا، یہ تعمیل حکم طبیعت کا تقاضہ نہیں تھا، اس لئے کرھا (بالفتح) ہے۔

٦- پھر آیت ۵۷ میں مُدَّخَلًا اور یجمحون آئے ہیں، مُدَّخلا: اصل میں مُدْتَخَلًا تھا، تاء کو دال سے بدل کر دال کو دال میں مدغم کر دیا۔ اور یجمحون: مضارع، جمع مذکر غائب ہے: سرپٹ دوڑتے ہوئے، بھاگتے ہوئے مادہ جَمْح اور باب فتح ہے۔ فرمایا: ﴿لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَأً أَوْ مَغَارَاتٍ أَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا إِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ﴾: اگر ان (منافقین) کو کوئی پناہ کی جگہ مل جاتی یا غار یا گھس بیٹھنے کی جگہ (مل جاتی) تو وہ ضرور منہ اٹھا کر اُدھر کو چل دیتے۔

۷- پھر آیت ۷۰ میں المؤتفکات ہے، یہ المؤتفکة کی جمع ہے، ایتفاك مصدر باب افتعال، إفك مادہ ہے، الٹی ہوئی بستیاں یعنی حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیاں جو بحیرۂ مردار کی جگہ واقع تھیں۔ ائتفکت کے معنی ہیں: ان بستیوں کے ساتھ زمین الٹ دی گئی —— اور سورۃ النجم آیت ۵۳ میں انہی بستیوں کے بارے میں ہے: ﴿وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوَى﴾: اور الٹی ہوئی بستیوں کو بھی پھینک مارا —— الْهُوَّة: گہرا کھڈ، ترجمہ: ڈالا اس کو گہرے کھڈ میں۔

۸- پھر آیت ۷۲ میں لفظ عَدْن آیا ہے: ﴿فِيْ جَنَّاتِ عَدْنٍ﴾: ہمیشہ رہنے کے باغوں میں، خُلْد: ہمیشہ رہنا، عدنتُ بأرض: میں ٹھہرا۔ مَعْدِن: کھان اسی سے ہے، اور معدنِ صدق کے معنی ہیں: شریف النسل۔

[٩-] ﴿الْخَوَالِفِ﴾: الْخَالِفُ الَّذِيْ خَلَفَنِيْ فَقَعَدَ بَعْدِيْ، وَمِنْهُ يَخْلُفُهُ فِي الْغَابِرِيْنَ، وَيَجُوْزُ أَنْ يَكُوْنَ النِّسَاءُ مِنَ الْخَالِفَةِ، وَإِنْ كَانَ جَمْعَ الذُّكُوْرِ فَإِنَّهُ لَمْ يُوْجَدْ عَلٰى تَقْدِيْرِ جَمْعِهِ إِلَّا حَرْفَانِ: فَارِسٌ وَفَوَارِسُ، وَهَالِكٌ وَهَوَالِكُ[١٠-]﴿الْخَيْرَاتِ﴾: وَاحِدَتُهَا خَيْرَةٌ، وَهِيَ الْفَوَاضِلُ. [١١-]﴿مُرْجَوْنَ﴾: مُؤَخَّرُوْنَ. [١٢-] الشَّفَا: شَفِيْرٌ، وَهُوَ حَدُّهُ، وَالْجُرُفُ مَا تَجَرَّفَ مِنَ السُّيُوْلِ وَالْأَوْدِيَةِ. ﴿هَارٍ﴾: هَائِرٍ، يُقَالُ: تَهَوَّرَتِ الْبِئْرُ إِذَا انْهَدَمَتْ وَانْهَارَتْ مِثْلُهُ. [١٣-] ﴿لَأَوَّاهٌ﴾: شَفَقًا وَفَرَقًا، وَقَالَ الشَّاعِرُ:

إِذَا مَا قُمْتُ أَرْحَلُهَا بِلَيْلٍ ۞ تَأَوَّهُ آهَةَ الرَّجُلِ الْحَزِيْنِ

۹-سورۃ التوبہ آیت ۸۷ میں الخوالف آیا ہے، یہ خالفة کی جمع ہے: پیچھے رہنے والی، فرمایا: ﴿رَضُوْا بِأَنْ يَكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ﴾: وہ (منافقین) راضی ہو گئے خانہ نشیں عورتوں کے ساتھ رہنے پر ــــ مگر امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ خالف کی جمع ہے، خالف: وہ شخص ہے جو میرے پیچھے رہے پس میرے بعد بیٹھا رہے، اسی سے میت کے پسماندگان کو دعا دیتے ہیں: يخلفه في الغابرين: وہ پسماندگان میں میت کی نیابت کرے ــــ پھر فرماتے ہیں کہ خوالف: خالفة کی جمع بھی ہو سکتی ہے، اور مراد پیچھے رہنے والی عورتیں ہوں، اگرچہ خوالف جمع مذکر ہے، تاہم اس سے خانہ نشیں عورتیں مراد لی جاسکتی ہیں، اور خوالف کو خالف کی جمع ماننے کی صورت میں اس کی دو ہی نظیریں ہیں: (۱) فارس کی جمع فوارس. (۲) هالك کی جمع هوالك۔

تنبیہ: اس میں دو باتیں قابل غور ہیں: ایک: جمع مذکر واونون اور یاءنون سے آتی ہے، پس خالف کی جمع خالفون اور خالفين آئے گی نہ کہ خوالف، اس لئے صحیح یہ ہے کہ خوالف: خالفة کی جمع ہے (۲) اور اس جمع کی نظیریں صرف دو ہی ہیں یہ بات بھی صحیح نہیں، عمدۃ القاری میں سات الفاظ اور بھی ذکر کئے ہیں، جیسے سابق کی جمع سوابق۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ اگر خوالف: خالفة کی جمع ہے تو آیت کا ترجمہ وہ ہوگا جو اوپر آیا، اور خالف کی جمع ہے تو ترجمہ ہوگا: وہ (منافقین) راضی ہو گئے کہ پیچھے رہنے والوں کے ساتھ رہیں۔

۱۰- پھر آیت ۸۸ میں خيرات آیا ہے، یہ خِیْرَة کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں خوبیاں، فرمایا: ﴿وَأُوْلٰئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ﴾: اور انہی کے لئے ساری خوبیاں ہیں ــــ الفواضل: الفاضلة کی جمع ہے، جو الفاضل کا مؤنث ہے، صاحب فضل وکمال، خوبیوں والا، بلند کردار۔

۱۱- پھر آیت ۱۰٦ میں مُرْجَوْنَ ہے، یہ اسم مفعول جمع مذکر ہے، مفرد مُرْجى اور مصدر إرجاء ہے: وہ لوگ جن کا معاملہ مؤخر کر دیا گیا، فرمایا: ﴿وَآخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِأَمْرِ اللّٰهِ﴾: اور کچھ اور لوگ ہیں جن کا معاملہ اللہ کا حکم آنے تک ملتوی ہے۔

۱۲- پھر آیت ۱۰۹ میں تین لفظ آئے ہیں: شَفَا، جُرُف اور هَارٍ، شفا کے معنی ہیں شفير: کنارہ ــــ اور جُرُف کے

معنی ہیں: کھائیاں، نالہ اور نہر کا وہ کنارہ جس کو پانی کے بہاؤ نے کاٹ کر رکھ دیا ہو، اور وہ گرنے کے قریب ہو —— تَجَرَّف: پانی کا کسی چیز کو بہالے جانا —— اور هَارٍ: اسم فاعل مجرور ہے، هَوْر مادہ ہے، جس کے معنی ہیں: گرنے کے قریب، هَارٍ کی اصل هاور یا هائر ہے، تَهَوَّرَتِ البئر کے معنی ہیں: کنواں ڈھ گیا، اور انهارت کے بھی یہی معنی ہیں۔ فرمایا: ﴿أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ﴾ الآية: کیا پس وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ سے ڈرنے پر اور اس کی خوشنودی پر رکھی بہتر ہے یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد کسی گھاٹی کے کنارے پر رکھی جو گرنے کو ہو رہی ہے، پس وہ اس کو لے کر آتش دوزخ میں گر پڑے؟

۱۳- پھر آیت ۱۱۴ میں لفظ أَوَّاه آیا ہے، یہ مبالغہ کا صیغہ ہے، اس کے معنی ہیں: نرم دل، بہت آہ کرنے والا یعنی اللہ سے ڈرنے والا، فرمایا: ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيْمٌ﴾: بے شک ابراہیم بڑے نرم دل حلیم الطبع تھے —— آهَ (ن) أَوْهًا: آہ آہ کرنا، شفقا: ڈرتے ہوئے، فَرَقًا کے بھی یہی معنی ہیں، شاعر نے لفظ تأَوَّہ استعمال کیا ہے، جس کے معنی ہیں: آہ آہ کرنا!

جب میں کھڑا ہوتا ہوں اور رات میں اونٹنی پر کجاوہ باندھتا ہوں ❁ تو وہ کراہتی ہے غمگین آدمی کے کراہنے کی طرح

[۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿بَرَآءَةٌ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ إِلَى الَّذِيْنَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: [١٤-] ﴿أُذُنٌ﴾: يُصَدِّقُ. [١٥-] ﴿تُطَهِّرُهُمْ بِهَا وَتُزَكِّيْهِمْ﴾: وَنَحْوُهَا كَثِيْرٌ، وَالزَّكَاةُ: الطَّاعَةُ وَالإِخْلاَصُ. ﴿لاَيُؤْتُوْنَ الزَّكَاةَ﴾: لاَيَشْهَدُوْنَ أَنْ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ. [١٦-] ﴿يُضَاهِئُوْنَ﴾: يُشَبِّهُوْنَ.

[٤٦٥٤-] حدثنا أَبُوْ الْوَلِيْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ، يَقُوْلُ: آخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ: ﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلاَلَةِ﴾ وَآخِرُ سُوْرَةٍ نَزَلَتْ بَرَاءَةٌ. [راجع: ٤٣٦٤]

۱۴- سورۃ التوبہ آیت ۶۱ میں ہے: ﴿وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ أُذُنٌ﴾: اور ان (منافقین) میں بعض وہ لوگ ہیں جو نبی ﷺ کو ستاتے ہیں کہتے ہیں: وہ کان ہے یعنی ہر بات کان دے کر سن لیتا ہے اور مان لیتا ہے۔

۱۵- پھر آیت ۱۰۳ میں: ﴿تُزَكِّيْهِمْ﴾: ہے، اور زکات کا مادہ قرآن میں بہ کثرت استعمال ہوا ہے، اور یہاں زکات کے معنی ہیں: فرمان برداری اور ایمان میں اخلاص (کھراپن) جیسے سورہ حمٓ السجدة آیت ۷ میں جو ﴿لاَيُؤْتُوْنَ الزَّكَاةَ﴾ ہے، اس کے معنی ہیں: وہ توحید کی گواہی نہیں دیتے۔ فرمایا: ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا﴾: آپؐ ان کے اموال میں سے کچھ خیرات لیں، پاک کریں آپ ان کو اور مخلص (مطیع) بنائیں آپ ان کو اس خیرات کے ذریعہ۔

تفسیر: یہ اور اس سے پہلے کی آیت حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جنھوں نے خود کو غزوۂ تبوک میں بغیر عذر پیچھے رہنے کی وجہ سے مسجد نبوی کے ستونوں سے باندھ لیا تھا، جب ان کی توبہ نازل ہوئی تو وہ تکمیل توبہ کے طور پر کچھ مال لے کر حاضر ہوئے، پس مذکورہ آیت نازل ہوئی کہ ان کی خیرات لے لیں، اس سے

ان کو دو فائدے حاصل ہونگے: (۱) توبہ سے گناہ تو معاف ہوگیا، مگر اس کی ظلمت وکدورت کا جو اثر باقی ہے وہ صدقہ سے ڈھل جائے گا۔ **تطھرھم** کا یہ مطلب ہے۔ (۲) ان کے ایمان میں کھرا پن پیدا ہوگا، کیونکہ اعمالِ صالحہ سے عموماً اور خاص طور پر اس عمل سے جو نفس پر شاق ہو ایمان کو جلا ملتی ہے، خیرات کرنا ایسا ہی عمل صالح ہے، اس سے ایمان میں کھرا پن پیدا ہوتا ہے اور فرمان برداری کا جذبہ ابھرتا ہے۔ تزکیھم کا یہ مطلب ہے۔

۱۶- سورۃ التوبہ آیت ۳۰ میں ﴿يُضَاهِئُوْنَ﴾ ہے، یہ مضارع جمع مذکر غائب ہے، **مُضاھاۃ**: مصدر باب مفاعلہ ہے، معنی: وہ مشابہت پیدا کررہے ہیں، فرمایا: یہود عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں، یہ ان کی منہ سے کہی ہوئی باتیں ہیں، جس کا واقع میں کہیں نام ونشان نہیں: ﴿يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ﴾: وہ ان لوگوں سی باتیں کرنے لگے ہیں جو ان سے پہلے کافر ہو چکے ہیں، یعنی مشرکین عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے، یہ بھی ان کی طرح اولاد تجویز کرنے لگے۔

سورۃ براءت نزول کے اعتبار سے آخری سورت ہے

یہ بات حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمائی ہے کہ آیات میں نزول کے اعتبار سے سب سے آخری آیت سورۃ المائدۃ کی آخری آیت ہے، جس میں کلالہ کی میراث کا بیان ہے، اور سورتوں میں نزول کے اعتبار سے آخری سورت: سورۃ البراءۃ ہے، اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۸: ۴۵۷) آچکی ہے۔

جن قبائل کے ساتھ غیر میعادی ناجنگ معاہدہ تھا ان کو چار ماہ کا الٹی میٹم دیا

فتح مکہ کے بعد جن مشرکین کے ساتھ غیر میعادی ناجنگ معاہدہ تھا ان کو اطلاع کردی گئی کہ ہم آئندہ معاہدہ رکھنا نہیں چاہتے، چار ماہ کی تم کو مہلت دی جاتی ہے، اس مدت میں یا تو اسلامی برادری میں شامل ہوجاؤ یا مرکز توحید وایمان کو اپنے وجود سے پاک کردو یا جنگی مقابلہ کے لئے تیار ہوجاؤ، مگر خوب سمجھ لو کہ اللہ کی مشیت کو تم روک نہیں سکتے، اگر مسلمان نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ تم کو دنیا وآخرت میں رسوا کرنے والے ہیں، یہ اعلان سنہ ۹ ہجری میں حج کے موقع پر تمام قبائل عرب کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا۔

یہ اعلان سورۃ براءت کی شروع کی تین آیتوں میں ہے، فرمایا: ''اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے صاف جواب ہے ان مشرکوں کو جن سے تمہارا معاہدہ ہوا ہے، پس چلو پھرو تم سرزمین عرب میں چار ماہ، اور جان لو کہ تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کرسکتے، اور یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو رسوا کرنے والے ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے بڑے حج کے دن عام لوگوں کے سامنے اعلان کیا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول دست بردار ہوتے ہیں مشرکین سے، پس اگر تم توبہ کرلو تو تمہارے لئے بہتر ہے، اور اگر تم نے اعراض کیا تو جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کرسکو گے، اور کافروں کو ایک دردناک عذاب کی

خوش خبری سنا دیجئے''

اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۲:۱۹۵) آچکی ہے ـــــ سِیْحوا کے معنی سِیْرُوْا ہیں یعنی آزادانہ چلو پھرو ـــــ اور حدیث میں فآذن ہے اس کے معنی ہیں: أعلمهم: ان کو مطلع کردیا۔

[٢-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿فَسِيْحُوْا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوْا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ وَأَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكَافِرِيْنَ﴾ سِيْحُوْا: سِيْرُوْا.

[٤٦٥٥-] حدثنا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، وَأَخْبَرَنِيْ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: بَعَثَنِيْ أَبُوْ بَكْرٍ فِيْ تِلْكَ الْحَجَّةِ فِي مُؤَذِّنِيْنَ، بَعَثَهُمْ يَوْمَ النَّحْرِ يُؤَذِّنُوْنَ بِمِنًى: أَنْ لاَ يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، وَلاَ يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ. قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: ثُمَّ أَرْدَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِعَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ، وَأَمَرَهُ أَنْ يُؤَذِّنَ بِبَرَاءَ ةٍ.

قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: فَآذَنَ مَعَنَا عَلِيٌّ يَوْمَ النَّحْرِ فِيْ أَهْلِ مِنًى بِبَرَاءَ ةٍ، وَأَنْ لاَ يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، وَلاَ يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: آذَنَهُمْ: أَعْلَمَهُمْ.[راجع: ٣٦٩]

[٣-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَأَذَانٌ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللّٰهَ بَرِيْءٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهُ، فَإِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ، وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ﴾

[٤٦٥٦-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَأَخْبَرَنِيْ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: بَعَثَنِيْ أَبُوْ بَكْرٍ فِي تِلْكَ الْحَجَّةِ فِي الْمُؤَذِّنِيْنَ، بَعَثَهُمْ يَوْمَ النَّحْرِ يُؤَذِّنُوْنَ بِمِنًى: أَلَّا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، وَلاَ يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ. قَالَ حُمَيْدٌ: ثُمَّ أَرْدَفَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِعَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ، فَأَمَرَهُ أَنْ يُؤَذِّنَ بِبَرَاءَ ةٍ. قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: فَآذَنَ مَعَنَا عَلِيٌّ فِي أَهْلِ مِنًى يَوْمَ النَّحْرِ بِبَرَاءَ ةٍ، وَأَنْ لاَ يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، وَلاَ يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ.[راجع: ٣٦٩]

جن قبائل کے ساتھ میعادی معاہدہ تھا اس کو اس کی مدت تک باقی رکھا گیا

کچھ قبائل کے ساتھ میعادی معاہدہ تھا، اور وہ اس پر برابر قائم رہے، انھوں نے ایفائے عہد میں کوئی کوتاہی نہیں کی، نہ دوسرے بدعہدوں کو مدد پہنچائی، جیسے بنو ضمرۃ اور بنو مدلج، ان کے متعلق آیت ۴ میں اعلان کیا گیا کہ میعاد ختم ہونے تک وہ معاہدہ برقرار رہے گا، مگر اس کی تجدید نہیں ہوگی، پھر ان کے لئے بھی وہی راستہ ہوگا جو اوروں کے لئے ہوگا۔ اور اس کا اعلان

بھی حج کے موقعہ پر دس ذی الحجہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا، اور حج اکبر کے دن سے مراد دس ذی الحجہ ہے۔

[٤-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿إِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾

[٤٦٥٧-] حدثنا إِسْحَاقُ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِيْ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَنَّ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَهُ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ بَعَثَهُ فِي الْحَجَّةِ الَّتِيْ أَمَّرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَيْهَا قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فِي رَهْطٍ يُؤَذِّنُ فِي النَّاسِ أَنْ لَا يَحُجَّنَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ.

فَكَانَ حُمَيْدٌ يَقُوْلُ: يَوْمُ النَّحْرِ يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ، مِنْ أَجْلِ حَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ. [راجع: ٣٦٩]

آیت کا ترجمہ: مگر (دست برداری سے) وہ مشرکین مستثنیٰ ہیں جن سے تم نے صلح کا معاہدہ کیا ہے، پھر انھوں نے معاہدہ پر قائم رہنے میں کوئی کمی نہیں کی، اور نہ تمہارے مقابلہ میں (تمہارے) کسی (دشمن) کی مدد کی تو تم ان کے معاہدہ کو اس کی مدت تک پورا کرو (اور بدعہدی مت کرو) واقعی اللہ تعالیٰ (بدعہدی سے) احتیاط رکھنے والوں کو پسند کرتے ہیں ـــــ اس آیت کی رو سے بنو ضَمُرۃ اور بنو مُدْلِج کو نو ماہ کی مہلت مل گئی، کیونکہ ان کے معاہدہ کی اتنی ہی مدت باقی رہ گئی تھی۔

اگر نقضِ عہد کفار کی طرف سے ہو تو مسلمان بھی معاہدہ کے پابند نہیں

گذشتہ آیات میں غیر میعادی معاہدہ کی صورت میں چار ماہ کی ڈھیل دی گئی ہے، اور میعادی معاہدہ کی صورت میں تا میعاد مہلت دی گئی ہے، لیکن اگر کفار کی طرف سے نقضِ عہد پایا جائے اور وہ آمادۂ پیکار ہو جائیں تو پھر مسلمان بھی معاہدہ کے پابند نہیں رہیں گے، اس سلسلہ میں آیت ۱۲ نازل ہوئی، اس میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ کفر کے ان سرغنوں سے لڑو، فرمایا: ﴿وَإِنْ نَّكَثُوْا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ﴾: اور اگر وہ لوگ (کفار) عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں (قول وقرار) کو توڑ بیٹھیں اور تمہارے دین کو زد پہنچائیں تو تم (بھی) کفر کے سرغنوں سے لڑو، بے شک ان کی قسمیں کچھ نہیں، تاکہ وہ باز آجائیں ـــــ اور حدیث جو امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے اس کا آیت سے کچھ تعلق نہیں، اس کا ترجمہ اور مطلب عبارت کے بعد ہے۔

[٥-] بَابٌ قَوْلُهُ: ﴿فَقَاتِلُوْا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ﴾

[٤٦٥٨-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيىَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ حُذَيْفَةَ فَقَالَ: مَابَقِيَ مِنْ أَصْحَابِ هٰذِهِ الْآيَةِ إِلَّا ثَلَاثَةٌ، وَلَا مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ إِلَّا أَرْبَعَةٌ. فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: إِنَّكُمْ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم تُخَبِّرُوْنَا لَا نَدْرِيْ، فَمَا بَالُ هٰؤُلَاءِ

الَّذِيْنَ يَنْقُرُوْنَ بُيُوْتَنَا وَيَسْرِقُوْنَ أَعْلاَقَنَا قَالَ: أُولٰئِكَ الْفُسَّاقُ، أَجَلْ لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ إِلاَّ أَرْبَعَةٌ، أَحَدُهُمْ شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَوْ شَرِبَ الْمَاءَ الْبَارِدَ لَمَا وَجَدَ بَرْدَهُ.

ترجمہ: زید بن وہب کہتے ہیں: ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، پس انھوں نے کہا: نہیں باقی رہے اس آیت والوں میں سے مگر تین شخص (آیت سے کونسی آیت مراد ہے یہ متعین نہیں اور وہ تین شخص کون ہیں، یہ بھی معلوم نہیں) اور منافقین میں سے صرف چار شخص باقی رہ گئے ہیں (ان کے بھی نام معلوم نہیں) پس ایک بدّو نے کہا: آپ لوگ یعنی نبی ﷺ کے صحابہ ایسی باتیں بتاتے ہو جو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں، پس ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ہمارے گھروں میں نقب لگاتے ہیں، اور ہماری نفیس چیزیں چرا لیتے ہیں؟ یعنی یہی تو منافقین ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ صرف چار منافق رہ گئے ہیں! حضرت حذیفہؓ نے کہا: وہ فساق (بدکار) ہیں یعنی وہ عملی منافق ہیں، اور میں نے اعتقادی منافقوں کے بارے میں بتلایا ہے کہ ان میں سے صرف چار زندہ ہیں، ان میں سے ایک بہت بوڑھا ہے، اگر وہ ٹھنڈا پانی پیتا ہے تو اس کو پانی کی برودت کا احساس نہیں ہوتا، یعنی وہ بےحس ہو چکا ہے۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث سے أئمة الكفر (کفر کے سرداروں) کی تعیین کرنا چاہتے ہیں، مگر حدیث سے یہ بات حاصل نہیں ہوتی، کیونکہ 'اس آیت' کا مصداق متعین نہیں، اور اس کی تعیین کی ضرورت بھی نہیں، ان کو ہر شخص ہر زمانہ میں جانتا ہے۔

جس مال کی زکات نہ نکالی جائے وہ مال آخرت میں وبال بن جائے گا

سورۃ البراءۃ کی آیات ۳۴ و ۳۵ ایک ہی مسئلہ سے متعلق ہیں، امام صاحبؒ نے ان کو دو بابوں میں لکھا ہے، ان کا ترجمہ یہ ہے: ''اور جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں، اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک سزا کی خوش خبری سنا دیجئے، جس روز جہنم کی بھٹی میں اس سونے اور چاندی پر آگ دہکائی جائے گی، پھر اس سے ان لوگوں کی پیشانیاں، پہلو اور پیٹھوں کو داغا جائے گا (اور کہا جائے گا:) یہ ہے وہ دولت جو تم نے اپنے واسطے جمع کر رکھی تھی، پس لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو!''

اور پہلی حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۴: ۱۷۳) مفصل آئی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تم میں سے ایک کا خزانہ گنجا سانپ بنے گا (یکون: پیکرِ محسوس اختیار کرے گا) اور دوسری حدیث بھی پہلے (تحفۃ القاری ۴: ۱۷۶) مفصل آئی ہے۔ اور دوسرے باب کی حدیث بھی پہلے (تحفۃ القاری ۴: ۱۷۵) تفصیل سے آچکی ہے۔ اس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ جس نے مال جمع کیا اور اس کی زکات نہیں نکالی وہ مال اس کے لئے ہلاکت کا سامان بنے گا، یہ بات زکات کا حکم نازل ہونے سے پہلے تھی، پھر جب زکات کا حکم نازل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے مال کو زکات کے ذریعہ پاک کر دیا (اب وہ کنز

نہیں رہا نہ وہ آیت کا مصداق ہے)

[٦-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلاَ يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ﴾

[٤٦٥٩-] حدثنا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ الزِّنَادِ: أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجَ حَدَّثَهُ أَنَّـهُ قَالَ: حَدَّثَنِيْ أَبُوْ هُرَيْرَةَ أَنَّـهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: "يَكُوْنُ كَنْزُ أَحَدِكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ"[راجع: ١٤٠٣]

[٤٦٦٠-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، قَالَ: مَرَرْتُ عَلٰى أَبِيْ ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ قُلْتُ: مَا أَنْزَلَكَ بِهٰذِهِ الْأَرْضِ؟ قَالَ: كُنَّا بِالشَّامِ فَقَرَأْتُ: ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلاَ يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ﴾ قَالَ مُعَاوِيَةُ: مَا هٰذِهِ فِيْنَا، مَا هٰذِهِ إِلاَّ فِيْ أَهْلِ الْكِتَابِ. قَالَ: قُلْتُ: إِنَّهَا لَفِيْنَا وَفِيْهِمْ.[راجع: ١٤٠٦]

[٧-] بَابُ قَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ، هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ﴾

[٤٦٦١-] وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبِ بْنِ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا أَبِيْ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ أَسْلَمَ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، فَقَالَ: هٰذَا قَبْلَ أَنْ تُنْزَلَ الزَّكَاةُ، فَلَمَّا أُنْزِلَتْ جَعَلَهَا اللّٰهُ طُهْرًا لِلْأَمْوَالِ.[راجع: ١٤٠٤]

سال بارہ مہینے کا ہے، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں

سورۃ التوبہ آیت ۳۶ میں ہے: ''مہینوں کی تعداد اللہ کے نزدیک نوشتۂ الٰہی میں جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین بنائے بارہ ہی ہے یعنی لوند کا مہینہ بڑھا کر تیرہ مہینوں کا سال کرنا لوگوں کی ایجاد ہے، جن میں سے چار مہینے محترم ہیں (اور وہ متعین ہیں، ان میں تبدیلی کرنے کا کسی کو کوئی حق نہیں) یہی صحیح دین ہے (اور جس کو تم ملت ابراہیمی سمجھے بیٹھے ہو وہ تمہاری تراشیدہ ملت ہے) —— القیم: صفت کا صیغہ ہے، اس کے معنی ہیں: قائم یعنی مستقیم: سیدھا، ٹھیک، درست۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ''زمانہ گھوم کر پہلی جگہ آ گیا ہے، جیسا وہ تخلیق ارض وسماء کے وقت تھا، سال بارہ ماہ کا ہے، ان میں سے چار محترم مہینے ہیں، تین مسلسل ہیں: ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم (اور چوتھا) مضر کا رجب ہے جو جمادی الاخری اور شعبان کے درمیان ہے (مضر قبیلہ اس مہینے کی تعظیم کرتا تھا اس لئے اس کی طرف اس مہینے کی نسبت کی گئی ہے) اسْتَدَارَ:

گھوم کر پہلی جگہ لوٹنا۔

[٨-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقِيِّمُ﴾ ﴿الْقِيِّمُ﴾ هُوَ الْقَائِمُ.

[٤٦٦٢-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيْ بَكْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "إِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ، السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ: ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِيْ بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ" [راجع: ٦٧]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غارِ ثور میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے

سورۃ التوبہ آیت ۴۰ میں ہے: ﴿إِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْهُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهِ: لَاتَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهُ عَلَيْهِ﴾: اگر تم رسول اللہ کی مدد نہیں کروگے تو اللہ تعالیٰ یقیناً اس وقت ان کی مدد کر چکا ہے جب کافروں نے ان کو (مکہ سے) نکال دیا تھا، جبکہ وہ دو میں کا دوسرا تھا، جس وقت دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے: غم مت کر اللہ تعالیٰ یقیناً ہمارے ساتھ ہیں، پھر اللہ نے اس (ساتھی) پر اپنی خاص تسلی نازل فرمائی —— اس آیت سے قطعی طور پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا غارِ ثور میں نبی ﷺ کے ساتھ ہونا ثابت ہوتا ہے اور "اللہ ہمارے ساتھ ہیں" یعنی ہمارے مددگار ہیں —— اور سکينة: سکون سے بروزن فعيلة مصدر ہے جو اسم کی جگہ استعمال ہوا ہے یعنی سکون واطمینان —— اور ثاني اثنين: أخرجه کی ضمیر مفعول سے حال ہے۔ اور باب کی حدیث میں بھی یہی مضمون ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یارِ غار تھے، اور حدیثیں ایک کے علاوہ سب نئی ہیں، اس لئے ان کا ترجمہ ومطلب بعد میں ہے۔

[٩-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْهُمَا فِي الْغَارِ﴾

﴿مَعَنَا﴾: نَاصِرُنَا، السَّكِيْنَةُ: فَعِيْلَةٌ مِنَ السُّكُوْنِ.

[٤٦٦٣-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَبَّانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا ثَابِتٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ أَبُوْ بَكْرٍ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِي الْغَارِ، فَرَأَيْتُ آثَارَ الْمُشْرِكِيْنَ، قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ رَفَعَ قَدَمَهُ رَآنَا. قَالَ: "مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا؟"

[راجع: ٣٦٥٣]

حوالہ: یہ حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۷:۱۸۶) آئی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ سفرِ ہجرت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے ساتھ تھے، غار میں بھی اور مکہ سے مدینہ تک سفر میں بھی۔

[٤٦٦٤-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ قَالَ حِيْنَ وَقَعَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ ابْنِ الزُّبَيْرِ: قُلْتُ: أَبُوْهُ الزُّبَيْرُ، وَأُمُّهُ أَسْمَاءُ، وَخَالَتُهُ عَائِشَةُ، وَجَدُّهُ أَبُوْ بَكْرٍ، وَجَدَّتُهُ صَفِيَّةُ.

فَقُلْتُ لِسُفْيَانَ: إِسْنَادُهُ؟ فَقَالَ: حَدَّثَنَا، فَشَغَلَهُ إِنْسَانٌ: وَلَمْ يَقُلْ: ابْنُ جُرَيْجٍ. [طرفاه: ٤٦٦٥، ٤٦٦٦]

ترجمہ: جب ابن عباسؓ اور ابن الزبیرؓ کے درمیان اختلاف ہوا تب بھی ابن عباسؓ نے ابن الزبیرؓ کے فضائل بیان کئے، فرمایا: ان کے ابا حضرت زبیرؓ ہیں (جو نبی ﷺ کے حواری (خاص مددگار) ہیں) اور ان کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ہیں (جو دو نطاق والی ہیں) اور ان کی خالہ صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، اور ان کے نانا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں (جو یارِ غار تھے، جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے) اور ان کی دادی صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں (جو نبی ﷺ کی پھوپی ہیں) —— امام بخاریؒ کے استاذ عبداللہ مسندی نے اپنے استاذ سفیان بن عیینہؒ سے کہا: اس کی سند؟ پس انھوں نے کہا: ہم سے یہ حدیث بیان کی، پھر ان کو کسی شخص نے مشغول کر دیا اور انھوں نے 'ابن جریج' نہیں کہا (اس لئے امام بخاریؒ یہی حدیث عبداللہ مسندی کی دوسری سند سے اگلے نمبر پر لائے ہیں)

[٤٦٦٥-] حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: قَالَ ابْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ: وَكَانَ بَيْنَهُمَا شَيْئٌ فَغَدَوْتُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ: أَتُرِيْدُ أَنْ تُقَاتِلَ ابْنَ الزُّبَيْرِ، فَتُحِلَّ حَرَمَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ: مَعَاذَ اللّٰهِ! إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ ابْنَ الزُّبَيْرِ وَبَنِيْ أُمَيَّةَ مُحِلِّيْنَ، وَإِنِّيْ وَاللّٰهِ لاَ أُحِلُّهُ أَبَدًا.

قَالَ: قَالَ النَّاسُ: بَايِعْ لِابْنِ الزُّبَيْرِ. فَقُلْتُ: وَأَيْنَ بِهٰذَا الْأَمْرِ عَنْهُ؟ أَمَّا أَبُوْهُ فَحَوَارِيُّ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، يُرِيْدُ الزُّبَيْرَ، وَأَمَّا جَدُّهُ فَصَاحِبُ الْغَارِ، يُرِيْدُ أَبَا بَكْرٍ، وَأُمُّهُ فَذَاتُ النِّطَاقِ، يُرِيْدُ أَسْمَاءَ، وَأَمَّا خَالَتُهُ فَأُمُّ الْمُؤْمِنِيْنَ، يُرِيْدُ عَائِشَةَ، وَأَمَّا عَمَّتُهُ فَزَوْجُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، يُرِيْدُ خَدِيْجَةَ، وَأَمَّا عَمَّةُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَجَدَّتُهُ، يُرِيْدُ صَفِيَّةَ، ثُمَّ عَفِيْفٌ فِي الْإِسْلاَمِ، قَارِئٌ لِلْقُرْآنِ!

وَاللّٰهِ إِنْ وَصَلُوْنِيْ وَصَلُوْنِيْ مِنْ قَرِيْبٍ، وَإِنْ رَبُّوْنِيْ رَبَّنِيْ أَكْفَاءٌ كِرَامٌ، فَآثَرَ التُّوَيْتَاتِ وَالْأُسَامَاتِ وَالْحُمَيْدَاتِ، يُرِيْدُ أَبْطُنًا مِنْ بَنِيْ أَسَدٍ: بَنِيْ تُوَيْتٍ وَبَنِيْ أُسَامَةَ وَبَنِيْ أَسَدٍ، إِنَّ ابْنَ أَبِي الْعَاصِ بَرَزَ يَمْشِي الْقُدَمِيَّةَ، يَعْنِيْ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ، وَإِنَّهُ لَوَّى ذَنَبَهُ، يَعْنِي ابْنَ الزُّبَيْرِ. [راجع: ٤٦٦٤]

روایت کا پس منظر: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ نے یزید کے ہاتھ پر بیعت

نہیں کی، پھر جب یزید کا انتقال ہوگیا تو ابن الزبیرؓ نے اپنے لئے بیعت لی، اور اسلامی مملکت کا دوتہائی حصہ ان کے کنٹرول میں آ گیا، پھر مروان کا دور آیا، اس نے ضحاک بن قیس کو قتل کر دیا، جو ابن الزبیرؓ کی طرف سے شام کا گورنر تھا، اس وقت ابن عباس اور ابن الحنفیۃ مکہ مکرمہ میں تھے، ابن الزبیرؓ نے ان سے بیعت کا مطالبہ کیا، انھوں نے انکار کیا، اور کہا: ہم اس وقت بیعت کریں گے جب سب لوگ کسی ایک خلیفہ پر متفق ہو جائیں گے، اور بھی لوگ اس رائے کے تھے، ابن الزبیرؓ نے ان پر سختی کی اور ان کو قید کر دیا، مختار ثقفی کو اس کی اطلاع ہوئی، وہ لشکر جرار لے کر آیا، اور ان دونوں کو رہائی دلائی، پھر اس نے ابن الزبیرؓ سے لڑنے کی ان سے اجازت طلب کی، دونوں نے اس کی ہم نوائی نہیں کی، اور دونوں طائف چلے گئے (حاشیہ)

روایت: ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں: ابن عباس اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے درمیان کچھ اختلاف ہوا، پس میں صبح کو ابن عباسؓ کے پاس گیا، میں نے کہا: کیا آپ ابن الزبیر سے لڑنا چاہتے ہیں، پس آپ حرم کی حرمت کو پامال کریں گے؟ ابن عباسؓ نے کہا: توبہ توبہ! اللہ تعالیٰ نے ابن الزبیر اور بنوامیہ کے مقدر میں حرم کی حرمت کی پامالی لکھ دی ہے، یعنی وہ دونوں حرم میں لڑیں گے، اور میں بخدا! کبھی حرم کی حرمت کو پامال نہیں کرونگا۔

ابن ابی ملیکہؒ کہتے ہیں: لوگوں نے (جو ابن الزبیرؓ کے حمایتی تھے ابن عباسؓ سے) کہا: آپ ابن الزبیر کے ہاتھ پر بیعت کرلیں، پس میں نے (ابن عباسؓ نے) کہا: اور کہاں ہے اس امر کے ساتھ ان سے! یعنی ابن الزبیر کے علاوہ خلافت کا حقدار کون ہے؟ وہی حقدار ہیں! (أراد بالأمر الخلافة يعني ليست بعيدةً عنه لما له من الشرف ۱۲ عمدة القاری) (پھر ابن عباسؓ نے ابن الزبیر کے فضائل بیان کئے، فرمایا: رہے ان کے ابا تو وہ نبی ﷺ کے خاص مددگار ہیں، ان کی مراد حضرت زبیرؓ ہیں، اور رہے ان کے نانا تو وہ نبی ﷺ کے غار کے ساتھی ہیں، ان کی مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں (یہاں باب ہے) اور ان کی والدہ دو پٹکوں والی خاتون ہیں، ان کی مراد حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ہیں، اور رہی ان کی خالہ تو وہ مسلمانوں کی ماں ہیں، ان کی مراد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں، اور رہی ان کی پھوپی تو وہ نبی ﷺ کی اہلیہ ہیں، ان کی مراد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں، (حضرت خدیجہؓ حضرت زبیرؓ کی پھوپی ہیں، پس ان کے صاحبزادے عبداللہ کی بھی پھوپی ہوئیں) اور رہی نبی ﷺ کی پھوپی تو وہ ان کی دادی ہیں، ان کی مراد حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں، پھر وہ بذاتِ خود ناپسندیدہ اقوال و افعال سے بچنے والے مسلمان ہیں، وہ قرآنِ کریم کے قاری یعنی بڑے عالم ہیں (پس ان کے علاوہ خلافت کا حقدار کون ہوسکتا ہے؟!)

(سوال: جب ابن الزبیرؓ کے یہ اور یہ فضائل ہیں تو آپ ان کے ہاتھ پر بیعت کیوں نہیں کرتے؟ جواب: تین باتوں کی وجہ سے: اول: بنوامیہ سے میرا قریبی نسبی تعلق ہے، ابن الزبیر سے دور کا تعلق ہے۔ دوم: ابن الزبیر میں اقرباء نوازی ہے، وہ اپنے خاندان کو ترجیح دیتے ہیں۔ سوم: ابن الزبیر کا سیاسی مستقبل تابناک نہیں)

(۱) بخدا اگر تعلق رکھتے ہیں وہ (بنوامیہ مجھ سے) تو وہ قریب سے تعلق رکھتے ہیں یعنی میرا نسبی تعلق بنوامیہ سے قریب

ہے بہ نسبت ابن الزبیر کے، اور اگر وہ میری پرورش کرتے ہیں یعنی مجھے انعامات سے نوازتے ہیں تو میری پرورش کرتا ہے برابر کا شریف آدمی پس اپنوں کا احسان مند رہنا پرایوں کے احسان مند رہنے سے بہتر ہے۔(۲) پس ابن الزبیرؓ نے بنو تویت، بنو اسامہ اور بنو حمید کو ترجیح دی، مراد قبیلہ بنو اسد کے خاندان ہیں (حضرت ابن الزبیرؓ اسدی ہیں، وہ بنو اسد کے خاندانوں کو بنو ہاشم پر ترجیح دیتے ہیں، ابن عباسؓ ہاشمی ہیں) (۳) بے شک ابو العاص کا لڑکا یعنی عبدالملک (جو ابن الزبیر کا حریف تھا) میدان میں اترا ہے وہ اکڑ والی چال چل رہا ہے، ان کی مراد عبدالملک بن مروان ہے، اور بے شک انھوں نے اپنی دُم موڑی ہے ان کی مراد ابن الزبیر ہیں یعنی وہ دم دبا کر بیٹھ گئے ہیں (ان وجوہ سے میں ان سے بیعت نہیں کر رہا)

[٤٦٦٦-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُوْنٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ ابْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: أَلَا تَعْجَبُوْنَ لِابْنِ الزُّبَيْرِ، قَامَ فِي أَمْرِهِ هٰذَا، فَقُلْتُ: لَأُحَاسِبَنَّ نَفْسِيْ لَهُ مَا حَاسَبْتُهَا لِأَبِيْ بَكْرٍ وَلَا لِعُمَرَ، وَلَهُمَا كَانَا أَوْلَى بِكُلِّ خَيْرٍ مِنْهُ، وَقُلْتُ: ابْنُ عَمَّةِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، وَابْنُ الزُّبَيْرِ، وَابْنُ أَبِيْ بَكْرٍ، وَابْنُ أَخِيْ خَدِيْجَةَ، وَابْنُ أُخْتِ عَائِشَةَ، فَإِذَا هُوَ يَتَعَلَّى عَنِّيْ وَلَا يُرِيْدُ ذٰلِكَ، فَقُلْتُ: مَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنِّيْ أَعْرِضُ هٰذَا مِنْ نَفْسِيْ، فَيَدَعُهُ، وَمَا أُرَاهُ يُرِيْدُ خَيْرًا، وَإِنْ كَانَ لَابُدَّ لَأَنْ يَرُبَّنِيْ بَنُو عَمِّيْ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَرُبَّنِيْ غَيْرُهُمْ. [راجع: ٤٦٦٤]

ترجمہ: یہ گذشتہ روایت ہی ہے جو دوسری سند سے لائی گئی ہے، اس روایت میں بیعت نہ کرنے کی ایک اور وجہ بھی بیان کی ہے کہ میں نے تو ان کی ہر طرح مدد کرنے کی ٹھان لی تھی، مگر انھوں نے مجھے نظر انداز کر دیا، قریب ہی نہیں لگایا۔ ابن ابی ملیکہؒ کہتے ہیں: ہم ابن عباسؓ کے پاس گئے، پس انھوں نے کہا: کیا تمہیں ابن الزبیرؓ پر حیرت نہیں ہوتی، اٹھے ہیں وہ اس خلافت کے لئے، پس میں نے سوچا: میں ضرور ان کے لئے اپنے نفس سے ایسا حساب کتاب کرونگا جیسا حساب کتاب میں نے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے لئے نہیں کیا یعنی ان کی مدد کے لئے ہر ممکن سعی کرونگا، اور یقیناً ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما زیادہ حقدار تھے ہر خیر کے ابن الزبیر سے، اور میں نے سوچا: نبی ﷺ کی پھوپی کی لڑکے ہیں، زبیرؓ کے صاحبزادے ہیں، حضرت ابوبکرؓ کے نواسے ہیں، اور حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے ہیں، اور حضرت عائشہؓ کے بھانجے ہیں (اس لئے ان کی ہر طرح مدد کرنی چاہئے) پس اچانک وہ مجھ پر بڑائی جتانے لگے، یعنی مجھے نظر انداز کر دیا، اور نہیں چاہتے تھے وہ یہ بات یعنی مجھے قریب کرنا نہیں چاہتے تھے، پس میں نے سوچا: نہیں گمان کرتا تھا میں کہ پیش کروں یہ بات اپنی طرف سے، پس وہ مجھے نظر انداز کرنا چھوڑ دیں، اور نہیں گمان کرتا ہوں میں کہ وہ خیر چاہتے ہیں یعنی مجھے نظر انداز کرنا ان کے لئے مفید نہیں ہوگا —— اور اگر بیعت کرنا ضروری ہے تو البتہ یہ بات کہ میری پرورش کریں میرے چچا زاد بھائی (بنو امیہ) مجھے زیادہ پسند ہے

اس سے کہ میری پرورش کرے ان کے علاوہ یعنی بنواسد (یہ وجہ ہے ابن الزبیر سے بیعت نہ کرنے کی)

جن لوگوں کی دل جوئی مقصود ہو وہ بھی زکات کا ایک مصرف ہیں

سورۃ التوبہ آیت ۶۰ میں زکات وصدقات کے آٹھ مصارف کا بیان ہے، ان میں ایک مصرف مؤلفۃ القلوب ہیں یعنی جن کی دل جوئی مقصود ہو ان کو بھی زکات وصدقات میں سے دے سکتے ہیں، اگرچہ وہ مالدار ہوں، مگر بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ مصرف موقوف کردیا۔

اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۶:۵۵۶) آچکی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے تھوڑا سونا بھیجا تھا، نبی ﷺ نے وہ سونا قبائل کے چار سرداروں کو تالیف قلب کے لئے بانٹ دیا، پس ذوالخویصرۃ نے ناانصافی کی پھبتی کسی، اس پر آپؐ نے فرمایا: ''اس کی نسل سے ایک قوم نکلے گی جو دین ہی سے نکل جائے گی!''

[۱۰-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ﴾

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: يَتَأَلَّفُهُمْ بِالْعَطِيَّةِ.

[۴۶۶۷-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ نُعْمٍ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، قَالَ: بُعِثَ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِشَيْئٍ، فَقَسَمَهُ بَيْنَ أَرْبَعَةٍ وَقَالَ: " أَتَأَلَّفُهُمْ" فَقَالَ رَجُلٌ: مَاعَدَلْتَ. فَقَالَ: " يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمٌ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ" [راجع: ۳۳۴۴]

منافقوں کی زبان سے نہ تھوڑا دینے والا بچا نہ زیادہ خرچ کرنے والا

سورۃ التوبہ آیت ۷۹ میں ہے: ﴿الَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقَاتِ، وَالَّذِيْنَ لَايَجِدُوْنَ إِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ﴾: وہ منافقین جو طعن کرتے ہیں تبرع کرنے والے مؤمنین کی مالی قربانیوں پر، اور وہ لوگ جو نہیں پاتے مگر اپنی محنت کی کمائی، پس وہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں ـــــ لَمَزَہ (ن،ض) لَمْزًا: کسی میں عیب نکالنا، برائی کرنا ـــــ جَهْد (جیم کا زبر) اور جُهْد (جیم کا پیش) کے معنی ہیں: محنت، مشقت، کوشش، طاقت۔

حدیث (۱): ابو مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب ہمیں خیرات کرنے کا حکم دیا جاتا تو ہم مزدوری کیا کرتے تھے، پس ابوعقیل حبحاب رضی اللہ عنہ آدھا صاع لائے، اور ایک دوسرا شخص اس سے زیادہ لایا، پس منافقوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اس شخص کی اس خیرات سے بے نیاز ہیں (مراد پہلا شخص ہے) اور اس دوسرے نے نہیں کیا یہ کام مگر دکھلانے کے لئے، پس مذکورہ آیت نازل ہوئی (حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۴:۱۹۰) گذری ہے۔

حدیث (۲): ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ ہمیں خیرات کرنے کا حکم دیا کرتے تھے، پس محنت کرتا تھا ہم میں سے ایک یہاں تک کہ وہ ایک مد (چوتھائی صاع) لاتا تھا، اور بے شک ان میں سے ایک کے لئے آج ایک

لاکھ ہیں، گویا وہ اپنی ذات کی طرف اشارہ کررہے ہیں یعنی انھوں نے خود اپنا حال بیان کیا ہے۔

[١١-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿الَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

﴿يَلْمِزُوْنَ﴾ يَعِيْبُوْنَ، جَهْدَهُمْ وَجُهْدَهُمْ: طَاقَتَهُمْ.

[٤٦٦٨-] حَدَّثَنِيْ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ أَبُوْ مُحَمَّدٍ، قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: لَمَّا أُمِرْنَا بِالصَّدَقَةِ كُنَّا نَتَحَامَلُ، فَجَاءَ أَبُوْ عَقِيْلٍ بِنِصْفِ صَاعٍ، وَجَاءَ إِنْسَانٌ بِأَكْثَرَ مِنْهُ، فَقَالَ الْمُنَافِقُوْنَ: إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ صَدَقَةِ هٰذَا، وَمَا فَعَلَ هٰذَا الآخَرُ إِلَّا رِيَاءً. فَنَزَلَتْ: ﴿الَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقَاتِ، وَالَّذِيْنَ لَايَجِدُوْنَ إِلَّا جُهْدَهُمْ﴾ [راجع: ١٤١٥]

[٤٦٦٩-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: قُلْتُ لِأَبِيْ أُسَامَةَ: أَحَدَّثَكُمْ زَائِدَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ شَقِيْقٍ، عَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَأْمُرُنَا بِالصَّدَقَةِ، فَيَحْتَالُ أَحَدُنَا حَتَّى يَجِيْءَ بِالْمُدِّ، وَإِنَّ لِأَحَدِهِمُ الْيَوْمَ مِائَةَ أَلْفٍ. كَأَنَّهُ يُعَرِّضُ بِنَفْسِهِ. [راجع: ١٤١٥]

لغت: تَحَامل: بوجھ اٹھانے میں ایک دوسرے کی مدد کرنا یعنی مزدوری کرنا............ احْتال: مقصد برآری کے لئے کوئی کام کرنا۔

نبی ﷺ کا استغفار بھی منافقین کے لئے بے سود ہے

سورۃ التوبہ آیت ۸۰ میں ہے: ﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ، إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾: خواہ آپ ان کے لئے بخشش کی دعا کریں یا نہ کریں، اگر آپ ستر بار بھی ان کے لئے بخشش کی دعا کریں گے تو بھی اللہ تعالیٰ ان کو بخشنے والے نہیں ـــــ کیونکہ منافق اعتقادی حقیقت میں کافر ہوتا ہے اور کافر ومشرک کی بخشش ہرگز نہیں ہوگی۔ اور پہلی حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۵۸۹:۳) آچکی ہے، اور دوسری حدیث بھی پہلے (تحفۃ القاری ۱۲۹:۴) آچکی ہے۔

[١٢-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ، إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً﴾

[٤٦٧٠-] حدثنا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، عَنْ أَبِيْ أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ جَاءَ ابْنُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَسَأَلَهُ أَنْ يُعْطِيَهُ قَمِيْصَهُ يُكَفِّنُ فِيْهِ أَبَاهُ فَأَعْطَاهُ، ثُمَّ سَأَلَهُ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لِيُصَلِّيَ، فَقَامَ عُمَرُ فَأَخَذَ بِثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! تُصَلِّيْ

عَلَيْهِ وَقَدْ نَهَاكَ رَبُّكَ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ؟! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم:" إِنَّمَا خَيَّرَنِی اللّٰهُ، فَقَالَ: ﴿اِسْتَغْفِرْلَهُمْ أَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ،إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً﴾وَسَأَزِيْدُهُ عَلَى السَّبْعِيْنَ" قَالَ: إِنَّـهُ مُنَافِقٌ! قَالَ: فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم، قَالَ: فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ أَبَدًا وَلَاتَقُمْ عَلٰى قَبْرِهِ﴾[راجع: ۱۲۶۹]

[٤٦٧١-] حدثنا يَحْيىَ بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، ح: وَقَالَ غَيْرُهُ: حَدَّثَنِیْ اللَّيْثُ، حَدَّثَنِیْ عُقَيْلٌ،عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِیْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، أَنَّـهُ قَالَ: لَمَّا مَاتَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَیٍّ ابْنُ سَلُوْلَ دُعِیَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ، فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَثَبْتُ إِلَيْهِ، فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَتُصَلِّی عَلٰى ابْنِ أُبَیٍّ وَقَدْ قَالَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا؟– قَالَ: أَعُدُّ عَلَيْهِ قَوْلَهُ – فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم، وَقَالَ:" أَخِّرْ عَنِّیْ يَا عُمَرُ" فَلَمَّا أَكْثَرْتُ عَلَيْهِ، قَالَ:" إِنِّیْ خُيِّرْتُ فَاخْتَرْتُ، لَوْ أَعْلَمُ أَنِّیْ إِنْ زِدْتُ عَلَى السَّبْعِيْنَ فَغُفِرَ لَهُ لَزِدْتُ عَلَيْهَا" قَالَ: فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم ثُمَّ انْصَرَفَ، فَلَمْ يَمْكُثْ إِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى نَزَلَتِ الآيَتَانِ مِنْ بَرَاءَ ةٍ: ﴿وَلَاتُصَلِّ عَلٰى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا﴾ إِلٰى قَوْلِهِ:﴿وَهُمْ فَاسِقُوْنَ﴾ قَالَ: فَعَجِبْتُ بَعْدُ مِنْ جُرْأَتِیْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم، وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ! [راجع:۱۳۶٦]

نبی ﷺ کو منافقین کا جنازہ پڑھنے سے اور کفن دفن میں شرکت سے روک دیا گیا

سورۃ التوبہ کی آیت ۸۴ ہے:﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ أَبَدًا وَلَاتَقُمْ عَلٰى قَبْرِهِ﴾:اورآپ ان میں سے کسی کا کبھی بھی جنازہ نہ پڑھیں جو مرگیا،اورنہ(دفن کے لئے)اس کی قبر پر کھڑے ہوں —— پہلے آیت ۸۰ میں استغفار وعدم استغفار کے درمیان نبی ﷺ کو اختیار دیا گیا تھا،مگر ساتھ ہی استغفار کا بے سود ہونا بھی بتلادیا تھا، پھر جب نبی ﷺ نے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا جنازہ پڑھا تو آیت ۸۴ نازل ہوئی،اس آیت کے نزول کے بعد منافقین کا جنازہ پڑھنا قطعاً حرام ہوگیا —— اورحدیث پہلے(تحفۃ القاری ۳:۵۸۸)آچکی ہے۔

[۱۳-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ أَبَدًا وَلَاتَقُمْ عَلٰى قَبْرِهِ﴾

[٤٦٧٢-] حَدَّثَنِیْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّـهُ قَالَ:لَمَّا تُوُفِّیَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَیٍّ، جَاءَ ابْنُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم، فَأَعْطَاهُ قَمِيْصَهُ وَأَمَرَهُ أَنْ يُكَفِّنَهُ فِيْهِ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّیْ عَلَيْهِ، فَأَخَذَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بِثَوْبِهِ، فَقَالَ: تُصَلِّیْ عَلَيْهِ وَهُوَ مُنَافِقٌ وَقَدْ نَهَاكَ اللّٰهُ أَنْ تَسْتَغْفِرَ لَهُمْ؟ قَالَ:" إِنَّمَا خَيَّرَنِی اللّٰهُ – أَوْ: أَخْبَرَنِیْ اللّٰهُ – فَقَالَ:

﴿اِسْتَغْفِرْلَهُمْ أَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ،إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ فَقَالَ: سَأَزِيْدُهُ عَلٰى سَبْعِيْنَ" قَالَ: فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَصَلَّيْنَا مَعَهُ، ثُمَّ أُنْزِلَ عَلَيْهِ: ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ أَبَدًا وَلَاتَقُمْ عَلٰى قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَمَاتُوْا وَهُمْ فَاسِقُوْنَ﴾ [راجع: ۱۲۶۹]

مسلمانوں کو منافقین سے صرفِ نظر کر لینے کی ہدایت

جب نبی ﷺ اور صحابہ غزوۂ تبوک سے واپس لوٹے تو پیچھے رہنے والے منافقین نے اعذار تصنیف کرنے شروع کئے، اور جھوٹی قسمیں کھا کر مسلمانوں کو اپنی معذوری کا یقین دلانا چاہا، تاکہ مسلمان ان سے صرفِ نظر کرلیں اور ان کو کوئی سزا نہ دیں، چنانچہ سورۃ التوبہ کی آیت ۹۵ نازل ہوئی کہ جب تم ان کی طرف پلٹو گے تو وہ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے —— اور تمہیں یقین دلانے کی کوشش کریں گے کہ ہم واقعی مجبوریوں کی وجہ سے گھر رہے ہیں —— تاکہ تم ان سے صرفِ نظر کرلو —— اور ان کی جہاد کی غیر حاضری کو معاف کردو اور ان کو کوئی سزا نہ دو —— سو تم انہیں نظر انداز کردو —— ان سے کسی قسم کا واسطہ نہ رکھو —— کیونکہ وہ پلید ہیں —— اور پلیدی کی پوٹ کو دور پھینک دینا اور اس سے علاحدہ رہنا ہی بہتر ہے —— اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے ان کاموں کی پاداش میں جو وہ کماتے رہے ہیں۔

اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۸: ۵۲۱) آئی ہے، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے، فرماتے ہیں: بخدا! اللہ تعالیٰ نے مجھے کوئی نعمت نہیں بخشی اسلام کی توفیق دینے کے بعد زیادہ بڑی میرے سچ بولنے سے نبی ﷺ کے سامنے کہ نہیں جھوٹ بولا میں نے آپؐ کے سامنے پس میں ہلاک ہوجاتا جیسا ہلاک ہوگئے وہ لوگ جنھوں نے جھوٹ بولا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں مذکورہ آیت اور اس کے بعد کی آیت نازل فرمائی۔

[۱٤-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ فَأَعْرِضُوْا عَنْهُمْ، إِنَّهُمْ رِجْسٌ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ، جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾

[٤٦٧٣-] حدثنا يَحْيىَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ: أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ تَبُوْكَ: وَاللّٰهِ مَا أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنْ نِعْمَةٍ بَعْدَ إِذْ هَدَانِيَ اللّٰهُ أَعْظَمَ مِنْ صِدْقِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ لَا أَكُوْنَ كَذَبْتُهُ فَأَهْلِكَ كَمَا هَلَكَ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا حِيْنَ أُنْزِلَ الْوَحْيُ: ﴿ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ﴾ إِلٰى ﴿الْفَاسِقِيْنَ﴾[راجع: ۲۷۵۷]

مسلمان منافقین سے اگرچہ راضی ہوجائیں مگر اللہ تعالیٰ ان سے راضی نہیں ہونگے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اسّی منافقین کے بارے میں نبی ﷺ نے صحابہ کو ہدایت دی تھی کہ

ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا موقوف کر دیا جائے اور بول چال بند کردی جائے، جس سے ان کی بری حالت ہوگئی، اورانہیں یقین ہوگیا کہ مسلمانوں نے ان کی غلطی سے درگذر کرنے کے بجائے انہیں نظر انداز کر دیا، پس ان کی مشکل سوا ہوگئی اور لگے جھوٹی قسمیں کھانے کہ کسی طرح مسلمانوں کو خوش کرلیں، پس آیت ۹۶ نازل ہوئی کہ وہ لوگ تمہارے سامنے جھوٹی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے خوش ہوجاؤ — اورانہیں گلے لگالو — پس اگر تم ان سے خوش (بھی) ہوگئے تو (کیا حاصل) اللہ تعالیٰ تو ایسے بدکردار لوگوں سے ہرگز راضی ہونے والے نہیں (پھر تمہیں خوش کرنے سے ان کا کیا بھلا ہوگا!)

[۱۵-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ، فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ لاَ يَرْضَى عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِيْنَ﴾

جن لوگوں نے اچھے برے ہرطرح کے اعمال کئے ہیں اگر وہ توبہ کرلیں تو ان کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے

کچھ مسلمان مخلص تھے مگر سستی اور کاہلی کی وجہ سے غزوۂ تبوک میں شرکت نہ کرسکے ایسے حضرات کل دس تھے، ان میں سے سات نے خود کو مسجد نبوی کے ستونوں سے باندھ لیا، اور عہد کیا کہ جب تک خود نبی ﷺ ان کو نہیں کھولیں گے وہ اسی طرح بندھے رہیں گے، ان کے حق میں سورۃ التوبہ کی آیت ۱۰۲ نازل ہوئی: ”اور دوسرے لوگ جنھوں نے اپنے قصوروں کا اعتراف کرلیا انھوں نے نیک اعمال (ایک گناہ کے ساتھ) رلادیئے، اور دوسرے بدعمل کو (توبہ کے ساتھ آمیز کرلیا) امید ہے اللہ تعالیٰ ان پر مہربان ہوجائیں، بے شک اللہ تعالیٰ بہت درگذر کرنے والے بے حد مہربانی کرنے والے ہیں“ — پس ہر وہ مسلمان جس کے اعمالِ صالحہ میں کچھ گناہوں کی آمیزش ہوجائے، اگر وہ توبہ کرلے تو امید ہے اللہ تعالیٰ اس کی کوتاہیوں پر قلم عفو پھیر دیں گے۔ اور حدیث پہلے کئی جگہ آئی ہے، تفصیل سے تحفۃ القاری (۱۴۸:۴) میں آئی ہے، مگر یہ مضمون پہلے نہیں آیا، اس لئے ترجمہ بعد میں کیا ہے۔

وَقَوْلِهِ: ﴿وَآخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلاً صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا، عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ﴾

[۴۶۷۴-] حدثنا مُؤَمَّلٌ- هُوَ ابْنُ هِشَامٍ- قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ رَجَاءٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَنَا: ”أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتِيَانِ فَابْتَعَثَانِي، فَانْتَهَيْنَا إِلَى مَدِيْنَةٍ مَبْنِيَّةٍ بِلَبِنِ ذَهَبٍ وَلَبِنِ فِضَّةٍ، فَتَلَقَّانَا رِجَالٌ: شَطْرٌ مِنْ خَلْقِهِمْ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ، وَشَطْرٌ كَأَقْبَحِ مَا أَنْتَ رَاءٍ، قَالاَ لَهُمْ: اذْهَبُوْا فَقَعُوْا فِي ذٰلِكَ النَّهْرِ، فَوَقَعُوْا

فِيْهِ، ثُمَّ رَجَعُوْا إِلَيْنَا قَدْ ذَهَبَ ذٰلِكَ السُّوْءُ عَنْهُمْ، فَصَارُوْا فِي أَحْسَنِ صُوْرَةٍ، قَالاَ لِيْ: هٰذِهِ جَنَّةُ عَدْنٍ، وَهٰذَاكَ مَنْزِلُكَ، قَالاَ: أَمَّا الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَانُوْا شَطْرٌ مِنْهُمْ حَسَنٌ وَشَطْرٌ مِنْهُمْ قَبِيْحٌ، فَإِنَّهُمْ خَلَطُوْا عَمَلاً صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا تَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُمْ"[راجع: ٨٤٥]

ترجمہ: حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے ہم سے فرمایا: آج رات میرے پاس دو آدمی آئے، انھوں نے مجھے نیند سے بیدار کیا، پس ہم ایک ایسے شہر میں پہنچے جوسونے کی اینٹ اور چاندی کی اینٹ سے تعمیر کیا ہوا تھا، پس ہمارے سامنے کچھ لوگ آئے، جن کا آدھا بدن زیادہ سے زیادہ خوبصورت تھا جو تم نے کبھی دیکھا ہو، اور دوسرا آدھا انتہائی بدصورت تھا جو تم نے کبھی دیکھا ہو، ان دوشخصوں نے ان لوگوں سے کہا: جاؤ اور اس نہر میں گرو، چنانچہ وہ اس میں گرے پھر ہماری طرف لوٹے تو ان کی وہ بدصورتی ختم ہوگئی تھی، اور وہ بہترین صورت میں ہوگئے تھے —— ان دوشخصوں نے مجھ سے کہا: یہ (شہر) جنت عدن (ہمیشہ رہنے کا باغ) ہے، اور یہ آپ کی منزل ہے، (پھر) ان دونوں نے کہا: رہے وہ لوگ جن کا آدھا بدن خوبصورت اور آدھا بدن بدصورت تھا وہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے نیک اعمال کو (برے عمل سے) ملایا ہے اور دوسرے برے کو (بھی توبہ کے ساتھ ملایا) اللہ تعالیٰ ان سے درگذر فرمائیں گے۔

نوٹ: آیت کی تفسیر اور ترکیب ہدایت القرآن میں ہے۔

جو کفر پر مرا اس کے لئے استغفار جائز نہیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے کافر باپ کے لئے دعائے مغفرت کی تھی، اور نبی ﷺ اور مسلمان بھی اپنے کافر رشتہ داروں کے لئے دعائے مغفرت کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے، باب کی حدیث میں ہے: ''مجھے جب تک اللہ تعالیٰ منع نہیں کریں گے میں برابر آپ کے لئے (ابوطالب کے لئے) دعائے مغفرت کرتا رہوں گا'' —— پھر جب سورۃ التوبہ کی آیت ۱۱۳ نازل ہوئی تو صحابہ ان رشتہ داروں کے لئے جو کفر کی حالت میں مرے دعائے مغفرت کرنے سے رک گئے —— اور آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے: ''نبی اور مؤمنوں کے لئے زیبا نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے دعائے مغفرت کریں، چاہے وہ ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، ان پر یہ بات کھل جانے کے بعد کہ وہ لوگ دوزخی ہیں!'' —— اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۴: ۱۲۱) آئی ہے۔

[١٦-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْ يَسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ﴾

[٤٦٧٥-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ دَخَلَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَعِنْدَهُ أَبُوْ جَهْلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ أُمَيَّةَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: " أَيْ عَمِّ قُلْ: لاَ إِلٰهَ

إِلَّا اللّٰهُ، أُحَاجَّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ" فَقَالَ أَبُوْ جَهْلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ أُمَيَّةَ: يَا أَبَا طَالِبٍ! أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم:" لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَالَمْ أُنْهَ عَنْكَ" فَنَزَلَتْ: ﴿مَاكَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْ يَسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا أُوْلِي قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيْمِ﴾[راجع: ۱۳٦٠]

اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر مہربان ہوئے جن کے دل ڈگمگانے کے قریب ہوگئے تھے

غزوۂ تبوک کے موقعہ پر کچھ حضرات شروع میں متردد رہے، پھر سنبھل گئے، اورسب کے ساتھ جہاد میں شریک ہوگئے، ان کی توبہ کی قبولیت کا اعلان سورۃ التوبہ آیت ۱۱۷ میں کیا گیا، اوران کا دل خوش کرنے کے لئے شروع میں نبی ﷺ اور مہاجرین وانصار کا تذکرہ کیا تا کہ وہ حضرات یہ خیال نہ کریں کہ ہم معاف تو بے شک کردیئے گئے، لیکن چونکہ ہمارا ریکارڈ خراب ہوگیا ہے اس لئے ہمارا مقام ومرتبہ کم ہوگیا ہوگا؟ اس اندیشہ کو زائل کرنے کے لئے شروع میں نبی ﷺ اور مہاجرین وانصار کا ذکر کیا کہ یہ سب ایک لڑی کے موتی ہیں۔

آیت کا ترجمہ: اللہ تعالیٰ یقیناً مہربان ہوئے نبی پر، اوران مہاجرین وانصار پر جنھوں نے تنگی کے وقت میں نبی کی پیروی کی (اوران حضرات کا یہ پیروی کرنا) اس کے بعد (تھا) کہ ان میں سے کچھ لوگوں کے دل ڈگمگانے کے قریب ہوگئے تھے (لیکن وہ سنبھل گئے اور جہاد میں شریک ہوگئے) پھر اللہ تعالیٰ ان پر مہربان ہوگئے، واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر شفقت ومہربانی فرمانے والے ہیں۔ اورحدیث پہلے (تحفۃ القاری ٦: ١٦٤) آچکی ہے۔

[۱۷-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾

[٤٦٧٦-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ. ح: قَالَ أَحْمَدُ: وَحَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ كَعْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ كَعْبٍ- وَكَانَ قَاعِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيْهِ حِيْنَ عَمِيَ - قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ فِيْ حَدِيْثِهِ: ﴿وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾ قَالَ فِيْ آخِرِ حَدِيْثِهِ: إِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِيْ صَدَقَةً إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ. فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم:" أَمْسِكْ بَعْضَ مَالِكَ، فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ"[راجع: ۲۷۵۷]

ان تین کی بھی توبہ قبول ہوگئی جن کا معاملہ پیچھے کردیا گیا تھا

غزوۂ تبوک کے موقعہ پر تین حضرات (کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارۃ بن الربیع رضی اللہ عنہم) بغیر عذر کے

پیچھے رہ گئے تھے، پھر انھوں نے کوئی عذر بھی نہیں تراشا، چنانچہ ان کا معاملہ ڈھیل میں چھوڑ دیا گیا، مسلمانوں کو حکم دیدیا گیا کہ جب تک اللہ پاک کا حکم نہ آئے ان سے کسی قسم کا معاشرتی تعلق نہ رکھا جائے، ان کے ساتھ سلام وکلام نہ کیا جائے، اسی حال میں پچاس دن گذر گئے، تب سورۃ التوبہ کی آیت ۱۱۸ نازل ہوئی، اوران کی بھی توبہ قبول کرلی گئی۔

آیت کا ترجمہ: اوران تین کی طرف (بھی اللہ نے توجہ فرمائی) جن کا معاملہ پیچھے کیا گیا تھا، یہاں تک کہ جب ان پر زمین باوجود کشادگی کے تنگ ہوگئی اوران پران کی جانیں بھی تنگ ہوگئیں اوروہ سمجھ گئے کہ اللہ سے بھاگ کر کوئی جائے پناہ نہیں مگر اسی کی طرف، پھر اللہ نے ان پر توجہ فرمائی تاکہ وہ اللہ کی طرف لوٹیں، بے شک اللہ تعالیٰ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والے، نہایت مہربان ہیں! اورحدیث پہلے (تحفۃ القاری ۸:۵۱۳) آچکی ہے، باب حدیث کعب بن مالك (تحفہ ۸:۵۱۰)

[۱۸-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَعَلَى الثَّلاَثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا، حَتّٰى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا أَنْ لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللّٰهِ إِلَّا إِلَيْهِ، ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾

[٤٦٧٧-] حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِيْ شُعَيْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ أَعْيَنَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ رَاشِدٍ: أَنَّ الزُّهْرِيَّ حَدَّثَهُ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِيْ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ، وَهُوَ أَحَدُ الثَّلاَثَةِ الَّذِيْنَ تِيْبَ عَلَيْهِمْ: أَنَّهُ لَمْ يَتَخَلَّفْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا قَطُّ غَيْرَ غَزْوَتَيْنِ: غَزْوَةِ الْعُسْرَةِ وَغَزْوَةِ بَدْرٍ. قَالَ: فَأَجْمَعْتُ صِدْقَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ضُحًى، وَكَانَ قَلَّمَا يَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ سَافَرَهُ إِلَّا ضُحًى، وَكَانَ يَبْدَأُ بِالْمَسْجِدِ، فَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ، وَنَهَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَنْ كَلاَمِيْ وَكَلاَمِ صَاحِبَيَّ، وَلَمْ يَنْهَ عَنْ كَلاَمِ أَحَدٍ مِنَ الْمُتَخَلِّفِيْنَ غَيْرِنَا، فَاجْتَنَبَ النَّاسُ كَلاَمَنَا، فَلَبِثْتُ كَذٰلِكَ حَتَّى طَالَ عَلَيَّ الْأَمْرُ، وَمَا مِنْ شَيْءٍ أَهَمَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَمُوْتَ فَلاَ يُصَلِّيْ عَلَيَّ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، أَوْ يَمُوْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَأَكُوْنَ مِنَ النَّاسِ بِتِلْكَ الْمَنْزِلَةِ، فَلاَ يُكَلِّمُنِيْ أَحَدٌ مِنْهُمْ، وَلاَ يُصَلِّيْ عَلَيَّ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَوْبَتَنَا عَلٰى نَبِيِّهِ صلى الله عليه وسلم حَتّٰى بَقِيَ الثُّلُثُ الْآخِرُ مِنَ اللَّيْلِ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عِنْدَ أُمِّ سَلَمَةَ، وَكَانَتْ أُمُّ سَلَمَةَ مُحْسِنَةً فِي شَأْنِيْ مَعْنِيَّةً فِيْ أَمْرِيْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "يَا أُمَّ سَلَمَةَ تِيْبَ عَلٰى كَعْبٍ" قَالَتْ: أَفَلاَ أُرْسِلُ إِلَيْهِ فَأُبَشِّرَهُ، قَالَ: "إِذًا يَحْطِمُكُمُ النَّاسُ فَيَمْنَعُوْنَكُمُ النَّوْمَ سَائِرَ اللَّيْلَةِ" حَتّٰى إِذَا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم صَلاَةَ الْفَجْرِ آذَنَ بِتَوْبَةِ اللّٰهِ عَلَيْنَا، وَكَانَ إِذَا اسْتَبْشَرَ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتَّى كَأَنَّهُ قِطْعَةٌ مِنَ الْقَمَرِ، وَكُنَّا أَيُّهَا

الثَّلاَ ثَةُ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا خُلِّفْنَا عَنِ الأَمْرِ الَّذِیْ قُبِلَ مِنْ هٰؤُلآءِ الَّذِيْنَ اعْتَذَرُوْا حِيْنَ أَنْزَلَ اللّٰهُ لَنَا التَّوْبَةَ، فَلَمَّا ذُكِرَ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنَ الْمُتَخَلِّفِيْنَ، وَاعْتَذَرُوْا بِالْبَاطِلِ، ذُكِرُوْا بِشَرِّ مَا ذُكِرَ بِهِ أَحَدٌ، قَالَ اللّٰهُ: ﴿يَعْتَذِرُوْنَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّأَنَا اللّٰهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهُ﴾ الآيَةَ. [التوبة: ۹۴] [راجع: ۲۷۵۷]

اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھی بنو

تلبس (تعلق) اپنا اثر دکھاتا ہے، لباس کا آدمی سے تلبس ہوتا ہے، اس لئے فیشن والا لباس مزاج میں فسق وفجور کے جذبات ابھارتا ہے، اور پرہیز گاروں کا لباس دل میں تقوی پیدا کرتا ہے، اسی طرح اچھی بری کمپنی (صحبت) کے بھی اثرات ہوتے ہیں، کہتے ہیں: صحبتِ صالح تراصالح کند اور صحبت طالح (بدکار) ترا طالح کند، اور کہتے ہیں:

أُحِبُّ الصالحين ولستُ منهم ۞ لعل الله أن يرزقني صلاحا

نیکیوں سے مجھے محبت ہے گو میں نیک نہیں ۞ شاید اللہ ان کی صحبت سے مجھے نیک بنا دیں

سورۃ التوبہ کی آیت ۱۱۹ گذشتہ سے پیوستہ ہے، ان تین حضرات کو نصیحت کی گئی جن کا معاملہ التواء میں ڈالا گیا تھا کہ تمہیں منافقین کے ساتھ پیچھے نہیں رہنا چاہئے تھا، صحابہ کے ساتھ غزوہ میں نکلنا چاہئے تھا تم نے جو بروں کا ساتھ دیا تو تمہارا کیا حشر بنا! اگر تم صحابہ کے ساتھ نکلتے تو یہ صورت کاہے کو پیش آتی! اور باب کی حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۸: ۵۱) آئی ہے۔

[۱۹-] بَابُ قَوْلُهُ: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ﴾

[۴۶۷۸-] حدثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ - وَكَانَ قَائِدَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ - قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ قِصَّةِ تَبُوْكَ: فَوَ اللّٰهِ مَا أَعْلَمُ أَحَدًا أَبْلَاهُ اللّٰهُ فِي صِدْقِ الْحَدِيْثِ أَحْسَنَ مِمَّا أَبْلَانِيْ، مَا تَعَمَّدْتُ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِلٰى يَوْمِيْ هٰذَا كَذِبًا، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ﴿لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ﴾ [راجع: ۲۷۵۷]

جب قرآن سرکاری ریکارڈ میں لیا گیا تو سورۃ توبہ کی آخری دو آیتوں کی اصل تحریر نہیں آئی

جمع قرآن کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں قرآن جمع نہیں تھا، صحابہ نے اس کو جمع کیا، ایسا سمجھنا واقعات کی روشنی میں صحیح نہیں، پورے قرآن کے حفاظ موجود تھے، فَمِی بشوق والی منزلیں صحابہ میں معروف تھیں، حضرت جبرئیل علیہ السلام ہر سال نبی ﷺ کے ساتھ رمضان میں دور کرتے تھے، اور وفات والے سال تو دو مرتبہ دور کیا تھا۔

بلکہ جمع قرآن کا مطلب ہے: قرآن کو سرکاری ریکارڈ میں لینا۔ صورت یہ تھی کہ نبی ﷺ نے کاتبینِ وحی سے قرآن لکھوا کر اپنے گھر میں نہیں رکھا تھا، جب کوئی سورت مکمل ہوتی تو جو صحابی اس کو مانگتے ان کو دیدی جاتی، دوسرے لوگ ان سے نقلیں لیتے تھے، چونکہ قرآنِ کریم بواسطہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کی طرف اتارا گیا ہے (سورۃ النحل آیت ۴۴) اس لئے لوگوں ہی کو اس کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔

پھر دورِ صدیقی میں جنگِ یمامہ پیش آئی، جس میں کافی حفاظ شہید ہوگئے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خطرہ محسوس ہوا اور انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مشودہ دیا کہ قرآن کو سرکاری ریکارڈ میں لے لیا جائے تاکہ پوری طرح اس کی حفاظت ہوجائے، پس یہ کام حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو سونپا گیا، انھوں نے اصل تحریریں جو نبی ﷺ کے ملاحظہ سے گذر چکی تھیں: لوگوں سے طلب کیں، اور اس کے اصل تحریر ہونے کے دو گواہ بھی طلب کئے، اس موقعہ پر سورۃ التوبہ کی آخری دو آیتیں نہیں آئیں جب دوبارہ اعلان کیا گیا تو وہ آیتیں حضرت ابوخذیمہ بن اوس لائے، اور کہا: میں دوسرا گواہ تلاش کررہا تھا مگر وہ اب تک نہیں ملا، اس لئے تاخیر ہوئی، وہ آیتیں حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس کو پہچانا کہ وہ اصل تحریر ہے، اس لئے وہ لے لی گئی، پھر حفاظ کے حفظ سے ان تحریروں کا مقابلہ کیا گیا، جب ہر طرح اطمینان ہوگیا تو مختلف چیزوں پر ان کی نقل کرلی گئی، اور ان کو ایک تھیلہ میں بھر کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سونپ دیا، انھوں نے وہ تھیلا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھوا دیا، مگر اس تھیلے کو کھولنے کی نوبت کبھی نہیں آئی، کیونکہ بعد کی جنگوں میں حفاظ بکثرت شہید نہیں ہوئے، اور بچوں نے بھی حفظ شروع کردیا، اس لئے دس حافظ شہید ہوتے تھے تو سو نئے حافظ تیار ہوجاتے تھے۔

پھر دورِ عثمانی میں حضرت عثمانؓ نے دو کام کئے: ایک: جو قرآن سرکاری ریکارڈ میں لیا گیا تھا اس کو سرکاری ریکارڈ سے نکال کر مسلمانوں کو سونپ دیا، قرآن کے متعدد نسخے تیار کراکر مختلف شہروں میں بھیج دیئے، اور حکم دیا کہ مسلمان اسی نسخہ سے نقلیں لیں، اس موقعہ پر پھر لوگوں سے اصلی تحریریں طلب کی گئیں، اس مرتبہ سورۃ الاحزاب کی ایک آیت نہیں آئی پس دوبارہ اعلان کیا گیا تو وہ آیت حضرت خزیمۃ بن ثابت انصاریؓ (ذوالشہادتین) لائے، اور انھوں نے کہا اس کا دوسرا گواہ وفات پاچکا ہے، میں کوئی اور گواہ تلاش کررہا تھا اس وجہ سے تاخیر ہوئی، لوگوں نے کہا: خزیمہ کی تنہا گواہی دو کے قائم مقام ہے، چنانچہ وہ آیت لے لی گئی۔ دوم: مختلف طرح سے قرآن پڑھنے کی جو سہولت دی گئی تھی اس کو موقوف کردیا، اور امت کو لغتِ قریش پر جمع کردیا، پس وہ جامع الناس علی هذا القرآن ہیں (جمع قرآن کی مزید تفصیل تحفۃ الالمعی کے مقدمہ میں ہے)

سورۃ التوبہ کی آخری دو آیتوں کا ترجمہ: بلاشبہ تمہارے پاس تم ہی میں سے عظیم المرتبت رسول آئے ہیں، جن کو تمہارا دشواری میں پڑنا شاق گذرتا ہے، جو تمہاری فلاح کے بڑے خواہش مند ہیں، جو مسلمانوں پر بے حد شفیق نہایت مہربان ہیں، پس اگر لوگ منہ پھیریں تو آپ کہہ دیں: میرے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہیں، ان کے سوا کوئی معبود نہیں، انہی پر میں نے بھروسہ

کیااور وہ عرش بزرگ کے مالک ہیں۔

فائدہ: پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی دو صفتیں اپنے حبیب ﷺ کے لئے جمع کی ہیں: (۱) رؤف: یہ رأفۃ سے ہے، جس کے معنی ہیں: بے حد شفیق، اس میں رحیم سے زیادہ معنی ہیں۔ (۲) رحیم: نہایت مہربان۔

[۲۰-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُ وْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ مِنَ الرَّأْفَةِ.

[۴۶۷۹-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ ابْنُ السَّبَّاقِ: أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ- وَكَانَ مِمَّنْ يَكْتُبُ الْوَحْيَ - قَالَ: أَرْسَلَ إِلَيَّ أَبُوْ بَكْرٍ مَقْتَلَ أَهْلِ الْيَمَامَةِ وَعِنْدَهُ عُمَرُ، فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: إِنَّ عُمَرَ أَتَانِيْ فَقَالَ: إِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِالنَّاسِ، وَإِنِّيْ أَخْشَى أَنْ يَسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ فِي الْمَوَاطِنِ فَيَذْهَبَ كَثِيْرٌ مِنَ الْقُرْآنِ، إِلَّا أَنْ تَجْمَعُوْهُ، وَإِنِّيْ لَأَرَى يُجْمَعُ الْقُرْآنُ. قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: قُلْتُ لِعُمَرَ: كَيْفَ أَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم؟ فَقَالَ عُمَرُ: هُوَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ، فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِيْ فِيْهِ حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ لِذٰلِكَ صَدْرِيْ، وَرَأَيْتُ الَّذِيْ رَأَى عُمَرُ- قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: وَعُمَرُ عِنْدَهُ جَالِسٌ لَايَتَكَلَّمُ- فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ: إِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ وَلَا نَتَّهِمُكَ، كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم فَتَتَبَّعِ الْقُرْآنَ فَاجْمَعْهُ، فَوَ اللّٰهِ لَوْ كَلَّفَنِيْ نَقْلَ جَبَلٍ مِنَ الْجِبَالِ مَاكَانَ أَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا أَمَرَنِيْ بِهِ مِنْ جَمْعِ الْقُرْآنِ. قُلْتُ: كَيْفَ تَفْعَلَانِ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیه وسلم؟ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: هُوَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ، فَلَمْ أَزَلْ أُرَاجِعُهُ حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِيْ لِلَّذِيْ شَرَحَ اللّٰهُ لَهُ صَدْرَ أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ، فَقُمْتُ فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْآنَ أَجْمَعُهُ مِنَ الرِّقَاعِ وَالْأَكْتَافِ وَالْعُسُبِ، وَصُدُوْرِ الرِّجَالِ، حَتّٰى وَجَدْتُ مِنْ سُوْرَةِ التَّوْبَةِ آيَتَيْنِ مَعَ خُزَيْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ، لَمْ أَجِدْهُمَا مَعَ أَحَدٍ غَيْرِهِ: ﴿لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ﴾ إِلٰى آخِرِهَا. وَكَانَتِ الصُّحُفُ الَّتِيْ جُمِعَ فِيْهَا الْقُرْآنُ عِنْدَ أَبِيْ بَكْرٍ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ، ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ، ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ. تَابَعَهُ عُثْمَانُ بْنُ عَمْرٍو، وَاللَّيْثُ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ.

وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، وَقَالَ: مَعَ أَبِيْ خُزَيْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ.

وَقَالَ مُوْسٰى، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ: حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ: مَعَ أَبِيْ خُزَيْمَةَ، وَتَابَعَهُ يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ أَبِيْهِ. وَقَالَ أَبُوْ ثَابِتٍ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ وَقَالَ: مَعَ خُزَيْمَةَ، أَوْ أَبِيْ خُزَيْمَةَ. ﴿فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾ [راجع: ۲۸۰۷]

ترجمہ: ابن السبّاق نے امام زہریؒ کو بتایا کہ زید بن ثابت انصاریؓ نے ـــــ اور وہ کاتبینِ وحی میں سے تھے ـــــ فرمایا: مجھے ابوبکرؓ نے جنگِ یمامہ کے سال بلوایا، اور ان کے پاس عمرؓ تھے، ابوبکرؓ نے کہا: عمر میرے پاس عمر آئے، اور انھوں نے کہا کہ جنگِ یمامہ میں لوگوں کی سخت خوں ریزی ہوئی ہے، اور مجھے اندیشہ ہے کہ دوسری جنگوں میں بھی حفاظ قرآن کی سخت خوں ریزی ہو، پس بہت سارا قرآن ضائع ہوجائے، مگر یہ کہ آپ لوگ اس کو جمع کردیں یعنی سرکاری ریکارڈ میں لے لیں، اور میں مناسب خیال کرتا ہوں کہ قرآن جمع کرلیا جائے یعنی سرکاری ریکارڈ میں لے لیا جائے ـــــ ابوبکرؓ نے کہا: میں نے عمرؓ سے کہا: میں وہ کام کیسے کروں جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا؟ پس عمرؓ نے کہا: بخدا! وہ کام بہتر ہے! پھر عمرؓ برابر مجھ سے اس معاملہ میں گفتگو کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ نے میرا سینہ کھول دیا اس کام کے لئے جس کے لئے عمرؓ کا سینہ کھول دیا تھا، اور میں نے بھی وہ بات مناسب سمجھی جو عمرؓ نے مناسب سمجھی تھی ـــــ زیدؓ نے کہا: اور عمرؓ ان کے پاس خاموش بیٹھے تھے ـــــ پس ابوبکرؓ نے کہا: آپ جوان عقلمند آدمی ہیں، اور ہم آپ پر بدگمانی نہیں کرتے، آپ رسول اللہ ﷺ کے لئے وحی لکھا کرتے تھے، پس قرآن کو تلاش کرو یعنی اس کی اصلی تحریریں حاصل کرو، پس ان کو جمع کرو یعنی سرکاری ریکارڈ میں لے لو ـــــ پس بخدا! اگر وہ مجھے حکم دیتے کسی پہاڑ کو منتقل کرنے کا تو وہ مجھ پر زیادہ بھاری نہ ہوتا اس کام سے جس کا انھوں نے مجھ کو حکم دیا ـــــ میں نے کہا: آپ دونوں وہ کام کیسے کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا؟ ابوبکرؓ نے کہا: بخدا! وہ اچھا کام ہے، پس میں برابر ابوبکرؓ سے تبادلۂ خیال کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ نے میرا سینہ کھول دیا اس کام کے لئے جس کے لئے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے سینے کھول دیئے تھے، پس میں تیار ہوگیا، اور میں نے قرآن تلاش کیا، جمع کرتا تھا میں اس کو پرچوں سے، شانوں کی ہڈیوں سے، پتے توڑی ہوئی کھجور کی شاخوں سے اور مردوں کے سینوں سے یعنی حافظوں کے حفظ سے مقابلہ بھی کرتا تھا، یہاں تک کہ پائی میں نے سورۃ التوبہ کی آخری دو آیتیں خزیمہ انصاریؓ کے پاس (یہ وہم ہے یہ آیتیں ابوخزیمۃ بن اوس انصاریؓ کے پاس ملی تھیں) نہیں پایا میں نے ان کو ان کے علاوہ کسی کے پاس یعنی ﴿لَقَدْ جَاءَ كُمْ﴾ آخر تک، اور وہ صحیفے جن میں قرآن جمع کیا گیا تھا ابوبکرؓ کے پاس تھے، یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی، پھر عمرؓ کے پاس رہے، یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی، پھر حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس رہے۔

اس کے بعد حدیث کی مختلف سندیں ذکر کی ہیں، ان میں یہ اختلاف ہے کہ سورۃ التوبہ کی آخری دو آیتیں حضرت خزیمۃ بن ثابت انصاری (ذوالشہادتین) کے پاس سے ملی تھیں یا ابوخزیمۃ بن اوس انصاریؓ کے پاس سے؟ صحیح یہ ہے کہ سورۃ توبہ کی آیتیں ابوخزیمہ کے پاس سے ملی تھیں اور سورہ احزاب کی آیت خزیمہؓ کے پاس سے ملی تھی۔

[۱۰] سورة یونس

بسم الله الرحمن الرحيم

[۱- بَابٌ]

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ:[۱-] ﴿فَاخْتَلَطَ﴾:فَنَبَتَ بِالْمَاءِ مِنْ كُلِّ لَوْنٍ. [۲-] وَ﴿قَالُوْا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ هُوَ الْغَنِيُّ﴾وَقَالَ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ: [۳-] ﴿أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ﴾: مُحَمَّدٌ صَلى الله عليه وسلم، وَقَالَ مُجَاهِدٌ: خَيْرٌ. [٤-] يُقَالُ:﴿تِلْكَ آيَاتُ﴾:يَعْنِيْ هٰذِهِ أَعْلَامُ الْقُرْآنِ، وَمِثْلُهُ:﴿حَتّٰى إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ﴾: الْمَعْنَى: بِكُمْ. [٥-] ﴿دَعْوَاهُمْ﴾: دُعَاؤُهُمْ. [٦-] ﴿أُحِيْطَ بِهِمْ﴾: دَنَوْا مِنَ الْهَلَكَةِ ﴿وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيْئَتُهُ﴾ [٧-] فَاتَّبَعَهُمْ وَأَتْبَعَهُمْ وَاحِدٌ. ﴿عَدْوًا﴾ مِنَ الْعُدْوَانِ.

سورۂ یونسؑ کی تفسیر

الفاظ کی تشریح

۱- سورۂ یونس آیت ۲۴ میں دنیا کی حالت بیان کی ہے، اس میں لفظ اختلط آیا ہے، یہ خلط سے ہے: دو یا زیادہ چیزوں کو باہم ملانا، فرمایا: ''دنیا کی زندگی کی مثال ایسی ہے جیسے ہم نے بادل سے پانی برسایا، پھر اس کی وجہ سے زمین کا وہ سبزہ رَلا ملا نکلا جسے آدمی اور جانور کھاتے ہیں'' (الی آخرہ) یعنی ہر طرح کا سبزہ اچھا برا، انسانوں کے کام کا یا جانوروں کے کھانے کا ایک ساتھ ایک ہی جگہ اُگ آیا، اور باہم مل کر بڑھنے لگا، اور ایک دوسرے کے ساتھ گتھ کر گنجان سبزہ زار تیار ہوگیا —— لون: رنگ یعنی نوع، قسم۔

۲- سورۂ یونس آیت ۶۸ میں ہے: ﴿قَالُوْا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ، هُوَ الْغَنِيُّ﴾: ان (مشرکین) نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اولاد بنائی، سبحان اللہ! (اللہ اولاد سے پاک ہیں) وہ بے نیاز ہیں (کسی کے محتاج نہیں، سب ان کے محتاج ہیں، پس انہیں اولاد کی کیا حاجت ہے؟) امام بخاری رحمہ اللہ نے آیت لکھی ہے، مگر اس کے بارے میں کچھ نہیں لکھا۔ شارحین کہتے ہیں: یہ پہلے باب کی پیشانی ہے، پھر حدیث ذکر کرنے کا موقع نہیں ملا۔

۳- سورۂ یونس آیت ۲ میں ﴿قَدَمَ صِدْقٍ﴾: ہے، یہ موصوف کی صفت کی طرف اضافت ہے، جیسے مَقْعَد صدقٍ، مَدْخَلَ صدق، اور مَخْرَج صدق أی محققة مقررة، قدم کے اصلی معنی تو پاؤں کے ہیں، مگر سعی وعمل کا ذریعہ چونکہ

قدم ہے اس لئے مجازاً 'بلند مرتبہ' کو بھی قَدَم کہہ دیا جاتا ہے، پھر اس کی اضافت صدق کی طرف کر کے بتلایا کہ یہ بلند مرتبہ جو مؤمنین کو ملنے والا ہے وہ پکا، سچا اور لازوال ہے، دنیا کے عہدوں کی طرح ڈھلتی چھاؤں نہیں ہے ـــــ زید بن اسلمؒ نے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مولی زادہ ہیں: اس کا مصداق نبی ﷺ کو قرار دیا ہے، اور مجاہدؒ نے 'خیر' ترجمہ کیا ہے، یہ دوسری تفسیر زیادہ بہتر ہے۔

۴-سورۃ یونس کی پہلی آیت ہے: ﴿تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيْمِ﴾: یہ حکمت سے لب ریز کتاب کے اہم مضامین ہیں، اس میں تلك (اسم اشارہ بعید) هذه (اسم اشارہ قریب) کے معنی میں ہے، جیسے آیت ۲۲ میں ہے: ﴿وَجَرَيْنَ بِهِمْ﴾: اور کشتیاں ان کو لے کر چلیں یعنی تمہیں لے کر چلیں، اس میں بهم: بكم کے معنی میں ہے ـــــ اور آيات: آية کی جمع ہے: نشانیاں یعنی قرآن کے اہم مضامین، أعلام: علَم کی جمع ہے، بلند نشانی۔

۵-سورۃ یونس آیت ۱۰ میں ہے: ﴿دَعْوَاهُمْ﴾: یعنی ان کی 'صدا': جنت میں مؤمنین کی صدا ہوگی: ''خدایا! آپ تمام نقائص سے ہر طرح پاک ہیں!'' .... اور ان کی گفتگو کا آخر ہوگا: ''تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کے پالن ہار ہیں!''

۶-سورۃ یونس آیت ۲۲ میں ہے: ﴿وَظَنُّوْا أَنَّهُمْ أُحِيْطَ بِهِمْ﴾: مسافر گمان کرتے ہیں کہ وہ طوفان میں گھر گئے! وہ ہلاکت سے قریب ہوگئے، ان کے ڈوبنے کا وقت آ گیا، أحاط به: اس کو گھیر لیا: یہ محاورہ ہے، اور یہ محاورہ سورۃ البقرۃ آیت ۸۱ میں بھی آیا ہے: ﴿مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيْئَتُهُ﴾: جس نے برائی کمائی، اور قصور نے اس کا احاطہ کر لیا، اس طرح گھیر لیا کہ کہیں نیکی کا نام ونشان باقی نہیں رہا۔

۷-سورۃ یونس آیت ۹۰ میں ہے: ﴿وَجَاوَزْنَا بِبَنِيْ إِسْرَائِيْلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهُ بَغْيًا وَّعَدْوًا﴾: اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا کے پار اتار دیا، پھر فرعون اور اس کے لشکر نے شرارت اور زیادتی کے ارادے سے ان کا پیچھا کیا ـــــ اتَّبَعَ (باب افتعال) اور أَتْبَعَ (باب افعال) کے ایک معنی ہیں: پیچھا کرنا ـــــ اور عَدْوٌ: عُدوان سے ہے جس کے معنی ہیں: زیادتی کرنا۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: [۸-] ﴿وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ﴾: قَوْلُ الإِنْسَانِ لِوَلَدِهِ وَمَالِهِ إِذَا غَضِبَ: اللّٰهُمَّ لاَ تُبَارِكْ لَهُ فِيْهِ وَالْعَنْهُ، ﴿لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ﴾: لَأُهْلِكَ مَنْ دُعِيَ عَلَيْهِ وَلَأَمَاتَهُ. [۹-] ﴿أَحْسَنُوْا الْحُسْنٰى﴾: مِثْلُهَا حُسْنَى، ﴿وَزِيَادَةٌ﴾: مَغْفِرَةٌ، وَقَالَ غَيْرُهُ: النَّظْرُ إِلٰى وَجْهِهِ. [۱۰-] ﴿الْكِبْرِيَاءُ﴾: الْمُلْكُ.

۸-سورۃ یونس کی آیت ۱۱ ہے: ﴿وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ﴾:

اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں (کے جلدی مچانے پر) نقصان پہنچانے میں اتنی جلدی کرتے جتنی لوگ بھلائی مانگنے میں جلدی کرتے ہیں تو ان کا وقت کبھی کا پورا ہو چکا ہوتا! ــــ منکرین کو جب عذاب آخرت کی خبر دی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں: تم جس عذاب کی دھمکیاں دے رہے ہو وہ آخر آ کیوں نہیں جاتا؟ حشر کے دن کے لئے وہ سزا کیوں اٹھا رکھی ہے؟ آیت میں ان کو جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ رحم وکرم فرمانے میں تو جلدی کرتے ہیں، مگر سزا دینے میں جلدی نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ لوگ کسی طرح سنبھل جائیں ــــ اور جس طرح منکرین نبی کو نیچا دکھانے کے لئے عذاب مانگ رہے ہیں اسی طرح کچھ لوگ رنج وغم یا دل تنگی کی حالت میں اپنے لئے یا اپنی اولاد کے لئے یا اپنے مال ودولت کی تباہی کے لئے بددعا کرتے ہیں، اور لعنت تک کے الفاظ بول دیتے ہیں: یہ صحیح نہیں، غور کریں! اگر اللہ تعالیٰ بددعاؤں کو بھی نیک دعاؤں کی طرح فوراً قبول کرلیں تو لوگ کے دن پنپ سکیں گے؟ جن کے لئے بددعا کی ہے اس کو ہلاک کردیں گے اور تباہ کردیں گے (یہ تفسیر مجاہد رحمہ اللہ نے کی ہے)

۹- سورۂ یونس آیت ۲۶ میں ہے: ﴿لِلَّذِیْنَ أَحْسَنُوْا الْحُسْنٰی وَزِیَادَةٌ﴾: جن لوگوں نے نیک کام کئے انہی کے لئے بھلائی ہے اور کچھ زائد بھی ــــ آخرت میں ایمان کے ساتھ نیکی کا دس گنا سے سات سو گنا تک بدلہ ملے گا، اور مزید دیدار خداوندی بھی نصیب ہوگا ــــ مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا: جنھوں نے نیکی کی تو اس کے مانند نیکی ملے گی اور مزید یعنی مغفرت کی جائے گی، اور مجاہدؒ کے علاوہ نے زیادة کی تفسیر 'دیدارِ خداوندی' سے کی ہے، اور یہی تفسیر صحیح ہے۔

۱۰- سورۂ یونس آیت ۷۸ میں ﴿الْکِبْرِیَاءُ﴾ ہے، اس کے معنی ہیں: بڑائی اور مراد ہے حکومت، موسیٰ اور ہارون علیہما السلام سے فرعونیوں نے کہا: تم دونوں ہمیں ہمارے بزرگوں کی راہ سے پھیر دینا چاہتے ہو ﴿وَتَکُوْنَ لَکُمَا الْکِبْرِیَاءُ فِی الْأَرْضِ﴾: اور تم دونوں کو سرزمین مصر میں بڑائی حاصل ہوجائے یعنی ہمارے ملک میں اپنی حکومت اور سرداری کا سکّہ جمانا چاہتے ہو، ہم ایسا کبھی نہیں ہونے دیں گے۔

موسیٰ علیہ السلام پر انعام اس امت پر بھی انعام ہے

سورۂ یونس کی آیات ۹۰-۹۲ ہیں: اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا کے پار اتار دیا، پھر فرعون اور اس کے لشکر نے شرارت اور زیادتی کے ارادے سے ان کا پیچھا کیا، یہاں تک کہ جب وہ ڈوبنے لگا تو بولا: میں یقین کرتا ہوں کہ اس ہستی کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان رکھتے ہیں، اور میں فرماں برداروں میں شامل ہوتا ہوں! کیا اب؟ حالانکہ پہلے تو نے برابر نافرمانی کی اور بالیقین فسادیوں میں سے تھا، پس آج ہم تیری لاش کو نجات دیں گے ــــ جیسا ایمان ویسا فائدہ! ــــ تاکہ تو اپنے پیچھے والوں کے لئے نشانی بنے ــــ یعنی تجھے رب اعلیٰ مان کر جو پوجتے تھے وہ تیرا انجام دیکھ لیں ــــ اور بے شک بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے قطعاً غافل ہیں ــــ نَجَّی الشیئَ: کوئی چیز بلند جگہ چھوڑنا، النجوة من الأرض:

اونچی جگہ، اس کے لئے دوسرا لفظ النشز ہے یعنی اونچی جگہ۔

اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۵: ۹۳) گذری ہے، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم پر انعام و احسان فرمایا، ان کو جانی دشمن سے نجات دی، جس کے شکریہ میں موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا، نبی ﷺ نے فرمایا: ''موسیٰ کی سنت پر عمل کرنے کے زیادہ حقدار ہم ہیں!'' ہم سب ایک برادری کے ہیں، اور برادری کے ایک فرد پر احسان سب پر احسان ہوتا ہے۔

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَجَاوَزْنَا بِبَنِيْ إِسْرَائِيْلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهُ بَغْيًا وَعَدْوًا، حَتّٰى إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنتُ أَنَّهُ لَا إِلٰـهَ إِلَّا الَّذِيْ آمَنَتْ بِهِ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾

﴿نُنَجِّيْكَ﴾: نُلْقِيْكَ عَلٰى نَجْوَةٍ مِنَ الْأَرْضِ، وَهُوَ النَّشْزُ: الْمَكَانُ الْمُرْتَفِعُ.

[۴٦۸۰-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم الْمَدِيْنَةَ وَالْيَهُوْدُ تَصُوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، فَقَالُوْا: هٰذَا يَوْمٌ ظَهَرَ فِيْهِ مُوْسَى عَلٰى فِرْعَوْنَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِأَصْحَابِهِ: ''أَنْتُمْ أَحَقُّ بِمُوْسَى مِنْهُمْ، فَصُوْمُوْا''[راجع: ۲۰۰۴]

﴿الحمدللہ! سورۂ یونس علیہ السلام کی تفسیر پوری ہوئی﴾

[۱۱] سورة هود

بسم الله الرحمن الرحيم

وَقَالَ أَبُوْ مَيْسَرَةَ: [۱-] الْأَوَّاهُ: الرَّحِيْمُ بِالْحَبَشِيَّةِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: [۲-] ﴿بَادِيَ الرَّأْيِ﴾: مَا ظَهَرَ لَنَا. وَقَالَ مُجَاهِدٌ: [۳-] ﴿الْجُوْدِيِّ﴾: جَبَلٌ بِالْجَزِيْرَةِ. وَقَالَ الْحَسَنُ: [۴-] ﴿إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيْمُ﴾: يَسْتَهْزِئُوْنَ بِهِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: [۵-] ﴿أَقْلِعِيْ﴾: أَمْسِكِيْ. [٦-] ﴿عَصِيْبٌ﴾: شَدِيْدٌ. [۷-] ﴿لَاجَرَمَ﴾: بَلٰى. [۸-] ﴿وَفَارَ التَّنُّوْرُ﴾: نَبَعَ الْمَاءُ. وَقَالَ عِكْرِمَةُ: وَجْهُ الْأَرْضِ.

سورۂ ہود علیہ السلام کی تفسیر

الفاظ کی تشریح

۱- پہلے (تحفۃ القاری ٦: ۵٦۲) أَوَّاہ کے معنی آچکے ہیں، سورہ ہودؑ آیت ۷۵ میں ہے: ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ لَحَلِيْمٌ أَوَّاهٌ

مُنِيْبٌ﴾: بے شک ابراہیم حلیم الطبع، (رحیم المزاج) اور رقیق القلب تھے، ابومیسرہ عمرو بن شرحبیل ہمدانی کوفی نے یہ معنی کئے ہیں کہ أَوَّاہ حبشی زبان کا لفظ ہے، اور اس کے معنی ہیں: مہربان —— اس لفظ کے اور بھی معنی کئے گئے ہیں، سب سے بہتر معنی ہیں: بہت زیادہ دعا کرنے والا۔

۲-سورۃ ہود آیت ۲۷ میں بَادِیَ الرَّأْیِ ہے، یہ مرکب اضافی ہے، اور بَادِیْ: بُدُوّ سے اسم فاعل ہے، جس کے معنی ہیں: ظاہر، کھلا، پس بادی الرأی کے معنی ہیں: سرسری رائے، جو ہر کوئی قائم کرسکتا ہے، قوم نے نوح علیہ السلام سے کہا: نیچ قوم نے تمہاری پیروی کی ہے، اور وہ بھی سرسری رائے سے یعنی بے سوچے سمجھے تمہاری اندھی تقلید کی ہے۔

۳-سورۃ ہود آیت ۴۴ میں ہے: نوح علیہ السلام کی کشتی جُودی پہاڑ پر ٹھہری —— جُودی پہاڑ کُردستان میں واقع ہے، اور آج بھی اسی نام سے مشہور ہے، یہ پہاڑ حضرت نوح علیہ السلام کے وطن موصل (عراق) کے شمال میں جزیرۃ ابن عمر کے قریب آرمینیہ کی سرحد پر واقع ہے۔

۴-قوم نے شعیب علیہ السلام سے کہا: ﴿إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ﴾: واقعی تم عالی ظرف راست باز ہو (ہود ۸۷) حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ قوم نے شعیب علیہ السلام کا مذاق اڑایا ہے۔

۵-سورہ ہود آیت ۴۴ میں ہے: ﴿يَاسَمَاءُ أَقْلِعِيْ﴾: اے آسمان تھم جا —— یہ إقلاع سے فعل امر، صیغہ واحد مؤنث حاضر ہے، جس کے معنی ہیں: باز رہنا، رک جانا۔

۶-لوط علیہ السلام نے کہا: ﴿هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ﴾: یہ سخت دن ہے —— عَصِيْب: صفت مشبہ ہے عَصَبَ (ن) عصبا: سخت کسنا، باندھنا۔

۷-سورۃ ہود آیت ۲۲ میں ہے: ﴿لَاجَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُوْنَ﴾: اس میں کوئی شک نہیں کہ آخرت میں وہی سب سے زیادہ گھاٹے میں رہنے والے ہیں —— لاجرم: بلی: کیوں نہیں یعنی یقیناً وحقاً، اصل معنی اس کے 'لامحالہ' ہیں۔

۸-سورۃ ہود آیت ۴۰ میں ہے: ﴿وَفَارَ التَّنُّوْرُ﴾: جب پانی تندور سے ابلنے لگے، تندور: جس میں روٹی پکائی جاتی ہے، ایک خاص تندور کو علامت مقرر کیا گیا تھا کہ جب اس میں پانی ابلنے لگے تو کشتی میں سوار ہوجانا، اور عکرمہؒ نے سطح زمین مراد لی ہے یعنی پانی سطح زمین سے ابلتا ہوا دیکھو تو کشتی میں سوار ہوجانا۔

[۱-] بَابٌ: ﴿أَلَا إِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ أَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ، يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ، إِنَّهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾[هود: ٥]

وَقَالَ غَيْرُهُ: [٩-] ﴿وَحَاقَ﴾: نَزَلَ، ﴿يَحِيْقُ﴾: يَنْزِلُ. [١٠-] ﴿يَئُوْسٌ﴾: فَعُوْلٌ مِنْ يَئِسْتُ. وَقَالَ

مُجَاهِدٌ: [١١-] ﴿تَبْتَئِسْ﴾: تَحْزَنْ. [١٢-] ﴿يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ﴾: شَكٌّ وَامْتِرَاءٌ فِي الْحَقِّ، ﴿لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ﴾: مِنَ اللهِ إِنِ اسْتَطَاعُوْا.

نوٹ: آیت کریمہ کا ترجمہ بعد میں آئے گا۔ پہلے الفاظ کے معانی دیکھیں۔

۹-حَاقَ يَحِيْقُ (ض) حَيْقًا: نازل ہونا، گھیر لینا، سورہ ہود آیت ۸ میں ماضی آیا ہے اور سورۃ فاطر آیت ۴۳ میں مضارع آیا ہے (یہ معنی عکرمہؒ کے علاوہ نے بیان کئے ہیں)

۱۰-سورۃ ہود آیت ۹ میں يَئُوْسٌ آیا ہے، یہ بروزن فَعول صفت مشبہ ہے، يأس (س) سے ماخوذ ہے: ناامید ہونا۔

۱۱-سورۃ ہود آیت ۳۶ میں تَبْتَئِسْ ہے، یہ ابْتِئَاس سے مضارع ہے، جس کے معنی ہیں: غم گیں اور رنجیدہ ہونا، چونکہ اس پر لائے نہی داخل ہوا ہے اس لئے فعل نہی ہے۔

باب کی آیت کا ترجمہ: سنو! وہ لوگ اپنے سینے خوب اہتمام سے دوہرے کرتے ہیں تا کہ اس سے پردہ کرلیں، سنو! جب وہ لوگ اپنے کپڑے اوڑھتے ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں وہ سب کچھ جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ برملا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ بالیقین دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والے ہیں۔

۱۲-يَثْنُوْنَ: مضارع، جمع مذکر غائب، مصدر ثَنْيٌ (ض) دوہرا کرنا، ابن عباسؓ کی ایک قراءت یہی ہے، دوسری قراءت ہے: تَثْنَوْنِيْ: یہ افْعَوْعَل يَفْعَوْعِلُ سے مضارع ہے، جیسے اِعْشَوْشَبَ يَعْشَوْشِبُ، یہ بھی ثَنْيٌ سے ہے، البتہ اس میں مبالغہ ہے، اس قراءت میں صدورھم فاعل ہوگا (حاشیہ) —— اور اپنے سینے دوہرے کرنے کا مطلب ہے: کسی بات میں شک کرنا، اور حق بات میں جھگڑا —— تا کہ وہ اس سے چھپیں، ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہیں، یعنی جہاں تک ان کے بس میں ہے وہ اللہ تعالیٰ سے چھپنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حدیث (۱۰۱): ابن عباس رضی اللہ عنہما کو سنا کہ پڑھ رہے ہیں: ألا إنهم تَثْنَوْنِي صدورُهم: سنو! وہ لوگ مجھ سے اپنے سینے خوب دوہرے کرتے ہیں، محمد بن عبادؒ نے آیت کا مطلب پوچھا تو فرمایا: کچھ لوگ ضروریات بشری کے وقت بھی کسی حصۂ بدن کو برہنہ کرنے سے شرماتے تھے کہ آسمان والا ہم کو دیکھتا ہے، یہی حال ان کا اس وقت بھی ہوتا تھا جب وہ بیوی سے ملتے تھے، وہ شرمگاہ کو چھپانے کے لئے سینہ کو دوہرا کئے لیتے تھے، ان کے حق میں یہ آیت اتری ہے۔

تشریح: مذکورہ آیت کفار کے حق میں ہے، تفسیر حقانی میں ہے: ''مکہ کے کفار کو جیسا کہ صحیح بخاری میں ابن عباسؓ سے منقول ہے یہ گمان تھا کہ وہ بوقت قضائے حاجت اپنے اوپر کپڑا ڈال لینا خدا سے مخفی ہونا سمجھتے تھے'' —— اور تفسیر مظہری میں من المسلمين بڑھا کر آیت کو مسلمانوں سے متعلق کیا ہے، فوائد عثمانی میں بھی یہی مطلب بیان کیا ہے، میری ناقص رائے میں پہلا مطلب صحیح ہے، اور اس کی وجوہ ہدایت القرآن (۱۲:۴) کے حاشیہ میں ہیں۔

[٤٦٨١-] حدثنا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَبَّاحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ: أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقْرَأُ: ﴿أَلَا إِنَّهُمْ تَثْنَوْنِي صُدُوْرُهُمْ﴾ قَالَ: سَأَلْتُهُ عَنْهَا، فَقَالَ: أُنَاسٌ كَانُوْا يَسْتَحْيُوْنَ أَنْ يَتَخَلَّوْا فَيُفْضُوْا إِلَى السَّمَاءِ، وَأَنْ يُجَامِعُوْا نِسَاءَ هُمْ فَيُفْضُوْا إِلَى السَّمَاءِ، فَنَزَلَ ذٰلِكَ فِيْهِمْ. [طرفاه: ٤٦٨٢، ٤٦٨٣]

[٤٦٨٢-] حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، وَأَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ: أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَرَأَ: ﴿أَلَا إِنَّهُمْ تَثْنَوْنِي صُدُوْرُهُمْ﴾ قُلْتُ: يَا أَبَا الْعَبَّاسِ! مَا تَثْنَوْنِي صُدُوْرُهُمْ؟ قَالَ: كَانَ الرَّجُلُ يُجَامِعُ امْرَأَتَهُ فَيَسْتَحْيِي أَوْ يَتَخَلَّى فَيَسْتَحْيِي فَنَزَلَتْ: ﴿أَلَا إِنَّهُمْ تَثْنَوْنِي صُدُوْرُهُمْ﴾[راجع: ٤٦٨١]

[٤٦٨٣-] حدثنا الْحُمَيْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرٌو، قَالَ: قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿أَلَا إِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ﴾ عَلَيَّ ﴿حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ﴾ وَقَالَ غَيْرُهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ﴿يَسْتَغْشُوْنَ﴾: يُغَطُّوْنَ رُءُ وْسَهُمْ. [راجع: ٤٦٨١]

آخری حدیث: ابن عباسؓ نے عَلَيَّ بڑھا کر پڑھا اور بتایا کہ منه کی ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہیں، اور ابن عباسؓ سے یستغشون کے معنی: کپڑا اوڑھنے کے بجائے سر چھپانا بھی مروی ہیں۔

[١٣-] ﴿سِيْءَ بِهِمْ﴾: سَاءَ ظَنُّهُ بِقَوْمِهِ. ﴿وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا﴾: بِأَضْيَافِهِ. [١٤-] ﴿بِقِطْعٍ مِنَ اللَّيْلِ﴾: بِسَوَادٍ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ: [١٥-] ﴿أُنِيْبُ﴾: أَرْجِعُ.

۱۳- لوط علیہ السلام کے واقعہ میں سورہ ہود آیت ۷۷ میں ہے: ﴿سِيْءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا﴾: غم گیں ہوئے وہ ان (قوم) کی وجہ سے، اور تنگ ہوئے وہ ان (مہمانوں) کی وجہ سے دل میں —— سِيْءَ: ماضی مجہول، واحد مذکر غائب: غمگیں کیا گیا، سَاءَ (ن) سوءً ا فلانا: غم گیں کرنا یعنی لوط علیہ السلام کو قوم کے بارے میں بدگمانی ہوئی کہ وہ ضرور مہمانوں پر قبضہ کریں گے —— اور ذَرْع: مصدر ہے، جس کے معنی ہیں: ہاتھ کا پھیلاؤ، پھر مجازاً طاقت ووسعت کے معنی میں استعمال ہونے لگا، اور ضاق بهم ذرعا کے معنی: دل تنگی اور کڑھنے کے ہیں۔

۱۴- پھر آیت ۸۱ میں ہے: ﴿بِقِطْعٍ مِنَ اللَّيْلِ﴾: رات کے کسی حصہ میں یعنی اندھیرے میں۔

۱۵- پھر آیت ۸۸ میں: ﴿إِلَيْهِ أُنِيْبُ﴾: ہے: انہی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں، مجاہدؒ نے یہی ترجمہ کیا ہے۔

تخلیقِ ارض وسماء کے وقت اللہ کا عرش پانی پر تھا

سورۂ ہود آیت ۷ میں ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِيْ سِتَّةِ أَيَّامٍ، وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ

لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً﴾: اللہ تعالیٰ وہی ہیں جنھوں نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، درانحالیکہ ان کا شاہی تخت پانی پر تھا، تا کہ وہ تمہارا امتحان کریں کہ تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے —— آسمان وزمین کی پیدائش سے پہلے پانی مخلوق ہوا، جو آئندہ اشیاء کا مادۂ حیات بننے والا تھا، اس وقت اللہ تعالیٰ کا شاہی تخت پانی پر تھا، جس طرح اب سماوات پر ہے، یعنی ساری کائنات رب العرش کے زیرِ انتظام ہے۔

اور حدیث: حدیث قدسی اور نبوی کا مجموعہ ہے (حدیث قدسی): اللہ تعالیٰ نے فرمایا خرچ کر میں تجھ پر خرچ کرونگا!'' —— بندوں کو حکم ہے کہ وہ اللہ کی صفت اپنائیں، پس چاہئے کہ اللہ کی طرح بندے خرچ کریں، اللہ تعالیٰ ان کو عوض عطا فرمائیں گے۔

(حدیث نبوی) اور نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے یعنی اللہ کے خزانے خرچ کرنے سے ختم نہیں ہوتے، نہیں کم کرتا خزانے کو کوئی خرچ کرنا، شب وروز خوب بہانے والے ہیں —— اور فرمایا: بتاؤ! کتنا خرچ کیا ہے اللہ نے جب سے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے؟ پس اس نے کم نہیں کیا ہے اس کو جوان کے ہاتھ میں ہے، اور (تخلیقِ ارض وسماء کے وقت) ان کا تختِ شاہی پانی پر تھا، اور ان کے ہاتھ میں ترازو ہے، وہ پلڑا جھکاتے ہیں اور اٹھاتے ہیں (مثلاً کسی کو نصیبہ ور بناتے ہیں کسی کو بدنصیب، کسی کو اٹھاتے ہیں کسی کو گراتے ہیں اور چیزوں کے بھاؤ بھی بڑھاتے گھٹاتے ہیں)

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ﴾

[٤٦٨٤-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " قَالَ اللّٰهُ: أَنْفِقْ أُنْفِقْ عَلَيْكَ" وَقَالَ: "يَدُ اللّٰهِ مَلْأَى لاَتَغِيْضُهَا نَفَقَةٌ سَحَّاءُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ" وَقَالَ: " أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمَاءَ وَالأَرْضَ؟ فَإِنَّهُ لَمْ يَغِضْ مَا فِي يَدِهِ، وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ، وَبِيَدِهِ الْمِيْزَانُ يَخْفِضُ وَيَرْفَعُ.

[أطرافه: ٥٣٥٢، ٧٤١١، ٧٤١٩، ٧٤٩٦]

لغات: غَاضَ (ض) غيضًا اللّٰهُ الماءَ: اللہ کا پانی کو کم کرنا، غيض الماء: پانی زمین میں جذب ہو گیا —— السَّحَّاءَ: ہمیشہ بہانا، عَينٌ سَحَّاء: ہمیشہ نم رہنے والی آنکھ، يمينه سحاء: اس کا داہنا ہاتھ بخشش کے لئے ہمہ وقت کھلا رہتا ہے، وہ فراخ دست ہے، الليلَ و النهارَ: ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہیں۔

[١٦-] ﴿اعْتَرَاكَ﴾: افْتَعَلْتَ، مِنْ عَرَوْتُهُ، أَيْ: أَصَبْتُهُ، وَمِنْهُ يَعْرُوْهُ وَاعْتَرَانِي [١٧-] ﴿آخِذٌ بِنَا صِيَتِهَا﴾: أي: فِي مِلْكِهِ وَسُلْطَانِهِ. [١٨-] ﴿عَنِيْدٍ﴾ وَعَنُوْدٌ وَعَانِدٌ وَاحِدٌ، هُوَ تَأْكِيْدُ التَّجَبُّرِ. [١٩-] ﴿اسْتَعْمَرَكُمْ﴾: جَعَلَكُمْ عُمَّارًا، أَعْمَرْتُهُ الدَّارَ فَهِيَ عُمْرَى: جَعَلْتُهَا لَهُ. [٢٠-] ﴿نَكِرَهُمْ﴾: وَأَنْكَرَهُمْ وَاسْتَنْكَرَهُمْ

وَاحِدٌ. [۲۱-] ﴿حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ﴾: كَأَنَّهُ فَعِيْلٌ مِنْ مَاجِدٍ، مَحْمُوْدٌ مِنْ حُمِدَ. [۲۲-] ﴿سِجِّيْلٍ﴾: الشَّدِيْدُ الْكَبِيْرُ، سِجِّيْلٌ وَسِجِّيْنٌ، وَاللَّامُ وَالنُّوْنُ أَخْتَانِ، وَقَالَ تَمِيْمُ بْنُ مُقْبِلٍ.

وَرَجْلَةٍ يَضْرِبُوْنَ الْبَيْضَ ضَاحِيَةً ❁ ضَرْبًا تَوَاصَى بِهِ الْأَبْطَالُ سِجِّيْنَا

۱۶-سورۂ ہود آیت ۵۴ میں ہے: ﴿إِنْ نَّقُوْلُ إِلَّا اعْتَرَاكَ بَعْضُ آلِهَتِنَا بِسُوْءٍ﴾: نہیں کہتے ہیں ہم (قوم عاد) مگر رخ کیا ہے تمہارا ہمارے کسی معبود نے برائی کے ساتھ یعنی قوم نے کہا: ہم تمہارے بارے میں صرف اتنی بات کہتے ہیں کہ تم پر ہمارے کسی معبود کی مار پڑی ہے! جس کی وجہ سے تم بہکی بہکی باتیں کرنے لگے ہو ــــ اعْتَرٰی: اعْتِرَاء (افتعال) سے ماضی، صیغہ واحد مذکر غائب، مجرد عَرَاه الداءُ (ن) عَرْوا: بیماری لاحق ہونا، اچانک کوئی تکلیف ہوجانا، عروتُه: میں اس کو پہنچا، اعْتَرَاه الشیئُ: پیش آنا، طاری ہونا، لاحق ہونا ــــ ترجمہ: اعتراك: افتعلت یعنی باب افتعال سے ہے، عروته سے بنا ہے یعنی مجرد یہ ہے اس کے معنی ہیں: میں اس کو پہنچا، اسی سے یعروه: اس کو بات پیش آئی اور اعترانی: مجھے بات پیش آئی مستعمل ہیں۔

۱۷-سورہ ہود آیت ۵۶ میں ہے: ﴿مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا﴾: نہیں ہے کوئی متحرک مگر اللہ تعالیٰ اس کی چوٹی پکڑے ہوئے ہیں یعنی وہ اللہ کے ملک اور اللہ کے قبضہ میں ہے (کسی کی مجال نہیں کہ ان کے قبضہ واختیار سے نکل جائے)

۱۸-سورہ ہود آیت ۵۹ میں ہے: ﴿وَاتَّبَعُوْا أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ﴾: اور پیروی کی انھوں نے ہر سرکش دشمن حق کی ــــ عنید، عنود اور عاند کے ایک معنی ہیں، عَنَدَ فلان: تکبر کرنا، حد سے زیادہ سرکش ونافرمان ہوجانا، آیت میں جبار کے معنی کی تاکید کے لئے ہے، جیسے ظلا ظليلا: گھنا سایہ، تَجَبُّر: تکبر۔

۱۹-سورۂ ہود آیت ۶۱ میں ہے: ﴿هُوَ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا﴾: اسی نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور تم کو اس میں بسایا، جعلكم عمارًا: تم کو زمین کا آباد کرنے والا بنایا، أعمرتُه الدار: میں نے اس کو گھر میں بسایا، یعنی مالک بنادیا، اسی کو عمری کہتے ہیں یعنی گھر ہمیشہ کے لئے دیدیا۔

۲۰-سورۂ ہود آیت ۷۰ میں ہے: ﴿فَلَمَّا رَآ أَيْدِيَهُمْ لَاتَصِلُ إِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً﴾: پھر جب انھوں نے (ابراہیمؑ نے) دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس کی طرف (بچھڑے کی طرف) نہیں بڑھتے تو آپ نے ان کو بے گانہ سمجھا اور ان سے خطرہ محسوس کیا ــــ نکر، أنکر اور استنکر کے ایک معنی ہیں: انجانا سمجھنا، اوپرا اور بے گانہ سمجھنا۔

۲۱-سورۂ ہود آیت ۷۳ میں ہے: ﴿إِنَّهُ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ﴾: بے شک اللہ تعالیٰ نہایت قابل تعریف بڑی شان والے ہیں ــــ دونوں فعیل کے وزن پر اسم مفعول کے معنی میں ہیں ــــ اور کأنه کہہ کر خواہ مخواہ شک پیدا کیا ہے۔

۲۲-سورۂ ہود آیت ۸۲ میں ہے: ﴿وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِنْ سِجِّيْلٍ﴾: اور ہم نے ان پر (قوم لوطؑ کی بستیوں پر) کھنگر کے پتھر برسائے ــــ کھنگر: پکی ہوئی اینٹوں کا مجموعہ ــــ ابوعبیدۃ نے سجیل کا ترجمہ: سخت بڑا کیا ہے ــــ

سجیل اور سجین: ہم معنی ہیں، لام اور الف دونوں حروف زوائد میں سے ہیں، اس لئے ان میں تبدیلی ہوجاتی ہے (یہ بات بھی محل نظر ہے) سجین کے معنی قید خانہ کے ہیں، اور سجیل کے معنی ابوعبیدۃؒ نے نہایت سخت کئے ہیں، اور دلیل میں تمیم بن مقبل (مخضرم) شاعر کا شعر پیش کیا ہے۔

وَرَجْلَةٍ يَضْرِبُوْنَ الْبَيْضَ ضَاحِيَةً ۞ ضَرْبًا تَوَاصٰى بِهِ الْأَبْطَالُ سِجِّيْنًا

بہت سے پیادے مارتے ہیں خَود کو چاشت کے وقت — سخت مارنا جس کی بہادروں نے ایک دوسرے کو وصیت کی ہے

[۳-] بَابٌ

[٢٣-] ﴿وَإِلٰى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا﴾: إِلٰى أَهْلِ مَدْيَنَ، لِأَنَّ مَدْيَنَ بَلَدٌ، وَمِثْلُهُ: ﴿وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ﴾ سَلِ الْعِيْرَ، يَعْنِىْ أَهْلَ الْقَرْيَةِ وَالْعِيْرِ. [٢٤-] ﴿وَرَآءَ كُمْ ظِهْرِيًّا﴾: يَقُوْلُ: لَمْ يَلْتَفِتُوْا إِلَيْهِ، وَيُقَالُ إِذَا لَمْ يَقْضِ الرَّجُلُ حَاجَتَهُ: ظَهَرْتَ بِحَاجَتِىْ، وَجَعَلْتَنِىْ ظِهْرِيًّا، وَالظِّهْرِيُّ هٰهُنَا: أَنْ تَأْخُذَ مَعَكَ دَابَّةً أَوْ وِعَاءً تَسْتَظْهِرُ بِهِ. [٢٥-] ﴿ أَرَاذِلُنَا﴾: سُقَّاطُنَا. [٢٦-] ﴿إِجْرَامِىْ﴾: هُوَ مَصْدَرٌ مِنْ أَجْرَمْتُ، وَبَعْضُهُمْ يَقُوْلُ: جَرَمْتُ. [٢٧-] ﴿الْفُلْكَ﴾ وَالْفَلَكُ: وَاحِدٌ وَجَمْعٌ، وَهِىَ السَّفِيْنَةُ وَالسُّفُنُ. [٢٨و٢٩-] مُجْرَاهَا: مَوْقِفُهَا، وَهُوَ مَصْدَرُ أَجْرَيْتُ، وَأَرْسَيْتُ: حَبَسْتُ، وَيُقْرَأُ: مَرْسَاهَا مِنْ رَسَتْ هِىَ، وَمَجْرَاهَا مِنْ جَرَتْ هِىَ، وَمُجْرِيْهَا وَمُرْسِيْهَا مِنْ فُعِلَ بِهَا، ﴿الرَّاسِيَاتُ﴾: الثَّابِتَاتُ.

۲۳-سورۃ ہود آیت ۸۴ میں ہے: ﴿وَإِلٰى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا﴾: اور ہم نے مدین (والوں) کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا —— اس میں مجاز بالحذف ہے، أھل پوشیدہ ہے، کیونکہ مدین شہر کا نام ہے، جو اینٹ پتھر کا ہوتا ہے، اس کی طرف بھیجنے کا کوئی سوال نہیں —— اور سورۃ یوسف میں: ﴿وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ﴾: گاؤں (والوں) سے پوچھیں، اور ﴿وَسْئَلِ الْعِيْرَ﴾ ہے: قافلہ (والوں) سے پوچھیں، یہاں بھی أھل پوشیدہ ہے۔

۲۴-سورۃ ہود آیت ۹۲ میں ہے: ﴿وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَاءَ كُمْ ظِهْرِيًّا﴾: اور تم نے اللہ کو فراموش کر کے پس پشت ڈال دیا —— یعنی تم لوگوں نے اللہ کی طرف التفات نہیں کیا —— کوئی کسی کی حاجت روائی نہ کرے تو کہتے ہیں: ظَهرتَ بحاجتی: تو نے میری حاجت کو پس پشت ڈال دیا، اور جَعَلْتَنِىْ ظِهريا بھی کہتے ہیں —— اسی طرح کوتل اونٹ کو بھی ظهری کہتے ہیں یعنی آپ ساتھ میں دوسری سواری لیں یا کوئی برتن لیں جس سے مدد حاصل کریں: اس کو ظهری کہتے ہیں —— اور ھھنا: خواہ مخواہ ہے آیت میں یہ معنی نہیں —— آیت میں تو ظِهْرِيًّا کے معنی ہیں: بھولا بسرا، فراموش کردہ، پیٹھ پیچھے ڈالا ہوا، ظَهْر (پیٹھ) کی طرف منسوب، جو چیز پیٹھ پیچھے ڈال کر بھلادی جائے وہ ظِهْرِیّ کہلاتی ہے —— تستظهر به: مدد لیں آپ اس (کوتل سواری) سے۔

۲۵-سورۃ ہودآیت ۲۷میں: ﴿أَرَاذِلُنَا﴾: ہے، أَرْذَل کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں: رذیل، ذلیل، افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ اور سُقَّاط: ساقط کی جمع ہے: کمینہ، کمین ذات کا۔

۲۶-سورۃ ہودآیت ۳۵میں ہے: ﴿فَعَلَيَّ إِجْرَامِيْ﴾: پس مجھ پر ہے میرا جرم کرنا —— إجرام: باب افعال کا مصدر ہے اور بعض باب ضرب سے ماخوذ مانتے ہیں۔

۲۷-سورۃ ہودآیت ۳۷میں ہے: ﴿وَاصْنَعِ الْفُلْكَ﴾: اور کشتی بنایئے —— فُلْك (لام ساکن) مفرد ہے بمعنی سفینة۔ اور فُلُك (لام مضموم) جمع ہے بمعنی سُفُن۔

۲۸و۲۹-سورۃ ہودآیت ۴۱میں دولفظ مَجْرىٰ اور مُرْسىٰ آئے ہیں، فرمایا: ﴿بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرِهَا وَمُرْسَاهَا﴾: اللہ کے نام سے ہے اس کا چلنا اور ٹھہرنا —— بسم الله: خبر مقدم ہے —— اور مَجْرىٰ: مصدر میمی ہے جَرىٰ يَجْرِی (ض) سے اور ھا کی طرف مضاف ہے، حفص رحمہ اللہ کی قراءت میں اسی ایک جگہ امالہ ہے، قاعدہ ہے کہ اگر راء کے بعد ایسا الف ہو جو یاء سے بدلا ہوا ہو تو راء کی حرکت کو یاء کی حرکت کی طرف مائل کرکے پڑھتے ہیں، حفصؒ کے نزدیک اس ایک جگہ کے علاوہ فَتْح (امالہ کی ضد) ہے —— اور مُرْسیٰ بھی مصدر میمی ہے، باب افعال سے اور ھا کی طرف مضاف ہے —— اور مُجْرى (بالضم) اور مَرْسىٰ (بالفتح) بھی قراءتیں ہیں —— امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مُجْراھا (بالضم) کشتی کا چلانا (مَوْقِفُهَا: ٹھہرانا وہم ہے) یہ أجریتُ (باب افعال) سے مصدر میمی ہے —— اور مُرْسىٰ (بالضم) أرسیتُ (باب افعال) سے مصدر میمی ہے، اور اس کے معنی ہیں: روکا میں نے —— اور مَرْسَاھا (بالفتح) بھی پڑھا گیا ہے، یہ رَسَتِ السفينة سے ماخوذ ہے، یعنی کشتی ٹھیر گئی اور مَجْرى (بالفتح) کے بھی یہی معنی ہیں جَرَتْ هي: کشتی چلی، اور دونوں بالضم ہوں تو باب افعال سے ہونگے اور متعدی ہونگے، فُعِلَ بها: کشتی کے ساتھ کیا گیا یعنی چلانا اور ٹھہرانا —— اور سورۃ سبا آیت ۱۳میں: ﴿قُدُوْرٍ رَاسِيَاتٍ﴾ آیا ہے، الراسیات: الراسیة کی جمع ہے یعنی الثابتات: بڑی بڑی دیگیں جو ایک ہی جگہ رکھی رہیں، ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ ہوسکیں۔

[٤-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَيَقُوْلُ الْأَشْهَادُ هٰؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾

وَاحِدُ الْأَشْهَادِ: شَاهِدٌ، مِثْلُ: صَاحِبٍ وَأَصْحَابٍ.

[٤٦٨٥-] حدثنا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ، وَهِشَامٌ، قَالاَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ قَالَ: بَيْنَا ابْنُ عُمَرَ يَطُوْفُ إِذْ عَرَضَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ – أَوْ قَالَ: يَا ابْنَ عُمَرَ – سَمِعْتَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فِي النَّجْوَى؟ فَقَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: " يُدْنَى الْمُؤْمِنُ مِنْ رَبِّهِ – وَقَالَ هِشَامٌ: يَدْنُو الْمُؤْمِنُ – حَتَّى يَضَعَ عَلَيْهِ كَنَفَهُ، فَيُقَرِّرُهُ بِذُنُوْبِهِ:

تَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا؟ يَقُوْلُ: رَبِّ أَعْرِفُ، يَقُوْلُ: أَعْرِفُ "مَرَّتَيْنِ" فَيَقُوْلُ: سَتَرْتُهَا فِي الدُّنْيَا، وَأَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ، ثُمَّ تُطْوَى صَحِيْفَةُ حَسَنَاتِهِ، وَأَمَّا الآخَرُوْنَ - أَوِ: الْكُفَّارُ -فَيُنَادَى عَلَى رُءُوْسِ الأَشْهَادِ ﴿هٰؤُلآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ﴾ وَقَالَ شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ: حَدَّثَنَا صَفْوَانُ. [راجع: ٢٤٤١]

گواہ برملا کہیں گے: یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا

سورۃ ہود کی آیت ۱۸ ہے: ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا، أُوْلٰئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ، وَيَقُوْلُ الأَشْهَادُ: هٰؤُلآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ، أَلاَ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ﴾: اور اس شخص سے بڑا ناانصاف کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑے! ـــــ مثلاً کہے کہ اللہ کے ساتھ الوہیت میں دوسرے بھی شریک ہیں، یا اللہ نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے کوئی کتاب اور رسول نہیں بھیجا ـــــ یہ لوگ اپنے رب کے حضور میں پیش کئے جائیں گے ـــــ اور محشر میں ان کی برائیوں کے دفتر کھولے جائیں گے ـــــ اور گواہی دینے والے کہیں گے: یہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کے نام جھوٹ باندھا ہے ـــــ اور گواہیاں گذرنے کے بعد اعلان ہوگا: ـــــ سنو! ظالموں پر اللہ کی پھٹکار!

لغت: أشهاد: شاهد کی جمع ہے، جیسے أصحاب: صاحب کی۔

حدیث: پہلے (تحفۃ القاری ۵: ۴۶۴) آچکی ہے، یہ نجوی (سرگوشی) کی حدیث ہے، مؤمن کو اللہ تعالیٰ اپنے بازو میں چھپا کر گناہوں کا اقرار کرائیں گے، پھر اس کو بخش دیں گے، برملا اس کو رسوا نہیں کریں گے، جبکہ کفار کا حال وہ ہوگا جو آیت میں ہے۔

[٥-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَكَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيْمٌ شَدِيْدٌ﴾

[٣٠-] ﴿الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ﴾: الْعَوْنُ الْمُعِيْنُ رَفَدْتُهُ: أَعَنْتُهُ. [٣١-] ﴿تَرْكَنُوْا﴾: تَمِيْلُوْا. [٣٢-] ﴿فَلَوْلاَ كَانَ﴾ فَهَلاَّ كَانَ. [٣٣-] ﴿أُتْرِفُوْا:﴾ أُهْلِكُوْا. [٣٤-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿زَفِيْرٌ وَشَهِيْقٌ﴾: صَوْتٌ شَدِيْدٌ وَصَوْتٌ ضَعِيْفٌ.

[٤٦٨٦-] حدثنا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ أَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيْ مُوْسَى، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "إِنَّ اللّٰهَ لَيُمْلِي لِلظَّالِمِ حَتّٰى إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ" قَالَ: ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَكَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيْمٌ شَدِيْدٌ﴾

ظالم کو اللہ تعالیٰ مہلت دیتے ہیں پھر جب پکڑتے ہیں تو نانی یاد آجاتی ہے

سورۃ ہود آیت ۱۰۲ کا ترجمہ جو باب میں ہے: ''اور ایسی ہوتی ہے آپ کے رب کی پکڑ (کذلك: خبر مقدم ہے، اور أخذ

ربك: مبتدا مؤخر) جب وہ پکڑتے ہیں بستیوں کو، جبکہ وہ ظلم کررہی ہوتی ہیں، بے شک ان کی پکڑ دردناک سخت ہے!

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتے ہیں، پھر جب اس کو پکڑتے ہیں تو چھوڑتے نہیں!

لغات: أَمْلاَهُ اللّٰه: اللہ کا کسی کی زندگی کو طول دینا اور فائدہ اٹھانے دینا............ أَفْلَتَ الشيئَ: چھوڑ دینا، جیسے أَفْلَتَ الحبلَ من يده: رسّی اپنے ہاتھ سے چھوڑ دی (تحفۃ الالمعی ۷: ۲۹۴)

الفاظ کے معانی

۳۰- سورۃ ہود آیت ۹۹ میں ہے: ﴿بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ﴾: (فرعونیوں پر دنیا وآخرت میں پھٹکار لگادی گئی) اور وہ (پھٹکار) انعام میں ملا ہوا برا صلہ ہے! ــــ الرِّفْد (اسم): صلہ، عطاء، انعام، جمع إِرْفاد اور رُفُوْد ــــ المرفود: اسم مفعول: انعام دیا ہوا ــــ رَفَدَ (ض) رَفْدًا: دینا ــــ امام بخاری رحمہ اللہ نے الرِّفد کا ترجمہ کیا ہے: الْعَوْن: مدد (یہ ٹھیک ہے) اور المرفود کا ترجمہ کیا ہے المعين: مددگار، اس میں اشکال ہے، المعين تو اسم فاعل ہے، ترجمہ المُعان کرنا چاہئے اور تاویل حاشیہ میں ہے رَفَدْتُه: میں نے اس کی مدد کی۔

۳۱- سورۃ ہود آیت ۱۱۳ میں ہے: ﴿وَلاَتَرْكَنُوْا إِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾: اور تم ان لوگوں کی طرف مت جھکو جنھوں نے ناانصافی کی ــــ رَكَنَ (ن، س) إليه: مائل ہونا، لاتركنوا: فعل نہی ہے۔

۳۲- سورۃ ہود آیت ۱۱۶ میں ہے: ﴿فَلَوْلاَ كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُوْلُوْا بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ﴾: پس ان قوموں میں جو تم سے پہلے ہوچکیں سمجھ دار لوگ نہ ہوئے جو زمین میں بگاڑ پھیلانے سے روکتے ــــ لولا: دراصل تحضیض (ابھارنے) کے لئے ہے، جیسے هَلاَّ اور ابن مسعودؓ کی قراءت میں هَلاَّ ہے (حاشیہ) ــــ مگر ابھارنا: آئندہ کے لئے ہوتا ہے، اور آیت میں ماضی میں ایسے لوگوں کی نفی ہے، پس آیت میں لولا نفی کے لئے ہے، اور تحضیض ضمنی ہے (تفصیل کے لئے دیکھیں ہدایت القرآن سورہ یونس آیت ۹۸ کا حاشیہ)

۳۳- پھر اسی آیت میں ہے: ﴿وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا أُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ﴾: اور ناانصاف لوگ اس عیش کے پیچھے پڑے رہے جس میں وہ سرکش بنادیئے گئے اور وہ جرائم کے خوگر ہوگئے تھے ــــ أُتْرِفُوْا: ماضی مجہول، جمع مذکر غائب، أَتْرَفَه الْمَالُ: مال نے اس کو سرکش بنادیا، خراب کردیا ــــ جس کے لئے ہلاکت لازم ہے، اس لئے أهلكوا ترجمہ کیا ہے۔

۳۴- سورۃ ہود آیت ۱۰۶ میں ہے: ﴿لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَشَهِيْقٌ﴾: دوزخیوں کے لئے وہاں لمبی لمبی آہیں اور سسکیاں ہونگی ــــ زَفِيْر: مصدر ہے، زَفَرَ (ض) زفرًا الرجلُ: لمبے لمبے سانس لینا، زَفَرَ الحمارُ: گدھے کا رینکنا شروع کرنا، اس کی آواز شروع میں سخت ہوتی ہے ــــ اور شهيق بھی مصدر ہے، شَهِقَ (ف، ض، س) شهيقًا الحمارُ: گدھے کا

رینکنا، آخر میں اس کی آواز ہلکی پڑ جاتی ہے اور شھِقَ الرجلُ کے معنی ہیں: رونے میں سسکیاں لینا۔

نیکیوں کی خاصیت ہے کہ وہ برائیوں کو مٹاتی ہیں

سورۃ ہود کی آیت ۱۱۴ ہے: ﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ، إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرىٰ لِلذَّاكِرِيْنَ﴾: اور دن کے دونوں سروں پر اور رات کے ابتدائی حصہ میں نماز کا اہتمام کریں، بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹاتی ہیں، یہ بڑی یاد ہے یاد کرنے والوں کے لئے —— دن کے ابتدائی سرے میں فجر کی نماز ہے، اور آخری سرے پر مغرب کی نماز ہے، اور رات کے ابتدائی حصہ میں عشاء کی نماز ہے یعنی ان تین نمازوں کا خصوصی اہتمام کریں —— اور نماز کے دو فائدے ہیں: ایک: نماز بہت بڑی نیکی ہے، اور نیکیوں کی خاصیت یہ ہے کہ وہ برائیوں کو مٹاتی ہیں۔ دوم: نماز میں اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرنا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی یاد بہت بڑی چیز ہے، وہ قلوب کی غذا اور آبِ حیات ہے۔

لغت: زُلَف کا مفرد زُلْفَة ہے: رات کا ابتدائی حصہ، رات کی گھڑیاں، ساعاتِ شب اور اس کے معنی قربِ منزلت اور نزدیکی کے بھی ہیں، اسی سے زُلْفیٰ بمعنی قربیٰ (نزدیکی) ہے —— امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زُلَفا کے معنی ساعات بعد ساعات ہیں یعنی رات کی گھڑیاں —— اور اسی مادہ سے مزدلفہ ہے، اِزْدَلَفُوْا کے معنی اکٹھا ہونے کے ہیں، مزدلفہ میں سب لوگ رات میں اکٹھا ہوتے ہیں۔ اور زُلَف کے معنی ہیں: مراتب —— اور سورۃ الزمر میں زُلْفیٰ بمعنی مقرب ہے، یہ مصدر ہے، اور سورۃ الشعراء آیت ۶۴ میں أزلفنا ہے یعنی ہم نے قریب پہنچا دیا، قریب لے آئے فرعونیوں کو۔

[٦-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ، إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرىٰ لِلذَّاكِرِيْنَ﴾

﴿وَزُلَفًا﴾: سَاعَاتٍ بَعْدَ سَاعَاتٍ، وَمِنْهُ سُمِّيَتِ الْمُزْدَلِفَةُ، الزُّلَفُ: مَنْزِلَةٌ بَعْدَ مَنْزِلَةٍ، وَأَمَّا ﴿زُلْفىٰ﴾: فَمَصْدَرٌ مِنَ الْقُرْبىٰ، ازْدَلَفُوْا: اجْتَمَعُوْا، ﴿أَزْلَفْنَا﴾: جَمَعْنَا.

[٤٦٨٧-] حدثنا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ - هُوَ ابْنُ زُرَيْعٍ - قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ، عَنْ أَبِيْ عُثْمَانَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ: أَنَّ رَجُلاً أَصَابَ مِنَ امْرَأَةٍ قُبْلَةً، فَأَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَذَكَرَ لَهُ ذٰلِكَ فَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ: ﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ، إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرىٰ لِلذَّاكِرِيْنَ﴾ قَالَ الرَّجُلُ: أَلِيَ هٰذِهِ؟ قَالَ: "لِمَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ أُمَّتِيْ" [راجع: ٥٢٦]

نوٹ: حدیث کا ترجمہ اور شرح پہلے (تحفۃ القاری ۲: ۳۸۸) آچکی ہے۔

﴿الحمد للہ! سورۃ ہود علیہ السلام کی تفسیر پوری ہوئی﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

[۱۲] سورۃ یوسف

[١-] وَقَالَ فُضَيْلٌ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ: مُتْكاً: الْأُتْرُنْجُ، وَقَالَ فُضَيْلٌ: الْأُتْرُنْجُ بِالْحَبَشِيَّةِ: مُتْكاً. وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ: مُتْكاً: كُلُّ شَيْئٍ قُطِعَ بِالسِّكِّيْنِ. [٢-] وَقَالَ قَتَادَةُ: ﴿لَذُوْ عِلْمٍ﴾: عَامِلٌ بِمَا عَلِمَ. [٣-] وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ: ﴿صُوَاعَ﴾: مَكُّوْكُ الْفَارِسِيِّ الَّذِىْ يَلْتَقِىْ طَرَفَاهُ، كَانَتْ تَشْرَبُ بِهِ الْأَعَاجِمُ. [٤-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿تُفَنِّدُوْنِ﴾: تُجَهِّلُوْنِ.

سورۃ یوسف علیہ السلام کی تفسیر

الفاظ کی تشریح

۱-سورۃ یوسف آیت ۳۱ میں ہے: ﴿وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً﴾: اوراس نے ان کے لئے گاؤ تکیے آراستہ کئے ــــ یعنی میزیں لگائیں، کھانے پینے کی شاندار محفل ترتیب دی اور ضیافت کا سامان کیا ــــ مُتَّكَأً کے معنی ہیں: گاؤ تکیے ــــ اور ایک شاذ قراءت میں مُتْكاً ہے (میم پر پیش اور تاء ساکن) مجاہدؒ نے اس کے معنی تُرنج لیموں (چکوترا) کئے ہیں، اور فضیل بن عیاضؒ کہتے ہیں: حبشی زبان میں ترنج کو مُتکا کہتے ہیں ــــ مجاہدؒ کا دوسرا قول یہ ہے کہ ہر کھانے کی چیز جو چھری سے کاٹی جائے مُتْکا ہے (اور مُتَّكَأً جو مشہور قراءت ہے اس کے معنی آگے نمبر ۸ پر آرہے ہیں)

۲-آیت ۶۸ میں یعقوب علیہ السلام کے بارے میں ہے: ﴿وَإِنَّهُ لَذُوْ عِلْمٍ لِمَا عَلَّمْنَاهُ﴾: اور وہ ہماری تعلیم کی وجہ سے یقیناً صاحبِ علم تھے ــــ قتادہؒ نے کہا: وہ اپنے علم پر عمل پیرا تھے۔

۳-آیت ۷۲ میں ہے: ﴿نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ﴾: ہم شاہی جام گم پاتے ہیں ــــ اور آیت ۷۰ میں اس کے لئے لفظ السقایۃ آیا ہے، اس کے معنی بھی ہیں: جام، پانی پینے کا پیالہ ــــ سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں: فارسی میں اس کو مَکُّوْك کہتے ہیں یعنی پانی کی صراحی، جس کے دونوں کنارے ملے ہوئے ہوتے ہیں، عجمی لوگ اس سے شراب پیتے تھے (اور وہ غلّہ ناپنے کے کام بھی آتا تھا)

۴-آیت ۹۴ میں ہے: ﴿لَوْلَا أَنْ تُفَنِّدُوْنِ﴾: اگر تم مجھے سٹھیایا ہوا نہ کہو ــــ فَنِدَ (س) فَنْدًا: کھوسٹ ہونا، بڑھاپے کی وجہ سے ضعیف العقل ہوجانا، فَنَّدَہ: ضعیف العقل بنانا ــــ حضرت ابن عباسؓ نے اس کا ترجمہ کیا ہے: نادان

قرار دینا۔

[٥-] وَقَالَ غَيْرُهُ: غَيَابَةٌ: كُلُّ شَيْءٍ غَيَّبَ عَنْكَ شَيْئًا فَهُوَ غَيَابَةٌ. وَالْجُبُّ: الرَّكِيَّةُ الَّتِي لَمْ تُطْوَ. [٦-] ﴿بِمُؤْمِنٍ لَّنَا﴾: بِمُصَدِّقٍ لَنَا. [٧-] ﴿أَشُدَّهُ﴾: قَبْلَ أَنْ يَأْخُذَ فِي النُّقْصَانِ يُقَالُ: بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغُوْا أَشُدَّهُمْ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: وَاحِدُهَا شَدٌّ. [٨-] وَالْمُتَّكَأُ: مَا اتَّكَأْتَ عَلَيْهِ لِشَرَابٍ أَوْ لِحَدِيْثٍ أَوْ لِطَعَامٍ. وَأَبْطَلَ الَّذِي قَالَ: الْأُتْرُنْجُ، وَلَيْسَ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ الْأُتْرُنْجُ، فَلَمَّا احْتُجَّ عَلَيْهِمْ بِأَنَّهُ الْمُتَّكَأُ مِنْ نَمَارِقَ، فَرُّوْا إِلَى شَرٍّ مِنْهُ، فَقَالُوْا: إِنَّمَا هُوَ الْمُتْكُ سَاكِنَةَ التَّاءِ، وَإِنَّمَا الْمُتْكُ طَرَفُ الْبَظْرِ، وَمِنْ ذٰلِكَ قِيْلَ لَهَا: مَتْكَاءُ وَابْنُ الْمَتْكَاءِ، فَإِنْ كَانَ ثَمَّ أُتْرُنْجُ فَإِنَّهُ بَعْدَ الْمُتَّكَإِ.

۵- سورۂ یوسف آیت ۱۵ میں ہے: ﴿وَأَجْمَعُوْا أَنْ يَجْعَلُوْهُ فِيْ غَيَابَتِ الْجُبِّ﴾: اور انھوں نے طے کیا کہ اسے کچے کنویں کی گہرائی میں کردیں —— اور ابن عباسؓ کے علاوہ نے یعنی ابوعبیدہؒ نے کہا: ہر وہ چیز جو تجھ سے کسی چیز کو چھپادے غیابة ہے —— جیسے الغیابة من الوادی أو الجب: وادی یا کنویں کی گہرائی —— اور الْجُبّ: وہ گہرا کنواں جس کی کوٹھی تعمیر نہ کی گئی ہو، اور مَن اور مینڈ نہ بنی ہو غیابة الجب: درحقیقت مرکب توصیفی تھا، الٹ کر مرکب اضافی بنایا گیا ہے۔

٦- آیت ۱۷ میں ہے: ﴿وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا﴾: اور آپ ہمارا یقین کرنے والے نہیں —— ایمان بمعنی تصدیق ویقین ہے۔

۷- آیت ۲۲ میں ہے: ﴿وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ﴾: اور جب یوسفؑ اپنی جوانی کو پہنچے —— الأشُدّ: طاقت وقوت کا زمانہ —— یہ لفظ یا تو جمع کے وزن پر مفرد ہے یا ایسی جمع ہے جس کا کوئی مفرد نہیں —— امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قوت وطاقت گھٹنے لگے اس سے پہلے کا زمانہ أَشُدّ ہے —— اور اس کا مضاف الیہ مفرد ضمیر بھی آتی ہے اور جمع بھی، کہا جاتا ہے: بلغ أشده (مفرد ضمیر) اور بلغوا أشدهم (جمع ضمیر) —— اور بعض کہتے ہیں: اس کا مفرد شَدٌّ ہے۔

۸- آیت ۳۱ میں ہے کہ وزیر کی بیوی نے شاہی خاندان کی بیگمات کے لئے گاؤ تکیے آراستہ کئے —— مُتَّكَأ: ہر وہ چیز جس پر آپ ٹیک لگائیں، چائے پینے کے لئے، باتیں کرنے کے لئے یا کھانا کھانے کے لئے، یہی گاؤ تکیے آراستہ کرنا ہے —— اور جس نے اس لفظ کا ترجمہ ترنج لیموں کیا ہے وہ قطعاً غلط ہے، کیونکہ اترنج عربی زبان کا لفظ ہی نہیں ہے —— پھر جب اس قائل کے خلاف دلیل قائم کی گئی کہ وہ یعنی مُتَّکَأ چھوٹے تکیے ہیں (جن پر بیٹھا جاتا ہے اور ٹیک لگائی جاتی ہے) تو وہ اس سے زیادہ بری بات کی طرف بھاگے، اور انھوں نے کہا کہ وہ مُتْك ہے، تاء ساکن کے ساتھ (یعنی لفظ ہی بدل دیا) حالانکہ مُتْك: عورت کی اندام نہانی کے ابھار کے کنارہ کو کہتے ہیں (جو عورت کی ختنہ کرنے کے بعد باقی رہ جاتا ہے) اور اسی سے عورت کے حق میں مَتْکَاء بولا جاتا ہے یعنی ٹنا کٹی ہوئی عورت اور ابن الْمَتْکَاء کہا جاتا ہے یعنی ٹنا کٹی ہوئی عورت کا

بیٹا (یہ گالی ہے) —— پس اگر وہاں (دعوت میں) ترنج لیموں تھا تو وہ گاؤ تکیوں سے مجلس آراستہ کرنے کے بعد تھا۔

[٩-] ﴿شَغَفَهَا﴾: يُقَالُ: بَلَغَ إِلٰى شِغَافِهَا، وَهُوَ غِلَافُ قَلْبِهَا، أَمَّا شَعَفَهَا فَمِنَ الْمَشْعُوْفِ [١٠-] ﴿أَصْبُ﴾: أَمِلْ. [١١-] ﴿أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ﴾: مَالاَ تَأْوِيْلَ لَهُ، وَالضِّغْثُ: مِلْءُ الْيَدِ مِنْ حَشِيْشٍ وَمَا أَشْبَهَهُ، وَمِنْهُ: ﴿خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا﴾ لاَمِنْ قَوْلِهِ: ﴿أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ﴾ وَاحِدُهَا ضِغْثٌ. [١٢-] ﴿وَنَمِيْرُ﴾ مِنَ الْمِيْرَةِ. [١٣-] ﴿وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ﴾: مَا يَحْمِلُ بَعِيْرٌ. [١٤-] ﴿آوَىٰ إِلَيْهِ﴾: ضَمَّ إِلَيْهِ. [١٥-] ﴿السِّقَايَةَ﴾: مِكْيَالٌ. [١٦-] ﴿تَفْتَؤُا﴾: لاَتَزَالُ. [١٧-] ﴿حَرَضًا﴾: مُحْرَضًا، يُذِيْبُكَ الْهَمُّ. [١٨-] ﴿تَحَسَّسُوْا﴾: تَخَبَّرُوْا. [١٩-] ﴿مُزْجَاةٍ﴾: قَلِيْلَةٍ. [٢٠-] ﴿غَاشِيَةٌ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ﴾: عَامَّةٌ مُجَلِّلَةٌ.

۹- آیت ۳۰ میں ہے: ﴿قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا﴾: محبت نے اس کا دل گھائل کر رکھا ہے —— شَغَفَهُ (ف) شَغْفًا: دل کے پردے کو زخمی کرنا —— حُبًّا: تمیز محول عن الفاعل ہے —— شِغَاف: دل کا پردہ —— اور ایک قراءت شَعَفَهَا ہے، اس کے بھی یہی معنی ہیں شَعَفَ (ف) الحبُّ فلانا: آتش محبت کا کسی کو جلانا، المشعوف: محبت میں دیوانہ۔

۱۰- آیت ۳۳ میں ہے: ﴿أَصْبُ إِلَيْهِنَّ﴾: میں ان عورتوں کی طرف مائل ہو جاؤں گا —— أصبُ: مضارع صیغہ واحد متکلم، اصل میں أَصبو تھا، جواب شرط ہونے کی وجہ سے حرف علت کے حذف کی صورت میں جزم آیا ہے، صَبَا (ن) صَبْوَةً إِلَيْهِ: مائل ہونا، مشتاق ہونا۔

۱۱- آیت ۴۴ میں ہے: ﴿قَالُوْا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ﴾: درباریوں نے (بادشاہ کے خواب کے بارے میں) کہا: خوابوں کے پولے ہیں —— أَضْغَاثُ: ضِغْث کی جمع ہے: سینکوں کا مٹھا، ایسی گٹھڑی جس میں مختلف قسم کی گھاس پھونس ہو —— اور أحلام: حُلْم کی جمع ہے: خواب اور درباریوں کی مراد یہ تھی کہ اس خواب کی کوئی تعبیر نہیں —— اور سورۃ ص آیت ۴۴ میں ہے: ﴿وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا﴾: تم اپنے ہاتھ میں سینکوں کا ایک مٹھا لو، یہاں ضغث کے حقیقی معنی مراد ہیں، أضغاث أحلام میں تو مجازی معنی ہیں یعنی مالا تأويل له: یہ معنی سورۃ ص میں مراد نہیں۔

۱۲- آیت ۶۵ میں ہے: ﴿وَنَمِيْرُ أَهْلَنَا﴾: اور ہم اپنے گھر والوں کے لئے رسد لائیں گے —— نَمِيْر: مضارع جمع متکلم، مَارَ يَمِيْرُ مَيْرًا عياله: اہل وعیال کے لئے نان ونفقہ لانا، المِيْرَة: غلہ کی رسد۔

۱۳- پھر اسی آیت میں ہے: ﴿وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ﴾: اور مزید لائیں گے ہم بارِ شتر، بار: پیمانہ یعنی جتنا ایک اونٹ اٹھا سکے۔

۱۴- آیت ۶۹ میں ہے: ﴿آوَىٰ إِلَيْهِ أَخَاهُ﴾: اپنے پاس اپنے بھائی کو ٹھکانا دیا، آوىٰ إلى البيت: اتارنا، ٹھکانا دینا۔

۱۵- آیت ۷۰ میں ہے: ﴿جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ أَخِيْهِ﴾: جام (پانی پینے کا پیالہ) اپنے بھائی کے کجاوے (سامان)

میں رکھ دیا۔ کہتے ہیں: اسی سے غلہ بھی ناپا جاتا تھا، مکیال: غلہ ناپنے کا پیمانہ۔

۱۶- آیت ۸۵ میں ہے: ﴿تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ﴾: خدا کی قسم! آپ ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے رہیں گے ـــــ لاتزال: آپ ہمیشہ رہیں گے ـــــ تَفْتَؤُا: افعال ناقصہ میں سے ہے اور جوابِ قسم ہے، اصل میں لاتفتؤا تھا، حرفِ نفی حذف کیا گیا، کیونکہ جب قسم کے ساتھ علامتِ اثبات (لام تاکید اور نون تاکید) نہیں ہوتی تو وہ نفی پر محمول ہوتی ہے۔

۱۷- پھر اسی آیت میں ہے: ﴿حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا﴾: یہاں تک کہ آپ نڈھال (لاغر) ہوجائیں ـــــ حَرَضًا: مصدر ہے جو صفت کے طور پر استعمال ہوا ہے، جس کے معنی ہیں: مضمحل، بیمار اور جو چیز نکمی اور بے کار ہوجائے اور کسی کام کی نہ رہے، حَرَضَ (ن) حُرُوْضًا: لاغر وکمزور ہوکر مرنے کے قریب ہوجانا، مُحْرَضا: اسم مفعول ہے أَحْرَضَ الحب فلانا سے: محبت یا غم واندوہ کا کسی کو گھلا دینا، بدحال کردینا۔

۱۸- آیت ۸۷ میں ہے: ﴿يَابَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُوْسُفَ وَأَخِيْهِ﴾: اے میرے بچو! جاؤ اور ٹوہ لگاؤ یوسف کی اور اس کے بھائی کی ـــــ تَحَسَّس منه: حقیقتِ حال معلوم کرنا، ٹوہ لگانا، کھوج لگانا، پتہ لگانا ـــــ تَخَبَّرَ الخبر: خبر دریافت کرنا، معلومات حاصل کرنا تخبره عن الشيئ: کسی چیز کے بارے میں سوال کرنا، تحقیق کرنا۔

۱۹- پھر آیت ۸۸ میں ہے: ﴿وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُزْجَاةٍ﴾: اور لائے ہیں ہم ردی پونجی ـــــ مُزْجاة: مُزْجیٰ کا مؤنث ہے، جس کے معنی ہیں: تھوڑی چیز، ردی چیز، أَزْجیٰ إِزْجاء: ہانکنا، پس مُزْجی: وہ ردی چیز ہے جسے ہٹا دیا جائے۔

۲۰- آیت ۱۰۷ میں ہے: ﴿أَفَأَمِنُوْا أَنْ تَأْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ﴾: کیا وہ مطمئن ہوگئے اس سے کہ آپڑے ان پر کوئی محیط آفت اللہ کے عذاب سے ـــــ مُجَلِّلَة: اسم فاعل، عام ہونے والی، جَلَّلَ الشيئَ: عام ہوا، اور اسم مفعول بھی پڑھ سکتے ہیں، جَلَّلَ الشيئَ: عام کرنا۔

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

سورۃ یوسف آیت ۶ میں ہے: اور تجھ پر اور خاندان یعقوب پر اللہ تعالیٰ اپنی نعمت (نبوت) پوری فرمائیں گے، جس طرح ماضی میں تیرے بزرگوں ابراہیمؑ واسحاقؑ پر اپنی نعمت پوری فرمائی ـــــ اور حدیث میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام سے چار پشتوں تک نبوت کا سلسلہ چلا، پس ایں خانہ ہمہ آفتاب است! اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۶: ۵۸۹) آئی ہے۔

[۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلٰى آلِ يَعْقُوْبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلٰى أَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ إِبْرَاهِيْمَ وَإِسْحَاقَ﴾

[۴۶۸۸-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ،

عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "الْكَرِيْمُ ابْنُ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ، يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ"[راجع: ۳۳۸۲]

یوسف علیہ السلام اوران کے بھائیوں کا قصہ عبرت آموز ہے

سورۂ یوسف کی آیت ۷ ہے: ''قسم بخدا! حقیقت یہ ہے کہ یوسف اوران کے بھائیوں کی سرگذشت میں پوچھنے والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں'' —— پوچھنے والے کفارِ مکہ تھے، انھوں نے یہودیوں کے اشارے پر پوچھا تھا کہ بنی اسرائیل کے مصر میں پہنچنے کا کیا سبب بنا؟ قرآن نے واقعہ شروع کرنے سے پہلے تنبیہ کی کہ اس واقعہ کو محض ایک واقعہ نہ سمجھنا، یہ واقعہ درسِ عبرت ہے —— اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۶: ۵۶۴) آچکی ہے۔

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِلسَّائِلِيْنَ﴾

[۴۶۸۹-] حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَيُّ النَّاسِ أَكْرَمُ؟ قَالَ: "أَكْرَمُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاهُمْ" قَالُوْا: لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ. قَالَ: "فَأَكْرَمُ النَّاسِ يُوْسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ ابْنُ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ خَلِيْلِ اللّٰهِ" قَالُوْا: لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ. قَالَ: "فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُوْنِيْ؟" قَالُوْا: نَعَمْ، قَالَ: "فَخِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا" تَابَعَهُ أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ.[راجع: ۳۳۵۳]

کسی معاملہ میں آدمی بے بس ہو تو صبرِ جمیل بہتر ہے

یوسف علیہ السلام کے بھائی یوسف علیہ السلام کے کرتے پر جھوٹا خون لگا لائے، اور ابا کو یقین دلانے کی کوشش کی کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا، دیکھئے یہ اس کا خون آلود کرتا ہے! ابا نے کہا: بھیڑیے نے تو کھایا وایا نہیں —— بلکہ تمہارے لئے تمہارے نفوس نے ایک بات مزین کی ہے، پس عمدہ صبر بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ ہی مدد خواستہ ہیں، اس بات پر جو تم بیان کرتے ہو! —— ابا سب کچھ سمجھ گئے تھے، مگر کیا کرتے؟ بے بس تھے! مگر وہ اتنی بڑی روح فرسا خبر سن کر بھی بردبار اور باوقار رہے، اور معاملہ اللہ کے حوالے کر دیا۔

اس کی ایک مثال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قصہ ہے، ان پر تہمت لگائی گئی، اور اس زور کا پروپیگنڈہ کیا گیا کہ مدینہ کے در و دیوار کانپ اٹھے، اس موقعہ پر صدیقہؓ نے کہا تھا: ''واللہ! میں جانتی ہوں کہ یہ باتیں سنتے سنتے آپ لوگوں کے دلوں میں اچھی طرح بیٹھ گئی ہیں، اور آپ لوگوں نے ان کا یقین کر لیا ہے، اب اگر میں کہوں کہ میں بری ہوں، اور اللہ جانتا ہے کہ میں بری ہوں تو آپ لوگ میری بات سچ نہ سمجھیں گے، اور اگر میں جرم کا اعتراف کر لوں، حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب

جانتے ہیں کہ میں اس سے بری ہوں تو آپ لوگ صحیح مان لیں گے، ایسی صورت میں میرے لئے اور آپ لوگوں کے لئے وہی مثل (مضمون) ہے جو یوسف علیہ السلام کے والد نے کہی تھی کہ صبر بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ ہی مدد خواستہ ہیں اس بات پر جو تم بیان کرتے ہو! —— پھر وحی نازل ہوئی اور اللہ نے حضرت عائشہؓ کو بری کر دیا —— اور یہ اس لمبی حدیث کا ایک حصہ ہے جو پہلے (تحفۃ القاری ٦:٦١) آچکی ہے۔

[٣-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ﴾ ﴿سَوَّلَتْ﴾: زَيَّنَتْ.

[٤٦٩٠-] حدثنا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: وَحَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ النُّمَيْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ الْأَيْلِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ، قَالَ: سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ، وَسَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ، وَعَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ، وَعُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، حِيْنَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الإِفْكِ مَا قَالُوْا، فَبَرَّأَهَا اللّٰهُ، كُلٌّ حَدَّثَنِيْ طَائِفَةً مِنَ الْحَدِيْثِ، قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "إِنْ كُنْتِ بَرِيْئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللّٰهُ، وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِيْ اللّٰهَ وَتُوْبِيْ إِلَيْهِ" قُلْتُ: إِنِّيْ وَاللّٰهِ لَا أَجِدُ مَثَلاً إِلَّا أَبَا يُوْسُفَ: ﴿فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَاتَصِفُوْنَ﴾ وَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ جَاءُ وْا بِالإِفْكِ﴾ الْعَشْرَ الآيَاتِ. [النور: ١١-٢٠] [راجع: ٢٥٩٣]

[٤٦٩١-] حدثنا مُوْسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ مَسْرُوْقُ ابْنُ الأَجْدَعِ قَالَ: حَدَّثَتْنِيْ أُمُّ رُوْمَانَ، وَهِيَ أُمُّ عَائِشَةَ قَالَتْ: بَيْنَا أَنَا وَعَائِشَةُ أَخَذَتْهَا الْحُمَّى، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "لَعَلَّ فِي حَدِيْثٍ تُحَدَّثُ؟" قَالَتْ: نَعَمْ، وَقَعَدَتْ عَائِشَةُ، قَالَتْ: مَثَلِيْ وَمَثَلُكُمْ كَيَعْقُوْبَ وَبَنِيْهِ: ﴿بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَاتَصِفُوْنَ﴾ [راجع: ٣٣٨٨]

فائدہ: دوسری حدیث دلیل ہے کہ مسروق رحمہ اللہ کا حضرت ام رومان سے سماع ہے، ام رومان لمبے عرصہ تک حیات رہی ہیں اور مسروق نے ان سے حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں سنا ہے۔

یوسف علیہ السلام نے اس عورت کی حرکت کو جانے دیا جس نے ان پر ڈورے ڈالے تھے

یہ باب پہلودار ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے دور کی کمند پھینکی ہے، اور یہ باب آپ کی ذہانت کا آئینہ دار ہے: عزیز مصر کی بیوی جس سے شوہر نے کہا تھا کہ اس لڑکے کی فرودگاہ باعزت کرنا، شاید یہ ہمارے کام آئے یا ہم اس کو بیٹا بنالیں، وہی بچہ جب جوان ہوا تو اسی عورت نے اس پر ڈورے ڈالے، اور جب اس کے آقا نے دروازہ کھلنے پر معاملہ اپنی آنکھوں سے

دیکھ لیا، تو الٹا اس عورت نے یوسف علیہ السلام کو موردِ الزام ٹھہرایا، پھر عورت کے خاندان کے ایک شخص نے سچ جھوٹ کو جاننے کے لئے ایک علامت بتائی اور یوسف علیہ السلام بے گناہ ثابت ہوئے، اور سوئی گھوم کر اس عورت پر پہنچ گئی، اس وقت آقا نے یوسف علیہ السلام سے کہا: اس معاملہ کو جانے دیجئے، کسی سے ذکر نہ کیجئے، ورنہ میری سخت بدنامی ہوگی، چنانچہ یوسف علیہ السلام نے اس معاملہ سے درگذر کیا، اور اسی کے گھر میں رہتے رہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں پہلے هيت لك میں دو قراءتوں کا اختلاف بیان کیا ہے، پھر مفردات کا ترجمہ کیا ہے، اور بات کو کھینچ کر ألفيا تک لے گئے ہیں، پھر باب کی آخری حدیث میں درگذر کرنے کی ایک مثال لائے ہیں، مکہ والوں کا ظلم وستم سہتے سہتے جب پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا تو نبی ﷺ نے مکہ والوں کے لئے لمبی قحط سالی کی دعا کی، جو پوری ہوئی، یہاں تک کہ کفار کو بھوک کی وجہ سے فضاء میں دھواں نظر آنے لگا، تب ابوسفیان مدینہ آیا، ناتا کا واسطہ دیا اور درخواست کی کہ آپؐ قحط سالی دور ہونے کے لئے دعا کریں، چنانچہ آپؐ نے ان کی حرکتوں کو جانے دیا اور دعا فرمائی، جس سے قحط سالی ختم ہوئی —— یہ اس باب کا خلاصہ ہے۔

[٤-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ، وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ﴾

قَالَ عِكْرِمَةُ: ﴿هَيْتَ لَكَ﴾ بِالْحَوْرَانِيَّةِ: هَلُمَّ. وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ: تَعَالَهْ.

[٤٦٩٢-] حَدَّثَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ: ﴿وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ﴾ قَالَ: وَإِنَّمَا نَقْرَؤُهَا كَمَا عُلِّمْنَاهَا.

آیت ۲۳ کا ترجمہ: اور وہ جس عورت کے گھر میں تھے اس نے ان کے نفس کو پھانسنے کے لئے ڈورے ڈالے، اور اس نے اچھی طرح دروازے بھیڑ لئے اور کہا: لو آجاؤ! —— رَاوَدَ مُرَاوَدَةً: چاہنا، رَاوَدَ عن نفسه: فریب دینا، برائی کی ترغیب دینا، پھسلانا، ڈورے ڈالنا —— التي اپنے صلہ کے ساتھ مل کر فاعل ہے —— عن نفسه: رَاوَدَتْ سے متعلق ہے بہ تضمین خادعت —— غلقت میں تشدید مبالغہ کے لئے ہے —— هيتَ لك: اسم فعل بمعنی امر ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ لك اسم فعل کا جزء ہے یا نہیں؟ مگر اتنی بات طے ہے کہ لك کے بغیر یہ فعل نہیں آتا، اور مخاطب کے لحاظ سے لك کی ضمیر بدلتی ہے۔

اور عکرمہؒ کہتے ہیں: یہ حوران کی اصطلاح ہے، حوران شام کا ایک شہر ہے، اور بعض شہروں میں خاص الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں، جیسے مدینہ میں مجاورت بمعنی اعتکاف مستعمل تھا، اور حوران کی اصطلاح میں هيت لك کے معنی ہیں: هَلُمَّ: آجاؤ سعید بن جبیرؒ نے بھی یہی معنی کئے ہیں، تَعَالَهْ: آجا! (آخر میں ہ سکتہ کی ہے)

اور هيت کی ت پر تینوں حرکتیں آسکتی ہیں، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے زبر پڑھا ہے جو حفص کی قراءت ہے پس

کسی نے کہاھیتُ (تاء کے پیش کے ساتھ) ہے، آپؓ نے فرمایا: ہم اسی طرح پڑھتے ہیں جس طرح ہم سکھلائے گئے ہیں۔
نوٹ: ابن مسعودؓ ت پر زبر پڑھتے تھے یا پیش؟ اس میں روایات میں الجھاؤ ہے۔ بخاری کی روایت بھی محتمل ہے۔

[۲۱-] ﴿مَثْوَاهُ﴾: مُقَامُهُ. [۲۲-] ﴿وَأَلْفَيَا﴾: وَجَدَا. ﴿أَلْفَوْا آبَاءَ هُمْ﴾ ﴿أَلْفَيْنَا﴾ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ: ﴿بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ﴾

[۴۶۹۳-] حدثنا الْحُمَيْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ: أَنَّ قُرَيْشًا لَمَّا أَبْطَأُوْا عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِالإِسْلَامِ، قَالَ: " اللّٰهُمَّ اكْفِنِيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ" فَأَصَابَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ كُلَّ شَيْئٍ، حَتَّى أَكَلُوْا الْعِظَامَ، حَتّٰى جَعَلَ الرَّجُلُ يَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ فَيَرَى بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا مِثْلَ الدُّخَانِ، قَالَ اللّٰهُ: ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ﴾ [الدخان: ۱۰] قَالَ اللّٰهُ: ﴿إِنَّا كَاشِفُوْا الْعَذَابِ قَلِيْلاً إِنَّكُمْ عَائِدُوْنَ﴾ [الدخان: ۱۵] أَفَيُكْشَفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ وَقَدْ مَضَى الدُّخَانُ وَمَضَتِ الْبَطْشَةُ. [راجع: ۱۰۰۷]

۲۱- سورۃ یوسف آیت ۲۱ میں ہے: ﴿أَكْرِمِيْ مَثْوَاهُ﴾: اس کی فروگاہ باعزت رکھنا یعنی غلام کی طرح نہ رکھنا، عزت واحترام سے رکھنا —— مَثْوٰی: ظرف مکان، جمع مثاوی: ٹھکانا، مدت دراز تک رہنے کی جگہ —— مُقام (بالضم) إقامة سے ظرف مکان: رہنے کی جگہ —— یہ لفظ باب کی آیت سے مقدم آیت میں ہے، اور اس طرف اشارہ کرنے کے لئے لائے ہیں کہ اس عورت سے کہا کیا گیا تھا اور اس نے کیا کیا؟

۲۲- پھر آیت ۲۵ میں ہے: ﴿وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ﴾: اور دونوں آگے پیچھے دروازے کی طرف دوڑے، اور اس نے ان کا کرتہ پیچھے سے چاک کردیا، اور دونوں نے اس کے شوہر کو دروازے کے پاس پایا —— أَلْفَاه إِلْفَاء: پانا —— جیسا سورۃ الصافات آیت ۶۹ میں ہے: ﴿إِنَّهُمْ أَلْفَوْا آبَاءَ هُمْ ضَالِّيْنَ﴾: انھوں نے اپنے بڑوں کو گمراہی کی حالت میں پایا —— اور سورۃ البقرۃ آیت ۱۷۰ میں ہے: ﴿بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَ نَا﴾: بلکہ ہم اس طریقہ پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔

ایک نظیر: ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ھیتَ کی تاء پر زبر پڑھا ہے، جیسے انھوں نے سورۃ الصافات آیت ۱۲ میں ت پر زبر پڑھا ہے: ﴿بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ﴾: بلکہ آپ تو تعجب کرتے ہیں اور وہ لوگ تمسخر کرتے ہیں۔

نوٹ: ابراہیم نخعیؒ نے قاضی شریحؒ پر رد کیا ہے کہ ابن مسعودؓ پیش کے ساتھ عجبتُ پڑھتے تھے یعنی اللہ تعالیٰ کو حیرت ہوتی ہے (فتح) اگر یہ بات صحیح ہے تو ھیت میں بھی ابن مسعودؓ کی قراءت پیش کے ساتھ ماننی ہوگی، تاکہ یہ اس کی نظیر بنے ۔ اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۳: ۳۳۳) آئی ہے، وہاں ابوسفیان کے آنے کا ذکر ہے۔

نبی ﷺ نے یوسف علیہ السلام کی پامردی کی تعریف کی

سورۃ یوسف آیات ۵۰و۵۱ کا ترجمہ: پس جب ان کے پاس قاصد آیا تو انھوں نے کہا: تم اپنی سرکار کے پاس واپس جاؤ، اوران سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا معاملہ ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ لہولہان کر لئے تھے؟ میرے پروردگار ان کے فریب سے خوب واقف ہیں —— بادشاہ نے دریافت کیا کہ تمہارا کیا معاملہ تھا جب تم نے یوسف کے نفس سے فریب کرنے کے لئے اس پر ڈورے ڈالے تھے؟ عورتوں نے جواب دیا: اللہ پاک ہیں! ہم نے ان میں کوئی برائی نہیں پائی۔ عزیز کی بیگم نے کہا: اب حق کھل گیا! میں نے ہی اس کے نفس سے فریب کرنے کے لئے اس پر ڈورے ڈالے تھے، اور وہ بلاشبہ سچوں میں سے ہے —— حَاشَ (شین کے بعد الف نہیں) اور حَاشَا (الف کے ساتھ) ابوعبیدہؒ کے نزدیک تنزیہ کے لئے بھی ہے اور استثناء کے لئے بھی.........اور حَصْحَصَ (رباعی مجرد) حَصْحَصَةً: ظاہر ہونا۔

اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۶: ۵۸۲) آئی ہے، اس میں نبی ﷺ نے یوسف علیہ السلام کی پامردی کی تعریف کی ہے فرمایا: ''اگر میں قید خانہ میں ٹھہرتا جتنا یوسف علیہ السلام ٹھہرے تو میں بلانے والے کے ساتھ ہولیتا!''

[٥-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَابَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ إِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ، قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ إِذْ رَاوَدْتُنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَفْسِهِ؟ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ!﴾

وَحَاشَ وَحَاشَا: تَنْزِيْهٌ وَاسْتِثْنَاءٌ. ﴿حَصْحَصَ﴾: وَضَحَ.

[٤٦٩٤-] حدثنا سَعِيْدُ بْنُ تَلِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنْ بَكْرِ بْنِ مُضَرَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " يَرْحَمُ اللّٰهُ لُوْطًا لَقَدْ كَانَ يَأْوِي إِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ، وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ مَا لَبِثَ يُوْسُفُ لَأَجَبْتُ الدَّاعِيَ، وَنَحْنُ أَحَقُّ مِنْ إِبْرَاهِيْمَ إِذْ قَالَ لَهُ: ﴿أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ﴾[البقرة: ٢٦٠] [راجع: ٣٣٧٢]

اللہ کے قانون میں اتنی ڈھیل ہے کہ کبھی حالات رسول کے لئے بھی یاس انگیز ہو جاتے ہیں

سورۃ یوسف آیت ۱۱۰ میں ہے: ﴿حَتّٰى إِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَاءَ هُمْ نَصْرُنَا﴾: (رسولوں کو مدد پہنچنے میں دیر ہوئی) یہاں تک کہ جب رسول ناامید ہو گئے، اور انہیں خیال آنے لگا کہ واقعی وہ سچے نہ نکلے تب ان کو ہماری مدد پہنچی، پھر جن کو ہم نے چاہا بچالیا، اور مجرموں سے ہمارا عذاب پھیرا نہیں جاتا۔

تفسیر: تکذیب کرنے والوں کو سزا ملنے میں ڈھیل سے کوئی دھوکہ نہ کھائے، پچھلی امتوں کو بھی مہلتیں دی گئی تھیں، اور عذاب آنے میں اتنی دیر ہوتی تھی کہ انبیاء علیہم السلام تک کے لئے حالات یاس انگیز ہوجاتے تھے اور بہ مقتضائے بشریت انہیں خیال آنے لگتا تھا کہ ہماری بات سچی نہ نکلی، جب نوبت یہاں تک پہنچ جاتی تھی، تب نصرت خداوندی آتی تھی، اور تکذیب کرنے والوں کو پاداشِ عمل سے دوچار کیا جاتا تھا۔

آیتِ پاک کا یہ مطلب ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے، آپؓ نے: ﴿وَظَنُّوْا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا﴾ کی تفسیر أُخْلِفُوْا سے کی ہے یعنی انبیاء کو خیال آنے لگا کہ وہ وعدہ خلافی کئے گئے یعنی اللہ تعالیٰ نے ان سے جو نصرت کا وعدہ کیا تھا وہ سچا ثابت نہ ہوا، اور ابن عباسؓ نے تائید میں سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۱۴ تلاوت فرمائی، جس میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ تم سے پہلے جو مؤمنین گذرے ہیں ان پر ایسی تنگیاں اور سختیاں آئی ہیں اور ان کو آزمائشوں سے یہاں تک جنبش دی گئی ہے کہ پیغمبر اور ان کے ہم راہی بول اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ یعنی بہ مقتضائے بشریت پریشانی کی حالت میں مایوسی کے کلمات منہ سے نکل گئے، تب رحمتِ الٰہی متوجہ ہوئی اور تکذیب کرنے والوں کو قرار واقعی سزا دی گئی۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آیت کی دوسری تفسیر کی ہے، جو باب کی حدیث میں ہے، یہ حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۵۹۲:۶) آچکی ہے۔

[٦-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿حَتّٰى إِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ﴾ [يوسف: ١١٠]

[٤٦٩٥-] حدثنا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ لَهُ وَهُوَ يَسْأَلُهَا عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿حَتّٰى إِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ﴾ قَالَ: قُلْتُ: أَكُذِبُوْا أَمْ كُذِّبُوْا؟ قَالَتْ عَائِشَةُ: كُذِّبُوْا. قُلْتُ: فَقَدِ اسْتَيْقَنُوْا أَنَّ قَوْمَهُمْ كَذَّبُوْهُمْ فَمَا هُوَ بِالظَّنِّ؟ قَالَتْ: أَجَلْ لَعَمْرِي لَقَدِ اسْتَيْقَنُوْا بِذٰلِكَ. فَقُلْتُ لَهَا: وَظَنُّوْا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا، قَالَتْ: مَعَاذَ اللّٰهِ! لَمْ تَكُنِ الرُّسُلُ تَظُنُّ ذٰلِكَ بِرَبِّهَا. قُلْتُ: فَمَا هٰذِهِ الآيَةُ؟ قَالَتْ: هُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَصَدَّقُوْهُمْ، فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْبَلَاءُ، وَاسْتَأْخَرَ عَنْهُمُ النَّصْرُ، حَتّٰى اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ مِمَّنْ كَذَّبَهُمْ مِنْ قَوْمِهِمْ، وَظَنَّتِ الرُّسُلُ أَنَّ أَتْبَاعَهُمْ قَدْ كَذَّبُوْهُمْ، جَاءَهُمْ نَصْرُ اللّٰهِ عِنْدَ ذٰلِكَ.

[راجع: ٣٣٨٩]

[٤٦٩٦-] حدثنا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ، فَقُلْتُ: لَعَلَّهَا ﴿كُذِبُوْا﴾ مُخَفَّفَةً؟ قَالَتْ: مَعَاذَ اللّٰهِ نَحْوَهُ. [راجع: ٣٣٨٩]

وضاحت: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پہلے آیت کی تفسیر كُذِّبُوْا کی تقدیر پر کی، پھر حضرت عروہ رحمہ اللہ نے ان کو

پھیرا تو دوسری تفسیر کُذِبُوْا کی تقدیر پر کی، مگر ظَنُّوْا کی ضمیر کا مرجع مؤمنین کو بنایا یعنی نبیوں پر ایمان لانے والوں کو ایسا خیال آنے لگا کہ نبیوں سے اللہ نے جو وعدے کئے تھے وہ پورے نہ ہوئے —— مگر مؤمنین کو ظَنُّوْا کا فاعل بنانے کا کوئی قرینہ نہیں، اور انتشار ضمائر کی خرابی بھی لازم آئے گی، ظنوا کا مرجع مؤمنین اور إنهم اور کُذِبوا کا مرجع رسل، یہ انتشار ضمائر ہے جو فصاحت کے خلاف ہے، اس لئے صحیح تفسیر وہ ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کی ہے۔

﴿الحمدللہ! سورۃ یوسف علیہ السلام کی تفسیر پوری ہوئی﴾

[۱۳] سورة الرعد

بسم الله الرحمن الرحيم

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: [١-]﴿كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ﴾: مَثَلُ الْمُشْرِكِ الَّذِىْ عَبَدَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا غَيْرَهُ، كَمَثَلِ الْعَطْشَانِ الَّذِىْ يَنْظُرُ فِى خَيَالِهِ إِلَى الْمَاءِ مِنْ بَعِيْدٍ، وَهُوَ يُرِيْدُ أَنْ يَتَنَاوَلَهُ وَلاَ يَقْدِرُ، وَقَالَ غَيْرُهُ: [٢-]﴿سَخَّرَ﴾: ذَلَّلَ. [٣-]﴿مُتَجَاوِرَاتٌ﴾: مُتَدَانِيَاتٌ. [٤-]﴿الْمَثُلاَتُ﴾: وَاحِدُهَا: مَثُلَةٌ، وَهِىَ الْأَشْبَاهُ وَالْأَمْثَالُ، وَقَالَ: ﴿إِلاَّ مِثْلَ أَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا﴾

تفسیر سورۃ الرعد

الفاظ کے معانی

۱- سورۃ الرعد کی آیت ۱۴ ہے: ﴿لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ، وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ لاَ يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْئٍ إِلاَّ كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَاهُوَ بِبَالِغِهِ، وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِيْنَ إِلاَّ فِىْ ضَلاَلٍ﴾: برحق دعا اللہ ہی کے لئے خاص ہے —— برحق دعا: وہ ہے جو رائگاں نہ جائے —— اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے معبودوں سے دعائیں مانگتے ہیں، وہ ان کی دعاؤں کا کچھ بھی جواب نہیں دے سکتے، مگر جیسا پانی کی طرف ہتھیلیاں پھیلانے والا کہ وہ اس کے منہ میں پہنچ جائے، حالانکہ وہ اس کے منہ تک آنے والا نہیں، اور کافروں کی دعائیں محض بے فائدہ ہیں، یہی باطل دعائیں ہیں —— حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: یہ تمثیل (پیرایۂ بیان) ہے: کوئی پیاسا کنویں کی مَن پر کھڑا ہو کر پانی کی طرف ہاتھ پھیلائے اور خوشامد کرے کہ میرے منہ میں آجا تو کیا یہ ممکن ہے؟ یہی حال اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے معبودوں سے دعائیں مانگنے کا ہے، وہ ساری دعائیں محض بے فائدہ ہیں۔

۲- آیت ۲ میں ہے: ﴿وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ﴾: اور بیگار میں لگا دیا سورج اور چاند کو —— بے گار: اجرت کے

بغیر کام لینا ـــــ ذَلَّلَه: زیر کرنا، تابع بنانا، کسی سے جبراً کام لینا۔

۳- آیت ۴ میں ہے: ﴿وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُتَجَاوِرَاتٌ﴾: اور زمین میں خطے ہیں پاس پاس ـــــ متجاورات: متجاورة کی جمع ہے، اسم فاعل واحد مؤنث تَجَاوَرَ: باب تفاعل: جس کے معنی ہیں: برابر برابر، باہم ملے ہوئے ـــــ مُتَدَانِيَة: بھی اسم فاعل ہے: قریب قریب، تَدَانَى القومُ: باہم قریب ہونا۔

۴- آیت ۶ میں ہے: ﴿وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمُثُلٰتُ﴾: تحقیق گذر چکیں ان سے پہلے عبرتناک سزائیں ـــــ المَثُلات: المَثُلَة کی جمع ہے، عبرتناک سزا ـــــ ابوعبیدہؒ نے اس کا ترجمہ اشباہ وامثال کیا ہے، أَشْبَاه: الشَّبَه کی جمع: مانند، مشابہ، ہم شکل اور أمثال: مَثَل کی جمع: مِثْل، مانند، اور مطلب ہے: گذشتہ قوموں جیسی سزائیں، سورۃ یونسؑ آیت ۱۰۲ میں ہے: ﴿فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ إِلَّا مِثْلَ أَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ﴾: پس کیا وہ لوگ ویسے ہی برے دنوں کے انتظار میں ہیں جو ان سے پہلے گذرے ہوئے لوگ دیکھ چکے ہیں یعنی جیسی گذشتہ قوموں کو عبرتناک سزائیں ملی ہیں یہ بھی اس کے منتظر ہیں؟ (وقال: أی وقال الله تعالیٰ) اشباہ وامثال یعنی گذشتہ قوموں جیسی (عبرتناک) سزائیں۔

[۵-] ﴿بِمِقْدَارٍ﴾: بِقَدَرٍ. [۶-] ﴿مُعَقِّبَاتٌ﴾: مَلَائِكَةٌ حَفَظَةٌ، تُعَقِّبُ الْأُوْلٰى مِنْهَا الْأُخْرَى، وَمِنْهُ قِيْلَ: الْعَقِيْبُ يُقَالَ: عَقَّبْتُ فِيْ إِثْرِهِ. [۷-] ﴿الْمِحَالِ﴾: الْعُقُوْبَةُ. [۸-] ﴿كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ﴾: لِيَقْبِضَ عَلَى الْمَاءِ. [۹-] ﴿رَابِيًا﴾: مِنْ رَبَا يَرْبُوْ. [۱۰-] ﴿أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ﴾: الْمَتَاعُ: مَا تَمَتَّعْتَ بِهِ. [۱۱-] ﴿جُفَاءً﴾: أَجْفَأَتِ الْقِدْرُ: إِذَا غَلَتْ فَعَلَاهَا الزَّبَدُ، ثُمَّ تَسْكُنُ فَيَذْهَبُ الزَّبَدُ بِلَا مَنْفَعَةٍ، فَكَذٰلِكَ يُمَيِّزُ الْحَقَّ مِنَ الْبَاطِلِ. [۱۲-] ﴿الْمِهَادُ﴾: الْفِرَاشُ.

۵- آیت ۸ میں ہے: ﴿وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ﴾: اور ہر چیز ان کے یہاں خاص اندازے سے ہے ـــــ مِقْدار: اسم مفرد، جمع مَقَادِير: مقررہ اندازہ، قَدْر: مقررہ اندازہ۔

۶- آیت ۱۱ میں ہے: ﴿لَهُ مُعَقِّبَاتٌ﴾: اللہ ہی کے لئے ہیں باری باری سے آنے والے فرشتے ـــــ معقبات: مُعَقِّبَة کی جمع ہے، عَقَّبَ فلانًا: جانشیں ہونا، فرشتوں کی صبح وشام ڈیوٹی بدلتی رہتی ہے ـــــ اسی مادہ سے عَقِيْبٌ ہے: ہر بعد میں آنے والی چیز، کہا جاتا ہے: عَقَّبْتُ فِي إثرِه (الف کا زبر اور زیر) میں اس کے نشان قدم پر آیا۔

۷- آیت ۱۳ میں ہے: ﴿وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ﴾: وہ تدبیر سے سخت پکڑنے والے ہیں، سزا دینے والے ہیں۔

۸- آیت ۱۴ میں ہے: ﴿كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ﴾: جیسے پانی کی طرف اپنے ہاتھ پھیلانے والا (یہ مکرر آیا ہے)

۹- آیت ۱۷ میں ہے: ﴿زَبَدًا رَّابِيًا﴾: جھاگ (میل) پھولا ہوا ـــــ ربا یربو: پھولنا، بڑھنا۔

۱۰- اسی آیت میں لفظ ﴿مَتَاعٍ﴾: ہے، اس کی جمع أَمْتِعَة ہے: وہ سامان جو کام میں آتا ہے، جس سے کسی طرح فائدہ

حاصل کیا جاتا ہے۔

۱۱- اسی آیت میں ﴿جُفَاءً﴾: ہے، اس کے معنی ہیں: رائگاں، بے فائدہ، اصل معنی ہیں: سیلاب کے خس وخاشاک، اور مجازی معنی ہیں: بے کار، بے فائدہ، أَجْفَتِ الأرضُ: زمین کا بے کار ہوجانا، أَجْفَأَتِ القِدر: جب ہانڈی جوش مارتی ہے تو اوپر جھاگ آتا ہے، پھر جب ہانڈی کا ابال بیٹھ جاتا ہے تو جھاگ پھینک دیا جاتا ہے، وہ بے کار جاتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ حق کو باطل سے جدا کرتے ہیں، فرمایا: ''سو رہا جھاگ تو وہ رائگاں جاتا ہے، اور جو چیز لوگوں کے لئے کار آمد ہے وہ زمین میں باقی رہ جاتی ہے''

۱۲- آیت ۱۸ میں ہے: ﴿وَبِئْسَ الْمِهَادِ﴾: اور جہنم برا ٹھکانا ہے —— مہاد کے اصل معنی ہیں: بستر، بچھونا۔

[۱۳-] ﴿يَدْرَءُ وْنَ﴾: يَدْفَعُوْنَ، دَرَأْتُهُ: دَفَعْتُهُ. [۱۴-] ﴿سَلَامٌ عَلَيْكُمْ﴾ أَيْ يَقُوْلُوْنَ: سَلَامٌ عَلَيْكُمْ. [۱۵-] ﴿وَإِلَيْهِ مَتَابِ﴾: تَوْبَتِيْ. [۱۶-] ﴿أَفَلَمْ يَايْئَسِ﴾: لَمْ يَتَبَيَّنْ. [۱۷-] ﴿قَارِعَةٌ﴾: دَاهِيَةٌ. [۱۸-] ﴿فَأَمْلَيْتُ﴾: أَطَلْتُ، مِنَ الْمَلِيِّ وَالْمُلَاوَةِ، وَمِنْهُ ﴿مَلِيًّا﴾ وَيُقَالُ لِلْوَاسِعِ الطَّوِيْلِ مِنَ الْأَرْضِ: مَلًى مِنَ الْأَرْضِ. [۱۹-] ﴿أَشَقُّ﴾: أَشَدُّ، مِنَ الْمَشَقَّةِ. [۲۰-] ﴿مُعَقِّبَ﴾: مُغَيِّرٌ. [۲۱-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿مُتَجَاوِرَاتٌ﴾: طَيِّبُهَا، وَخَبِيْثُهَا السِّبَاخُ. [۲۲-] ﴿صِنْوَانٌ﴾: النَّخْلَتَانِ أَوْ أَكْثَرُ فِيْ أَصْلٍ وَاحِدٍ، ﴿وَغَيْرُ صِنْوَانٍ﴾ وَحْدَهَا. ﴿بِمَاءٍ وَاحِدٍ﴾ كَصَالِحِ بَنِيْ آدَمَ وَخَبِيْثِهِمْ، أَبُوْهُمْ وَاحِدٌ. [۲۳-] ﴿السَّحَابَ الثِّقَالَ﴾ الَّذِيْ فِيْهِ الْمَاءُ. [۲۴-] ﴿كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ﴾: يَدْعُوْ الْمَاءَ بِلِسَانِهِ، وَيُشِيْرُ إِلَيْهِ بِيَدِهِ، فَلَا يَأْتِيْهِ أَبَدًا. [۲۵-] ﴿سَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا﴾: تَمْلَأُ بَطْنَ وَادٍ. [۲۶-] ﴿زَبَدًا رَّابِيًا﴾: زَبَدُ السَّيْلِ، خَبَثُ الْحَدِيْدِ وَالْحِلْيَةِ.

۱۳- آیت ۲۲ میں ہے: ﴿وَيَدْرَءُ وْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ﴾: اور ہٹاتے ہیں وہ بھلائی کے ذریعہ برائی کو —— دَرَأَه (ف) دَرْأً: زور سے دھکا دینا، دفع کرنا، دَرَأْتُه: میں نے اس کو ہٹایا۔

۱۴- آیت ۲۴ میں ہے: ﴿سَلَامٌ عَلَيْكُمْ﴾: تم پر سلامتی ہو، یہاں یقولون پوشیدہ ہے، یعنی فرشتے جنتیوں کو سلام کریں گے۔

۱۵- آیت ۳۰ میں ہے: ﴿وَإِلَيْهِ مَتَابِ﴾: اور اللہ ہی کی طرف رجوع ہونا ہے —— مَتَاب مصدر ہے، اور آخر سے ی مضاف الیہ محذوف ہے، اور ب کا زیر اس کی علامت ہے، تَاب یتوب توبۃ: توبہ کرنا، گناہ سے باز آنا۔

۱۶- آیت ۳۱ میں ہے: ﴿أَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْ لَّوْيَشَاءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا﴾: کیا پس اہل ایمان ناامید نہیں ہوگئے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سارے انسانوں کو راہ حق دکھا دیتا —— يَئِسَ يَيْأَسُ وَيَيْئِسُ يَأْسًا: ناامید

ہونا —— حضرتؒ نے ترجمہ کیا ہے: لَمْ يَتَبَيَّنْ: واضح نہیں ہوا، مؤمنین کی سمجھ میں نہیں آیا۔

۱۷- اسی آیت میں: ﴿قَارِعَةٌ﴾: ہے: کوئی حادثہ، ہلاک کرنے والی مصیبت، جمع قَوَارِع: داهية: مصیبت۔

۱۸- آیت ۳۲ میں ہے: ﴿فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾: پس میں نے کافروں کو ڈھیل دی، ان کا زمانہ لمبا کیا، مَلِيّ (لمبا عرصہ) مَلَاوَة (جینے کا عرصہ) سے بنا ہے، اور اسی سے سورۂ مریم آیت ۴۶ میں مَلِيًّا آیا ہے: ﴿وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا﴾ اور کھلے وسیع علاقہ کو بھی مَلًى کہتے ہیں۔

۱۹- آیت ۳۴ میں ہے: ﴿وَلَعَذَابُ الآخِرَةِ أَشَقُّ﴾: اور آخرت کا عذاب یقیناً زیادہ سخت ہے —— مَشَقَّة سے اسم تفضیل ہے۔

۲۰- آیت ۴۱ میں ہے: ﴿وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لاَمُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ﴾: اور اللہ تعالیٰ فیصلہ فرماتے ہیں، کوئی نہیں ان کے فیصلے کے خلاف فیصلہ کرنے والا —— مُعَقِّب: اسم فاعل، عَقَّبَ الحاكمُ على حكم سَلَفِه: حاکم کا اپنے سلف کے فیصلے کے خلاف فیصلہ کرنا، مغیر: بدلنے والا۔

۲۱- آیت ۴ میں متجاورات ہے (یہ مکرر ہے) طَيِّب: عمدہ، اور نکمی زمین شورزمین ہے، جو شوریت کی بنا پر نکمّی پڑی رہے۔

۲۲- آیت ۴ میں صنوان اور غیر صنوان آئے ہیں —— صنوان جمع ہے صِنْوٌ کی، اس شاخ کو کہتے ہیں جو درخت کی جڑ سے نکلی ہو، اور آیت میں مراد: وہ شاخ ہے جس کو اور دوسری شاخ کو ایک ہی جڑ گھیرے ہوئے ہو —— اور غیر صنوان: اکیلا درخت۔ پھر اسی آیت میں ہے: ﴿يُسْقٰى بِمَاءٍ وَاحِدٍ﴾: سیراب کئے جاتے ہیں ایک پانی سے —— یہ اچھے اور برے آدمی کی مثال ہے، سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، مگر صلاح وفساد میں مختلف ہیں۔

۲۳- آیت ۱۲ میں ہے: ﴿وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ﴾: اور اٹھاتے ہیں بھاری بادل یعنی پانی سے بھاری۔

۲۴- آیت ۱۴ میں ہے: ﴿كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ﴾: (یہ سہ کرر ہے) منہ سے پانی مانگتا ہے اور اس کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتا ہے، مگر وہ اس کے پاس کبھی نہیں آئے گا۔

۲۵- آیت ۱۷ میں ہے: ﴿فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا﴾: پس بہنے لگے نالے اپنے ظرف کے مطابق —— نالے میدان بھر کر بہنے لگے۔

۲۶- اسی آیت میں ہے: ﴿فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا﴾: پس اوپر لے آیا سیلاب پھولا ہوا جھاگ —— زبد السيل: سیلاب کا جھاگ (میل) خبث الحديد والحلية: لوہے اور زیور کا میل بھٹی میں جھونکنے سے اوپر آجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بچہ دانی میں کیا ہے؟

سورۃ الرعد آیت ۸ میں ہے: ﴿اللّٰهُ يَعْلَمُ مَاتَحْمِلُ كُلُّ أُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ﴾: اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو کچھ ہر مادہ پیٹ میں رکھتی ہے، اور جو کچھ بچہ دانیاں گھٹتی ہیں اور جو کچھ بڑھتی ہیں —— اور سورۃ ہود آیت ۴۴

میں ہے: ﴿وَغِيْضَ الْمَاءُ﴾: اور پانی زمین میں جذب ہوگیا ـــــ اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۳: ۳۶۴) مفصل شرح کے ساتھ آئی ہے۔

[۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْأَرْحَامُ﴾ ﴿غِيْضَ﴾: نُقِصَ.

[٤٦٩٧-] حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "مَفَاتِيْحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللّٰهُ: لَا يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ إِلَّا اللّٰهُ، وَلَا يَعْلَمُ مَا تَغِيْضُ الْأَرْحَامُ إِلَّا اللّٰهُ، وَلَا يَعْلَمُ مَتَى يَأْتِي الْمَطَرُ أَحَدٌ إِلَّا اللّٰهُ، وَلَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ، وَلَا يَعْلَمُ مَتَى تَقُوْمُ السَّاعَةُ إِلَّا اللّٰهُ" [راجع: ١٠٣٩]

﴿الحمد للہ! سورۃ الرعد کی تفسیر پوری ہوئی﴾

[١٤] سورة إبراهيم

بسم الله الرحمن الرحيم

بَابٌ

[١-] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿هَادٍ﴾: دَاعٍ. [٢-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: صَدِيْدٌ: قَيْحٌ وَدَمٌ. [٣-] وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: ﴿اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾: أَيَادِيَ اللّٰهِ عِنْدَكُمْ وَأَيَّامَهُ. [٤-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوْهُ﴾: رَغِبْتُمْ إِلَيْهِ فِيْهِ. [٥-] ﴿يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا﴾: يَلْتَمِسُوْنَ لَهَا عِوَجًا.

مشکل الفاظ کے معانی

۱- سورۃ الرعد آیت ۷ میں ہے: ﴿إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾: آپ صرف ڈرانے والے ہیں، اور ہر قوم کے لئے ہادی ہوتے آئے ہیں ـــــ هادٍ: اصل میں هادی تھا، دال کا کسرہ ی محذوف کی علامت ہے، جیسے داعٍ کی اصل داعی ہے: بلانے والا، راہ نما ـــــ خواہ وہ نبی ہو یا اس کا قائم مقام امتی (یہ لفظ سورہ ابراہیم کی تفسیر میں کاتبوں کی مہربانی سے آ گیا ہے)

۲- سورۃ ابراہیم آیت ۱۶ میں ہے: ﴿وَيُسْقٰى مِنْ مَاءٍ صَدِيْدٍ﴾: اور اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا، قَيْح: پیپ۔

۳- آیت ۶ میں ہے: ﴿وَإِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾: اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم

سے کہا: تم اپنے اوپر اللہ کے احسان کو یاد کرو ـــــ حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے کہا: نعمة الله سے آلاء الله اور أیام الله مراد ہیں، آلاء الله: وہ تاریخی واقعات جن میں مؤمنین پر اللہ نے فضل فرمایا اور ان کے دشمنوں کو پامال کیا ـــــ اور أیام الله: وہ تاریخی واقعات جن میں اللہ تعالیٰ نے سرکشوں کو ان کی بدکرداری کی سزا دی اور فرمان بردار بندوں کو خصوصی فضل سے نوازا ـــــ أیادی: ید کی جمع ہے، ید کے ایک معنی احسان وانعام کے ہیں جو دوسروں پر کیا جائے۔ اور أیام: یوم کی جمع ہے: دن ـــــ اور أیادی منصوب ہے نعمت پر عطف کی وجہ سے یعنی اللہ نے تم پر جو نعمتیں کی ہیں اور اللہ کے دنوں (تاریخی واقعات) کو یاد کرو۔

۴- آیت ۳۴ میں ہے: ﴿وَ آتٰكُمْ مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوْهُ﴾: اور تمہیں ہر اس چیز میں سے دیا جو تم نے ان سے مانگی، مجاہدؒ نے ترجمہ کیا: رغبت کی تم نے اللہ کی طرف اس چیز میں۔

۵- آیت ۳ میں ہے: ﴿وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا﴾: اور وہ اللہ کے راستے سے روکتے ہیں، اور اس کو ٹیڑھا کرنا چاہتے ہیں یعنی اس کے لئے کجی چاہتے ہیں ـــــ عِوَجًا: تمیز ہے، عَوِجَ (س) عَوَجًا: ٹیڑھا اور کج ہونا۔

[٦-] ﴿وَإِذْ تَـأَذَّنَ رَبُّكُمْ﴾: أَعْلَمَكُمْ، آذَنَكُمْ. [٧-] ﴿رَدُّوْا أَيْدِيَهُمْ فِي أَفْوَاهِهِمْ﴾: هٰذَا مَثَلٌ، كَفُّوْا عَمَّا أُمِرُوْا بِهِ. [٨-] ﴿مَقَامِيْ﴾: حَيْثُ يُقِيْمُهُ اللّٰهُ بَيْنَ يَدَيْهِ. [٩-] ﴿مِنْ وَرَآئِهِ﴾: قُدَّامَهُ. [١٠-] ﴿لَكُمْ تَبَعًا﴾: وَاحِدُهَا تَابِعٌ، مِثْلُ غَيَبٍ وَغَائِبٍ. [١١-] ﴿بِمُصْرِخِكُمْ﴾: اسْتَصْرَخَنِيْ: اسْتَغَاثَنِيْ ﴿يَسْتَصْرِخُهُ﴾: مِنَ الصُّرَاخِ. [١٢-] ﴿وَلَا خِلَالٌ﴾ مَصْدَرُ خَالَلْتُهُ خِلَالًا، وَيَجُوْزُ أَيْضًا جَمْعُ خُلَّةٍ وَخِلَالٍ. [١٣-] ﴿ اجْتُثَّتْ﴾: اسْتُؤْصِلَتْ.

۶- آیت ۷ میں ہے: ﴿وَإِذْ تَـأَذَّنَ رَبُّكُمْ﴾: اور جب تمہارے رب نے خبردار کیا۔ تَـأَذَّنَ الأَمْر: آگاہ کرنا، جتلانا۔

۷- آیت ۹ میں ہے: ﴿جَاءَ تْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْا أَيْدِيَهُمْ فِيْ أَفْوَاهِهِمْ﴾: ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آئے، پس انھوں نے اپنے ہاتھ اپنے مونہوں میں کر لئے ـــــ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ کہاوت (محاورہ) ہے اور اس کا مطلب ہے: وہ باز رہے اس چیز سے جس کا وہ حکم دیئے گئے تھے یعنی انبیاء کی بات نہ مانی۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہ صرف مانا نہیں، بلکہ غصہ کی وجہ سے اپنی انگلیاں چبانے لگے اور اپنے ہاتھوں کو کاٹنے لگے۔ قال عضوا علیها، وفی لفظ: عضوا علی أناملهم غیظا علی رسلهم (درمنثور ۴: ۷۲)

۸- آیت ۱۴ میں ہے: ﴿ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ﴾: یہ وعدہ ہر اس شخص کے لئے ہے جو میرے حضور میں پیشی سے ڈرتا ہے اور میری دھمکی سے ڈرتا ہے ـــــ مقام: مصدر مضاف ہے، پیشی یعنی جب اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سامنے کھڑا کریں گے۔

۹-آیت ۱۷ میں ہے: ﴿مِنْ وَرَائِهِ عَذَابٌ غَلِيْظٌ﴾: اور اس سے آگے سخت عذاب ہے۔

۱۰-آیت ۲۱ میں ہے: ﴿إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا﴾: ہم یقیناً تمہاری پیروی کرنے والے تھے —— تَبَع: تابع کی جمع ہے، جیسے غیب: غائب کی جمع ہے۔

۱۱-آیت ۲۲ میں ہے: ﴿مَا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ﴾: میں تمہاری فریادرسی کرنے والا نہیں —— مُصْرِخ: اسم فاعل، إِصْرَاخٌ: فریادرسی کرنا، صَرَخَ (ن) صُرَاخا: سخت چیخنا، فریاد کرنا —— اسْتَصْرَخَه: مدد مانگنا، مدد کے لئے پکارنا، سورۃ القصص آیت ۱۸ میں ہے: ﴿فَإِذَا الَّذِيْ اسْتَنْصَرَهُ بِالْأَمْسِ يَسْتَصْرِخُهُ﴾: پس اچانک وہی شخص جس نے کل گذشتہ ان سے مدد چاہی تھی ان کو پکار رہا ہے —— یہ صُراخ سے ہے، پکارنا، چلا کر بلانا۔

۱۲-آیت ۳۱ میں ہے: ﴿لَابَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ﴾: نہیں خرید وفروخت ہے اس دن میں اور نہ دوستیاں —— خِلال: خَالَلْتُه کا مصدر ہے: میں نے اس سے دوستی کی اور خُلَّة کی جمع بھی ہوسکتی ہے، جیسے قُلَّة کی جمع قِلَال ہے۔

۱۳-آیت ۲۶ میں ہے: ﴿وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَالَهَا مِنْ قَرَارٍ﴾: اور گندی بات کی مثال ایک بےکار درخت کی سی ہے، جسے زمین کے اوپر ہی سے جڑ سے اکھیڑ لیا گیا ہو، جس کے لئے کچھ ثبات نہیں —— اسْتَأْصل الشيئَ: کسی چیز کو جڑ سے اکھاڑنا، بیخ کنی کرنا۔

پاکیزہ بات جیسے اچھی ذات کا درخت

سورۃ ابراہیم آیات ۲۴ و ۲۵ میں کلمہ طیبہ لا إلٰه إلا الله کی مثال بیان کی گئی ہے: ''کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی مثال بیان کی ہے! پاکیزہ بات جیسے اچھی ذات کا درخت، جس کی جڑیں زمین میں جمی ہوئی ہوں اور شاخیں آسمان سے باتیں کر رہی ہوں، جو اپنے رب کے حکم سے ہر آن پھل دے رہا ہو'' —— یعنی کلمہ طیبہ کی جڑیں دلوں کی پہنائیوں میں اتر جاتی ہیں، اور اعمالِ صالحہ کی شاخیں آسمانِ قبولیت سے جالگتی ہیں —— اور حدیث پہلے بار بار آئی ہے، پہلی مرتبہ (تحفۃ القاری ۱: ۳۱۵ میں) آئی ہے، کھجور کا درخت ایک ایسا ہی درخت ہے جو مذکورہ مثال میں آیا ہے۔

[۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ تُؤْتِيْ أُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ﴾

[٤٦٩٨-] حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، عَنْ أَبِيْ أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: "أَخْبِرُوْنِيْ بِشَجَرَةٍ تُشْبِهُ – أَوْ: كَ – الرَّجُلَ الْمُسْلِمَ، لاَ يَتَحَاتُّ وَرَقُهَا، وَلاَ وَلاَ وَلاَ، تُؤْتِيْ أُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ" قَالَ ابْنُ عُمَرَ: فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ أَنَّهَا النَّخْلَةُ، وَرَأَيْتُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ لاَيَتَكَلَّمَانِ، فَكَرِهْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ، فَلَمَّا لَمْ يَقُوْلُوْا شَيْئًا، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "هِيَ النَّخْلَةُ" فَلَمَّا قُمْنَا قُلْتُ لِعُمَرَ: يَا أَبَتَاهُ! وَاللّٰهِ لَقَدْ كَانَ وَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ أَنَّهَا

النَّخْلَةُ، فَقَالَ: مَامَنَعَكَ أَنْ تَكَلَّمَ؟ قَالَ: لَمْ أَرَكُمْ تَكَلَّمُوْنَ، فَكَرِهْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ وَأَقُوْلَ شَيْئًا، قَالَ عُمَرُ: لَأَنْ تَكُوْنَ قُلْتَهَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كَذَا وَكَذَا. [راجع: ٦١]

لغت: تَحَاتَّ الشيئُ: بکھر جانا، حَتَّ الورقُ: درخت کے پتے جھڑنا، باب نصر .... ولاولا ولا: یعنی نبی ﷺ نے اس دخت کی اور بھی خوبیاں بیان کیں، مثلاً: وہ بارہ ماسی درخت ہے، اس کا پھل کبھی منقطع نہیں ہوتا، اس کا سایہ کبھی ختم نہیں ہوتا، اس کی نفع رسانی کبھی ختم نہیں ہوتی وغیرہ۔

مؤمن کو قبر میں سوال وجواب کے وقت کلمہ طیبہ پر جمایا جاتا ہے

سورہ ابراہیم آیت ۲۷ میں ہے: ''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو پکی بات کے ذریعہ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں مضبوط رکھتے ہیں''، یعنی دنیا میں خواہ کیسی ہی آزمائشیں آئیں مؤمن بندہ کلمہ طیبہ کی بدولت (ایمان کی برکت سے) ثابت قدم رہتا ہے، اور جب قبر کا ہولناک منظر سامنے آئے گا اس وقت بھی مؤمن مطمئن ہوگا، اُسے ادنی گھبراہٹ نہ ہوگی، اللہ تعالیٰ اس کو پکی بات (لا إلـهَ إلاّ الله) پر جمائیں گے اور وہ منکر نکیر کے سوالوں کا صحیح صحیح جوابات دے گا —— اور حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان سے جب قبر میں سوال ہوگا تو وہ لا إله إلا الله کی گواہی دے گا'' یہی مذکورہ آیت کریمہ کا مطلب ہے، اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۴: ۱۳۷) آئی ہے۔

[۲-] بَابُ قَوْلُهُ: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾

[٤٦٩٩-] حدثنا أَبُوْ الْوَلِيْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " الْمُسْلِمُ إِذَا سُئِلَ فِي الْقَبْرِ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الآخِرَةِ﴾ [راجع: ١٣٦٩]

اللہ کی نعمتوں کو ناشکری سے مت بدلو!

سورۃ ابراہیم آیت ۲۸ میں ہے: ''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے نعمتِ خداوندی کو کفران سے بدل دیا'' ﴿وَأَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ﴾: اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں پہنچا دیا! —— ابوعبیدہؒ نے کہا: ألم تر کے معنی ہیں: ألم تعلم: کیا آپ جانتے نہیں یعنی رویت بصری مراد نہیں، رویت علمی مراد ہے، سورۃ ابراہیم آیت ۲۴ میں: ﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ﴾: میں بھی یہی معنی ہیں، اور سورۃ البقرۃ آیت ۲۴۳: ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا﴾ میں بھی یہی معنی ہیں۔

بَارَ (ن) بَوْرًا وَبَوَارًا: ہلاک ہونا، سورۃ الفرقان آیت ۱۸ میں: ﴿قَوْمًا بُوْرًا﴾: ہے یعنی ہلاک ہونے والے۔

اور حدیث میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: آیت کا مصداق مکہ کے کافر ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان پر کیسے کیسے احسانات کئے، ان کی ہدایت کے لئے فخر دو عالم ﷺ کو بھیجا، ان پر قرآن نازل کیا، حرم پاک میں ان کو بسایا اور بیت اللہ کی تولیت کا شرف بخشا، اس کا حق یہ تھا کہ وہ دعوتِ حق قبول کرنے میں سبقت کرتے، مگر وہ ناشکری پر کمر بستہ ہوگئے اور دعوت حق کو جھٹلایا: یہ اللہ کی نعمتوں کو ناشکری سے بدل دیا!

[۳-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا﴾

أَلَمْ تَعْلَمْ، كَقَوْلِهِ: ﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ﴾. ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا﴾ الْبَوَارُ: الهَلَاكُ، بَارَ يَبُوْرُ بَوْرًا ﴿قَوْمًا بُوْرًا﴾: هَالِكِيْنَ.

[٤٧٠٠-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عَطَاءٍ: سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا﴾ قَالَ: هُمْ كُفَّارُ أَهْلِ مَكَّةَ. [راجع: ۳۹۷۷]

﴿سورۂ ابراہیم علیہ السلام کی تفسیر پوری ہوئی﴾

[۱۵] سورة الحجر

بسم الله الرحمن الرحيم

[۱-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ﴾: الْحَقُّ يَرْجِعُ إِلَى اللّٰهِ وَعَلَيْهِ طَرِيْقُهُ. [۲-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿لَعَمْرُكَ﴾: لَعَيْشُكَ. [۳-] ﴿قَوْمٌ مُنْكَرُوْنَ﴾: أَنْكَرَهُمْ لُوْطٌ. [٤-] وَقَالَ غَيْرُهُ: ﴿كِتَابٌ مَعْلُوْمٌ﴾: أَجَلٌ [٥-] ﴿لَوْ مَا تَأْتِيْنَا﴾: هَلَّا تَأْتِيْنَا. [٦-] ﴿شِيَعٌ﴾: أُمَمٌ، وَلِلْأَوْلِيَاءِ أَيْضًا شِيَعٌ. [۷-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿يُهْرَعُوْنَ﴾: مُسْرِعِيْنَ.

سورۃ الحجر کی تفسیر

مشکل الفاظ کے معانی

۱- سورۃ الحجر آیت ۴۱ میں ہے: ﴿قَالَ: هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ﴾: اللہ نے فرمایا: یہ راستہ ہے، میرے ذمہ، سیدھا یعنی مجھ تک پہنچنے کا یہ سیدھا راستہ ہے اور اس کا دکھلانا میرے ذمہ ہے —— اللہ تعالیٰ نے لعین شیطان کو متنبہ کیا کہ مجھ تک پہنچنے کا راستہ بند نہیں ہے، اور انسانوں کو اس راہ سے واقف کرانا میرا کام ہے، نیز وہ راستہ نہایت سیدھا ہے، پس جو

مجھ تک پہنچنا چاہے گا اس کو کسی قسم کی پریشانی نہیں ہوگی —— اور حضرت مجاہدؒ نے فرمایا: حق اللہ کی طرف لوٹتا ہے یعنی اللہ کا راستہ ہی برحق ہے اور اللہ کے ذمہ ہے اپنا راستہ لوگوں کو دکھلانا۔

۲- آیت ۷۲ میں ہے: ﴿لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾: آپ کی زندگی کی قسم! وہ لوگ اپنی مدہوشی میں بالکل بہکے ہوئے ہیں —— العيش: زندگی —— کائناتی قسمیں شواہد و دلائل ہوتے ہیں، فرمایا: آپ کی زندگی کے تجربات گواہی دیں گے کہ جس طرح آپ کی قوم تکذیب کئے جارہی ہے اور غرور و گمراہی کے نشہ میں بہکی ہوئی ہے: لوط علیہ السلام کی قوم بھی مدہوشی میں بہک رہی تھی، غفلت اور مستی کے نشہ میں اندھی بنی ہوئی تھی، ہلاکت ان کے سروں پر منڈلا رہی تھی، اور وہ بدمست ہو رہے تھے۔

۳- آیت ۶۲ میں ہے: ﴿قَالَ: إِنَّكُمْ قَوْمٌ مُنْكَرُوْنَ﴾: لوطؑ نے کہا: آپ لوگ اجنبی معلوم ہوتے ہیں —— منكر: اسم مفعول: ناآشنا، شناخت میں نہ آیا ہوا۔

۴- آیت ۴ میں ہے: ﴿وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَعْلُوْمٌ﴾: اور ہم نے ہر بستی کو اس کے نوشتۂ مقررہ پر ہی ہلاک کیا ہے —— أجل: وقتِ مقررہ، جیسے ضربتُ له أجلا، اور موت بھی اس کے معنی ہیں۔

۵- آیت ۷ میں ہے: ﴿لَوْمَا تَأْتِيْنَا بِالْمَلَائِكَةِ﴾: کیوں نہیں لاتے تم ہمارے پاس فرشتوں کو —— لوما: شرطیہ ہے اور حرف تحضیض هَلَّا کے معنی میں ہے، کیونکہ اس سے متصل فعل ظاہر آیا ہے، اور جب وہ امتناعیہ ہوتا ہے تو اس سے متصل اسم ظاہر آتا ہے، جیسے لولا علی لھلك عمر!

۶- آیت ۱۰ میں ہے: ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْأَوَّلِيْنَ﴾: اور ہم آپؐ سے پہلے گذری ہوئی قوموں میں رسول بھیج چکے ہیں —— شِيَعٌ: شِيعة کی جمع ہے: فرقہ، گروہ، اور اس کے ثانوی معنی ہیں: اتباع وانصار، جیسے شِيْعَةُ علی: حضرت علیؓ کی پارٹی۔ شیعة عثمان: حضرت عثمانؓ کی پارٹی —— ولِلْأولياء أيضا شيع: اور اولیاء کے بھی اتباع وانصار ہوتے ہیں (وہ ان کے شیعہ (پارٹی) کہلاتے ہیں)

۷- سورۃ ہود آیت ۷۸ میں لوط علیہ السلام کے واقعہ میں ہے: ﴿وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُوْنَ إِلَيْهِ﴾: اور ان کے پاس ان کی قوم دوڑتی ہوئی آئی —— أَهْرَع الرجل: تیز دوڑنا، حضرت ابن عباسؓ نے یہی ترجمہ کیا ہے۔

[۸-] ﴿لِلْمُتَوَسِّمِيْنَ﴾: لِلنَّاظِرِيْنَ. [۹-] قَالَ: ﴿سُكِّرَتْ﴾: غُشِّيَتْ. [۱۰-] ﴿بُرُوْجًا﴾: مَنَازِلَ لِلشَّمْسِ وَالْقَمَرِ. [۱۱-] ﴿لَوَاقِحَ﴾: مَلَاقِحَ مُلْقِحَةً. [۱۲-] ﴿حَمَاءٍ﴾: جَمَاعَةُ حَمْأَةٍ، وَهُوَ الطِّيْنُ الْمُتَغَيِّرُ، وَالْمَسْنُوْنُ: الْمَصْبُوْبُ. [۱۳-] ﴿تَوْجَلْ﴾: تَخَفْ. [۱۴-] ﴿دَابِرَ﴾: آخِرَ. [۱۵-] الإِمَامُ: كُلُّ مَا ائْتَمَمْتَ وَاهْتَدَيْتَ بِهِ. [۱۶-] ﴿الصَّيْحَةُ﴾: الْهَلَكَةُ.

۸- آیت ۷۵ ہے: ﴿إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِلْمُتَوَسِّمِيْنَ﴾: قوم لوطؑ کے واقعہ میں کئی ایک نشانیاں ہیں بصیرت

والوں کے لئے ـــــ المُتَوَسِّمْ: اسم فاعل، تَوَسُّم: مصدر باب تفعل: فراست والا، علامات دیکھ کر پہچاننے والا ـــــ پس متوسم: وہ ہے جو علامات وقرائن دیکھ کر اپنی فراست وذکاوت سے پوشیدہ بات کا پتہ لگالے ـــــ ناظرین: غور کرنے والے۔

۹- آیت ۱۵ میں ہے: ﴿إِنَّمَا سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا﴾: بس ہماری آنکھیں بند کردی گئی ہیں یعنی نظر بندی کردی ہے، سَكَّرَ الباب: بند کرنا غُشِّيَتْ (مجہول) ڈھانک دی گئی ہیں۔

۱۰- آیت ۱۶ ہے: ﴿وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوْجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِيْنَ﴾: اور ہم نے آسمان میں روشن ستارے بنائے اور اس (آسمان) کو دیکھنے والوں کے لئے خوش نما بنایا ـــــ حضرتؒ نے بروج کی تفسیر کی ہے: سورج اور چاند کی منزلیں ـــــ مگر وہ تو نظر نہیں آتیں، پھر ان کے ذریعہ آسمان خوبصورت کیسے معلوم بنے گا؟ اس لئے صحیح معنی: بڑے ستارے اور روشن ستارے ہیں (دیکھیں ہدایت القرآن کا حاشیہ)

۱۱- آیت ۲۲ میں ہے: ﴿وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ﴾: اور ہم نے بارآور کرنے والی ہوائیں چلائیں ـــــ لَوَاقِح: لَاقِحٌ کی جمع ہے: بادلوں کو بارآور کرنے والی ہوا رِیْحٌ لاقِحٌ: وہ ہوا جس سے درخت باردار ہوجائیں ـــــ حضرت نے اس کا ترجمہ مَلاَقِح: (گابھن) کیا ہے اور اس کا مفرد مُلْقِحَة بتایا ہے، مگر اس پر اہل لغت نے اعتراض کیا ہے (عمدة)

۱۲- آیت ۲۶ ہے: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَأٍ مَسْنُوْنٍ﴾: واقعہ یہ ہے کہ ہم نے انسان کو سڑے ہوئے گارے کی کھنکھناتی مٹی سے بنایا ـــــ الصَّلْصَال: کھنکھنانے والی خشک مٹی، صَلْصَلَ الْحُلِيُّ: زیور سے آواز نکلنا، الْحَمَأُ وَالْحَمْأَة: کیچڑ، حَمَأَ (ف) البئرَ: کنویں سے کیچڑ نکالنا، مَسْنُوْن: اسم مفعول، سَنَّ (ن) السُّنَّةَ: طریقہ مقرر کرنا۔ حَمَأ مَسْنُوْن: راستے کا کیچڑ، وہ گارا جس پر لوگ عرصہ تک چلتے رہے ہوں، ایسا گارا بدبودار ہوجاتا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حَمَأٌ: حَمْأَةٌ کی جمع ہے، اور حَمْأَة کے معنی ہیں: بدلی ہوئی مٹی یعنی سڑی ہوئی اور مَسْنُوْن کے معنی ہیں: (پانی) ریڑھی ہوئی یعنی بھیگی ہوئی (یہ ابوعبیدة کی تفسیر ہے)

۱۳- آیت ۵۳ ہے: ﴿قَالُوْا لاَتَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيْمٍ﴾: فرشتوں نے کہا: آپ ڈریں نہیں، ہم آپ کو ایک بڑے ذی علم لڑکے (اسحاقؑ) کی بشارت دیتے ہیں۔ لاتوجل: فعل نہی، وَجَلَ يَوْجَلُ وَجَلاً: ڈرنا، خوف محسوس کرنا۔

۱۴- آیت ۶۶ ہے: ﴿وَقَضَيْنَا إِلَيْهِ ذٰلِكَ الأَمْرَ أَنَّ دَابِرَ هٰؤُلاَءِ مَقْطُوْعٌ مُصْبِحِيْنَ﴾: اور ہم نے لوطؑ تک یہ فیصلہ پہنچادیا کہ ان لوگوں کی جڑ پو پھٹتے ہی کٹ جائے گی ـــــ الدابر: اسم فاعل: ہر چیز کا آخر، جڑ۔

۱۵- آیت ۷۹ میں ہے: ﴿وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُبِيْنٍ﴾: اور وہ دونوں قومیں (قوم لوط اور ایکہ والے) شاہ راہ عام پر بسی ہوئی تھیں ـــــ إِمَام: وہ چیز جس کا قصد کیا جائے، مبین: واضح، کھلا ہوا، چونکہ راستہ کا قصد کیا جاتا ہے اس لئے اس کو إمام کہا گیا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں: إمام: ہر وہ چیز ہے جس کی آپ پیروی کریں اور جس سے آپ راہ نمائی حاصل کریں۔

۱۶- آیت ۸۳ ہے: ﴿فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ﴾: پو پھٹتے ہی ان کو سخت آواز نے آپکڑا یعنی وہ ہلاک ہوگئے۔

مردود شیطان چوری چھپے فرشتوں کی بات سن لیتا ہے تو روشن شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے

سورۃ الحجر کی آیات ۱۷ و ۱۸ ہیں: ﴿وَحَفِظْنَاهَا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ رَجِيْمٍ○ إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ﴾: اور ہم نے آسمان کو مردود شیاطین سے محفوظ رکھا ہے ـــــ یعنی آسمانوں تک ان کی پہنچ نہیں ـــــ مگر یہ کہ کوئی چوری چھپے سن لے ـــــ ایک آدھ بات ـــــ تو ایک روشن شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے یعنی اس پر میزائل داغا جاتا ہے جو اس کو ہلاک کر کے رکھ دیتا ہے۔

حدیث: جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی امر کا فیصلہ فرماتے ہیں (اور فرشتوں کو اس امر کی وحی کی جاتی ہے) تو فرشتے اپنے پَر مارتے ہیں، وحی کے سامنے عاجزی اور فروتنی ظاہر کرنے کے لئے گویا وہ وحی چکنے پتھر پر لوہے کی زنجیر ہے یعنی فرشتوں کو ایسی آواز سنائی دیتی ہے جیسی چکنے پتھر پر لوہے کی زنجیر کھینچنے سے پیدا ہوتی ہے، پس جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے تو نیچے والے فرشتے اوپر والے فرشتوں سے پوچھتے ہیں: تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ (اور پوچھنا اس لئے پڑتا ہے کہ وحی کی آواز سن کر وہ مدہوش سے ہو جاتے ہیں) پس اوپر والے فرشتے یعنی مقرب فرشتے جواب دیتے ہیں کہ برحق فرمایا یعنی اوپر والے فرشتے نیچے والے فرشتوں کو امر الٰہی سے آگاہ کرتے ہیں اور ساتھ میں یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ کا فرمان برحق ہے اور وہ برتر و بڑے ہیں، پس ان کلمات کو بات چرانے والے جنات سنتے ہیں، اور بات چرانے والے جنات اس طرح ایک پر ایک ہوتے ہیں ـــــ اور سفیان بن عیینہؒ نے اس کو ہاتھ سے سمجھایا، انھوں نے اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے درمیان کشادگی کی اور کھڑا کیا بعض انگلیوں کو بعض پر ـــــ پس کبھی شعلہ پالیتا ہے سننے والے کو، اس سے پہلے کہ وہ اس بات کو اپنے ساتھی کی طرف ڈالے، پس اس کو خاکستر کر دیتا ہے، اور کبھی شعلہ اس کو نہیں پاتا تو وہ اس بات کو ڈال دیتا ہے اس کی طرف جو اس سے متصل ہے (پھر وہ ڈالتا ہے) اس کی طرف جو اس سے نیچے ہے، یہاں تک کہ ڈالتے ہیں وہ اس بات کو زمین کی طرف ـــــ اور کبھی سفیانؒ نے کہا: یہاں تک کہ وہ بات زمین تک پہنچ جاتی ہے ـــــ پس ڈالی جاتی ہے وہ بات جادوگر کے منہ میں، پس وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملاتا ہے، پس اس جادوگر کی تصدیق کی جاتی ہے، لوگ کہتے ہیں: کیا اس نے ہمیں نہیں بتلائی تھی فلاں فلاں دن فلاں فلاں بات؟ پس پایا ہم نے اس کو سچ اس بات کی وجہ سے جو آسمان سے سنی گئی، یعنی ایک بات سچ نکلنے سے اس کی ساری باتیں سچ مان لی جاتی ہیں۔

[۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ﴾

[۴۷۰۱-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " إِذَا قَضَى اللهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهِ، كَالسِّلْسِلَةِ عَلَى صَفْوَانٍ – قَالَ عَلِيٌّ: وَقَالَ غَيْرُهُ: صَفَوَانٍ يُنْفِذُهُمْ ذٰلِكَ – فَإِذَا فُزِّعَ

عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا: مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوْا لِلَّذِیْ قَالَ: الْحَقَّ، وَهُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ، فَتَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُوْ السَّمْعِ، وَمُسْتَرِقُوْ السَّمْعِ هٰكَذَا وَاحِدٌ فَوْقَ آخَرَ - وَوَصَفَ سُفْیَانُ بِیَدِهِ، وَفَرَّجَ بَیْنَ أَصَابِعِ یَدِهِ الْیُمْنَی، نَصَبَهَا بَعْضَهَا فَوْقَ بَعْضٍ - فَرُبَّمَا أَدْرَكَ الشِّهَابُ الْمُسْتَمِعَ، قَبْلَ أَنْ یَرْمِیَ بِهَا إِلٰی صَاحِبِهِ، فَیُحْرِقَهُ، وَرُبَّمَا لَمْ یُدْرِكْهُ حَتَّی یَرْمِیَ بِهَا إِلٰی الَّذِیْ یَلِیْهِ، إِلٰی الَّذِیْ هُوَ أَسْفَلُ مِنْهُ، حَتَّی یُلْقُوْهَا إِلٰی الْأَرْضِ - وَرُبَّمَا قَالَ سُفْیَانُ: حَتّٰی یَنْتَهِیَ إِلٰی الْأَرْضِ - فَتُلْقَی عَلٰی فَمِ السَّاحِرِ، فَیَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ فَیُصَدَّقُ، فَیَقُوْلُوْنَ: أَلَمْ یُخْبِرْنَا یَوْمَ كَذَا وَكَذَا یَكُوْنُ كَذَا وَكَذَا، فَوَجَدْنَاهُ حَقًّا؟ لِلْكَلِمَةِ الَّتِیْ سُمِعَتْ مِنَ السَّمَاءِ"[طرفاه: ۴۸۰۰، ۷۴۸۱]

وضاحت: یہ حدیث پہلی مرتبہ آئی ہے، آگے دومرتبہ اور آئے گی، علی بن المدینیؒ اپنی سند میں یَبْلُغُ به النبیَّ صلی الله علیه وسلم کہتے ہیں، یعنی ابو ہریرہؓ حدیث کے ساتھ نبی ﷺ تک پہنچتے ہیں، پس حدیث حکماً مرفوع ہوگئی، اور آگے (حدیث ۴۸۰۰) حمیدیؒ کہتے ہیں: یقول: إن نبی الله صلی الله علیه وسلم قال یعنی حمیدی کی سند سے حدیث صراحۃً مرفوع ہے —— قوله: وقال غیره: صفوان یُنْفِذُهم ذلك یعنی سفیانؒ کے علاوہ استاذ نے صفوان کے بعد ینفذهم ذلك بڑھایا ہے یعنی اللہ تعالیٰ فرشتوں کو وہ فیصلہ پہنچاتے ہیں —— ابن عیینہؒ نے اپنا داہنا ہاتھ گھمایا اور ہتھیلی اپنی جانب کی اور انگلیوں کو کشادہ کیا، اور سمجھایا کہ اس طرح شیاطین اوپر تلے تھوڑے تھوڑے فاصلہ سے لائن بنائے ہوئے ہوتے ہیں۔

[الف] حدثنا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا سُفْیَانُ، حَدَّثَنَا عَمْرٌو، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ: إِذَا قَضَی اللّٰهُ الْأَمْرَ. وَزَادَ "وَالْكَاهِنِ"

[ب] قَالَ: وَحَدَّثَنَا سُفْیَانُ فَقَالَ: قَالَ عَمْرٌو: سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: "إِذَا قَضَی اللّٰهُ الْأَمْرَ، وَقَالَ: عَلَی فَمِ السَّاحِرِ"

[ج] قُلْتُ لِسُفْیَانَ: قَالَ: سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَیْرَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ.

[د] قُلْتُ لِسُفْیَانَ: إِنَّ إِنْسَانًا رَوَی عَنْكَ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ، وَیَرْفَعُهُ: أَنَّهُ قَرَأَ ﴿فُزِّعَ﴾ [سبأ: ۲۳] قَالَ سُفْیَانُ: هٰكَذَا قَرَأَ عَمْرٌو، فَلَا أَدْرِیْ سَمِعَهُ هٰكَذَا أَمْ لَا؟ قَالَ سُفْیَانُ: وَهِیَ قِرَاءَتُنَا.

(الف) یہ بھی ابن المدینیؒ کی سند ہے، علی نے سفیان سے دوسرے موقعہ پر یہ حدیث سنی تو انھوں نے علی فم الساحر کے بعد والکاهن بھی بڑھایا، کاہن: وہ جو غیب کی خبریں دیتا ہے، شیاطین اس کو بھی وہ سنی ہوئی بات پہنچاتے ہیں، پھر وہ اس میں سو جھوٹ ملا کر پیشین گوئی کرتا ہے —— (ب) یہ بھی ابن المدینی کی سند ہے، اس میں سماع کی صراحت ہے، عمرو بن دینارؒ نے عکرمہؒ سے یہ حدیث سنی ہے اور عکرمہؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنی ہے، مگر اس روایت میں والکاهن نہیں ہے۔

(ج) عبارت مختصر ہوگئی ہے، حاشیہ میں پوری عبارت ہے:قلتُ لسفیان: أأنت سمعتَ عمرًا قال سمعتُ عکرمة قال سمعتُ أبا هريرة؟ قال: نعم —— (د) ابن المدینیؒ نے سفیانؒ سے کہا کہ ایک شخص آپ سے آپ کی اسی سند سے روایت کرتا ہے اور حدیث کو مرفوع کرتا ہے کہ اس نے سورہ سبا آیت ۲۳ میں ﴿فُزِّعَ﴾ پڑھا، سفیانؒ نے کہا: اس طرح عمروؒ نے پڑھا، پس میں نہیں جانتا کہ انھوں نے اس طرح سنا ہے یا نہیں؟ سفیانؒ کہتے ہیں: ہماری قراءت یہی ہے (فُزِّع (زاء معجمہ) اور فُرِع (راء مہملہ) میں نسخوں میں بڑا اختلاف ہے) اور سورۃ سبا کی آیت یہ ہے: ﴿وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ، حَتّٰى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا: مَاذَا، قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوْا الْحَقَّ، وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾: اور اللہ کے سامنے سفارش کام نہیں آئے گی، مگر جس کے لئے اللہ تعالیٰ اجازت دیں، یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں: تمہارے پروردگار نے کیا حکم دیا؟ وہ جواب دیتے ہیں: (فلانی) حق بات کا حکم دیا، اور وہ عالی شان بہت بڑے ہیں!

مقامِ عذاب عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے!

سورۃ الحجر آیت ۸۰ میں ہے: واقعہ یہ ہے کہ حِجر والوں نے رسولوں کی تکذیب کی —— قوم ثمود کا مرکزی شہر حِجْر تھا، مدینہ سے تبوک جاتے ہوئے یہ مقام راستہ میں پڑتا تھا، اور قافلہ کو اس میدان سے گذرنا تھا، چنانچہ آپ ﷺ نے فوج کو ہدایت دی کہ مت داخل ہو تم ان عذاب دیئے ہوؤں کے علاقہ میں مگر یہ کہ تم رونے والے ہو، اور اگر تم رونے والے نہ ہو تو ان پر داخل مت ہو، یعنی اگر کوئی دوسرا راستہ ہو تو معذبین کے علاقہ سے مت گذرو، اور مجبوری ہو تو روتے ہوئے یا روہانی صورت بنا کر گذرو، کیونکہ مقام عذاب عبرت کی جا ہے، تماشہ نہیں ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں بھی وہ عذاب پہنچ جائے جو ان کو پہنچا تھا۔

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ﴾

[۴۷۰۲-] حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ لِأَصْحَابِ الْحِجْرِ: "لَا تَدْخُلُوْا عَلٰى هٰؤُلَآءِ الْقَوْمِ إِلَّا أَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ، فَإِنْ لَمْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ فَلَا تَدْخُلُوْا عَلَيْهِمْ، أَنْ يُصِيْبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَهُمْ" [راجع: ۴۳۳]

قرآنِ عظیم کی عظیم ترین سورت: سورۃ الفاتحہ ہے

سورۃ الحجر کی آیت ۸۷ ہے: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنٰكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنَ الْعَظِيْمَ﴾: اور واقعہ یہ ہے کہ ہم نے آپ کو بار بار دہرائی جانے والی کتاب کی سات آیتیں اور قرآنِ عظیم عطا فرمایا ہے یعنی قرآنِ کریم اور خاص طور پر سورۃ

الفاتحہ وہ دولت ہے جس کے سامنے تمام نعمتیں ہیچ ہیں ـــــ اور حدیث ابھی اسی جلد میں سورۃ الفاتحہ کی تفسیر میں آئی ہے، نبی ﷺ نے حضرت ابوسعید بن المعلّٰی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''کیا میں تم کو قرآن کی سب سے بڑی (اہم) سورت نہ سکھاؤں'' پھر فرمایا: ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالِمِيْنَ﴾ بار بار دوہرائی جانے والی سات آیتیں ہیں، اور قرآن عظیم وہ ہے جو میں دیا گیا ہوں ـــــ اور دوسری حدیث میں سورۃ الفاتحہ کے تین نام ہیں: ام القرآن، سبع مثانی اور قرآنِ عظیم ـــــ پس پورا قرآن بھی قرآنِ عظیم ہے اور سورہ فاتحہ بھی قرآنِ عظیم ہے، کیونکہ وہ قرآن کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔

[۳-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنٰكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنَ الْعَظِيْمَ﴾

[٤٧٠٣-] حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُعَلَّى، قَالَ: مَرَّ بِيَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَأَنَا أُصَلِّيْ، فَدَعَانِيْ فَلَمْ آتِهِ حَتَّى صَلَّيْتُ، ثُمَّ أَتَيْتُ فَقَالَ: "مَا مَنَعَكَ أَنْ تَأْتِيَ؟" فَقُلْتُ: كُنْتُ أُصَلِّي، فَقَالَ: "أَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ﴾ [الأنفال: ٢٤] ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُعَلِّمُكَ أَعْظَمَ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ أَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ؟" فَذَهَبَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِيَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَذَكَّرْتُهُ، فَقَالَ: "﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ أُوْتِيْتُهُ" [راجع: ٤٤٧٤]

[٤٧٠٤-] حدثنا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "أُمُّ الْقُرْآنِ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنُ الْعَظِيْمُ"

یہود ونصاریٰ نے اپنی کتابوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر لئے

سورۃ الحجر کی آیات ۹۰ و ۹۱ ہیں: ﴿كَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ جَعَلُوْا الْقُرْآنَ عِضِيْنَ﴾: جیسا عذاب ہم نے باہم قسمیں کھانے والوں پر اتارا، جن لوگوں نے پڑھنے کی کتاب کو یعنی اپنی آسمانی کتاب کو بوٹیاں بنالیا، ابن عباسؓ فرماتے ہیں: مراد یہود ونصاریٰ ہیں، وہ اپنی کتابوں کے بعض حصوں کو مانتے تھے اور بعض کو نہیں مانتے تھے ـــــ سورۃ الانعام آیت ۹۱ میں ہے: ﴿تَجْعَلُوْنَهُ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا﴾: تورات کی تم نے متفرق کا پیاں بنا رکھی ہیں ان (میں سے بعض) کو ظاہر کرتے ہو، اور بہت سی باتوں کو چھپاتے ہو، جو ٹکڑا (حصہ) تمہاری خواہش کے موافق ہوتا ہے اس کو دکھلاتے ہو، اور جو موافق نہیں ہوتا اس کو چھپاتے ہو، جیسے نبی آخر الزماں اور ان کی امت کے اوصاف جو تورات میں بیان ہوئے ہیں: ان کو تم چھپاتے ہو۔

جاننا چاہئے کہ ان آیتوں کے معنی کئی طرح کئے گئے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

کا قول لائے ہیں کہ یہ آیتیں اہل کتاب (یہود ونصاری) کے بارے میں ہیں، پس الذین: المقتسمین کی صفت ہوگا یا بدل، اور المقتسِم (اسم فاعل) کے معنی ہونگے: باہم قسمیں کھانے والا، جیسے قوم صالح نے باہم قسمیں کھائی تھیں (النمل ۴۹) اور قرآن سے مراد کتبِ سماویہ ہیں، اور عضین: عِضَة کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں: بوٹیاں، ٹکڑے۔ فعل ہے: عَضَا یَعْضُو عَضْوًا: متفرق کرنا، جدا کرنا۔

اور اقتسام کے معنی: باہم قسمیں کھانا ہیں، آپس میں کوئی چیز بانٹنا مراد نہیں، اس کی دلیل میں تین آیتیں ذکر کی ہیں: (۱) سورۃ البلد کی پہلی آیت ہے: ﴿لاَ أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ﴾: میں اس شہر (مکہ) کی قسم کھاتا ہوں، اس میں لا زائدہ ہے، اور لَأُقْسِمُ بھی پڑھا گیا ہے۔ (۲) سورۃ الاعراف آیت ۲۱ میں ہے: ﴿وَقَاسَمَهُمَا إِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِیْنَ﴾: اور ابلیس نے دونوں کے روبرو قسم کھائی کہ میں یقیناً تم دونوں کا خیر خواہ ہوں ــــ یہاں مقاسمة (باب مفاعلہ) میں مشارکت کے معنی نہیں ہیں، آدم وحواء علیہما السلام نے ابلیس کے سامنے کوئی قسم نہیں کھائی تھی (۳) سورۃ النمل آیت ۴۹ میں ہے: ﴿قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ﴾: انھوں نے کہا: آپس میں سب اللہ کی قسمیں کھاؤ ــــ ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ اقتسام کے معنی: باہم قسمیں کھانا ہیں۔

[٤-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿الَّذِیْنَ جَعَلُوْا الْقُرْآنَ عِضِیْنَ﴾

﴿الْمُقْتَسِمِیْنَ﴾: الَّذِیْنَ حَلَفُوْا، وَمِنْهُ ﴿لاَ أُقْسِمُ﴾: أَیْ أُقْسِمُ، وَیُقْرَأُ: لَأُقْسِمُ ﴿قَاسَمَهُمَا﴾: حَلَفَ لَهُمَا وَلَمْ یَحْلِفَا لَهُ، وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿تَقَاسَمُوْا﴾: تَحَالَفُوْا.

[٤٧٠٥-] حَدَّثَنِیْ یَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِیْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَیْمٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُوْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ﴿الَّذِیْنَ جَعَلُوْا الْقُرْآنَ عِضِیْنَ﴾ قَالَ: هُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ، جَزَّءُ وْهُ أَجْزَاءً، فَآمَنُوْا بِبَعْضِهِ وَكَفَرُوْا بِبَعْضِهِ.[راجع: ٣٩٤٥]

[٤٧٠٦-] حدثنا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسَی، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِیْ ظَبْیَانَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ﴿كَمَا أَنْزَلْنَا عَلَی الْمُقْتَسِمِیْنَ﴾ قَالَ: آمَنُوْا بِبَعْضٍ وَكَفَرُوْا بِبَعْضٍ: الْیَهُوْدُ وَالنَّصَارَی.[راجع: ٣٩٤٥]

موت تک آدمی مکلّف رہتا ہے

سورۃ الحجر کی آخری آیت ہے: ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰی یَأْتِیَكَ الْیَقِیْنُ﴾: اور آپ اپنے رب کی عبادت کریں یہاں تک کہ یقینی بات (موت) آپہنچے ــــ حضرت سالم رحمہ اللہ نے الیقین کے معنی الموت کے کئے ہیں ــــ اور سورۃ المدثر کے دوسرے رکوع میں ہے: ﴿وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ۝ حَتّٰی أَتَانَا الْیَقِیْنُ﴾: (دوزخی کہیں گے:) اور ہم قیامت کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے، یہاں تک کہ ہم کو موت آگئی یعنی ہمارا خاتمہ اسی نافرمانی پر ہوا اس لئے ہم دوزخ میں ہیں۔

پس برخود غلط قسم کے لوگوں کو جو وسوسہ لاحق ہوا ہے کہ سلوک میں ایک ایسا مرحلہ آتا ہے کہ تکلیفاتِ شرعیہ ساقط ہو جاتی ہیں، یہ قطعاً غلط ہے، تکلیفِ شرعی موت ہی پر ختم ہوتی ہے۔

[٥-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾

قَالَ سَالِمٌ: الْمَوْتُ.

﴿الحمدللہ! سورۃ الحجر کی تفسیر پوری ہوئی﴾

[١٦] سورة النحل

بسم الله الرحمن الرحيم

[١-] ﴿رُوْحُ الْقُدُسِ﴾: جِبْرَئِيْلُ. ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْأَمِيْنُ﴾ [٢-] ﴿فِيْ ضَيْقٍ﴾: يُقَالُ: أَمْرٌ ضَيْقٌ وَضَيِّقٌ، مِثْلُ هَيْنٍ وَهَيِّنٍ، وَلَيْنٍ وَلَيِّنٍ، وَمَيْتٍ وَمَيِّتٍ. [٣-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿فِيْ تَقَلُّبِهِمْ﴾ اخْتِلَافِهِمْ. [٤-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿تَمِيْدَ﴾: تَكَفَّأَ. [٥-] ﴿مُفْرَطُوْنَ﴾: مَنْسِيُّوْنَ. [٦-] وَقَالَ غَيْرُهُ: ﴿فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ﴾: هٰذَا مُقَدَّمٌ وَمُؤَخَّرٌ، وَذٰلِكَ أَنَّ الاسْتِعَاذَةَ قَبْلَ الْقِرَاءَةِ، وَمَعْنَاهَا: الاِعْتِصَامُ بِاللّٰهِ. [٧-] ﴿قَصْدُ السَّبِيْلِ﴾: الْبَيَانُ.

سورۃ النحل کی تفسیر

الفاظ کے معانی

۱- سورۃ النحل آیت ۱۰۲ میں ہے: ﴿قُلْ: نَزَّلَهُ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ﴾: آپ کہہ دیں: اس (قرآن) کو مقدس روح نے تیرے رب کی طرف سے حکمت کے موافق بہ تدریج اتارا ہے —— روح القدس: حضرت جبرئیل علیہ السلام کا لقب ہے، اور موصوف کی صفت کی طرف اضافت ہے: پاکیزہ روح، اور سورۃ الشعراء آیت ۹۳ میں مرکب توصیفی ہے، فرمایا: ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْأَمِيْنُ﴾: اس (قرآن) کو امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے۔

۲- آیت ۱۲۷ میں ہے: ﴿وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُوْنَ﴾: اور آپ ان کی چال بازیوں سے تنگ دل نہ ہوں! —— ضَيْقٌ کو ضَيِّقٌ (یاء کی تشدید کے ساتھ) بھی پڑھ سکتے ہیں، پھر ان کی نظائر پیش کی ہیں۔

۳- آیت ۴۶ میں ہے: ﴿أَوْ يَأْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ﴾: یا ان کو پکڑ لے چلتے پھرتے —— تَقَلُّب مصدر ہے، سورۃ

آل عمران آیت ۱۹۶ میں بھی یہ لفظ آیا ہے: ﴿لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ﴾: تجھے ان کافروں کا شہروں میں 'چلنا پھرنا' مغالطہ میں نہ ڈالے، حضرت ابن عباسؓ نے یہی ترجمہ کیا ہے، اختلافهم: أي في تصرفهم في الأسفار بالليل والنهار۔

۴- آیت ۱۵ میں ﴿تَمِيْدَ﴾ ہے، یہ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے مَادَ يَمِيْدُ مَيْدًا: ہلنا، جھکنا، ڈگمگانا، لرزنا، فرمایا: ﴿وَأَلْقٰى فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ﴾: اور انھوں نے زمین میں بھاری پہاڑ رکھ دیئے تاکہ زمین تم کو لے کر ڈگمگائے نہیں: —— مجاہدؒ نے یہی تفسیر کی ہے، تَكَفَّأَ: جھومنا، اترانا۔

۵- آیت ۶۲ میں ہے: ﴿لَا جَرَمَ أَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَأَنَّهُمْ مُفْرَطُوْنَ﴾: بالیقین ان کے لئے دوزخ ہے، اور وہ اس میں بُھلا دیئے جائیں گے یعنی ہمیشہ اس میں رہیں گے —— مفرطون: اسم مفعول جمع مذکر ہے، أَفْرَطَ الشيئَ: بھول جانا، مَنْسِيُّوْن: اسم مفعول: فراموش کردہ —— مگر بھول جانا لازم ہے پس اس سے اسم مفعول نہیں آئے گا، چنانچہ دوسرے مفسرین أَفْرَطَ الشيئَ: آگے کرنا، پیش کرنا: سے لیتے ہیں، اور ترجمہ کرتے ہیں: ''وہ اس میں سب سے پہلے پہنچائے جائیں گے۔

۶- آیت ۹۸ ہے: ﴿فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ﴾: پس جب آپ قرآن پڑھیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں —— قرأتَ: فعل ماضی ہے، پس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جب آپ قرآن پڑھ کر فارغ ہو جائیں تو استعاذہ کریں، جبکہ مسئلہ یہ نہیں ہے، أعوذ پہلے پڑھا جاتا ہے، چنانچہ حضرت فرماتے ہیں کہ آیت میں تقدیم وتاخیر ہے، لیکن اگر أَرَدتَّ کی تاویل کی جائے تو پھر مرتب کلام ہے، اور استعاذہ کے معنی ہیں: اللہ تعالیٰ کو مضبوط پکڑنا، اور شیطان سے رابطہ منقطع کر لینا۔

نوٹ: اس کے بعد شاكلته: ناحيته تھا، اس کا تعلق سورہ بنی اسرائیل سے ہے، اور آگے آ بھی رہا ہے اس لئے میں نے یہاں سے حذف کیا ہے۔

۷- آیت ۹ میں ہے: ﴿وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ﴾: اور اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے سیدھا راستہ بتانا، جبکہ بعضے راستے ٹیڑھے بھی ہیں —— بیان: واضح کرنا کہ سیدھا راستہ کونسا ہے۔

[۸-] الدِّفْءُ: مَا اسْتَدْفَأْتَ. [۹-] ﴿تُرِيْحُوْنَ﴾ بِالْعَشِيِّ، و ﴿تَسْرَحُوْنَ﴾: بِالْغَدَاةِ. [۱۰-] ﴿بِشِقِّ﴾: يَعْنِي الْمَشَقَّةَ. [۱۱-] ﴿عَلٰى تَخَوُّفٍ﴾: تَنَقُّصٍ. [۱۲-] ﴿الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً﴾: وَهِيَ تُؤَنَّثُ وَتُذَكَّرُ، وَكَذٰلِكَ النَّعَمُ، الْأَنْعَامُ جَمَاعَةُ النَّعَمِ. [۱۳-] ﴿سَرَابِيْلَ﴾: قُمُصٌ ﴿تَقِيْكُمُ الْحَرَّ﴾ وَأَمَّا ﴿سَرَابِيْلُ تَقِيْكُمْ بَأْسَكُمْ﴾: فَإِنَّهَا الدُّرُوْعُ. [۱٤-] ﴿دَخَلًا بَيْنَكُمْ﴾: كُلُّ شَيْئٍ لَمْ يَصِحَّ فَهُوَ دَخَلٌ.

۸- آیت ۵ ہے: ﴿وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُوْنَ﴾: اور اللہ نے مویشی پیدا کئے،

جن میں تمہارے لئے سرمائی پوشش اور دیگر فوائد ہیں اور ان کو تم کھاتے بھی ہو ـــــ الدِّفْءِ: وہ چیز جس سے آپ گرمی حاصل کریں دَفِیَٔ من البرد: گرم ہونا أَدْفَاہ: گرم کپڑا پہنانا، گرم کرنا الدِّفْءُ: گرم کپڑے، گرمی حاصل کرنے کا سامان، سرمائی پوشش، اسْتَدْفَأَ: گرم کپڑا پہننا۔

۹-آیت۶ ہے: ﴿وَلَکُمْ فِیْھَا جَمَالٌ حِیْنَ تُرِیْحُوْنَ وَحِیْنَ تَسْرَحُوْنَ﴾: اور تمہارے لئے ان میں رونق ہے جب شام کو واپس لاتے ہو اور جب صبح چرنے کے لئے چھوڑتے ہو۔

۱۰-آیت۷ میں ہے: ﴿وَتَحْمِلُ أَثْقَالَکُمْ إِلٰی بَلَدٍ لَمْ تَکُوْنُوْا بٰلِغِیْہِ إِلاَّ بِشِقِّ الأَنْفُسِ﴾: اور وہ تمہارے بوجھ ڈھو کر ایسے مقامات تک لے جاتے ہیں جہاں تم 'سخت جاں کاہی' کے بغیر نہیں پہنچ سکتے۔

۱۱-آیت۴۷ میں ہے: ﴿أَوْ یَأْخُذَھُمْ عَلٰی تَخَوُّفٍ﴾: یا دہشت زدگی کی حالت میں ان کو پکڑ لیں ـــــ تَخَوُّف: مصدر ہے، خَافَ اور تَخَوُّف کے معنی ہیں: ڈرنا، گھبرانا، اور اس کا تعدیہ بذریعہ علی آتا ہے ـــــ حضرت نے اس کا ترجمہ کیا ہے: تَنَقُّص: تھوڑا تھوڑا لینا یعنی نفری گھٹا کر فنا کر دینا۔

۱۲-آیت۶۶ میں ہے: ﴿وَإِنَّ لَکُمْ فِی الأَنْعَامِ لَعِبْرَۃً﴾: اور تمہارے لئے مویشی میں بڑا سبق ہے ـــــ أنعام: نَعَمٌ کی جمع ہے، اور أنعام اور نعم ایک ہیں، مذکر ومؤنث دونوں طرح مستعمل ہیں ـــــ اور روح المعانی میں ہے کہ أنعام اسم جمع ہے، اور اسم جمع میں تذکیر وتانیث درست ہیں، وہ لفظاً مفرد مذکر ہوتا ہے اور معنیً جمع اور مؤنث ہوتا ہے، چنانچہ قرآن میں اور کلام عرب میں دونوں طرح آیا ہے۔

۱۳- آیت۸۱ میں ہے: ﴿وَجَعَلَ لَکُمْ سَرَابِیْلَ تَقِیْکُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِیْلَ تَقِیْکُمْ بَأْسَکُمْ﴾: اور بنائے تمہارے لئے ایسے کرتے جو گرمی سے تمہاری حفاظت کرتے ہیں اور ایسے کرتے (زرہیں) جو لڑائی میں تمہاری حفاظت کرتے ہیں۔

۱۴-آیت۹۲ میں ہے: ﴿تَتَّخِذُوْنَ أَیْمَانَکُمْ دَخَلاً بَیْنَکُمْ﴾: بناتے ہو تم اپنی قسموں کو فساد کا ذریعہ ـــــ دَخِلَ یَدْخَلُ (س) دَخَلاً کے معنی ہیں: عقل یا جسم میں خرابی کا لاحق ہونا، امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہر وہ چیز جو درست نہ ہو دخل ہے۔

[۱۵-] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿حَفَدَۃً﴾: مَنْ وَلَدَ الرَّجُلُ. [۱۶-] السَّکَرُ: مَا حُرِّمَ مِنْ ثَمَرَتِھَا، وَالرِّزْقُ الْحَسَنُ: مَا أَحَلَّ اللّٰہُ. [۱۷-] وَقَالَ ابْنُ عُیَیْنَۃَ عَنْ صَدَقَۃَ: ﴿أَنْکَاثًا﴾: ھِیَ خَرْقَاءُ کَانَتْ إِذَا أَبْرَمَتْ غَزْلَھَا نَقَضَتْہُ. [۱۸-] وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ: الأُمَّۃُ: مُعَلِّمُ الْخَیْرِ، وَالْقَانِتُ: الْمُطِیْعُ.

۱۵-آیت۲۷ میں ہے: ﴿وَجَعَلَ لَکُمْ مِنْ أَزْوَاجِکُمْ بَنِیْنَ وَحَفَدَۃً﴾: اور تمہارے لئے تمہاری بیویوں سے بیٹے

اور پوتے پیدا کئے ـــــ حَفَدَةٌ: حَافِد کی جمع ہے، حَفَدَه (ض) حَفَدًا: خدمت کرنا، حافد: تابع، مددگار، اور پوتے کو حَافِد اس لئے کہتے ہیں کہ عموماً دادا دادی کا وہی مددگار اور خادم ہوتا ہے ـــــ اور حضرت ابن عباسؓ نے اس کا ترجمہ اولاد کیا ہے، مَنْ وَلَدَ الرجلُ: جس کو آدمی نے جنا، اس میں بیٹا پوتا سب آ گئے، اور عائد محذوف ہے أی وَلَدَہ۔

۱۶- آیت ۶۷ میں ہے: ﴿وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيْلِ وَالْأَعْنَابِ: تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا﴾: اور کھجور اور انگور کے پھلوں سے (ہم تمہیں پلاتے ہیں) بناتے ہو تم اس سے نشہ آور اور عمدہ رزق ـــــ کھجور کی شراب کو سَکَر کہتے ہیں، اور انگوری شراب کو خمر، سکر کا ذکر کیا اور خمر کا ذکر چھوڑ دیا، اور عمدہ رزق کھجور سے بھی بنتا ہے اور انگور سے بھی۔

۱۷- آیت ۹۲ میں ہے: ﴿وَلَاتَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا﴾: اور نہ ہوؤ تم اس عورت کی طرح جس نے اپنا سوت اچھی طرح کاتنے کے بعد تار تار کر دیا ـــــ اس تمثیل کے ذریعہ عہد شکنی کی قباحت ذہن نشین کرائی گئی ہے ـــــ ابن عیینہؒ: ابوالہذیل صدقہ سے (اور وہ مفسر سدّی سے) روایت کرتے ہیں کہ مکہ میں ایک بے ہنر عورت تھی، وہ سال بھر مشقت سے سوت کاتتی، پھر بے دردی سے تکا بوٹی کر ڈالتی، قرآن نے اس کی مثال دی ہے۔

۱۸- آیت ۱۲۰ میں ہے: ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلّٰهِ﴾: ابراہیمؑ ایک امت اللہ کے فرمان بردار تھے ـــــ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے امت کا ترجمہ: خیر کی تعلیم دینے والا، اور قانت کا ترجمہ: فرمان بردار کیا ہے ـــــ اور امت کا ترجمہ قوم بھی کیا جا سکتا ہے یعنی آپ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے، ایک قوم کے فضائل و کمالات کے جامع تھے۔

ناکارہ عمر سے پناہ چاہنا

سورۃ النحل آیت ۷۰ میں ہے: ﴿وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلٰى أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا﴾: اور تم میں سے بعضے وہ ہیں جو نکمّی عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں، تاکہ وہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانیں ـــــ تمام معلومات بھول کر بچے کی طرح ہو جائیں ـــــ ایسی نکمّی عمر سے نبی ﷺ نے پناہ مانگی ہے، اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۶: ۲۲۳) گذر چکی ہے۔

[۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلٰى أَرْذَلِ الْعُمُرِ﴾[النحل: ۷۰]

[۴۷۰۷-] حدثنا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ مُوْسَى أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَعْوَرُ، عَنْ شُعَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَدْعُو: " أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْكَسَلِ، وَأَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ، وَفِتْنَةِ الدَّجَّالِ، وَفِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ"[راجع: ۲۸۲۳]

﴿الحمد للہ! سورۃ النحل کی تفسیر پوری ہوئی﴾

تفسیر سورۂ بنی اسرائیل

سورہ بنی اسرائیل فصیح وبلیغ سورت ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سورہ بنی اسرائیل، سورہ کہف اور سورہ مریم نہایت عمدہ (فصیح وبلیغ) سورتیں ہیں (عتیق: عمدہ، البیت العتیق: کعبہ شریف) اور وہ میرا پرانا سرمایہ ہیں یعنی وہ مجھے بہت قدیم زمانہ سے یاد ہیں (التِّلاد: اصلی پرانا مال، موروثی جائداد)

[۱۷] سورة بنی إسرائیل

بسم الله الرحمن الرحيم

[۱- بَابٌ]

[٤٧٠٨-] حدثنا آدمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِیْ إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيْدَ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ، قَالَ فِیْ بَنِیْ إِسْرَائِيْلَ وَالْكَهْفِ وَمَرْيَمَ: إِنَّهُنَّ مِنَ الْعِتَاقِ الْأُوَلِ، وَهُنَّ مِنْ تِلَادِیْ. [طرفاه: ٤٧٣٩، ٤٩٩٤] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿فَسَيُنْغِضُوْنَ﴾: يَهُزُّوْنَ. وَقَالَ غَيْرُهُ: نَغَضَتْ سِنُّكَ، أَیْ تَحَرَّكَتْ.

يُنْغِضُوْنَ کے معنی

سورۃ بنی اسرائیل آیت ۵۱ میں ہے: ﴿فَسَيُنْغِضُوْنَ إِلَيْكَ رُءُ وْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ: مَتٰى هُوَ؟﴾: اب وہ آپؐ کے سامنے سر مٹکائیں گے یعنی تمسخر آمیز حرکتیں کریں گے اور کہیں گے: کب ہوگا وہ؟ (زندہ ہونا) —— يُنْغِضُوْنَ: از باب افعال، أَنْغَضَ رَأْسَه: سر کو تعجب یا استہزاء سے ہلانا، نَغَضَ (ن،ض): کپکپی سے ہاتھ ہلنا اور بے قرار ہونا —— حضرت ابن عباسؓ نے ترجمہ کیا ہے يَهُزُّوْن: قدرے زور سے ہلائیں گے —— اور ان کے علاوہ نے یعنی ابوعبیدۃؒ نے کہا: نَغَضَتْ سنك کے معنی ہیں: تیرا دانت ہل گیا —— پس دونوں نے ترجمہ ہلانا کیا ہے۔

قضاء کے معانی

سورہ بنی اسرائیل آیت ۴ میں ہے: ﴿وَقَضَيْنَا إِلٰى بَنِیْ إِسْرَائِيْلَ فِی الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِی الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ﴾:

اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب (تورات) میں یہ بات بتادی کہ تم ضرور زمین میں دومرتبہ فساد پھیلاؤ گے —— قضی: جب إلی کے ذریعہ متعدی ہوتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں: طے کرکے پہنچانا، بتادینا، اس صورت میں قَضٰی: إِیْحاء کے معنی کو متضمن ہوتا ہے۔ اور قضاء چند معانی کے لئے آتا ہے: (۱) حکم دینا، سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۳ میں ہے: ﴿وَقَضٰی رَبُّكَ﴾: اور تیرے رب نے حکم دیا۔ (۲) فیصلہ کرنا، سورہ یونس آیت ۹۳ میں ہے: ﴿إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ﴾: آپ کے رب ان کے درمیان فیصلہ کریں گے۔ (۳) بنانا، سورہ حم السجدة آیت ۱۲ میں ہے: ﴿فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ﴾: پس ان کو سات آسمان بنایا (پس قضاء کے چار معنی ہوئے)

[۲-] بَابٌ ﴿وَقَضَيْنَا إِلٰى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ﴾

أَخْبَرْنَاهُمْ أَنَّهُمْ سَيُفْسِدُوْنَ، وَالْقَضَاءُ عَلٰى وُجُوْهٍ: ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ﴾: أَمَرَ رَبُّكَ، وَمِنْهُ: الْحُكْمُ ﴿إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ﴾ وَمِنْهُ: الْخَلْقُ ﴿فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ﴾

[۱-] ﴿نَفِيْرًا﴾: مَنْ يَنْفِرُ مَعَهُ. [۲-] ﴿وَلِيُتَبِّرُوْا﴾: يُدَمِّرُوْا ﴿مَاعَلَوْا﴾ [۳-] ﴿حَصِيْرًا﴾: مَحْبِسًا مَحْصِرًا. [٤-] ﴿فَحَقَّ﴾: وَجَبَ. [٥-] ﴿مَيْسُوْرًا﴾: لَيِّنًا. [٦-] ﴿خِطْئًا﴾: إِثْمًا، وَهُوَ اسْمٌ مِنْ خَطِئْتُ، وَالْخَطَأُ مَفْتُوْحٌ مَصْدَرُهُ مِنَ الإِثْمِ، خَطِئْتُ بِمَعْنَى أَخْطَأْتُ.

۱- آیت ۶ میں ہے: ﴿وَجَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيْرًا﴾: اور ہم تم کو بڑی جماعت بنائیں گے —— نَفِیر: صفت مشبہ، خاندان، کنبہ، جہادی دستہ، نفیر بمعنی نافر ہے یعنی وہ لوگ جو بوقت ضرورت ساتھ نکل کر جائیں (نفیرا: تمیز ہے)

۲- آیت ۷ میں ہے: ﴿وَلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا﴾: اور جس چیز پر ان کا ہاتھ پڑے اس کو تباہ وبرباد کردیں —— تَبَّرَہ: ہلاک کرنا، مجرد تَبِرَ (س) تَبْرا: ہلاک ہونا، ما موصولہ، جملہ عَلَوْا صلہ، عائد محذوف أی علوا علیه، پھر موصول صلہ مل کر لیتبروا کا مفعول بہ، اور تتبیرا مفعول مطلق برائے تاکید —— دَمَّرَ الشییَٔ: ہلاک وبرباد کرنا۔

۳- آیت ۸ میں ہے: ﴿وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِيْنَ حَصِيْرًا﴾: اور ہم نے منکرین کے لئے جہنم کا جیل خانہ تیار کیا ہے —— حَصِیر: تنگ جگہ، جیل خانہ، حَصَرَ (ن) حَصْرًا: تنگی میں ڈالنا، گھیرنا، حصیر بمعنی اسم مفعول ہے اور یہ جعلناہ کا مفعول ثانی ہے —— مَحْبِس: قید کی جگہ مَحْصِر: کے بھی یہی معنی ہیں۔

۴- آیت ۱۶ میں ہے: ﴿فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ﴾: پس ثابت ہوجاتی ہے اس (بستی) پر اللہ کی بات —— حَقّ (ن، ض) حَقًّا و حَقَّةً الأمرُ: ثابت وواجب ہونا۔

۵- آیت ۲۸ میں ہے: ﴿قُلْ لَهُمْ قَوْلاً مَيْسُوْرًا﴾: کہہ ان سے نرم بات۔

۶- آیت ۳۱ میں ہے: ﴿إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْأً كَبِيْرًا﴾: یقیناً ان کا قتل بڑا بھاری گناہ ہے —— دو لفظ ہیں:

(۱)خِطْأٌ: خَطِئَ یَخْطَأُ کا مصدر ہے: گناہ کرنا۔ (۲)خَطَأ: اسم صواب کی ضد: نادرست —— امام بخاریؒ فرماتے ہیں: خِطْأٌ کے معنی ہیں: گناہ اور وہ خَطِئْت سے اسم ہے (یہ بات اہل لغت کے خلاف ہے، ان کے نزدیک مصدر ہے) اور خَطَأٌ (خاء کا زبر) اسی کا مصدر ہے (یہ بات بھی اہل لغت کے خلاف ہے، ان کے نزدیک اسم ہے) —— پھر عبارت گڑبڑ ہے، کہنا یہ ہے کہ خَطِئْتُ اور أَخْطَأْتُ کے ایک معنی ہیں اور وہ معنی گناہ ہیں (یہ بات بھی اہل لغت کے خلاف ہے، خِطْأ (بالکسر) کے معنی گناہ ہیں اور خَطَأ: صواب کی ضد ہے، اس کے معنی: نادرست ہیں)

[۷-] ﴿لَنْ تَخْرِقَ﴾: لَنْ تَقْطَعَ. [۸-] ﴿وَإِذْهُمْ نَجْوىٰ﴾: مَصْدَرٌ مِنْ نَاجَيْتُ، فَوَصَفَهُمْ بِهَا، وَالْمَعْنَى يَتَنَاجَوْنَ. [۹-] ﴿رُفَاتًا﴾ حُطَامًا. [۱۰-] ﴿وَاسْتَفْزِزْ﴾: اسْتَخِفَّ ﴿بِخَيْلِكَ﴾: الْفُرْسَانِ، وَالرَّجِلُ: الرَّجَّالَةُ، وَاحِدُهَا رَاجِلٌ، مِثْلُ صَاحِبٍ وَصَحْبٍ، وَتَاجِرٍ وَتَجْرٍ. [۱۱-] ﴿حَاصِبًا﴾: الرِّيْحُ الْعَاصِفُ، وَالْحَاصِبُ أَيْضًا: مَا تَرْمِيْ بِهِ الرِّيْحُ، وَمِنْهُ: ﴿حَصَبَ جَهَنَّمَ﴾: يُرْمَى بِهِ فِي جَهَنَّمَ، هُوَ حَصَبُهَا، وَيُقَالُ: حَصَبَ فِي الْأَرْضِ: ذَهَبَ، وَالْحَصَبُ مُشْتَقٌّ مِنَ الْحَصْبَاءِ وَالْحِجَارَةِ. [۱۲-] ﴿تَارَةً﴾: مَرَّةً، وَجَمَاعَتُهُ تِيَرٌ وَتَارَاتٌ. [۱۳-] ﴿لَأَحْتَنِكَنَّ﴾ لَأَسْتَأْصِلَنَّهُمْ، يُقَالُ: احْتَنَكَ فُلَانٌ مَا عِنْدَ فُلَانٍ مِنْ عِلْمٍ: اسْتَقْصَاهُ. [۱۴-] ﴿طَائِرَهُ﴾: حَظَّهُ. [۱۵-] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كُلُّ سُلْطَانٍ فِي الْقُرْآنِ فَهُوَ حُجَّةٌ. [۱۶-] ﴿وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ﴾: لَمْ يُحَالِفْ أَحَدًا.

۷- آیت ۳۸ میں ہے: ﴿إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ﴾: بے شک تو زمین کو پھاڑنہیں سکتا یعنی زور سے پاؤں مار کر زمین میں سوراخ نہیں کرسکتا۔ خَرَقَ (ن،ض) الشیئَ: سوراخ کرنا —— حضرت نے ترجمہ کیا ہے: لن تقطع: تو ہرگز زمین کو کاٹ نہیں سکتا یعنی طے نہیں کرسکتا، ساری زمین میں گھوم نہیں سکتا۔

۸- آیت ۴۷ ہے: ﴿نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهِ، إِذْ يَسْتَمِعُوْنَ إِلَيْكَ، وَإِذْهُمْ نَجْوىٰ، إِذْ يَقُوْلُ الظَّالِمُوْنَ: إِنْ تَتَّبِعُوْنَ إِلَّا رَجُلًا مَسْحُوْرًا﴾: ہم خوب جانتے ہیں جس غرض سے وہ لوگ قرآن سنتے ہیں، جس وقت وہ آپؐ کی بات کان لگا کر سنتے ہیں، اور جس وقت وہ باہم سرگوشیاں کرتے ہیں، جس وقت ظالم کہتے ہیں: تم ایک سحر زدہ شخص ہی کی پیروی کررہے ہو —— نَجْوىٰ: ناجاہ مُنَاجاة کا مصدر ہے: کسی سے سرگوشی کرنا، رازدارانہ بات کرنا، اپنی بات آہستہ سے کہنا —— اور اس کو اسم کی جگہ استعمال کیا گیا ہے، اس کو ظالموں کی صفت بنایا ہے، اور معنی ہیں: وہ لوگ سرگوشی کرتے ہیں۔

۹- آیت ۴۹ ہے: ﴿وَقَالُوْا: ءَ إِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا ءَ إِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا﴾: اور وہ کہتے ہیں: کیا جب ہم ہڈیاں اور چورا ہوجائیں گے تو کیا واقعی ہم از سرِ نو زندہ کئے جائیں گے؟! یعنی یہ بات قطعاً ناممکن معلوم ہوتی ہے —— رُفَات: بوسیدہ، گلا ہوا، چورا، وہ چیز جو خشک گھاس کی طرح بوسیدہ ہوکر چورا چورا ہوجائے —— حُطام: کسی چیز کا

چورہ، ریزے۔

۱۰- آیت ۶۴ میں ہے: ﴿وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ، وَأَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ﴾: اور اپنی صدا سے ان میں سے جن کے پیر اکھاڑ سکے اکھاڑ دے، اوران پر اپنے سوار اور پیادے چڑھالا ـــــ اسْتخفه: اوچھا کردیا، ہلکا کردیا ـــــ مجرد فَزّ (ن) فَزًّا کے معنی ہیں: گھبرا دینا، حواس باختہ کرنا باب استفعال میں آکر مبالغہ کے معنی پیدا ہوگئے ہیں، اسْتَفَزَّه من الشيئ کے معنی ہیں: قدم اکھاڑ دینا ـــــ خَيْل کے اصلی معنی گھوڑے کے ہیں، مگر مجازاً سواروں کے لئے استعمال کرتے ہیں، فُرْسان: فارس کی جمع: شہ سوار، گھڑسوار، رَجِلٌ: رَاجِل کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں: پیادہ۔

۱۱- آیت ۶۸ میں ہے: ﴿أَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا﴾: یا تم پر پتھراؤ کرنے والی آندھی بھیج دے! ـــــ حَاصِبًا: حَصْبَاء سے اسم فاعل ہے، حَصْبَاء کنکریوں کو کہتے ہیں، حَاصِبْ: پتھر برسانے والی ہوا، پتھروں کا مینہ ـــــ امام صاحب فرماتے ہیں: حَاصِب کے چند معانی ہیں: (۱) آندھی (۲) تند ہوا کا پتھراؤ۔ سورۃ الانبیاء آیت ۹۸: ﴿حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ میں یہی معنی ہیں یعنی اس کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا، پس وہ جہنم کا کنکر بن جائے گا۔ (۳) جانا، کہا جاتا ہے: حَصَبَ في الأرض: وہ زمین میں گیا یعنی مسافر ہوگیا ـــــ اور حَصْب: حَصْباء بمعنی حجارۃ سے مشتق ہے۔

۱۲- آیت ۶۹ میں ہے: ﴿أَمْ أَمِنْتُمْ أَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً أُخْرٰى﴾: یا تم اس سے مطمئن ہوگئے کہ وہ تمہیں دوبارہ سمندر میں لے جائیں ـــــ تارۃ کی جمع تِيَرٌ اور تَارَاتٌ ہے۔

۱۳- آیت ۶۲ میں ہے: ﴿لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُ﴾: میں اس کی ساری اولاد کو اپنے قابو میں کرلونگا ـــــ احْتِنَاك سے مضارع، صیغہ واحد متکلم، بالام تاکید ونون تاکید ثقیلہ، احْتَنَكَ الفرسَ کے لغوی معنی ہیں: گھوڑے کے منہ میں لگام دینا، اور مجازی معنی ہیں: قابو میں کرنا ـــــ اسْتَأْصَلَ الشيئَ: بیخ کنی کرنا، کسی چیز کی جڑ اکھاڑنا کہا جاتا ہے: احْتَنَك فلان ما عند فلان من علم: فلاں نے فلاں کا سارا علم لے لیا، حاصل کرلیا، یہی ابلیس نے کہا تھا: میں آدمؑ کی ساری اولاد کو لے لونگا، حاصل کرلونگا، قابو میں کرلونگا۔

۱۴- آیت ۱۳ میں ہے: ﴿وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِيْ عُنُقِهِ﴾: اور ہم نے ہر انسان کا عمل اس کے گلے کا ہار بنا رکھا ہے ـــــ أَلْزَمَ إلزاما: لازم کرنا، لگادینا ـــــ الطائر: اسم فاعل: پرندہ، جمع طَيْر اور طُيور، آیت پاک میں نامہ اعمال مراد ہے، کیونکہ وہ قیامت کے دن اڑکر ہاتھ میں آئے گا ـــــ حضرت نے اس کا ترجمہ حَظّ: نصیبہ کیا ہے۔

۱۵- آیت ۳۳ میں ہے: ﴿فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا﴾: ہم نے اس کے وارث کو قصاص لینے کا اختیار دیا ہے ـــــ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ قرآن میں جہاں بھی سلطان آیا ہے، اس کے معنی حجت وبرہان کے ہیں۔

۱۶- آخری آیت میں ہے: ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ﴾: اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے ـــــ اس نے کسی سے کوئی معاہدہ نہیں کیا ـــــ حَالَفَه مُحَالَفَة و حِلاَفًا: معاہدہ کرنا، عہد وپیمان کرنا۔

معراج میں نبی ﷺ کے سامنے دودھ اور شراب کے پیالے پیش کئے گئے اور مشرکین نے تکذیب کی تو بیت المقدس آپؐ کے لئے منکشف کر دیا گیا، اور آپؐ نے دیکھ کر سب علامتیں بتائیں

ہجرت سے کچھ پہلے اسراء ومعراج کا واقعہ پیش آیا ہے، مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک کا سفر 'اسراء' کہلاتا ہے، اور مسجدِ اقصیٰ سے آسمانوں کے اوپر تک کی سیر 'معراج' کہلاتی ہے، اسراء کے معنی ہیں: رات میں چلنا، اور أسری به کے معنی ہیں: رات میں لے چلنا، چونکہ یہ سفر رات میں کرایا گیا تھا، اس لئے وہ اسراء کہلاتا ہے، اور معراج کے معنی ہیں: سیڑھی، چونکہ آسمانوں پر چڑھنے کے لئے سیڑھی (لفٹ) لگائی گئی تھی اس لئے اس کو معراج کہتے ہیں، مگر عرف عام میں دونوں کے مجموعہ کو معراج کہتے ہیں۔ سورۃ بنی اسرائیل معراج کے بیان سے شروع ہوئی ہے، امام بخاریؒ نے اس باب میں دو واقعے ذکر کئے ہیں:

پہلا واقعہ: شبِ معراج میں نبی ﷺ کے سامنے دودھ اور شراب کے پیالے پیش کئے گئے، آپؐ نے دودھ کا برتن لے لیا، پس جبرئیل علیہ السلام نے کہا: اللہ کا شکر ہے، اس نے آپؐ کو فطرت (دینِ اسلام) کی راہ دکھائی، اگر آپ شراب کا پیالہ لیتے تو آپؐ کی امت گمراہ ہو جاتی یعنی ساری امت راہ حق سے ہٹ جاتی، جس طرح گذشتہ امتوں کے ساتھ ہوا کہ کچھ وقت کے بعد عمومی گمراہی پھیل گئی پس نیا پیغمبر مبعوث ہوا اور نبی ﷺ چونکہ خاتم النّبیین ہیں، کوئی نیا نبی اب نہیں آنا، اس لئے امت محمدیہ میں عمومی گمراہی نہیں پھیلے گی، ہمیشہ ایک طائفہ دین حق پر برقرار رہے گا، دودھ کا برتن اختیار کرنا اس کا پیکر محسوس تھا۔

دوسرا واقعہ: مشرکین نے نبی ﷺ سے بیت المقدس کا نقشہ دریافت کیا، اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو آپؐ کے لئے منکشف کر دیا، آپؐ نے دیکھ کر سب علامات بتائیں، اور مشرکین نے تصدیق کی کہ آپؐ نے بیت المقدس کا نقشہ تو بالکل صحیح بتایا ہے، مگر کتّے کی دم ٹیڑھی! ایک بھی ایمان نہیں لایا۔

[۳-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿أَسْرٰى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾

[۴۷۰۹-] حدثنا عَبْدَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، ح: وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ: قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: أُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِإِيْلِيَاءَ بِقَدَحَيْنِ مِنْ خَمْرٍ وَلَبَنٍ، فَنَظَرَ إِلَيْهِمَا فَأَخَذَ اللَّبَنَ، قَالَ جِبْرَئِيْلُ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ هَدَاكَ لِلْفِطْرَةِ، لَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ.[راجع: ۳۳۹۴]

[۴۷۱۰-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِىْ يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ أَبُوْ سَلَمَةَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ:" لَمَّا كَذَّبَنِىْ

قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ، فَجَلَّى اللّٰهُ لِيْ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ، فَطَفِقْتُ أُخْبِرُهُمْ عَنْ آيَاتِهِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ" زَادَ يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِيْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَمِّهِ:" لَمَّا كَذَّبَنِيْ قُرَيْشٌ حِيْنَ أُسْرِىَ بِيْ إِلٰى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ" نَحْوَهُ. [راجع: ۳۸۸۶]

[-۱۷] ﴿قَاصِفًا﴾: رِيْحٌ تَقْصِفُ كُلَّ شَيْئٍ.

حوالہ: دوسری حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۷: ۳۴۶) آئی ہے اور یعقوب کی روایت میں حین أُسری إلخ کا اضافہ ہے۔

۱۷- آیت ۶۹ میں ہے: ﴿فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِنَ الرِّيْحِ﴾: پھر بھیجیں وہ تم پر ہوا کا سخت طوفان —— قَاصِف: اسم فاعل: ایسی تیز وتند آندھی جو ہر اس چیز کو توڑ کر رکھ دے جو بھی اس کی زد میں آجائے، قَصَفَ (ض) قَصْفًا: توڑ دینا، اور باب سمع سے لازم ہے۔

[-٤] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ﴾

[-۱۸] كَرَّمْنَا وَأَكْرَمْنَا وَاحِدٌ. [-۱۹] ﴿ضِعْفَ الْحَيَاةِ﴾: عَذَابَ الْحَيَاةِ وَعَذَابَ الْمَمَاتِ. [-۲۰] ﴿خِلاَفَكَ﴾: وَخَلْفَكَ سَوَاءٌ. [-۲۱] ﴿وَنَأَى﴾: تَبَاعَدَ. [-۲۲] ﴿شَاكِلَتِهِ﴾: نَاحِيَتِهِ، وَهِيَ مِنْ شَكْلَتُهُ. [-۲۳] ﴿صَرَّفْنَا﴾ وَجَّهْنَا. [-۲٤] ﴿قَبِيْلاً﴾: مُعَايَنَةً وَمُقَابَلَةً، وَقِيْلَ: الْقَابِلَةُ، لِأَنَّهَا: مُقَابِلَتُهَا، وَتَقْبَلُ وَلَدَهَا.

۱۸- آیت ۷۰ میں ہے: ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ﴾: اور ہم نے انسان کو عزت بخشی —— شرف وبزرگی عطا فرمائی، قابل احترام مخلوق بنایا —— کرَّم (باب تفعیل) اور أکرم (باب افعال) کے ایک معنی ہیں: عزت بخشنا۔

۱۹- آیت ۷۵ میں ہے: ﴿إِذًا لَّأَذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ﴾: تب ہم ضرور آپ کو چکھاتے زندگی میں دوہرا عذاب اور موت کے بعد دوہرا عذاب —— دونوں میں مضاف پوشیدہ ہے، أی ضعف عذاب الحیاۃ۔

۲۰- آیت ۷۶ میں ہے: ﴿إِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلاَفَكَ إِلَّا قَلِيْلاً﴾: تب نہیں ٹھہریں گے وہ آپ کے بعد مگر تھوڑا سا —— خَلْف اور خِلاف کے ایک معنی ہیں: پیچھے۔

۲۱- آیت ۸۳ میں ہے: ﴿وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَـآ بِجَانِبِهِ﴾: اور جب ہم انسان کو نعمتیں عطا کرتے ہیں تو وہ روگردانی اور پہلو تہی کرتا ہے —— نَـآی: فعل ماضی، صیغہ واحد مذکر غائب نَـأْیٌ باب فتح کا مصدر، نَـآی عن فلان: دور ہونا —— تبَاعَدَ: ایک دوسرے سے دور ہونا۔

۲۲- آیت ۸۴ میں ہے: ﴿قُلْ: كُلٌّ يَعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهِ﴾: کہئے: ہر شخص اپنے ڈھنگ پر کام کرتا ہے شَاكِلَة: اسم فاعل، واحد مؤنث: فطری طریقہ، روش، شَكْلٌ سے، جس کے معنی ہیں: مانند، نظیر، کہا جاتا ہے: لستَ من شَكْلِيْ وَلاَ شَاكِلَتِيْ: تو نہ میری طرح ہے نہ میری روش پر —— اس مفہوم کے لئے دوسرا مترادف لفظ سَجِيَّة ہے، جس کے معنی ہیں:

فطری عادت ـــــ حضرت ابن عباسؓ نے اس کا ترجمہ: علی ناحیته: اپنے کنارہ پر کیا ہے اور ابوعبیدۃؒ نے وَخَلِیْقَتِه بڑھایا ہے یعنی فطری عادت پر۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں: وہ شَکَلَ (ن) فلانا سے ماخوذ ہے: میں نے اس کو پابند کیا۔

۲۳- آیت ۴۱ میں ہے: ﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْآنِ﴾: اور آیت ۸۹ میں ہے: ﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْآنِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ﴾: پہلی آیت کا ترجمہ: اور ہم نے اس قرآن میں (توحید کے مضمون کو) طرح طرح سے بیان کیا ہے، دوسری آیت کا ترجمہ: اور ہم نے لوگوں کے نفع کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کے عمدہ مضامین طرح طرح سے بیان کئے ہیں ـــــ صَرَّف تصریفا: پھیر پھیر کر بیان کرنا، طرح طرح سے سمجھانا وَجَّهْنا: ہم نے راہ نمائی کی ہے، وَجَّهَ فلانا إلی کذا: کسی کی راہ نمائی کرنا۔

۲۴- آیت ۹۲ میں ہے: ﴿أَوْ تَأْتِیَ بِاللّٰهِ وَالْمَلاَئِکَةِ قَبِیْلاً﴾: یا لے آئیں آپ اللہ کو اور فرشتوں کو روبرو ـــــ معاینة: سامنے ظاہر مقابلة: روبرو ـــــ اور دائی کو قابلة اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ بچہ جننے والی عورت کے سامنے ہوتی ہے، اور اس کے بچہ کو لیتی ہے۔

[۲۵-] ﴿خَشْیَةَ الإِنْفَاقِ﴾: أَنْفَقَ الرَّجُلُ: أَمْلَقَ، وَنَفَقَ الشَّیْئُ: ذَهَبَ. [۲۶-] ﴿قَتُوْرًا﴾: مُقْتِرًا. [۲۷-] ﴿لِلْأَذْقَانِ﴾: مُجْتَمَعُ اللِّحْیَیْنِ، وَالْوَاحِدُ ذَقَنٌ. [۲۸-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿مَوْفُوْرًا﴾: وَافِرًا. [۲۹-]﴿تَبِیْعًا﴾:ثَائِرًا،وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ:نَصِیْرًا.[۳۰-]﴿ خَبَتْ﴾:طَفِئَتْ.[۳۱-]وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿لاَتُبَذِّرْ ﴾ : لاَتُنْفِقْ فِی الْبَاطِلِ. [۳۲-] ﴿ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ﴾: رِزْقٍ. [۳۳-] ﴿مَثْبُوْرًا﴾: مَلْعُوْنًا. [۳۴-] ﴿لاَتَقْفُ﴾: لاَتَقُلْ. [۳۵-] ﴿فَجَاسُوْا﴾: تَیَمَّمُوْا. [۳۶-] ﴿یُزْجِیْ لَکُمُ الْفُلْكَ﴾: یُجْرِیْ الْفُلْكَ. [۳۷-] ﴿یَخِرُّوْنَ لِلْأَذْقَانِ﴾: لِلْوُجُوْهِ.

۲۵- آیت ۱۰۰ میں ہے: ﴿إِذًا لَأَمْسَکْتُمْ خَشْیَةَ الإِنْفَاقِ﴾: تب تم ضرور ہاتھ روک لیتے خرچ ہوجانے کے اندیشہ سے ـــــ إنفاق (باب افعال) کے معنی ہیں: خرچ ہوجانا (لازم ہے) أَمْلَق فلان: غریب ومحتاج ہونا ـــــ مجرد نفق (ن) الشیئُ کے معنی ہیں: ختم ہوجانا۔

۲۶- اسی آیت میں ہے: ﴿وَکَانَ الإِنْسَانُ قَتُوْرًا﴾: اور انسان بڑا تنگ دل ہے ـــــ قَتُوْر: صفت مشبہ: کنجوس طبیعت آدمی، قَتَرَ (ن،ض) قَتْرًا وَقُتُوْرًا: بہت ہی کم خرچ کرنا، کنجوسی کرنا ـــــ مُقْتِر: باب افعال سے اسم فاعل: تنگ حال ہونا۔

۲۷- آیات ۱۰۷ و ۱۰۹ میں: ﴿أَذْقَانِ﴾ آیا ہے، اس کے اصلی معنی ہیں ٹھوڑی، دونوں جبڑوں کے ملنے کی جگہ، مفرد ذقن ہے، اور مجازی معنی ہیں: چہرہ، دونوں آیتوں میں مجازی معنی مراد ہیں (یہ بات آگے نمبر ۳۷ پر بیان کی ہے)

۲۸- آیت ۶۳ میں ہے: ﴿إِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاؤُكُمْ جَزَاءً مَّوْفُوْرًا﴾: بے شک دوزخ تمہاری پوری سزا ہے ــــ وَافِرا: أی کاملاً۔

۲۹- آیت ۶۹ میں ہے: ﴿ثُمَّ لَاتَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهِ تَبِيْعًا﴾: پھر نہ پاؤتم اپنے لئے ہمارے خلاف اُس (سزادہی) کی وجہ سے کوئی دعوے دار ــــ تَبِیْع: پیچھا کرنے والا، دعوے دار، تَبَعٌ سے بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے، چونکہ مدعی دعوے کے درپے ہوتا ہے اس لئے مجازاً مدعی کے معنی ہیں ــــ ثَائِرًا: بھڑکنے والا، مدعی بھڑکتا ہے تو دعوی ٹھوکتا ہے (یہ معنی مجاہدؒ نے کئے ہیں)

۳۰- آیت ۹۷ میں ہے: ﴿كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ سَعِيْرًا﴾: جب بھی آگ دھیمی پڑے گی ہم ان کی آگ کی دَہک بڑھادیں گے ــــ خَبَا (ن) خَبْوا: بجھنا، دھیما پڑنا ــــ سعیرًا (بروزن فعیل بمعنی مفعول) تمیز ہے، نسبت کے ابہام کو دور کرتی ہے۔

۳۱- آیت ۲۶ میں ہے: ﴿وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا﴾: مال فضول خرچ مت کر جی کھول کر ــــ اللہ کا دیا ہوا مال موقع محل میں خرچ کر، فضول اور غلط جگہوں میں خرچ مت کر۔

۳۲- آیت ۲۸ ہے: ﴿وَإِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِنْ رَبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَهُمْ قَوْلًا مَيْسُوْرًا﴾: اور اگر تو ان لوگوں سے ــــ حاجت مندوں، غریبوں اور رشتہ داروں سے ــــ پہلوتہی کرے اللہ کے اس رزق کے انتظار میں جس کی تجھے امید ہے تو ان سے نرم بات کہہ ــــ رحمۃ کے معنی روزی کے ہیں۔

۳۳- آیت ۱۰۲ میں ہے: ﴿وَإِنِّيْ لَأَظُنُّكَ يَافِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا﴾: اور اے فرعون! میرے خیال میں تو تو تباہ حال آدمی ہے ــــ مثبور: خیر سے محروم، شامت زدہ، تباہ حال، کم بختی کا مارا، ملعون ثَبَرَه (ن) ثَبْرًا: محنت کرنا، دھتکارنا، محروم کرنا۔

۳۴- آیت ۳۶ میں ہے: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾: اور مت کہہ وہ بات جس کے بارے میں تجھے کچھ خبر نہیں ــــ لاتقف: فعل نہی، صیغہ واحد مذکر حاضر، قَفَا (ن) قُفُوًّا: کسی کے پیچھے چلنا، پیروی کرنا، معنویات میں ترجمہ ہے: کہنا۔

۳۵- آیت ۵ میں ہے: ﴿فَجَاسُوْا خِلَالَ الدِّيَارِ﴾: پس وہ گھروں کے بیچ میں گھس جائیں گے جَاسَ (ن) جَوْسًا الشیئَ: بہت انہماک سے تلاش کرنا، گھروں میں فساد مچانا اور مال ومتاع ڈھونڈھنا ــــ تیمموا: قصد کرنا۔

۳۶- آیت ۶۶ میں ہے: ﴿رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ﴾: تمہارے پروردگار وہ ہیں جو تمہارے لئے سمندر میں کشتی چلاتے ہیں ــــ يُزْجِيْ: إِزْجاء سے: ہانکنا، چلانا۔

۳۷- آیت ۱۰۷ اور ۱۰۹ میں جو ﴿أَذْقَان﴾ (ٹھوڑی) آیا ہے، اس سے مجازی معنی چہرہ مراد ہیں۔

أَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا کے معنی

سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ۱۶ ہے: ﴿وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيْرًا﴾: اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں، تو ہم اس بستی کے خوش حال لوگوں کو (ایمان وطاعت کا) حکم دیتے ہیں، پس وہ اس میں نافرمانیاں کرتے ہیں، پس اس بستی پر اللہ کی بات چسپاں ہوجاتی ہے۔ اور ہم اس بستی کو پوری طرح غارت کردیتے ہیں۔

أَمَرَ (ن) أَمْرًا: حکم دینا، أَمَرْنَا: فعل بافاعل، مُتْرَفِيْهَا (مرکب اضافی) مفعول بہ، ظرف: بطاعۃ اللہ محذوف ——— إِتْراف: عیش دینا، خوش حال بنانا، مُتْرَف (اسم مفعول) خوش حال، فارغ البال، عیش پرست آدمی۔

اور باب نصر وسمع سے اس فعل کے ایک دوسرے معنی بھی آتے ہیں، أَمَرَ اللّٰه القوم (ن): لوگوں کی نسل اور مویشی میں اضافہ کرنا ——— أَمِرَ (س) الشیئُ: بڑھنا، زیادہ ہونا، کہا جاتا ہے: قَلَّ بنو فلان بعد ما أَمِرُوْا: فلاں خاندان بڑھنے کے بعد گھٹ گیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: زمانۂ جاہلیت میں جب کوئی قبیلہ پھلتا پھولتا تو ہم کہتے: أَمِرَ (س) بنو فلان: فلاں خاندان بڑھ گیا، یہ علی مدینیؒ کی ابن عیینہؒ سے روایت ہے، اس میں أَمِرَ (باب سمع سے) ہے، اور حمیدیؒ کی روایت میں أَمَرَ (باب نصر سے) ہے (فتح) ——— مگر ابن مسعودؓ سے آیت کے یہ معنی کرنا مروی نہیں، اور اوپر جو معنی کئے ہیں وہ ابن عباسؓ اور سعید بن جبیرؒ سے مروی ہیں (درمنثور)

بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا﴾ الآيَةَ

[٤٧١١-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، أَخْبَرَنَا مَنْصُوْرٌ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كُنَّا نَقُوْلُ لِلْحَيِّ إِذَا كَثُرُوْا فِي الْجَاهِلِيَّةِ: أَمِرَ بَنُو فُلَانٍ. حدثنا الْحُمَيْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: وَقَالَ: أَمَرَ.

نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے شکر گذار بندے تھے

سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳ میں ہے: ﴿ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ، إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا﴾: اے نسل ان لوگوں کی جن کو ہم نے نوحؑ کے ساتھ کشتی میں سوار کیا! نوحؑ بلاشبہ شکر گذار بندے تھے ——— انسانوں کے دوسرے دادا حضرت نوح علیہ السلام ہیں، آج روئے زمین پر جس قدر انسان ہیں سب آپ کی نسل سے ہیں، نوح علیہ السلام کو سب سے پہلا رسول ہونے کا شرف بھی حاصل ہے، آپؑ سے پہلے صرف انبیاء مبعوث ہوتے تھے، آپ بڑے شکر گذار بندے تھے، ساڑھے نوسو سال دشمنوں کے نرغے میں پھنسے رہے، مگر کبھی حرف شکایت زبان پر نہ لائے، صبر وشکر ان کا شیوہ تھا، پس ان

کی اولاد کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنا چاہئے (یہی آیت کا مدعی ہے) اور حدیث پہلے دو جگہ آئی ہے، مگر مختصر آئی ہے، یہاں مفصل ہے، اس لئے بعد میں ترجمہ کیا جائے گا۔

[٥-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ، إِنَّـهُ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا﴾

[٤٧١٢-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُوْ حَيَّانَ التَّيْمِيُّ، عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيْرٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: أُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِلَحْمٍ، فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ، وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ، فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْشَةً.

ثُمَّ قَالَ: " أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَهَلْ تَدْرُوْنَ مِمَّا ذٰلِكَ؟ يُجْمَعُ النَّاسُ الْأَوَّلِيْنَ وَالآخِرِيْنَ فِيْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ، يُسْمِعُهُمُ الدَّاعِي، وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ، وَتَدْنُو الشَّمْسُ، فَيَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَالاَ يُطِيْقُوْنَ وَلاَ يَحْتَمِلُوْنَ.

فَيَقُوْلُ النَّاسُ: أَلاَ تَرَوْنَ مَا قَدْ بَلَغَكُمْ؟ أَلاَ تَنْظُرُوْنَ مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ إِلٰى رَبِّكُمْ؟ فَيَقُوْلُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ: عَلَيْكُمْ بِآدَمَ. فَيَأْتُوْنَ آدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ لَهُ: أَنْتَ أَبُوْ الْبَشَرِ، خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهِ، وَنَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُوْحِهِ، وَأَمَرَ الْمَلاَئِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ، اشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، أَلاَ تَرَى إِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ أَلاَ تَرَى إِلٰى مَا قَدْ بَلَغَنَا؟ فَيَقُوْلُ آدَمُ: إِنَّ رَبِّيْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنَّهُ قَدْ نَهَانِيْ عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُهُ، نَفْسِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ! اذْهَبُوْا إِلٰى غَيْرِيْ، اذْهَبُوْا إِلٰى نُوْحٍ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت لایا گیا، پس آپؐ کے سامنے بکری کا دست پیش کیا گیا، اور آپ کو دست پسند تھا، چنانچہ آپ نے گوشت دانتوں سے نوچ نوچ کر کھانا شروع کیا۔

پھر فرمایا: میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہونگا، اور کیا تم جانتے ہو یہ بات کیوں ہوگی؟ (آگے جواب ہے، اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن جب کوئی سفارش کے لئے تیار نہ ہوگا تو آپ اولین وآخرین کے لئے سفارش کریں گے اور وہ قبول ہوگی، اس لئے سب لوگ آپ کی سیادت تسلیم کرلیں گے) اللہ تعالیٰ تمام اگلوں پچھلوں کو ایک زمین میں اکٹھا کریں گے، پس سب لوگوں کو پکارنے والا سنائے گا، اور سب لوگوں کو نگاہ چیرے گی، اور سورج لوگوں سے قریب ہوجائے گا، پس لوگ غم اور بے چینی کی اس حالت کو پہنچیں گے جس کی وہ طاقت نہیں رکھیں گے۔ اور اس کو وہ برداشت نہیں کرسکیں گے۔

پس لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے: کیا تم دیکھتے نہیں وہ پریشانی جو تمہیں پہنچ رہی ہے؟ کیا تم دیکھتے نہیں یعنی تلاش کرتے نہیں اس کو جو تمہارے لئے تمہارے پروردگار کے پاس سفارش کرے؟ پس لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے: حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلو، وہ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے، اور کہیں گے: آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں،

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دستِ مبارک سے پیدا کیا، اور آپ میں اپنی روح پھونکی (دونوں اضافتیں تشریف کے لئے ہیں) اور فرشتوں کو حکم دیا، پس انھوں نے آپ کو سجدہ کیا، اس لئے آپ ہمارے لئے اپنے پروردگار سے سفارش کریں، کیا نہیں دیکھتے آپ وہ حالت جس میں ہم ہیں؟ کیا نہیں دیکھتے آپ اس پریشانی کو جس تک ہم پہنچے ہوئے ہیں؟ آدم علیہ السلام جواب دیں گے: میرے پروردگار آج ناراض ہیں، ایسے ناراض کہ اس سے پہلے کبھی ایسے ناراض نہیں ہوئے، اور نہ آج کے بعد کبھی ایسے ناراض ہونگے، اور انھوں نے مجھے درخت کھانے سے منع کیا تھا، پس میں نے ان کی نافرمانی کی، اس لئے مجھے تو اپنی ہی فکر لاحق ہے، آپ لوگ کسی اور کے پاس جائیں، نوح علیہ السلام کے پاس جائیں۔

فَيَأْتُوْنَ نُوْحًا فَيَقُوْلُوْنَ: يَا نُوْحُ، إِنَّكَ أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلٰى أَهْلِ الْأَرْضِ، وَقَدْ سَمَّاكَ اللّٰهُ عَبْدًا شَكُوْرًا، اشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، أَلَا تَرَى إِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ فَيَقُوْلُ: إِنَّ رَبِّىْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنَّهُ قَدْ كَانَتْ لِىْ دَعْوَةٌ دَعَوْتُهَا عَلٰى قَوْمِىْ، نَفْسِىْ نَفْسِىْ نَفْسِىْ، اذْهَبُوْا إِلٰى غَيْرِىْ، اذْهَبُوْا إِلٰى إِبْرَاهِيْمَ.

فَيَأْتُوْنَ إِبْرَاهِيْمَ، فَيَقُوْلُوْنَ: يَا إِبْرَاهِيْمُ، أَنْتَ نَبِىُّ اللّٰهِ وَخَلِيْلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ، اشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، أَلَا تَرَى إِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ فَيَقُوْلُ لَهُمْ: إِنَّ رَبِّىْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنِّىْ قَدْ كُنْتُ كَذَبْتُ ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ — فَذَكَرَهُنَّ أَبُوْ حَيَّانَ فِى الْحَدِيْثِ — نَفْسِىْ نَفْسِىْ نَفْسِىْ، اذْهَبُوْا إِلٰى غَيْرِىْ، اذْهَبُوْا إِلٰى مُوْسَى.

ترجمہ: پس لوگ نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے: اے نوح! آپ زمین والوں کی طرف سب سے پہلے رسول ہیں، اللہ نے آپ کا نام عبد شکور رکھا ہے (یہاں باب ہے) پس ہمارے لئے اپنے پروردگار سے سفارش کریں، کیا نہیں دیکھتے آپ اس حالت کو جس میں ہم ہیں؟ پس وہ کہیں گے: میرے پروردگار آج ایسے ناراض ہیں کہ اس سے پہلے ایسے ناراض کبھی نہیں ہوئے اور نہ آئندہ ایسے ناراض ہونگے، اور میرے لئے ایک مقبول دعا تھی جو میں نے اپنی قوم کی ہلاکت کے لئے کرلی، میں تو اپنے ہی معاملہ میں پریشان ہوں، آپ لوگ کسی اور کے پاس جائیں، آپ لوگ ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں۔

پس لوگ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے، اور کہیں گے: اے ابراہیم! آپ اللہ کے نبی ہیں اور تمام اہل زمین میں سے آپ ہی اللہ کے خاص دوست ہیں، پس آپ ہمارے لئے اپنے پروردگار سے سفارش کریں، کیا آپ نہیں دیکھتے وہ حالت جس میں ہم ہیں؟ پس ابراہیمؑ جواب دیں گے: میرے پروردگار آج سخت ناراض ہیں، ایسے قبل ازیں کبھی ناراض نہیں ہوئے اور بعد ازیں کبھی ایسے ناراض نہ ہونگے، اور میں نے تین خلاف واقعہ باتیں کہی ہیں —— ابوحیانؒ (راوی)

نے ان کو حدیث میں ذکر کیا ـــــ اس لئے مجھے تو اپنی ہی فکر لاحق ہے، آپ لوگ کسی اور کے پاس جائیں، آپ لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں۔

فَيَأْتُوْنَ مُوْسَى فَيَقُوْلُوْنَ: يَا مُوْسَى، أَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَضَّلَكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ عَلَى النَّاسِ، اشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، أَمَا تَرَى إِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ فَيَقُوْلُ: إِنَّ رَبِّيْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنِّيْ قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ أُوْمَرْ بِقَتْلِهَا، نَفْسِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ، اذْهَبُوْا إِلٰى غَيْرِيْ، اذْهَبُوْا إِلٰى عِيْسَى.

فَيَأْتُوْنَ عِيْسٰى فَيَقُوْلُوْنَ: يَا عِيْسَى أَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِنْهُ، وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا، اشْفَعْ لَنَا أَلَا تَرَى إِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ فَيَقُوْلُ عِيْسَى: إِنَّ رَبِّيْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ – وَلَمْ يَذْكُرْ ذَنْبًا – نَفْسِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ، اذْهَبُوْا إِلٰى غَيْرِيْ اذْهَبُوْا إِلٰى مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم.

ترجمہ: پس لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے، اور کہیں گے: اے موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں، اللہ نے آپ کو تمام لوگوں پر اپنی پیغامبری اور اپنی ہم کلامی کے ذریعہ برتری بخشی، آپ ہمارے لئے اپنے پروردگار سے سفارش کریں، کیا نہیں دیکھتے آپ اس حال کو جس میں ہم ہیں؟ پس وہ جواب دیں گے: میرے رب آج ایسے غضبناک ہیں کہ اس سے پہلے ایسے غضبناک نہیں ہوئے، اور نہ اس کے بعد ایسے غضبناک ہونگے، اور میں نے ایک ایسے شخص کو مار ڈالا تھا جس کے مارنے کا میں حکم نہیں دیا گیا تھا، اس لئے مجھ پر تو اپنی ہی فکر سوار ہے، آپ لوگ کسی اور کے پاس جائیں، آپ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں۔

پس لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے، اور عرض کریں گے: اے عیسیٰ! آپ اللہ کے رسول اور اللہ کا بول ہیں جس کو اللہ نے مریم رضی اللہ عنہا کی طرف ڈالا، اور آپ اللہ کی روح ہیں (اضافت تشریف کے لئے ہے) اور آپ نے لوگوں سے پالنے میں بات کی ہے، پس آپ ہمارے لئے اپنے پروردگار سے سفارش کریں، کیا آپ نہیں دیکھتے وہ حال جس میں ہم ہیں؟ عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے: آج میرے رب ایسے سخت غضبناک ہیں کہ قبل ازیں ایسے غضبناک نہیں ہوئے اور نہ بعد ازیں ایسے غضبناک ہونگے ـــــ اور انھوں نے اپنی کسی کوتاہی کا تذکرہ نہیں کیا ـــــ پس مجھ پر تو اپنی ہی فکر سوار ہے، آپ لوگ کسی اور کے پاس جائیں، آپ لوگ محمد ﷺ کے پاس جائیں۔

فَيَأْتُوْنَ مُحَمَّدًا صلى الله عليه وسلم فَيَقُوْلُوْنَ: يَا مُحَمَّدُ، أَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ، وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، اشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، أَلَا تَرَى إِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟

فَأَنْطَلِقُ فَآتِي تَحْتَ الْعَرْشِ، فَأَقَعُ سَاجِدًا لِرَبِّيْ، ثُمَّ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنْ مَحَامِدِهِ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلٰى أَحَدٍ قَبْلِيْ، ثُمَّ يُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ، سَلْ تُعْطَهْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَرْفَعُ رَأْسِيْ. فَأَقُوْلُ: أُمَّتِيْ يَارَبِّ، أُمَّتِيْ يَارَبِّ، أُمَّتِيْ يَارَبِّ، فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ أَدْخِلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لاَ حِسَابَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيْمَا سِوَى ذٰلِكَ مِنَ الْأَبْوَابِ.

ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! إِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيْعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَحِمْيَرَ، أَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرَى"[راجع: ۳۳۴۰]

ترجمہ: پس لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے، اور کہیں گے: اے محمد! آپ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں اور اللہ نے آپ کی وہ کوتاہیاں بخش دی ہیں جو (صلح حدیبیہ) سے پہلے ہوئی ہیں اور وہ کوتاہیاں جو بعد میں ہونگی، آپ ہمارے لئے اپنے پروردگار سے سفارش کریں، کیا نہیں دیکھتے آپ وہ پریشانی جس میں ہم ہیں؟ —— پس میں چلونگا اور عرش کے نیچے پہنچونگا، پس میں اپنے پروردگار کے سامنے سجدہ میں گر پڑونگا، پس اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی تعریفوں میں سے اور اپنی بہترین خوبیوں میں سے اس چیز کو کھولیں گے جس کو اللہ نے مجھ سے پہلے کسی پر نہیں کھولا، پس کہا جائے گا: محمد! اپنا سر اٹھائیے، مانگئے آپ دیئے جائیں گے، سفارش کیجئے آپ کی سفارش قبول کی جائے گی، پس میں اپنا سر اٹھاؤں گا (اور سفارش کرونگا، اللہ تعالیٰ میری سفارش قبول فرمائیں گے، پس اللہ تعالیٰ بادلوں کے سائبان میں زمین پر اتریں گے، اور فرشتے بھی اتریں گے، اور عرشِ الٰہی کو آٹھ فرشتے اٹھا کر زمین پر رکھیں گے، پھر اس کے بعد حساب شروع ہوگا، یہ مضمون ابویعلی کی مسند میں ہے، علامہ ابن کثیر نے نہایۃ البدایہ (۱:۲۴۸) میں اس کو نقل کیا ہے)

(اس کے بعد شفاعت صغری کا بیان ہے:) پس میں کہونگا: اے میرے پروردگار! میری امت! اے میرے پروردگار! میری امت! اے میرے پروردگار! میری امت! یعنی میری امت کی بخشش فرما! پس کہا جائے گا؟ اے محمد! آپ اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جن کا کوئی حساب نہیں ہونا: جنت کے دروازوں میں سے دائیں دروازے سے داخل کریں، اور وہ لوگوں کے ساتھ شریک ہونگے اس کے علاوہ دروازوں میں —— پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جنت کے دروازوں کے پٹوں میں سے دو پٹوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا مکہ اور حمیر کے درمیان ہے یا فرمایا: جتنا مکہ اور بُصری کے درمیان ہے" ترجمہ پورا ہوا، اور شرح تحفۃ الالمعی (۶:۲۰۴) میں ہے۔

تھوڑے وقت میں داؤد علیہ السلام زبور پڑھ لیتے تھے

سورۃ بنی اسرائیل آیت ۵۵ میں ہے: ﴿وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُوْرًا﴾: اور ہم نے داؤد علیہ السلام کو زبور دی —— اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۷:۳۰) گذری ہے کہ داؤد علیہ السلام کے لئے زبور کا پڑھنا آسان کر دیا گیا تھا، وہ سواریاں تیار کرنے کا حکم دے کر تلاوت شروع کرتے تھے اور ابھی سواریاں تیار نہیں ہوتی تھیں کہ آپ زبور پوری پڑھ لیتے تھے۔

[٦-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُوْرًا﴾

[٤٧١٣-] حَدَّثَنِيْ إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "خُفِّفَ عَلٰى دَاوُدَ الْقِرَاءَةُ، فَكَانَ يَأْمُرُ بِدَابَّتِهِ لِتُسْرَجَ، فَكَانَ يَقْرَأُ قَبْلَ أَنْ يَفْرُغَ" يَعْنِيْ الْقُرْآنَ. [راجع: ٢٠٧٣]

معبود جنات ایمان لے آئے، مگر عابد انسان ان کو پوجتے رہے!

سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ۵۶ ہے: ﴿قُلِ ادْعُوْا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِهِ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا﴾: آپ کہیں: تم ان معبودوں کو پکار دیکھو جن کو تم نے اللہ کے علاوہ معبود بنا رکھا تھا، وہ نہ تو کسی تکلیف کو تم سے ہٹا سکتے ہیں، نہ ہی اس کو بدل سکتے ہیں! —— یعنی کسی بھی تکلیف میں ان کا تجربہ کرلو، وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتے، نہ کوئی تکلیف دور کر سکتے ہیں نہ ہلکی کر سکتے ہیں، پھر وہ اللہ کے دردناک عذاب سے تم کو کیا بچالیں گے؟ —— بلکہ کبھی مشرکین کے معبود اللہ کے نیک بندے ہوتے ہیں، وہ اپنی پوجا کرنے والوں سے خوش نہیں ہوتے اور کبھی ان کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ کسی نے ان کی پوجا کی ہے، وہ ان ناہنجاروں کو عذابِ الیم سے کیوں بچائیں گے!

حدیث: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آئندہ باب کی آیت کی تفسیر میں فرمایا: "کچھ انسان کچھ جنات کی پوجا کرتے تھے، پھر جنات مسلمان ہو گئے اور پجاری اپنے باطل دین ہی کو پکڑے رہے" (وہ مسلمان نہیں ہوئے، یہ معبود جو مسلمان ہو گئے: اپنے عابدوں کی کیوں مدد کریں گے؟!) یہ یحییٰ قطانؒ کی روایت ہے، اور عبید اللہ اشجعیؒ کی روایت میں باب کی آیت بھی ہے، پس حدیث کا باب کی آیت سے جوڑ بیٹھ گیا۔

[٧-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿قُلِ ادْعُوْا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِهِ فَلَايَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا﴾

[٤٧١٤-] حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ أَبِيْ مَعْمَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ: ﴿إِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ﴾ قَالَ: كَانَ نَاسٌ مِنَ الإِنْسِ يَعْبُدُوْنَ نَاسًا مِنَ الْجِنِّ، فَأَسْلَمَ الْجِنُّ، وَتَمَسَّكَ هٰؤُلَاءِ بِدِيْنِهِمْ، زَادَ الأَشْجَعِيُّ: عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الأَعْمَشِ: ﴿قُلِ ادْعُوْا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ﴾ [طرفه: ٤٧١٥]

مشرکین نے نیک بندوں کو معبود سمجھ لیا ہے جبکہ وہ اللہ کا قرب ڈھونڈھتے ہیں

سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ۵۷ ہے: ﴿أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ إِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ: أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهُ﴾: یہ لوگ جن کو مشرکین پکارتے ہیں: وہ خود اپنے رب کی طرف رسائی کا ذریعہ تلاش کرتے

ہیں، چاہتے ہیں: کون ان میں سے اللہ سے قریب تر ہوجائے، اور وہ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں، اور اس کے عذاب سے خائف ہیں۔

وسیلہ: تقرب حاصل کرنے کا ذریعہ یعنی ہر وہ چیز جس کو کسی چیز تک پہنچنے کا ذریعہ بنایا جائے، جیسے کنویں کی رسّی وسیلہ ہے، اس کے ذریعہ کنویں کے پانی تک پہنچا جاتا ہے —— اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا وسیلہ ایمان اور اعمالِ صالحہ ہیں، صالحین ایسے اعمال میں لگے رہتے ہیں جو ان کو اللہ سے قریب سے قریب تر کردیں، وہ ہر وقت اللہ کی مرضی پیش نظر رکھتے ہیں، اور احکام شرعیہ کی پابندی کرتے ہیں، پس ان کے عقیدت مندوں کے لئے تو اور بھی ضروری ہے کہ وہ اللہ کو خوش کرنے کی فکر کریں، جبکہ صورتِ حال یہ ہے کہ کچھ انسان کچھ جنات کی پوجا کرتے تھے، پھر جنات تو مسلمان ہوگئے، مگر ان کے پجاری اپنے باطل دین سے چمٹے رہے، اسی طرح مشرکین فرشتوں کو، انبیاء کو اور اولیاء کو پوجتے ہیں، حالانکہ یہ بندے ایمان کے ساتھ طاعات میں کمر بستہ ہیں، اور ان میں سے ہر ایک کوشش کرتا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اللہ سے قریب ہوجائے، مگر ان کے پجاری اپنے طریقہ سے چمٹے ہوئے ہیں، وہ برابر ان کی پوجا کررہے ہیں۔ **فیا للعجب!**

[۸-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿أُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ إِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ﴾ الآيَة.

[٤٧١٥-] حدثنا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ أَبِيْ مَعْمَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ فِي هٰذِهِ الآيَةِ: ﴿الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ إِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ﴾ قَالَ: كَانَ نَاسٌ مِنَ الْجِنِّ كَانُوْا يُعْبَدُوْنَ فَأَسْلَمُوْا. [راجع: ٤٧١٤]

معراج بیداری میں روح اور جسم کے ساتھ ہوئی

سورۃ بنی اسرائیل آیت ۶۰ میں ہے: ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْ يَا الَّتِيْ أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ﴾: اور ہم نے آپ کو (شب ِمعراج میں) جو مشاہدہ کرایا تھا وہ لوگوں کی آزمائش ہی کے لئے تھا یعنی یہ دیکھنے کے لئے تھا کہ کون ایمان پر جمتا ہے اور کون پیچھے ہٹتا ہے؟

رُءْ يَا: رَأَى يَرىٰ کا مصدر ہے، اس کے معنی ہیں: بصارت یا بصیرت سے دیکھنا، نیز فُعلی کے وزن پر اسم بھی ہے، اس وقت معنی ہوتے ہیں: خواب۔ معراج کا واقعہ خواب میں پیش نہیں آیا، بیداری میں روح وجسم کے ساتھ پیش آیا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرمایا: وہ دیکھنا آنکھ کا دیکھنا تھا، جو نبی ﷺ کو شب ِمعراج میں دکھایا گیا، بہ الفاظ دیگر: وہ بصارت کا دیکھنا تھا، بصیرت سے دیکھنا یعنی صرف جاننا نہیں تھا، نہ وہ خواب تھا، کیونکہ خواب دماغ کی آنکھ سے دیکھا جاتا ہے، سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھا جاتا، اور معراج میں سر کی آنکھوں سے مشاہدہ کرایا گیا تھا۔

اور مذکورہ آیت میں مذمت کئے ہوئے درخت کا بھی ذکر ہے، اس سے مراد زقوم کا درخت ہے، یہ ایک تلخ بدبودار

درخت ہے جو جہنم میں پیدا ہوتا ہے، اس کو دوزخی کھائیں گے۔

[۹-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْ أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ﴾

[٤٧١٦-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْ أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ﴾ قَالَ: هِيَ رُؤْيَا عَيْنٍ، أُرِيَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ. ﴿وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ﴾: شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ. [راجع: ٣٨٨٨]

فجر کی نماز فرشتوں کی حاضری کا وقت ہے

سورۃ بنی اسرائیل آیت ۷۸ میں ہے: ﴿إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا﴾: بے شک فجر کی قراءت حاضری کا وقت ہے، حضرت مجاہدؒ نے فرمایا: فجر کی نماز مراد ہے (صرف قرآن پڑھنا مراد نہیں) اور اس کی تفصیل حدیث میں آئی ہے۔ صبح وشام فرشتوں کی ڈیوٹیاں بدلتی ہیں، اور فرشتے عصر اور فجر کی نماز میں شریک ہوتے ہیں، حاضری کے وقت کا یہی مطلب ہے، اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۲: ۵۱۱) آئی ہے۔

[۱۰-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا﴾

قَالَ مُجَاهِدٌ: صَلَاةَ الْفَجْرِ.

[٤٧١٧-] حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، وَابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " فَضْلُ صَلَاةِ الْجَمِيْعِ عَلٰى صَلَاةِ الْوَاحِدِ خَمْسَةٌ وَعِشْرُوْنَ دَرَجَةً، وَتَجْتَمِعُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ فِيْ صَلَاةِ الصُّبْحِ" يَقُوْلُ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: اقْرَءُ وْا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا﴾ [راجع: ٦٤٨]

مقام محمود شفاعتِ کبریٰ کا مقام ہے

سورۃ بنی اسرائیل آیت ۷۹ میں ہے: ﴿عَسٰى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُوْدًا﴾: بعید نہیں کہ آپ کے پروردگار آپ کو مقام محمود (ستودہ مرتبہ) پر فائز کردیں ــــ مقام محمود کا لفظی ترجمہ ہے: تعریف کیا ہوا مرتبہ، اور آیتِ پاک میں شفاعت کبریٰ کا مقام مراد ہے، قیامت کے دن جب اولین وآخرین میدانِ حشر میں اکٹھا ہونگے، اور حساب کتاب شروع نہ ہورہا ہوگا تو ساری خلقت پریشان ہوگی، اور چاہے گی کہ کوئی بندۂ خدا سفارش کرے کہ حساب شروع ہوجائے، مگر وہ دن اس قدر ہولناک ہوگا کہ کوئی پیغمبر شفاعت کی ہمت نہ کرے گا، اس وقت نبی ﷺ شفاعت کریں گے، اس وقت ہر شخص کی زبان پر آپ کی تعریف ہوگی، یہی مقام محمود ہے، اس روز عظمتِ محمدی پوری شان کے ساتھ جلوہ گر ہوگی۔

[۱۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿عَسٰى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُوْدًا﴾

[۴۷۱۸-] حَدَّثَنِيْ إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبَانٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ الْأَحْوَصِ، عَنْ آدَمَ بْنِ عَلِيٍّ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ، يَقُوْلُ: إِنَّ النَّاسَ يَصِيْرُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ جُثًى، كُلُّ أُمَّةٍ تَتَّبِعُ نَبِيَّهَا، يَقُوْلُوْنَ: يَا فُلَانُ اشْفَعْ، يَا فُلَانُ اشْفَعْ، حَتّٰى تَنْتَهِيَ الشَّفَاعَةُ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَذٰلِكَ يَوْمُ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ. [راجع: ۱۴۷۵]

ترجمہ: ابن عمرؓ کہتے ہیں: لوگ قیامت کے دن جماعتیں ہوجائیں گے، ہر امت اپنے نبی کی پیروی کرے گی، وہ کہیں گے: اے فلاں! سفارش کیجئے، اے فلاں! سفارش کیجئے، یہاں تک کہ سفارش نبی ﷺ تک پہنچے گی، پس اس دن اللہ تعالیٰ آپؐ کو مقامِ محمود پر فائز کریں گے —— یہ حدیث پہلی مرتبہ آئی ہے، اور روایت بالمعنی ہے اور یہ روایت شفاعت کبری کی دوسری روایتوں سے ذرا مختلف ہے، اس کو واقعہ کے متعلقات کا اختلاف سمجھنا چاہئے۔ اور جُثیٰ: جثوة کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں: جماعتیں (عمدہ) مٹی کا ڈھیر بھی اسی لفظ کے معنی ہے۔

[۴۷۱۹-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِيْ حَمْزَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ: اللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ، وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ، آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدًا الَّذِيْ وَعَدْتَهُ: حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" رَوَاهُ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه سلم. [راجع ۶۱۴]

حوالہ: یہ حدیث اور اس کی شرح پہلے (تحفۃ القاری ۲: ۴۷۹) آئی ہے۔

فتح مکہ کے دن کعبہ شریف سے مورتیاں ہٹادی گئیں

سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۱ میں ہے: ﴿وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ، إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾: اور اعلان کیجئے کہ حق آگیا اور باطل مٹا، باطل بلاشبہ مٹنے ہی والا ہے —— زَهَقَ (ف) زُهُوْقًا الباطلُ: نیست ونابود ہونا، کمزور ہونا، زَهَقَ الشيئُ: تباہ ہونا، ہلاک ہونا —— فتح مکہ کے دن کعبہ میں جو تین سو ساٹھ بت تھے: نبی ﷺ کے اشارے سے سب اوندھے منہ گر پڑے، اس وقت زبانِ مبارک پر یہ آیت تھی، اور سورۃ سبأ کی آیت ۴۹ تھی کہ حق آگیا اور باطل نہ کرنے کا رہا نہ دھرنے کا۔ اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۵: ۴۹۷ میں) آئی ہے۔

[۱۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ، إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾

يَزْهِقُ: يَهْلِكُ.

[٤٧٢٠-] حدثنا الْحُمَيْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ نَجِيْحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أَبِيْ مَعْمَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم مَكَّةَ وَحَوْلَ الْبَيْتِ سِتُّوْنَ وَثَلاَثُ مِائَةِ نُصُبٍ، فَجَعَلَ يَطْعَنُهَا بِعُوْدٍ فِيْ يَدِهِ وَيَقُوْلُ: ﴿جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ، إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾ ﴿جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ﴾ [راجع: ٢٤٧٨]

روح کی حقیقت سمجھنا مشکل ہے

مشرکین مکہ نے یہود کے مشورہ سے روح کی حقیقت دریافت کی تھی، پس جواب نازل ہوا: ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ، قُلِ الرُّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّيْ وَمَا أُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلاَّ قَلِيْلاً﴾: لوگ آپؐ سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں، آپؐ جواب دیں کہ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے، اور نہیں دیئے گئے تم مگر تھوڑا سا علم یعنی کسی بھی انسان کو اس درجہ کا علم نہیں دیا گیا کہ وہ روح کی حقیقت سمجھ سکے، اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۱: ۴۳۰) آئی ہے۔

[۱۳-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ﴾

[٤٧٢١-] حدثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِيْ، قَالَ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: بَيْنَا أَنَا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ حَرْثٍ، وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلٰى عَسِيْبٍ، إِذْ مَرَّ الْيَهُوْدُ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: سَلُوْهُ عَنِ الرُّوْحِ، فَقَالَ: مَا رَابَكُمْ إِلَيْهِ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لاَيَسْتَقْبِلُكُمْ بِشَيْئٍ تَكْرُهُوْنَهُ، فَقَالُوْا: سَلُوْهُ، فَسَأَلُوْهُ عَنِ الرُّوْحِ، فَأَمْسَكَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ شَيْئًا، فَعَلِمْتُ أَنَّهُ يُوْحَى إِلَيْهِ، فَقُمْتُ مَقَامِيْ، فَلَمَّا نَزَلَ الْوَحْيُ قَالَ: ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ، قُلِ الرُّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّيْ وَمَا أُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلاَّ قَلِيْلاً﴾ [راجع: ١٢٥]

قولہ: فی حَرْث: کھیت میں، اور پہلے فی خَرِب: ویران جگہ میں ہے اور مسلم میں فی نخل: کھجور کے باغ میں ہے —— یہ واقعات کے متعلقات میں اختلاف ہے —— قولہ: ما رَابَکم إلیه: یہ لفظ مشکل ہے، خطابی کے نزدیک صحیح: ما أَرَبُکم إلیه ہے یعنی تمہاری اس کی طرف کیا حاجت ہے؟ یعنی تمہیں اس (روح) سے کیا لینا ہے (عمدۃ)

﴿وَلاَتَجْهَرْ بِصَلاَتِكَ وَلاَ تُخَافِتْ بِهَا﴾ کا شانِ نزول

سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۱۰ میں ہے کہ آپ اپنی نماز نہ بہت زیادہ بلند آواز سے پڑھیں اور نہ بالکل ہی پست آواز سے، اور آپ ان دونوں میں درمیانی راہ اختیار کریں —— اس آیت کا شانِ نزول درج ذیل روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے۔

حدیث: حضرت ابن عباسؓ نے آیتِ کریمہ: ﴿وَلَاتَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾: کی تفسیر میں فرمایا: یہ آیت اتری ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں چھپے ہوئے تھے یعنی علی الاعلان اسلام پیش نہیں کر سکتے تھے، اور جب آپؐ اپنے صحابہ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو قرآن بلند آواز سے پڑھتے تھے (دعوت کا ایک طریقہ یہ بھی ہے) پس جب مشرکین اس کو سنتے تو وہ گالیاں دیتے قرآن کو، قرآن اتارنے والے کو اور قرآن لانے والے کو، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ آپؐ نماز میں قرآن بہت بلند آواز سے نہ پڑھیں کہ مشرکین سنیں اور قرآن کو برا کہیں، اور اپنے ساتھیوں سے پوشیدہ بھی نہ کریں کہ ان کو نہ سنائیں یعنی وہ نہ سن سکیں، بلکہ دونوں میں درمیانی راہ اختیار کریں۔

تشریح: یہ حکم کفار کے درمیان ہی عمل کے لئے نہیں ہے، بلکہ عام ہے، ایک حدیث میں نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا ہے کہ آپ ذرا زور سے پڑھا کریں، کیونکہ آہستہ پڑھنے سے طبیعت اکتا جاتی ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا ہے کہ آپ ذرا آہستہ پڑھیں، کیونکہ بہت بلند آواز سے پڑھنا تھکا دیتا ہے، پس معتدل راہ اختیار کرنی چاہئے، نبی ﷺ نے یہ ہدایات تہجد کی نماز کے بارے میں دی ہیں، اور فرائض میں جہرِ مُفرط کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تو آیت کو دعا تک عام کیا ہے۔

[۱٤-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَلَاتَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾

[۴۷۲۲-] حدثنا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْبِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَلَاتَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ قَالَ: نَزَلَتْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مُخْتَفٍ بِمَكَّةَ، كَانَ إِذَا صَلَّى بِأَصْحَابِهِ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْقُرْآنِ، فَإِذَا سَمِعَ الْمُشْرِكُوْنَ سَبُّوْا الْقُرْآنَ وَمَنْ أَنْزَلَهُ وَمَنْ جَاءَ بِهِ، فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالَى لِنَبِيِّهِ صلى الله عليه وسلم: ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ﴾ أَيْ بِقِرَاءَ تِكَ، فَيَسْمَعَ الْمُشْرِكُوْنَ فَيَسُبُّوْا الْقُرْآنَ ﴿وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ عَنْ أَصْحَابِكَ فَلَا تُسْمِعُهُمْ ﴿وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا﴾ [أطرافه: ۷۴۹۰، ۷۵۲۵، ۷۵۴۷]

[۴۷۲۳-] حَدَّثَنِيْ طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ: ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ قَالَتْ: أُنْزِلَ ذٰلِكَ فِي الدُّعَاءِ. [طرفاه: ۶۳۲۷، ۷۵۲۶]

ملحوظہ: پہلی روایت میں مُخْتَفٍ: ہمارے نسخہ میں مُخْتَفِيْ (یاء کے ساتھ) ہے، فتح اور عمدہ کے نسخوں سے اور ترمذی (حدیث ۳۱۷۰) سے تصحیح کی ہے۔

﴿الحمد للہ! سورۃ بنی اسرائیل کی تفسیر پوری ہوئی﴾

[۱۸] سورة الكهف

بسم الله الرحمن الرحيم

[۱-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿تَقْرِضُهُمْ﴾: تَتْرُكُهُمْ. [۲-] ﴿وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ﴾: ذَهَبٌ وَفِضَّةٌ، وَقَالَ غَيْرُهُ: جَمَاعَةُ الثَّمَرِ. [۳-] ﴿بَاخِعٌ﴾: مُهْلِكٌ ﴿أَسَفًا﴾: نَدَمًا. [٤-] ﴿ الْكَهْفِ﴾ الفَتْحُ فِي الْجَبَلِ. ﴿وَالرَّقِيْمِ﴾ الْكِتَابُ، ﴿مَرْقُوْمٌ﴾: مَكْتُوْبٌ مِنَ الرَّقْمِ. [٥-] ﴿رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾: أَلْهَمْنَاهُمْ صَبْرًا. ﴿لَوْلَآ أَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا﴾ [٦-] ﴿ شَطَطًا﴾: إِفْرَاطًا.

سورۃ الکہف کی تفسیر

الفاظ کے معانی

۱- آیت ۱۷ میں ہے: ﴿وَإِذَا غَرَبَتْ تَقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ﴾: اور جب سورج ڈوبتا ہے تو ان سے بائیں جانب کترا جاتا ہے، تَقْرِض: مضارع واحد مؤنث غائب، قَرَضَ قرضًا: کترا جانا، کترنا۔ مِقْراض: قینچی ـــــ مجاہدؒ نے ترجمہ کیا ہے: چھوڑ دیتا ہے سورج ان کو۔

۲- آیت ۳۴ میں ہے: ﴿وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ﴾: اور اس باغ والے کے پاس اور بھی دولت تھی، مثلاً: سونا چاندی، ثمر کے معنی پھل کے علاوہ دولت کے بھی آتے ہیں (یہ مجاہدؒ کی تفسیر ہے) ـــــ آیت میں دو قراءتیں ہیں: ثُمُر (بضمتین) اور ثَمَر (بفتحتین) اور دونوں ثمرۃ کی جمع ہیں ـــــ جماعةُ الثمر یعنی ثُمُر (بضمتین) ثَمَر (بفتحتین) کی جمع ہے مگر یہ صحیح نہیں۔

۳- آیت ٦ میں ہے: ﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ عَلٰى آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ أَسَفًا﴾: پس ہوسکتا ہے: اگر وہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو آپ ان کے پیچھے پچھتا کر اپنی جان کھودیں! ـــــ بَاخِع (اسم فاعل) بَخْعٌ مصدر: ہلاک کرنے والا ـــــ أَسَفًا: پشیمان ہوکر، مفعول لہ یا حال ہے باخع کے فاعل سے۔

۴- آیت ۹ میں ہے: ﴿أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا﴾: کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ غار والے اور نوشتہ ناموں والے ہماری نشانیوں میں سے کچھ عجیب چیز تھے؟! ـــــ الکَهْف: کھوہ، غار ـــــ غار: چھوٹا ہوتا ہے اور کہف وسیع ـــــ رَقِیم بروزن فعیل بمعنی مرقوم: لکھا ہوا، نوشتہ، سورۃ التطفیف آیت ۹ میں

مَرْقُوْم بھی رَقْم سے بمعنی کتاب: نوشتہ ہے ـــــ سیسہ کی ایک تختی: اصحاب کہف کے نام اور حالات لکھ کر شاہی خزانہ میں رکھی گئی تھی، جیسا کہ آگے نمبر ۱۱ پر آرہا ہے۔

۵- آیت ۲۰ میں ہے: ﴿وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾: اور ہم نے ان کے دل مضبوط کئے، صبر الہام کیا، سورۃ القصص آیت ۱۰ میں بھی یہی محاورہ استعمال کیا ہے: ﴿لَوْلَا أَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا﴾: اگر ہم موسیٰ کی والدہ کا دل مضبوط نہ کرتے۔

۶- آیت ۱۴ میں ہے: ﴿لَقَدْ قُلْنَا إِذًا شَطَطًا﴾: تب تو ہم نے بڑی بے جا بات کہی ـــــ شَطَط: نصر اور ضرب کا مصدر ہے، اس کے اصلی معنی ہیں: حد سے زیادہ دور ہونا، اور جو بات حق سے بہت دور ہو اس کو بھی شَطَط کہتے ہیں ـــــ إفراط: حد سے نکلنا۔

[۷-] ﴿الْوَصِيْدُ﴾: الْفِنَاءُ، وَجَمْعُهُ: وَصَائِدُ وَوُصُدٌ، وَيُقَالُ: الْوَصِيْدُ الْبَابُ. ﴿مُؤْصَدَةٌ﴾: مُطْبَقَةٌ، آصَدَ الْبَابَ وَأَوْصَدَهُ. [۸-] ﴿بَعَثْنَاهُمْ﴾: أَحْيَيْنَاهُمْ. [۹-] ﴿أَزْكٰى﴾: أَكْثَرُ، وَيُقَالُ: أَحَلُّ، وَيُقَالُ: أَكْثَرُ رَيْعًا. [۱۰-] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿أُكُلَهَا﴾: ثَمَرَهَا ﴿وَلَمْ تَظْلِمْ﴾: لَمْ تَنْقُصْ. [۱۱-] وَقَالَ سَعِيْدٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ﴿الرَّقِيْمِ﴾ اللَّوْحُ مِنْ رَصَاصٍ، كَتَبَ عَامِلُهُمْ أَسْمَاءَ هُمْ، ثُمَّ طَرَحَهُ فِيْ خِزَانَتِهِ. [۱۲-] فَضَرَبَ اللّٰهُ عَلٰى آذَانِهِمْ فَنَامُوْا. [۱۳-] وَقَالَ غَيْرُهُ: وَأَلَتْ تَئِلُ: تَنْجُوْ، وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿مَوْئِلًا﴾ مَحْرِزًا. [۱۴-] ﴿لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا﴾ لَا يَعْقِلُوْنَ.

۷- آیت ۱۸ میں ہے: ﴿وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ﴾: اور ان کا کتا غار کے دہانے پر ہاتھ پھیلائے بیٹھا ہے ـــــ الوَصِيْد (اسم) گھر کا صحن، جمع: وَصَائِد اور وُصُد، اور کہا گیا کہ الوصید: گھر کی دہلیز ہے ـــــ اور سورۃ ہمزہ آیت ۸ میں ہے: ﴿إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُؤْصَدَةٌ﴾: بے شک آگ ان پر بند کی ہوئی ہوگی، مُطْبَقَة: ڈھانکی ہوئی، أَطْبَقَ الشيئُ الشيئَ: ڈھانپنا ـــــ آصَدَ الباب اور أَوْصَدَ الباب: دروازہ بند کرنا۔

۸- آیت ۱۹ میں ہے: ﴿وَكَذٰلِكَ بَعَثْنَاهُمْ﴾: اور اسی طرح ہم نے ان کو اٹھایا: (۱) زندہ کیا (۲) نیند سے بیدار کیا۔

۹- اسی آیت میں ہے: ﴿أَيُّهَا أَزْكٰى طَعَامًا﴾: ان میں سے کونسا ستھرا کھانا ہے ـــــ أزکی کے تین ترجمے کئے ہیں: (۱) زیادہ (۲) حلال (۳) بڑھوتری (نما) کے اعتبار سے زیادہ ـــــ اور زکات سے لیا جائے تو ستھرا ترجمہ ہوگا۔

۱۰- آیت ۳۳ میں ہے: ﴿كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ آتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِنْهُ شَيْئًا﴾: دونوں ہی باغ خوب پھلے، اور بار آور ہونے میں انھوں نے ذرا کمی نہیں کی ـــــ ابن عباسؓ نے أُکُل کا ترجمہ پھل کیا ہے، اور لم تظلم کے معنی: لم تنقص: کئے ہیں، یعنی کمی نہیں کی۔

۱۱- حضرت ابن عباسؓ نے الرقیم کے جو معنی کئے ہیں وہ نمبر ۴ پر بیان کردیئے گئے ہیں۔

۱۲- آیت ۱۱ میں ہے: ﴿فَضَرَبْنَا عَلٰى آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا﴾: پس ہم نے اس غار میں ان کے کانوں کوسالہا سال تک تھپک دیا، یعنی وہ سوگئے، پس بعثناهم کا ترجمہ ہے: بیدار کیا۔

۱۳- آیت ۵۸ میں ہے: ﴿بَلْ لَّهُمْ مَوْعِدٌ لَّنْ يَجِدُوْا مِنْ دُوْنِهِ مَوْئِلاً﴾: بلکہ ان کے لئے ایک وعدہ ہے، وہ اس سے ورے ہرگز کوئی سرک جانے کی جگہ نہیں پائیں گے —— مجاہد رحمہ اللہ نے مَوئلا کا ترجمہ مَحْرِزًا کیا ہے، حفاظت کی جگہ، بچاؤ کی جگہ —— مَوْئِل: (اسم ظرف): جائے پناہ، لوٹنے کی جگہ وَأَلَ يَئِلُ وأْلاً من كذا: نجات ڈھونڈھنا وَأَلَ إليه: پناہ لینا، وَأَلَ إلى الله: رجوع کرنا، توبہ کرنا۔

۱۴- آیت ۱۰۱ میں ہے: ﴿وَكَانُوْا لَايَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا﴾: اور وہ سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے یعنی بات سمجھتے نہیں تھے۔

[۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَكَانَ الإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْئٍ جَدَلاً﴾

[٤٧٢٤-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِيْ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ: أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ، عَنْ عَلِيٍّ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ وَقَالَ: "أَلَا تُصَلِّيَانِ"[راجع: ١١٢٧]

انسان بڑا جھگڑالو ہے!

آیت ۵۴ میں ہے: ﴿وَكَانَ الإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْئٍ جَدَلاً﴾: اور انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑالو ہے —— حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما سے نبی ﷺ نے تہجد پڑھنے کے لئے کہا تو حضرت علیؓ نے جواب دیا: ہماری جانیں اللہ کے قبضہ میں ہیں، جب اللہ ہمیں اٹھانا چاہتے ہیں: ہم اٹھتے ہیں۔ یہ جواب سن کر آپؐ اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے چل دیئے کہ انسان بڑا ہی جھگڑالو واقع ہوا ہے (یہ واقعہ تفصیل سے پہلے (تحفۃ القاری ۳: ۳۵۰) آچکا ہے)

[١٥-] ﴿رَجْمًا بِالْغَيْبِ﴾: لَمْ يَسْتَبِنْ. [١٦-] ﴿فُرُطًا﴾: نَدَمًا. [١٧-] ﴿سُرَادِقُهَا﴾: مِثْلُ السُّرَادِقِ وَالْحُجْرَةِ الَّتِيْ تُطِيْفُ بِالْفَسَاطِيْطِ. [١٨-] ﴿يُحَاوِرُهُ﴾ مِنَ الْمُحَاوَرَةِ. [١٩-] ﴿لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ﴾: أَيْ لٰكِنْ أَنَا هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ، ثُمَّ حَذَفَ الأَلِفَ وَأَدْغَمَ إِحْدَى النُّوْنَيْنِ فِي الأُخْرَى. [٢٠-] ﴿زَلَقًا﴾: لَايَثْبُتُ فِيْهِ قَدَمٌ. [٢١-] ﴿هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ﴾: مَصْدَرُ الْوَلِيِّ. [٢٢-] ﴿عُقْبًا﴾: عَاقِبَةٌ وَعُقْبَى وَعَقِبَةٌ وَاحِدٌ، وَهِيَ الآخِرَةُ. [٢٣-] قِبَلاً و﴿قُبُلاً﴾ وَقَبَلاً: اسْتِئْنَافًا. [٢٤-] ﴿لِيُدْحِضُوْا﴾: لِيُزِيْلُوْا، الدَّحْضُ: الزَّلَقُ.

۱۵- آیت ۲۲ میں ہے: ﴿رَجْمًا بِالْغَيْبِ﴾: نشانہ دیکھے بغیر پتھر پھینکنا، اٹکل پچو تیر چلانا، لم يَسْتَبِن: ظاہر اور واضح نہیں ہوا یعنی یہ دونوں قول ایسے ہیں جیسے کوئی بے نشانہ دیکھے تیر چلائے، سمجھے بغیر بات ہانک دے!

۱۶- آیت ۲۸ میں ہے: ﴿وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا﴾: اوراس کا معاملہ حد سے گذرا ہوا تھا —— الفُرُط (وصف یا مصدر): حد سے گذرا ہوا، چھوڑا ہوا کام، فَرَطَ (ن) فی الأمر: کوتاہی کرنا، نَدَمًا: پچھتانا (یہ لازمی معنی سے تفسیر ہے)

۱۷- آیت ۳۸ میں ہے: ﴿أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا﴾: اُس آگ کی قناتیں ان کو گھیرے ہوئے ہیں —— سُرَادِق: مفرد، جمع سُرَادِقَات، یہ لفظ معرب ہے، سرادق: ہر وہ چیز جو کسی چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہو، خواہ چہار دیواری ہو یا شامیانہ یا خیمہ —— فرمایا: سرادق: جیسے قنات اور دیوار جو بڑے خیموں کو گھیرتی ہے۔

۱۸- آیت ۳۴ میں ہے: ﴿فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ﴾: پس وہ اپنے ساتھی سے باتیں کرتے ہوئے کہنے لگا —— يُحَاوِر: از باب مفاعلہ، حَاوَرَهُ: گفتگو کرنا، جواب دینا۔

۱۹- آیت ۳۸ ہے: ﴿لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّيْ أَحَدًا﴾: رہا میں تو میرے پروردگار وہی اللہ تعالیٰ ہیں، اور میں ان کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا —— لٰكِنَّا: دو لفظ ہیں: لٰكِنْ (حرف استدراک) اور أَنَا (ضمیر واحد متکلم) ہمزہ کو خلافِ قیاس اس کی حرکت کے ساتھ حذف کر دیا، پھر نون کا نون میں ادغام کیا، اور أنَا کا الف حالت وصل میں نہیں پڑھا جاتا، اور لٰكِنْ بے عمل ہے اور اس میں جو أَنَا ہے وہ مبتدا اول ہے، هو مبتدا ثانی، الله مبتدا ثابت اور رَبِّيْ خبر۔

۲۰- آیت ۴۰ میں ہے: ﴿فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا﴾: پس ہو جائے وہ صاف میدان —— الزَّلَق: پھسلن کی جگہ، چکنی سپاٹ زمین جس میں کچھ نہ ہو، پڑا یعنی ایسی صاف زمین جس پر پیر پھسلنے لگیں، زَلِقَ (س، ن) زَلَقًا: پھسلنا۔

۲۱- آیت ۴۴ میں ہے: ﴿هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ﴾: ایسے مواقع پر مدد کرنا بس اللہ برحق کا کام ہے —— الوَلاية (مصدر) وَلِيَ يَلِي وِلَايَة وَوَلَاية الشيئَ وعلى الشيئِ: والی ہونا، متصرف ہونا، کارساز ہوا۔

۲۲- پھر اسی آیت میں ہے: ﴿هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَخَيْرٌ عُقْبًا﴾: انہی کا انعام بہتر ہے اور انہی کا ظاہر کیا ہوا انجام بخیر ہے —— یعنی جو مآل کار ظاہر فرمائیں وہی بندے کے حق میں بہتر ہے عُقْب: بدلہ، جزاء، ثواب —— تین لفظ ہم معنی ہیں: عَاقِبة، عُقْبٰى اور عَقِبَة، اور معنی ہیں: آخرت۔

۲۳- آیت ۵۵ میں ہے: ﴿أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا﴾: یا ازسرنو عذاب ان کو پہنچے یعنی ایسا عذاب آئے کہ ویسا پہلے کبھی نہ آیا ہو —— قِبَل (بکسر فتح) اور قُبُلًا (بضمتين) اور قَبَلًا (بفتحتين): تینوں کے معنی ہیں: ازسرنو۔

۲۴- آیت ۵۶ میں ہے: ﴿وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ﴾: اور کافر ناحق کا جھگڑا کھڑا کرتے ہیں تاکہ وہ اس کے ذریعہ سچی بات کو ٹلا دیں —— اِدْحَاض (افعال) پھسلانا، ٹلانا، دَحَضَتْ رِجلُه: اس کا پاؤں پھسل گیا، مكانٌ دَحْض: پھلنے کی جگہ حُجَّةٌ دَاحِضَة: باطل دلیل۔ الزَّلَق: پھلسن۔

حضرتِ خضر سے ملنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام گئے تھے

سورۃ الکہف آیا ۶۰-۸۴ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعلیمی سفرنامہ ہے، یہود نے اس واقعہ کو اپنے پیغمبر کی کسر شان

سمجھا، چنانچہ انھوں نے اس واقعہ کو ایک فرضی موسیٰ کے نام جوڑ دیا۔ نوف بکالی نے کہا: یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نہیں ہے، بلکہ وہ ایک دوسرے موسیٰ ہیں جن کے والد کا نام میشان ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد کا نام عمران ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے نوف بکالی کی بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کی تو انھوں نے نوف کی بات کی پرزور تردید کی، اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث سنائی۔ یہ حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۱:۴۱۹) آچکی ہے۔

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَإِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتَاهُ لاَ أَبْرَحُ حَتّٰى أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا﴾ زَمَانًا، وَجَمْعُهُ: أَحْقَابٌ.

لغت: حُقُب: زمانہ کی ایک مقررہ مدت، مجازی معنی: مدت دراز اور غیر منقطع زمانہ، جمع أَحْقَاب، جیسے عُنُق کی جمع أَعْنَاق ـــــ اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا: میں برابر چلتا رہونگا یہاں تک کہ دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچ جاؤں یا ایک عمر بیت جائے یعنی منزل پر پہنچ کر ہی دم لونگا یا صدیاں چلتا رہونگا ہمت نہ ہارونگا۔

[٤٧٢٥-] حدثنا الْحُمَيْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ ابْنُ جُبَيْرٍ، قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: إِنَّ نَوْفًا الْبِكَالِيَّ يَزْعُمُ أَنَّ مُوْسَى صَاحِبَ الْخَضِرِ لَيْسَ هُوَ مُوْسَى صَاحِبَ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كَذَبَ عَدُوُّ اللّٰهِ! حَدَّثَنِيْ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: " إِنَّ مُوْسٰى قَامَ خَطِيْبًا فِيْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ، فَسُئِلَ: أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ؟ فَقَالَ: أَنَا، فَعَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، إِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَيْهِ، فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ أَنَّ لِيْ عَبْدًا بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ، قَالَ مُوْسٰى: يَارَبِّ فَكَيْفَ لِيْ بِهِ؟ قَالَ: تَأْخُذُ مَعَكَ حُوْتًا فَتَجْعَلُهُ فِيْ مِكْتَلٍ، فَحَيْثُمَا فَقَدْتَ الْحُوْتَ فَهُوَ ثَمَّ.

فَأَخَذَ حُوْتًا فَجَعَلَهُ فِيْ مِكْتَلٍ، ثُمَّ انْطَلَقَ، وَانْطَلَقَ مَعَهُ بِفَتَاهُ يُوْشَعَ بْنِ نُوْنٍ، حَتّٰى إِذَا أَتَيَا الصَّخْرَةَ وَضَعَا رُءُوْسَهُمَا فَنَامَا، وَاضْطَرَبَ الْحُوْتُ فِي الْمِكْتَلِ، فَخَرَجَ مِنْهُ، فَسَقَطَ فِي الْبَحْرِ ﴿فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا﴾ وَأَمْسَكَ اللّٰهُ عَنِ الْحُوْتِ جِرْيَةَ الْمَاءِ، فَصَارَ عَلَيْهِ مِثْلَ الطَّاقِ، فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ نَسِيَ صَاحِبُهُ أَنْ يُخْبِرَهُ بِالْحُوْتِ، فَانْطَلَقَا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمَا وَلَيْلَتَهُمَا، حَتّٰى إِذَا كَانَ مِنَ الْغَدِ ﴿قَالَ﴾ مُوْسٰى: ﴿لِفَتَاهُ آتِنَا غَدَآءَ نَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا﴾[الكهف: ٦٢] قَالَ: وَلَمْ يَجِدْ مُوْسٰى النَّصَبَ حَتّٰى جَاوَزَ الْمَكَانَ الَّذِيْ أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ، فَقَالَ لَهُ فَتَاهُ: ﴿أَرَءَ يْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَا أَنْسَانِيْهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ، وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا﴾ [الكهف: ٦٣] قَالَ: فَكَانَ لِلْحُوْتِ سَرَبًا وَلِمُوْسٰى وَفَتَاهُ عَجَبًا، فَقَالَ مُوْسٰى: ﴿ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰى آثَارِهِمَا قَصَصًا﴾ [الكهف: ٦٤] قَالَ: رَجَعَا يُقَصَّانِ آثَارَهُمَا حَتّٰى انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ، فَإِذَا رَجُلٌ مُسَجًّى

ثَوْبًا، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ مُوْسٰى، فَقَالَ الْخَضِرُ: وَأَنّٰى بِأَرْضِكَ السَّلَامُ؟ قَالَ: أَنَا مُوْسٰى. قَالَ: مُوْسٰى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ؟ قَالَ: نَعَمْ، أَتَيْتُكَ لِتُعَلِّمَنِيْ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا﴾ [الكهف: ٦٧] يَامُوْسٰى إِنِّيْ عَلٰى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَنِيْهِ لَاتَعْلَمُهُ أَنْتَ، وَأَنْتَ عَلٰى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَكَ اللّٰهُ لَا أَعْلَمُهُ، فَقَالَ مُوْسٰى: ﴿سَتَجِدُنِيْ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِيْ لَكَ أَمْرًا﴾ [الكهف: ٦٩] فَقَالَ لَهُ الْخَضِرُ: ﴿فَإِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْئَلْنِيْ عَنْ شَيْئٍ حَتّٰى أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ○ فَانْطَلَقَا﴾ يَمْشِيَانِ عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ، فَمَرَّتْ سَفِيْنَةٌ فَكَلَّمُوْهُ أَنْ يَحْمِلُوْهُم، فَعَرَفُوْا الْخَضِرَ، فَحَمَلُوْهُ بِغَيْرِ نَوْلٍ، فَلَمَّا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ، لَمْ يَفْجَ إِلَّا وَالْخَضِرُ قَدْ قَلَعَ لَوْحًا مِنْ أَلْوَاحِ السَّفِيْنَةِ بِالْقَدُوْمِ، فَقَالَ لَهُ مُوْسٰى: قَوْمٌ قَدْ حَمَلُوْنَا بِغَيْرِ نَوْلٍ، عَمَدْتَ إِلٰى سَفِيْنَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا ﴿لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا ○ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ○ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ أَمْرِيْ عُسْرًا﴾ [الكهف: ٧١-٧٣] قَالَ: وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " فَكَانَتِ الْأُوْلٰى مِنْ مُوْسَى نِسْيَانًا، قَالَ: وَجَاءَ عُصْفُوْرٌ فَوَقَعَ عَلٰى حَرْفِ السَّفِيْنَةِ فَنَقَرَ فِي الْبَحْرِ نَقْرَةً، فَقَالَ لَهُ الْخَضِرُ: مَا عِلْمِيْ وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ إِلَّا مِثْلُ مَا نَقَصَ هٰذَا الْعُصْفُوْرُ مِنْ هٰذَا الْبَحْرِ، ثُمَّ خَرَجَا مِنَ السَّفِيْنَةِ، فَبَيْنَمَا هُمَا يَمْشِيَانِ عَلٰى السَّاحِلِ، إِذْ أَبْصَرَ الْخَضِرُ غُلَامًا يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ، فَأَخَذَ الْخَضِرُ رَأْسَهُ بِيَدِهِ فَاقْتَلَعَهُ بِيَدِهِ فَقَتَلَهُ. فَقَالَ لَهُ مُوْسٰى: ﴿أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَاكِيَةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا ○ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا﴾ [الكهف: ٧٤-٧٥] قَالَ: وَهٰذَا أَشَدُّ مِنَ الْأُوْلٰى، ﴿قَالَ إِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْئٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ○ فَانْطَلَقَا حَتّٰى إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَآ أَهْلَهَا فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُرِيْدُ أَنْ يَنْقَضَّ﴾ [الكهف: ٧٦-٧٧] - قَالَ: مَائِلٌ- فَقَامَ الْخَضِرُ ﴿فَأَقَامَهُ﴾ بِيَدِهِ، فَقَالَ مُوْسٰى: قَوْمٌ أَتَيْنَاهُمْ فَلَمْ يُطْعِمُوْنَا، وَلَمْ يُضَيِّفُوْنَا، ﴿لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا ○ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿ذٰلِكَ تَأْوِيْلُ مَالَمْ تَسْطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا﴾ [الكهف: ٧٧-٨٢] فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " وَدِدْنَا أَنَّ مُوْسٰى كَانَ صَبَرَ حَتّٰى يَقُصَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا مِنْ خَبَرِهِمَا"

قَالَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ: فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقْرَأُ: " وَكَانَ أَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا" وَكَانَ يَقْرَأُ: " وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ كَافِرًا وَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ" [راجع: ٧٤]

وضاحتیں: قوله: كَذَبَ عَدُوُّ اللّٰهِ: دشمنِ خدا نے غلط کہا، یہ تغلیظ ہے، سختی سے تردید کی ہے، ورنہ نوف بکالی اچھے مسلمان تھے .... عَتَبَ: اظہار ناراضگی کیا .... جِرْيَةَ الماءِ: پانی کا بہاؤ .... نَوْلٌ: کشتی کا کرایہ .... لَمْ يَفْجَ: اچانک پیش نہیں آیا فجأه الأمر (ف) فَجْئًا: اچانک پیش آنا، غیر متوقع طور پر آنا .... القَدُوم: بسولا (جس

سے لکڑی تراشی جاتی ہے)...........وھذا أَشَدُّ من الأُولی: یہ پہلے سے زیادہ سخت ہے یعنی اس مرتبہ زیادہ ناراضگی کا اظہار کیا ہے، اس مرتبہ لك بڑھایا ہے...........قال: مائل: راوی نے کہا دیوار جھک رہی تھی۔

دو دریاؤں کے سنگم پر دونوں اپنی مچھلی بھول گئے

سورۃ الکہف آیت ۶۱ میں ہے: ''پھر جب وہ دونوں دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچے تو دونوں اپنی مچھلی بھول گئے، پس اس نے دریا میں سرنگ نما راہ بنالی'' ـــــ دریاؤں کے سنگم پر پہنچ کر دونوں ایک پتھر پر سر رکھ کر سو گئے، اور ستا کر آگے کی راہ لی، اور مچھلی والا تھیلا دونوں وہیں بھول گئے، ان کے روانہ ہونے کے بعد مچھلی زندہ ہو کر سمندر میں چلی گئی، اور جس راستہ سے گئی تھی وہاں سرنگ نما سوراخ بن گیا، جب واپس لوٹے تو اسی سوراخ سے پہچانا کہ یہی وہ چٹان ہے جس پر ہم سوئے تھے۔

لغت: السَّرَبُ: راستہ، مَذْهَب: راستہ، جانے کی جگہ ـــــ سَرَبَ (ن) الماءُ: پانی کا جاری ہونا، سَرَبَ الرجلُ: چلنا، یَسْلُكُ: چلتا ہے، اسی سے سورۃ الرعد آیت ۱۰ میں ہے: ﴿وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ﴾: اور جو دن میں پھرنے والا ہے۔

اور حدیث پہلے دو جگہ آئی ہے (حدیث ۱۲۲،۷۴۲۸) مگر مختصر آئی ہے، یہاں مفصل ہے اس لئے ترجمہ کیا جائے گا۔

[۳-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا﴾

مَذْهَبًا، يَسْرَبُ: يَسْلُكُ، وَمِنْهُ: ﴿وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ﴾ [الرعد: ۱۰]

[۴۷۲۶-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ: أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ يَعْلَى بْنُ مُسْلِمٍ، وَعَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ - يَزِيْدُ أَحَدُهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ - وَغَيْرُهُمَا قَدْ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُهُ عَنْ سَعِيْدٍ، قَالَ: إِنَّا لَعِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ بَيْتِهِ، إِذْ قَالَ: سَلُوْنِيْ، قُلْتُ: أَيْ أَبَا عَبَّاسٍ - جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَاكَ! - بِالْكُوْفَةِ رَجُلٌ قَاصٌّ يُقَالُ لَهُ: نَوْفٌ، يَزْعُمُ أَنَّهُ لَيْسَ بِمُوْسَى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ، أَمَّا عَمْرٌو فَقَالَ لِيْ: قَالَ: قَدْ كَذَبَ عَدُوُّ اللّٰهِ! وَأَمَّا يَعْلَى فَقَالَ لِيْ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: حَدَّثَنِيْ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " مُوْسَى رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ، قَالَ: ذَكَّرَ النَّاسَ يَوْمًا، حَتَّى إِذَا فَاضَتِ الْعُيُوْنُ، وَرَقَّتِ الْقُلُوْبُ وَلَّى، فَأَدْرَكَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: أَيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ! هَلْ فِي الْأَرْضِ أَحَدٌ أَعْلَمُ مِنْكَ؟ قَالَ: لاَ، فَعَتَبَ عَلَيْهِ إِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَى اللّٰهِ، قِيْلَ: بَلَى! قَالَ: أَيْ رَبِّ! وَأَيْنَ؟ قَالَ: بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ، قَالَ: أَيْ رَبِّ اجْعَلْ لِيْ عَلَمًا أَعْلَمُ ذٰلِكَ مِنْهُ"

ترجمہ: ابن جریجؒ کہتے ہیں: مجھ سے یعلی بن مسلمؒ نے اور عمرو بن دینارؒ نے حدیث بیان کی سعید بن جبیرؒ سے روایت کرتے ہوئے ـــــ اضافہ کرتا ہے ان میں سے ایک اپنے ساتھی پر یعنی دونوں کی حدیثیں کم وبیش ہیں ـــــ اور ان دونوں کے علاوہ نے (بھی) مجھے خبر دی، سنا میں نے اس غیر کو بیان کرتا ہے وہ حدیث سعیدؒ سے روایت کرتے ہوئے ـــــ سعیدؒ

نے کہا: ہم ابن عباسؓ کے پاس ان کے گھر میں تھے، اچانک انھوں نے کہا: مجھ سے پوچھو، میں نے کہا: اے ابوالعباس! (یہ بھی ابن عباسؓ کی کنیت ہے) مجھے اللہ تعالیٰ آپ پر نثار کریں! کوفہ میں ایک واعظ ہے، اس کو نوف کہا جاتا ہے، وہ کہتا ہے کہ وہ بنی اسرائیل والے موسیٰ نہیں تھے ــــ رہے عمرو بن دینارؒ تو انھوں نے مجھ سے (ابن جریج سے) کہا: ابن عباسؓ نے کہا: اللہ کے دشمن نے بالکل جھوٹ کہا! ــــ اور رہے یعلی بن مسلمؒ تو انھوں نے مجھ سے (ابن جریج سے) کہا کہ ابن عباسؓ نے فرمایا: مجھ سے ابی بن کعبؓ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (وہ) اللہ کے رسول موسیٰ علیہ السلام ہیں، انھوں نے کہا: موسیٰ علیہ السلام نے ایک دن لوگوں کے سامنے وعظ کہا، یہاں تک کہ جب آنکھیں اشک بار ہوگئیں اور دل نرم پڑ گئے تو موسیٰ نے پیٹھ پھیری یعنی مجلس سے روانہ ہوگئے، پس ان کو ایک آدمی نے پایا یعنی ان سے ملا اور پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا زمین میں آپ سے زیادہ بھی کوئی جاننے والا ہے؟ موسیٰ نے کہا: نہیں! پس اللہ تعالیٰ نے اظہار ناراضگی کیا، جب انھوں نے علم کو اللہ کی طرف نہیں پھیرا یعنی اللہ أعلم نہیں کہا۔ (ان سے) کہا گیا: کیوں نہیں! یعنی آپ سے زیادہ جاننے والا ہے، موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! اور کہاں ہے وہ؟ فرمایا: دو دریاؤں کے سنگم پر ہے، موسیٰ نے عرض کیا: اے رب میرے لئے کوئی نشانی مقرر کیجئے کہ جانوں میں وہ بات اس سے یعنی جو علم میں نہیں جانتا اس سے سیکھوں!

فَقَالَ لِیْ عَمْرٌو: قَالَ:" حَیْثُ یُفَارِقُكَ الْحُوْتُ" وَقَالَ لِیْ یَعْلٰی: قَالَ:" خُذْنُوْنًا مَیِّتًا حَیْثُ یُنْفَخُ فِیْهِ الرُّوْحُ، فَأَخَذَ حُوْتًا فَجَعَلَهُ فِی مِکْتَلٍ، فَقَالَ لِفَتَاهُ: لَا أُکَلِّفُكَ إِلَّا أَنْ تُخْبِرَنِیْ بِحَیْثُ یُفَارِقُكَ الْحُوْتُ، قَالَ: مَا کَلَّفْتَ کَثِیْرًا، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ جَلَّ ذِکْرُهُ: ﴿وَإِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتَاهُ﴾ یُوْشَعَ بْنِ نُوْنٍ – لَیْسَتْ عَنْ سَعِیْدٍ – قَالَ: فَبَیْنَمَا هُوَ فِی ظِلِّ صَخْرَةٍ فِیْ مَکَانٍ ثَرْیَانَ، إِذْ تَضَرَّبَ الْحُوْتُ، وَمُوْسٰی نَائِمٌ، فَقَالَ فَتَاهُ: لَاأُوْقِظُهُ، حَتّٰی إِذَا اسْتَیْقَظَ نَسِیَ أَنْ یُخْبِرَهُ، وَتَضَرَّبَ الْحُوْتُ، حَتّٰی دَخَلَ الْبَحْرَ، فَأَمْسَكَ اللّٰهُ عَنْهُ جِرْیَةَ الْبَحْرِ، حَتّٰی کَأَنَّ أَثَرَهُ فِی حَجَرٍ – قَالَ لِیْ عَمْرٌو: هٰکَذَا کَأَنَّ أَثَرَهُ فِیْ حَجَرٍ، وَحَلَّقَ بَیْنَ إِبْهَامَیْهِ وَاللَّتَیْنِ تَلِیَانِهِمَا – ﴿لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا﴾ قَالَ: قَدْ قَطَعَ اللّٰهُ عَنْكَ النَّصَبَ – لَیْسَتْ هٰذِهِ عَنْ سَعِیْدٍ أَخْبَرَهُ – فَرَجَعَا فَوَجَدَا خَضِرًا.

ترجمہ: پس مجھ سے عمرو بن دینارؒ نے کہا: انھوں نے کہا: "جہاں مچھلی تم سے جدا ہوجائے" (وہاں وہ بندہ ملے گا) اور مجھ سے یعلی بن مسلمؒ نے کہا: انھوں نے کہا: آپ ایک مری ہوئی مچھلی لیں، جہاں اس میں روح پھونکی جائے (وہاں وہ بندہ ملے گا) پس انھوں نے ایک مچھلی لی، اور اس کو ایک بڑے تھیلے میں رکھا، اور اپنے خادم سے کہا: میں تجھے مکلّف نہیں بناتا مگر اس بات کا کہ تو مجھے بتلائے جہاں مچھلی تجھ سے جدا ہوجائے، اس نے کہا: آپ نے مجھے کسی مشکل کام کا مکلّف نہیں بنایا یعنی یہ کوئی بڑی بات نہیں! یہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور جب موسیٰ نے اپنے خادم یوشع بن نون سے کہا" ــــ خادم کے نام

کی تعیین حضرت سعیدؒ سے مروی نہیں ـــــ اس نے کہا: پس دریں اثناء کہ وہ ایک چٹان کے سایے میں تھے، ایک نمناک جگہ میں: اچانک مچھلی تڑپی، اور موسیٰ سوئے ہوئے تھے، پس ان کے خادم نے (دل میں) کہا: میں آپ کو بیدار نہیں کرتا (جب آپ خود بیدار ہونگے تب بتلاؤنگا) یہاں تک کہ جب وہ بیدار ہوئے تو خادم ان کو بتلانا بھول گیا، اور مچھلی تڑپی یہاں تک کہ وہ سمندر میں چلی گئی، پس اللہ تعالیٰ نے اس سے پانی کا بہاؤ روک دیا، یہاں تک کہ گویا مچھلی کا اثر پتھر میں ہے یعنی جس طرح پتھر میں سوراخ ہوتا ہے: پانی میں سوراخ ہوگیا ـــــ مجھ سے عمرو بن دینارؒ نے کہا: اس طرح گویا مچھلی کا اثر پتھر میں ہے، اور انھوں نے حلقہ بنایا اپنے دونوں انگوٹھوں اور ان دو انگلیوں سے جو انگوٹھوں سے ملی ہوئی ہیں یعنی شہادت کی انگلی سے یعنی دونوں ہاتھوں سے حلقہ بنا کر دکھایا کہ اس طرح سوراخ بن گیا ـــــ ''بخدا! آج کے سفر میں تو ہم تھک گئے!'' انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ سے تھکن کو کاٹ دیا تھا، یعنی آج تک آپ تھکے نہیں تھے، آج پہلی مرتبہ تھکن محسوس کی ـــــ نہیں ہے یہ بات سعیدؒ سے مروی، بتلائی ہو انھوں نے (یہ بات) عمرو کو، بلکہ کسی اور استاذ سے انھوں نے یہ بات روایت کی ہے) پس دونوں لوٹے اور دونوں نے خضر کو پایا۔

قَالَ لِيْ عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ سُلَيْمَانَ: عَلٰى طِنْفُسَةٍ خَضْرَاءَ عَلٰى كَبِدِ الْبَحْرِ قَالَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ: مُسَجًّى بِثَوْبِهِ، قَدْ جَعَلَ طَرَفَهُ تَحْتَ رِجْلَيْهِ، وَطَرَفَهُ تَحْتَ رَأْسِهِ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ مُوْسٰى، فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ، وَقَالَ: هَلْ بِأَرْضِيْ مِنْ سَلَامٍ؟ مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: أَنَا مُوْسٰى، قَالَ: مُوْسٰى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَمَا شَأْنُكَ؟ قَالَ: جِئْتُ لِتُعَلِّمَنِيْ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا. قَالَ: أَمَا يَكْفِيْكَ أَنَّ التَّوْرَاةَ بِيَدَيْكَ، وَأَنَّ الْوَحْيَ يَأْتِيْكَ؟ يَا مُوْسٰى! إِنَّ لِيْ عِلْمًا لَا يَنْبَغِيْ لَكَ أَنْ تَعْلَمَهُ، وَإِنَّ لَكَ عِلْمًا لَايَنْبَغِيْ لِيْ أَنْ أَعْلَمَهُ، فَأَخَذَ طَائِرٌ بِمِنْقَارِهِ مِنَ الْبَحْرِ، وَقَالَ: وَاللّٰهِ مَا عِلْمِيْ وَعِلْمُكَ فِيْ جَنْبِ عِلْمِ اللّٰهِ إِلَّا كَمَا أَخَذَ هٰذَا الطَّائِرُ بِمِنْقَارِهِ مِنَ الْبَحْرِ.

ترجمہ: مجھ سے عثمان بن ابی سلیمانؒ نے کہا: (یہ غیر ھما کا مصداق ہیں): (پایا دونوں نے خضر کو) سبز قالین پر سمندر کے جگر پر یعنی پانی پر سوئے ہوئے تھے، سعید بن جبیرؒ نے کہا: اپنا کپڑا اوڑھے ہوئے، اس کی ایک جانب انھوں نے اپنے دونوں پیروں کے نیچے دبا رکھی تھی، اور اس کی دوسری جانب اپنے سر کے نیچے (دبا رکھی تھی) پس موسیٰ نے ان کو سلام کیا، انھوں نے اپنا چہرہ کھولا، اور کہا: کیا میرے علاقہ میں سلام ہے؟ یعنی اس علاقہ میں تو مسلمان نہیں جو سلام کریں، تم کون ہو؟ کہا: میں موسیٰ ہوں، انھوں نے پوچھا: بنی اسرائیل والے موسیٰ؟ کہا: ہاں! انھوں نے پوچھا: تو تمہارا کیا معاملہ ہے یعنی تم کیوں آئے ہو؟ موسیٰ نے کہا: آیا ہوں میں تاکہ سکھلائیں آپ مجھے اس رشد وہدایت سے جو آپ سکھلائے گئے ہیں، انھوں نے کہا: کیا آپ کے لئے یہ بات کافی نہیں کہ آپ کے پاس تورات ہے اور یہ بات کہ آپ کے پاس وحی آتی ہے؟ اے موسیٰ! بے شک میرے لئے ایک علم ہے: نہیں مناسب ہے آپ کے لئے کہ آپ اس کو سیکھیں، اور آپ کے لئے ایک علم ہے: نہیں

مناسب ہے میرے لئے کہ میں اس کو سیکھوں! پس ایک پرندے نے اپنی چونچ میں سمندر سے پانی لیا، اور خضر نے کہا: نہیں ہے میرا اور آپ کا علم اللہ کے علم کے پہلو میں یعنی اس کی بہ نسبت، مگر جیسا لیا اس پرندے نے اپنی چونچ میں سمندر سے۔

﴿حَتّٰى إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ﴾ وَجَدَا مَعَابِرَ صِغَارًا، تَحْمِلُ أَهْلَ هٰذَا السَّاحِلِ إِلٰى أَهْلِ هٰذَا السَّاحِلِ الآخَرِ، عَرَفُوْهُ، فَقَالُوْا: عَبْدُ اللّٰهِ الصَّالِحُ – قَالَ: قُلْنَا لِسَعِيْدٍ: خَضِرٌ، قَالَ: نَعَمْ – لاَنَحْمِلُهُ بِأَجْرٍ، فَـ ﴿خَرَقَهَا﴾ وَوَتَّدَ فِيْهَا وَتِدًا، ﴿قَالَ﴾ مُوْسٰى: ﴿أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا﴾ [الكهف: ٧١] – قَالَ مُجَاهِدٌ: مُنْكَرًا – ﴿قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا﴾ كَانَتِ الْأُوْلٰى نِسْيَانًا، وَالْوُسْطٰى شَرْطًا، وَالثَّالِثَةُ عَمْدًا، ﴿قَالَ لاَتُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلاَ تُرْهِقْنِيْ مِنْ أَمْرِيْ عُسْرًا﴾ [الكهف: ٧٣] ﴿لَقِيَا غُلاَمًا فَقَتَلَهُ﴾ قَالَ يَعْلٰى: قَالَ سَعِيْدٌ: وَجَدَ غِلْمَانًا يَلْعَبُوْنَ، فَأَخَذَ غُلاَمًا كَافِرًا ظَرِيْفًا فَأَضْجَعَهُ، ثُمَّ ذَبَحَهُ بِالسِّكِّيْنِ، ﴿قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ﴾ [الكهف: ٧٤] لَمْ تَعْمَلْ بِالْحِنْثِ – وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقْرَأُهَا: زَكِيَّةً زَاكِيَةً مُسْلِمَةً، كَقَوْلِكَ: غُلاَمًا زَكِيًّا – ﴿فَانْطَلَقَا﴾ ﴿فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُرِيْدُ أَنْ يَنْقَضَّ فَأَقَامَهُ﴾ قَالَ سَعِيْدٌ بِيَدِهِ هٰكَذَا، وَرَفَعَ يَدَهُ فَاسْتَقَامَ، قَالَ يَعْلٰى: حَسِبْتُ أَنَّ سَعِيْدًا قَالَ: فَمَسَحَهُ بِيَدَيْهِ: فَاسْتَقَامَ، ﴿لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا﴾ قَالَ سَعِيْدٌ: أَجْرًا نَأْكُلُهُ، ﴿وَكَانَ وَرَآءَ هُمْ﴾ وَكَانَ أَمَامَهُمْ، قَرَأَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ: أَمَامَهُمْ مَلِكٌ، يَزْعُمُوْنَ عَنْ غَيْرِ سَعِيْدٍ أَنَّـهُ هُدَدُ بْنُ بُدَدٍ، وَالْغُلاَمُ الْمَقْتُوْلُ اسْمُهُ يَزْعُمُوْنَ جَيْسُوْرٌ، ﴿مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا﴾ فَأَرَدْتُ إِذَا هِيَ مَرَّتْ بِهِ أَنْ يَدَعَهَا لِعَيْبِهَا، فَإِذَا جَاوَزُوْا أَصْلَحُوْهَا وَانْتَفَعُوْا بِهَا، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ: سَدُّوْهَا بِقَارُوْرَةٍ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ: بِالْقَارِ. ﴿كَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنِيْنَ﴾ وَكَانَ كَافِرًا ﴿فَخَشِيْنَا أَنْ يُرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَكُفْرًا﴾ أَنْ يَحْمِلَهُمَا حُبُّهُ عَلٰى أَنْ يُتَابِعَاهُ عَلٰى دِيْنِهِ، ﴿فَأَرَدْنَا أَنْ يُبَدِّلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِنْهُ زَكَاةً وَأَقْرَبَ رُحْمًا﴾ [الكهف: ٨١] هُمَا بِهِ أَرْحَمُ مِنْهُمَا بِالْأَوَّلِ الَّذِيْ قَتَلَ خَضِرٌ، وَزَعَمَ غَيْرُ سَعِيْدٍ: أَنَّهُمَا أُبْدِلاَ جَارِيَةً، وَأَمَّا دَاوُدُ بْنُ أَبِيْ عَاصِمٍ فَقَالَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ: إِنَّهَا جَارِيَةٌ. [راجع: ٧٤]

ترجمہ: ''یہاں تک کہ جب دونوں کشتی میں سوار ہوئے'' (تفسیر) پایا دونوں نے چھوٹی کشتیوں کو، لے جارہی تھیں وہ ایک کنارہ والوں کو دوسرے کنارہ پر، پہچانا ان لوگوں نے اس کو، پس انھوں نے کہا: اللہ کا نیک بندہ ـــــ یعلی نے کہا: ہم نے سعیدؒ سے پوچھا: انھوں نے خضر کو پہچانا تھا؟ سعیدؒ نے کہا: ہاں! ـــــ نہیں سوار کریں گے ہم اس کو کرایہ لے کر ـــــ پس پھاڑ ڈالا اس نے کشتی کو اور اچھی طرح گاڑ دی کشتی میں میخ، موسیٰ نے کہا: کیا آپ نے اس کو پھاڑ ڈالا تاکہ کشتی والوں کو ڈبو دیں؟ بخدا! آپ نے بڑی بھاری حرکت کر ڈالی! ـــــ مجاہدؒ نے إمْرًا کے معنی مُنْکَرًا کئے ہیں یعنی اوپرا کام کیا ـــــ

''اس بندے نے کہا: کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کرسکیں گے؟'' (تفسیر) پہلی مرتبہ اعتراض بھولنے کی وجہ سے تھا، اور درمیانی اعتراض شرط کے مطابق تھا اور تیسرا اعتراض بالقصد تھا یعنی علاحدہ ہونے کا ذہن بنا کر کیا تھا —— ''اس نے کہا: بھول چوک میں آپ میری گرفت نہ فرمائیں، اور آپ مجھ پر میرے معاملہ میں تنگی نہ ڈالیں!'' —— ''دونوں ایک لڑکے سے ملے تو اس بندہ نے اس لڑکے کو مار ڈالا'' —— (تفسیر) یعلی نے کہا: سعیدؒ نے فرمایا: پایا خضر نے لڑکوں کو کہ کھیل رہے ہیں، پس انھوں نے ایک ہوشیار کافر لڑکے کو پکڑا اور اس کو لٹایا، پھر اس کو چھری سے ذبح کر ڈالا —— ''موسیٰ نے کہا آپ نے ایک بے گناہ کی جان لے لی جس نے کسی کا خون نہیں کیا'' (تفسیر) اس نے کوئی گناہ نہیں کیا، اور ابن عباسؓ آیت کو پڑھتے تھے: زَكِيَّةً زَاكِيَةً مُسْلِمَةً: صاف ستھرے پاکیزہ مسلمان لڑکے کی جان لے لی، اور سورۃ مریم آیت ۱۹ میں ہے: ﴿غُلَامًا زَكِيًّا﴾: پاکیزہ لڑکا —— ''پس دونوں چلے'' —— ''پس دونوں نے بستی میں ایک دیوار دیکھی جو گرنا چاہتی تھی، پس اس بندے نے اس کو سیدھا کر دیا'' (تفسیر) سعیدؒ نے اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا، اور انھوں نے اپنا ہاتھ اٹھایا، پس دیوار سیدھی ہوگئی، یعلی نے کہا: میرا خیال ہے کہ سعید نے فرمایا: پس دیوار پر اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیرا تو وہ سیدھی ہوگئی —— ''اگر چاہتے آپ تو اس کام کی اجرت لیتے'' (تفسیر) سعیدؒ نے کہا: ایسی اجرت جس کو ہم کھاتے یعنی اجرت میں کھانا لیتے —— ''اور تھا ان کے آگے'' (تفسیر) ابن عباسؓ نے أَمَامَهُمْ پڑھا ہے —— ''ایک بادشاہ'' (تفسیر) سعیدؒ کے علاوہ نے کہا: اس کا نام هُدَدُ بْنُ بُدَد تھا اور مارے ہوئے لڑکے کا نام لوگ کہتے ہیں: جیسور تھا —— ''ایک ایسا بادشاہ جو ہر کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا'' (تفسیر) پس چاہا میں نے کہ جب وہ کشتی اس بادشاہ کے پاس سے گذرے تو وہ اس کو اس کے عیب کی وجہ سے چھوڑ دے، پس جب وہ (کشتی والے) آگے بڑھ جائیں تو اس کی مرمت کرلیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں، اور ان میں سے بعض کہتے ہیں: بند کر دیا اس (شگاف) کو سیسے سے، اور بعض کہتے ہیں: تارکول سے —— ''اس کے ماں باپ ایماندار تھے'' —— اور وہ لڑکا کافر تھا —— ''پس ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ لڑکا ان دونوں پر سرکشی اور کفر سے چھا جائے گا'' —— یعنی دونوں کو لڑکے کی محبت ابھارے گی اس بات پر کہ وہ دونوں اس کی پیروی کریں، اس کے دھرم میں —— ''پس ہم نے چاہا کہ ان کے پروردگار ان کو اس کے بدلے میں ایسی اولاد عنایت فرمائیں جو پاکیزگی میں اس سے بہتر ہو، اور شفقت میں بھی اس سے بڑھ کر ہو'' (تفسیر) دونوں اس ملنے والے بچہ پر زیادہ مہربان ہوں پہلے لڑکے سے جس کو خضر نے مار ڈالا تھا —— اور سعیدؒ کے علاوہ نے کہا: وہ دونوں بدل کر دیئے گئے ایک لڑکی —— اور رہے داؤد بن ابی عاصمؒ تو انھوں نے متعدد اساتذہ سے روایت کیا کہ وہ لڑکی تھی۔

بامقصد محنت سے آدمی نہیں تھکتا، بے مقصد محنت تھکا دیتی ہے

سورۃ الکہف کی آیت ۶۲-۶۴ ہیں: ''پھر جب دونوں آگے بڑھے تو موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا: ہمارا ناشتہ لاؤ، آج

کے سفر میں تو ہم تھک گئے'' ـــــ نبی ﷺ نے فرمایا: ''موسیٰ علیہ السلام کو اس وقت تکان محسوس ہوا جب وہ منزل مقصود سے آگے بڑھے'' یعنی بامقصد محنت سے آدمی نہیں تھکتا، بے مقصد محنت تھکا دیتی ہے ـــــ ''خادم نے کہا: ارے! جب ہم اس چٹان کے پاس ٹھہرے تھے تو میں اس مچھلی کو بھول گیا! اور شیطان ہی نے مجھے بھلا دیا کہ میں اس کو یاد کروں، اور اس مچھلی نے عجیب طریقہ سے دریا میں اپنی راہ بنالی، موسیٰ نے کہا: اسی جگہ کی ہمیں تلاش تھی، پس دونوں اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے واپس لوٹے'' ـــــ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ مچھلی کے لئے سرب یعنی سرنگ بناتے ہوئے جاتا تھا، اور موسیٰ علیہ السلام اور ان کے خادم کے لئے عجب یعنی حیرت انگیز تھا'' یعنی پہلی تعبیر نفس الامر کے اعتبار سے ہے، اور دوسری تعبیر ناظر کے اعتبار سے۔

[٤-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ آتِنَا غَدَآءَ نَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿عَجَبًا﴾

[٢٥-] ﴿صُنْعًا﴾: عَمَلاً. [٢٦-] ﴿حِوَلاً﴾: تَحَوُّلاً. [٢٧-] ﴿قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰى آثَارِهِمَا قَصَصًا﴾ [٢٨-] ﴿إِمْرًا﴾ وَ﴿نُكْرًا﴾: دَاهِيَةً. [٢٩-] ﴿يَنْقَضَّ﴾: يَنْقَاضُ كَمَا تَنْقَاضُ السِّنُّ. [٣٠-] لَتَخِذْتَ وَاتَّخَذْتَ وَاحِدٌ. [٣١-] ﴿رُحْمًا﴾: مِنَ الرُّحْمِ، وَهِيَ أَشَدُّ مُبَالَغَةً مِنَ الرَّحْمَةِ، وَنَظُنُّ أَنَّهُ مِنَ الرَّحِيْمِ، وَتُدْعَى مَكَّةُ: أُمَّ الرُّحْمِ، أَيِ الرَّحْمَةُ تَنْزِلُ بِهَا.

۲۵- آیات ۱۰۳ و ۱۰۴ ہیں: ''پوچھئے: کیا ہم تم کو ایسے لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ گھاٹے میں ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کی کری کرائی محنت دنیا کی زندگی میں اکارت گئی، اور وہ اسی خیال میں رہے کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں'' ـــــ صُنْعًا کے معنی ہیں: کام۔

۲۶- آیت ۱۰۸ میں حِوَلاً ہے، یہ مصدر بمعنی تَحَوُّل ہے، تَحَوَّلَ الرجلُ: ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا، فرمایا: ''جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے ان کی میزبانی بہشت کے باغات ہیں، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور وہ وہاں سے انتقالِ مکانی کی خواہش نہیں کریں گے''

۲۷- یہ آیت باب کی آیت کے ساتھ ہے، الگ پڑ گئی ہے، اس کا ترجمہ باب کے شروع میں آ گیا ہے۔

۲۸- آیت ۷۱ میں إِمْرًا اور آیت ۷۴ میں نُكْرًا ہے، دونوں کا ترجمہ دَاهِيَة ہے یعنی آفتِ کبریٰ، بڑی مصیبت، جمع دَوَاهٍ۔

۲۹- آیت ۷۷ میں: ﴿يُرِيْدُ أَنْ يَّنْقَضَّ﴾ ہے یعنی وہ ڈھ پڑنا چاہتی تھی ـــــ اِنْقَضَّ اِنْقِضَاضًا (باب اِفْعِلَّال)

گر پڑنا، ٹوٹ پڑنا ـــــ حضرت فرماتے ہیں: وہ ٹوٹنے والی تھی جس طرح دانت ٹوٹ جاتا ہے۔

۳۰- آیت ۷۷ میں ہے: ﴿لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا﴾: اگر آپ چاہتے تو اس کام پر اجرت لیتے ـــــ بصریوں کے نزدیک اِتَّخِذْتَ (افتعال) تَخِذَهُ (س) تَخْذًا سے بنا ہے جس کے معنی ہیں: لینا اور دوسرے حضرات کے نزدیک أَخَذَ سے بنا ہے، اس کے معنی بھی ہیں: لینا، اور لَتَّخَذْتَ کے شروع میں دونوں قولوں میں ہمزہ رسم الخط میں چھوڑ دیا گیا ہے، کیونکہ وہ پڑھا نہیں جاتا۔

۳۱- آیت ۸۱ میں: ﴿أَقْرَبَ رُحْمًا﴾: ہے ـــــ رُحْمٌ (مصدر) رَحِمَه (س) رَحْمَةً ورُحْمًا: مہربان ہونا، شفقت کرنا ـــــ حضرت فرماتے ہیں: رُحْمٌ میں رَحْمَةٌ سے زیادہ مبالغہ ہے یعنی معنی کی زیادتی ہے، اور ہمارا خیال ہے کہ رُحْم: رَحِيْم سے بنا ہے، اور مکہ مکرمہ کا ایک نام أُمُّ الرُّحْم ہے یعنی مہربانی کا گڑھ، کیونکہ وہاں اللہ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

حدیث: وہی ہے جو اوپر آئی ہے، وہ ابن جریج کی روایت تھی، اور یہ ابن عیینہ کی، اس لئے ترجمہ نہیں کیا گیا۔

[٤٧٢٧-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: إِنَّ نَوْفَ الْبِكَالِيَّ يَزْعُمُ أَنَّ مُوْسٰى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ لَيْسَ بِمُوْسٰى الْخَضِرِ. فَقَالَ: كَذَبَ عَدُوُّ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " قَامَ مُوْسٰى خَطِيْبًا فِي بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ، فَقِيْلَ لَهُ: أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ؟ قَالَ: أَنَا، فَعَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، إِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَيْهِ، وَأَوْحَى إِلَيْهِ: بَلٰى عَبْدٌ مِنْ عِبَادِيْ بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ، قَالَ: أَيْ رَبِّ كَيْفَ السَّبِيْلُ إِلَيْهِ؟ قَالَ: تَأْخُذُ حُوْتًا فِي مِكْتَلٍ، فَحَيْثُمَا فَقَدْتَ الْحُوْتَ فَاتَّبِعْهُ، قَالَ: فَخَرَجَ مُوْسٰى، وَمَعَهُ فَتَاهُ يُوْشَعُ بْنُ نُوْنٍ، وَمَعَهُمَا الْحُوْتُ حَتّٰى انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ، فَنَزَلَا عِنْدَهَا، قَالَ: فَوَضَعَ مُوْسٰى رَأْسَهُ فَنَامَ، قَالَ سُفْيَانُ: وَفِي حَدِيْثِ غَيْرِ عَمْرٍو قَالَ: وَفِيْ أَصْلِ الصَّخْرَةِ عَيْنٌ يُقَالُ لَهُ الحَيَاةُ، لَايُصِيْبُ مِنْ مَائِهَا شَيْئٌ إِلَّا حَيِيَ، فَأَصَابَ الْحُوْتَ مِنْ مَاءِ تِلْكَ الْعَيْنِ، قَالَ: فَتَحَرَّكَ، وَانْسَلَّ مِنَ الْمِكْتَلِ، فَدَخَلَ الْبَحْرَ، فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ مُوْسٰى: ﴿قَالَ لِفَتَاهُ آتِنَا غَدَآءَ نَا﴾ الآيَةَ [الكهف: ٦٢] قَالَ: وَلَمْ يَجِدِ النَّصَبَ حَتّٰى جَاوَزَ مَا أُمِرَ بِهِ، قَالَ لَهُ فَتَاهُ يُوْشَعُ بْنُ نُوْنٍ: ﴿أَرَءَ يْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ﴾ الآيَةَ [الكهف: ٦٢و٦٣] قَالَ: فَرَجَعَا يَقُصَّانِ فِيْ آثَارِهِمَا، فَوَجَدَا فِي الْبَحْرِ كَالطَّاقِ مَمَرَّ الْحُوْتِ، فَكَانَ لِلْفَتَى عَجَبًا، وَلِلْحُوْتِ سَرَبًا، قَالَ: فَلَمَّا انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ، إِذَا هُمَا بِرَجُلٍ مُسَجًّى بِثَوْبٍ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ مُوْسٰى، قَالَ: وَأَنّٰى بِأَرْضِكَ السَّلَامُ؟ فَقَالَ: أَنَا مُوْسٰى، قَالَ: مُوْسٰى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: ﴿هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلٰى أَنْ تُعَلِّمَنِيْ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا﴾ [الكهف: ٦٦] قَالَ لَهُ الْخَضِرُ: يَا مُوْسٰى! إِنَّكَ عَلٰى عِلْمٍ مِنْ

عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَكَهُ اللّٰهُ لاَ أَعْلَمُهُ، وَأَنَا عَلٰى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَنِيْهِ اللّٰهُ لاَتَعْلَمُهُ، قَالَ: بَلٰى أَتَّبِعُكَ، قَالَ: ﴿فَإِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلاَ تَسْئَلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰى أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا﴾ [الكهف: ٧٠] فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلٰى السَّاحِلِ فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِيْنَةٌ، فَعُرِفَ الْخَضِرُ فَحَمَلُوْهُم فِيْ سَفِيْنَتِهِمْ بِغَيْرِ نَوْلٍ - يَقُوْلُ: بِغَيْرِ أَجْرٍ- فَرَكِبَا السَّفِيْنَةَ، قَالَ: وَوَقَعَ عُصْفُوْرٌ عَلٰى حَرْفِ السَّفِيْنَةِ، فَغَمَسَ مِنْقَارَهُ الْبَحْرَ، فَقَالَ الْخَضِرُ لِمُوْسٰى: مَا عِلْمُكَ وَعِلْمِيْ وَعِلْمُ الْخَلاَئِقِ فِيْ عِلْمِ اللّٰهِ إِلاَّ مِقْدَارُ مَا غَمَسَ هٰذَا الْعُصْفُوْرُ مِنْقَارَهُ، قَالَ: فَلَمْ يَفْجَأْ مُوْسٰى إِذْ عَمَدَ الْخَضِرُ إِلٰى قَدُوْمٍ فَخَرَقَ السَّفِيْنَةَ، فَقَالَ لَهُ مُوْسٰى: قَوْمٌ حَمَلُوْنَا بِغَيْرِ نَوْلٍ، عَمَدْتَ إِلٰى سَفِيْنَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا﴿لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ﴾ الآيَةَ [الكهف: ٧١] فَانْطَلَقَا إِذَا هُمَا بِغُلاَمٍ يَلْعَبُ مَعَ الغِلْمَانِ، فَأَخَذَ الْخَضِرُ بِرَأْسِهِ فَقَطَعَهُ، قَالَ لَهُ مُوْسٰى: ﴿أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَّقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا ○ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا﴾ إِلٰى قَوْلِهِ:﴿ فَأَبَوْا أَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُرِيْدُ أَنْ يَنْقَضَّ﴾[الكهف: ٧٤-٧٧] فَقَالَ بِيَدِهِ هٰكَذَا ﴿فَأَقَامَهُ﴾ فَقَالَ لَهُ مُوْسٰى: إِنَّا دَخَلْنَا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ، فَلَمْ يُضَيِّفُوْنَا وَلَمْ يُطْعِمُوْنَا، ﴿لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا، قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيْلِ مَالَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا﴾ [الكهف:٧٨]فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "وَدِدْنَا أَنَّ مُوْسٰى صَبَرَ حَتّٰى يُقَصَّ عَلَيْنَا مِنْ أَمْرِهِمَا" قَالَ: وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقْرَأُ: وَكَانَ أَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا، وَأَمَّا الْغُلاَمُ فَكَانَ كَافِرًا.[راجع: ٧٤]

اعمال کے اعتبار سے آخرت میں سب سے زیادہ گھاٹے میں رہنے والے لوگ

سورۃ الکہف آیت ۱۰۳ میں ہے:''آپ دریافت کریں: کیا ہم تم کو ایسے لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے (آخرت میں) سب سے زیادہ گھاٹے میں ہونگے؟'' —— پھر اگلی آیت میں اس کا جواب ہے:''یہ وہ لوگ ہیں جن کی کری کرائی محنت دنیا کی زندگی میں اکارت گئی اور وہ اسی خیال میں رہے کہ وہ اچھے کام کررہے ہیں'' یعنی وہ لوگ دنیا میں رات دن تگ ودو کرتے رہے، اور اس خوش فہمی کا شکار رہے کہ ہمارے کام آخرت میں کام آئیں گے، مگر جب موت کے بعد آنکھ کھلی تو پتا چلا کہ کچھ بھی ساتھ نہیں آیا، سب کام دنیا ہی میں رہ گئے، کیونکہ ان کی ساری دوڑ دھوپ بس دنیا ہی کے لئے تھی۔

اور حدیث میں ہے کہ مصعب نے اپنے ابا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اس آیت کا مصداق حروریہ (خوارج) ہیں؟ انھوں نے کہا: نہیں! آیت کا مصداق یہود ونصاری ہیں، یہود نے نبی ﷺ کی تکذیب کی اور نصاری نے جنت کا انکار کیا، وہ کہتے ہیں: جنت میں نہ کھانا ہے نہ پینا —— اور حروریہ (خوارج) وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کا نام لے کر کیا ہوا عہد و پیمان توڑ دیا اس کو پختہ کرنے کے بعد یعنی امام وقت سے بیعت کرنے کے بعد اس سے بغاوت کی

(اس لئے وہ آیت کا مصداق نہیں) اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان کو فاسق قرار دیتے تھے (اور حاشیہ میں حاکم کے حوالے سے ہے کہ ان کو خاسر (گھاٹے میں رہنے والا) قرار دیتے تھے)

[٥-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِيْنَ أَعْمَالاً﴾

[٤٧٢٨-] حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ مُصْعَبٍ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبِيْ: ﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِيْنَ أَعْمَالاً﴾ أَهُمُ الْحَرُوْرِيَّةُ؟ قَالَ: لاَ، هُمُ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارَى، أَمَّا الْيَهُوْدُ فَكَذَّبُوْا مُحَمَّدًا، وَأَمَّا النَّصَارَى فَكَفَرُوْا بِالْجَنَّةِ، وَقَالُوْا: لاَطَعَامَ فِيْهَا وَلاَ شَرَابَ، وَالْحَرُوْرِيَّةُ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهِ، وَكَانَ سَعْدٌ يُسَمِّيْهِمُ الْفَاسِقِيْنَ.

کفار کے اعمال قیامت کے دن بے وزن ہونگے

سورۃ الکہف آیت ١٠٥ میں ہے: ''یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں کا اور ان کے حضور میں پیشی کا انکار کیا، چنانچہ ان کے سارے اعمال اکارت گئے، پس قیامت کے دن ہم ان کا ذرہ بھر وزن قائم نہ کریں گے'' یعنی ان کے اعمال جو ظاہر میں بڑے اچھے نظر آتے ہیں میزانِ حساب میں ان کا کوئی وزن نہ ہوگا۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن ایک آدمی لمبا اور فربہ آئے گا جو اللہ کے نزدیک مچھر کے پَر کے برابر وزن نہ رکھتا ہوگا!'' پھر فرمایا: اس کی تصدیق چاہو تو قرآن کی یہ آیت پڑھو: ﴿فَلاَ نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا﴾

[٦-] بَابٌ: ﴿أُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِآيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ﴾ الآيَةَ

[٤٧٢٩-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا الْمُغِيْرَةُ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ أَبُوْ الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " إِنَّهُ لَيَأْتِيْ الرَّجُلُ الْعَظِيْمُ السَّمِيْنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لاَيَزِنُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ، وَقَالَ: " اقْرَءُ وْا: ﴿فَلاَ نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا﴾ وَعَنْ يَحْيَى بْنِ بُكَيْرٍ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْ الزِّنَادِ مِثْلَهُ.

﴿الحمد للہ! سورۃ الکہف کی تفسیر پوری ہوئی﴾

[۱۹] ﴿كٓهيعٓصٓ﴾

بسم الله الرحمن الرحيم

[۱-] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ﴾ اللّٰهُ يَقُوْلُهُ وَهُمُ الْيَوْمَ لَايَسْمَعُوْنَ وَلاَ يُبْصِرُوْنَ فِي ضَلاَلٍ مُّبِيْنٍ يَعْنِي قَوْلَهُ: ﴿أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ﴾ الْكُفَّارُ يَوْمَئِذٍ أَسْمَعُ شَيْئٍ وَأَبْصَرُهُ. [۲-] ﴿لَأَرْجُمَنَّكَ﴾: لَأَشْتِمَنَّكَ. [۳-] ﴿وَرِءْ يًا﴾: مَنْظَرًا. [٤-] وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: ﴿تَؤُزُّهُمْ﴾: تُزْعِجُهُمْ إِلَى الْمَعَاصِيْ إِزْعَاجًا.

سورۃ مریم کی تفسیر

مشکل الفاظ کے معانی

۱-سورۃ مریم کی آیت ۳۸ ہے: ﴿أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ يَوْمَ يَأْتُوْنَنَا، لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ﴾: ''وہ کیسے شنوا اور کیسے بینا ہوں گے جس دن وہ ہمارے پاس آئیں گے!'' یعنی قیامت کے دن سب ہوش ٹھکانے آجائیں گے'' مگر آج ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں'' یعنی آج جبکہ اصلاح حال کا موقعہ ہے: ظالم اندھے بہرے بنے ہوئے ہیں۔

أَفْعِلْ بِهِ: فعل تعجب کا وزن ہے، اور أَبْصِرْ کے بعد بھم محذوف ہے، اور بِهِمْ میں فاعل پر باز ائد ہے —— حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ یہ بات فرمائیں گے درانحالیکہ ظالم (برخود غلط لوگ) آج (دنیا میں) نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں، کھلی گمراہی میں ہیں (امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) ابن عباسؓ اللہ کے قول: ﴿أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ﴾ کو مراد لے رہے ہیں یعنی قیامت کے کفار ہر چیز سے زیادہ سننے والے اور ہر چیز سے زیادہ دیکھنے والے ہوں گے)

۲-آیت ۴۶ میں ہے: ﴿لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ﴾: (ابراہیم علیہ السلام کے باپ نے کہا:) بخدا! اگر باز نہ آیا تو تو ضرور سنگسار کروں گا میں تجھے یعنی گالیوں کی بوچھار کرونگا میں تجھ پر!

۳-آیت ۷۴ میں ہے: ﴿وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هُمْ أَحْسَنُ أَثَاثًا وَرِءْ يًا﴾: اور ہم نے ان سے پہلے بہت سی قومیں ہلاک کیں جو ساز وسامان اور منظر ونمود میں ان سے کہیں بہتر تھیں —— رِءْ يًا: نمود ومنظر، رِءْ يَة بروزن فِعْلَة بمعنی مفعول، جیسے طِحْنٌ: پسا ہوا آٹا —— اور أَثَاثًا کے معنی ہیں: مال سامان، جیسا کہ آگے نمبرے پر آرہا ہے۔

۴-آیت ۸۳ میں ہے: ﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّا أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِيْنَ عَلَى الْكَافِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ أَزًّا﴾: کیا آپ نے دیکھا نہیں:

ہم نے شیاطین کو کفار پر چھوڑ رکھا ہے وہ ان کو ورغلانے میں پوراز ور صرف کر رہے ہیں —— أَزَّ يَؤُزُّ أَزًّا فلانا: ورغلانا، بھڑکانا، اکسانا، أَزًّا: مفعول مطلق برائے تاکید ہے —— إِزْعَاج: برانگیختہ کرنا۔

[٥-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿إِدًّا﴾: عِوَجًا. [٦-] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿وِرْدًا﴾: عِطَاشًا. [٧-] ﴿أَثَاثًا﴾: مَالاً. [٨-] ﴿إِدًّا﴾: قَوْلاً عَظِيْمًا. [٩-] ﴿رِكْزًا﴾: صَوْتًا. [١٠-] ﴿عِتِيًّا﴾. [١١-] ﴿بُكِيًّا﴾: جَمَاعَةُ بَاكٍ. [١٢-] ﴿صِلِيًّا﴾: صَلِيَ يَصْلٰى. [١٣-] ﴿نَدِيًّا﴾: وَالنَّادِىْ: مَجْلِسًا. [١٤-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿فَلْيَمْدُدْ﴾: فَلْيَدَعْهُ.

۵- آیت ۸۹ ہے: ﴿لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا﴾: بخدا! تم نے ایک سنگین بات گھڑی ہے! (نہایت بے ہودہ اور نازیبا بات اللہ کی طرف منسوب کی ہے کہ اللہ نے اولاد بنائی ہے!) —— الإدّ: سنگین معاملہ، انتہائی برا کام، جمع إِدَادٌ، أَدَّ الأَمْرُ فلانًا أَدًّا: معاملہ سنگین ہونا، مشکل میں مبتلا کر دینا —— عِوَجًا: کجی یعنی سنگین معاملہ آگے نمبر ۸ میں: 'بھاری بات' ترجمہ کیا ہے۔

۶- آیت ۸۶ ہے: ﴿وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ إِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا﴾: اور ہم مجرموں کو دوزخ کی طرف پیاسے ہانک کر لے جائیں گے —— الْوِرْد: پانی پر آنے والی جماعت، چونکہ پانی پر پیاسے ہی پہنچتے ہیں اس لئے ابن عباسؓ نے 'پیاسا' ترجمہ کیا ہے۔

۷و۸- نمبر ۷ گذر چکا، أَثَاثًا کے معنی ہیں: مال سامان، اور نمبر ۸ بھی گذر گیا: إِدًّا کے معنی ہیں: سنگین بات۔

۹- آخری آیت میں ہے: ﴿أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا﴾: کیا آپ ان کی کچھ آہٹ سنتے ہیں! —— صَوْت: آواز۔

۱۰- آیت ۶۹ میں: ﴿عِتِيًّا﴾: ہے، عَتَا يَعْتُوْ عُتُوًّا: سرکشی کرنا، عِتِيّ کی اصل عُتُوْوٌ ہے۔ جِثِيٌّ کی طرح تعلیل ہوئی ہے۔

۱۱- آیت ۵۸ میں: ﴿بُكِيًّا﴾ ہے، یہ بَاكٍ کی جمع ہے: روتے ہوئے۔

۱۲- آیت ۷۰ میں: ﴿صِلِيًّا﴾ ہے، یہ صَلِيَ يَصْلٰى کا مصدر یا صَالٍ کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں: آگ میں داخل ہونا۔

۱۳- آیت ۷۳ میں: ﴿نَدِيًّا﴾ ہے، النادی: محفل: جس میں لوگ جمع ہو کر باتیں یا مشورہ کریں، جمع أَنْدَاءٌ اور أَنْدِيَة فعل: نَدَا يَنْدُوْ نَدْوًا: مجلس میں جمع ہونا۔

۱۴- آیت ۷۵ میں ہے: ﴿قُلْ: مَنْ كَانَ فِي الضَّلَالَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا﴾: آپ کہیں: جو گمراہی میں ہے: چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس کو خوب ڈھیل دیں یعنی جو اپنی مرضی سے گمراہی کا راستہ اختیار کرتا ہے: اللہ تعالیٰ اس کو گمراہی میں آخری حد تک جانے دیتے ہیں، اور اس کی دنیا کی مرفّہ حالی اس کی گمراہی میں مددگار بن جاتی ہے —— فَلْيَدَعْه: پس چاہئے کہ اس کو چھوڑے رکھیں۔

جس دن موت کو ذبح کیا جائے گا وہ دن پچھتاوے کا دن ہوگا

سورۃ مریم کی آیت ۳۹ ہے: ﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَهُمْ لاَيُؤْمِنُوْنَ﴾: اور آپ ان کو پچھتاوے کے دن سے ڈرائیں، جبکہ معاملہ کا آخری فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ غفلت میں ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے یعنی دنیا کے نشہ میں مخمور ہو کر آخرت سے غافل ہیں، ان کو آخرت کا یقین ہی نہیں آتا، حالانکہ وہ بالیقین آنے والی ہے، اور جس دن وہ آئے گی یہ لوگ کف افسوس ملتے رہ جائیں گے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: موت کو سفید و سیاہ مینڈھے کی صورت میں لایا جائے گا، پس ایک پکارنے والا پکارے گا: او جنتیو! پس وہ گردن لمبی کریں گے اور دیکھیں گے، وہ پوچھے گا: کیا تم اسے جانتے ہو؟ وہ کہیں گے: ہاں، یہ موت ہے، اور سبھی نے اس کو دیکھا ہے۔ پھر وہ پکارے گا: او جہنمیو! پس وہ گردن لمبی کر کے دیکھیں گے، منادی پوچھے گا: کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ وہ کہیں گے: ہاں، یہ موت ہے اور سبھی نے اس کو دیکھا ہے، پس وہ ذبح کر دیا جائے گا، اور اعلان کیا جائے گا: او جنتیو! ہمیشہ رہو، اب مرنا نہیں! اور او جہنمیو! ہمیشہ رہو، اب مرنا نہیں۔ پھر نبی ﷺ نے مذکورہ آیت پڑھی یعنی یہی دن پچھتاوے کا دن ہے۔ اور ''وہ لوگ غفلت میں ہیں'' یعنی دنیا والے، کیونکہ آخرت میں غفلت کا سوال ہی نہیں، اور وہ آج ایمان نہیں لاتے، مگر جب چڑیا کھیت چگ جائے گی تو کف افسوس ملنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہوگا۔

[۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ﴾

[۴۷۳۰-] حدثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِيْ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: '' يُؤْتَى بِالْمَوْتِ كَهَيْئَةِ كَبْشٍ أَمْلَحَ، فَيُنَادِيْ مُنَادٍ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ، فَيَشْرَئِبُّوْنَ وَيَنْظُرُوْنَ، فَيَقُوْلُ: هَلْ تَعْرِفُوْنَ هٰذَا؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ، هٰذَا الْمَوْتُ، وَكُلُّهُمْ قَدْ رَآهُ، ثُمَّ يُنَادِيْ: يَا أَهْلَ النَّارِ، فَيَشْرَئِبُّوْنَ وَيَنْظُرُوْنَ، فَيَقُوْلُ: هَلْ تَعْرِفُوْنَ هٰذَا؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ، هٰذَا الْمَوْتُ، وَكُلُّهُمْ قَدْ رَآهُ، فَيُذْبَحُ، ثُمَّ يَقُوْلُ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ، خُلُوْدٌ فَلاَ مَوْتَ، وَيَا أَهْلَ النَّارِ خُلُوْدٌ فَلاَ مَوْتَ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ﴾ وَهٰؤُلاَءِ فِيْ غَفْلَةٍ: أَهْلُ الدُّنْيَا ﴿وَهُمْ لاَيُؤْمِنُوْنَ﴾

لغات: أَمْلَح: سفید و سیاہ رنگ کا مینڈھا ـــــ إِشْرَأَبَّ إليه اِشْرِئْبَابًا: گردن لمبی کر کے دیکھنا۔

﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ﴾ کا شانِ نزول اور محل وقوع

سورۃ مریم کی آیت ۶۴ ہے: ''اور نہیں اترتے ہم مگر آپ کے رب کے حکم سے، ان کے اختیار میں ہے جو کچھ ہمارے

سامنے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہے، اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، اور آپ کے رب بھولنے والے نہیں'' —— اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کئی روز تک تشریف نہیں لائے تو کفار نے کہنا شروع کیا: محمد کو اس کے رب نے چھوڑ دیا! اس سے نبی ﷺ رنجیدہ ہوئے، پھر جب جبرئیل علیہ السلام آئے تو آپ نے فرمایا: ''جتنا آپ آتے ہیں اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے!'' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت میں جبرئیل علیہ السلام کی زبان سے جواب دیا گیا ہے کہ ہم مامور بندے ہیں، حکم الٰہی کے بغیر نہیں آسکتے، ہمارا آنا جانا اللہ کے حکم کے تابع ہے، پس میرے آنے میں تاخیر سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو چھوڑ دیا یا بھول گئے —— اور یہ آیت جنت کے تذکرہ کے ضمن میں اس لئے رکھی گئی ہے کہ جنت بھی مؤمنوں کو ضرور ملنے والی ہے مگر اس کا ایک وقت مقرر ہے، اور اللہ تعالیٰ بندوں کے تمام احوال سے واقف ہیں، جب ان کی حکمت کا تقاضا ہوگا: قیامت قائم ہوگی، اور اس کے بعد جنتی جنت میں جائیں گے، جنت ملنے میں تاخیر سے مؤمن بندے یہ خیال نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھول گئے۔

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ﴾

[٤٧٣١-] حدثنا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ ذَرٍّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِيْ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِجِبْرَئِيْلَ: ''مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَزُوْرَنَا أَكْثَرَ مِمَّا تَزُوْرُنَا؟ فَنَزَلَتْ: ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا﴾ [راجع: ٣٢١٨]

﴿لَأُوْتَيَنَّ مَالاً وَوَلَدًا﴾ کا شانِ نزول

سورۃ مریم کی آیت ۷۷ ہے: ''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کا انکار کیا، اور اس نے کہا: میں ضرور مال اور اولاد دیا جاؤں گا'' —— اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کا کچھ قرض عاص بن وائل پر نکلتا تھا، آپ نے مطالبہ کیا، اس نے کہا: ''اگر تو محمد کا انکار کرے تو میں تیرا قرضہ دوں'' حضرت خباب نے جواب دیا: ''اگر تو مر کر زندہ ہو تو بھی میں یہ کام نہیں کرسکتا'' اس نے کہا: ''کیا میں مر کر زندہ ہوؤں گا؟ اگر ایسا ہوگا تو اس وقت بھی میرے پاس مال اور اولاد ہوگی پس میں تیرا قرضہ اسی وقت چکاؤں گا'' —— یہ کسی ایک شخص کا خیال نہیں تھا، ہر خوش عیش متکبر اسی خبط میں مبتلا تھا۔

[۳-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿أَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِآيٰتِنَا وَقَالَ لَأُوْتَيَنَّ مَالاً وَوَلَدًا﴾

[٤٧٣٢-] حدثنا الْحُمَيْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ:

سَمِعْتُ خَبَّابًا قَالَ: جِئْتُ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ السَّهْمِيَّ أَتَقَاضَاهُ حَقًّا لِيْ عِنْدَهُ، قَالَ: لَاأُعْطِيْكَ حَتّٰى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ، فَقُلْتُ: لَا حَتّٰى تَمُوْتَ ثُمَّ تُبْعَثَ. قَالَ: وَإِنِّيْ لَمَيِّتٌ ثُمَّ مَبْعُوْثٌ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: إِنَّ لِيْ هُنَاكَ مَالاً وَوَلَدًا فَأَقْضِيْكَهُ، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ:﴿أَفَرَءَ يْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِآيٰتِنَا وَقَالَ لَأُوْتَيَنَّ مَالاً وَوَلَدًا﴾رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ وَشُعْبَةُ وَحَفْصٌ وَأَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَوَكِيْعٌ عَنِ الأَعْمَشِ.[راجع: ۲۰۹۱]

عاص بن وائل کی بات کا جواب

پھر آیت ۷۸ میں ہے:'' کیا اس نے عالمِ غیب کو جھانک لیا ہے یا اس نے مہربان اللہ سے کوئی عہد و پیمان لے لیا ہے؟'' ــــ یہی دو صورتیں ہیں جن میں یقین سے ایسا دعوی کیا جا سکتا ہے ــــ ''ہرگز نہیں!'' یعنی نہ تو اسے پس پردہ کی کچھ خبر ہے، نہ اس سے اللہ نے کوئی وعدہ کیا ہے، پھر وہ ایسی بات کیوں کہتا ہے؟ ــــ اور حدیث گذشتہ باب والی ہے، وہ ابن عیینہؒ کی اعمشؒ سے روایت تھی، اور یہ ثوریؒ کی روایت ہے۔

[٤-] بَابُ قَوْلِهِ:﴿أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا﴾قَالَ: مَوْثِقًا.

[٤٧٣٣-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ خَبَّابٍ، قَالَ: كُنْتُ قَيْنًا بِمَكَّةَ، فَعَمِلْتُ لِلْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ سَيْفًا، فَجِئْتُ أَتَقَاضَاهُ، فَقَالَ: لَا أُعْطِيْكَ حَتّٰى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ. قُلْتُ: لَا أَكْفُرُ بِمُحَمَّدٍ حَتّٰى يُمِيْتَكَ اللّٰهُ، ثُمَّ يُحْيِيَكَ. قَالَ: إِذَا أَمَاتَنِي اللّٰهُ ثُمَّ بَعَثَنِيْ، وَلِي مَالٌ وَوَلَدٌ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿أَفَرَءَ يْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِآيٰتِنَا وَقَالَ لَأُوْتَيَنَّ مَالاً وَوَلَدًا۝ أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا﴾ قَالَ: مَوْثِقًا. لَمْ يَقُلِ الأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ: سَيْفًا وَلَا مَوْثِقًا. [راجع: ۲۰۹۱]

متکبر کا کلمۂ غرور اس کے جرائم کی فہرست میں شامل کرلیا جاتا ہے

پھر آیت ۷۹ ہے:'' اب ہم اس بات کو لکھ لیتے ہیں جو وہ کہتا ہے، اور ہم اس کے لئے عذاب کو خوب دراز کرتے ہیں'' ــــ یعنی اس کا یہ کلمۂ غرور بھی اس کے جرائم کے ریکارڈ میں شامل کرلیا جاتا ہے، جس کی اس کو خوب سزا دی جائے گی ــــ اور حدیث گذشتہ باب والی ہے، یہ شعبہؒ کی روایت ہے۔

[٥-] بَابُ قَوْلِهِ:﴿ كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا﴾

[٤٧٣٤-] حدثنا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الضُّحَى، يُحَدِّثُ عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ خَبَّابٍ، قَالَ: كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ لِيْ دَيْنٌ عَلٰى

الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ، فَأَتَاهُ يَتَقَاضَاهُ، فَقَالَ: لاَ أُعْطِيْكَ حَتّٰى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ فَقَالَ: وَاللّٰهِ لاَ أَكْفُرُ حَتّٰى يُمِيْتَكَ اللّٰهُ ثُمَّ يَبْعَثَكَ. قَالَ: فَذَرْنِيْ حَتّٰى أَمُوْتَ ثُمَّ أُبْعَثَ، فَسَوْفَ أُوْتٰى مَالاً وَوَلَدًا، فَأَقْضِيْكَ، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ. ﴿أَفَرَءَ يْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِآيٰتِنَا وَقَالَ لَأُوْتَيَنَّ مَالاً وَوَلَدًا﴾[راجع: ۲۰۹۱]

مال واولاد آدمی کے پاس چندروز ہے

پھر آیت ۸۰ میں ہے: ''اور ہم اس کے وارث ہونگے جو وہ کہتا ہے، اور وہ ہمارے پاس تن تنہا آئے گا!'' ـــــ یعنی خوش عیش لوگ جس مال اور اولاد پر اترا رہے ہیں: وہ ان کے پاس چندروز کے لئے ہے، بالآخر وہ ان کے ہاتھ سے چھوٹ جانے والا ہے، نہ آل اولاد کچھ کام آئے گی، نہ مال سامان بدست رہے گا، سب سے تہی دست ہوکر موت کے بعد اللہ کی بارگاہ میں تن تنہا حاضر ہونا ہوگا، پھر اس عارضی نعمت پر اِترانے کا کیا حاصل! ـــــ اور حدیث وہی سابقہ ہے، یہ وکیعؒ کی روایت ہے۔

لغت: آیت ۹۰ میں ہے: ﴿وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا﴾: اور پہاڑ ٹوٹ کر ڈھ پڑیں گے! ـــــ هَدَّ الحائطُ هَدًّا: دیوار کا گرنا، اور هَدًّا: تَخِرُّ کا مفعول مطلق ہے۔

[٦-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿ وَنَرِثُهُ مَا يَقُوْلُ وَيَأْتِيْنَا فَرْدًا﴾

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿الْجِبَالُ هَدًّا﴾: هَدْمًا.

[٤٧٣٥-] حدثنا يَحْيىَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِى الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ خَبَّابٍ، قَالَ: كُنْتُ رَجُلاً قَيْنًا، وَكَانَ لِىْ عَلٰى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَيْنٌ، فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ، فَقَالَ: لاَأَقْضِيْكَ حَتّٰى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ، قَالَ: قُلْتُ: لَنْ أَكْفُرَ بِهِ حَتّٰى تَمُوْتَ ثُمَّ تُبْعَثَ، قَالَ: وَإِنِّىْ لَمَبْعُوْثٌ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ؟ فَسَوْفَ أَقْضِيْكَ إِذَا رَجَعْتُ إِلٰى مَالٍ وَوَلَدٍ. قَالَ: فَنَزَلَتْ: ﴿أَفَرَءَ يْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِآيٰتِنَا وَقَالَ لَأُوْتَيَنَّ مَالاً وَوَلَدًا۝ أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا۝ كَلاَّ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۝ وَنَرِثُهُ مَا يَقُوْلُ وَيَأْتِيْنَا فَرْدًا﴾[راجع: ۲۰۹۱]

(﴿الحمدللہ! سورۃ مریم کی تفسیر پوری ہوئی)
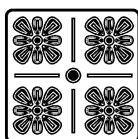
[۲۰] ﴿طٰہٰ﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

[١-] قَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ: بِالنَّبَطِيَّةِ طٰه: يَا رَجُلُ. [٢-] يُقَالُ: كُلُّ مَالَمْ يَنْطِقْ بِحَرْفٍ، أَوْ فِيْهِ تَمْتَمَةٌ، أَوْ فَأْفَأَةٌ، فَهِيَ عُقْدَةٌ. [٣-] ﴿أَزْرِيْ﴾: ظَهْرِيْ. [٤-] ﴿فَيُسْحِتَكُمْ﴾: يُهْلِكَكُمْ. [٥-] ﴿الْمُثْلٰى﴾: تَأْنِيْثُ الْأَمْثَلِ، يَقُوْلُ: بِدِيْنِكُمْ، يُقَالُ: خُذِ الْمُثْلَى خُذِ الْأَمْثَلَ. [٦-] ﴿ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا﴾: يُقَالُ: هَلْ أَتَيْتَ الصَّفَّ الْيَوْمَ؟يَعْنِيْ الْمُصَلّٰى الَّذِيْ يُصَلّٰى فِيْهِ. [٧-]﴿فَأَوْجَسَ﴾:أَضْمَرَ خَوْفًا،فَذَهَبَتِ الْوَاوُ مِنْ ﴿خِيْفَةً﴾ لِكَسْرَةِ الْخَاءِ، [٨-] ﴿فِيْ جُذُوْعِ﴾: عَلٰى جُذُوْعِ. [٩-] ﴿خَطْبُكَ﴾: بَالُكَ. [١٠-] ﴿مِسَاسَ﴾: مَصْدَرُ مَاسَّهُ مِسَاسًا. [١١-] ﴿لَنَنْسِفَنَّهُ﴾: لَنَذْرِيَنَّهُ. [١٢-] ﴿قَاعًا﴾: يَعْلُوْهُ الْمَاءُ، وَالصَّفْصَفُ الْمُسْتَوِيْ مِنَ الْأَرْضِ.

سورۃ طٰہٰ کی تفسیر

مشکل الفاظ کے معانی

۱-طَا،ھا کی تفسیر میں دوقول ہیں:(۱) یہ حروف ہجا ہیں،اوران کی مراد اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، یہ جمہور کا قول ہے (۲) کچھ لوگ کہتے ہیں: یہ رسول اللہ ﷺ کا نام ہے،سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں: نبطی زبان میں طٰہٰ کے معنی ہیں: اوشخص!اوفلاں!

۲-آیت ۲۷ میں ہے:﴿وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِن لِّسَانِيْ﴾:اور میری زبان کی گرہ کھول دیں —— کہا جاتا ہے کہ جو بھی کسی حرف کا تلفظ نہیں کرسکتا یا تاء کا تلفظ نہیں کرسکتا یا فاء کا تلفظ نہیں کرسکتا: وہ 'گرہ' ہے —— لکنت بھی اس کے معنی کئے جاتے ہیں اور زبان کی بستگی بھی۔

۳-آیت ۳۱ میں ہے:﴿اشْدُدْ بِهِ أَزْرِيْ﴾:مضبوط کیجئے اس (ہارونؑ) کے ذریعہ میری پیٹھ —— الأَزْر: طاقت، مجازاً پیٹھ، شَدَّ أَزْرَہ: مضبوط کرنا،تقویت پہنچانا۔

۴-آیت ۶۱ میں ہے:﴿لَاتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ﴾:اللہ تعالیٰ پر جھوٹ مت گھڑو، پس نابود کردیں تم کو کسی سزا سے —— إِسْحَات (افعال) ہلاک کرنا،تباہ کرنا،سَحَتَ (ف): جڑ سے اکھاڑنا۔

۵-آیت ۶۳ میں ہے:﴿وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى﴾:اور لے جائیں دونوں تمہارے عمدہ طریقہ کو —— الْمُثْلٰى:

الْأَمْثَل کا مؤنث ہے، اور جادوگر 'عمدہ طریقہ' سے اپنا دھرم مراد لے رہے ہیں، اور کہا جاتا ہے خُذِ الْمُثْلٰی: أی خذ الطریقةَ المثلی: وہ راستہ اپناؤ جو فضیلت سے مشابہت رکھتا ہو —— اور کہا جاتا ہے: خُذِ الْأَمْثَلَ: أی الْأَفْضَلَ —— فلانٌ أَمْثَلُ قَوْمِهِ: أی أفضلهم۔

۶- آیت ۶۴ میں ہے: ﴿فَأَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا﴾: پس تم اپنی تدبیر جمع کرو، اور عید کے میدان میں آؤ —— الصَّف: المُصَلّٰی (عیدگاہ) کے لئے مستعمل ہے، پوچھتے ہیں: هل أتيتَ الصف اليوم؟ تم آج عیدگاہ آئے تھے؟

۷- آیت ۶۷ میں ہے: ﴿فَأَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهِ خِيْفَةً مُوْسٰى﴾: پس موسیٰ نے اپنے دل میں کچھ خوف محسوس کیا —— أَضْمَرَ: دل میں چھپایا —— خِيْفَة: خَافَ يخاف کا مصدر ہے، اس کی اصل خِوْفَة ہے، واو ماقبل مکسور تھا، اس لئے یاء سے بدل گیا۔

۸- آیت ۷۱ میں: ﴿فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ﴾: ہے: کھجور کے تنوں میں، اس میں فی بمعنی علی ہے یعنی کھجور کے تنوں پر۔

۹- آیت ۹۵ میں ہے: ﴿فَمَا خَطْبُكَ يَاسَامِرِيُّ﴾: پس اے سامری تیرا کیا معاملہ ہے؟ —— مَا خَطْبُكَ اور مَابَالُكَ کے ایک معنی ہیں۔

۱۰- آیت ۹۷ میں ہے: ﴿أَنْ تَقُوْلَ: لَامِسَاسَ﴾: تو کہے: مت چھونا! —— مِسَاس: باب مفاعلہ کا مصدر ہے یعنی نہ کوئی تجھے چھوئے نہ تو کسی کو چھوئے، باہم چھونا ہی نہ ہو۔

۱۱- آیت ۹۷ میں ہے: ﴿لَنَنْسِفَنَّهُ فِي الْيَمِّ﴾: ہم ضرور اس کو دریا میں بکھیر دیں گے، لَنَذْرِيَنَّه: ہم ضرور اس کو اڑا دیں گے۔

۱۲- آیت ۱۰۶ میں ہے: ﴿فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا﴾: پس زمین کو ہموار میدان بنا کر رکھ دے گا —— القاع: پہاڑوں اور ٹیلوں کے درمیان ہموار میدان جس پر پانی چڑھ کر گذر جائے، جمع قِيْعَان اور أَقْوَاع —— الصَّفْصَف: سپاٹ ہموار زمین۔

[۱۳-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿مِنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ﴾: الْحُلِيُّ الَّذِيْ اسْتَعَارُوْا مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ. فَقَذَفْتُهَا: فَأَلْقَيْتُهَا، ﴿أَلْقٰى﴾: صَنَعَ. [۱۴-] ﴿فَنَسِيَ﴾: مُوْسٰى، هُمْ يَقُوْلُوْنَهُ: أَخْطَأَ الرَّبَّ. [۱۵-] ﴿لَايَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلاً﴾: الْعِجْلَ. [۱۶-] ﴿هَمْسًا﴾: حِسُّ الْأَقْدَامِ. [۱۷-] ﴿حَشَرْتَنِيْ أَعْمٰى﴾: عَنْ حُجَّتِيْ. ﴿[وَقَدْ] كُنْتُ بَصِيْرًا﴾: فِي الدُّنْيَا. [۱۸-] وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: ﴿أَمْثَلُهُمْ﴾: أَعْدَلُهُمْ. [۱۹-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿هَضْمًا﴾: لَايُظْلَمُ، فَيُهْضَمُ مِنْ حَسَنَاتِهِ. [۲۰-] ﴿عِوَجًا﴾: وَادِيًا. ﴿أَمْتًا﴾: رَابِيَةً. [۲۱-] ﴿سِيْرَتَهَا﴾: حَالَتَهَا ﴿الْأُوْلٰى﴾. [۲۲-] ﴿النُّهٰى﴾: التُّقٰى. [۲۳-] ﴿ضَنْكًا﴾: الشَّقَاءُ. [۲۴-] ﴿هَوٰى﴾: شَقِيَ [۲۵-] ﴿الْمُقَدَّسِ﴾: الْمُبَارَكِ ﴿طُوًى﴾: اسْمُ الْوَادِيْ. [۲۶-] ﴿بِمَلْكِنَا﴾: بِأَمْرِنَا. [۲۷-] ﴿مَكَانًا سُوًى﴾: مَنْصَفٌ بَيْنَهُمْ. [۲۸-] ﴿يَبَسًا﴾: يَابِسًا. [۲۹-] ﴿عَلٰى قَدَرٍ﴾: مَوْعِدٍ. [۳۰-] ﴿وَلَا تَنِيَا﴾: تَضْعُفَا.

۱۳- آیت ۸۷ میں ہے: ﴿وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَا أَوْزَارًا مِنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنَاهَا فَكَذٰلِكَ أَلْقَى السَّامِرِيُّ﴾: مگر ہم قوم (مصریوں) کے زیور کا بوجھ اٹھوائے گئے تھے یعنی مصر سے نکلتے وقت بڑوں کے حکم سے ہم وہ زیورات ساتھ لائے تھے ــــ ''پس ہم نے اس بوجھ کو (گھڑے میں) ڈال دیا، پس اسی طرح سامری نے (جو زیور اس کے پاس تھا) ڈال دیا'' ــــ فَقَذَفْتُهَا (واحد متکلم) صحیح تعبیر نہیں، فَقَذَفْنَاهَا (جمع متکلم) ہونا چاہئے، کیونکہ یہ قوم کا قول ہے، سامری کا نہیں ــــ اور أَلْقٰى کے معنی صَنَعَ بھی ٹھیک نہیں، یعنی ان زیورات سے سامری نے بچھڑا بنایا، یہ بات تو آگے آرہی ہے، یہاں یہ معنی لینا كذلك کی تشبیہ کے خلاف ہیں۔

۱۴- آیت ۸۸ ہے: ﴿فَأَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَهُ خُوَارٌ، فَقَالُوْا: هٰذَا إِلٰهُكُمْ وَإِلٰهُ مُوْسٰى، فَنَسِيَ﴾: پھر سامری نے چپکے سے وہ زیورات گھڑے سے نکال لئے، اور ان کو پگھلا کر بچھڑا ڈھال لیا، فرمایا: ''پس سامری نے ان کے لئے ایک بچھڑا نکالا، ایک دھڑ جس کے لئے بیل کی آواز تھی'' یعنی وہ صرف قالب تھا جو بیل کی طرح بولتا تھا، سامری نے اس میں سوراخ ایسے رکھے تھے کہ جب ہوا اس میں سے گھس کر نکلتی تو وہ رانبھتا ــــ ''پس لوگوں نے کہا: یہ تمہارا معبود ہے، اور موسیٰ کا (بھی) معبود ہے، پس وہ بھول گئے'' اور طور پر خدا کی تلاش میں چلے گئے ــــ نَسِيَ کا فاعل موسیٰ ہیں، اور یہ بات لوگوں نے کہی ہے کہ موسیٰ رب کو چوک گئے! اور طور پر تلاش میں نکل گئے!

۱۵- پھر آیت ۸۹ میں ان گمراہوں پر رد ہے: ﴿أَفَلَا يَرَوْنَ أَلَّا يَرْجِعَ إِلَيْهِمْ قَوْلًا﴾: ''پس کیا وہ دیکھتے نہیں کہ وہ (بچھڑا) ان کی بات کا جواب نہیں دیتا'' ــــ یرجع کی ضمیر فاعل بچھڑے کی طرف لوٹتی ہے۔

۱۶- آیت ۱۰۸ میں ہے: ﴿وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا﴾: اور تمام آوازیں نہایت مہربان اللہ کے سامنے دب جائیں گی، پس آپ پیروں کی چاپ کے سوا کچھ نہ سنیں گے ــــ حِسُّ الْأَقْدَام: پیروں کی آہٹ۔

۱۷- آیت ۱۲۵ میں ہے: ﴿قَالَ: رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْ أَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا﴾: وہ کہے گا: اے میرے پروردگار! آپ نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا، میں تو (دنیا میں) بینا تھا؟! ــــ فرماتے ہیں: دلیل سے اندھا یعنی یہ اندھا پن بصارت کا نہیں، بصیرت کا ہوگا۔

۱۸- آیت ۱۰۴ میں ہے: ﴿نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ، إِذْ يَقُوْلُ أَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً: إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا يَوْمًا﴾: ہم خوب جانتے ہیں ان باتوں کو جو وہ کہہ رہے ہیں، جب ان میں سے سب سے زیادہ صائب الرائے کہے گا: تم بس ایک ہی دن (دنیا میں) ٹھہرے ہو! یہ قیامت کے دن کی ہولناکی کا بیان ہے ــــ أَعْدَلُ: سب سے زیادہ انصاف کرنے والا یعنی کھری بات کہنے والا۔

۱۹- آیت ۱۱۲ ہے: ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا﴾: اور جو شخص نیک کام کرے اور وہ مؤمن ہو تو وہ نہ زیادتی سے ڈرے گا نہ کمی سے یعنی نیک مؤمن کو اس دن پورا ثواب ملے گا، اس پر نہ کوئی

ناکردہ گناہ چپکایا جائے گا نہ اس کی نیکی کے ثواب میں کمی جائے گی ـــــ یُهْضَم (مجہول) توڑا جائے گا ـــــ هَضَمَ حَقَّه: حق تلفی کرنا، کسی کا حق کم کرنا۔

۲۰-آیت ۱۰۷ میں ہے: ﴿لَاتَرىٰ فِيْهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا﴾: نہیں دیکھے گا تو زمین میں کوئی ناہمواری اور نہ کوئی بلندی ـــــ الأَمْت: بلند جگہ، چھوٹے ٹیلے الْعِوَج: کجی ـــــ دونوں لفظوں کا حاصل یہ ہے کہ زمین میں کوئی وادی (پہاڑوں کے درمیان کا میدان) نہیں ہوگا۔

۲۱-آیت ۲۱ میں ہے: ﴿سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْأُوْلىٰ﴾: عنقریب ہم اس کو اس کی پہلی حالت کی طرف لوٹا دیں گے ـــــ سِيْرَة: حالت۔

۲۲-آیت ۵۴ میں ہے: ﴿إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّأُوْلِي النُّهٰى﴾: اس میں یقیناً عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں ـــــ النُّهى: النُّهْيَة کی جمع ہے: بری باتوں سے روکنے والی عقل ـــــ التُّقٰى: پرہیزگاری۔

۲۳-آیت ۱۲۴ میں ہے: ﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَإِنَّ لَهُ مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾: اور جو میری نصیحت سے روگردانی کرے گا اس کے لئے تنگ گذران ہوگا یعنی اس کے نصیب میں بدبختی ہوگی، پس مادی تنگی مراد نہیں بلکہ روحانی پریشانی (بدبختی) مراد ہے۔

۲۴-آیت ۸۱ میں ہے: ﴿وَمَنْ يَحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى﴾: اور جس پر میرا غصہ اترا وہ یقیناً پستی میں گرا یعنی بدبخت ہوا ـــــ حَلَّ يَحِلُّ حُلُوْلًا: اترنا، نازل ہونا ـــــ هَوىٰ يَهْوِيْ هُوِيًّا: اوپر سے نیچے گر پڑنا۔

۲۵-آیت ۱۲ میں ہے: ﴿إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى﴾: آپ یقیناً طوی نامی پاک میدان میں ہیں ـــــ اور مبارک جگہ میں جوتے چپل اتار دینا ادب کا تقاضہ ہے۔

۲۶-آیت ۸۷ میں ہے: ﴿قَالُوْا: مَا أَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا﴾: لوگوں نے کہا: ہم نے اپنے اختیار سے آپ سے وعدہ خلافی نہیں کی ـــــ الْمَلْك: حاصل مصدر: قدرت واختیار، مصدر: مالک ہونا بأمرنا: ہمارے اختیار سے۔

۲۷-آیت ۵۸ میں ہے: ﴿اجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَانُخْلِفُهُ نَحْنُ وَلَا أَنْتَ مَكَانًا سُوًى﴾: پس تو ہمارے اور اپنے درمیان کوئی وعدہ مقرر کر یعنی مقابلہ کا دن طے کر، جس کی نہ ہم خلاف ورزی کریں نہ تو (اور) ایسی جگہ مقرر کر جو درمیانی ہو (تاکہ ہر فریق کو وہاں پہنچنے میں سہولت ہو) ـــــ مَنْصَف: حاصل مصدر: درمیانی۔

۲۸-آیت ۷۷ میں ہے: ﴿فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا﴾: پس آپ بنی اسرائیل کے لئے سمندر میں خشک راستہ بنائیں۔

۲۹-آیت ۴۰ میں ہے: ﴿ثُمَّ جِئْتَ عَلىٰ قَدَرٍ يٰمُوْسٰى﴾: پھر تم اے موسیٰ ازلی فیصلہ کے مطابق آئے ـــــ على قَدَرٍ: حسب وعدہ، حسب اندازہ۔

۳۰- آیت ۴۲ میں ہے: ﴿وَلاَ تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ﴾: دونوں میری یاد میں سستی مت کرنا ــــ لاَتَنِيَا: فعل نہی، صیغہ تثنیہ مذکر حاضر، وَنٰی یَنِیْ وَنْیًا: سستی کرنا، کمزور پڑنا۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نبوت کے لئے تیار کیا

آیت ۴۱ میں ہے: ﴿وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ﴾: میں نے تم کو اپنی ذات کے لئے تیار کیا ہے ــــ اصْطِنَاع: باب افتعال: کسی چیز کو بہت عمدہ اور درست بنانا ــــ جس سے دین کا کام لینا ہوتا ہے: شروع ہی سے اللہ تعالیٰ اس کی تربیت کرتے ہیں، موسیٰ علیہ السلام کو نبوت سپرد ہونی تھی اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں پلے بڑھے، پھر ازلی اندازے کے مطابق طور پر پہنچے اور نبوت سے سرفراز کئے گئے۔

اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۶۱۲:۶) آئی ہے، اس میں یہ جملہ ہے: وَاصْطَفَاكَ لِنَفْسِه: اللہ نے آپ کو اپنی ذات کے لئے چنا، یہی حدیث کی باب سے مناسبت ہے۔

[۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ﴾

[۴۷۳۶-] حَدَّثَنِيْ الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُوْنٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيْرِيْنَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "اِلْتَقَى آدَمُ وَمُوْسَى، قَالَ مُوْسٰى لِآدَمَ: أَنْتَ الَّذِيْ أَشْقَيْتَ النَّاسَ وَأَخْرَجْتَهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ؟ قَالَ لَهُ آدَمُ: أَنْتَ الَّذِيْ اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهِ، وَاصْطَفَاكَ لِنَفْسِهِ، وَأَنْزَلَ عَلَيْكَ التَّوْرَاةَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَوَجَدْتَهَا كَتَبَ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِيْ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَحَجَّ آدَمُ مُوْسٰى" [راجع: ۳۴۰۹]

[۳۱-] ﴿الْيَمُّ﴾: الْبَحْرُ.

۳۱- طٰہٰ آیت ۷۸ میں ہے: ﴿فَغَشِيَهُمْ مِنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ﴾: پس چھا گیا ان پر سمندر سے جو چھایا گیا ــــ الْيَمّ: سمندر۔ اور ابہام تہویل کے لئے ہے۔

دس محرم کو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اور ان کی قوم کو دشمن سے نجات بخشی

سورہ طٰہٰ کی آیات ۷۷-۷۹ ہیں: "اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ میرے بندوں کو رات میں لے چلیں، پس لاٹھی مار کر ان کے لئے سمندر میں ایسا خشک راستہ بنائیں کہ نہ پکڑے جانے کا خوف ہو نہ ڈوبنے کا، پس فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ ان کا پیچھا کیا، پس ان پر چھا گیا سمندر کے پانی سے جو چھا گیا، اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا، اور ان کو سیدھا راستہ نہیں دکھایا"

اورحدیث پہلے (تحفۃ القاری ۵:۹۳) آئی ہے، اس میں صراحت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے دس محرم (یوم عاشوراء) کو فرعون اور اس کے لشکر سے نجات بخشی، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اس دن شکریہ کا روزہ رکھا۔

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَأَوْحَيْنَا إِلٰى مُوْسٰى أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَّاتَخَافُ دَرَكًا وَلاَ تَخْشٰى○ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهِ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ○ وَأَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهُ وَمَا هَدَى﴾

[۴۷۳۷-] حَدَّثَنِيْ يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم الْمَدِيْنَةَ، وَالْيَهُوْدُ تَصُوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، فَسَأَلَهُمْ فَقَالُوْا: هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِيْ ظَهَرَ فِيْهِ مُوْسٰى عَلٰى فِرْعَوْنَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "نَحْنُ أَوْلٰى بِمُوْسَى مِنْهُمْ، فَصُوْمُوْهُ" [راجع: ۲۰۰۴]

دنیا دارِ تکلیف ہے اور جنت دارِ راحت

طٰہٰ کی آیت ۱۱۷ ہے: ﴿فَقُلْنَا يٰآدَمُ إِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلاَ يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى﴾: پس ہم نے کہا: اے آدمؑ! یہ (شیطان) یقیناً آپ کا اور آپ کی بیوی کا دشمن ہے، پس وہ نہ نکال دے تم دونوں کو جنت سے پس آپ تکلیف میں پڑ جائیں ـــــ دنیا میں تکلیف مرد کو لاحق ہوتی ہے، اس لئے ﴿فَتَشْقٰى﴾ مفرد آیا، عورت دنیا میں بیگم (بےغم) ہے۔ اور حدیث وہی ہے جو گذشتہ باب میں آئی ہے، اس میں جملہ ہے: وَأَشْقَيْتَهُمْ: آپ نے اپنی اولاد کو مشقت میں ڈالا، یہی حدیث کی باب سے مناسبت ہے۔

[۳-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿فَلاَ يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى﴾

[۴۷۳۸-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ بْنُ النَّجَّارِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "حَاجَّ مُوْسٰى آدَمَ، فَقَالَ لَهُ: أَنْتَ الَّذِيْ أَخْرَجْتَ النَّاسَ مِنَ الْجَنَّةِ بِذَنْبِكَ وَأَشْقَيْتَهُمْ، قَالَ: قَالَ آدَمُ: يَا مُوْسٰى أَنْتَ الَّذِيْ اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالاَتِهِ وَبِكَلاَمِهِ، أَتَلُوْمُنِيْ عَلٰى أَمْرٍ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِيْ؟! أَوْ: قَدَّرَهُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِيْ" قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "فَحَجَّ آدَمُ مُوْسٰى" [راجع: ۳۴۰۹]

﴿الحمد للہ! سورۃ طٰہٰ کی تفسیر پوری ہوئی﴾

تفسیر سورۃ الانبیاء

سورۃ الانبیاء کی فضیلت

ابھی حدیث آئی ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''سورۃ بنی اسرائیل، سورۃ الکہف، سورۃ مریم، سورۃ طٰہٰ اور سورۃ الانبیاء: اعلیٰ درجہ کی (فصیح وبلیغ) سورتیں ہیں (یا نزول کے اعتبار سے قدیم ہیں) اور وہ میرا پرانا سرمایہ ہیں!

[۲۱] سورة الأنبياء

[٤٧٣٩-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيْدَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ، وَالْكَهْفُ، وَمَرْيَمُ، وَطٰهٰ، وَالْأَنْبِيَاءُ: هُنَّ مِنَ الْعِتَاقِ الْأُوَلِ، وَهُنَّ مِنْ تِلَادِيْ. [راجع: ٤٧٠٨]

[١-] وَقَالَ قَتَادَةُ: ﴿جُذَاذًا﴾ قَطَّعَهُنَّ. [٢-] وَقَالَ الْحَسَنُ: ﴿فِيْ فَلَكٍ﴾: مِثْلُ فَلْكَةِ الْمِغْزَلِ. ﴿يَسْبَحُوْنَ﴾: يَدُوْرُوْنَ. [٣-] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿نَفَشَتْ﴾: رَعَتْ. [٤-] ﴿يُصْحَبُوْنَ﴾: يُمْنَعُوْنَ. [٥-] ﴿أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً﴾ قَالَ: دِيْنُكُمْ دِيْنٌ وَاحِدٌ. [٦-] وَقَالَ عِكْرِمَةُ: ﴿حَصَبُ﴾: حَطَبُ بِالْحَبَشِيَّةِ.

۱- آیت ۵۸ میں ہے: ﴿فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا إِلَّا كَبِيْرًا لَهُمْ لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ﴾: پس آپ نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، مگر ان کے بڑے کو (چھوڑ دیا) تاکہ وہ ان کی طرف رجوع کریں — جُذَاذ: بروزن فُعَال بمعنی مفعول، جَذٌّ سے مشتق: کاٹنا، توڑنا، جُذَاذ: ریزہ ریزہ، ٹکڑے ٹکڑے — قَطَّعَهُن: مورتیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

۲- آیت ۳۳ ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ، كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَسْبَحُوْنَ﴾: اور اللہ ہی نے شب وروز اور شمس وقمر بنائے، سب اپنے اپنے دائرے میں پیر رہے ہیں — الفلك: اجرام سماوی کے گھومنے کی مدار، دائرہ — فَلْكَةُ الْمِغْزَل: چرخے کا دم کڑا — يَدُوْرُوْن: گھوم رہے ہیں۔

۳- آیت ۷۸ میں ہے: ﴿إِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ﴾: جب رات کے وقت کھیت میں ایک قوم کی بکریاں جا پڑیں — نَفَشَتِ الماشيةُ في المَرْعى: مویشیوں کا رات کو چراگاہ میں گھس کر گھاس چرنا۔

۴- آیت ۴۳ میں ہے: ﴿وَلَا هُمْ مِنَّا يُصْحَبُوْنَ﴾: اور نہ وہ ہماری طرف سے ساتھ دیئے جائیں گے — صَحِبَه (س) صُحْبَة: ساتھ ہونا، ساتھ لگنا — يُمْنَعون: عذاب سے بچائے جائیں گے۔

۵-آیت۹۲میں ہے:﴿إِنَّ هٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً، وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ﴾:بے شک یہ تمہاری جماعت ہے: ایک جماعت،اور میں تمہارارب ہوں،پس میری عبادت کرو ـــــ أُمَّة:طریقہ،مذہب،مشرب،جماعت۔أمة واحدة: حال ہے ـــــ دينكم إلخ:تمام انبیاءکادین ایک ہے،شریعتیں مختلف ہیں۔

۶-آیت۹۸میں ہے:﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾:بے شک تم اور جن کوتم اللہ کے علاوہ پوجتے ہوسب دوزخ کا ایندھن ہیں ـــــ الحَصَب:سوختہ،جلانے کی لکڑیاں،ایندھن جوآگ میں ڈالا جائے ـــــ عکرمہؒ نے کہا:یہ حبشی زبان کالفظ ہے۔

[۷-] وَقَالَ غَيْرُهُ:﴿أَحَسُّوْا﴾: تَوَقَّعُوْهُ، مِنْ أَحْسَسْتُ. [۸-] ﴿خَامِدِيْنَ﴾: هَامِدِيْنَ. حَصِيْدٌ: مُسْتَأْصَلٌ، يَقَعُ عَلَى الْوَاحِدِ وَالاِثْنَيْنِ وَالْجَمِيْعِ. [۹-] ﴿وَلاَ يَسْتَحْسِرُوْنَ﴾: لاَ يَعْيُوْنَ، وَمِنْهُ: ﴿حَسِيْرٌ﴾ وَحَسَرْتُ بَعِيْرِيْ. [۱۰-] ﴿عَمِيْقٍ﴾: بَعِيْدٌ. [۱۱-] ﴿نُكِّسُوْا﴾: رُدُّوْا. [۱۲-] ﴿صَنْعَةَ لَبُوْسٍ﴾: الدُّرُوْعُ. [۱۳-] ﴿تَقَطَّعُوْا أَمْرَهُمْ﴾: اخْتَلَفُوْا. [۱۴-] الْحَسِيْسُ وَالْحِسُّ وَالْجَرْسُ وَالْهَمْسُ وَاحِدٌ، وَهُوَ مِنَ الصَّوْتِ الْخَفِيِّ. [۱۵-] ﴿آذَنْتُكَ﴾: أَعْلَمْنَاكَ ﴿آذَنْتُكُمْ﴾: إِذَا أَعْلَمْتَهُ، فَأَنْتَ وَهُوَ﴿ عَلَى سَوَآءٍ﴾ لَمْ تَغْدِرْ. [۱۶-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ﴾: تُفَهَّمُوْنَ. [۱۷-] ﴿ ارْتَضَىٰ﴾: رَضِيَ. [۱۸-] ﴿ التَّمَاثِيْلُ﴾: الأَصْنَامُ. [۱۹-] ﴿السِّجِلُّ﴾: الصَّحِيْفَةُ.

۷-آیت۱۲میں ہے:﴿فَلَمَّا أَحَسُّوْا بَأْسَنَا﴾:پس جب انھوں نے ہمارے عذاب کی آہٹ پائی ـــــ تَوَقَّعُوْه: جب انھوں نے عذاب کی امید کی ـــــ أَحَسَّ الشيئَ:جاننا،معلوم کرلینا(باب افعال)

۸-آیت۱۵میں ہے:﴿جَعَلْنَاهُمْ حَصِيْدًا خَامِدِيْنَ﴾:ہم نے ان کوکٹی ہوئی کھیتی بجھی ہوئی آگ کردیا،دومشبہ بہ ہیں:(۱)کاٹ کرڈھیر کی ہوئی کھیتی(۲)وہ آگ جوبجھ کرراکھ ہوگئی ہو ـــــ هَامِدِيْن:مردہ،بے روح،هَمَدَ (ن) الرجلُ: مرجانا،بے روح ہوجانا ـــــ خامدين: حَصِيْدًا کے ساتھ مل کر جعل کامفعول ثانی ہے،مفعول ثانی میں دوتشبیہیں مجتمع ہیں ـــــ مُسْتَأْصَل:جڑ سے کٹی ہوئی(اسم مفعول)اسْتِئْصَال:جڑ سے اکھاڑ دینا۔حَصِيْد:صفتِ مشبہ میں واحد،تثنیہ، جمع،مذکرومؤنث برابر ہیں،سب کے لئے حَصِيْد ہی استعمال کیا جاتا ہے۔

۹-آیت۱۹میں ہے:﴿وَمَنْ عِنْدَهُ لاَيَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلاَ يَسْتَحْسِرُوْنَ﴾:اورجو(فرشتے)اس کے پاس ہیں وہ نہ اس کی عبادت سے عارکرتے ہیں اورنہ وہ تھکتے ہیں ـــــ اسْتَحْسَرَ:تھکنا،اکتاجانا ـــــ لاَيَعْيُوْن:تھکتے نہیں،عَيِيَ(س) عَيًّا:تھکنا،عاجز ہونا ـــــ اسی مادہ سے سورۃ الملک آیت۴ میں ہے:﴿وَهُوَحَسِيْرٌ﴾:درانحالیکہ نگاہ درماندہ(تھکی ہوئی)ہے ـــــ اورحَسَرْتُ بعيرى کے معنی ہیں:میں نے اپنے اونٹ کوتھکایا۔

۱۰-سورۃ الحج کی آیت۲۷میں عَمِيْق ہے:﴿يَأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ﴾:آئیں گی اونٹنیاں ہردورگھاٹی سے ـــــ

یہ سورۃ الحج کا کلمہ ہے، یہاں بے جوڑ آیا ہے۔

۱۱- آیت ۶۵ میں ہے: ﴿ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُ وْسِهِمْ﴾: پھر وہ اپنے سروں پر اوندھے کئے گئے، یعنی انھوں نے شرمندگی سے سر جھکا لئے۔ نُكِسُوْا: ماضی مجہول، صیغہ جمع مذکر غائب، نَكَسَ الشيئَ نَكْسًا: اوندھا کرنا —— اور سورۃ یٰسٓ آیت ۶۸ میں ہے: ﴿وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ﴾: اور جس کی ہم عمر زیادہ کرتے ہیں اس کو طبعی حالت میں الٹا کر دیتے ہیں —— یہ تَنْكِيْس (باب تفعیل) سے ہے، اس کے معنی ہیں: الٹا پھیرنا۔ رُدُّوْا: آیت یٰسٓ کا ترجمہ ہے؛ حضرت رحمہ اللہ کو دھوکہ لگا ہے۔

۱۲- آیت ۸۰ میں ہے: ﴿وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ﴾: اور سکھلائی ہم نے داؤد علیہ السلام کو لباس کی کاریگری تمہارے فائدے کے لئے یعنی لوہے کے کُرتے، زرہیں بنانے کا فن سکھلایا۔

۱۳- آیت ۹۳ میں ہے: ﴿وَتَقَطَّعُوْا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ﴾: اور بانٹ لیا انھوں نے اپنے معاملہ کو آپس میں یعنی وہ باہم مختلف ہو گئے۔

۱۴- آیت ۱۰۲ میں ہے: ﴿لَايَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا﴾: وہ دوزخ کی آہٹ (ہلکی آواز) نہیں سنیں گے —— الْحَسِيْس (ہلکی آواز) حِسّ (آہٹ) جرس (گھنٹی) اور هَمْس (ہلکی آواز) سب کے ایک معنی ہیں یعنی ہلکی آواز۔

۱۵- آیت ۱۰۹ میں ہے: ﴿فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ آذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَاءٍ﴾: پس اگر وہ سرتابی کریں تو آپ کہہ دیں: میں تم کو دوٹوک اطلاع کر چکا —— آذَنَ إِيْذَانًا: اطلاع دینا، خبر دینا —— سورۃ حم السجدۃ آیت ۴۷ میں ہے: ﴿قَالُوْا آذَنّٰكَ مَامِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ﴾: وہ کہیں گے: ہم نے آپ کو بتلا دیا کہ ہم میں سے کوئی اس عقیدہ کا نہیں تھا! —— اور ﴿عَلٰى سَوَآءٍ﴾ کا مطلب ہے: جب آپؐ نے دشمن کو اطلاع کر دی تو تم اور وہ برابر ہو گئے، اب جنگ کرنا وعدہ خلافی نہیں۔

۱۶- آیت ۱۳ میں ہے: ﴿لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ﴾: شاید تم پوچھے جاؤ یعنی وہاں کوئی تمہارا حال دریافت کرے، ہمدردی کا اظہار کرے اور خیر خبر پوچھے —— تفهَّم الكلامَ: بات سمجھنا۔

۱۷- آیت ۲۸ میں ہے: ﴿وَلَا يَشْفَعُوْنَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى﴾: نہیں سفارش کرتے وہ مگر اس کے لئے جس سے خوش ہوں وہ —— ارْتَضٰى بمعنی رَضِيَ ہے۔

۱۸- آیت ۵۲ میں ہے: ﴿مَاهٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْ أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُوْنَ﴾: ان مورتیوں کی کیا حقیقت ہے جن پر تم جمے بیٹھے ہو؟ —— تماثيل: تمثال کی جمع ہے: صورتیں، مورتیں، تصویریں، مجسمے۔

۱۹- آیت ۱۰۴ میں ہے: ﴿يَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءِ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ﴾: جس دن ہم آسمان کو لپیٹ دیں گے جس طرح طومار کاغذات کو لپیٹ لیتا ہے یعنی جس طرح فائل میں کاغذات سمیٹ لئے جاتے ہیں: ساتوں آسمان بایں پہنائی قیامت کے دن لپٹے ہوئے اللہ تعالیٰ کے دائیں ہاتھ میں ہونگے (سورۃ الزمر آیت ۶۷) —— سِجِلّ: صحیفہ، طومار، فائل۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہلی بار خلقت پیدا کی: اس کو دوبارہ پیدا کریں گے

سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۴ میں ہے: ''جس طرح پہلی بار ہم نے آفرینش کی ابتداء کی: ہم اس کو دوبارہ بنائیں گے، یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے، ہم ضرور اس کو کر کے رہیں گے'' یعنی جیسی سہولت سے خلقت پہلی بار پیدا کی: دوبارہ بنادیں گے۔ ﴿وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ بلکہ وہ (دوبارہ بنانا) ان کے لئے زیادہ آسان ہے (الروم ۲۷) —— اور حدیث شریف پہلے (تحفۃ القاری ۶:۵۶۳) آئی ہے، ایک خطاب میں نبی ﷺ نے مذکورہ آیت پڑھی ہے، بس یہی باب سے مناسبت ہے۔

[۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ﴾

[۴۷۴۰-] حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ، شَيْخٍ مِنَ النَّخَعِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: خَطَبَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: " إِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ إِلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ عُرَاةً غُرْلاً ﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيْدُهُ، وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ﴾ ثُمَّ إِنَّ أَوَّلَ مَنْ يُكْسَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيْمُ، أَلاَ إِنَّهُ يُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنْ أُمَّتِيْ، فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ، فَأَقُوْلُ: يَارَبِّ أَصْحَابِيْ! فَيُقَالُ: لاَتَدْرِيْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ، فَأَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ: ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّادُمْتُ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿شَهِيْدٌ﴾[المائدة: ۱۱۷] فَيُقَالُ: إِنَّ هٰؤُلاَءِ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ إِلَى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ"[راجع: ۳۳۴۹]

﴿الحمدللہ! سورۃ الانبیاء کی تفسیر پوری ہوئی﴾

[۲۲] سورة الحج

[۱-] وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: ﴿الْمُخْبِتِيْنَ﴾: الْمُطْمَئِنِّيْنَ. [۲-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿فِيْ أُمْنِيَّتِهِ﴾: إِذَا حَدَّثَ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِيْ حَدِيْثِهِ، فَيُبْطِلُ اللهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ وَيُحْكِمُ آيَاتِهِ. وَيُقَالُ: أُمْنِيَّتُهُ قِرَاءَتُهُ ﴿إِلاَّ أَمَانِيَّ﴾: يَقْرَءُ وْنَ وَلاَ يَكْتُبُوْنَ.

سورۃ الحج کی تفسیر

الفاظ کے معانی

۱-سورۃ الحج آیت ۳۴ میں ہے: ﴿وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ﴾: اور آپؐ نیازمندوں کو بشارت دیں یعنی جو لوگ اللہ کے حکم

کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں، ان کو جنت کی اور جنت کی نعمتوں کی خوش خبری سنادیں —— المُخْبِت: اسم فاعل، از باب افعال، إِخْبَات: اظہار عجز وانکساری، اللہ کے احکام کے سامنے نیاز مندی، اس کی ضد استکبار (اکڑنا) ہے، مجرد خَبَتَ (ن) المکانُ: پست ہونا، نشیب میں ہونا —— حضرت ابن عیینہؒ نے الْمُطْمَئِنِّيْن ترجمہ کیا ہے، اِطْمَأَنَّ الشيئُ: جھکنا، نیچا ہونا۔

سورۃ الحج کی آیت ۵۲ ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُوْلٍ وَلاَ نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنّٰى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِيْ أُمْنِيَّتِهِ، فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ آيَاتِهِ، وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾: اور نہیں بھیجا ہم نے آپؐ سے پہلے کوئی رسول اور نہ کوئی نبی، مگر جب اس نے (غلبۂ اسلام کی) آرزو کی تو شیطان نے اس کی آرزو میں (رخنہ) ڈالا، پس اللہ تعالیٰ اس (روک) کو ہٹادیتے ہیں جو شیطان ڈالتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیتوں (دین) کو مضبوط کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے بڑی حکمت والے ہیں —— من رسول میں مِنْ زائدہ استغراق جنس کے لئے ہے تَمَنّٰى الشيئَ: آرزو کرنا، تمنا کرنا، خواہش مند ہونا —— أُمْنِيَّة: تمنا، آرزو، جمع أماني —— نَسَخَ الشيئَ (ف) نَسْخًا: ختم کرنا، زائل کرنا —— مايلقي: مفعول بہ ہے ينسخ کا —— آیت کی تفسیر کے لئے ہدایت القرآن دیکھیں۔

۲- حضرت ابن عباسؓ نے أُمْنِيَّة کا مصداق نبی ﷺ کے ارشادات کو بنایا ہے، فرماتے ہیں: جب نبی ﷺ کوئی بات فرماتے تو شیطان آپ کی بات میں (رخنہ) ڈالتا (جیسے حدیبیہ کے سال آپؐ نے خواب دیکھا کہ آپ صحابہ کے ساتھ عمرہ کے لئے تشریف لے گئے، آپؐ نے یہ خواب صحابہ کو سنایا، سب پُرشوق ہوگئے، مگر حدیبیہ میں روک پیش آگئی، یہ شیطان نے رنگ میں بھنگ ڈالا) پھر اللہ تعالیٰ باطل کردیتے ہیں یعنی ہٹادیتے ہیں اس روک کو جو شیطان ڈالتا ہے اور اپنی آیات کو مضبوط کردیتے ہیں (چنانچہ سورۃ الفتح نازل ہوئی اور صحابہ کو بتایا گیا کہ تم ضرور عمرہ کرنے جاؤ گے، اس سال نہ سہی آئندہ سال سہی!)

ایک دوسری تفسیر يُقَال کہہ کر بیان کی ہے یعنی یہ تفسیر ضعیف ہے (بلکہ باطل ہے) أُمْنِيَّة: یعنی قراءت: پڑھنا، یعنی جب نبی ﷺ قرآن پڑھتے تھے تو شیطان اس میں ملادیتا تھا، پھر الغَرَانِيْقُ الْعُلٰى (طائران لاہوتی) کا قصہ گھڑا —— اور ان لوگوں نے امنیۃ کے جو معنی بیان کئے ہیں اس کی تائید میں سورۃ البقرۃ کی آیت ۷۸ پیش کی ہے: ﴿وَمِنْهُمْ أُمِّيُّوْنَ لاَيَعْلَمُوْنَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّوْنَ﴾: اور بعض یہودی ناخواندہ ہیں جو کتاب (تورات) کا علم نہیں رکھتے، مگر دل خوش کن باتیں (بہت یاد ہیں) اور وہ لوگ اور کچھ نہیں محض خیالات پکاتے ہیں —— ان لوگوں نے ﴿أَمَانِيَّ﴾ کے معنی کئے ہیں: وہ لوگ تورات پڑھتے ہیں، مگر لکھنا نہیں جانتے —— یہ معنی تو ﴿لاَيَعْلَمُوْنَ الْكِتَابَ﴾ کے ہوسکتے ہیں، ﴿أَمَانِيَّ﴾ کے کسی طرح نہیں ہوسکتے، اس کے معنی تو 'آرزوئیں' یعنی دل خوش کن باتیں ہیں، اس لئے یہ تفسیر قطعاً غلط ہے۔

[۳-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿مَشِيْدٌ﴾ بِالْقَصَّةِ. [٤-] وَقَالَ غَيْرُهُ: ﴿يَسْطُوْنَ﴾: يُفْرِطُوْنَ، مِنَ السَّطْوَةِ، وَيُقَالُ: ﴿يَسْطُوْنَ﴾ يَبْطُشُوْنَ. [٥-] ﴿وَهُدُوْا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ﴾: أُلْهِمُوْا. [٦-] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿بِسَبَبٍ﴾: بِحَبْلٍ إِلٰى سَقْفِ الْبَيْتِ. [٧-] ﴿تَذْهَلُ﴾: تُشْغَلُ.

۳-آیت ۴۵ میں ہے:﴿وَقَصْرٍ مَّشِيْدٍ﴾: اور محل مضبوط بنائے ہوئے ــــ مَشِيْد: اسم مفعول، شَادَ البناء (ض) شَيْدًا: پختہ بلند عمارت بنانا، چونے سے تعمیر کرنا ــــ قَصَّةٌ: چونا۔

۴-آیت ۷۲ میں ہے:﴿يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا﴾: قریب ہیں کہ حملہ کر بیٹھیں ان لوگوں پر جو انہیں ہماری آیتیں سناتے ہیں ــــ سَطَا (ن) سَطْوًا وَسَطْوَةً عليه وبه: حملہ کرنا، دھاوا بولنا ــــ يُفْرِطُوْنَ: زیادتی کریں وہ یعنی حملہ کردیں وہ ــــ اور کہا گیا: یسطون کے معنی ہیں: پکڑیں وہ (دونوں معنی متحد ہیں)

۵-آیت ۲۴ میں ہے:﴿وَهُدُوْا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ﴾: اور وہ ستھری بات کی طرف راہ دکھائے گئے یعنی ستھری بات ان کو الہام کی گئی ــــ ستھری بات: کلمہ طیبہ لا إله إلا الله، محمد رسول الله ہے یعنی ان کو دولت اسلام سے نوازا گیا۔

۶-آیت ۱۵ میں ہے: ''جو شخص خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس (رسول) کی دنیا وآخرت میں ہرگز مدد نہیں کریں گے تو اس کو چاہئے کہ رسّی کے ذریعہ آسمان پر چڑھ جائے، پھر چاہئے کہ وہ اللہ کی مدد بند کردے، پھر چاہئے کہ وہ دیکھے کہ آیا اس کی کوشش نے اس چیز کو ختم کردیا جو اس کو سخت ناگوار ہورہی ہے؟! ــــ آسمان پر چڑھنے کی بات ناممکن بات پر تعلیق ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تفسیر کی کہ رسّی چھت میں باندھے، اور خودکشی کرلے، پھر دیکھے اس کی اس تدبیر سے مدد خداوندی رکی؟!

۷-آیت ۲ میں ہے:﴿تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ﴾: ہر دودھ پلانے والی عورت دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی یعنی اس سے غافل ہوجائے گی ــــ تُشْغَل: مشغول کی جائے گی یعنی اس کو اپنی ہی فکر پڑی ہوگی۔

جب قیامت کا بھونچال آئے گا تو لوگ متوالے ہوجائیں گے!

سورۃ الحج کی دوسری آیت ہے: ''جس دن تم قیامت کے زلزلے کو دیکھو گے تو ہر دودھ پلانے والی عورت دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی، اور ہر حمل والی عورت اپنے حمل کو ڈال دے گی، اور تمہیں لوگ مدہوش نظر آئیں گے، جبکہ وہ مدہوش (پیئے ہوئے) نہیں ہونگے، بلکہ اللہ کا عذاب سخت ہوگا ــــ جس سے لوگ حواس باختہ ہوجائیں گے ــــ اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۶:۵۶۱) آئی ہے، اس میں نبی ﷺ نے یہ آیت پڑھی ہے، یہی حدیث کی باب سے مناسبت ہے۔

[۱-] بَابُ قَوْلِهِ:﴿وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى﴾

[۴۷۴۱-] حدثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِيْ، قَالَ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم:'' يَقُوْلُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: يَا آدَمُ! يَقُوْلُ: لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ، فَيُنَادَى بِصَوْتٍ: إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُخْرِجَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ بَعْثًا إِلَى النَّارِ، قَالَ: يَارَبِّ! وَمَا بَعْثُ النَّارِ؟ قَالَ: مِنْ كُلِّ أَلْفٍ - أُرَاهُ- تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ، فَحِيْنَئِذٍ تَضَعُ الْحَامِلُ حَمْلَهَا

وَيَشِيْبُ الْوَلِيْدُ، ﴿وَتَرَى النَّاسَ سُكَارىٰ وَمَاهُمْ بِسُكَارىٰ وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ﴾" فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى النَّاسِ حَتّٰى تَغَيَّرَتْ وُجُوْهُهُمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم:" مِنْ يَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ، وَمِنْكُمْ وَاحِدٌ، ثُمَّ أَنْتُمْ فِي النَّاسِ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي جَنْبِ الثَّوْرِ الْأَبْيَضِ، أَوْ كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِيْ جَنْبِ الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ، وَإِنِّيْ لَأَرْجُوْ أَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ" فَكَبَّرْنَا، ثُمَّ قَالَ:" ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ" فَكَبَّرْنَا، ثُمَّ قَالَ:" شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ" فَكَبَّرْنَا.

وَقَالَ أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ: ﴿تَرَى النَّاسَ سُكَارىٰ وَمَاهُمْ بِسُكَارىٰ﴾ قَالَ: مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ. وَقَالَ جَرِيْرٌ، وَعِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ، وَأَبُوْ مُعَاوِيَةَ: سَكْرَى وَمَاهُمْ بِسَكْرَى. [راجع: ۳۳۴۸]

وضاحت: پہلی روایت حفصؒ کی ہے، اس میں شک ہے۔ أراہ: میرا خیال ہے کہ نوسوننانوے ہے اور ابواسامہ کی روایت میں شک نہیں، یہ تعداد بالیقین ہے ــــ اور سُکَارىٰ: سَکْران کی جمع ہے: نشہ میں چور، مدہوش، مست، متوالا، مؤنث سَکْریٰ ــــ جریرؒ وغیرہ کی روایت میں یہی مؤنث سَکْریٰ ہے۔

کنارے پر کھڑے ہوکر اللہ کی عبادت کرنا

سورۃ الحج کی آیات ۱۱و۱۲ ہیں: ''اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو کنارے پر کھڑے اللہ کی عبادت کرتے ہیں یعنی وہ تذبذب کا شکار ہیں، پس اگر اسے کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو وہ اس پر مطمئن ہوجاتا ہے، اور اگر اس کو کوئی آزمائش پہنچتی ہے تو وہ اپنے چہرے پر پلٹ جاتا ہے یعنی کفر کی طرف لوٹ جاتا ہے، اس نے دنیا وآخرت گنوائی! یہی کھلا ہوا خسارہ ہے! اور وہ اللہ کے علاوہ ایسوں کو پکارتا ہے جو نہ اس کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ اس کو نفع پہنچا سکتے ہیں، یہی انتہائی درجہ کی گمراہی ہے!''

حدیث: بعض لوگ مدینہ آکر مسلمان ہوتے، پھر اگر اس کی بیوی نے لڑکا جنا اور اس کی گھوڑی نے بچہ دیا تو وہ کہتا کہ یہ دین اچھا ہے، اور اگر اس کی بیوی نے بچہ نہ جنا اور اس کی گھوڑی نے بچہ نہ دیا تو وہ کہتا کہ یہ دین برا ہے ــــ ایسے نام نہاد مسلمان جو تذبذب کا شکار ہوتے ہیں آیت کا مصداق ہیں۔

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ﴾: شَكٍّ، ﴿فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهِ، خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿ذٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيْدُ﴾ ﴿أَتْرَفْنَاهُمْ﴾: وَسَّعْنَاهُمْ.

[۴۷۴۲-] حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْحَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِيْ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ، عَنْ أَبِيْ حَصِيْنٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ﴾

كَانَ الرَّجُلُ يَقْدَمُ الْمَدِيْنَةَ، فَإِنْ وَلَدَتِ امْرَأَتُهُ غُلاَمًا، وَنُتِجَتْ خَيْلُهُ، قَالَ: هٰذَا دِيْنٌ صَالِحٌ، وَإِنْ لَمْ تَلِدِ امْرَأَتُهُ وَلَمْ تُنْتَجْ خَيْلُهُ، قَالَ: هٰذَا دِيْنُ سَوْءٍ.

ایک لفظ: سورۃ المؤمنین آیت ۳۳ میں ہے: ﴿وَأَتْرَفْنَاهُمْ فِيْ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾: اور ہم نے ان کو دنیا کی زندگی میں عیش دیا ـــــ أَتْرَفَ إِتْرَافًا: عیش وآرام دینا، نازونعمت میں پرورش کرنا (یہ لفظ یہاں بے موقع آ گیا ہے) وَسَّعْنَاهم: ہم نے ان کو گنجائش دی۔

اہل اسلام اور اہل باطل کے درمیان قیامت کے دن عملی فیصلہ ہوگا

سورۃ الحج کی آیت ۱۹ ہے: ''یہ فریق ہیں'' ـــــ ایک مؤمنین کا گروہ ہے دوسرا منکرین کا ـــــ ''ان میں اپنے رب کے باب میں جھگڑا ہے'' ـــــ مؤمنین اللہ تعالیٰ کو قادر مطلق مانتے ہیں، اور منکرین عاجز، مؤمنین اللہ کے احکام کے سامنے سربسجود ہیں اور منکرین نہ اللہ کی ہدایات کو قبول کرتے ہیں، نہ اس کے احکام کے سامنے سر جھکاتے ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ ان کے درمیان قیامت کے دن عملی فیصلہ کریں گے جو آگے مذکور ہے ـــــ اور باب کی حدیثوں میں دونوں فریقوں کی مثالیں آئی ہیں، حضرات حمزہ وعلی وعبیدۃ بن الحارث رضی اللہ عنہم مؤمنین کا گروہ ہیں، اور عتبہ بن ربیعہ اور اس کا بھائی شیبہ اور اس کا لڑکا ولید منکرین کا گروہ ہیں، اور حدیث پہلے (۵۹:۸) آ چکی ہے۔

[۳-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ﴾

[۴۷۴۳-] حدثنا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُوْ هَاشِمٍ، عَنْ أَبِيْ مِجْلَزٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ، عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ: أَنَّـهُ كَانَ يُقْسِمُ فِيْهَا: إِنَّ هٰذِهِ الآيَةَ: ﴿هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ﴾ نَزَلَتْ فِيْ حَمْزَةَ وَصَاحِبَيْهِ، وَعُتْبَةَ وَصَاحِبَيْهِ، يَوْمَ بَرَزُوْا فِيْ يَوْمِ بَدْرٍ، رَوَاهُ سُفْيَانُ، عَنْ أَبِيْ هَاشِمٍ. وَقَالَ عُثْمَانُ، عَنْ جَرِيْرٍ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ أَبِيْ هَاشِمٍ، عَنْ أَبِيْ مِجْلَزٍ قَوْلَهُ. [راجع: ۳۹۶۶]

[۴۷۴۴-] حدثنا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، سَمِعْتُ أَبِيْ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ مِجْلَزٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ قَالَ: أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَجْثُوْ بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمٰنِ لِلْخُصُوْمَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. قَالَ قَيْسٌ: وَفِيْهِمْ نَزَلَتْ: ﴿هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ﴾ قَالَ: هُمُ الَّذِيْنَ بَارَزُوْا يَوْمَ بَدْرٍ: عَلِيٌّ وَحَمْزَةُ وَعُبَيْدَةُ ــ وَشَيْبَةُ بْنُ رَبِيْعَةَ وَعُتْبَةُ بْنُ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدُ بْنُ عُتْبَةَ. [راجع: ۳۹۶۵]

﴿الحمدللہ! سورۃ الحج کی تفسیر پوری ہوئی﴾

[۲۳] سورة المؤمنين

[۱-] وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: ﴿سَبْعَ طَرَائِقَ﴾: سَبْعَ سَمَاوَاتٍ. [۲-] ﴿لَهَا سَابِقُوْنَ﴾: سَبَقَتْ لَهُمُ السَّعَادَةُ. [۳-] ﴿قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ﴾: خَائِفِيْنَ. [٤-] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ﴾: بَعِيْدٌ بَعِيْدٌ. [٥-] ﴿فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ﴾: الْمَلاَئِكَةَ. [٦-] ﴿لَنَاكِبُوْنَ﴾: لَعَادِلُوْنَ. [٧-] ﴿كَالِحُوْنَ﴾: عَابِسُوْنَ. [٨-] ﴿مِنْ سُلاَلَةٍ﴾: الْوَلَدُ، وَالنُّطْفَةُ: السُّلاَلَةُ. [٩-] وَالْجِنَّةُ وَالْجُنُوْنُ وَاحِدٌ. [١٠-] وَالْغُثَاءُ: الزَّبَدُ، وَمَا ارْتَفَعَ عَنِ الْمَاءِ، وَمَالاَ يُنْتَفَعُ بِهِ.

تفسیر سورۃ المؤمنین

۱- آیت ۱۷ میں ہے: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَائِقَ﴾: اور ہم نے تمہارے اوپر سات راہیں (آسمان) پیدا کیں —— طَرَائِقَ: طَرِيْقَة کی جمع ہے، راہیں، مراد آسمان کے طبقے ہیں —— اور آسمانوں کو 'راستے' کیوں کہا گیا؟ اس کی قطعی وجہ معلوم نہیں!

۲- آیت ٦١ ہے: ﴿أُولٰئِكَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ﴾: یہ لوگ (مؤمنین) جلدی جلدی فائدے حاصل کر رہے ہیں، اور وہ ان کی طرف سبقت کرنے والے ہیں —— یعنی ان کے لئے پہلے سے نیک بختی طے کر دی گئی ہے۔

۳- آیت ٦٠ میں ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا آتَوْا وَقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلٰى رَبِّهِمْ رَاجِعُوْنَ﴾: اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں درانحالیکہ ان کے دل خوفزدہ ہیں: اس لئے کہ ان کو اپنے پروردگار کے پاس جانا ہے —— وَجِلَة: صفت مشبہ وَجِلَ يَوْجَلُ (س) وَجَلاً: ڈرنا، گھبرانا۔

۴- آیت ۳٦ ہے: ﴿هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ﴾: بہت دور! بالکل ناممکن! جو بات تم سے کہی جارہی ہے —— هَيْهَاتَ: اسم فعل ہے بمعنی بَعُدَ، عام طور پر مکرر آتا ہے۔

۵- آیت ۱۱۳ میں ہے: ﴿فَسْئَلِ الْعَادِّيْنَ﴾: پس آپ گننے والوں سے یعنی فرشتوں سے پوچھیں —— عَادٌّ: عَدٌّ سے اسم فاعل: گننے والے، شمار کرنے والے —— عَادِّيْن: اصل میں عَادِدِيْنَ تھا، دو حرف ایک جنس کے جمع ہوئے اس لئے ادغام کیا ہے۔

۶-آیت۷۴ میں ہے: ﴿وَإِنَّ الَّذِیْنَ لَایُؤْمِنُوْنَ بِالآخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنَاكِبُوْنَ﴾: اور جولوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ راستہ سے ہٹے ہوئے ہیں یعنی غلط راستے پر پڑ گئے ہیں ــــ نَاكِبٌ: اسم فاعل، نَكَبَ (ن) عنه نَكْبًا: ہٹنا، الگ ہونا ــــ عادل: ہٹنے والا، عَدَلَ عنه: ہٹنا۔

۷-آیت۱۰۴ میں ہے: ﴿تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِیْهَا كَالِحُوْنَ﴾: ان کے چہروں کو آگ جھلسے گی، اور وہ اس میں بگڑے ہوئے منہ والے ہونگے ــــ كَلَحَ (ف) كُلُوْحًا: بگڑی ہوئی شکل والا ہونا، ایسا چہرہ ہوجانا کہ نیچے کا ہونٹ لٹک جائے اور اوپر کا ہونٹ اٹھ جائے، جیسے بکری کی بھنی ہوئی سری کا حال ہوتا ہے ــــ عَبَسَ (ض) عَبْسًا وَعُبُوْسًا: منہ بگاڑنا، چیں بہ جبیں ہونا۔

۸-آیت۱۲ میں ہے: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الإِنْسَانَ مِنْ سُلاَلَةٍ مِنْ طِیْنٍ﴾: اور ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا ــــ سُلاَلة: اسم مشتق: کسی چیز سے نکالی ہوئی چیز، خلاصہ، ست، سَلَّ (ن) الشيئَ من الشيئ: کھینچ کر نکالنا، آہستہ سے نکالنا ــــ پس بچہ بھی سُلالہ ہے اور نطفہ بھی ــــ اور آیت میں مراد خون ہے، یہ مٹی کا ست ہے، کیونکہ خون غذاؤں سے بنتا ہے اور غذائیں زمین سے اُگتی ہیں، پھر یہ سُلالہ (خون) نطفہ بنتا ہے۔

۹-آیت۷۰ میں ہے: ﴿أَمْ یَقُوْلُوْنَ: بِهِ جِنَّةٌ﴾: یا وہ کہتے ہیں کہ اسے جنون ہے ــــ جِنّہ اور جنون ایک ہیں۔

۱۰-آیت۴۱ میں ہے: ﴿فَجَعَلْنَاهُمْ غُثَآءً﴾: پس بنادیا ہم نے ان کو کوڑا کرکٹ ــــ غُثَاء: وہ کوڑا کرکٹ جو سیلاب کے ساتھ بہتا ہوا آتا ہے، پھر کنارے پر لگ جاتا ہے اور پڑا سڑتا رہتا ہے، ان لوگوں کا بھی یہی حال ہوکر رہ گیا ــــ الزَّبَد: جھاگ، اور وہ چیز جو پانی کے اوپر آئے، اور وہ چیز بالکل کارآمد نہ ہو۔

﴿الحمدللہ! سورۃ المؤمنین کی تفسیر پوری ہوئی﴾

[۲٤] سورة النور

[۱-] ﴿مِنْ خِلاَلِهِ﴾: مِنْ بَیْنِ أَضْعَافِ السَّحَابِ. [۲-] ﴿سَنَا بَرْقِهِ﴾: الضِّیَاءُ. [۳-] ﴿مُذْعِنِیْنَ﴾: یُقَالُ لِلْمُسْتَخْذِیْ: مُذْعِنٌ. [٤-] ﴿أَشْتَاتًا﴾ وَشَتّٰی، وَشَتَاتٌ، وَشَتٌّ، وَاحِدٌ. [٥-] وَقَالَ سَعْدُ بْنُ عِیَاضٍ الثُّمَالِیُّ: الْمِشْكَاةُ: الْكُوَّةُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ. [٦-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿سُوْرَةٌ أَنْزَلْنَاهَا﴾: بَیَّنَّاهَا.

سورۃ النور کی تفسیر

۱-آیت۴۳ میں ہے: ﴿فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلاَلِهِ﴾: پس دیکھتا ہے تو کہ بارش بادل کے بیچ سے نکلتی ہے ــــ الضِّعْفُ مِن الشیئ: کسی چیز کا درمیانی حصہ۔

۲-اسی آیت ۴۳ میں ہے: ﴿يَكَادُ سَنَا بَرْقِهِ يَذْهَبُ بِالْأَبْصَارِ﴾: اس بادل کی بجلی کی چمک قریب ہے کہ آنکھوں کو لے جائے ـــــ السَّنَاء: تیز روشنی، چمک۔

۳-آیت ۴۹ میں ہے: ﴿وَإِنْ يَّكُن لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوْا إِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ﴾: اور اگر ان کا حق نکلتا ہے تو وہ سرتسلیم خم کئے ان کے پاس چلے آتے ہیں ـــــ مُذْعِنِيْنَ: اسم فاعل، جمع مذکر، أَذْعَنَ (باب افعال) فرمان بردار ہونا، ماتحتی تسلیم کرنا ـــــ اسْتَخْذٰی: تابع فرمان ہونا، ماتحت ہونا تابع فرمان ہونے والے کو مُذْعِنٌ کہتے ہیں۔

۴-آیت ۶۱ میں ہے: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوْا جَمِيْعًا أَوْ أَشْتَاتًا﴾: تم پر کچھ گناہ نہیں کہ مل کر کھاؤ یا جدا ہوکر ـــــ أَشْتَاتٌ: شَتٌّ کی جمع ہے: متفرق، جدا جدا ـــــ حضرت نے فرمایا: چار الفاظ ہم معنی ہیں: أَشْتَات، شَتّٰی، شَتَات اور شَتّ ـــــ اس پر اعتراض ہے کہ شَتّ تو أَشْتَات کا مفرد ہے۔

۵-آیت ۳۵ میں لفظ مِشْکٰوۃ آیا ہے، اس کے معنی ہیں: طاقچہ، یہ حبشی زبان کا لفظ ہے۔

۶-پہلی آیت میں ہے: ﴿سُوْرَةٌ أَنْزَلْنَاهَا﴾: یہ ایک ایسی سورت ہے جس کو ہم نے اتارا ہے ـــــ حضرت ابن عباسؓ نے اس کی تفسیر بَيَّنَّاها سے کی ہے یعنی واضح کیا ہم نے اس کو ـــــ اس پر اعتراض ہے کہ یہ تو فَرَضْنَاهَا کے معنی ہوسکتے ہیں، لیکن اگر کہا جائے کہ یہ لازمی معنی کے ذریعہ تفسیر کی ہے تو بات بن سکتی ہے۔

[۷-] وَقَالَ غَيْرُهُ: سُمِّيَ الْقُرْآنُ لِجَمَاعَةِ السُّوَرِ، وَسُمِّيَتِ السُّوْرَةُ لِأَنَّهَا مَقْطُوْعَةٌ مِنَ الْأُخْرَى، فَلَمَّا قُرِنَ بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ سُمِّيَ قُرْآنًا. وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ﴾[القيامة:۱۷] تَأْلِيْفَ بَعْضِهِ إِلَى بَعْضٍ ﴿فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ﴾[القيامة: ۱۸] : فَإِذَا جَمَعْنَاهُ وَأَلَّفْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ، أَيْ مَا جُمِعَ فِيْهِ، فَاعْمَلْ بِمَا أَمَرَكَ، وَانْتَهِ عَمَّا نَهَاكَ اللّٰهُ، وَيُقَالُ: لَيْسَ لِشِعْرِهِ قُرْآنٌ أَيْ: تَأْلِيْفٌ، وَسُمِّيَ الْفُرْقَانَ لِأَنَّهُ يَفْرُقُ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ، وَيُقَالُ لِلْمَرْأَةِ: مَا قَرَأَتْ سَلًى قَطُّ، أَيْ: لَمْ تَجْمَعْ فِيْ بَطْنِهَا وَلَدًا. [۸-]وَقَالَ: ﴿فَرَّضْنَاهَا﴾: أَنْزَلْنَا فِيْهَا فَرَائِضَ مُخْتَلِفَةً، وَمَنْ قَرَأَ: ﴿فَرَضْنَاهَا﴾ يَقُوْلُ: فَرَضْنَا عَلَيْكُمْ وَعَلٰى مَنْ بَعْدَكُمْ. [۹-] قَالَ: مُجَاهِدٌ: ﴿أَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا﴾: لَمْ يَدْرُوْا، لِمَا بِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ.

قرآن، فرقان اور سورت کے معانی

لفظ قرآن سورۃ النور میں تو نہیں آیا مگر سورۃ الفرقان آیت ۳۰ میں آیا ہے، اس لئے قرآن، فرقان اور سورت کے معانی بیان کرتے ہیں۔ قرآن مصدر ہے اور اس کے دو معنی ہیں: (۱) پڑھنا، قَرَأَ الکتابَ (ف) قِرَاءَةً وَقُرْآنًا: پڑھنا، الفاظ کا زبان سے اظہار کرنا۔ (۲) جمع کرنا قَرَأَ الشَّيْئَ قَرْءًا وَقُرْآنًا: یک جا کرنا، اکٹھا کرنا ـــــ قرآن کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے، عام طور پر پہلے معنی لئے جاتے ہیں، پس قرآن کو قرآن اس لئے کہتے ہیں کہ وہ پڑھنے کی کتاب ہے، اور ابوعبیدہؒ نے

دوسرے معنی لئے ہیں، وہ کہتے ہیں: قرآن سورتوں کا مجموعہ ہے اس لئے اس کو قرآن کہا جاتا ہے، مگر پروفیسر عبدالرؤف نے معجم القرآن میں اس کی تردید کی ہے، وہ کہتے ہیں: یہ وجہ تسمیہ غلط ہے، قرآن کا نام سب سے پہلے سورۃ المزمل میں آیا ہے، جو نزول کے اعتبار سے تیسری سورت ہے، اس وقت تک نہ سورتوں کا مجموعہ تھا نہ کتب سابقہ کا نچوڑ اور خلاصہ۔

بلکہ قرآن کہنے کی وجہ صرف قراءت اور تلاوت ہے، اللہ کی کتاب عموماً جہر کے ساتھ نمازوں میں، محافل میں اور دوسری تقریبات میں پڑھی جاتی ہے ـــــ اور آیت: ﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ﴾ سے تو ویسے بھی صاف ظاہر ہے کہ جمع قرآن سے قراءتِ قرآن الگ چیز ہے (لغات القرآن ملخصاً ۵:۹۱ لفظ قرآن)

اور فرقان بھی مصدر ہے، اس کے معنی ہیں: الگ الگ کرنا، حق کو باطل سے جدا کرنا، اس کا اطلاق قرآنِ کریم کے علاوہ تورات، دلیل وحجت اور اس نور پر بھی آیا ہے جس سے حق وباطل میں امتیاز ہوجاتا ہے، اور جنگِ بدر کے دن کو بھی یوم الفرقان کہا گیا ہے۔

اور سورت کے معنی ہیں: ٹکڑا، حصہ، ایک دوسرے سے جدا، سورت: قرآن کے متعینہ حصہ کو کہا جاتا ہے، جو کم از کم تین آیات پر مشتمل ہو ـــــ اگر اس کا واو اصلی ہے تو سُوْرُ البلد (شہر پناہ) سے ماخوذ ہے، اور اگر اس کا واو ہمزہ سے بدلا ہوا ہے تو جس طرح سُؤْرَة کے معنی کسی چیز کے بقیہ اور بچے ہوئے حصہ کے ہیں: یہ بھی قرآن کا ایک ٹکڑا اور حصہ ہے (لغات القرآن)

۷- عبارت کا ترجمہ: اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ نے یعنی ابوعبیدہؒ نے کہا: سورتوں کے مجموعہ کا نام 'قرآن' رکھا گیا ہے، اور سورت کو سورت اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ دوسری سورت سے علاحدہ ہے، پھر جب سورتوں کو ملا دیا تو مجموعہ قرآن کہلایا۔ اور آیتِ کریمہ: ﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ﴾ میں قرآن کے معنی: اس کے بعض کو بعض سے جوڑنا ہیں۔ ﴿فَإِذَا قَرَأْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ﴾ کے معنی ہیں: پس جب ہم اس کو جمع کردیں اور اس کو جوڑ دیں تو آپ اس جمع شدہ کی پیروی کریں یعنی جو قرآن میں جمع کیا گیا ہے: آپ اس کے اوامر پر عمل کریں اور اس کے نواہی سے بچیں ـــــ اور کہا جاتا ہے: لیس لشعرہ قرآن: اس کے اشعار کا مجموعہ (دیوان) نہیں ہے ـــــ اور قرآن کو فرقان اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ حق وباطل کے درمیان امتیاز کرتا ہے ـــــ اور بانجھ عورت کے حق میں کہا جاتا ہے: مَا قَرَأَتْ سَلًى قَطّ: کبھی اس عورت نے جھلی جمع نہیں کی (السَّلَى: باریک جھلی جس میں بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے، اس کو نال اور جیلی کہتے ہیں، اس کی جمع أَسْلاء ہے اور آكلُ الأَسْلاء: خسیس اور رذیل آدمی کو کہتے ہیں)

۸- سورۃ النور کی پہلی آیت میں ہے: ﴿وَفَرَضْنَاهَا﴾: اور مقرر کیا ہم نے اس کو یعنی اس کے احکام بھی ہم ہی نے نازل کئے ہیں۔ فَرَضَ الأَمْرَ کے معنی ہیں: لازم کرنا، اور فَرَضَ له کے معنی ہیں: کوئی چیز خاص کرنا، حصہ متعین کرنا ـــــ اور فَرَّضَ: فَرَضَ میں مبالغہ ہے ـــــ حضرت فرماتے ہیں: اگر فَرَّضْنَاهَا (تشدید کے ساتھ) ہے تو اس کے معنی ہیں: ہم نے اس سورت میں مختلف احکام نازل کئے، اور اگر فَرَضْنَا ہے تو معنی ہیں: مقرر کئے (وہ احکام) تم پر اور بعد والوں پر۔

۹- آیت ۳۱ میں ہے: ﴿أَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ﴾: یا ایسے بچوں کے سامنے جو عورتوں کی پردے کی باتوں سے واقف نہیں ـــــ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں: نہیں جانا انھوں نے، بایں وجہ کہ وہ چھوٹے ہیں۔

بیوی پر زنا کی تہمت لگانے کا حکم

سورۃ النور آیات ۶-۱۰ میں ہے: ''اور جو لوگ اپنی بیویوں پر زنا کی تہمت لگائیں، اور ان کے پاس اپنی ذاتوں کے علاوہ گواہ نہ ہوں تو ان کی گواہی کی صورت یہ ہے کہ شوہر چار مرتبہ گواہی دے کہ بخدا! وہ یقیناً سچا ہے، اور پانچویں مرتبہ کہے: اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی پھٹکار! ـــــ اور عورت سے سزا کو یہ بات ہٹائے گی کہ وہ چار مرتبہ گواہی دے کہ بخدا! شوہر جھوٹا ہے اور پانچویں بار کہے: اگر وہ سچا ہو تو اس (عورت) پر اللہ کا غضب! ـــــ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی، اور نہ یہ بات ہوتی کہ اللہ توبہ قبول کرنے والے، حکمت والے ہیں ـــــ تو تم بڑی مضرتوں میں پڑ جاتے۔

شانِ نزول: ان آیات کا شانِ نزول حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے، اور یہ حدیث پہلے ایک جگہ مختصر آئی ہے مفصل یہاں آئی ہے، اس لئے ترجمہ بعد میں ہے۔

[۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهٰدَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ إِنَّـهُ لَمِنَ الصَّادِقِيْنَ﴾

[٤٧٤٥-] حدثنا إِسْحَاقُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ: أَنَّ عُوَيْمِرًا أَتَى عَاصِمَ بْنَ عَدِيٍّ، وَكَانَ سَيِّدَ بَنِيْ عَجْلَانَ، فَقَالَ: كَيْفَ تَقُوْلُوْنَ فِيْ رَجُلٍ وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا، أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُوْنَهُ، أَمْ كَيْفَ يَصْنَعُ؟ سَلْ لِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَنْ ذٰلِكَ، فَأَتَى عَاصِمٌ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَكَرِهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم الْمَسَائِلَ، فَسَأَلَهُ عُوَيْمِرٌ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَرِهَ الْمَسَائِلَ وَعَابَهَا، قَالَ عُوَيْمِرٌ: وَاللّٰهِ لَا أَنْتَهِيْ حَتّٰى أَسْأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَنْ ذٰلِكَ، فَجَاءَ عُوَيْمِرٌ: فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! رَجُلٌ وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا، أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُوْنَهُ، أَمْ كَيْفَ يَصْنَعُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " قَدْ أَنْزَلَ اللّٰهُ الْقُرْآنَ فِيْكَ وَفِيْ صَاحِبَتِكَ" فَأَمَرَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِالْمُلَاعَنَةِ بِمَا سَمَّى اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهِ، فَلَاعَنَهَا، ثُمَّ قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنْ حَبَسْتُهَا فَقَدْ ظَلَمْتُهَا، فَطَلَّقَهَا، فَكَانَتْ سُنَّةً لِمَنْ كَانَ بَعْدَهُمَا فِي الْمُتَلَاعِنَيْنِ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " انْظُرُوْا، فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَسْحَمَ أَدْعَجَ الْعَيْنَيْنِ، عَظِيْمَ الْأَلْيَتَيْنِ، خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ، فَلَا أَحْسِبُ عُوَيْمِرًا إِلَّا قَدْ صَدَقَ عَلَيْهَا، وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أُحَيْمِرَ كَأَنَّـهُ وَحَرَةٌ، فَلَا أَحْسِبُ عُوَيْمِرًا إِلَّا قَدْ كَذَبَ

عَلَيْهَا" فَجَاءَ تْ بِهِ عَلَى النَّعْتِ الَّذِيْ نَعَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ تَصْدِيْقِ عُوَيْمِرٍ، فَكَانَ بَعْدُ نُسِبَ إِلٰى أُمِّهِ. [راجع: ٤٢٣]

ترجمہ: عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ اپنے قبیلہ کے سردار عاصم بن عدی کے پاس آئے، اور کہا: آپ حضرات کیا کہتے ہیں اس شخص کے بارے میں جس نے اپنی بیوی کے پاس غیر مرد کو پایا: کیا وہ اس کو قتل کرے: پس تم اس کو (قصاصا) قتل کروگے! یا کیا کرے؟ آپ میرے لئے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے پوچھیں، پس عاصم نبی ﷺ کے پاس آئے، اور کہا: یارسول اللہ! (آگے بات محذوف ہے) پس رسول اللہ ﷺ نے سوالات کو ناپسند کیا، پس عاصم سے عویمر نے پوچھا: انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے سوالات کو ناپسند کیا اور ان کو برا سمجھا، عویمر نے کہا: میں نہیں رکونگا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں پوچھوں، پس عویمر آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! ایک شخص اپنی بیوی کے پاس غیر مرد کو پاتا ہے: کیا وہ اس کو قتل کرے، پس آپ لوگ اس کو قتل کروگے، یا کیا کرے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے تیرے اور تیری بیوی کے حق میں قرآن نازل فرمایا ہے'' پس رسول اللہ ﷺ نے دونوں کو لعان کرنے کا حکم دیا اُس طرح جس طرح قرآن میں ہے، پس دونوں نے لعان کیا، پھر عویمر نے کہا: یارسول اللہ! اگر میں نے عورت کو روکا تو میں نے اس پر ظلم کیا یعنی اس پر غلط تہمت لگائی، پس عویمر نے اس کو طلاق دیدی، پس وہ (فرقت) اسلامی طریقہ بنی اُن لعان کرنے والوں کے حق میں جوان دونوں کے بعد ہونگے، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دیکھنا: اگر لائی وہ بچہ سیاہ، بڑی آنکھوں والا جس کی سفیدی سفید اور سیاہی بہت سیاہ ہو، سرینیں بڑی ہوں اور پنڈلیاں پُر گوشت ہوں تو میرے خیال میں عویمر نے عورت کے حق میں سچ کہا، اور اگر لائی وہ بچہ سرخ گویا وہ وَحرۃ ہے تو میرا خیال ہے کہ عویمر نے عورت کے حق میں غلط کہا'' پس لائی وہ بچہ اس صفت پر جو رسول اللہ ﷺ نے بیان کی تھی، جس سے عویمر کی تصدیق ہوتی تھی، پس وہ بچہ بعد میں اس کی ماں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔

لغات: أَسْحَم: صفت مشبہ: کالا، سیاہ، سَحِمَ (س) سَحَمًا: کالا ہونا، سیاہ ہونا، فهو أَسْحَم وهي سَحْماء .... دَعَجَتِ العينُ (س) دَعَجًا: آنکھ کا بہت سیاہ وسفید ہونا اور بڑی ہونا .... الأَلْيَة: سرین .... الخَدَلَّج: جس کے بازو اور پنڈلیاں پُر گوشت ہوں .... أُحَيْمِر: أَحْمر کی تصغیر: گورا، ہلکے سرخ رنگ کا۔

تشریح: جب لعان مکمل ہوجائے تو عورت سے صحبت اور دواعی صحبت حرام ہیں، پھر اگر مرد نے اسکو طلاق دیدی تو بہتر ہے ورنہ قاضی ان میں تفریق کردے یعنی کہہ دے کہ میں نے دونوں میں جدائی کردی، چاہے دونوں رضامند ہوں یا نہ ہوں اور یہ تفریق طلاق بائن کے حکم میں ہوگی —— پھر ان میں تجدید نکاح بھی نہ ہوسکے گا، جب تک دونوں صفتِ لعان پر ہیں، ہاں کوئی ایک خود کو جھٹلا دے اور اس پر سزا جاری ہوجائے تو اب تجدید نکاح ہوسکتی ہے۔

لعان میں شوہر پانچویں بار کہے: اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت!

لعان کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی شوہر سے لعان کا آغاز کرے، پہلے شوہر چار مرتبہ کہے: أَشْهَد بِاللّٰه أني لمن الصَّادقين فِيْمَا رَمَيْتُهَا به من الزنا: میں گواہی دیتا ہوں: بخدا! میں یقیناً سچا ہوں اس زنا کی تہمت میں جو میں نے اس عورت پر (اور عورت کی طرف اشارہ کرے) لگائی ہے، اور پانچویں بار کہے: لعنةُ الله عليَّ إن كنتُ من الكاذبين فيما رَمَيْتُهَا به من الزنا: مجھ پر اللہ کی لعنت! اگر میں جھوٹا ہوں اس زنا کی تہمت میں جو میں نے اس عورت پر (اور اس عورت کی طرف اشارہ کرے) لگائی ہے —— پھر عورت چار گواہیاں دے اور کہے: أَشْهَدُ بالله! إنه لمن الكاذبين فيما رَمَانِيْ به من الزنا: میں گواہی دیتی ہوں: بخدا! یقیناً وہ (اور شوہر کی طرف اشارہ کرے) جھوٹا ہے اس زنا کی تہمت میں جو اس نے مجھ پر لگائی ہے پھر پانچویں مرتبہ کہے: غَضَبُ اللّٰهِ عَلَيَّ إن كان من الصادقين فيما رَمَانِيْ به من الزنا: اللہ کا غضب نازل ہو مجھ پر اگر وہ (اور شوہر کی طرف اشارہ کرے) سچا ہو اس زنا کی تہمت میں جو اس نے مجھ پر لگائی ہے —— اب لعان مکمل ہوگیا، اور دونوں یا ایک عربی نہ جانتا ہو تو اپنی زبان میں مفہوم ادا کرے۔ اور حدیث گذشتہ باب والی ہے، مگر مختصر ہے۔

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ﴾

[۴۷۴۶-] حَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُوْ الرَّبِيْعِ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ: أَنَّ رَجُلاً أَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ رَجُلاً رَأَى مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلاً، أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُوْنَهُ، أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِمَا مَا ذُكِرَ فِي الْقُرْآنِ مِنَ التَّلاَعُنِ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " قَدْ قُضِيَ فِيْكَ وَفِيْ امْرَأَتِكَ" قَالَ: فَتَلاَعَنَا وَأَنَا شَاهِدٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَفَارَقَهَا، فَكَانَتْ سُنَّةً أَنْ يُفَرَّقَ بَيْنَ الْمُتَلاَعِنَيْنِ، وَكَانَتْ حَامِلاً، فَأَنْكَرَ حَمْلَهَا، وَكَانَ ابْنُهَا يُدْعَى إِلَيْهَا، ثُمَّ جَرَتِ السُّنَّةُ فِي الْمِيْرَاثِ أَنْ يَرِثَهَا، وَتَرِثَ مِنْهُ مَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهَا. [راجع: ۴۲۳]

قولہ: وكانت حاملا: اور عورت حاملہ تھی، پس شوہر نے اس کے حمل کا انکار کیا (کہا: یہ میرا بچہ نہیں) اور اس کا بیٹا اس کی طرف منسوب کرکے بلایا جاتا تھا، پھر میراث کے باب میں اسلامی طریقہ یہ چلا کہ بچہ عورت کا وارث ہوگا اور عورت بچے کی وارث ہوگی اس حصہ کی جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے (ماں کے لئے) مقرر کیا ہے۔

عورت کا لعان اس سے حدِ زنا کو ہٹا دے گا

مرد کے بعد جب عورت نے لعان کرلیا تو وہ حدِ زنا سے بری ہوگئی، اب اس کو نہ زانیہ کہنا جائز ہے نہ بچے کو ولد الزنا،

حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں رسول اللہ ﷺ نے یہی فیصلہ فرمایا ہے —— اور حدیث مختصر پہلے (تحفۃ القاری ۲:۶ ۷) آئی ہے، اس میں شانِ نزول کا دوسرا واقعہ مذکور ہے، ترجمہ کے بعد دونوں واقعوں کی ترتیب زمانی پر گفتگو کی جائے گی۔

[۳-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ﴾

[۴۷۴۷-] حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِیْ عَدِیٍّ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ هِلاَلَ بْنَ أُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَأَتَهُ عِنْدَ النَّبِیِّ صلى الله عليه وسلم بِشَرِيْكِ بْنِ سَحْمَاءَ، فَقَالَ النَّبِیُّ صلى الله عليه وسلم: " الْبَيِّنَةُ أَوْحَدٌّ فِیْ ظَهْرِكَ" فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِذَا رَأَى أَحَدُنَا عَلٰى امْرَأَتِهِ رَجُلاً يَنْطَلِقُ يَلْتَمِسُ الْبَيِّنَةَ؟! فَجَعَلَ النَّبِیُّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: " الْبَيِّنَةُ وَإِلاَّ حَدٌّ فِیْ ظَهْرِكَ" فَقَالَ هِلاَلٌ: وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنِّیْ لَصَادِقٌ، فَلَيُنْزِلَنَّ اللّٰهُ مَا يُبَرِّئُ ظَهْرِیْ مِنَ الْحَدِّ، فَنَزَلَ جَبْرَئِيْلُ، وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ: ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ أَزْوَاجَهُمْ﴾ فَقَرَأَ حَتّٰى بَلَغَ: ﴿إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ﴾ فَانْصَرَفَ النَّبِیُّ صلى الله عليه وسلم فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا فَجَاءَ هِلاَلٌ، فَشَهِدَ، وَالنَّبِیُّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: " إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ؟" ثُمَّ قَامَتْ فَشَهِدَتْ، فَلَمَّا كَانَتْ عِنْدَ الْخَامِسَةِ وَقَّفُوْهَا، وَقَالُوْا: إِنَّهَا مُوْجِبَةٌ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَتَلَكَّأَتْ وَنَكَصَتْ، حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهَا تَرْجِعُ، ثُمَّ قَالَتْ: لاَأُفْضِحُ قَوْمِیْ سَائِرَ الْيَوْمِ، فَمَضَتْ. وَقَالَ النَّبِیُّ صلى الله عليه وسلم: "أَبْصِرُوْهَا، فَإِنْ جَاءَ تْ بِهِ أَكْحَلَ الْعَيْنَيْنِ سَابِغَ الْأَلْيَتَيْنِ خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ، فَهُوَ لِشَرِيْكِ بْنِ سَحْمَاءَ" فَجَاءَ تْ بِهِ كَذٰلِكَ، فَقَالَ النَّبِیُّ صلى الله عليه وسلم: " لَوْلاَ مَا مَضَى مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ لَكَانَ لِیْ وَلَهَا شَأْنٌ" [راجع: ۲۶۷۱]

ترجمہ: حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو شریک بن سحماء کے ساتھ نبی ﷺ کے سامنے زنا کے ساتھ متہم کیا۔ آپؐ نے فرمایا: "گواہ لاؤ، ورنہ تمہاری پیٹھ پر حدقذف لگے گی" ہلالؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کون شوہر ایسا بے غیرت ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ غیر مرد کو زنا کرتے ہوئے دیکھے اور گواہ ڈھونڈھنے کے لئے نکلے؟ نبی ﷺ پھر بھی یہی فرماتے رہے: "گواہ لاؤ ورنہ تمہاری پیٹھ پر حدقذف لگے گی" (یہاں تک حدیث پہلے آئی ہے) پس ہلالؓ نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو دین حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں یقیناً سچا ہوں، پس اللہ تعالیٰ ضرور نازل فرمائیں گے وہ وحی جو میری پیٹھ کو حد سے بری کردے گی، پس جبرئیل علیہ السلام اترے، اور آپؐ پر نازل کیا: ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ أَزْوَاجَهُمْ﴾ پس آپؐ نے پڑھا یہاں تک کہ آپؐ پہنچے: ﴿إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ﴾ تک، پس نبی ﷺ لوٹے، اور عورت کو آدمی بھیج کر بلوایا، پس ہلالؓ آئے اور انھوں نے گواہی دی، اور نبی ﷺ فرما رہے تھے: "اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ تم میں سے ایک یقیناً جھوٹا ہے، پس کیا تم میں سے کوئی توبہ کرتا ہے؟" پھر عورت کھڑی ہوئی اور اس نے گواہیاں دیں، پھر جب پانچویں کا نمبر آیا

تو لوگوں نے اس کو روکا اور کہا: ''یہ واجب کرنے والی ہے!'' ـــــ ابن عباسؓ کہتے ہیں: پس عورت ہچکچائی اور پیچھے ہٹی، یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ وہ رجوع کرلے گی، پھر اس نے کہا: میں اپنی قوم کو زمانہ بھر کے لئے رسوا نہیں کرونگی، پس وہ گذری یعنی پانچویں بات بھی کہہ دی (اور لعان ختم ہوگیا) اور نبی ﷺ نے فرمایا: ''عورت کو دیکھنا! اگر وہ بچہ لائی سرگیں آنکھوں والا، کامل سرینوں والا، بھری پنڈلیوں والا تو وہ شریک بن سحماء کا ہے'' پس لائی وہ اس کو ویسا ہی، پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر کتاب اللہ کا حکم پہلے نافذ نہ ہو چکا ہوتا تو میں عورت کو عبرتناک سزا دیتا!''

سوال: دو واقعے آئے: ایک عویمر عجلانی کا، دوسرا ہلال بن امیہ کا: آیات لعان کس واقعہ میں نازل ہوئی ہیں؟

جواب: حاشیہ میں نوویؒ سے نقل کیا ہے کہ ترجیح اس کو ہے کہ ہلالؓ کے واقعہ میں آیات لعان نازل ہوئی ہیں، اور چونکہ عویمرؓ کا واقعہ بھی ان کا مصداق تھا، اس لئے آپؐ نے فرمایا: ''تمہارے اور تمہاری بیوی کے حق میں آیات نازل ہو چکی ہیں''

لعان کے بعد بچہ کا نسب ماں سے ثابت ہوگا

حدیث: ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک شخص نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی، پس شوہر دور ہوگیا عورت کے بچہ سے یعنی اس نے بچہ کے نسب کا انکار کردیا، یہ نبی ﷺ کے زمانہ کا واقعہ ہے، پس رسول اللہ ﷺ نے دونوں کے بارے میں حکم دیا، پس دونوں نے لعان کیا جیسا اللہ نے فرمایا، پھر آپؐ نے بچہ کا فیصلہ عورت کے لئے کیا، اور دونوں لعان کرنے والوں میں نبی ﷺ نے جدائی کردی۔

تشریح: حنفیہ کے نزدیک نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی، قاضی کا فیصلہ ضروری ہے، اور دوسرے ائمہ کے نزدیک لعان مکمل ہوتے ہی خود بخود تفریق ہوجاتی ہے، قاضی کے فیصلہ کی ضرورت نہیں۔ یہ حدیث حنفیہ کی دلیل ہے، نبی ﷺ نے دونوں لعان کرنے والوں میں تفریق کی ہے (یہ حضرت عویمرؓ عجلانی کا واقعہ ہے)

[٤-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَالْخَامِسَةُ أَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ﴾

[٤٧٤٨-] حدثنا مُقَدَّمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيىَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمِّى الْقَاسِمُ بْنُ يَحْيىَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ – وَقَدْ سَمِعَ مِنْهُ – عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَجُلاً رَمَى امْرَأَتَهُ، فَانْتَفَى مِنْ وَلَدِهَا فِيْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَأَمَرَ بِهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَتَلاَعَنَا كَمَا قَالَ اللّٰهُ، ثُمَّ قَضَى بِالْوَلَدِ لِلْمَرْأَةِ، وَفَرَّقَ بَيْنَ الْمُتَلاَعِنَيْنِ. [أطرافه: ٥٣٠٦، ٥٣١٣، ٥٣١٤، ٥٣١٥، ٦٧٤٨]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام تراشی کا اصل ذمہ دار منافقوں کا سردار عبداللہ بن اُبی تھا

سورۃ النور کی آیت ۱۱ ہے: ''جن لوگوں نے الزام تراشی کی ہے یقیناً وہ تم میں کا ایک گروہ ہے'' ـــــ تہمت لگانے

والے چار تھے، ایک بالذات تھا یعنی عبداللہ منافق اور تین بالواسطہ تھے یعنی حسان، مسطح اور حمنہ، یہ مخلص مؤمنین تھے، ان کو کہا کہ وہ تم میں کا ایک گروہ ہے ـــــ ''تم اس الزام تراشی کو اپنے حق میں برا مت سمجھو، بلکہ وہ اتہام (انجام کے اعتبار سے) تمہارے حق میں بہتر ہے، ان میں سے ہر شخص کو جتنا کسی نے کچھ کیا گناہ ہوا، اور ان میں سے جس نے اس طوفان میں بڑا حصہ لیا اس کو سخت سزا ہوگی''

لغت: سورۃ الشعراء آیت ۲۲۲ میں اور سورۃ الجاثیہ آیت ۷ میں لفظ أَفَّاك آیا ہے، یہ إفك سے مبالغہ کا صیغہ ہے، اس کے معنی ہیں: مہا جھوٹا، افک کے اصل معنی ہیں: صحیح رخ سے پھیر دینا، پس جو بات اپنی اصلی صورت سے پھر گئی اس کو افک کہیں گے، الزام تراشی میں چونکہ یہ صفت بدرجہ اتم موجود ہے اس لئے اس کو افک کہا گیا (اور اسی مناسبت سے افاک کے معنی بیان کئے ہیں)

حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ الزام تراشی کا اصل ذمہ دار عبداللہ بن اُبی تھا۔

تشریح: سنہ ۶ ہجری میں نبی ﷺ غزوۂ بنی المصطلق سے واپس تشریف لا رہے تھے، راستہ میں ایک منزل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قضائے حاجت کے لئے دور گئیں اور ان کا ہار گم ہوگیا، ڈھونڈھنے میں دیر لگی اور قافلہ روانہ ہوگیا، وہ واپس آکر اسی جگہ جہاں قافلہ رکا تھا رک گئیں، صبح کا سہانا وقت تھا ان کی آنکھ لگ گئی، حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ جو گرے پڑے کی خبر گیری کی غرض سے قافلہ کے پیچھے کچھ فاصلہ سے رکھے گئے تھے، صبح کے وقت یہاں پہنچے، اور حضرت عائشہؓ کو اونٹ پر بٹھا کر قافلہ میں لے آئے، عبداللہ بن ابی کو جو بد باطن اور دشمن رسول تھا ایک بات ہاتھ لگ گئی، اس نے واہی تباہی بکنا شروع کیا، اور واقعہ میں خوب رنگ بھرا، بعض بھولے مسلمان بھی اس کے ہم نوا بن گئے، اور ایک ماہ تک یہ طوفان بدتمیزی بپا رہا، پھر سورت النور کی یہ آیتیں نازل ہوئیں اور حضرت عائشہؓ کی بے گناہی آشکارہ ہوگئی۔ فللّٰه الحمدُ!

[۵-] بَابُ قَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُ وْا بِالإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَاتَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَكُمْ، بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الإِثْمِ وَالَّذِىْ تَوَلّٰى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

[۴۷۴۹-] حدثنا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: ﴿وَالَّذِىْ تَوَلّٰى كِبْرَهُ﴾ قَالَتْ: عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ. [راجع: ۲۵۹۳]

الزام تراشی بہت بڑا بہتان تھا، مسلمانوں کو اس میں کوئی حصہ نہیں لینا چاہئے تھا

سورۃ النور کی آیت ۱۶ ہے: ''اور جب تم نے اس (الزام تراشی) کو سنا تو کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمارے لئے زیبا نہیں کہ ہم ایسی بات زبان سے نکالیں، معاذ اللہ! یہ تو بہت بڑا بہتان ہے!'' ـــــ تمہیں سوچنا چاہئے تھا کہ جس خاتون کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی زوجیت کے لئے چنا: وہ خود بے آبرو ہوکر سید الانبیاء ﷺ کی آبرو پر بٹہ کیسے لگائے گی؟! یہ تو منافقوں

نے ایک بے قصور پر بہتان باندھا ہے، تم نے فوراً ہی اس کی تردید کیوں نہ کردی! اس بات کو تم نے آگے کیوں چلایا؟!

اور سورۃ النور کی آیت ۱۳ ہے: ''وہ لوگ اُس بات پر چار گواہ کیوں نہیں لائے؟ پس جب وہ گواہ نہیں لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں!'' —— کیونکہ قانون کا مدار ظاہری احوال پر ہوتا ہے، الزام تراشی پر گواہ قائم کرنے ضروری ہیں، اگر گواہوں کے بغیر الزام لگانے والے کی بات مان لی جائے گی تو ہر کوئی یہ حرکت شروع کردے گا، اور بغیر دلیل کے سزا جاری کرنا لازم آئے گا۔ اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۶: ۵۸) آچکی ہے، ضرورت پڑے تو اس کی مراجعت کریں۔

[٦-] ﴿وَلَوْلاَ إِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَا أَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ﴾

﴿لَوْلاَ جَاءُوْا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوْا بِالشُّهَدَاءِ فَأُوْلٰئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكَاذِبُوْنَ﴾

[٤٧٥٠-] حدثنا يَحْيىَ بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِىْ عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ، وَسَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ، وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ، عَنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، حِيْنَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الإِفْكِ مَاقَالُوْا، فَبَرَّأَهَا اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا، وَكُلٌّ حَدَّثَنِىْ طَائِفَةً مِنَ الْحَدِيْثِ، وَبَعْضُ حَدِيْثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا، وَإِنْ كَانَ بَعْضُهُمْ أَوْعَى لَهُ مِنْ بَعْضٍ.

الَّذِىْ حَدَّثَنِىْ عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ أَقْرَعَ بَيْنَ أَزْوَاجِهِ، فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَعَهُ.

قَالَتْ عَائِشَةُ: فَأَقْرَعَ بَيْنَنَا فِىْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا، فَخَرَجَ سَهْمِىْ، فَخَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بَعْدَ مَا نَزَلَ الْحِجَابُ، فَأَنَا أُحْمَلُ فِي هَوْدَجِىْ وَأُنْزَلُ فِيْهِ، فَسِرْنَا حَتّٰى إِذَا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مِنْ غَزْوَتِهِ تِلْكَ وَقَفَلَ، وَدَنَوْنَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ قَافِلِيْنَ آذَنَ لَيْلَةً بِالرَّحِيْلِ، فَقُمْتُ حِيْنَ آذَنُوْا بِالرَّحِيْلِ، فَمَشَيْتُ حَتّٰى جَاوَزْتُ الْجَيْشَ، فَلَمَّا قَضَيْتُ شَأْنِىْ أَقْبَلْتُ إِلٰى رَحْلِىْ، فَإِذَا عِقْدٌ لِىْ مِنْ جَزْعِ ظَفَارٍ قَدِ انْقَطَعَ، فَالْتَمَسْتُ عِقْدِىْ وَحَبَسَنِىْ ابْتِغَاؤُهُ. وَأَقْبَلَ الرَّهْطُ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُرَحِّلُوْنَ لِىْ، فَاحْتَمَلُوْا هُوْدَجِىْ، فَرَحَلُوْهُ عَلٰى بَعِيْرِىْ الَّذِىْ كُنْتُ رَكِبْتُ، وَهُمْ يَحْسِبُوْنَ أَنِّىْ فِيْهِ، وَكَانَ النِّسَاءُ إِذْ ذَاكَ خِفَافًا لَمْ يُثْقِلْهُنَّ اللَّحْمُ، إِنَّمَا نَأْكُلُ الْعُلْقَةَ مِنَ الطَّعَامِ، فَلَمْ يَسْتَنْكِرِ الْقَوْمُ خِفَّةَ الْهَوْدَجِ حِيْنَ رَفَعُوْهُ، وَكُنْتُ جَارِيَةً حَدِيْثَةَ السِّنِّ، فَبَعَثُوْا الْجَمَلَ وَسَارُوْا، فَوَجَدْتُ عِقْدِىْ بَعْدَ مَا اسْتَمَرَّ الْجَيْشُ، فَجِئْتُ مَنَازِلَهُمْ، وَلَيْسَ بِهَا دَاعٍ وَلاَ مُجِيْبٌ، فَأَمَّمْتُ مَنْزِلِى الَّذِىْ كُنْتُ بِهِ، وَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ سَيَفْقِدُوْنِّىْ، فَيَرْجِعُوْنَ إِلَيَّ، فَبَيْنَا أَنَا جَالِسَةٌ فِىْ مَنْزِلِىْ غَلَبَتْنِىْ عَيْنِىْ فَنِمْتُ.

وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ السُّلَمِيُّ ثُمَّ الذَّكْوَانِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْجَيْشِ، فَأَدْلَجَ فَأَصْبَحَ عِنْدَ مَنْزِلِيْ، فَرَأَى سَوَادَ إِنْسَانٍ نَائِمٍ، فَأَتَانِيْ فَعَرَفَنِيْ حِيْنَ رَآنِيْ، وَكَانَ يَرَانِيْ قَبْلَ الْحِجَابِ، فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حِيْنَ عَرَفَنِيْ، فَخَمَّرْتُ وَجْهِيْ بِجِلْبَابِيْ، وَاللّٰهِ مَا يُكَلِّمُنِيْ كَلِمَةً، وَلاَ سَمِعْتُ مِنْهُ كَلِمَةً غَيْرَ اسْتِرْجَاعِهِ، حَتّٰى أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ، فَوَطِئَ عَلٰى يَدَيْهَا فَرَكِبْتُهَا، فَانْطَلَقَ يَقُوْدُ بِيْ الرَّاحِلَةَ، حَتّٰى أَتَيْنَا الْجَيْشَ بَعْدَ مَا نَزَلُوْا مُوْغِرِيْنَ فِي نَحْرِ الظَّهِيْرَةِ.

فَهَلَكَ مَنْ هَلَكَ، وَكَانَ الَّذِيْ تَوَلَّى الإِفْكَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُبَيِّ ابْنِ السَّلُوْلِ، فَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ، فَاشْتَكَيْتُ حِيْنَ قَدِمْتُ شَهْرًا، وَالنَّاسُ يُفِيْضُوْنَ فِي قَوْلِ أَصْحَابِ الإِفْكِ، لاَ أَشْعُرُ بِشَيْئٍ مِنْ ذٰلِكَ، وَهُوَ يُرِيْبُنِيْ فِي وَجَعِيْ أَنِّيْ لاَ أَعْرِفُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اللُّطْفَ الَّذِيْ كُنْتُ أَرَى مِنْهُ حِيْنَ أَشْتَكِيْ، إِنَّمَا يَدْخُلُ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَيُسَلِّمُ، ثُمَّ يَقُوْلُ: "كَيْفَ تِيْكُمْ؟" ثُمَّ يَنْصَرِفُ، فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَرِيْبُنِيْ، وَلاَ أَشْعُرُ بِالشَّرِّ حَتّٰى خَرَجْتُ بَعْدَ مَا نَقَهْتُ، فَخَرَجَتْ مَعِيْ أُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ الْمَنَاصِعِ، وَهُوَ مُتَبَرَّزُنَا، وَكُنَّا لاَنَخْرُجُ إِلاَّ لَيْلاً إِلٰى لَيْلٍ، وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ تُتَّخَذَ الْكُنُفُ قَرِيْبًا مِنْ بُيُوْتِنَا، وَأَمْرُنَا أَمْرُ الْعَرَبِ الْأُوَلِ فِي التَّبَرُّزِ قِبَلَ الْغَائِطِ، فَكُنَّا نَتَأَذّٰى بِالْكُنُفِ أَنْ نَتَّخِذَهَا عِنْدَ بُيُوْتِنَا.

فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ، وَهِيَ ابْنَةُ أَبِيْ رُهْمِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ، وَأُمُّهَا بِنْتُ صَخْرِ بْنِ عَامِرٍ خَالَةُ أَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ، وَابْنُهَا مِسْطَحُ بْنُ أُثَاثَةَ، فَأَقْبَلْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ بَيْتِيْ، قَدْ فَرَغْنَا مِنْ شَأْنِنَا، فَعَثَرَتْ أُمُّ مِسْطَحٍ فِيْ مِرْطِهَا، فقَالَتْ: تَعِسَ مِسْطَحٌ! فَقُلْتُ لَهَا: بِئْسَ مَا قُلْتِ أَتَسُبِّيْنَ رَجُلاً شَهِدَ بَدْرًا؟ قَالَتْ: أَيْ هَنْتَاهْ! أَوَ لَمْ تَسْمَعِيْ مَا قَالَ؟ قُلْتُ: وَمَا قَالَ؟ قَالَتْ: كَذَا وَكَذَا فَأَخْبَرَتْنِيْ بِقَوْلِ أَهْلِ الإِفْكِ، فَازْدَدْتُ مَرَضًا عَلٰى مَرَضِيْ.

فَلَمَّا رَجَعْتُ إِلٰى بَيْتِيْ وَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، ثُمَّ قَالَ: "كَيْفَ تِيْكُمْ؟" فَقُلْتُ: أَتَأْذَنُ لِيْ أَنْ آتِيَ أَبَوَيَّ؟ قَالَتْ: وَأَنَا حِيْنَئِذٍ أُرِيْدُ أَنْ أَسْتَيْقِنَ الْخَبَرَ مِنْ قِبَلِهِمَا، قَالَتْ: فَأَذِنَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَجِئْتُ أَبَوَيَّ، فَقُلْتُ لِأُمِّيْ: يَا أُمَّتَاهْ، مَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ؟ قَالَتْ: يَا بُنَيَّةُ! هَوِّنِيْ عَلَيْكِ، فَوَ اللّٰهِ لَقَلَّمَا كَانَتِ امْرَأَةٌ قَطُّ وَضِيْئَةً عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا وَلَهَا ضَرَائِرُ إِلاَّ كَثَّرْنَ عَلَيْهَا، قَالَتْ: فَقُلْتُ: سُبْحَانَ اللّٰهِ! أَوَلَقَدْ تَحَدَّثَ النَّاسُ بِهٰذَا؟! قَالَتْ: فَبَكَيْتُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ حَتّٰى أَصْبَحْتُ لاَ يَرْقَأُ لِيْ دَمْعٌ، وَلاَ أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ حَتّٰي أَصْبَحْتُ أَبْكِيْ.

فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ، وَأُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ حِيْنَ اسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ، يَسْتَأْمِرُهُمَا فِي فِرَاقِ أَهْلِهِ، قَالَتْ: فَأَمَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَأَشَارَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم

بِالَّذِیْ یَعْلَمُ مِنْ بَرَاءَ ةِ أَهْلِهِ، وَبِالَّذِیْ یَعْلَمُ لَهُمْ فِیْ نَفْسِهِ مِنَ الْوُدِّ، فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَهْلَكَ، وَمَا نَعْلَمُ إِلَّا خَیْرًا، وَأَمَّا عَلِیُّ بْنُ أَبِیْ طَالِبٍ فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! لَمْ یُضَیِّقِ اللّٰهُ عَلَیْكَ وَالنِّسَاءُ سِوَاهَا كَثِیْرٌ، وَإِنْ تَسْأَلِ الْجَارِیَةَ تَصْدُقْكَ، قَالَتْ: فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بَرِیْرَةَ فَقَالَ: "أَیْ بَرِیْرَةُ، هَلْ رَأَیْتِ مِنْ شَیْئٍ یَرِیْبُكِ؟" قَالَتْ بَرِیْرَةُ: وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنْ رَأَیْتُ عَلَیْهَا أَمْرًا أَغْمِصُهُ عَلَیْهَا أَكْثَرَ مِنْ أَنَّهَا جَارِیَةٌ حَدِیْثَةُ السِّنِّ، تَنَامُ عَنْ عَجِیْنِ أَهْلِهَا، فَتَأْتِیْ الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ.

فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَاسْتَعْذَرَ یَوْمَئِذٍ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُبَیِّ ابْنِ السَّلُوْلِ، قَالَتْ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ عَلٰی الْمِنْبَرِ: "یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ مَنْ یَعْذِرُنِیْ مِنْ رَجُلٍ، قَدْ بَلَغَنِیْ أَذَاهُ فِیْ أَهْلِ بَیْتِیْ، فَوَ اللّٰهِ مَا عَلِمْتُ مَنْ أَهْلِیْ إِلَّا خَیْرًا، وَلَقَدْ ذَكَرُوْا رَجُلًا، مَا عَلِمْتُ عَلَیْهِ إِلَّا خَیْرًا، وَمَا كَانَ یَدْخُلُ عَلٰی أَهْلِیْ إِلَّا مَعِیْ"

فَقَامَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ الْأَنْصَارِیُّ، فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَنَا أَعْذِرُكَ مِنْهُ، إِنْ كَانَ مِنَ الْأَوْسِ ضَرَبْتُ عُنُقَهُ، وَإِنْ كَانَ مِنْ إِخْوَانِنَا مِنَ الْخَزْرَجِ، أَمَرْتَنَا، فَفَعَلْنَا أَمْرَكَ، قَالَتْ: فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ — وَهُوَ سَیِّدُ الْخَزْرَجِ، وَكَانَ قَبْلَ ذٰلِكَ رَجُلًا صَالِحًا، وَلٰكِنِ احْتَمَلَتْهُ الْحَمِیَّةُ — فَقَالَ لِسَعْدٍ: كَذَبْتَ، لَعَمْرُ اللّٰهِ لَا تَقْتُلُهُ، وَلَا تَقْدِرُ عَلٰی قَتْلِهِ، فَقَامَ أُسَیْدُ بْنُ حُضَیْرٍ، وَهُوَ ابْنُ عَمِّ سَعْدٍ، فَقَالَ لَسِعْدِ بْنِ عُبَادَةَ: كَذَبْتَ، لَعَمْرُ اللّٰهِ لَنَقْتُلَنَّهُ، فَإِنَّكَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ الْمُنَافِقِیْنَ، فَتَثَاوَرَ الْحَیَّانِ الْأَوْسُ وَالْخَزْرَجُ حَتّٰی هَمُّوْا أَنْ یَقْتَتِلُوْا، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَائِمٌ عَلٰی الْمِنْبَرِ، فَلَمْ یَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یُخَفِّضُهُمْ حَتّٰی سَكَتُوْا وَسَكَتَ.

قَالَتْ: فَمَكَثْتُ یَوْمِیْ ذٰلِكَ لَا یَرْقَأُ لِیْ دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ، قَالَتْ: فَأَصْبَحَ أَبَوَایَ عِنْدِیْ — وَقَدْ بَكَیْتُ لَیْلَتَیْنِ وَیَوْمًا لَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ وَلَا یَرْقَأُ لِیْ دَمْعٌ — یَظُنَّانِ أَنَّ الْبُكَاءَ فَالِقٌ كَبِدِیْ، قَالَتْ: فَبَیْنَا هُمَا جَالِسَانِ عِنْدِیْ وَأَنَا أَبْكِیْ، فَاسْتَأْذَنَتْ عَلَیَّ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَأَذِنْتُ لَهَا، فَجَلَسَتْ تَبْكِیْ مَعِیْ، قَالَتْ: فَبَیْنَا نَحْنُ عَلٰی ذٰلِكَ دَخَلَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَسَلَّمَ، ثُمَّ جَلَسَ، قَالَتْ: وَلَمْ یَجْلِسْ عِنْدِیْ مُنْذُ قِیْلَ لِیْ مَا قِیْلَ قَبْلَهَا، وَقَدْ لَبِثَ شَهْرًا، لَا یُوْحَی إِلَیْهِ فِیْ شَأْنِیْ، قَالَتْ: فَتَشَهَّدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم حِیْنَ جَلَسَ، ثُمَّ قَالَ: " أَمَّا بَعْدُ، یَا عَائِشَةُ فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِیْ عَنْكَ كَذَا وَكَذَا، فَإِنْ كُنْتِ بَرِیْئَةً فَسَیُبَرِّئُكِ اللّٰهُ، وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ، فَاسْتَغْفِرِی اللّٰهَ وَتُوْبِیْ إِلَیْهِ، فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبِهِ ثُمَّ تَابَ إِلٰی اللّٰهِ تَابَ اللّٰهُ عَلَیْهِ"

قَالَتْ: فَلَمَّا قَضَی رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَقَالَتَهُ، قَلَصَ دَمْعِیْ حَتّٰی مَا أُحِسُ مِنْهُ قَطْرَةً،

فَقُلْتُ لِأَبِیْ: أَجِبْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فِیْمَا قَالَ: قَالَ: وَاللّٰهِ مَا أَدْرِیْ مَا أَقُوْلُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم، فَقُلْتُ لِأُمِّیْ: أَجِیْبِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم، قَالَتْ: مَا أَدْرِیْ مَا أَقُوْلُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم، قَالَتْ: فَقُلْتُ وَأَنَا جَارِیَةٌ حَدِیْثَةُ السِّنِّ لاَ أَقْرَأُ کَثِیْرًا مِنَ الْقُرْآنِ: إِنِّیْ وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُ لَقَدْ سَمِعْتُمْ هٰذَا الْحَدِیْثَ حَتّٰی اسْتَقَرَّ فِیْ أَنْفُسِکُمْ، وَصَدَّقْتُمْ بِهِ، فَلَئِنْ قُلْتُ لَکُمْ: إِنِّیْ بَرِیْئَةٌ — وَاللّٰهُ یَعْلَمُ أَنِّیْ بَرِیْئَةٌ — لاَ تُصَدِّقُوْنِیْ بِذٰلِکَ، وَلَئِنْ اعْتَرَفْتُ لَکُمْ بِأَمْرٍ — وَاللّٰهُ یَعْلَمُ أَنِّیْ مِنْهُ بَرِیْئَةٌ — لَتُصَدِّقُنِّیْ، وَاللّٰهِ مَا أَجِدُ لَکُمْ مَثَلاً إِلاَّ قَوْلَ أَبِیْ یُوْسُفَ، قَالَ: ﴿فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَاتَصِفُوْنَ﴾ [یوسف: ۱۸]

قَالَتْ: ثُمَّ تَحَوَّلْتُ فَاضْطَجَعْتُ عَلٰی فِرَاشِیْ، قَالَتْ: وَأَنَا حِیْنَئِذٍ أَعْلَمُ أَنِّیْ بَرِیْئَةٌ، وأَنَّ اللّٰهَ مُبَرِّئِیْ بِبَرَاءَ تِیْ، وَلٰکِنْ وَاللّٰهِ مَا کُنْتُ أَظُنُّ أَنَّ اللّٰهَ یُنْزِلُ فِیْ شَأْنِیْ وَحْیًا یُتْلَی، وَلَشَأْنِیْ فِیْ نَفْسِیْ کَانَ أَحْقَرَ مِنْ أَنْ یَتَکَلَّمَ اللّٰهُ فِیَّ بِأَمْرٍ یُتْلَی، وَلٰکِنْ کُنْتُ أَرْجُوْ أَنْ یَرَی رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فِی النَّوْمِ رُؤْیَا یُبَرِّئُنِیْ اللّٰهُ بِهَا.

قَالَتْ: فَوَ اللّٰهِ مَا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَلاَ خَرَجَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْبَیْتِ حَتّٰی أُنْزِلَ عَلَیْهِ، فَأَخَذَهُ مَاکَانَ یَأْخُذُهُ مِنَ الْبُرَحَاءِ، حَتّٰی إِنَّه لَیَتَحَدَّرُ مِنْهُ مِثْلُ الْجُمَانِ مِنَ الْعَرَقِ، وَهُوَ فِیْ یَوْمٍ شَاتٍ مِنْ ثِقَلِ الْقَوْلِ الَّذِیْ یُنْزَلُ عَلَیْهِ، قَالَتْ: فَلَمَّا سُرِّیَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم سُرِّیَ عَنْهُ وَهُوَ یَضْحَکُ، فَکَانَتْ أَوَّلُ کَلِمَةٍ تَکَلَّمَ بِهَا:" یَا عَائِشَةُ! أَمَّا اللّٰهُ فَقَدْ بَرَّأَکِ" فَقَالَتْ أُمِّیْ: قُوْمِیْ إِلَیْهِ. قَالَتْ: فَقُلْتُ: وَاللّٰهِ لاَ أَقُوْمُ إِلَیْهِ، وَلاَ أَحْمَدُ إِلاَّ اللّٰهَ. وَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿إِنَّ الَّذِیْنَ جَاءُ وْا بِالإِفْکِ عُصْبَةٌ مِّنْکُمْ﴾ الْعَشْرَ الآیَاتِ کُلَّهَا، فَلَمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذَا فی بَرَاءَ تِیْ قَالَ أَبُوْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقُ وَکَانَ یُنْفِقُ عَلٰی مِسْطَحِ بْنِ أُثَاثَةَ لِقَرَابَتِهِ مِنْهُ وَفَقْرِهِ: وَاللّٰهِ لاَ أُنْفِقُ عَلٰی مِسْطَحٍ شَیْئًا أَبَدًا بَعْدَ الَّذِیْ قَالَ لِعَائِشَةَ مَا قَالَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿وَلاَ یَأْتَلِ أُوْلُوْا الْفَضْلِ مِنْکُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ یُوْتُوْا أُوْلِی الْقُرْبٰی وَالْمَسَاکِیْنَ وَالْمُهَاجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا أَلاَ تُحِبُّوْنَ أَنْ یَغْفِرَ اللّٰهُ لَکُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ [النور: ۲۲] قَالَ أَبُوْ بَکْرٍ: بَلٰی، وَاللّٰهِ إِنِّیْ أُحِبُّ أَنْ یَغْفِرَ اللّٰهُ لِیْ، فَرَجَعَ إِلٰی مِسْطَحٍ النَّفَقَةَ الَّتِیْ کَانَ یُنْفِقُ عَلَیْهِ، وَقَالَ: وَاللّٰهِ لاَ أَنْزِعُهَا مِنْهُ أَبَدًا.

قَالَتْ عَائِشَةُ: وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم یَسْأَلُ زَیْنَبَ ابْنَةَ جَحْشٍ عَنْ أَمْرِیْ، فَقَالَ: "یَا زَیْنَبُ! مَاذَا عَلِمْتِ أَوْ: رَأَیْتِ؟" فَقَالَتْ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَحْمِیْ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ، مَا عَلِمْتُ إِلاَّ خَیْرًا. قَالَتْ: وَهِیَ الَّتِیْ کَانَتْ تُسَامِیْنِیْ مِنْ أَزْوَاجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ، فَعَصَمَهَا اللّٰهُ بِالْوَرَعِ، وَطَفِقَتْ أُخْتُهَا حَمْنَةُ تُحَارِبُ لَهَا، فَهَلَکَتْ فِیْمَنْ هَلَکَ مِنْ أَصْحَابِ الإِفْکِ. [راجع: ۲۵۹۳]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگانے کی وجہ سے بڑا عذاب آسکتا تھا

سورۃ النور کی آیت ۱۴ ہے: ''اور اگر تم پر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو ضرور تم کو اس معاملہ میں جس میں تم مشغول ہوئے تھے بڑا عذاب پہنچتا!'' —— یعنی جو جرم تم سے سرزد ہوا اور جس شغل (الزام تراشی) میں تم پڑے وہ بہت بڑا جرم تھا، اس پر عذاب آسکتا تھا، مگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہوا کہ عذاب ٹل گیا۔ اور الزام کی سنگینی اس سے واضح ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پہلی مرتبہ بات سنی تو وہ بے ہوش ہوکر گر پڑیں (یہ حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۶:۵۹۲) مفصل آچکی ہے)

لغت: آیت ۱۵ میں: ﴿تَلَقَّوْنَهُ﴾ ہے، یہ فعل مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے، تَلَقِّیٌ (باب تفعل) سے ہے، اصل میں تَتَلَقَّوْنَ تھا، ایک تاء حذف ہوگئی ہے، تَلَقِّی کے معنی ہیں: پانا، حاصل کرنا، کیچ کرنا۔ مجاہد رحمہ اللہ نے اس کا مطلب بیان کیا ہے: بعض بعض سے روایت کرتے ہیں یعنی جب ایک دوسرے سے ملتا ہے تو کہتا ہے: مَاوَرَاء ك؟: نئی بات سناؤ! پس وہ اس تہمت کا تذکرہ کرتا، پھر اسی طرح وہ دوسرا اس کو آگے بڑھاتا —— اور یہی إفَاضَة: یعنی بات میں مشغول ہونا ہے أَفَاضَ القومُ فی الحدیث: بات چیت کو لمبا کرنا، گفتگو میں مشغول رہنا، سورۃ یونس آیت ۶۱ میں اور سورۃ الاحقاف آیت ۸ میں ﴿تُفِيْضُوْنَ﴾ ہے، جس کے معنی ہیں: باتوں میں مصروف ہونا (اور یہ لغت یہاں أَفَضْتُمْ کی وجہ سے بیان کی ہے)

[۷-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَلَوْلاَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَا أَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿تَلَقَّوْنَهُ﴾: يَرْوِيْهِ بَعْضُكُمْ عَنْ بَعْضٍ. ﴿تُفِيْضُوْنَ﴾: تَقُوْلُوْنَ.

[۴۷۵۱-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ أُمِّ رُوْمَانَ أُمِّ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: لَمَّا رُمِيَتْ عَائِشَةُ خَرَّتْ مَغْشِيًّا عَلَيْهَا. [راجع: ۳۳۸۸]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت اللہ کے نزدیک بڑی سنگین بات تھی!

سورۃ النور آیت ۱۵ میں ہے: ''(یاد کرو) جب تم اس (تہمت) کو اپنی زبانوں سے نقل در نقل کر رہے تھے'' یعنی اس کو سن کر بے تحقیق آگے بڑھا رہے تھے —— ''اور اپنے منہ سے وہ بات کہہ رہے تھے جس کی حقیقت تمہیں معلوم نہیں تھی'' —— گپ اڑا رہے تھے —— ''اور تم اس کو معمولی بات سمجھ رہے تھے، حالانکہ وہ بات اللہ کے نزدیک سنگین تھی!'' —— کیونکہ اس سے صاحب معاملہ کو سخت تکلیف پہنچی، اُس کی رسوائی ہوئی، اس کے لئے زندگی دوبھر ہوگئی، اور رسول اللہ ﷺ سخت

گھٹن میں مبتلا ہوگئے!

قراءت: عام قراءت تَلَقَّوْنَهُ ہے، اور اس کے معنی ابھی بیان کئے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تَلِقُوْنَه پڑھتی تھیں، وَلَقَ يَلِقُ (ض) وَلْقًا الحديثَ: بات بنانا، گھڑنا یعنی تم اپنی زبانوں سے اس بات کو بناتے تھے، گھڑتے تھے۔

[۸-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَّالَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُوْنَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ﴾

[۴۷۵۲-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ، قَالَ ابْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقْرَأُ: "إِذْ تَلِقُوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ"[راجع: ۴۱۴۴]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بے گناہی کا آسمان سے اعلان ہوا

سورۃ النور کی آیت ۱۶ کے ذریعہ مکرر باب باندھا ہے، فرمایا: ''اور جب تم نے اس (الزام تراشی) کو سنا تو کہہ کیوں نہ دیا کہ ہمارے لئے زیبا نہیں کہ ہم ایسی بات زبان سے نکالیں، توبہ توبہ! یہ تو بڑا بہتان ہے!'' —— گناہ بھاری ہلکا ہوتا ہے متعلقات کے اعتبار سے، ایک عام عورت پر الزام اور حرم نبوی پر الزام برابر نہیں، اس سے تو آسمان ٹوٹ پڑے تو روا ہے۔

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (ذکوان مولیٰ عائشہؓ کے ذریعہ) حضرت عائشہؓ سے اجازت طلب کی، جبکہ وہ موت کی بے چینی میں تھیں (انھوں نے اجازت دینے میں تأمل کیا، اور) فرمایا: مجھے ڈر ہے کہ وہ میری تعریف کریں گے (تعریف سے عجب پیدا ہونے کا احتمال ہوتا ہے) پس کہا گیا (ان کے بھتیجے عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے کہا:) وہ رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں اور مسلمانوں میں اہم شخصیت کے مالک ہیں (پس ان کو اجازت دیدیں) حضرت عائشہؓ نے کہا: ان کو اجازت دیدو، پس ابن عباسؓ نے پوچھا: آپ خود کو کیسا پاتی ہیں؟ یعنی مزاج شریف کیسا ہے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا: بہتر ہوں اگر میں پرہیزگار رہوں، ابن عباسؓ نے کہا: آپ ان شاء اللہ (آخرت میں) بہتر ہیں، آپ رسول اللہ ﷺ کی اہلیہ ہیں، اور آپ کے علاوہ نبی ﷺ نے کسی کنواری سے شادی نہیں کی، اور آپ کی بے گناہی آسمان سے نازل ہوئی (یہاں باب ہے) اور عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما آئے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نکلتے ہی، پس عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ابن عباس آئے تھے، پس انھوں نے میری تعریف کی، اور میری آرزو تھی کہ میں بھولی بسری ہوتی!

بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُم مَّا يَكُوْنُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ﴾

[۴۷۵۳-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيىٰ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ حُسَيْنٍ، قَالَ:

حَدَّثَنِیْ ابْنُ أَبِیْ مُلَیْکَةَ، قَالَ: اسْتَأْذَنَ ابْنُ عَبَّاسٍ قُبَیْلَ مَوْتِهَا عَلٰی عَائِشَةَ، وَهِیَ مَغْلُوْبَةٌ، قَالَتْ: أَخْشٰی أَنْ یُثْنِیَ عَلَیَّ، فَقِیْلَ: ابْنُ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَمِنْ وُجُوْهِ الْمُسْلِمِیْنَ. قَالَتِ: ائْذَنُوْا لَهُ. فَقَالَ: کَیْفَ تَجِدِیْنَكِ؟ قَالَتْ: بِخَیْرٍ إِنِ اتَّقَیْتُ، قَالَ: فَأَنْتِ بِخَیْرٍ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، زَوْجَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم، وَلَمْ یَنْکِحْ بِکْرًا غَیْرَكِ، وَنَزَلَ عُذْرُكِ مِنَ السَّمَاءِ، وَدَخَلَ ابْنُ الزُّبَیْرِ خِلاَفَهُ، فَقَالَتْ: دَخَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَأَثْنٰی عَلَیَّ وَوَدِدْتُ أَنِّیْ کُنْتُ نَسْیًا مَنْسِیًّا. [راجع: ۳۷۷۱]

[۴۷۵۴-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِیْدِ، قَالَ: وَحَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنِ الْقَاسِمِ: أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ اسْتَأْذَنَ عَلٰی عَائِشَةَ نَحْوَهُ. وَلَمْ یَذْکُرْ: نَسْیًا مَنْسِیًّا. [راجع: ۳۷۷۱]

آئندہ کبھی ایسی بات زبان سے مت نکالنا

آیت ۱۷ میں ہے: ''اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت فرماتے ہیں: اگر تم ایمان دار ہوتو آئندہ کبھی ایسی بات زبان سے مت نکالنا!'' —— اور اگر شیعوں کی طرح بے ایمان ہوتو جو چاہو بکو، مگر انجام برا ہوگا!

اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۸: ۲۵۷) آئی ہے، اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے شعر کا ترجمہ یہ ہے:

پاکدامن باوقار ہیں کبھی شک کے ساتھ متہم نہیں کی جاتیں ❁ اور صبح کرتی ہیں بھوکی گناہ سے بے خبر عورتوں کے گوشت سے!

[۹-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿یَعِظُکُمُ اللّٰهُ أَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهِ أَبَدًا﴾

[۴۷۵۵-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْیَانُ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِی الضُّحٰی، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ جَاءَ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ یَسْتَأْذِنُ عَلَیْهَا، قُلْتُ: أَتَأْذَنِیْنَ لِهٰذَا؟ قَالَتْ: أَوَلَیْسَ قَدْ أَصَابَهُ عَذَابٌ عَظِیْمٌ؟ قَالَ سُفْیَانُ: تَعْنِیْ ذَهَابَ بَصَرِهِ، فَقَالَ:

حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِیْبَةٍ ❁ وَتُصْبِحُ غَرْثٰی مِنْ لُحُوْمِ الْغَوَافِلِ

قَالَتْ: لٰکِنْ أَنْتَ. [راجع: ۴۱۴۶]

اللہ تعالیٰ صاف صاف احکام بیان فرماتے ہیں

اور آیت ۱۸ میں ہے: ''اور اللہ تعالیٰ تمہارے لئے صاف صاف احکام بیان فرماتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے بڑے حکمت والے ہیں''

مسئلہ: یہ ایک صاف صریح حکم ہے، اس کی خلاف ورزی کفر ہے۔ شامی (۳: ۱۸۳) میں ہے: من المعلوم ضرورة: أن من قذف أمَّ المؤمنین عائشة رضی الله تعالیٰ عنها کَفَرَ، سواء کان سِرًّا أو جهرًا: یہ بات بداہۃً معلوم ہے

یعنی دلیل کی محتاج نہیں کہ جوشخص ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائے: وہ کافر ہے، خواہ سراً لگائے یا جہراً یعنی برملا۔ اور حدیث مع شرح محولا بالا جگہ میں آگئی ہے۔

[۱۰-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الآيَاتِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾

[۴۷۵۶-] حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، قَالَ: أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوْقٍ، قَالَ: دَخَلَ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ عَلَى عَائِشَةَ، فَشَبَّبَ، وَقَالَ:

حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِيْبَةٍ ❁ وَتُصْبِحُ غَرْثَى مِنْ لُحُوْمِ الْغَوَافِلِ

قَالَتْ: لَسْتَ كَذَاكَ. قُلْتُ: تَدَعِيْنَ مِثْلَ هٰذَا يَدْخُلُ عَلَيْكِ، وَقَدْ أَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

فَقَالَتْ: وَأَيُّ عَذَابٍ أَشَدُّ مِنَ الْعَمَى؟! وَقَالَتْ: وَقَدْ كَانَ يَرُدُّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم.

[راجع: ۴۱۴۶]

بے حیائی کی باتوں کا چرچا معاشرہ کو خراب کرتا ہے

سورۃ النور آیات ۱۹و۲۰ میں ہے: ''جولوگ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات کا چرچا پسند کرتے ہیں، ان کے لئے دنیا وآخرت میں دردناک سزا ہے، اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے'' —— بے حیائی کی خبروں کو شہرت دینا لوگوں کے دلوں سے فواحش کی نفرت کو کم کرتا ہے، اور جرائم پر اقدام کا جذبہ پیدا کرتا ہے، اور جھوٹی تہمت کا چرچا بھی اسی ذیل میں آتا ہے —— پھر الزام تراشی کے واقعہ کو اس مضمون پر پورا کیا جارہا ہے، فرمایا: —— ''اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی، اور نہ یہ بات ہوتی کہ اللہ تعالیٰ بڑے شفیق بڑے مہربان ہیں (تو تم بڑی مضرتوں میں پڑ جاتے)

بڑوں کا ظرف بڑا اور ان کے اخلاق بلند ہونے چاہئیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں میں حضرت مسطحؓ بھی تھے، جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بھانجے یا خالہ زاد بھائی تھے، واقعۂ افک سے پہلے حضرت ابوبکرؓ ان کی امداد کیا کرتے تھے، جب یہ واقعہ پیش آیا اور صدیقہؓ کی براءت آسمان سے نازل ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ نے قسم کھالی کہ وہ آئندہ مسطح کی امداد نہیں کریں گے، اس پر سورۃ النور کی آیت ۲۲ نازل ہوئی: ''اور تم میں سے دینی کمال اور مالی وسعت رکھنے والے قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں، غریبوں اور راہِ خدا میں ہجرت کرنے والوں کو نہیں دیں گے، کیا تم یہ بات پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کردیں، اور اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے رحم والے ہیں'' —— جب حضرت ابوبکرؓ نے یہ آیت سنی تو کہا: ''بے شک اے میرے پروردگار! ہم ضرور چاہتے ہیں کہ

آپ ہماری مغفرت فرمائیں!'' اور انھوں نے حضرت مسطح کی امداد جاری کردی، بلکہ بعض روایات میں ہے کہ دوگنی کردی۔
اور باب کی حدیث میں افک کا واقعہ ہے، اور یہ حدیث معلق ہے، ابو اسامۃ حماد بن اسامۃ امام بخاریؒ کے استاذ نہیں، امام احمدؒ نے اس کو موصولا روایت کیا ہے (مسند احمد ۶: ۵۹) اور اس روایت میں بعض اوہام ہیں اور واقعات میں تقدیم وتاخیر بھی ہے۔

[۱۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ أَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لاَ تَعْلَمُوْنَ ۞ وَلَوْلاَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾

﴿وَلاَ يَأْتَلِ أُوْلُوْا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوْا أُوْلِي الْقُرْبٰى وَالْمَسَاكِيْنَ وَالْمُهَاجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا، أَلاَ تُحِبُّوْنَ أَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

[۴۷۵۷-] وَقَالَ أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ: قَالَ: أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا ذُكِرَ مِنْ شَأْنِيْ الَّذِيْ ذُكِرَ، وَمَا عَلِمْتُ بِهِ، قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيَّ خَطِيْبًا، فَتَشَهَّدَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ: " أَمَّا بَعْدُ! أَشِيْرُوْا عَلَيَّ فِي أُنَاسٍ أَبَنُوْا أَهْلِيْ، وَأَيْمُ اللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلٰى أَهْلِيْ مِنْ سُوْءٍ، وَأَبَنُوْهُمْ بِمَنْ وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ مِنْ سُوْءٍ قَطُّ، وَلاَ يَدْخُلُ بَيْتِيْ قَطُّ إِلاَّ وَأَنَا حَاضِرٌ، وَلاَ غِبْتُ فِيْ سَفَرٍ إِلاَّ غَابَ مَعِيْ"

فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَقَالَ: ائْذَنْ لِيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَنْ نَضْرِبَ أَعْنَاقَهُمْ، وَقَامَ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ الْخَزْرَجِ – وَكَانَتْ أُمُّ حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ مِنْ رَهْطِ ذٰلِكَ الرَّجُلِ – فَقَالَ: كَذَبْتَ، أَمَا وَاللّٰهِ إِنْ لَوْ كَانُوْا مِنَ الأَوْسِ مَا أَحْبَبْتَ أَنْ تُضْرَبَ أَعْنَاقُهُمْ حَتّٰى كَادَ أَنْ يَكُوْنَ بَيْنَ الأَوْسِ وَالْخَزْرَجِ شَرٌّ فِيْ الْمَسْجِدِ، وَمَا عَلِمْتُ.

لغات: لَايَأْتَلِ: اصل میں لایَأْتَلِیْ تھا، مجزوم ہونے کی وجہ سے ی حذف ہوگئی ہے، مجرد أَلٰی یَالو (ن) أَلْوًا وَأُلُوًّا ہے: باز رہنا، کمی کرنا، إِیْلاء (افعال) إِیْتِلاء (افتعال) اور تَأَلِّي (تفعل) کے معنی ہیں: قسم کھانا............ أَبَنَ (ن،ض) فلانا أَبْنًا: عیب لگانا، تہمت لگانا۔

وضاحت: نبی ﷺ نے یہ تقریر واقعہ کے آخر میں کی تھی، شروع میں نہیں کی تھی اور سعد بن عبادہ وہم ہے، صحیح سعد بن معاذ ہے ـــــ اور رجل من بنی الخزرج: حضرت سعد بن عبادہؓ تھے ـــــ دو مرتبہ ما علمتُ آیا ہے، یہ بھی راوی کا وہم ہے، جب آپ ﷺ نے خطاب فرمایا تھا حضرت عائشہؓ کو واقعہ کا علم ہو چکا تھا۔

فَلَمَّا كَانَ مَسَاءُ ذٰلِكَ الْيَوْمِ خَرَجْتُ لِبَعْضِ حَاجَتِيْ وَمَعِيَ أُمُّ مِسْطَحٍ، فَعَثَرَتْ وَقَالَتْ: تَعِسَ مِسْطَحٌ! فَقُلْتُ: أَيْ أُمِّ، تَسُبِّيْنَ ابْنَكِ؟! وَسَكَتَتْ، ثُمَّ عَثَرَتِ الثَّانِيَةَ فَقَالَتْ: تَعِسَ مِسْطَحٌ! فَقُلْتُ لَهَا: تَسُبِّيْنَ ابْنَكِ؟! ثُمَّ عَثَرَتِ الثَّالِثَةَ فَقَالَتْ: تَعِسَ مِسْطَحٌ! فَانْتَهَرْتُهَا، فَقَالَتْ: وَاللّٰهِ مَا أَسُبُّهُ إِلاَّ فِيْكِ، فَقُلْتُ: فِيْ

أَيِّ شَأْنِيْ؟ قَالَتْ: فَنَقَّرَتْ لِيَ الْحَدِيْثَ، فَقُلْتُ: وَقَدْ كَانَ هٰذَا؟ قَالَتْ: نَعَمْ وَاللّٰهِ!

فَرَجَعْتُ إِلٰى بَيْتِيْ كَأَنَّ الَّذِيْ خَرَجْتُ لَهُ لاَ أَجِدُ مِنْهُ قَلِيْلاً وَلاَ كَثِيْرًا، وَوُعِكْتُ، فَقُلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: أَرْسِلْنِيْ إِلٰى بَيْتِ أَبِيْ، فَأَرْسَلَ مَعِيَ الْغُلاَمَ، فَدَخَلْتُ الدَّارَ، فَوَجَدْتُ أُمَّ رُوْمَانَ فِي السُّفْلِ وَأَبَا بَكْرٍ فَوْقَ الْبَيْتِ يَقْرَأُ، فَقَالَتْ أُمِّيْ: مَاجَاءَ بِكِ يَا بُنَيَّةُ؟ فَأَخْبَرْتُهَا وَذَكَرْتُ لَهَا الْحَدِيْثَ، وَإِذَا هُوَ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهَا مِثْلَ مَا بَلَغَ مِنِّيْ، فَقَالَتْ: يَا بُنَيَّةُ خَفِّضِيْ عَلَيْكِ الشَّأْنَ، فَإِنَّهُ وَاللّٰهِ لَقَلَّمَا كَانَتِ امْرَأَةٌ حَسْنَاءُ عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا، لَهَا ضَرَائِرُ، إِلاَّ حَسَدْنَهَا وَقِيْلَ فِيْهَا، وَإِذَا هُوَ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهَا مِثْلَ مَا بَلَغَ مِنِّيْ، قُلْتُ: وَقَدْ عَلِمَ بِهِ أَبِيْ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، قُلْتُ: وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم؟ قَالَتْ: نَعَمْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم! وَاسْتَعْبَرْتُ وَبَكَيْتُ، فَسَمِعَ أَبُوْ بَكْرٍ صَوْتِيْ وَهُوَ فَوْقَ الْبَيْتِ يَقْرَأُ فَنَزَلَ فَقَالَ لِأُمِّيْ: مَا شَأْنُهَا؟ قَالَتْ: بَلَغَهَا الَّذِيْ ذُكِرَ مِنْ شَأْنِهَا، فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ، قَالَ: أَقْسَمْتُ عَلَيْكِ أَيْ بُنَيَّةُ إِلاَّ رَجَعْتِ إِلٰى بَيْتِكِ، فَرَجَعْتُ، وَلَقَدْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بَيْتِيْ، فَسَأَلَ عَنِّيْ خَادِمَتِيْ، فَقَالَتْ: لاَ وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا عَيْبًا إِلاَّ أَنَّهَا كَانَتْ تَرْقُدُ حَتّٰى تَدْخُلَ الشَّاةُ فَتَأْكُلَ خَمِيْرَهَا أَوْ: عَجِيْنَهَا، وَانْتَهَرَهَا بَعْضُ أَصْحَابِهِ فَقَالَ: اصْدُقِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، حَتّٰى أَسْقَطُوْا لَهَا بِهِ، فَقَالَتْ: سُبْحَانَ اللّٰهِ! وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا إِلاَّ مَا يَعْلَمُ الصَّائِغُ عَلٰى تِبْرِ الذَّهَبِ الْأَحْمَرِ، وَبَلَغَ الْأَمْرُ إِلٰى ذٰلِكَ الرَّجُلِ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُ، فَقَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ! وَاللّٰهِ مَا كَشَفْتُ كَنَفَ أُنْثٰى قَطُّ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُتِلَ شَهِيْدًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

لغات: عَثَرَ (ن،ض) عَثْرًا وَعِثَارًا: ٹھوکر کھا کر گرنا، پیر پھسل کر گرنا .... تَعِسَ (س) تَعَسًا: ہلاک ہونا ...... اِنْتَهَرَ فلانا: کسی کو خوب جھڑکنا .... نَقَّرَتْ: أي أظهرت وقررت بعُجَره وَبُجَره: اس نے ظاہر کردیں اور بیان کردیں کھلی اور چھپی ساری باتیں (عمدہ) .... اِسْتَعْبَرَ فلان: کسی کی آنکھ سے آنسو نکلنا .... أَسْقَطَ الشيئَ: جھوٹ بلوانا، غلطی کرانا .... كَنَف: کنارہ، مراد کپڑا .... وُعِكْتُ: مجھے بخار چڑھ گیا۔

ترجمے اور وضاحتیں: قوله: والله! ما أَسُبُّهُ إلا فيكِ: بخدا! نہیں کوستی میں اس کو مگر تیری وجہ سے .... في أَيِّ شأْني؟: میرے کس معاملہ میں؟ .... كأن الذي خرجتُ: دوسری روایات میں ہے کہ یہ بات استنجاء سے فراغت کے بعد پیش آئی تھی .... قوله: وإذا هو إلخ: اور اچانک وہ بات نہیں پہنچی امی سے مانند اس کے جو پہنچی مجھ سے یعنی تہمت کی بات سن کر جتنا اثر مجھ پر ہوا اتنا اثر ان پر نہیں ہوا .... وقيل فيها: اس کے بارے میں باتیں کہی جاتی ہیں .... دوبارہ وإذا هو مکرر ہے .... ولقد جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم بيتي: دوسری روایات میں ہے کہ بریرہؓ سے تحقیق حضرت عائشہؓ کی عدم موجودگی میں کی گئی تھی .... حتى أَسْقَطُوْا: انھوں نے بریرہؓ سے اس بات میں جھوٹ بلوانا چاہا .... سبحان الله: اللہ پاک ہیں! بخدا نہیں جانتی میں عائشہ کے بارے میں مگر جیسا جانتا ہے

سنار سرخ سونے کے ٹکڑے کے بارے میں یعنی جیسے اس کو سونے کی پرکھ ہوتی ہے میں بھی عائشہ کو خوب جانتی ہوں .... حضرت صفوان رضی اللہ عنہ غزوۂ آرمینیہ میں شہید ہوئے ہیں۔

قَالَتْ: وَأَصْبَحَ أَبَوَای عِنْدِیْ، فَلَمْ یَزَالاَ حَتّٰی دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَقَدْ صَلَّی الْعَصْرَ، ثُمَّ دَخَلَ وَقَدِ اکْتَنَفَنِیْ أَبَوَایَ، عَنْ یَمِیْنِیْ وَشِمَالِیْ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰی عَلَیْهِ، ثُمَّ قَالَ: "أَمَّا بَعْدُ یَا عَائِشَةُ! إِنْ کُنْتِ قَارَفْتِ سُوْءً ا أَوْ ظَلَمْتِ، فَتُوْبِیْ إِلَی اللّٰهِ، فَإِنَّ اللّٰهَ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ" قَالَتْ: وَقَدْ جَاءَ تِ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَهِیَ جَالِسَةٌ بِالْبَابِ، فَقُلْتُ: أَلَا تَسْتَحْیِیْ مِنْ هٰذِهِ الْمَرْأَةِ أَنْ تَذْکُرَ شَیْئًا، فَوَعَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم، فَالْتَفَتُّ إِلٰی أَبِیْ فَقُلْتُ: أَجِبْهُ، قَالَ: فَمَاذَا أَقُوْلُ؟ فَالْتَفَتُّ إِلٰی أُمِّیْ، فَقُلْتُ: أَجِیْبِیْهِ، فَقَالَتْ: أَقُوْلُ مَاذَا؟ فَلَمَّا لَمْ یُجِیْبَاهُ تَشَهَّدْتُ فَحَمِدْتُ اللّٰهَ وَأَثْنَیْتُ عَلَیْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قُلْتُ: أَمَّا بَعْدُ! فَوَ اللّٰهِ لَئِنْ قُلْتُ لَکُمْ: إِنِّیْ لَمْ أَفْعَلْ – وَاللّٰهُ یَشْهَدُ إِنِّیْ لَصَادِقَةٌ– مَا ذَاكَ بِنَافِعِیْ عِنْدَکُمْ، لَقَدْ تَکَلَّمْتُمْ بِهِ وَأُشْرِبَتْهُ قُلُوْبُکُمْ، وَإِنْ قُلْتُ: إِنِّیْ فَعَلْتُ – وَاللّٰهُ یَعْلَمُ أَنِّیْ لَمْ أَفْعَلْ – لَتَقُوْلُنَّ: قَدْ بَاءَ تْ اعْتَرَفَتْ بِهِ عَلٰی نَفْسِهَا، وَإِنِّیْ وَاللّٰهِ مَا أَجِدُ لِیْ وَلَکُمْ مَثَلاً – وَالْتَمَسْتُ اسْمَ یَعْقُوْبَ فَلَمْ أَقْدِرْ عَلَیْهِ – إِلَّا أَبَا یُوْسُفَ حِیْنَ قَالَ: ﴿فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ، وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَاتَصِفُوْنَ﴾[یوسف: ۱۸] وَأُنْزِلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مِنْ سَاعَتِهِ، فَسَکَتْنَا، فَرُفِعَ عَنْهُ، وَإِنِّیْ لَأَتَبَیَّنُ السُّرُوْرَ فِیْ وَجْهِهِ، وَهُوَ یَمْسَحُ جَبِیْنَهُ، وَیَقُوْلُ:" أَبْشِرِیْ یَا عَائِشَةُ، فَقَدْ أَنْزَلَ اللّٰهُ بَرَاءَ تَكِ" قَالَتْ: وَکُنْتُ أَشَدَّ مَا کُنْتُ غَضَبًا فَقَالَ لِیْ أَبَوَایَ: قُوْمِیْ إِلَیْهِ، فَقُلْتُ: لاَ وَاللّٰهِ لاَ أَقُوْمُ إِلَیْهِ، وَلاَ أَحْمَدُهُ وَلاَ أَحْمَدُکُمَا، وَلٰکِنْ أَحْمَدُ اللّٰهَ الَّذِیْ أَنْزَلَ بَرَاءَ تِیْ، لَقَدْ سَمِعْتُمُوْهُ، فَمَا أَنْکَرْتُمُوْهُ وَلاَ غَیَّرْتُمُوْهُ.

لغات: قَارَفَ الشیئَ: کسی چیز کے قریب ہونا اور اس میں مبتلا یا ملوث ہونا............ أُشْرِبَتْهُ قلوبُکم: پلا دیئے گئے وہ بات تمہارے دل (قلوبُکم: مفعول اول نائب فاعل اور ہ مفعول ثانی ہے)............ بَاءَ تْ: لوٹی وہ، اپنے خلاف اقرار کرلیا............ لأتبین: میں واضح دیکھتی تھی............ وکنتُ أشد: مجھے اس وقت بے حد غصہ آرہا تھا۔

وَکَانَتْ عَائِشَةُ تَقُوْلُ: أَمَّا زَیْنَبُ ابْنَةُ جَحْشٍ فَعَصَمَهَا اللّٰهُ بِدِیْنِهَا، فَلَمْ تَقُلْ إِلَّا خَیْرًا، وَأَمَّا أُخْتُهَا حَمْنَةُ فَهَلَکَتْ فِیْمَنْ هَلَكَ، وَکَانَ الَّذِیْ یَتَکَلَّمُ فِیْهِ مِسْطَحٌ، وَحَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ، وَالْمُنَافِقُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَیٍّ، وَهُوَ الَّذِیْ کَانَ یَسْتَوْشِیْهِ، وَیَجْمَعُهُ، وَهُوَ الَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَهُ مِنْهُمْ هُوَ وَحَمْنَةُ.

قَالَ: فَحَلَفَ أَبُوْ بَکْرٍ: أَنْ لاَ یَنْفَعَ مِسْطَحًا بِنَافِعَةٍ أَبَدًا، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿وَلاَ یَأْتَلِ أُوْلُوْا الْفَضْلِ مِنْکُمْ﴾ إِلٰی آخِرِ الْآیَةِ، یَعْنِیْ أَبَا بَکْرٍ ﴿وَالسَّعَةِ أَنْ یُؤْتُوْا أُوْلِی الْقُرْبٰی وَالْمَسَاکِیْنَ﴾ یَعْنِیْ مِسْطَحًا إِلٰی

قَوْلِهِ: ﴿أَلَا تُحِبُّوْنَ أَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ [النور: ٢٢] حَتّٰى قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: بَلٰى وَاللّٰهِ يَا رَبَّنَا إِنَّا لَنُحِبُّ أَنْ تَغْفِرَ لَنَا، وَعَادَ لَهُ بِمَا كَانَ يَصْنَعُ. [راجع: ٢٥٩٣]

لغت: اسْتَوْشَى الحديثَ: بات کی اصلیت کا پتہ لگانے کے لئے تحقیق کرنا یعنی مخاطب سے بات دریافت کرتا تھا، تاکہ وہ اس میں رنگ ملائے .... یجمعه: وہ باتیں جمع کرتا تھا، پھر داستان تصنیف کرتا تھا۔

عورت گھر میں ہر وقت ساتھ رہنے والے محارم وغیرہ کے درمیان سلیقہ سے رہے

سورۃ النور آیت ۳۱ میں ہے: ''اور چاہئے کہ عورتیں اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبان پر ڈالے رہیں'' ــــ یعنی صرف یہی نہیں کہ بدن چھپائے رہیں بلکہ سینہ کا ابھار بھی نظر نہ آئے، اس پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں ــــ جاہلی معاشرہ میں عورتیں اوڑھنیاں اوڑھتی ہی نہیں تھیں، کھلے سر رہتی تھیں، اور جو اوڑھتی تھیں وہ اس کو پیچھے ڈال لیتی تھیں، چہرہ اور سینہ کھلا رکھتی تھیں، اس لئے جب مذکورہ حکم نازل ہوا تو عام طور پر عورتوں کے پاس اوڑھنیاں نہیں تھیں، چنانچہ انھوں نے چادریں اور لنگیاں پھاڑ کر اوڑھنیاں بنالیں اور قرآن کے حکم پر عمل شروع کردیا ــــ پہلی حدیث میں صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ تعالیٰ قدیم مہاجر عورتوں پر مہربانی فرمائیں، جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو انھوں نے اپنی چادریں پھاڑیں اور ان کی اوڑھنیاں بنالیں ــــ اور دوسری حدیث میں فرماتی ہیں: اپنی لنگیاں لیں اور ان کو کناروں کی طرف سے پھاڑلیا اور ان کی اوڑھنیاں بنالیں۔

[١٢-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾

[٤٧٥٨-] وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبٍ: حَدَّثَنَا أَبِيْ، عَنْ يُوْنُسَ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: يَرْحَمُ اللّٰهُ نِسَاءَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلَ، لَمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾ شَقَّقْنَ مُرُوْطَهُنَّ فَاخْتَمَرْنَ بِهِ. [طرفه: ٤٧٥٩]

[٤٧٥٩-] حدثنا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ نَافِعٍ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ: أَنَّ عَائِشَةَ كَانَتْ تَقُوْلُ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾: أَخَذْنَ أُزُرَهُنَّ فَشَقَّقْنَهَا مِنْ قِبَلِ الْحَوَاشِيْ، فَاخْتَمَرْنَ بِهَا. [راجع: ٤٧٥٨]

لغات: الْمِرْطُ: اونی یا ریشم کی چادر جو کرتے کی جگہ اوڑھی جاتی تھی، خاص طور پر عورتیں استعمال کرتی تھیں، جمع مُرُوْط .... اخْتِمَار: اوڑھنی اوڑھنا .... إِزَار: لنگی جمع أُزُر .... حاشیة: کنارہ۔

﴿الحمد للہ! سورۃ النور کی تفسیر پوری ہوئی﴾

[٢٥] سورة الفرقان

[١-] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿هَبَآءً مَّنْثُوْرًا﴾: مَا تَسْفِيْ بِهِ الرِّيْحُ. [٢-] ﴿مَدَّ الظِّلَّ﴾: مَا بَيْنَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ إِلَى طُلُوْعِ الشَّمْسِ ﴿سَاكِنًا﴾: دَائِمًا. ﴿عَلَيْهِ دَلِيْلًا﴾: طُلُوْعُ الشَّمْسِ. [٣-] ﴿خِلْفَةً﴾: مَنْ فَاتَهُ فِي اللَّيْلِ عَمَلٌ أَدْرَكَهُ بِالنَّهَارِ، أَوْ فَاتَهُ بِالنَّهَارِ أَدْرَكَهُ بِاللَّيْلِ. [٤-] وَقَالَ الْحَسَنُ: ﴿هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا﴾: فِي طَاعَةِ اللّٰهِ، وَمَا شَيْئٌ أَقَرَّ لِعَيْنِ الْمُؤْمِنِ مِنْ أَنْ يَرَى حَبِيْبَهُ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ. [٥-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿ثُبُوْرًا﴾: وَيْلًا. [٦-] وَقَالَ غَيْرُهُ: السَّعِيْرُ مُذَكَّرٌ، وَالتَّسَعُّرُ وَالإِضْطِرَامُ: التَّوَقُّدُ الشَّدِيْدُ [٧-] ﴿تُمْلٰى عَلَيْهِ﴾: تُقْرَأُ عَلَيْهِ، مِنْ أَمْلَيْتُ وَأَمْلَلْتُ. [٨-] ﴿الرَّسِّ﴾: الْمَعْدِنُ، وَجَمْعُهُ رِسَاسٌ. [٩-] ﴿مَا يَعْبَؤُا﴾: يُقَالُ: مَا عَبَأْتُ بِهِ شَيْئًا: لَا يُعْتَدُّ بِهِ. [١٠-] ﴿غَرَامًا﴾: هَلَاكًا. [١١-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿وَعَتَوْا﴾: طَغَوْا. وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: ﴿عَاتِيَةٍ﴾: عَتَتْ عَلَى الْخُزَّانِ.

سورۃ الفرقان کی تفسیر

۱- آیت ۲۳ میں ہے: ﴿فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْثُوْرًا﴾: پس بنایا ہم نے اس (عمل) کو مٹی کے باریک ذرات ــــ سَفَا (ض) الریحُ الترابَ: ہوا کا مٹی اڑانا ــــ وہ چیز جس کو ہوا اڑائے یعنی مٹی کے باریک ذرات۔

۲- آیت ۴۵ میں ہے: ﴿أَلَمْ تَرَ إِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ؟﴾: کیا تو اپنے پروردگار کو دیکھتا نہیں کہ کیسے انھوں نے سایے کو دراز کیا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: صبح صادق سے طلوع آفتاب تک جو ترٹ کا ہوتا ہے وہ سایہ مراد ہے، جنت کے بارے میں سورۃ الواقعہ آیت ۳۰ میں ہے: ﴿وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ﴾: اور لمبا لمبا سایہ ہوگا، جنت میں سورج نہیں، وہاں صبح اور طلوع شمس کے درمیان جو کیفیت ہوتی ہے وہ ہوگی ــــ پھر اسی آیت میں آگے ہے: ﴿وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا﴾: اور اگر وہ چاہتے تو اس کو ایک حالت پر ٹھہرا ہوا رکھتے ــــ ساكنا: دائما: ہمیشہ سایہ کی وہی حالت رہتی ــــ پھر آگے ہے: ﴿ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا﴾: پھر ہم نے آفتاب کو سایے پر دلیل بنایا یعنی سورج طلوع ہوا تو سایہ کا احساس ہوا۔

۳- آیت ۶۲ میں ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً﴾: اور وہ اللہ ایسا ہے جس نے رات اور دن کو یکے بعد دیگرے آنے والا بنایا: ﴿لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُوْرًا﴾: اس شخص کے لئے جو چاہتا ہے کہ اللہ کو یاد کرے یا چاہتا ہے کہ شکر گذار بندہ بنے ــــ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تفسیر کی کہ رات کا وظیفہ رہ جائے تو دن میں پورا کرلے، اور دن کا وظیفہ رہ جائے تو رات میں پورا کرلے۔

۴-آیت ۷۴ میں ہے: ﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ﴾: اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما! یعنی بیوی بچوں کو بھی دیندار بنا، جنھیں دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور دل مسرور! فی طاعة الله کا یہ مطلب ہے، پھر حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: نہیں ہے کوئی چیز مؤمن کی آنکھ کو زیادہ ٹھنڈی کرنے والی اس سے کہ دیکھے وہ اپنی محبوبہ (بیوی) کو اللہ کی فرمان برداری میں، یعنی اپنے متعلقین کو دین پر عمل کرتا ہوا دیکھ کر بہت زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

۵-آیت ۱۳ میں ہے: ﴿دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا﴾: وہ وہاں ہلاکت کو پکاریں گے —— ثُبُوْر: مصدر: ہلاک ہونا، باب نصر—وَيْلا: ہلاکت۔

۶-آیت ۱۱ میں ہے: ﴿وَأَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا﴾: اور ہم نے اس شخص کے لئے جس نے قیامت کو جھٹلایا دوزخ تیار کر رکھی ہے —— ابوعبیدۃؒ نے کہا: لفظ السعیر مذکر ہے، اس کا مؤنث سَعِيْرة ہے —— اور تَسَعَّرَتِ النار کے معنی ہیں: آگ بھڑکنا —— یہی معنی اضْطَرَمَتِ النارُ کے ہیں: آگ سلگنا، دہکنا —— التوقُّد الشديد: بھڑکنا، سخت دہکنا۔

۷-آیت ۵ میں ہے: ﴿فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيْلاً﴾: پس وہ (بے پسند باتیں) اس کے پاس صبح و شام لکھوائی جاتی ہیں —— تُمْلٰى: مضارع مجہول، صیغہ واحد مؤنث غائب، إِمْلَاءٌ: لکھوانا یعنی ایک بولے دوسرا لکھے —— ابوعبیدۃؒ نے اس کا ترجمہ تُقْرَأُ علیه کیا ہے یعنی وہ بے سند باتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں —— اور إِمْلَاء (افعال) میں ایک لغت أَمْلَلْ بھی ہے۔

۸-آیت ۳۸ میں: ﴿أَصْحَابَ الرَّسِّ﴾: کا ذکر آیا ہے —— الرَّسُّ: مطلق کنواں یا بے من کا کنواں —— حضرت نے اس کا ترجمہ کھان کیا ہے —— اور کنویں والی: معلوم نہیں کونسی قوم تھی!

۹-آیت ۷۷ میں ہے: ﴿قُلْ: مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ﴾: آپؐ کہیں: میرا پروردگار تمہاری کچھ پرواہ نہ کرتا —— عَبَأَ (ف) عَبْئًا به: پرواہ کرنا، لحاظ کرنا، کہا جاتا ہے: مَا عَبَأْتُ به شيئًا! میں نے اس کی ذرہ پرواہ نہیں کی۔

۱۰-آیت ۶۵ میں ہے: ﴿إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا﴾: بے شک جہنم کا عذاب پیہم اذیت ہے —— غَرام: اسم فعل، لازمی اور دائمی عذاب —— حضرت نے ترجمہ: ہلاکت کیا ہے۔

۱۱-آیت ۲۱ میں ہے: ﴿وَعَتَوْا عُتُوًّا كَبِيْرًا﴾: اور وہ بہت بڑی سرکشی پر اتر آئے ہیں —— عَتَا (ن) عُتُوًّا وَعُتِيًّا: حد سے بڑھنا، سرکشی کرنا، تکبر کرنا —— اور سورۃ الحاقۃ آیت ۶ میں ہے: ﴿فَأُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ﴾: سو وہ (عاد) ایک تیز و تند ہوا کے ذریعہ ہلاک کئے گئے —— ابن عیینہؒ نے کہا: محافظین پر سرکشی کی —— خُزَّان (بالضم) خازن کی جمع: محافظ، ہوا پر کنٹرول کرنے والے فرشتے مراد ہیں۔

کفار چہروں کے بل جہنم کی طرف لے جائے جائیں گے!

سورۃ الفرقان کی آیت ۳۴ ہے: ''یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف لے جائے جائیں گے، یہ لوگ درجہ میں بھی بدتر ہیں اور راستہ کے اعتبار سے بھی بہت گمراہ ہیں'' ـــــ اور چہرے کے بل چلانا: حقیقت ہے، دلیل باب کی حدیث ہے، ایک شخص نے پوچھا: اے اللہ کے نبی! قیامت کے دن کافر اس کے چہرے کے بل کیسے چلایا جائے گا؟ آپؐ نے فرمایا: وہ اللہ جو دنیا میں دو پیروں پر چلاتا ہے اس پر قادر نہیں کہ قیامت کے دن اس کو چہرے کے بل چلائے؟ حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے سوال کا جواب دیا: کیوں نہیں! ہمارے پروردگار کی عزت کی قسم! ـــــ اس سوال وجواب سے معلوم ہوا کہ آیت کریمہ میں حقیقت مراد ہے، کوئی تمثیل واستعارہ مراد نہیں۔

[۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿الَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ إِلٰى جَهَنَّمَ أُوْلٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ سَبِيْلاً﴾

[٤٧٦٠-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغْدَادِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: أَنَّ رَجُلاً قَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! يُحْشَرُ الْكَافِرُ عَلٰى وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: " أَلَيْسَ الَّذِىْ أَمْشَاهُ عَلَى الرِّجْلَيْنِ فِي الدُّنْيَا قَادِرًا عَلٰى أَنْ يُمْشِيَهُ عَلٰى وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ " قَالَ قَتَادَةُ: بَلٰى وَعِزَّةِ رَبِّنَا! [طرفه: ٦٥٢٣]

وضاحت: یُحشر میں ہمزہ استفہام پوشیدہ ہے ـــــ اور قادراً: قادر بھی مروی ہے۔

تین بڑے گناہ: شرک، قتل اور زنا

سورۃ الفرقان کی آیت ۶۸-۷۱ ہیں: ''اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے، اور وہ اس شخص کو قتل نہیں کرتے جس کا قتل اللہ نے حرام کیا ہے، مگر حق شرعی کی وجہ سے اور زنا نہیں کرتے'' ـــــ یہ تین گناہ: شرک، ناحق قتل اور زنا: اور گناہوں سے بڑے ہیں، اس لئے عذاب بھی ان پر بڑا ہوگا، پس مسلمان کو ان گناہوں سے بچنا چاہئے ـــــ ''اور جو شخص یہ کام کرے گا اس کو سزا سے سابقہ پڑے گا'' ـــــ الآثام یعنی العقوبة ـــــ ''قیامت کے دن وہ کئی گنا عذاب دیا جائے گا'' ـــــ عذاب میں مسلسل رہنا عذاب میں اضافہ ہے ـــــ اور یہ کافر کی سزا کا بیان ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: ''مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور اس نے نیک کام کئے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیں گے، اور اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے رحم فرمانے والے ہیں'' ـــــ یہ تو اللہ کی جانب سے معاملہ ہوا، خود اس ایمان لانے والے اور توبہ کرنے والے کی طرف سے معاملہ کیا ہوگا؟ فرمایا: ''اور جس نے توبہ کی اور اس نے نیک کام کئے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف خاص طور پر متوجہ ہو رہا ہے'' ـــــ یعنی وہ مُنیب (اللہ کی طرف رجوع کرنے والا) ہے، کیونکہ جس نے گناہ

سے توبہ کرلی اس نے گویا گناہ کیا ہی نہیں، اب وہ اللہ کا مقبول بندہ ہے!

اور حدیث اسی جلد میں سورۃ البقرۃ کی تفسیر میں گذری ہے: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: یہ گناہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے لئے مانند مانو، درانحالیکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے! ـــــ اور اس غیر نے تم کو پیدا نہیں کیا، پھر بھی اس کو اللہ کے مانند ماننا سب سے بڑا گناہ ہے ـــــ ابن مسعودؓ نے پوچھا: پھر؟ فرمایا: ''پھر یہ گناہ ہے کہ تم اپنی اولاد کو مار ڈالو، اس وجہ سے کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گی'' ـــــ یعنی رزق کے مسئلہ کی وجہ سے مار ڈالو ـــــ ابن مسعودؓ نے پوچھا: پھر؟ آپؐ نے فرمایا: ''پھر یہ گناہ ہے کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو''، ابن مسعودؓ کہتے ہیں: پھر مذکورہ آیت اتری، جس نے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کی ـــــ اور دوسرا اور تیسرا گناہ کلی کی جزئیات ہیں، مطلق ناحق قتل دوسرے نمبر کا گناہ ہے اور مطلق زنا تیسرے نمبر کا، اور ان کی شناعت (برائی) بڑھانے کے لئے تخصیص کی ہے کیونکہ اپنی اولاد کو مار ڈالنا اور پڑوسی کے حرم میں دراندازی کرنا اور بھی سنگین گناہ ہیں۔

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَالَّذِيْنَ لَايَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰـهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا﴾ الأثام: الْعُقُوْبَةُ.

[٤٧٦١-] حدثنا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيىَ، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ مَنْصُوْرٌ، وَسُلَيْمَانُ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيْ مَيْسَرَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ. قَالَ: وَحَدَّثَنِيْ وَاصِلٌ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ: عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: سَأَلْتُ أَوْ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: أَيُّ الذَّنْبِ عِنْدَ اللّٰهِ أَكْبَرُ؟ قَالَ:'' أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ'' قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ:'' ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ'' قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: ''ثُمَّ أَنْ تُزَانِيَ بِحَلِيْلَةِ جَارِكَ'' قَالَ: وَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ تَصْدِيْقًا لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ﴿وَالَّذِيْنَ لَايَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾[راجع: ٤٤٧٧]

وضاحت: قال: وحدثني واصل سے تحویل ہے، اور قال کا فاعل سفیان ثوریؒ ہیں۔

مسلمان کو متعمداً قتل کرنے والے کی توبہ

یہ ضمنی مسئلہ ہے۔ اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو متعمداً قتل کرے، پھر سچی توبہ کرلے تو وہ توبہ قبول کی جائے گی یا نہیں؟ اہل السنہ والجماعہ کا اجماعی موقف ہے کہ توبہ قبول کی جائے گی، یعنی اس کی نجات ہوگی، البتہ حق العبد کی ادائیگی لازم ہوگی۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: قبول نہیں کی جائے گی، ان کی دلیل سورۃ النساء کی آیت ۹۴ ہے: ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءُ هُ جَهَنَّمُ، خَالِدًا فِيْهَا، وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَلَعَنَهُ، وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾: اور جو

کسی مسلمان کو قصداً قتل کرڈالے: اس کی سزا جہنم ہے، وہ اس میں ہمیشہ رہے گا، اور اس پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہونگے، اور اس کو اپنی رحمت سے دور کردیں گے اور اس کے لئے بڑی سزا تیار کی ہے۔ یہ آیت محکم ہے، پس اس کے جہنم سے نکلنے کا سوال ہی نہیں، اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔

اور جمہور کی دو دلیلیں ہیں:

پہلی دلیل: سورۃ النساء میں دوجگہ (آیت ۴۷و۱۱۶) یہ آیت کریمہ ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَايَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ، وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾: اور اللہ تعالیٰ اس بات کو قطعاً نہیں بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں وہ جس کے لئے منظور ہوگا: بخش دیں گے ـــــ اور قتل مسلم اس کے سوا میں داخل ہے، پس اگر اللہ کو منظور ہوگا تو اس کی توبہ قبول کر کے بخش دیں گے۔

دوسری دلیل: سو آدمیوں کو قتل کر کے توبہ کرنے والے کی حدیث ہے، یہ حدیث متفق علیہ ہے (بخاری حدیث ۳۴۷۰، مسلم حدیث ۲۷۶۶) اور یہ بنی اسرائیل کا واقعہ ہے، مگر گذشتہ امتوں کے لئے احکام بھاری تھے اور اس امت پر تخفیف کی گئی ہے، پس یہی حکم بدرجۂ اولی ہمارے لئے بھی ہے (یہ استدلال حاشیہ میں ہے)

ابن عباسؓ کی دلیل کا جواب: بعض حضرات نے ابن عباسؓ کے استدلال کا یہ جواب دیا ہے کہ وہ آیت منسوخ ہے، اور ناسخ سورۃ الفرقان کی مذکورہ آیات ہیں، کیونکہ ان میں إلا من تاب کا استثناء ہے ـــــ مگر یہ جواب صحیح نہیں، کیونکہ سورۃ الفرقان کی آیات کافر کے حق میں ہیں، جس نے بہ حالتِ کفر وہ گناہ کئے ہوں پھر وہ توبہ کرلے یعنی ایمان لے آئے تو وہ گناہ ختم ہوجائیں گے، اور سورۃ النساء کی آیت مسلمان قاتل کے حق میں ہے، پس یہ دو حادثے (واقعے) ہیں، اس لئے سورۃ الفرقان کی آیتیں سورۃ النساء کی آیت کے لئے ناسخ نہیں ہوسکتیں ـــــ ابن عباسؓ کا یہ جواب معقول ہے، اس لئے جمہور اہل السنہ آیتِ نساء کی تاویل کرتے ہیں کہ خلود سے مکث طویل (لمبے وقت تک جہنم میں رہنا) مراد ہے، یا قتل عمد کی اصلی سزا تو یہی ہے، مگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تو وہ بخشا جاسکتا ہے ـــــ اور جمہور اس آیت کی تاویل اس لئے کرتے ہیں کہ ان کے دلائل ناقابل تاویل ہیں، ان کی کوئی تاویل ممکن نہیں۔

[٤٧٦٢-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ: أَنَّ ابْنَ جُرِيْجٍ أَخْبَرَهُمْ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ الْقَاسِمُ بْنُ أَبِيْ بَزَّةَ، أَنَّهُ سَأَلَ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ: هَلْ لِمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ: ﴿وَالَّذِيْنَ لَايَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾[الفرقان:٦٨] فَقَالَ سَعِيْدٌ: قَرَأْتُهَا عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ كَمَا قَرَأْتَهَا عَلَيَّ، فَقَالَ: هٰذِهِ مَكِّيَّةٌ أُرَاهُ نَسَخَتْهَا آيَةٌ مَدَنِيَّةٌ الَّتِيْ فِي سُوْرَةِ النِّسَاءِ. [راجع: ٣٨٥٥]

وضاحت: یہ حدیث اور یہ مسئلہ پہلے (تحفۃ القاری ۷:۳۲۳) آیا ہے ـــــ قاسم نے سعید بن جبیرؒ سے مسئلہ پوچھا کہ مسلمان کو متعمداً قتل کرنے والے کی توبہ مقبول ہے؟ اور انھوں نے سورۃ الفرقان کی آیت پڑھی، جس میں إلا من تاب کا

استثناء ہے، سعیدؒ نے کہا: میں نے ابن عباسؓ کے سامنے یہ آیت پڑھی تھی، انھوں نے جواب دیا کہ سورۃ الفرقان مکی سورت ہے اور سورۃ النساء مدنی، پس اگر منسوخ ہوگی تو سورۃ الفرقان کی آیت منسوخ ہوگی نہ کہ سورۃ النساء کی!

[٤٧٦٣-] حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْمُغِیْرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ، قَالَ: اخْتَلَفَ أَهْلُ الْكُوْفَةِ فِیْ قَتْلِ الْمُؤْمِنِ، فَرَحَلْتُ فِیْهِ إِلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: نَزَلَتْ فِیْ آخِرِ مَا نَزَلَ وَلَمْ یَنْسَخْهَا شَیْئٌ. [راجع: ٣٨٥٥]

وضاحت: اہل کوفہ میں قتل مسلم کے مسئلہ میں اختلاف ہوا، سعید بن جبیرؒ سفر کرکے ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ابن عباسؓ نے کہا: سورۃ النساء بعد میں نازل ہوئی ہے، اس کو کسی آیت نے منسوخ نہیں کیا۔

[٤٧٦٤-] حدثنا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ، سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ﴾ [النساء: ٩٣] قَالَ: لَاتَوْبَةَ لَهُ، وَعَنْ قَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿وَلَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰـهًا آخَرَ﴾ [الفرقان: ٦٨] قَالَ: كَانَتْ هٰذِهِ فِی الْجَاهِلِیَّةِ. [راجع: ٣٨٥٥]

وضاحت: فی الجاهلیة: یعنی سورۃ الفرقان کی آیت زمانۂ جاہلیت کے لوگوں کے بارے میں ہے، جنھوں نے مسلمان ہونے سے پہلے یہ گناہ کئے، پھر جب انھوں نے توبہ کرلی یعنی مسلمان ہوگئے تو وہ گناہ معاف ہوگئے۔

[٣-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿یُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهِ مُهَانًا﴾

[٤٧٦٥-] حدثنا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَیْبَانُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ أَبْزٰى: سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿وَمَنْ یَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ﴾ وَقَوْلِهِ: ﴿وَالَّذِیْنَ لَایَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾ حَتّٰى بَلَغَ: ﴿إِلَّا مَنْ تَابَ﴾ فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ قَالَ أُهْلُ مَكَّةَ: فَقَدْ عَدَلْنَا بِاللّٰهِ، وَقَتَلْنَا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَتَیْنَا الْفَوَاحِشَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿غَفُوْرًا رَّحِیْمًا﴾ [راجع: ٣٨٥٥]

وضاحت: اس باب میں بھی وہی مسئلہ اور وہی حدیث ہے جو گذشتہ باب میں آچکی ہے —— عَدَلْنا: برابر کیا ہم نے اللہ کے ساتھ یعنی شرک کیا۔ اور آیت کا ترجمہ بھی اوپر والے باب میں آگیا ہے۔

[٤-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُوْلٰئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمًا﴾

[٤٧٦٦-] حدثنا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا أَبِیْ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ، قَالَ: أَمَرَنِیْ

عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبْزٰی: أَنْ أَسْأَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هَاتَيْنِ الآيَتَيْنِ: ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا﴾ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: لَمْ يَنْسَخْهَا شَيْئٌ وَعَنْ: ﴿وَالَّذِيْنَ لاَيَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ﴾ قَالَ: نَزَلَتْ فِيْ أَهْلِ الشِّرْكِ.
[راجع: ۳۸۵۵]

وضاحت: اس باب میں بھی وہی سابقہ مسئلہ اور گذشتہ حدیث ہے۔

کفارمکہ عذاب میں پکڑ لئے گئے

سورۃ الفرقان کی آخری آیت ہے: ''تم بالیقین جھٹلا چکے، پس عنقریب عذاب تم سے چپک کر رہ جائے گا'' —— یعنی دعوت کا مرحلہ گذر گیا، اور پوری طرح اتمام حجت ہو چکا، اور انکار وعناد بھی اپنے آخری مرحلہ کو پہنچ گیا، کفار مکہ نے مؤمنین کو بلکہ سرور عالم ﷺ کو مکہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا پس غزوۂ بدر میں ہلاکت ان کا مقدر بن گئی، اور وہ عذاب میں پکڑ لئے گئے —— لِزَامٌ: مصدر باب مفاعلہ: لاَزَمَهُ مُلاَزَمَةً وَلِزَامًا: وابستہ رہنا، ساتھ لگا رہنا، کسی کے ساتھ ہمیشہ رہنا —— حضرت نے لزام کا ترجمہ ہلاکت کیا ہے۔

اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۳: ۳۳۴) تفصیل سے آئی ہے، پانچ پیشین گوئیاں پوری ہوچکیں: (۱) دھویں کی پیشین گوئی (۲) شق القمر کی پیشین گوئی (۳) سخت پکڑ کی پیشین گوئی جو بدر میں پوری ہوئی (۴) وبال آنے کی پیشین گوئی، جس کا ذکر باب کی آیت میں ہے (۵) رومیوں کے دوبارہ جیتنے کی پیشین گوئی۔

[٥-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا﴾ هَلَكَةً

[٤٧٦٧-] حدثنا عَمْرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِيْ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: خَمْسَةٌ قَدْ مَضَيْنَ: الدُّخَانُ، وَالْقَمَرُ، وَالرُّوْمُ، وَالْبَطْشَةُ، وَاللِّزَامُ ﴿فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا﴾: هَلاَكًا. [راجع: ١٠٠٧]

[٢٦] سورة الشُّعراء

[١-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿تَعْبَثُوْنَ﴾: تَبْنُوْنَ. [٢-] ﴿هَضِيْمٌ﴾: يَتَفَتَّتُ إِذَا مُسَّ. [٣-] ﴿مُسَحَّرِيْنَ﴾: الْمَسْحُوْرِيْنَ. [٤-] ﴿اللَّيْكَةُ﴾ و﴿الْأَيْكَةُ﴾: جَمْعُ أَيْكَةٍ، وَهِيَ جَمِيْعُ شَجَرٍ. [٥-] ﴿يَوْمِ الظُّلَّةِ﴾: إِظْلاَلُ الْعَذَابِ إِيَّاهُمْ. [٦-] ﴿مَوْزُوْنٌ﴾: مَعْلُوْمٍ. [٧-] ﴿كَالطَّوْدِ﴾: كَالْجَبَلِ. [٨-] ﴿لَشِرْذِمَةٌ﴾: طَائِفَةٌ قَلِيْلَةٌ. [٩-] ﴿فِي السَّاجِدِيْنَ﴾: الْمُصَلِّيْنَ.

سورۃ الشعراء کی تفسیر

۱- سورۃ الشعراء کی آیت ۱۲۸ ہے: ﴿أَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ آيَةً تَعْبَثُوْنَ﴾: کیا تم ہر اونچے مقام پر فضول یادگاریں بناتے ہو؟ —— عاد اولیٰ کو بڑا شوق تھا اونچے اونچے مضبوط منارے بنانے کا، جن سے کچھ کام نہ نکلے مگر نام ہو جائے —— الرِّيْع: زمین کا بلند حصہ، ٹیلہ، جمع رُیُوْع —— تعبثون (س) عَمِلَ بما لا فائدة فيه فهو عابث (جمل) —— حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: تبنون: بناتے ہو تم تعبثون بنیانًا: بے فائدہ عمارتیں بناتے ہو أی اتخذوا البنيانَ عبثًا (فتح)

۲- آیت ۱۴۸ میں ہے: ﴿وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ﴾: اور کھجوروں میں جن کے شگوفے (خوشے) گتھے ہوئے ہیں —— طَلْع: کھجور کا پہلا شگوفہ، گابھا —— هَضِيْم: بمعنی مَهْضُوْم: گتھا ہوا خوشہ یعنی پھل سے خوب بھرا ہوا خوشہ، جس کو چھویا جائے تو بکھر جائے، ٹوٹ جائے —— تَفَتَّتْ: بالکل چورا ہو جانا، ٹوٹ جانا۔

۳- آیت ۱۸۵ میں ہے: ﴿إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ﴾: یقیناً تم جادو زدوں میں سے ہو، مَسْحُوْر: جادو زدہ۔

۴- آیت ۱۷۶ میں ہے: ﴿كَذَّبَ أَصْحَابُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ﴾: بَن والوں نے رسولوں کو جھٹلایا —— الأيكة: گھنا جنگل، بَن، أَيِكَ (س) الشجر أيكا: درخت کا گنجان اور گھنا ہونا —— حضرت فرماتے ہیں: الْلَيْكة (لام مفتوح) اور الأيكة (ہمزہ مفتوح) أَيْكَة کی جمع ہیں —— یہ وہم ہے، کہنا چاہئے: دونوں أَيْكٌ کے مفرد ہیں (عمدۃ) —— اور اس کے معنی ہیں: گھنا درخت، جميعُ شجرٍ کے یہی معنی ہیں۔

۵- آیت ۱۸۹ میں ہے: ﴿فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ﴾: پس ان کو سائبان کے دن کے عذاب نے پکڑ لیا یعنی عذاب ان پر سایہ فگن ہو گیا۔

۶- سورۃ الحجر آیت ۱۹ میں ہے: ﴿وَأَنْبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْئٍ مَوْزُوْنٍ﴾: اور ہم نے زمین میں ہر قسم کی (نباتات) ایک معین مقدار سے اُگائیں —— موزون یعنی معلوم یعنی اندازہ سے، بے اندازہ نہیں اگائی (یہ لفظ یہاں بے محل کاتبوں کی مہربانی سے آ گیا ہے)

۷- آیت ۶۳ میں ہے: ﴿فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ﴾: پس ہر ٹکڑا بڑے پہاڑ جیسا ہو گیا۔

۸- آیت ۵۴ میں ہے: ﴿إِنَّ هٰؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ﴾: بے شک یہ لوگ یعنی بنی اسرائیل تھوڑی جماعت ہیں۔

۹- آیت ۲۱۹ میں ہے: ﴿وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِيْنَ﴾: اور آپؐ کے پھرنے کو سجدہ کرنے والوں میں یعنی نمازیوں کے ساتھ یعنی مسلمانوں کے ساتھ یعنی جب آپؐ دعوت کے کام کے لئے نکلتے ہیں تب بھی آپؐ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتے ہیں۔

[-۱۰] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ﴾: كَأَنَّكُمْ. [-۱۱] ﴿الرِّيْعُ﴾: الْيَفَاعُ مِنَ الْأَرْضِ، وَجَمْعُهُ رِيْعَةٌ وَأَرْيَاعٌ، وَاحِدُهُ الرِّيْعَةُ. [-۱۲] ﴿مَصَانِعَ﴾: كُلُّ بِنَاءٍ فَهُوَ مَصْنَعَةٌ. [-۱۳] ﴿فَرِهِيْنَ﴾:

مَرِحِيْنَ، ﴿فٰرِهِيْنَ﴾ بِمَعْنَاهُ، وَيُقَالُ: ﴿فَارِهِيْنَ﴾ حَاذِقِيْنَ. [١٤-] ﴿تَعْثَوْا﴾: هُوَ أَشَدُّ الْفَسَادِ، وَعَاثَ يَعِيْثُ عَيْثًا. [١٥-] ﴿الْجِبِلَّةُ﴾: الْخَلْقُ، جُبِلَ: خُلِقَ، وَمِنْهُ: جُبُلًا وَجِبِلًا وَجُبْلًا، يَعْنِي الْخَلْقَ.

۱۰- آیت ۱۲۹ ہے: ﴿وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ﴾: اور بناتے ہو تم بڑے بڑے محل جیسے تمہیں ہمیشہ رہنا ہے —— قرآن میں لعل: تعلیل کے لئے آتا ہے، مگر اس آیت میں تشبیہ کے لئے ہے أی كأنكم: گویا تم، جیسے تم۔

۱۱- رِيْعٌ کے معنی ابھی بیان کئے: ٹیلہ، زمین کا بلند حصہ، اليَفَاعُ: اونچی زمین، اس کی جمع رِيَعَةٌ اور أَرْيَاعٌ، اور مفرد الرِّيْعَة ہے۔

۱۲- آیت ۱۲۹ میں مَصَانِعَ ہے یعنی بڑے بڑے محل، مَصْنَع کی جمع: ہر عمارت مَصْنَع ہے (ابن عباسؓ)

۱۳- آیت ۱۴۹ ہے: ﴿وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فَارِهِيْنَ﴾: اور تم مہارت کے ساتھ پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو —— اس میں ایک قراءت فَرِهِيْنَ ہے، اس کے معنی ہیں: اتراتے ہوئے —— فَرُه (ک) فَرَاهَةً: ہوشیار اور ماہر ہونا، مگر اس کے مفہوم میں اترانا بھی ہے، کیونکہ کج کلاہی ناز کو مستلزم ہوتی ہے۔

۱۴- آیت ۱۸۳ میں ہے: ﴿وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِيْنَ﴾: اور مت پھیلو زمین میں خرابی ڈالتے ہوئے —— عَثَا (ن) عَثْوًا وَعُثُوًا: فساد انگیزی کرنا، زبردست فساد برپا کرنا اور باب ضرب سے عَاثَ يَعِيْثُ کے بھی یہی معنی ہیں۔

۱۵- آیت ۱۸۴ ہے: ﴿وَاتَّقُوْا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْأَوَّلِيْنَ﴾: اور ڈرو اس اللہ سے جس نے تم کو پیدا کیا اور اگلی خلقت کو —— الجبلَّة: قوم، امت، خلقت، مخلوق جَبَلَ اللّٰهُ الْخَلْقَ: پیدا کرنا، ڈھالنا، صورت بنانا، اسی سے جُبُلٌّ (بضمتین) جِبِلٌّ (بکسرتین) اور جُبْل (باء ساکن) ہیں، سب کے معنی ہیں: خلقت۔

ابراہیم علیہ السلام کو آخرت میں رسوائی سے بچالیا جائے گا

آیت ۸۷ میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے: ﴿وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ﴾: اور مجھے رسوا مت کرنا جس دن سب لوگ زندہ ہو کر اٹھیں گے —— اور حدیث میں ہے کہ محشر میں خلیل اللہ عرض کریں گے: الٰہی! آپ کا وعدہ ہے کہ قیامت کے دن مجھے رسوا نہیں کریں گے (ان کی مذکورہ دعا قبول ہوگئی ہے پس وعدہ ہوگیا) مگر اس سے زیادہ کیا رسوائی ہوگی کہ آج میرا باپ سب کے سامنے دوزخ میں پھینکا جائے گا، پس ان کے باپ کی صورت مسخ کردی جائے گی، اس کی صورت بجّو جیسی ہوجائے گی اور فرشتے گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیں گے —— تاکہ ابراہیم علیہ السلام رسوائی سے بچ جائیں، کیونکہ رسوائی کا مدار شناخت پر ہے، اور جب شناخت نہ رہے گی تو رسوائی بھی نہ ہوگی۔ اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۶: ۵۶۴) گذری ہے۔

[١-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ﴾

[٤٧٦٨-] وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ: عَنِ ابْنِ أَبِيْ ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ

أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ رَأَى أَبَاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ الْغَبَرَةُ وَالْقَتَرَةُ"[راجع: ۳۳۵۰]

[۴۷۶۹-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَخِيْ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" يَلْقَى إِبْرَاهِيْمُ أَبَاهُ، فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ إِنَّكَ وَعَدْتَنِيْ أَنْ لاَ تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ، فَيَقُوْلُ اللهُ: إِنِّيْ حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِيْنَ"[راجع: ۳۳۵۰]

وضاحت: پہلی حدیث میں رَأَی بمعنی یَرَیٰ ہے ـــــ غَبَرَةٌ: غبار، قَتَرَةٌ: دھوئیں کی سیاہی یعنی اس کے چہرے پر بولیٹ برس رہی ہوگی، ہوائیاں اڑ رہی ہونگی۔

اقارب پر محنت اور مؤمنین پر شفقت

سورۃ الشعراء کی آیات ۲۱۴ و ۲۱۵ ہیں: "اور آپ اپنے نزدیک کے کنبہ کو ڈرائیں، اور آپؐ اپنا بازو ان مؤمنین کے لئے جھکادیں جو آپ کی پیروی کرتے ہیں" ـــــ دعوت کی یہی ترتیب ہے، پہلے اپنے اقارب پر محنت کرنی چاہئے، خیر خواہی میں ان کا حق مقدم ہے، جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے تمام خاندان کے لوگوں کو جمع کر کے پیغام حق سنایا، اس وقت اگرچہ خاندان نے بات قبول نہ کی، مگر رفتہ رفتہ تمام خاندان ایمان لے آیا ـــــ اور جو ایمان لے آئیں ان کے ساتھ شفقت کا برتاؤ ضروری ہے تاکہ وہ آپؐ کے ساتھ جڑیں اور جماعت وجود میں آئے ـــــ اور حدیثیں پہلے کئی جگہ آچکی ہیں۔

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ ۝ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ﴾ أَلِنْ جَانِبَكَ

[۴۷۷۰-] حدثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِيْ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ﴾ صَعِدَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَلَى الصَّفَا، فَجَعَلَ يُنَادِيْ:" يَا بَنِيْ فِهْرٍ، يَا بَنِيْ عَدِيٍّ" لِبُطُوْنِ قُرَيْشٍ، حَتّٰى اجْتَمَعُوْا، فَجَعَلَ الرَّجُلُ إِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَخْرُجَ أَرْسَلَ رَسُوْلاً لِيَنْظُرَ مَا هُوَ؟ فَجَاءَ أَبُوْلَهَبٍ وَقُرَيْشٌ، فَقَالَ:" أَرَأَيْتَكُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلاً بِالْوَادِيْ تُرِيْدُ أَنْ تُغِيْرَ عَلَيْكُمْ، أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ؟" قَالُوْا: نَعَمْ، مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدْقًا، قَالَ:" فَإِنِّيْ نَذِيْرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ" فَقَالَ أَبُوْ لَهَبٍ: تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ! أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا؟! فَنَزَلَتْ: ﴿تَبَّتْ يَدَآ أَبِيْ لَهَبٍ وَتَبَّ ۝ مَا أَغْنٰى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ﴾ [راجع: ۱۳۹۴]

[۴۷۷۱-] حدثنا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، وَأَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَامَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم حِيْنَ أَنْزَلَ اللهُ: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ﴾ قَالَ:"يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! أَوْ: كَلِمَةً نَحْوَهَا اشْتَرُوْا أَنْفُسَكُمْ، لاَأُغْنِيْ

عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، يَا بَنِىْ عَبْدِ مَنَافٍ! لَا أُغْنِىْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، يَا عَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ! لَا أُغْنِىْ عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، وَيَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم! لَا أُغْنِىَ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، وَيَافَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم! سَلِيْنِىْ مَا شِئْتِ مِنْ مَالِىْ، لَا أُغْنِىْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا" تَابَعَهُ أَصْبَغُ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ. [راجع: ۳۵۲۷]

[۲۷] سورة النمل

[۱-] ﴿الْخَبْءَ﴾: مَا خَبَأْتَ. [۲-] ﴿لَاقِبَلَ لَهُمْ﴾: لَاطَاقَةَ. [۳-] ﴿الصَّرْحَ﴾: كُلُّ مِلَاطٍ اتُّخِذَ مِنَ الْقَوَارِيْرِ، وَالصَّرْحُ: الْقَصْرُ، وَجَمَاعَتُهُ صُرُوْحٌ. [٤-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ:﴿وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ﴾: سَرِيْرٌ، كَرِيْمٌ، حُسْنُ الصَّنْعَةِ، وَغَلَاءُ الثَّمَنِ. [٥-] ﴿مُسْلِمِيْنَ﴾: طَائِعِيْنَ. [٦-] ﴿رَدِفَ﴾: اقْتَرَبَ. [٧-] ﴿جَامِدَةً﴾: قَائِمَةً. [٨-] ﴿أَوْزِعْنِىْ﴾: اجْعَلْنِىْ. [٩-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿نَكِّرُوْا﴾: غَيِّرُوْا. [١٠-] ﴿وَأُوْتِيْنَا الْعِلْمَ﴾: يَقُوْلُهُ سُلَيْمَانُ. [١١-] و﴿الصَّرْحَ﴾: بِرْكَةُ مَاءٍ، ضَرَبَ عَلَيْهَا سُلَيْمَانُ قَوَارِيْرَ، أَلْبَسَهَا إِيَّاهُ.

سورۃ النمل کی تفسیر

۱-آیت ۲۵ میں ہے:﴿يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِى السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾: وہ نکالتا ہے آسمانوں اور زمین میں چھپی ہوئی چیزوں کو —— خَبْءٌ: مصدر بہ معنی اسم مفعول مَخْبُوْءٌ: چھپی ہوئی چیز، جیسے بارش اور نباتات، مَا خَبَأْتَ: جو چیز تو نے چھپائی۔

۲-آیت ۳۷ میں ہے:﴿اِرْجِعْ إِلَيْهِمْ فَلَنَأْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّاقِبَلَ لَهُمْ بِهَا﴾: لوٹ جا ان کی طرف، پس ہم پہنچتے ہیں ان پر ایسے لشکروں کے ساتھ جن کا وہ مقابلہ نہ کرسکیں گے —— قِبَل: طاقت، دست رس، مالی به قِبَلٌ: مجھ میں اس کی طاقت نہیں۔

۳-آیت ۴۴ میں ہے:﴿إِنَّهُ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِنْ قَوَارِيْرَ﴾: بے شک وہ محل چکنا کیا ہوا ہے شیشے سے —— صَرْحٌ کے ایک معنی ہیں: محل، اس کی جمع صُرُوْح ہے، اور دوسرے معنی ہیں: شیشے سے چکنا کیا ہوا فرش، آیت میں یہی معنی ہیں، مِلَاط (بالکسر) پلاستر کے مسالہ کو کہتے ہیں، شارحین کہتے ہیں: صحیح بَلَاط (بالفتح) ہے، البَلَاط کے معنی ہیں: پتھر کا فرش، اور مَرَّدَ الشیئَ کے معنی ہیں: عمارت کو ہموار اور چکنا کرنا یعنی فرش میں پتھر کی جگہ شیشہ لگایا گیا ہے۔

۴-آیت ۲۳ میں ہے:﴿وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ﴾: اور اس کا ایک بڑا تخت ہے، ابن عباسؓ نے فرمایا: عرش کے معنی تخت کے ہیں، وہ عمدہ، بہترین بناوٹ کا بیش قیمت تھا۔

۵-آیت ۳۸ میں ہے: ﴿قَبْلَ أَنْ يَأْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ﴾: اس سے پہلے کہ وہ آئیں میرے پاس حکم بردار ہوکر۔

۶-آیت ۷۲ میں ہے: ﴿قُلْ عَسٰى أَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ﴾: کہہ: ہوسکتا ہے تمہارے نزدیک آگیا ہو کچھ اس عذاب کا جس کو تم جلدی طلب کرتے ہو —— رَدِفَ: فعل ماضی ہے، رِدْفٌ کے معنی ہیں: پیچھے لگا ہوا ہونا۔

۷-آیت ۸۸ میں ہے: ﴿وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً﴾: اور تو پہاڑوں کو دیکھتا ہے: گمان کرتا ہے ان کو اپنی جگہ جما ہوا۔

۸-آیت ۱۹ میں ہے: ﴿رَبِّ أَوْزِعْنِيْ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ﴾: اے پروردگار! میری قسمت میں کر کہ میں آپ کے احسان کا شکر بجالاؤں —— أَوْزِعْ: إِيْزَاعٌ سے فعل امر: جس کے معنی جمانے اور الہام کرنے کے ہیں۔

۹-آیت ۴۱ میں ہے: ﴿نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا﴾: روپ بدل دو اس کے لئے اس کے تخت کا، غَيِّرُوْا: روپ بدل دو۔

۱۰-آیت ۴۲ میں ہے: ﴿وَأُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا﴾: اور دیئے گئے ہم (آپ کی نبوت کا) علم اس واقعہ سے پہلے —— امام صاحب فرماتے ہیں: یہ سلیمان علیہ السلام کا قول ہے —— یہ بات صحیح نہیں، یہ ملکۂ سبا کا قول ہے۔

۱۱-پھر صَرْحٌ کے معنی مکرر بیان کئے ہیں، فرماتے ہیں: پانی کا حوض جس پر سلیمان علیہ السلام نے شیشہ بچھا دیا تھا، اس کو شیشہ پہنایا تھا۔

[۲۸] القصص

[۱-] يُقَالُ: ﴿إِلَّا وَجْهَهُ﴾: إِلَّا مُلْكَهُ، وَيُقَالُ: إِلَّا مَا أُرِيْدَ بِهِ وَجْهُ اللّٰهِ. [۲-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنْبَآءُ﴾: الْحُجَجُ.

سورۃ القصص کی تفسیر

۱-سورۃ القصص کی آخری آیت میں ہے: ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ﴾: ہر چیز فنا ہونے والی ہے ان کے چہرے کے علاوہ —— ان کے چہرے سے یا تو ان کی ذات، یا ان کا ملک مراد ہے —— اور بعض حضرات نے یہ مطلب لیا ہے کہ سارے کام مٹ جائیں گے مگر جو کام خالصاً لوجہ اللہ کئے گئے ہیں وہ نہیں مٹیں گے۔

۲-آیت ۶۶ میں ہے: ﴿فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنْبَاءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَاءَ لُوْنَ﴾: پس اس دن (قیامت کے دن) ان پر پوشیدہ ہوجائیں گی خبریں یعنی ان سے کچھ جواب بن نہ پڑے گا، اور نہ وہ ایک دوسرے سے پوچھنے پائیں گے (کہ پوچھ پاچھ کر ہی پرچہ لکھ دیں!) —— الأنباء سے مراد دلیلیں ہیں، جب سوال ہوگا کہ تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا؟ تو وہ کوئی جواب نہ دے سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہی راہ پر لاتے ہیں جس کو چاہتے ہیں

سورۃ القصص آیت ۵۶ میں ہے: ''بے شک آپؐ راہ پر نہیں لا سکتے جس کو چاہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ راہ پر لاتے ہیں جس کو چاہتے ہیں''، یعنی جس سے آپؐ کو طبعی محبت ہو یا دل چاہتا ہو کہ فلاں کو ہدایت مل جائے: لازم نہیں کہ ایسا ضرور ہو کر رہے، نبی ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب کے لئے بہت سعی کی تھی کہ مرتے وقت کلمہ پڑھ لیں، مگر کامیابی نہیں ہوئی، پس یہ آیت اتری، اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۴: ۱۲۱) آچکی ہے۔

[١-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿إِنَّكَ لَاتَهْدِيْ مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾

[٤٧٧٢-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ، جَاءَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَوَجَدَ عِنْدَهُ أَبَا جَهْلٍ، وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِيْ أُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ، فَقَالَ: "أَيْ عَمِّ! قُلْ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، كَلِمَةً أُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ" فَقَالَ أَبُوْ جَهْلٍ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ أُمَيَّةَ: أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ؟ فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ، وَيُعِيْدَانِهِ بِتِلْكَ الْمَقَالَةِ، حَتّٰى قَالَ أَبُوْ طَالِبٍ آخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ: عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَأَبٰى أَنْ يَقُوْلُ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "وَاللّٰهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَالَمْ أُنْهَ عَنْكَ" فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿مَاكَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْ يَسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ﴾ [التوبة: ١١٣] وَأَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْ أَبِيْ طَالِبٍ، فَقَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ﴿إِنَّكَ لَاتَهْدِيْ مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ [راجع: ١٣٦٠]

ترکیب: كلمةً: لا إله إلا الله سے بدل ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، اور مستقل جملہ قرار دیں تو مرفوع پڑھیں گے۔

[٣-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿أُوْلِي الْقُوَّةِ﴾: لَايَرْفَعُهَا الْعُصْبَةُ مِنَ الرِّجَالِ ﴿لَتَنُوْأُ﴾: لَتُثْقِلُ. [٤-] ﴿فَارِغًا﴾: إِلَّا مِنْ ذِكْرِ مُوْسٰى. [٥-] ﴿الْفَرِحِيْنَ﴾: الْمَرِحِيْنَ. [٦-] ﴿قُصِّيْهِ﴾: اتَّبِعِيْ أَثَرَهُ، وَقَدْ يَكُوْنُ أَنْ يَقُصَّ الْكَلَامَ، ﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ﴾ [٧-] ﴿عَنْ جُنُبٍ﴾: عَنْ بُعْدٍ، وَعَنْ جَنَابَةٍ وَاحِدٌ، وَعَنِ اجْتِنَابٍ أَيْضًا. [٨-] ﴿نَبْطِشُ﴾: وَنَبْطُشُ. [٩-] ﴿يَأْتَمِرُوْنَ﴾: يَتَشَاوَرُوْنَ. [١٠-] ﴿الْعُدْوَانُ﴾ وَالْعَدَاءُ وَالتَّعَدِّيْ وَاحِدٌ. [١١-] ﴿آنَسَ﴾: أَبْصَرَ. [١٢-] ﴿الْجَذْوَةُ﴾: قِطْعَةٌ غَلِيْظَةٌ مِنَ الْخَشَبِ، لَيْسَ فِيْهَا لَهَبٌ، وَالشِّهَابُ فِيْهِ لَهَبٌ. [١٣-] وَالْحَيَّاتُ أَجْنَاسٌ: الْجَانُّ، وَالْأَفَاعِيْ، وَالْأَسَاوِدُ. [١٤-] ﴿رِدْءًا﴾: مُعِيْنًا، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿يُصَدِّقُنِيْ﴾

۳-آیت۷۶ میں ہے: ﴿إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوْأُ بِالْعُصْبَةِ أُوْلِي الْقُوَّةِ﴾: بے شک اس کی چابیاں یقیناً بوجھل کردیتی ہیں کئی زورآور مردوں کو ـــــ نَاءَ یَنُوْءُ (ن) نَوْءً ا به الحِمْلُ: بوجھل سامان کا کسی کو بوجھل کردینا ـــــ حضرت ابن عباسؓ نے صرف أولی الفوۃ کی تفسیر نہیں کی، بلکہ پوری آیت کے معنی بیان کئے ہیں، فرمایا: نہیں اٹھا سکتے تھے اس کو کئی آدمی، وہ بوجھل کردیتی تھیں۔

۴-آیت۱۰ میں ہے: ﴿وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوْسٰى فَارِغًا﴾: اور موسیٰ کی ماں کا دل بے قرار ہوگیا ـــــ فارغ: خالی یعنی موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ دل میں کوئی خیال نہ رہا۔

۵-آیت۷۶ میں ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ﴾: بے شک اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتے ـــــ الفرحین: اترانے والے۔

۶-آیت۱۱ میں ہے: ﴿وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيْهِ﴾: اور کہا موسیٰ کی ماں نے ان کی بہن سے کہ اس کے پیچھے چلی جا ـــــ قَصَّ الشیئَ (ن): کسی چیز کے نشانات پر چلنا، پیروی کرنا، پیچھے چلنا ـــــ اور قَصَّ الکلام کے معنی ہیں: واقعہ بیان کرنا، جیسے سورہ یوسف آیت۳ میں ہے: ﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ﴾: ہم آپ کے سامنے واقعہ بیان کرتے ہیں۔

۷-آیت۱۱ میں ہے: ﴿فَبَصُرَتْ بِهِ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَايَشْعُرُوْنَ﴾: پس دیکھتی رہی وہ موسیٰ کو دور سے ـــــ عن جُنُبٍ، عَنْ جَنَابَةٍ اور عن اجْتِنَاب کے ایک معنی ہیں۔

۸-آیت۱۹ میں ہے: ﴿فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَّبْطِشَ﴾: پس جب چاہا موسیٰ نے کہ پکڑے ـــــ باب ضرب اور باب نصر کے ایک معنی ہیں۔

۹-آیت۲۰ میں ہے: ﴿إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُوْنَ بِكَ﴾: درباری آپ کے بارے میں مشورہ کررہے ہیں ـــــ اِئْتَمَرَ القومُ: باہم مشورہ کرنا۔

۱۰-آیت۲۸ میں ہے: ﴿أَيَّمَا الْأَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ﴾: ان دو میں سے جونسی مدت پوری کروں تو مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہو ـــــ عُدْوَانٌ، عَدَاءٌ اور تَعَدِّیْ کے ایک معنی ہیں: زیادتی۔

۱۱-آیت۲۹ میں ہے: ﴿آنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا﴾: دیکھی اس نے کوہ طور کی جانب سے ایک آگ ـــــ آنَسَ الشیئَ اِیْنَاسًا: دیکھنا۔

۱۲-آیت۲۹ میں ہے: ﴿لَعَلِّيْ آتِيْكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ جَذْوَةٍ مِنَ النَّارِ﴾: شاید لے آؤں میں تمہارے پاس وہاں سے کوئی اطلاع یا آگ کا انگارا ـــــ جَذْوۃ: دہکتا انگارا جس میں لپٹ نہ ہو، اور لپٹ ہو تو شِھَاب ہے۔

۱۳-آیت۳۱ میں ہے: ﴿فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ﴾: پس جب دیکھا لاٹھی کو پھن ہلاتے جیسے پتلا سانپ ـــــ سانپ کی کئی قسمیں ہیں: (۱) جانٌّ: پتلا سانپ، سانپ کی سٹک (۲) أَفْعٰی: خبیث زہریلا سانپ جو چتکبرا ہوتا ہے، اس کی

گردن باریک اور سر چوڑا ہوتا ہے، جمع أَفَاع۔ (۳) الْأَسْوَد: بڑا کالا سانپ (ناگ)

۱۴- آیت ۳۴ میں ہے: ﴿أَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْأً يُصَدِّقُنِيْ﴾: بھیجئے اس کو میرے ساتھ بطور مددگار، جو میری تصدیق کرے۔

[۱۵-] وَقَالَ غَيْرُهُ: ﴿سَنَشُدُّ﴾: سَنُعِيْنُكَ، كُلَّمَا عَزَّزْتَ شَيْئًا فَقَدْ جَعَلْتَ لَهُ عَضُدًا [۱۶-] ﴿مَقْبُوْحِيْنَ﴾ مُهْلَكِيْنَ. [۱۷-] ﴿وَصَّلْنَا﴾: بَيَّنَّاهُ وَأَتْمَمْنَاهُ. [۱۸-] ﴿يُجْبٰى﴾: يُجْلَبُ. [۱۹-] ﴿بَطِرَتْ﴾: أَشِرَتْ. [۲۰-] ﴿فِيْ أُمِّهَا رَسُوْلاً﴾: أُمِّ الْقُرىٰ: مَكَّةَ وَمَا حَوْلَهَا. [۲۱-] ﴿تُكِنُّ﴾: تُخْفِيْ أَكْنَنْتُ الشَّيْئَ: أَخْفَيْتُهُ، وَكَنَنْتُهُ: خَفَيْتُهُ أَظْهَرْتُهُ. [۲۲-] ﴿وَيْكَأَنَّ اللّٰهَ﴾: مِثْلُ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَآءُ وَيَقْدِرُ: يُوَسِّعُ عَلَيْهِ وَيُضَيِّقُ عَلَيْهِ.

۱۵- آیت ۳۵ میں ہے: ﴿سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيْكَ﴾: ہم عنقریب مضبوط کریں گے تیرے بازو کو تیرے بھائی سے ـــــ شَدٌّ: باندھنا، عَضُد: بازو، بازو باندھنا: مدد کرنا جب بھی آپ کسی چیز کو مضبوط اور طاقت ور بنائیں تو آپ نے اس کے لئے بازو بنایا یعنی یہ محاورہ استعمال ہوگا۔

۱۶- آیت ۴۲ میں ہے: ﴿وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُمْ مِنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ﴾: اور قیامت کے دن وہ ہلاک ہونگے ـــــ مَقْبُوْح: اسم مفعول: قَبَحَ اللّٰه فلانا (ف) قَبْحًا: اللہ کا کسی کو بھلائی اور اچھائی سے دور رکھنا۔

۱۷- آیت ۵۱ میں ہے: ﴿وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾: اور ہم ان کو اپنا کلام پے در پے بھیجتے رہے تا کہ وہ دھیان میں لائیں ـــــ وَصَّلَ الشيئَ بِالشيئ: ایک چیز کو دوسری چیز سے اچھی طرح ملانا، جوڑنا ـــــ یعنی وحی کا سلسلہ مسلسل چلا آ رہا ہے، اللہ تعالیٰ احکام بیان کرتے ہیں اور دین کی تکمیل کرتے ہیں۔

۱۸- آیت ۵۷ میں ہے: ﴿يُجْبٰى إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْئٍ﴾: کھنچے چلے آتے ہیں حرم کی طرف ہر قسم کے پھل ـــــ جَبَا المالَ (ن) جَبْوًا: مال اکٹھا کرنا یُجْلَب: کھنچا جاتا ہے، لایا جاتا ہے۔

۱۹- آیت ۵۸ میں ہے: ﴿وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا﴾: اور کتنی ہی بستیاں ہم نے غارت کر دیں جو اپنے سامانِ عیش پر نازاں تھیں ـــــ بَطِرَ (س) بَطَرًا: اترانا، اکڑنا، پھولا نہ سمانا، آپے سے باہر ہو جانا ـــــ أَشِرَ (س) أَشَرًا: اترانا، مغرور ہونا۔

۲۰- آیت ۵۹ میں ہے: ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرىٰ حَتّٰى يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا رَسُوْلاً يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا﴾: اور تیرے پروردگار بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں یہاں تک کہ بھیجیں بڑی بستی میں پیغامبر کو جو ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائے ـــــ ام القری: صدر مقام، عرب کی تمام آبادیوں کا صدر مقام مکہ مکرمہ تھا ـــــ اور سورۃ الانعام آیت ۹۲ میں ہے: ﴿لِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا﴾: اور سورۃ الشوری آیت ۷ میں ہے: ﴿لِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا﴾: ان آیات

میں و من حولھا ٹھیک ہے، مگر زیرِ تفسیر آیت میں وما حولھا بےموقع ہے۔

۲۱-آیت ۶۹ میں ہے: ﴿وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ﴾: اور تیرے پروردگار جانتے ہیں جو ان کے سینوں میں چھپا ہوا ہے اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں —— تُكِنُّ: إِكْنَان سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب، فاعل صدورهم چونکہ اسم ظاہر جمع مکسر ہے اس لئے فعل کو مؤنث لایا گیا ہے —— اور مجرد كَنَّ الشيئَ (ض) كُنُوْنًا: اضداد میں سے ہے، چھپانا اور ظاہر کرنا دونوں معنی ہیں۔

۲۲-آیت ۸۲ میں ہے: ﴿وَيْكَأَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ﴾: بس جی یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتے ہیں روزی کشادہ کرتے ہیں اور جس کے لئے چاہتے ہیں تنگ کرتے ہیں —— یہ مضمون قرآن میں متعدد جگہ آیا ہے، جیسے سورۃ العنکبوت آیت ۶۲ میں۔

ہجرت کے وقت ہی تسلی کردی تھی کہ پھر مکہ آؤ گے

آیت ۸۵ میں ہے: ﴿إِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلٰى مَعَادٍ﴾: بےشک جس نے قرآن آپ کے سر مڑھا ہے وہ ضرور آپ کو پھیر لانے والا ہے پہلی جگہ کی طرف —— معاد: ظرف مکان: لوٹ کر آنے کی جگہ، مراد مکہ مکرمہ، جیسا کہ باب کی روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے —— یہ آیت ہجرت کے وقت اتری ہے، اسی وقت نبی ﷺ کی تسلی فرمادی تھی کہ پھر مکہ میں آؤ گے، چنانچہ آٹھ سال کے بعد فاتح بن کر آئے۔

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿إِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ﴾

[۴۷۷۳-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يَعْلٰى، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الْعُصْفُرِيُّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ﴿لَرَادُّكَ إِلٰى مَعَادٍ﴾ قَالَ: إِلٰى مَكَّةَ.

[۲۹] العنكبوت

[۱-] قَال مُجَاهِدٌ: ﴿وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ﴾: ضُلَلَةً. [۲-] ﴿فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ﴾: عَلِمَ اللّٰهُ ذٰلِكَ، إِنَّمَا هِيَ بِمَنْزِلَةِ: فَلَيُمَيِّزَ اللّٰهُ، كَقَوْلِهِ: ﴿لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ﴾ [۳-] ﴿أَثْقَالاً مَّعَ أَثْقَالِهِمْ﴾: أَوْزَارِهِمْ.

سورۃ العنکبوت کی تفسیر

۱-سورۃ العنکبوت آیت ۳۸ میں قوم عاد اور قوم ثمود کے بارے میں ہے: ﴿وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ﴾: اور وہ لوگ ہوش یار تھے! —— مُسْتَبْصِر: اسم فاعل، اِسْتِبْصَار: بصیرت حاصل کرنا —— یعنی وہ بےوقوف قومیں نہیں تھیں، کافی ہوش یار

تھیں، تاہم شیطان کے بہکاوے میں آ گئیں، اور ایمان نہیں لائیں ــــ مجاہد رحمہ اللہ نے اس کے معنی کئے ہیں ضُلٰلَۃٌ: یہ ضَالٌّ یا ضَالَّۃ کی جمع ہے یعنی وہ گمراہ لوگ تھے پس ان کو ہوشیار استہزاءً کہا گیا ہے۔

۲-سورۃ العنکبوت کی آیات ۲و۳ ہیں: ﴿أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُّتْرَكُوْا أَنْ يَقُوْلُوْا آمَنَّا وَهُمْ لاَيُفْتَنُوْنَ؟ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِيْنَ﴾: (بعض مسلمان جو کفار کی ایذاء رسانیوں سے گھبرا جاتے تھے تو) کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ چھوٹ جائیں گے اتنا کہہ کر کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کو آزمایا نہیں جائے گا؟ اور بخدا! ہم نے ان لوگوں کو آزمایا جو ان سے پہلے ہوئے ہیں، پس ضرور اللہ تعالیٰ جانیں گے ان لوگوں کو جو ایمان کے دعوے میں سچے ہیں، اور ضرور جھوٹوں کو بھی جانیں گے ــــ یعنی مؤمنین کا بھی امتحان کیا جاتا ہے تاکہ کھرا کھوٹا جدا ہو جائے ــــ يَعْلَمَنَّ: مضارع کا صیغہ ہے، جو حال یا استقبال کے لئے آتا ہے، پس اس سے 'حدوثِ علم' کا شبہ نہ ہو، یہ آیت تو سورۃ الانفال کی آیت ۳۷ کی طرح ہے: ﴿لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ﴾: تاکہ اللہ تعالیٰ جدا کردیں ناپاک لوگوں کو پاک لوگوں سے یعنی آزمائش سے مقصود عملی فیصلہ کرنا ہے، تاکہ دنیا جان لے کہ کُندن (خالص سونا) کون ہے اور خزف (ٹھیکری) کون ہے؟

۳-آیت ۱۳ میں ہے: ﴿وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالاً مَّعَ أَثْقَالِهِمْ﴾: اور ضرور ڈھوئیں گے وہ اپنے بوجھوں کو، اور کچھ دوسرے بوجھوں کو اپنے بوجھوں کے ساتھ ــــ بوجھوں سے گناہ مراد ہیں ــــ یعنی جن لوگوں نے دوسروں کو گمراہ کیا، وہ اپنے گناہوں کے ساتھ ان لوگوں کے بھی کچھ گناہ اٹھائیں گے جن کو گمراہ کیا ہے، حدیث میں ہے: "جو کوئی کسی کو ناحق قتل کرتا ہے تو اس کے گناہ کا ایک حصہ آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے (قابیل) کو بھی پہنچتا ہے، کیونکہ اس نے بری راہ ڈالی ہے۔

۳۰- ﴿آلٓمٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ﴾

[۱-] ﴿فَلاَ يَرْبُوْا﴾: مَنْ أَعْطَى يَبْتَغِيْ أَفْضَلَ فَلاَ أَجْرَ لَهُ فِيْهَا. [۲-] قَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿يُحْبَرُوْنَ﴾: يُنَعَّمُوْنَ. [۳-] ﴿فَلِأَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ﴾: يُسَوُّوْنَ الْمَضَاجِعَ. [٤-] ﴿الْوَدْقَ﴾: الْمَطَرُ. [٥-] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿هَلْ لَّكُمْ مِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾: فِي الآلِهَةِ، وَفِيْهِ: ﴿تَخَافُوْنَهُمْ﴾: أَنْ يَرِثُوْكُمْ كَمَا يَرِثُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا. [٦-] ﴿يَصَّدَّعُوْنَ﴾: يَتَفَرَّقُوْنَ، ﴿فَاصْدَعْ﴾. [٧-] وَقَالَ غَيْرُهُ: ﴿ضُعْفٌ﴾ وَضَعْفٌ لُغَتَانِ. [٨-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿السُّوْآى﴾: الإِسَاءَةُ جَزَاءُ الْمُسِيْئِيْنَ.

سورۃ الروم کی تفسیر

۱-سورۃ الروم آیت ۳۹ میں ہے: ﴿وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ رِبًّا لِّيَرْبُوَا فِيْ أَمْوَالِ النَّاسِ فَلاَ يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ﴾: اور جو تم سود

پر دیتے ہوتا کہ بڑھے وہ لوگوں کے مال میں مل کر تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا (اور جو تم زکات دیتے ہو، چاہتے ہو اللہ کی خوشنودی، تو انہی لوگوں کے دُونے ہیں) یعنی سود بیاج سے گو بظاہر مال بڑھتا دکھائی دیتا ہے مگر حقیقت میں گھٹ رہا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں، اور جو مال خیرات میں نکالا جاتا ہے وہ بڑھتا ہے، حدیث میں ہے: ''ایک کھجور جو مؤمن صدقہ کرے گا قیامت کے دن وہ بڑھ کر پہاڑ کے برابر ہو جائے گی''

امام بخاری رحمہ اللہ دوسری تفسیر کرتے ہیں کہ جو آدمی کسی کو کچھ دے اس غرض سے کہ دوسرا اس سے بڑھ کر احسان کا بدلہ دے تو یہ دینا اللہ کے نزدیک موجب برکت وثواب نہیں۔

۲- آیت ۱۵ میں ہے: ﴿فَأَمَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ﴾: پس رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے تو وہ باغ میں مسرور ہونگے ــــــ مجاہدؒ نے اس کا ترجمہ کیا ہے: وہ نعمتیں دیئے جائیں گے ــــــ حَبْرٌ سے مضارع مجہول ہے۔

۳- آیت ۴۴ میں ہے: ﴿وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِأَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ﴾: اور جس نے نیک کام کیا تو وہ اپنے ہی لئے بستر بچھاتے ہیں ــــــ مَهَدَ الفراشَ (ف) مَهْدًا: بستر بچھانا، بستر ہموار کرنا یعنی جنت میں آرام کرنے کی تیاری کررہے ہیں۔

۴- آیت ۴۸ میں ہے: ﴿فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلاَلِهِ﴾: پس دیکھتا ہے تو بارش کو، وہ بادلوں کے بیچ میں سے نکلتی ہے ــــــ الوَدَق: بارش۔

۵- آیت ۲۸ میں شرک کے بطلان کو سمجھانے کے لئے ایک مثال بیان کی ہے: ﴿ضَرَبَ لَكُمْ مَثَلاً مِنْ أَنْفُسِكُمْ: هَلْ لَّكُمْ مِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ شُرَكَاءَ فِي مَا رَزَقْنَاكُمْ، فَأَنْتُمْ فِيهِ سَوَآءٌ؟﴾: اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہی حالات میں سے ایک عجیب مضمون بیان کیا ہے: کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی شخص تمہارا اس مال میں شریک ہے جو ہم نے تم کو دیا ہے کہ تم اور وہ اس میں برابر ہو جاؤ؟ ــــــ جواب: نہیں! غلاموں کو اپنے مال میں سے آقا روزی روٹی تو دیتا ہے مگر برابر کا شریک نہیں گردانتا، پھر اللہ کی مخلوق اللہ کے ساتھ خدائی میں برابر کی شریک کیسے ہوگئی؟ ــــــ ابن عباسؓ نے فرمایا: یہ (جھوٹے) معبودوں کے بارے میں ہے ــــــ پھر آگے ہے: ﴿تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ﴾: جن کا تم ایسا خیال کرتے ہو جیسا تم اپنے آپس کا خیال کرتے ہو یعنی وہ تمہارے وارث ہوں جیسا تم ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہو ــــــ یعنی غلاموں کی بھاگی داری موت کے بعد بھی چلے: ایسا بھاگی دار کوئی نہیں بناتا۔

۶- آیت ۴۳ میں ہے: ﴿يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ﴾: قیامت کے دن لوگ جدا جدا ہو جائیں گے (نیک جنت میں اور بد دوزخ میں بھیجے جائیں گے) ــــــ يَصَّدَّعُوْنَ: اصل میں يَتَصَدَّعون تھا، تَصَدُّع (تفعل) منتشر ہونا، جدا جدا ہونا۔ مجرد صَدَعَ (ف) القوم: منتشر ہونا اور صَدَعَ الأمر وبه کے معنی ہیں: اظہار کرنا، اعلان کرنا، سورۃ الحجر آیت ۹۴ میں ہے: ﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ﴾: جس بات کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اس کو صاف صاف بیان کردیجئے۔

۷- آیت ۵۴ میں ﴿ضُعْفٍ﴾ ہے، اس میں دو لغتیں ہیں: ضاد کے پیش کے ساتھ اور زبر کے ساتھ، ہماری قراءت ضمہ کی ہے۔

۸- آیت ۱۰ میں ہے: ﴿ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ آسَاءُ وْا السُّوْآى﴾: پھر برا کرنے والوں کا انجام برا ہوگا ـــــ السُّوْآى: بروزن فُعْلٰى۔ أَسْوَء کا مؤنث ہے، جیسے أحسن کا مؤنث حُسْنٰى ـــــ مجاہدؒ نے فرمایا: برا کرنے والوں کا بدلہ برائی ہے۔

رومیوں کے جیتنے کی پیشین گوئی پوری ہوئی

بعثتِ نبوی کے وقت دنیا میں دو سپر پاور تھے: روم اور ایران، دونوں باہم ٹکراتے رہتے تھے، نبوت پر پانچ سال گزرے تھے کہ ایران نے روم کو شرمناک شکست دی، رومیوں کے ہاتھ سے ملک کا بڑا حصہ نکل گیا، اور قیصر روم اپنے دارالسلطنت میں پناہ گزیں ہونے پر مجبور ہوگیا، جب یہ خبر مکہ پہنچی تو مشرکین نے بغلیں بجائیں، وہ ایران کو اپنی پارٹی تصور کرتے تھے اور روم کو اہل کتاب ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی پارٹی سمجھتے تھے، چنانچہ انھوں نے مسلمانوں کو چھیڑنا شروع کیا، پس یہ آیتیں نازل ہوئیں: ﴿غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِيْ أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۝ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ﴾: رومی ہارے، عرب کی زمین سے لگواں ملک میں، اور وہ اپنے ہارنے کے بعد عنقریب جیتیں گے، چند سالوں میں ـــــ مشرکین کو یہ بات عجیب سی معلوم ہوئی، بظاہر رومیوں کے جیتنے کا کوئی امکان نہیں تھا، چنانچہ بعض مشرکین نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شرط بدی ـــــ پھر ہجرت پیش آئی، ہجرت کے دوسرے سال جنگ بدر ہوئی، اِدھر بدر میں مسلمان کو فتح نصیب ہوئی اور اُدھر سات سال کے بعد پھر جنگ ہوئی اور رومیوں نے نمایاں فتح حاصل کی، جب یہ خبر بدر میں پہنچی تو مسلمانوں کی خوشی دوبالا ہوگئی اور مشرکین کا یہ حال ہوگیا کہ کاٹو تو خون نہیں! ـــــ پس رومیوں کے جیتنے کی جو پیشین گوئی قرآن نے کی تھی وہ حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ اور حدیث تفصیل سے پہلے (تحفۃ القاری ۳:۳۳۴) آچکی ہے، اور دخان مبین کے بارے میں دو رائیں ہیں اور ان میں تطبیق بھی آگئی ہے۔

﴿الٓمٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ﴾

[۴۷۷۴-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ، وَالْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوْقٍ، قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يُحَدِّثُ فِي كِنْدَةَ، فَقَالَ: يَجِيْءُ دُخَانٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَأْخُذُ بِأَسْمَاعِ الْمُنَافِقِيْنَ وَأَبْصَارِهِمْ، وَيَأْخُذُ الْمُؤْمِنَ كَهَيْئَةِ الزُّكَامِ، فَفَزِعْنَا، فَأَتَيْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ، وَكَانَ مُتَّكِئًا، فَغَضِبَ فَجَلَسَ، فَقَالَ: مَنْ عَلِمَ فَلْيَقُلْ، وَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ فَلْيَقُلْ: اللّٰهُ أَعْلَمُ، فَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ يَقُوْلَ لِمَا لاَ يَعْلَمُ: لاَ أَعْلَمُ. فَإِنَّ اللّٰهَ قَالَ لِنَبِيِّهِ صلى الله عليه وسلم: ﴿قُلْ مَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ

الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾[ص: ٨٦] وَإِنَّ قُرَيْشًا أَبْطَؤُوْا عَنِ الإِسْلاَمِ فَدَعَا عَلَيْهِمِ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: " اللّٰهُمَّ أَعِنِّيْ عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ" فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَتّٰى هَلَكُوْا فِيْهَا، وَأَكَلُوْا الْمَيْتَةَ وَالْعِظَامَ، وَيَرَى الرَّجُلُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ كَهَيْئَةِ الدُّخَانِ، فَجَاءَهُ أَبُوْ سُفْيَانَ فَقَالَ: يَامُحَمَّدُ جِئْتَ تَأْمُرُ بِصِلَةِ الرَّحِمِ، وَإِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوْا فَادْعُ اللّٰهَ، فَقَرَأَ: ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِيْ السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿عَائِدُوْنَ﴾[الدخان: ١٠-١٥] أَفَيُكْشَفُ عَنْهُمْ عَذَابُ الآخِرَةِ إِذَا جَاءَ؟ ثُمَّ عَادُوْا إِلٰى كُفْرِهِمْ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى﴾[الدخان:١٦] يَوْمَ بَدْرٍ، و﴿وَلِزَامًا﴾ [الفرقان:٧٧] يَوْمَ بَدْرٍ، ﴿الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ﴾ إِلٰى: ﴿سَيَغْلِبُوْنَ﴾: وَالرُّوْمُ قَدْ مَضَى. [راجع: ١٠٠٧]

اسلام فطری دین ہے

سورۃ الروم کی آیت ۳۰ ہے: ﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا، فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا، لاَتَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ، ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ، وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لاَيَعْلَمُوْنَ ﴾: پس سیدھا کرتو اپنے رخ کو دین اسلام کی طرف ادیان باطلہ سے یکسو ہوکر، (دین اسلام) اللہ کی بناوٹ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی بناوٹ کو مت بدلو، یہی سیدھا دین ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے! —— یہ اہم آیت ہے، اس میں چار باتیں ہیں۔

۱- أَقِمْ وَجْهَكَ: اپنا چہرہ سیدھا کر: یہ استعارہ ہے یعنی بالکل ایک طرف کا ہوکر رہ، کبھی اس دھرم کی طرف، کبھی اُس دھرم کی طرف مت دیکھ، نماز بھی پڑھتا ہے اور ڈاڑھی بھی منڈاتا ہے، یہ ہندو دھرم کی طرف التفات ہے، نماز پڑھتا ہے ٹائی باندھ کر یہ عیسائی دھرم کی التفات ہے سورۃ البقرۃ آیت ۲۰۸ ہے: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلاَ تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾: اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ، اور شیطان کے قدم بہ قدم مت چلو، وہ واقعی تمہارا کھلا دشمن ہے! —— اور للدین میں الف لام عہدی ہے، مراد دین اسلام ہے —— اور حنیفًا: أقم کے فاعل سے حال ہے، حَنَفَ کے معنی ہیں: مائل ہونا اور حنیف: فعیل کا وزن بمعنی اسم فاعل ہے اور حنیف کے اصطلاحی معنی ہیں: ادیانِ باطلہ سے یکسو ہوکر دین اسلام کی طرف متوجہ ہونے والا —— پس حنیفا: أقم وجهك کی تاکید کے لئے ہے۔

۲- فطرت الله فعل محذوف کا مفعول بہ ہے أی اِلْزَمُوْا فطرتَ الله: اور فَطَرَ کے معنی ہیں خَلَقَ: بنایا: اللہ کی بناوٹ سے چپکے رہو، جس پر اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔

۳- جملہ ﴿لاَتَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ﴾ اخبار بمعنی انشاء ہے، اس میں حکم ہے کہ اللہ کی بناوٹ کی خلاف ورزی مت کرو، اپنے نیچر پر رہو، اس کی حفاظت کرو، اس میں کوئی تبدیلی مت کرو۔

۴-اور آخری جملہ میں فرمایا کہ دین اسلام ہی سیدھا دین ہے، دنیا کے دیگر ادیان سے مقابلہ کر کے دیکھو اسلام ہی ہر طرح سے معتدل دین ہے، اس میں نہ افراط ہے نہ تفریط، وہ ہر طرح سے مکمل ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے، جو موازنہ کرے گا وہی اس حقیقت کو پائے گا۔

تفصیل: انسان اس دنیا میں نیا پیدا نہیں ہوتا، اس دنیا میں اس کا صرف جسم بنتا ہے، کیونکہ یہ عالم اجساد ہے، اور اس کی روح اس سے بہت پہلے پیدا کی جاچکی ہے، پھر تمام روحیں عالم ارواح میں رکھی گئی ہیں، وہاں سے شکم مادر میں بننے والے جسد خاکی میں منتقل کی جاتی ہیں، سورۃ الاعراف آیت ۱۷۲ میں عہد الست کا واقعہ ہے، حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد ان کی پشت سے ان کی صلبی اولاد پیدا کی گئی، تفصیل مشکوۃ حدیث ۹۵ میں ہے، پھر اولاد کی پشت سے ان کی اولاد نکالی گئی، یہ بات سورۃ الاعراف آیت ۱۷۲ میں ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو اپنے سامنے پھیلا دیا یعنی ان پر تجلی فرمائی، اپنا جلوہ دکھایا، اس طرح دیدار کرا کر اپنی معرفت اور پہچان کرائی، پھر ان سے پوچھا: ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟'' سب نے اقرار کیا: کیوں نہیں! ہم سب گواہی دیتے ہیں کہ آپ ہی ہمارے رب ہیں، یہ مضمون مسند احمد (۱:۲۷۲) اور مستدرک حاکم (۲:۵۴۴) میں ہے، اور اس کی سند صحیح ہے۔

پھر روحیں پیٹھوں میں واپس نہیں کی گئیں، بلکہ عالم ارواح میں ان کو خاص ترتیب سے رکھ دیا گیا۔ بخاری شریف (حدیث ۳۳۳۶) میں اس کی صراحت ہے، پس معرفت خداوندی اور ربوبیت ربانی کا علم ہر انسان کی فطرت (Nature) میں ودیعت رکھا گیا ہے، اسی استعداد کو لے کر بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا (ظاہر) ہوتا ہے، پس اگر کوئی مانع پیش نہ آئے تو بچہ اس فطرت پر بڑا ہوتا ہے، مگر کبھی عوارض پیش آتے ہیں، بچہ جن ہاتھوں میں اور جس ماحول میں پلتا بڑھتا ہے اس کا اثر قبول کر لیتا ہے، اس وقت وہ فطری علم: جہالت سے بدل جاتا ہے، جیسے ہر جانور صحیح سالم پیدا ہوتا ہے، پھر لوگ پہچان کے لئے بکریوں کے کان کاٹتے ہیں، کوئی بکری کان کٹی پیدا نہیں ہوتی، اسی طرح انسان کا ہر بچہ فطرتِ اسلامی پر پیدا ہوتا ہے، پھر بعد میں اس کو گمراہ کر دیا جاتا ہے، یہ تفصیل باب کی حدیث میں ہے، جو پہلے (تحفۃ القاری ۴:۱۱۸) آچکی ہے۔ مذکورہ آیت میں اسی فطرت سے چپکے رہنے کا حکم ہے۔

بَابُ قَوْلِهِ: ﴿لَاتَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ﴾ لِدِيْنِ اللّٰهِ

﴿خُلُقُ الْأَوَّلِيْنَ﴾: دِيْنٌ. وَالْفِطْرَةُ الإِسْلَامُ.

[۴۷۷۵-] حدثنا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ إِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ، كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيْمَةُ بَهِيْمَةً جَمْعَاءَ، هَلْ

تُحِسُّوْنَ فِيْهَا مِنْ جَدْعَاءَ؟" ثُمَّ يَقُوْلُ: ﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لاَ تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾ [راجع: ١٣٥٨]

لغت: آیت میں خلق اللہ (اللہ کی بناوٹ) سے مراد اللہ کا نازل کیا ہوا دین اسلام ہے، سورۃ الشعراء میں ہے: حضرت ہود علیہ السلام نے قوم کے سامنے دین اسلام پیش کیا، اور ان کو سمجھایا کہ اس دین کو قبول کرلو، ورنہ بڑے دن کے عذاب کا تم پر خطرہ ہے، قوم نے جواب دیا: خواہ تم ہمیں سمجھاؤ یا نہ سمجھاؤ: دونوں باتیں ہمارے لئے یکساں ہیں، ہم کسی حال میں اپنے کردار سے باز آنے والے نہیں، پھر آیت ۱۳۷ ہے: ﴿إِنْ هٰذَا إِلَّا خُلُقُ الْأَوَّلِيْنَ﴾: نہیں ہے یہ مگر اگلوں کی عادت! پہلے بھی انبیاء یہی دین اسلام پیش کرتے رہے ہیں، جو تم ہمارے سامنے پیش کرتے ہو —— اس آیت میں خُلُق کے معنی ہیں: دین اسلام —— یہی فطرت کے معنی ہیں۔

سورۃ لقمان کی تفسیر

سب سے بڑا ظلم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا ہے

سورۃ لقمان آیت ۱۳ میں ہے: لقمانؒ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: "بیٹا! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت کرنا، بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے!" —— ظلم کے معنی ہیں: کسی کی حق تلفی کرنا، پس سب سے بڑا ظلم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے، کیونکہ یہ اللہ کا حق مارنا ہے، بندگی صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، پس جو شخص عبادت میں غیر اللہ کو شریک کرتا ہے یا صرف غیر اللہ کی بندگی کرتا ہے: اس سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے؟! اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۱: ۲۵۰) آچکی ہے۔

٣١- لقمان

[١-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ، إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾

[٤٧٧٦-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ [الأنعام: ٨٢] شَقَّ ذٰلِكَ عَلٰى أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَقَالُوْا: أَيُّنَا لَمْ يَلْبِسْ إِيْمَانَهُ بِظُلْمٍ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " إِنَّهُ لَيْسَ بِذَاكَ، أَلَا تَسْمَعُ إِلٰى قَوْلِ لُقْمَانَ لِابْنِهِ: ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ [راجع: ٣٢]

قیامت کب برپا ہوگی؟ یہ بات اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا

قیامت بالیقین آنے والی ہے، یہ بات تو اللہ تعالیٰ نے ڈکلیر کردی ہے، مگر کب آئے گی؟ یہ بات اللہ تعالیٰ نے کسی کو

نہیں بتلائی، اسرافیل علیہ السلام جوصور پھونکیں گے ان کو بھی نہیں بتلائی، اور یہ اخفاء امتحان کی مصلحت سے ہے، اس سلسلہ کا ایک واقعہ عرض ہے۔ٹونک کا ایک طالب علم مولانا عبدالحق خیرآبادیؒ کے پاس منطق پڑھنے آیا، مولانا نے اس شرط پر پڑھانا منظور کیا کہ جب چاہیں گے امتحان لیں گے، سبق شروع ہوا، ایک ہفتہ کے بعد طالب علم پڑھنے آیا تو مولانا نے فرمایا: آج امتحان ہوگا، طالب علم کو گمان بھی نہیں تھا کہ اتنی جلدی امتحان ہوجائے گا، اس نے خواندہ یاد نہیں کیا تھا، مولانا نے اس کو نکال دیا، اس نے ایک چلّہ کا اعتکاف کیا اور برابر دعا کرتا رہا کہ استاذ راضی ہوجائیں، پھر نواب ٹونک سے نواب رام پور کے نام خط لکھوایا، نواب رام پور نے سفارش کی تب مولانا نے دوبارہ پڑھانا منظور کیا، مگر شرط وہی رہی کہ جب چاہونگا امتحان لونگا، اب وہ طالب علم روزانہ سونے سے پہلے ایک مرتبہ خواندہ پھیر کر سوتا تھا، اس اندیشہ سے کہ کہیں کل امتحان نہ ہوجائے، مگر پھر مولانا نے کبھی امتحان نہیں لیا، کیونکہ امتحان کا مقصد حاصل ہوگیا۔

یہی حکمت قیامت کا علم چھپانے میں ہے، چاہئے تو یہ تھا کہ یہ بات بھی نہ بتائی جاتی کہ قیامت آئے گی، مگر اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا کہ بالاجمال بتادیا کہ حساب کا دن آئے گا، تاکہ بندے تیاری میں لگے رہیں، اور اس بات کی طرف اشارہ سورۃ طٰہٰ آیت ۱۵ میں ہے، فرمایا: ﴿إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيْهَا لِتُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى﴾: بلاشبہ قیامت آنے والی ہے، قریب ہوں میں کہ اس کو (خلائق سے) چھپالوں، تاکہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ مل جائے —— كَادَ: محل اثبات میں نفی کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے قیامت کا علم چھپایا نہیں، مگر بتایا بھی نہیں کہ قیامت کب آئے گی؟ تاکہ ہر مؤمن ہر وقت حساب کتاب کے لئے تیار رہے —— اور حدیث تفصیل سے پہلے (تحفۃ القاری ۱:۲۹۰) آئی ہے، اور یہ بات بھی پہلے آئی ہے کہ دوسری حدیث ایک سوال مقدر کا جواب ہے (تحفۃ القاری ۱:۲۹۲)

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿ إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾

[٤٧٧٧-] حَدَّثَنِيْ إِسْحَاقُ، عَنْ جَرِيْرٍ، عَنْ أَبِيْ حَيَّانَ، عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَوْمًا بَارِزًا لِلنَّاسِ، إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ يَمْشِيْ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا الإِيْمَانُ؟ قَالَ:" الإِيْمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلاَئِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَلِقَائِهِ، وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ الآخِرِ" قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا الإِسْلاَمُ؟ قَالَ:" الإِسْلاَمُ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلاَ تُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا، وَتَقِيْمَ الصَّلاَةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ الْمَفْرُوْضَةَ، وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ" قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا الإِحْسَانُ؟ قَالَ:" الإِحْسَانُ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ" قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ:" مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ!، وَلٰكِنْ سَأُحَدِّثُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا: إِذَا وَلَدَتِ الْمَرْأَةُ رَبَّتَهَا، فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا، وَإِذَا كَانَ الْحُفَاةُ الْعُرَاةُ رُءُ وْسَ النَّاسِ فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا، فِي خَمْسٍ لاَ يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ:

﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ﴾ [لقمان: ٣٤] ثُمَّ انْصَرَفَ الرَّجُلُ، فَقَالَ: "رُدُّوْا عَلَيَّ" فَأَخَذُوْا لِيَرُدُّوْا فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا. فَقَالَ: "هٰذَا جِبْرَئِيْلُ جَاءَ لِيُعَلِّمَ النَّاسَ دِيْنَهُمْ"[راجع: ٥٠]

[٤٧٧٨-] حدثنا يَحْيىَ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "مِفْتَاحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ" ثُمَّ قَرَأَ: ﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾[راجع: ١٠٣٩]

٣٢- تنزيلُ السَّجدَةِ

[١-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿مَّهِيْنٍ﴾: ضَعِيْفٍ، نُطْفَةُ الرَّجُلِ. [٢-] ﴿ضَلَلْنَا﴾: هَلَكْنَا. [٣-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿الْجُرُزِ﴾: الَّتِيْ لاَ تُمْطَرُ إِلَّا مَطَرًا لاَ يُغْنِيْ عَنْهَا شَيْئًا. [٤-] ﴿يَهْدِ﴾: يُبَيِّنُ.

سورۃ السجدۃ کی تفسیر

۱- آیت ۸ ہے: ﴿ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلاَلَةٍ مِنْ مَّاءٍ مَّهِيْنٍ﴾: پھر اس کی نسل کو غذاؤں کے نچوڑ یعنی ایک بے قدر پانی سے بنایا ـــــ مَهِيْن: اسم مفعول: مصدر هُوْن: بے عزت، بے قدر، حضرت مجاہدؒ نے کمزور ترجمہ کیا ہے، مراد نطفہ ہے۔

۲- آیت ۱۰ میں ہے: ﴿وَقَالُوْا: ءَ إِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ ءَ إِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ؟﴾: اور انھوں نے کہا: جب ہم زمین میں رَل گئے (ہلاک ہوگئے، نیست و نابود ہوگئے) تو کیا پھر ہم نئے جنم میں آویں گے؟

۳- آیت ۲۷ میں ہے: ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوْقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ الْجُرُزِ﴾: کیا اور دیکھا نہیں انھوں نے کہ ہم ہانکتے ہیں پانی کو چٹیل زمین کی طرف ـــــ ابن عباسؓ نے الجُرُز کے معنی کئے ہیں: جہاں بارش نہیں ہوتی، مگر برائے نام بارش ہوتی ہے جس سے کچھ کام نہ چلے۔

۴- آیت ۲۶ میں ہے: ﴿أَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسَاكِنِهِمْ؟﴾: کیا ان کو راہ نہیں ملی اس بات سے کہ کتنی امتیں ہلاک کردیں ہم نے ان سے پہلے جن کے رہنے کے مقامات میں یہ (مکہ والے) آتے جاتے ہیں؟ ـــــ يُبَيِّنْ: واضح کیا۔

جنت کی نعمتوں کا دنیا میں کوئی اندازہ نہیں کرسکتا

آیت ۱۸ ہے: ﴿فَلاَ تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ، جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾: پس نہیں جانتا کوئی شخص جو آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپائی گئی ہے، ان کاموں کے بدلے میں جو وہ کیا کرتے تھے ـــــ یعنی اللہ

تعالیٰ نے ان کی عبادتوں کی جزاء کے طور پر جو نعمتیں چھپا رکھی ہیں ان کی پوری کیفیت کسی کو معلوم نہیں، جس وقت وہ ان نعمتوں کو دیکھیں گے آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ اور باب کی حدیث حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے جنت میں وہ چیز چھپا رکھی ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی، نہ کسی کان نے سنی، نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال آیا۔ اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۶: ۴۹۵) آئی ہے۔

[۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿فَلاَ تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِىَ لَهُمْ﴾

[۴۷۷۹-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِى الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: أَعْدَدْتُ لِعِبَادِى الصَّالِحِيْنَ مَالاَ عَيْنٌ رَأَتْ، وَلاَ أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلاَ خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ" قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: اقْرَءُ وْا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿فَلاَ تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِىَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ﴾

قَالَ: وَحَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ" قَالَ اللّٰهُ......" مِثْلَهُ. قِيْلَ لِسُفْيَانَ: رِوَايَةً؟ قَالَ: فَأَىُّ شَيْءٍ؟! قَالَ أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِى صَالِحٍ: قَرَأَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ قُرَّاتِ. [راجع: ۳۲۴۴]

وضاحت: حدیث کی تین سندیں ذکر کی ہیں، دوسری سند سے مروی حدیث کے آخر میں یہ اضافہ ہے: سفیان سے پوچھا گیا: یہ حدیث آپ روایت کرتے ہیں؟ فرمایا: تو اور کیا چیز ہے؟ یعنی روایت کرتا ہوں —— اور تیسری سند میں ہے کہ ابوہریرہؓ نے آیت میں قُرَّة (مفرد) کی جگہ قُرَّات (جمع) پڑھا ہے، یہ اعمشؒ کی قراءت ہے۔

[۴۷۸۰-] حَدَّثَنِىْ إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِىِّ صلى الله عليه وسلم:" يَقُوْلُ اللّٰهُ: أَعْدَدْتُ لِعِبَادِى الصَّالِحِيْنَ مَالاَ عَيْنٌ رَأَتْ، وَلاَ أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلاَ خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ، ذُخْرًا، مِنْ بَلْهَ مَا أُطْلِعْتُمْ عَلَيْهِ" ثُمَّ قَرَأَ: ﴿فَلاَ تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِىَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾[راجع: ۳۲۴۴]

وضاحت: ذُخْرًا: بطور ذخیرہ: اس کا تعلق أَعْدَدْتُ سے ہے —— اور بَلْهَ: اسم فعل ہے مِنْ کے ساتھ بھی ابن ہشام کے نزدیک مبنی ہے (مغنی) اور اس کے معنی ہیں: چھوڑ، سوا، علاوہ، ترجمہ: علاوہ ان نعمتوں کے جن سے تم کو (قرآن وحدیث میں) واقف کردیا گیا ہے۔

٣٣- الأحزاب

قَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿صَيَاصِيْهِمْ﴾: قُصُوْرِهِمْ.

سورۃ الاحزاب کی تفسیر

۱- آیت ۲۶ میں ہے: ﴿وَأَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ﴾: اور جن اہل کتاب نے ان کی مدد کی، ان کو ان کے قلعوں سے نیچے اتار دیا ـــــ صَيَاصِي: صِيْصَة کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں: قلعہ اور گڑھیاں۔

نبی ﷺ مسلمانوں سے خود ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں

سورۃ الاحزاب آیت ٦ میں ہے: ﴿النَّبِيُّ أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ﴾: نبی ﷺ مؤمنین سے خود ان کی جانوں سے زیادہ نزدیک ہیں ـــــ پس مسلمانوں پر اپنی جان سے زیادہ آپ ﷺ کا حق ہے، اور آپؐ کی اطاعت مطلقاً اور تعظیم بدرجہ کمال واجب ہے (تھانویؒ) اور تفسیر بیضاوی میں شانِ نزول ہے کہ جب آپ ﷺ نے غزوۂ تبوک کے لئے لوگوں کو نکلنے کا حکم دیا تو کچھ لوگوں نے کہا: ہم اپنے والدین سے اجازت لیں گے، پس یہ آیت نازل ہوئی (حاشیہ)

أَوْلٰى: زیادہ قریب، زیادہ مستحق وَلِيٌّ سے اسم تفضیل، اور یہ معنی اس وقت ہوتے ہیں جب اس کے صلہ میں باء آئے، اور اگر اس کے صلہ میں لام آئے تو ڈانٹ اور دھمکی کے معنی ہوتے ہیں، جیسے: ﴿أَوْلٰى لَكَ﴾: تیرے لئے خرابی ہو!

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ''نہیں ہے کوئی مؤمن مگر میں لوگوں میں اس سے زیادہ قریب ہوں دنیا و آخرت میں، اور اس کی دلیل یہ ارشادِ پاک ہے: ''نبی ﷺ مؤمنین سے اقرب ہیں ان کی جانوں سے! پس جس مؤمن نے کوئی مال چھوڑا تو چاہئے کہ اس کے وارث ہوں اس کے رشتہ دار جو بھی ہوں، اور اگر اس نے قرضہ یا نادار اولاد چھوڑی تو چاہئے کہ وہ میرے پاس آئے، اور میں اس (قرضہ اور اولاد) کا ذمہ دار ہوں''

تشریح: اقربیت کچھ حقوق کی متقاضی ہے کچھ ذمہ داریوں کی، حدیث میں ذمہ داریوں کا ذکر ہے، حقوق کا تذکرہ نہیں ان کا تذکرہ حضرت تھانویؒ کے حوالے سے اوپر آگیا۔

[١- بَابٌ]

[٤٧٨١-] حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِيْ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ عَمْرَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "مَا مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَأَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، اقْرَءُ وْا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿النَّبِيُّ أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ﴾ فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ تَرَكَ مَالاً فَلْيَرِثْهُ عَصَبَتُهُ مَنْ كَانُوْا، فَإِنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيَاعًا فَلْيَأْتِنِيْ وَأَنَا مَوْلَاهُ" [راجع: ٢٢٩٨]

گود لئے ہوئے بچہ کی گود لینے والے کی طرف ولدیت کی نسبت نہ کی جائے

گود لینے کا رواج تمام اقوام میں ہے، اسلام نے اس کو باقی رکھا ہے، مگر جاہلیت قدیمہ وجدیدہ میں جو اس پر نسب کے احکام جاری کئے جاتے ہیں اسلام نے اس کی ممانعت کردی ہے، سورۃ الاحزاب آیت ۵ میں ہے: ﴿أُدْعُوْهُمْ لِآبَـآئِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾: پکارو لے پالکوں کو ان کے باپوں کی طرف نسبت کر کے، یہی اللہ کے یہاں زیادہ انصاف کی بات ہے —— چنانچہ قبل اسلام نبی ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو آزاد کر کے بیٹا بنالیا تھا، اور اس زمانہ کے دستور کے موافق لوگ ان کو زید بن محمد کہہ کر پکارتے تھے، پس مذکورہ آیت نازل ہوئی، اور ولدیت کی تبدیلی کی ممانعت کردی، چنانچہ سب لوگ ان کو زید بن حارثہ کہنے لگے (متبنی کے احکام کے لئے دیکھیں تحفۃ الالمعی ۷: ۳۹۸)

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿أُدْعُوْهُمْ لِآبَـآئِهِمْ﴾

[۴۷۸۲-] حدثنا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ الْمُخْتَارِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ سَالِمٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ مَوْلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، مَا كُنَّا نَدْعُوْهُ إِلَّا زَيْدَ ابْنَ مُحَمَّدٍ حَتّٰى نَزَلَ الْقُرْآنُ: ﴿أُدْعُوْهُمْ لِآبَـآئِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾

اللہ سے عہد باندھنے والے صحابہ: کچھ اپنی نذر پوری کر چکے، کچھ منتظر ہیں

غزوۂ بدر اتفاقی طور پر پیش آیا تھا، پس جو حضرات اس میں شریک نہیں ہو سکے، ان کو افسوس ہوا، انھوں نے عہد کیا کہ آئندہ کوئی معرکہ پیش آیا تو ہماری کوشش دیکھ لی جائے گی یعنی ہم منہ نہ موڑیں گے اگرچہ مارے جائیں، چنانچہ احد اور اس کے بعد کے معرکوں میں انھوں نے جان کی بازی لگادی، پھر ان میں سے کچھ نے تو جام شہادت نوش کیا اور کچھ منتظر ہیں۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہمارا خیال ہے کہ سورۃ الاحزاب کی آیت ۲۳: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوْا اللّٰهَ عَلَيْهِ: فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ، وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلاً﴾: مؤمنین میں کچھ مرد ہیں جنھوں نے سچ کر دکھایا وہ عہد و پیمان جو انھوں نے اللہ سے باندھا تھا: پھر بعض ان میں سے اپنی نذر پوری کر چکے اور بعض منتظر ہیں، اور انھوں نے عہد میں ذرا تبدیلی نہیں کی: یہ آیت حضرت انس بن النضر ؓ کے حق میں نازل ہوئی ہے (یہ حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۶: ۲۱۰ آچکی ہے)

[۳-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ، وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلاً﴾

﴿نَحْبَهُ﴾: عَهْدَهُ. ﴿أَقْطَارِهَا﴾ جَوَانِبِهَا. ﴿الْفِتْنَةَ لَآتَوْهَا﴾: لَأَعْطَوْهَا.

[۴۷۸۳-] حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ أَبِيْ،

عَنْ ثُمَامَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: نُرَى هٰذِهِ الآيَةَ نَزَلَتْ فِيْ أَنَسِ بْنِ النَّضْرِ: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوْا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾[راجع: ۲۸۰۵]

نَحْب (مصدر) کے متعدد معانی ہیں: (۱) نذر، منت (باب نصر) (۲) موت: قَضٰی فلان نَحْبَهُ: فلاں کی موت آ گئی۔ (۳) دو فریقوں کے درمیان بندھی ہوئی شرط، باہمی عہد و پیمان، حضرت نے یہ تیسرے معنی کئے ہیں اور اردو مترجمین عام طور پر پہلے معنی کرتے ہیں۔

اور آیت ۱۴ ہے: ﴿وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِنْ أَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوْا الْفِتْنَةَ لَآتَوْهَا﴾: اور اگر ان کے پاس کوئی گھس آئے مدینہ کے کناروں سے پھر ان سے فتنہ چاہے تو وہ اس کو مان لیں گے أَقْطَار: قُطْر کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں: جانب، طرف لَأَعْطَوْهَا: ضرور فتنہ میں شرکت کے مطالبہ کو مان لیں گے، یعنی مسلمانوں سے لڑنے کے لئے آمادہ ہو جائیں گے، گھروں کے کھلے ہونے کا بہانہ نہیں کریں گے۔

[۴۷۸۴-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ: لَمَّا نَسَخْنَا الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ فَقَدْتُ آيَةً مِنْ سُوْرَةِ الْأَحْزَابِ، كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقْرَؤُهَا، لَمْ أَجِدْهَا مَعَ أَحَدٍ إِلَّا مَعَ خُزَيْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ، الَّذِيْ جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم شَهَادَتَهُ شَهَادَةَ رَجُلَيْنِ: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوْا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾[راجع: ۲۸۰۷]

وضاحت: یہ حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۲۱۱:۶) آئی ہے اور تفصیل تحفۃ الالمعی اور تحفۃ القاری کے مقدموں میں جمع قرآن کی بحث میں ہے۔

نبی ﷺ کا ازواج کو اختیار دینا، اور ازواج کا آپؐ کو اختیار کرنا

سورۃ الاحزاب کی آیات ۲۸ و ۲۹ ہیں: ''اے پیغمبر! آپ اپنی بیویوں سے کہہ دیں: اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ متاع دیدوں اور تم کو خوبی کے ساتھ رخصت کردوں () اور اگر تم اللہ کو چاہتی ہو اور اس کے رسول کو اور آخرت کے گھر کو تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیک کردار بیبیوں کے لئے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے''

تفسیر: جب فتوحات شروع ہوئیں اور آنحضرت ﷺ کی آمدنی بڑھ گئی تو ازواج مطہرات نے نفقہ کی زیادتی کا مطالبہ کیا، آپؐ کو اس سے صدمہ پہنچا، کیونکہ آمدنی ضرور بڑھی تھی، مگر ساتھ ہی مسلمانوں کی ضروریات بھی بڑھی تھیں، اسلام تیزی سے پھیل رہا تھا، اور نو مسلموں کی معاشی کفالت حکومت کی ذمہ داری تھی، چنانچہ آپؐ نے قسم کھائی کہ آپؐ ایک ماہ تک کسی بیوی صاحبہ کے پاس تشریف نہیں لے جائیں گے، ایک ماہ کے بعد مذکورہ دو آیتیں نازل ہوئیں، اور آپؐ نے ازواج

کو اختیار دیا کہ اگر وہ دنیا کی عیش اور بہار چاہتی ہیں تو طلاق لے کر کسی اور جگہ نکاح کرلیں، اور اگر اللہ و رسول کی خوشنودی اور آخرت کی خوش حالی چاہتی ہیں تو موجودہ حالت پر قناعت کریں، سب نے اللہ و رسول کی مرضی کو اختیار کیا، اور دنیا کے عیش وعشرت کا خیال دل سے نکال دیا۔

حدیث: صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ ان کے پاس پہنچے جب اللہ نے حکم دیا کہ آپ اپنی بیویوں کو اختیار دیں، پس رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ابتدا کی، اور فرمایا: ''میں تمہارے سامنے ایک بات ذکر کرنے والا ہوں، پس تم پر اس بات میں کچھ حرج نہیں کہ تم جواب دینے میں جلدی نہ کرو یہاں تک کہ تم اپنے والدین سے مشورہ کرلو'' اور آپ بالیقین جانتے تھے کہ میرے والدین مجھے آپ سے جدا ہونے کا مشورہ نہیں دیں گے، پھر آپ نے پڑھا: ﴿یٰأَیُّهَا النَّبِیُّ﴾ سے ﴿أَجْرًا عَظِیْمًا﴾ تک، پس میں نے آپ سے کہا: اس میں سے کس معاملہ میں: میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ میں تو اللہ کو، اللہ کے رسول کو اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہوں (پھر باقی ازواج نے بھی ایسا ہی کیا جیسا عائشہ نے کیا)

نوٹ: گیلری میں ہے کہ ابوذر کے نسخہ میں لا بڑھا ہوا ہے، چنانچہ اس کو کھڑی دو قوسوں کے درمیان رکھا ہے، ترمذی (حدیث ۳۲۲۸) میں بھی لا ہے۔

[٤-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلاً﴾

التَّبَرُّجُ: أَنْ تُخْرِجَ مَحَاسِنَهَا. ﴿سُنَّةَ اللّٰهِ﴾ اسْتَنَّهَا: جَعَلَهَا.

[٤٧٨٥-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم جَاءَ هَا حِيْنَ أَمَرَ اللّٰهُ أَنْ يُخَيِّرَ أَزْوَاجَهُ، فَبَدَأَ بِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: " إِنِّيْ ذَاكِرٌ لَكِ أَمْرًا فَلاَ عَلَيْكِ أَنْ [لَا] تَسْتَعْجِلِيْ حَتّٰى تَسْتَأْمِرِيْ أَبَوَيْكِ" وَقَدْ عَلِمَ أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُوْنَا يَأْمُرَانِّيْ بِفِرَاقِهِ، قَالَتْ: ثُمَّ قَالَ: " إِنَّ اللّٰهَ قَالَ: ﴿يٰأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ﴾" إِلٰى تَمَامِ الآيَتَيْنِ فَقُلْتُ لَهُ: فَفِيْ أَيِّ هٰذَا أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ؟ فَإِنِّيْ أُرِيْدُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَالدَّارَ الآخِرَةَ. [طرفه: ٤٧٨٦]

۱- آیت ۳۳ میں ہے: ﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلاَ تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى﴾: اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں اور قدیم زمانۂ جاہلیت کے دستور کے مطابق اپنے حسن کا مظاہرہ نہ کرتی پھرو ـــــ تَبَرُّج (تفعل): اپنی زیبائش ظاہر کرنا، اپنی خوبیوں کا مظاہرہ کرنا، بے پردہ گھومنا۔

۲- آیت ۶۲ میں ہے: ﴿سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ﴾: دستور رہا ہے اللہ کا ان لوگوں میں جو پہلے ہو چکے ہیں

اِسْتَنَّ بِسُنَّتِهِ: اتباع کرنا، کسی کے راستہ پر چلنا ـــــ جعلها: گردانا اس طریقہ کو، اس کا ترجمہ دستور کیا ہے۔

ازواج مطہرات اللہ و رسول اور آخرت کو اختیار کریں تو بڑا ثواب پائیں گی

آیات تخییر میں اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو اشارہ کیا ہے کہ وہ اللہ و رسول اور آخرت کو اختیار کریں تا کہ بڑا ثواب پائیں، کیونکہ مؤمن کی یہی شان ہے کہ وہ آخرت کے لئے ہر عمل کرے۔ اور حدیث گذشتہ باب والی ہے اور آیت کا ترجمہ گذشتہ باب میں آ گیا ہے۔

[٥-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَالدَّارَ الآخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيْمًا﴾

وَقَالَ قَتَادَةُ: ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِي بُيُوْتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ﴾: الْقُرْآنُ وَالسُّنَّةُ.

[٤٧٨٦-] وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَتْ: لَمَّا أُمِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِتَخْيِيْرِ أَزْوَاجِهِ بَدَأَ بِيْ، فَقَالَ: " إِنِّيْ ذَاكِرٌ لَكِ أَمْرًا فَلاَ عَلَيْكِ أَنْ لاَ تَعْجَلِيْ حَتّٰى تَسْتَأْمِرِيْ أَبَوَيْكِ" قَالَتْ: وَقَدْ عَلِمَ أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُوْنَا يَأْمُرَانِّيْ بِفِرَاقِهِ، قَالَتْ: ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ قَالَ: ﴿يٰأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا﴾ إِلٰى: ﴿أَجْرًا عَظِيْمًا﴾ قَالَتْ: فَقُلْتُ: فَفِيْ أَيِّ هٰذَا أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ؟ فَإِنِّيْ أُرِيْدُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَالدَّارَ الآخِرَةَ، قَالَتْ: ثُمَّ فَعَلَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مِثْلَ مَا فَعَلْتُ.

تَابَعَهُ مُوْسٰى بْنُ أَعْيَنَ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ سَلَمَةَ. وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَأَبُوْ سُفْيَانَ الْمَعْمَرِيُّ: عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ. [راجع: ٤٧٨٥]

حکمت سے مراد سنت یعنی معمول بہا احادیث ہیں

سورۃ الاحزاب آیت ۳۴ میں ازواج مطہرات کو حکم دیا ہے: ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِي بُيُوْتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ﴾: اور یاد کرو ان آیات الٰہیہ کو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں اور حکمت کو ـــــ قتادہ رحمہ اللہ نے کہا: آیات الٰہیہ یعنی قرآن اور حکمت یعنی سنت یعنی وہ حدیثیں جو معمول بہا ہیں، حکمت کے لغوی معنی ہیں: دانائی کی باتیں، اور اس کی مشہور تفسیر حدیثیں ہے۔ اور حدیث کی تین سندیں ذکر کی ہیں اور تینوں معلق ہیں، موصولاً سند گذشتہ باب میں ہے۔

لے پالک کی بیوی سے نکاح جائز ہے

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ غلام تھے، نبی ﷺ نے ان کو آزاد کر کے بیٹا بنا لیا تھا، اور اپنی پھوپی زاد بہن حضرت

زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے ان کا نکاح کر دیا تھا، مگر بیل منڈھے نہ چڑھی، ہر وقت خرشہ رہنے لگا، حضرت زیدؓ باپ ہونے کے ناتے نبی ﷺ سے حضرت زینبؓ کی شکایت کرتے، آپؐ سمجھاتے کہ نباہ کرو، مگر جب کسی طرح موافقت نہ ہوئی تو حضرت زیدؓ نے ان کو طلاق دیدی، اور وہ عدت میں بیٹھ گئیں ـــــ اب نبی ﷺ اس سوچ میں پڑ گئے کہ زینب پر سے طلاق کا داغ کیسے دھویا جائے؟ بس ایک ہی صورت سمجھ میں آتی تھی کہ عدت کے بعد آپؐ خود ان سے نکاح کر لیں، مگر آپؐ ڈرتے تھے کہ کفار و منافقین طوفان کھڑا کر دیں گے کہ لو جی اپنی بہو کو گھر میں بسا لیا! مگر جب عدت پوری ہوئی تو سورۃ الاحزاب کی آیت ۳۷ نازل ہوئی: ''اور جب آپؐ کہہ رہے تھے اس سے جس پر اللہ نے احسان کیا اور آپ نے بھی احسان کیا کہ اپنے پاس اپنی بیوی کو روکے رکھ اور اللہ سے ڈر'' ـــــ اور طلاق مت دے ورنہ اس پر ایک اور دھبہ لگے گا! ـــــ ''اور (جب زیدؓ نے طلاق دیدی تو) آپ اپنے دل میں ایک بات چھپاتے تھے، جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والے تھے، اور آپ لوگوں سے ڈرتے تھے، حالانکہ اللہ تعالیٰ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ ان سے ڈرا جائے (الی آخرہ)

آگے آپؐ کو حضرت زینبؓ سے نکاح کا حکم دیا ہے، اور ساتھ ہی اس نکاح کی حکمت بھی واضح کی ہے کہ اس سے جاہلیت کی رسم ٹوٹے گی، اور ایک غیر اسلامی تصور کا بالکلیہ خاتمہ ہو جائے گا، چنانچہ اس نکاح سے یہ بات واضح ہوگئی کہ متبنی تمام احکام میں اجنبی کی طرح ہے، وہ حقیقی بیٹے اور بیٹی کی طرح نہیں ـــــ اور حدیث میں صرف یہ بات ہے کہ مذکورہ آیت حضرت زید اور حضرت زینب رضی اللہ عنہما کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے، تفصیلات کے لئے تحفۃ الالمعی (۷: ۳۹۸) دیکھیں۔

[٦-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ﴾

[٤٧٨٧-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُوْرٍ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ هٰذِهِ الآيَةَ: ﴿وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ﴾ نَزَلَتْ فِي شَأْنِ زَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ وَزَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ. [طرفه: ٧٤٢٠]

نبی ﷺ پر باری مقرر کرنا واجب نہیں تھا، مگر آپؐ ہمیشہ باری کا خیال رکھتے تھے

آیت ۵۱ میں ہے: ﴿تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُئْوِيْ إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ، وَمَنْ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكَ﴾: پیچھے کریں آپؐ جس کو چاہیں ازواج میں سے، اور ٹھکانہ دیں آپ اپنے پاس جس کو چاہیں، اور جس کو آپؐ چاہیں ان میں سے جس کو کنارے پر کر دیا تھا تو آپؐ پر کچھ گناہ نہیں'' ـــــ نبی ﷺ پر ازواج کے پاس باری باری رہنا واجب نہیں تھا، جسے چاہیں باری میں آگے پیچھے کر سکتے تھے، اور جسے کنارہ پر کر دیا ہے اسے دوبارہ واپس لینے کا بھی اختیار تھا، مگر آپؐ نے مدت العمر ان اختیارات سے کام نہیں لیا جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے۔

[۷-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْیِ إِلَیْكَ مَنْ تَشَاءُ، وَمَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَیْكَ﴾

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿تُرْجِیْ﴾: تُؤَخِّرُ. ﴿أَرْجِهْ﴾: أَخِّرْهُ.

لغت: تُرْجِیْ: إِرْجَاء سے مضارع کا واحد مذکر حاضر کا صیغہ ہے: جس کے معنی ہیں: مؤخر کرنا، ڈھیل دینا، پیچھے کرنا، سورۃ الاعراف آیت ۱۱۱ میں اور سورۃ الشعراء آیت ۳۶ میں أَرْجِهْ فعل امر آیا ہے جس کے معنی ہیں: موسیٰ کو ڈھیل دے۔

[۴۷۸۸-] حدثنا زَکَرِیَّاءُ بْنُ یَحْیَی، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، قَالَ: هِشَامٌ حَدَّثَنَا عَنْ أَبِیْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: کُنْتُ أَغَارُ عَلَی اللَّاتِیْ وَهَبْنَ أَنْفُسَهُنَّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم، وَأَقُوْلُ: أَتَهَبُ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا؟! فَلَمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُئْوِیْ إِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ وَمَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَیْكَ﴾ قُلْتُ: مَا أُرَی رَبَّكَ إِلَّا یُسَارِعُ فِیْ هَوَاكَ. [طرفه: ۵۱۱۳]

قولہ: قال: هشام حدثنا عن أبیه کی اصل: قال حدثنا هشام عن أبیه ہے، اور یہ محدثین کے نزدیک جائز ہے۔

حدیث: صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: مجھے ان عورتوں پر غیرت آتی تھی جو اپنا نفس نبی ﷺ کو بخشتی تھیں، میں سوچتی تھی: کیا کوئی عورت اپنا نفس بخشے گی؟! پھر جب اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۱ نازل فرمائی تو میں نے کہا: نہیں گمان کرتی میں آپؐ کے رب کو مگر لپکتے ہیں وہ آپؐ کی چاہت میں!

تشریح: پہلے آیت ۵۰ میں آیا ہے کہ اگر کوئی مسلمان عورت اپنا نفس نبی ﷺ کو بخش دے یعنی بغیر مہر کے نکاح میں آنا چاہے، اور نبی ﷺ بھی چاہیں کہ اس کو نکاح میں لائیں (تو وہ بھی حلال ہے) یہ اجازت صرف نبی ﷺ کے لئے تھی مگر آپؐ نے کبھی اس پر عمل نہیں کیا، بعض عورتوں نے اپنا نفس بخشا مگر آپؐ نے قبول نہیں فرمایا۔

غرض یہ آپؐ کے لئے ایک سہولت تھی، امت کے لئے یہ بات جائز نہیں تھی، اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو غیرت آتی تھی، غیرت کے معنی ہیں: اپنے شوہر کے دوسری عورت کی طرف رجحان پر ناگواری، کیونکہ جب نبی ﷺ کا نفس بخشنے والی عورت کی طرف میلان ہوگا تبھی وہ حلال ہوگی، یہی بات ناگواری کی تھی کہ آپؐ کا میلان بیویوں کے علاوہ دوسری عورت کی طرف ہو۔

پھر جب آیت ۵۱ نازل ہوئی، اور باری مقرر کرنے کا وجوب ختم کردیا، اور آپؐ کو اختیار دیدیا کہ جس کو چاہیں قریب لائیں اور جس کو چاہیں پیچھے کردیں تو حضرت عائشہؓ کی غیرت ختم ہوگئی، کیونکہ یہ اختیار ازواج کے درمیان دیا گیا تھا، جبکہ ازواج میں قسم (باری مقرر کرنا) امت پر واجب ہے، مگر نبی ﷺ کو اس وجوب سے مستثنیٰ کردیا تو صدیقہ نے کہا: میں

گمان کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کی ہر چاہت کو پورا کرنا چاہتے ہیں!

اور باری مقرر کرنے کا وجوب آپؐ کے لئے اس لئے ختم کیا گیا تھا کہ ازواج اس کو اپنا حق نہ سمجھیں، آپؐ ان کو جو دیں اس کو راضی ہو کر قبول کرلیں (یہ حکمت آیت ہی میں آگے بیان کی گئی ہے) تاکہ ان میں کش مکش ختم ہو جائے، تاہم بغیر وجوب کے بھی ہمیشہ آپؐ نے باری کا خیال رکھا جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے۔

[٤٧٨٩-] حدثنا حِبَّانُ بْنُ مُوْسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ، عَنْ مُعَاذَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَسْتَأْذِنُ فِيْ يَوْمِ الْمَرْأَةِ مِنَّا، بَعْدَ أَنْ أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُئْوِيْ إِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ﴾ فَقُلْتُ لَهَا: مَا كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ؟ قَالَتْ: كُنْتُ أَقُوْلُ لَهُ: إِنْ كَانَ ذَاكَ إِلَيَّ فَإِنِّيْ لَا أُرِيْدُ يَارَسُوْلَ اللهِ! أَنْ أُوْثِرَ عَلَيْكَ أَحَدًا. تَابَعَهُ عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ: سَمِعَ عَاصِمًا.

ترجمہ: صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ اجازت لیا کرتے تھے ہم میں سے ایک کی باری میں، سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۱ کے نزول کے بعد یعنی آپؐ باری واجب نہ ہونے کے باوجود باری کا پورا التزام کرتے تھے، ایک کی باری میں دوسری سے صحبت کرنا چاہتے تو جس کی باری ہوتی اس سے اجازت لیتے تھے معاذۃ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا: (جب نبی ﷺ آپ سے اجازت مانگتے تو) آپ کیا کہتی تھیں؟ صدیقہؓ نے کہا: میں آپؐ سے کہا کرتی تھی کہ اگر یہ بات میری طرف سے یعنی میرے اختیار میں ہے تو میں نہیں چاہتی اے اللہ کے رسول کہ ترجیح دوں آپ پر کسی کو! یعنی میں تو اجازت نہیں دیتی!

آیاتِ حجاب اور ان کا شانِ نزول

سورۃ الاحزاب آیات ۵۳ سے ۶۲ تک دس آیتیں حجاب (پردہ) سے متعلق ہیں، اور قرآن کا طریقہ ہے کہ وہ دیگر متعلقہ مضامین بھی ساتھ ساتھ بیان کرتا ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حجاب کی یہ آیات نہایت اختصار کے ساتھ پیش کردی جائیں تاکہ احادیث کے فہم میں آسانی ہو۔

شانِ نزول: جب نبی ﷺ کا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح ہوا تو آپؐ نے ولیمہ کیا، بعض لوگ کھانا کھا کر باتیں کرنے لگے، آپؐ نے اٹھنے کا ارادہ کیا تاکہ لوگ اٹھ جائیں، مگر لوگ اشارہ نہیں سمجھے، پس آپؐ خود اٹھ گئے، اور لوگ بھی اٹھ کھڑے ہوئے، مگر تین شخص پھر بھی بیٹھے رہے، آپ دیگر ازواج کے کمروں میں جا کر لوٹے تب بھی وہ بیٹھے تھے، آپؐ پھر لوٹ گئے تب وہ لوگ اٹھ کر چلے گئے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپؐ کو خبر دی تب آپ تشریف لائے اور آیات حجاب نازل ہوئیں، ارشاد فرمایا: ''اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں مت جاؤ، مگر جب تمہیں اجازت دیدی جائے

یعنی دعوت کی جائے، درانحالیکہ نہ دیکھنے والے ہوتم اس کے پکنے کو یعنی بے دعوت تو جاؤ مت، اور دعوت ہوتب بھی بہت پہلے سے مت جا بیٹھو، بلکہ جب تم بلائے جاؤ تب جایا کرو (یا دعوت کا وقت بتلا دیا ہوتب جاؤ) پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو، اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو، بے شک یہ بات نبی کو آزار پہنچاتی ہے، پس وہ تمہیں کچھ کہنے سے شرماتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ حق بات کہنے میں کسی کا لحاظ نہیں کرتے، اور جب تم ان (ازواج مطہرات) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کی اوٹ سے مانگا کرو یعنی بے ضرورت تو پردے کے پاس بھی مت جاؤ، اور بات بھی نہیں کرنی چاہئے، اور بوقت ضرورت بات کرنے میں تو کوئی مضائقہ نہیں، مگر دیکھنا اب بھی نہ چاہئے (یہی حجاب کا حکم ہے) یہ تمہارے دلوں کو اور ان کے دلوں کو پاک رکھنے کا عمدہ طریقہ ہے (یہ حجاب کی حکمت ہے) اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم رسول کو کلفت پہنچاؤ، اور نہ یہ بات جائز ہے کہ تم آپؐ کے بعد آپؐ کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو (یہ بات بھی رسول کی کلفت کا باعث ہوگی) بے شک یہ بات (ازواج مطہرات سے بعد وفات نبوی نکاح کرنا) اللہ کے نزدیک بہت بھاری ہے (پس اس کا دل میں وسوسہ بھی نہیں لانا چاہئے، کیونکہ) اگر تم کسی چیز کو ظاہر کروگے یا پوشیدہ رکھوگے تو اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں (سورۃ ق آیت ۱۶ میں ہے: ''ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم اس کے جی میں جو خیالات آتے ہیں ان کو جانتے ہیں، اور ہم انسان سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں'')

محارم کا حکم: ازواج مطہرات کے محارم کا ان کے پاس جانا منع نہیں، ارشاد فرمایا: ''ازواج مطہرات پر کوئی گناہ نہیں اپنے باپوں میں، اور نہ اپنے بیٹوں میں، اور نہ اپنے بھائیوں میں اور نہ اپنے بھتیجوں میں، اور نہ اپنے بھانجوں میں، اور نہ اپنی (مسلمان) عورتوں میں، اور نہ اپنے ہاتھ کے مال میں یعنی اپنی باندیوں میں اگرچہ وہ غیر مسلم ہوں، اور ڈرتی رہیں وہ اللہ تعالیٰ سے، بے شک ہر چیز اللہ کے سامنے ہے! یعنی محارم کے سامنے بے حجاب ہونا جائز ہے، مگر کوئی گڑبڑ نہ ہونے پائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تمہارا کوئی حال چھپا ہوا نہیں ہے۔

نبی کی تعظیم کا حکم: ابھی کہا تھا کہ تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم نبی کو آزار پہنچاؤ، اب اس کی تاکید کے لئے اس کی ضد کا حکم دیتے ہیں: ''اے ایمان والو! بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی پر، اے ایمان والو! تم بھی آپؐ پر درود اور خوب سلام بھیجا کرو''

درود: فارسی لفظ ہے، وہ عربی لفظ صَلاۃٌ کا ترجمہ ہے، صَلاۃٌ کے معنی ہیں: غایتِ انعطاف یعنی آخری درجہ کا میلان، اور میلان نسبتوں کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے، ماں باپ کی طرف میلان، بیوی بچوں کی طرف میلان اور مال ومنال کی طرف میلان مختلف ہوتا ہے، پس اللہ کا نبی ﷺ اور مؤمنین کی طرف میلان رحمتِ خاصہ نازل کرنا ہے، اور فرشتوں کا ان دونوں کی طرف میلان استغفار ہے، اور مؤمنین کا نبی ﷺ کی طرف میلان آپؐ کے رفع شان کی دعا کرنا ہے، اور سلام کے معنی بھی دعاؤ ثنا کے ہیں۔

غرض کائنات کا ہر ذرہ نبی ﷺ کی غایت درجہ تعظیم کرتا ہے، پھر کسی کے لئے کیونکر جائز ہوسکتا ہے کہ وہ کسی بھی طرح نبی ﷺ کو کلفت پہنچائے؟! —— اور مؤمنین پر درود کا ذکر اسی سورت کی آیت ۴۳ میں ہے۔

رسول کو ستانے والوں کا انجام: ''بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول کو ستاتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا وآخرت میں اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے، اور ان کے لئے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے'' —— اللہ کا ذکر اس لئے کیا کہ رسول کو ستانا اللہ کو ستانا ہے۔

مؤمنین کو ستانے والوں کا انجام: ''اور جو لوگ ایمان دار مردوں کو اور ایمان دار عورتوں کو ستاتے ہیں بدوں اس کے کہ انھوں نے کچھ کیا ہو: وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار اٹھاتے ہیں'' —— اگر ایذاء قولی ہے تو بہتان ہے اور فعلی ہے تو صریح گناہ ہے۔

آیت حجاب: پھر آیت ۵۹ ہے: ﴿يٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ! قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ، ذٰلِكَ أَدْنٰى أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ، وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾: ''اے نبی! آپ اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور مسلمانوں کی بیویوں سے کہہ دیں کہ اپنے اوپر قریب کر لیا کریں اپنی تھوڑی سی چادریں، اس سے جلدی پہچان ہو جائے گی پس وہ آزار نہ دی جائیں گی، اور اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے نہایت مہربان ہیں'' —— یہ حجاب کی آیت ہے اور إِدْنَاءٌ کے معنی ہیں: قریب کرنا، اور جِلْبَاب کے معنی ہیں: وہ چادر جو پورے جسم کو ڈھانپ لے، اور قریب کرنے کی صورت یہ نہیں ہے کہ ماتھے پر سے اوڑھنا چہرے پر کھینچ لیا جائے، اس صورت میں عورت کو کچھ نظر نہیں آئے گا، پھر وہ چلے گی کیسے؟ بلکہ اس کی صورت یہ ہے کہ دائیں بائیں کان سے اوڑھنا ناک کے قریب لے آئے، پس چہرہ چھپ جائے گا، اور دونوں پلّوں کے درمیان لکیر رہے گی جس سے نظر آئے گا اور عورت چلے گی، دُبئی میں ایک میوزیم ہے، اس میں قدیم عربوں کا کلچر دکھایا گیا ہے، میں نے وہاں دیکھا عورتیں راستوں میں چل رہی ہیں، انھوں نے دائیں بائیں جانب سے اون کے اوڑھنے ناک سے قریب کر رکھے ہیں، جس سے چہرہ پورا چھپ گیا ہے اور ناک پر ایک لکیر ہے اس سے دیکھ کر عورتیں چل رہی ہیں، اوڑھنا قریب کرنے کی یہ شکل ہے۔

اور یہ جو فرمایا کہ اس سے جلدی پہچان ہو جائے گی: یہ حجاب کی حکمت ہے، بدنیت لوگ سمجھ جائیں گے کہ یہ بدذات عورت نہیں ہے، نیک بخت عورت ہے، پس اس کو کوئی چھیڑے گا نہیں —— آوارہ لوگ نیم عریاں عورت ہی کو تاکتے جھانکتے اور چھیڑتے ہیں، باپردہ عورت کی طرف کوئی نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا، بشرطیکہ اس کا برقعہ دوسرے برقعے کا محتاج نہ ہو! —— اور یہ جو فرمایا کہ اللہ بڑا بخشنے والا بڑا مہربان ہے: اس کا مطلب یہ ہے کہ باوجود اہتمام کے کچھ تقصیر ہو جائے تو اللہ کی مہربانی سے بخشش کی توقع رکھو۔

آخری تین آیتیں: مدینہ میں یہود اور منافق لوگ بھی تھے، جن کو بدنظری اور شہوت پرستی کا روگ لگا ہوا تھا، ان کو دھمکایا

کہ اگر تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم نبی ﷺ کو تم پر مسلط کردیں گے، وہ چند روز کے بعد تم کو مدینہ سے نکال باہر کریں گے، اور جتنے دن تم مدینہ میں رہو گے ذلیل وخوار ہو کر رہو گے، گذشتہ انبیاء کے ساتھ بھی عادت اللہ یہی رہی ہے، اور اللہ کی عادت بدلتی نہیں!

سورۃ النور کی آیت: حجاب کی آیت نہیں:

سورۃ النور کا موضوع اصلاحِ معاشرہ ہے، معاشرہ کے معنی ہیں: مل جل کر رہنا، جہاں چند لوگ ایک ساتھ رہتے ہوں وہاں فساد پیدا ہوسکتا ہے، سورۃ النور میں ایسے احکامات دیئے ہیں کہ فساد کا دروازہ بند ہوجائے، اسی سلسلہ کی آیت ۳۰ و ۳۱ ہیں:

آیت ۳۰: ''آپ مؤمن مردوں سے کہیں کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ بات ان کے لئے زیادہ ستھری ہے، بے شک اللہ تعالیٰ ان کاموں کی خوب خبر رکھتے ہیں جو وہ کرتے ہیں''

آیت ۳۱: ''اور آپ مؤمن عورتوں سے کہیں کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اور وہ اپنی زیبائش ظاہر نہ کریں، مگر جو اس میں سے کھلی رہتی ہے'' ــــــ زیبائش: یعنی ہر قسم کی خلقی اور کسبی آرائش کا اظہار نہ کریں ــــــ اور ﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر احادیث وآثار میں چہرے اور ہتھیلیوں سے آئی ہے، اور فقہاء نے پیروں کو اس کے ساتھ لاحق کیا ہے یعنی جن لوگوں کے ساتھ ہر وقت کا ساتھ ہوتا ہے وہ اگرچہ محارم ہوں یا شوہر ہو سب کے سامنے یہی تین اعضاء اور ان میں پہنا ہوا زیور کھلا رکھیں، باقی تمام بدن کپڑوں میں چھپا رہے ــــــ ''اور چاہئے کہ وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں'' ــــــ یعنی سینے کا ابھار بھی نظر نہ آئے، اس پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں ــــــ پھر مستثنیٰ منہ مکرر لاکر ارشاد فرماتے ہیں: ''اور وہ اپنی زیبائش ظاہر نہ کریں، مگر اپنے شوہروں کے سامنے یا اپنے باپوں کے سامنے، یا اپنے خسروں کے سامنے یا اپنے بیٹوں کے سامنے یا اپنے بھائیوں کے سامنے یا اپنے بھتیجوں کے سامنے یا اپنے بھانجوں کے سامنے یا اپنی عورتوں کے سامنے یا ان کے سامنے جن کے مالک ہیں ان کے دائیں ہاتھ یا مردوں میں سے ٹہلوا نوکروں کے سامنے جو خواہش رکھنے والے نہیں، یا ایسے بچوں کے سامنے جو عورتوں کی پردے کی باتوں سے واقف نہیں'' ــــــ ان بارہ قسموں کے ساتھ ہر وقت ساتھ رہنا ہوتا ہے، ان لوگوں کے درمیان عورتوں کو سلیقہ سے رہنا چاہئے، اپنا سارا جسم چھپائے رہیں، صرف چہرہ، ہتھیلیاں اور پیر کھلے رکھیں، کیونکہ اس کی ضرورت ہے ــــــ ''اور وہ اپنے پیر نہ پٹخیں کہ اس زیبائش کا پتہ چل جائے جو وہ چھپاتی ہیں'' ــــــ یعنی وہ زیور جو کپڑوں کے نیچے ہے ــــــ ''اور اے مؤمنو! تم سب اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرو تاکہ تم کامیاب ہوؤ'' ــــــ اس آیت میں عورتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ نظریں نیچی رکھیں، اور ہر وقت ساتھ رہنے والے محارم وغیرہ کے درمیان سلیقہ سے رہیں، تاکہ کوئی فساد پیدا نہ ہو، ہم باپ بیٹی، بھائی بہن، جیٹھ دیور بھابی، ساس داماد اور سالی بہنوئی کی بدکاری کے واقعات آئے دن سنتے رہتے ہیں، یہ سب نظر بھر کر دیکھنے اور بے سلیقہ زندگی گذارنے کے نتائج ہیں۔

بہر حال اس آیت کا تعلق مسئلہ حجاب سے نہیں ہے، اس آیت میں محارم اور محارم جیسوں کے درمیان زندگی گذارنے کا

سلیقہ سکھایا ہے، حجاب کی آیت سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۹ ہے، اس میں خاص طور پر چہرہ چھپانے کا حکم دیا ہے، اور ہتھیلیوں اور پیروں کے بارے میں سکوت اختیار کیا ہے۔

[۸-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿لاَتَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ إِلاَّ أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِيْنَ إِنَاهُ وَلٰكِنْ إِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا، فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا، وَلاَ مُسْتَأْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِيْ مِنْكُمْ، وَاللّٰهُ لاَيَسْتَحْيِيْ مِنَ الْحَقِّ، وَإِذَا سَأَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَرَآءِ حِجَابٍ، ذٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ، وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَلاَ أَنْ تَنْكِحُوْا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا، إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا﴾

يُقَالُ: ﴿إِنَاهُ﴾: إِدْرَاكُهُ، أَنَى يَأْنِيْ أَنَاةً.

آیت کا ترجمہ اوپر آ گیا، اس آیت سے حجاب کی آیتیں شروع ہوتی ہیں ـــــ اور إِنٰی (مصدر) ضمیر کی طرف مضاف ہے، أَنَى يَأْنِيْ (ض) أَنْيًا وَإِنًى وَأَنَاةً: تیار ہونا، وقت آ جانا، کہا جاتا ہے: اِنْتَظِرُ إِنَى الطعام: کھانا تیار ہونے کا انتظار کر، إِدْرَاك: پانا، کھانے کا پانا تیار ہونا ہے۔

﴿لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا﴾: إِذَا وَصَفْتَ صِفَةَ الْمُؤَنَّثِ قُلْتَ: قَرِيْبَةً، وَإِذَا جَعَلْتَهُ ظَرْفًا وَبَدَلاً، وَلَمْ تُرِدِ الصِّفَةَ نَزَعْتَ الْهَاءَ مِنَ الْمُؤَنَّثِ، وَكَذٰلِكَ لَفْظُهَا فِي الْوَاحِدِ وَالاِثْنَيْنِ وَالْجَمِيْعِ، لِلذَّكَرِ وَالأُنْثَى.

سورۃ الاحزاب کی آیت ۶۳ ہے: ﴿يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ؟ قُلْ: إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ، وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا﴾: (منکر) لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں (کہ وہ کب آئے گی؟) آپؐ جواب دیں: اس کا علم اللہ کے پاس ہے، اور تجھے کیا پتہ شاید قیامت نزدیک آ گئی ہو! ـــــ یہاں ایک اشکال ہے: تکون کا اسم هِيَ ضمیر ہے جو الساعة کی طرف لوٹتی ہے، اور قریبًا خبر ہے، پس اسم وخبر کے درمیان تذکیر وتانیث میں مطابقت نہیں، قاعدہ سے قَرِيْبَةً ہونا چاہئے؟ ـــــ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ فعیل کا وزن اگر مفعول کے معنی میں ہو تو اس میں مذکر ومؤنث یکساں ہوتے ہیں۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ جواب دیا ہے کہ جب قریب: مؤنث کی صفت واقع ہو تو قریبۃ ہوگا، اب اس کو مؤنث لانا ضروری ہے، لیکن اگر ظرف یا بدل بنائیں، کسی مؤنث کی صفت نہ بنائیں تو گول تاء کے بغیر قریب کہیں گے، اسی طرح لفظ قریب: واحد تثنیہ اور جمع کے لئے اور مذکر ومؤنث کے لئے یکساں ہے، ظرف یعنی زمانہ بتانے کے لئے، اور بدل شَيْئًا محذوف سے بنائیں گے (مگر ظرف بنانے پر شارحین نے اشکال کیا ہے) ـــــ

ترجمہ: جب آپ مؤنث کی حالت بیان کریں تو قریبۃ کہیں، اور جب اس کو ظرف اور بدل بنائیں اور آپ صفت کا ارادہ نہ کریں تو مؤنث کی ہاء (گول تاء) نکال دیں، اور اسی طرح اس کا لفظ واحد تثنیہ اور جمع کے لئے اور مذکر ومؤنث کے لئے یکساں ہے۔

اور یہاں ایک سوال بھی ہے کہ یہ آیت یہاں بے جوڑ کیوں لائے ہیں، اس کی جگہ میں کیوں نہیں لائے؟ جواب یہ کہ شاید امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک آیاتِ حجاب کا سلسلہ آیت ۶۸ تک ہے، پس اس کو آیاتِ حجاب کے ضمن میں لائے ہیں بے جوڑ نہیں لائے۔ واللہ اعلم

[٤٧٩٠-] حدثنا مُسَدَّدٌ، عَنْ يَحْيىَ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! يَدْخُلُ عَلَيْكَ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ، فَلَوْ أَمَرْتَ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالْحِجَابِ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ آيَةَ الْحِجَابِ. [راجع: ٤٠٢]

حوالہ: یہ حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۲:۲۴۰) آچکی ہے، وہاں تین موافقاتِ عمرؓ کا ذکر ہے اور یہاں حاشیہ میں دیگر موافقات کا بھی ذکر ہے، اس کو دیکھ لیں۔

[٤٧٩١-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّقَاشِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِيْ، يَقُوْلُ: حَدَّثَنَا أَبُوْ مِجْلَزٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: لَمَّا تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم زَيْنَبَ ابْنَةَ جَحْشٍ دَعَا الْقَوْمَ، فَطَعِمُوْا ثُمَّ جَلَسُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ، وَإِذَا هُوَ كَأَنَّهُ يَتَهَيَّأُ لِلْقِيَامِ، فَلَمْ يَقُوْمُوْا، فَلَمَّا رَأَى ذٰلِكَ قَامَ، فَلَمَّا قَامَ قَامَ مَنْ قَامَ، وَقَعَدَ ثَلاَثَةُ نَفَرٍ، فَجَاءَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِيَدْخُلَ فَإِذَا الْقَوْمُ جُلُوْسٌ، ثُمَّ إِنَّهُمْ قَامُوْا، فَانْطَلَقْتُ فَجِئْتُ فَأَخْبَرْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُمْ قَدِ انْطَلَقُوْا، فَجَاءَ حَتّٰى دَخَلَ، فَذَهَبْتُ أَدْخُلُ فَأَلْقَى الْحِجَابَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لاَتَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ﴾ [أطرافه: ٤٧٩٢، ٤٧٩٣، ٤٧٩٤، ٥١٥٤، ٥١٦٣، ٥١٦٦، ٥١٦٨، ٥١٧٠، ٥١٧١، ٥٤٦٦، ٦٢٣٨، ٦٢٣٩، ٦٢٧١، ٧٤٢١]

حوالہ: اس حدیث کا ترجمہ آیاتِ حجاب کی تفسیر کے ضمن میں آگیا ہے۔

[٤٧٩٢-] حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ أَبِيْ قِلاَبَةَ، قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: أَنَا أَعْلَمُ النَّاسِ بِهٰذِهِ الآيَةِ آيَةِ الْحِجَابِ، لَمَّا أُهْدِيَتْ زَيْنَبُ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم كَانَتْ مَعَهُ فِي الْبَيْتِ، صَنَعَ طَعَامًا، وَدَعَا الْقَوْمَ، فَقَعَدُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَخْرُجُ، ثُمَّ يَرْجِعُ، وَهُمْ قُعُوْدٌ يَتَحَدَّثُوْنَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لاَتَدْخُلُوْا

بُيُوْتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِيْنَ إِنَاهُ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿مِنْ وَرَآءِ حِجَابٍ﴾ فَضُرِبَ الْحِجَابُ، وَقَامَ الْقَوْمُ. [راجع: ٤٧٩١]

حوالہ: یہ گذشتہ روایت ہی ہے، وہ ابومجلز کی روایت تھی یہ ابوقلابہ کی ہے۔

[٤٧٩٣-] حدثنا أَبُوْ مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: بُنِيَ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِزَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ بِخُبْزٍ وَلَحْمٍ، فَأُرْسِلْتُ عَلَى الطَّعَامِ دَاعِيًا، فَيَجِيْءُ قَوْمٌ فَيَأْكُلُوْنَ وَيَخْرُجُوْنَ، ثُمَّ يَجِيْءُ قَوْمٌ فَيَأْكُلُوْنَ وَيَخْرُجُوْنَ، فَدَعَوْتُ حَتّٰى مَا أَجِدُ أَحَدًا أَدْعُوْ، فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! مَا أَجِدُ أَحَدًا أَدْعُوْهُ، قَالَ: ارْفَعُوْا طَعَامَكُمْ، وَبَقِيَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ يَتَحَدَّثُوْنَ فِي الْبَيْتِ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَانْطَلَقَ إِلٰى حُجْرَةِ عَائِشَةَ، فَقَالَ: " السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ" فَقَالَتْ: وَعَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، كَيْفَ وَجَدْتَ أَهْلَكَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ؟ فَتَقَرَّى حُجَرَ نِسَائِهِ كُلِّهِنَّ، يَقُوْلُ لَهُنَّ كَمَا يَقُوْلُ لِعَائِشَةَ، وَيَقُلْنَ لَهُ كَمَا قَالَتْ عَائِشَةُ، ثُمَّ رَجَعَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَإِذَا ثَلَاثَةُ رَهْطٍ فِي الْبَيْتِ يَتَحَدَّثُوْنَ، وَكَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم شَدِيْدَ الْحَيَاءِ، فَخَرَجَ مُنْطَلِقًا نَحْوَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ، فَمَا أَدْرِيْ أَخْبَرْتُهُ أَوْ أُخْبِرَ أَنَّ الْقَوْمَ خَرَجُوْا، فَرَجَعَ حَتّٰى إِذَا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي أُسْكُفَّةِ الْبَابِ دَاخِلَةً وَأُخْرَى خَارِجَةً أَرْخَى السِّتْرَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ، وَأُنْزِلَتْ آيَةُ الْحِجَابِ. [راجع: ٤٧٩١]

حوالہ: یہ بھی گذشتہ روایت ہی ہے، یہ عبدالعزیز بن صہیب کی روایت ہے — **قولہ: دَاعِيًا:** یہ أُرْسِلْتُ کی ضمیر فاعل سے حال ہے یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دعوت دینے کے لئے بھیجا — **قولہ: فَتَقَرَّى:** پس آپ سب ازواج کے حجروں میں خیر خیریت معلوم کرنے کے لئے گئے، تَقَرَّى البلادَ: ملک کے ہر ہر علاقے میں تفتیش حال کے لئے جانا — الأُسْكُفَّة: دروازہ کی دہلیز، چوکھٹ کی نچلی لکڑی جس پر پاؤں رکھتے ہیں۔

[٤٧٩٤-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: أَوْلَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حِيْنَ بَنٰى بِزَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ، فَأَشْبَعَ النَّاسَ خُبْزًا وَلَحْمًا، ثُمَّ خَرَجَ إِلٰى حُجَرِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ كَمَا كَانَ يَصْنَعُ صَبِيْحَةَ بِنَائِهِ، فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِنَّ، وَيَدْعُوْ لَهُنَّ، وَيُسَلِّمْنَ عَلَيْهِ، وَيَدْعُوْنَ لَهُ، فَلَمَّا رَجَعَ إِلٰى بَيْتِهِ رَأَى رَجُلَيْنِ جَرَى بِهِمَا الْحَدِيْثُ، فَلَمَّا رَآهُمَا رَجَعَ عَنْ بَيْتِهِ، فَلَمَّا رَأَى الرَّجُلَانِ نَبِيَّ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم رَجَعَ عَنْ بَيْتِهِ وَثَبَا مُسْرِعَيْنِ، فَمَا أَدْرِيْ أَنَا أَخْبَرْتُهُ بِخُرُوْجِهِمَا أَمْ أُخْبِرَ، فَرَجَعَ حَتّٰى دَخَلَ الْبَيْتَ، وَأَرْخَى السِّتْرَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ، وَأُنْزِلَتْ آيَةُ الْحِجَابِ، وَقَالَ ابْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ: أَخْبَرَنَا يَحْيٰى، حَدَّثَنِيْ حُمَيْدٌ، سَمِعَ أَنَسًا، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم. [راجع: ٤٧٩١]

حوالہ: یہ بھی گذشتہ حدیث ہی ہے، یہ حمید طویل کی روایت ہے۔

[٤٧٩٥-] حدثنا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيىَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: خَرَجَتْ سَوْدَةُ بَعْدَ مَا ضُرِبَ الْحِجَابُ لِحَاجَتِهَا، وَكَانَتِ امْرَأَةً جَسِيْمَةً لاَ تَخْفَى عَلٰى مَنْ يَعْرِفُهَا، فَرَآهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَقَالَ: يَا سَوْدَةُ! أَمَا وَاللّٰهِ مَا تَخْفَيْنَ عَلَيْنَا، فَانْظُرِىْ كَيْفَ تَخْرُجِيْنَ، قَالَتْ: فَانْكَفَأَتْ رَاجِعَةً، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِى بَيْتِىْ، وَإِنَّهُ لَيَتَعَشَّى، وَفِىْ يَدِهِ عَرْقٌ، فَدَخَلَتْ، فَقَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّىْ خَرَجْتُ لِبَعْضِ حَاجَتِىْ، فَقَالَ لِىْ عُمَرُ كَذَا وَكَذَا، قَالَتْ: فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ، ثُمَّ رُفِعَ عَنْهُ وَإِنَّ الْعَرْقَ فِىْ يَدِهِ مَا وَضَعَهُ فَقَالَ: "إِنَّهُ قَدْ أُذِنَ لَكُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ"

[راجع: ١٤٦]

حوالہ: یہ حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۱: ۴۶۷) آچکی ہے، وہاں واقعہ کی پوری تفصیل ہے۔

رضاعی محرم بھی محرم ہیں، ان سے پردہ نہیں

باب میں مذکور دونوں آیتوں کا ترجمہ پہلے آچکا ہے، پہلی آیت کا حاصل یہ ہے کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد ازواج مطہرات سے نکاح کرنے کا وسوسہ بھی دل میں نہیں لانا چاہئے۔ اور دوسری آیت کا حاصل یہ ہے کہ ازواج کے محرم گھر میں آسکتے ہیں، اور کون محرم ہے اس کا تذکرہ ہے۔ اور حدیث باب میں ہے کہ رضاعی محرم بھی محرم ہیں، ان سے بھی پردہ نہیں، وہ بھی گھر میں آسکتے ہیں، اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۶: ۴۵) آچکی ہے۔

[٩-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿إِنْ تُبْدُوْا شَيْئًا أَوْ تَخْفُوْهُ فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْئٍ عَلِيْمًا ۝ لاَجُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِى آبَائِهِنَّ وَلاَ أَبْنَآئِهِنَّ وَلاَ إِخْوَانِهِنَّ وَلاَ أَبْنَاءِ إِخْوَانِهِنَّ وَلاَ أَبْنَآءِ أَخَوَاتِهِنَّ وَلاَ نِسَآئِهِنَّ وَلاَ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ، إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ شَهِيْدًا﴾

[٤٧٩٦-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِىِّ، حَدَّثَنِىْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتِ: اسْتَأْذَنَ عَلَىَّ أَفْلَحُ أَخُوْ أَبِىْ الْقُعَيْسِ بَعْدَ مَا أُنْزِلَ الْحِجَابُ، فَقُلْتُ: لاَ آذَنُ لَهُ حَتّٰى أَسْتَأْذِنَ فِيْهِ النَّبِىَّ صلى الله عليه وسلم، فَإِنَّ أَخَاهُ أَبَا الْقُعَيْسِ لَيْسَ هُوَ أَرْضَعَنِىْ، وَلٰكِنْ أَرْضَعَتْنِىْ امْرَأَةُ أَبِىْ الْقُعَيْسِ، فَدَخَلَ عَلَىَّ النَّبِىُّ صلى الله عليه وسلم، فَقُلْتُ لَهُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ أَفْلَحَ أَخَا أَبِىْ الْقُعَيْسِ اسْتَأْذَنَ، فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ حَتّٰى أَسْتَأْذِنَكَ، فَقَالَ النَّبِىُّ عَلَيْهِ الصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ: "وَمَا يَمْنَعُكِ أَنْ

تَأْذَنِيْنَ عَمَّكِ؟" قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ الرَّجُلَ لَيْسَ هُوَ أَرْضَعَنِيْ، وَلٰكِنْ أَرْضَعَتْنِيْ امْرَأَةُ أَبِيْ الْقُعَيْسِ، فَقَالَ:" ائْذَنِيْ لَهُ فَإِنَّهُ عَمُّكِ، تَرِبَتْ يَمِيْنُكِ!" قَالَ عُرْوَةُ: فَلِذٰلِكَ كَانَتْ عَائِشَةُ تَقُوْلُ: حَرِّمُوْا مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا تُحَرِّمُوْنَ مِنَ النَّسَبِ. [راجع: ٢٦٤٤]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ دودھ پینے کی وجہ سے ان رشتوں کوحرام سمجھو جن کوتم نسب کی وجہ سے حرام سمجھتے ہو۔

نبی ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کا حکم

نبی ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کا حکم آیات حجاب کے ضمن میں آیا ہے، اور اس کی وجہ پہلے بیان کی ہے کہ نبی ﷺ کی ازواج سے بعد وفاتِ نبوی نکاح کرنا آپ کو آزار پہنچانا ہے، پس یہ بات مؤمنین کے لئے زیبا نہیں، ان کو تو حکم ہے کہ وہ نبی ﷺ کی غایت درجہ تعظیم کریں، اور درود وسلام بھیجیں —— اور آیت کا ترجمہ مع تفسیر تمہید میں آچکا ہے —— اور ابو العالیہؒ (جلیل القدر تابعی) کہتے ہیں: اللہ کی صلاۃ: اللہ کا نبی ﷺ کی تعریف کرنا ہے فرشتوں کے سامنے، اور فرشتوں کی صلاۃ: دعا کرنا ہے —— اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں: صلاۃ کے معنی ہیں: برکت کی دعا کرنا —— اور حاشیہ میں ہے کہ امام ترمذیؒ نے ثوریؒ سے اور متعدد اہل علم سے نقل کیا ہے کہ اللہ کی صلاۃ: رحمت ہے اور فرشتوں کی صلاۃ: استغفار ہے —— اور میں نے پہلے بیان کیا ہے کہ صلاۃ کے اصل معنی ہیں: آخری درجہ کا میلان، یہ معنی سہیلیؒ نے الروض الانف میں بیان کئے ہیں —— اور باب کی حدیثوں میں مختلف درود مروی ہیں۔

[١٠-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾

قَالَ أَبُوْ الْعَالِيَةِ: صَلَاةُ اللّٰهِ: ثَنَاؤُهُ عَلَيْهِ عِنْدَ الْمَلَائِكَةِ، وَصَلَاةُ الْمَلَائِكَةِ: الدُّعَاءُ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿يُصَلُّوْنَ﴾: يُبَرِّكُوْنَ. ﴿لَنُغْرِيَنَّكَ﴾ لَنُسَلِّطَنَّكَ.

لغت: آیاتِ حجاب کے ضمن میں آیت ۶۰ میں: ﴿لَنُغْرِيَنَّكَ﴾ آیا ہے، اس کے معنی ہیں: ضرور ہم آپ کو مسلط کریں گے، یہ مصدر إِغْرَاءٌ سے مضارع جمع متکلم بانون تاکید ثقیلہ ہے۔

[٤٧٩٧-] حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنِيْ أَبِيْ، قَالَ: حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ لَيْلَى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ: قِيْلَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَمَّا السَّلَامُ عَلَيْكَ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ، فَكَيْفَ الصَّلَاةُ؟ قَالَ:

" قُوْلُوْا: اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ، اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ"[راجع: ٣٣٧٠]

[٤٧٩٨-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ ابْنُ الْهَادِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خَبَّابٍ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قُلْنَا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! هٰذَا التَّسْلِيْمُ فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ؟ قَالَ: "قُوْلُوْا: اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ.

وَقَالَ أَبُوْ صَالِحٍ، عَنِ اللَّيْثِ:" عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ"

[طرفه: ٦٣٥٨]

حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ حَازِمٍ، وَالدَّرَاوَرْدِيُّ، عَنْ يَزِيْدَ، وَقَالَ:" كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَآلِ إِبْرَاهِيْمَ"

دل آجانے کا الزام لگا کر نبی ﷺ کو تکلیف مت پہنچاؤ!

نکاح زینب رضی اللہ عنہا کے سلسلہ میں یہود ومنافقین نے نبی ﷺ پر دل آجانے کا الزام لگایا تھا، آیت ۶۹ کے ذریعہ اس کی تردید کی ہے۔فرمایا: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَاتَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ آذَوْا مُوْسٰى، فَبَرَّأَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا، وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا﴾: اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح مت ہوجاؤ جنھوں نے (الزام لگا کر) موسیٰ کو تکلیف پہنچائی، پس اللہ تعالیٰ نے ان کو بے عیب ثابت کردیا، اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے معزز تھے —— موسیٰ علیہ السلام پر الزام لگانے کا واقعہ پہلے (تحفۃ القاری ۲:۶۳) آچکا ہے، یہاں روایت بہت ہی مختصر ہے —— مسلمانوں کو یہ بات یاد دلا کر فہمائش کی ہے کہ وہ نکاحِ زینبؓ کے معاملہ میں نبی ﷺ پر دل آجانے کا الزام لگا کر تکلیف نہ پہنچائیں، ورنہ ان کا تو کچھ نہیں بگڑے گا تمہاری عاقبت خراب ہوگی، نبی ﷺ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے معزز ہیں، پس ان کو تو ہر الزام سے بری کردیں گے، اور الزام لگانے والے اپنی عاقبت بگاڑ لیں گے۔

[١١-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿لَاتَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ آذَوْا مُوْسٰى﴾

[٤٧٩٩-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ، عَنِ الْحَسَنِ، وَمُحَمَّدٍ، وَخِلَاسٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "إِنَّ مُوْسٰى كَانَ رَجُلًا حَيِيًّا، وَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَاتَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ آذَوْا مُوْسٰى، فَبَرَّأَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا، وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا﴾"[راجع: ٢٧٨]

٣٤- سَبأ

[١-] يُقَالُ: ﴿مُعَاجِزِيْنَ﴾: مُسَابِقِيْنَ. ﴿بِمُعْجِزِيْنَ﴾: بِفَائِتِيْنَ. ﴿مُعَاجِزِيْنَ﴾: مُغَالِبِيْنَ. ﴿سَبَقُوْا﴾: فَاتُوْا. ﴿لاَ يُعْجِزُوْنَ﴾: لاَيَفُوْتُوْنَ. ﴿يَسْبِقُوْنَا﴾: يُعْجِزُوْنَا. قَوْلُهُ: ﴿بِمُعْجِزِيْنَ﴾: بِفَائِتِيْنَ، وَمَعْنى ﴿مُعَاجِزِيْنَ﴾: مُغَالِبِيْنَ، يُرِيْدُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنْ يُظْهِرَ عَجْزَ صَاحِبِهِ. [٢-] ﴿مِعْشَارَ﴾: عُشْرٌ. [٣-] ﴿الْأُكُلُ﴾: الثَّمَرُ. [٤-] ﴿بَاعِدْ﴾ وَبَعِّدْ وَاحِدٌ.

سورۃ سبأ کی تفسیر

۱-عَجَزَ (ض) عن الشيئ عَجْزًا کے معنی ہیں: بے بس ہونا، عاجز ہونا، کسی بات کو نہ کرسکنا، اس مادہ سے قرآنِ کریم میں چند الفاظ آئے ہیں:

(الف) سبأ آیت ۵ میں مُعَاجِزِیْنَ: باب مفاعلہ سے اسم فاعل جمع مذکر ہے، اس کے معنی ہیں: ہرانے والے، مُسَابق: از باب مفاعلہ اسم فاعل، سَابَقَ إلی الشیئ مسابقۃ: دوڑنے میں مقابلہ کرنا، ہر ایک کا دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرنا۔

(ب) سورۃ الانعام آیت ۱۳۴ میں مُعْجِزِیْنَ ہے، یہ إعْجَاز (باب افعال) سے اسم فاعل جمع مذکر ہے، اس کے معنی ہیں: ہاتھ سے نکل جانے والے۔

(ج) سبأ آیت ۳۸ میں بھی مُعَاجِزِیْن ہے، اس کے معنی ہیں: ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرنا، نیچا دکھانا، غَالَبَہ کے بھی یہی معنی ہیں۔

(د) سورۃ الانفال آیت ۵۹ میں ہے: ﴿وَلاَيَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا﴾: اور ہرگز خیال نہ کریں کفار کہ وہ بچ گئے! یعنی ہاتھ سے نکل گئے، پھر ہے: ﴿إِنَّهُمْ لاَيُعْجِزُوْنَ﴾: وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کرسکتے، ہاتھ سے نکل نہیں سکتے۔

اور سورۃ عنکبوت آیت ۴ میں ہے: ﴿أَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّئَاتِ أَنْ يَسْبِقُوْنَا﴾: کیا وہ لوگ جو برے کام کررہے ہیں خیال کرتے ہیں کہ وہ ہم سے کہیں بھاگ نکلیں گے؟ وہ ہمیں عاجز کردیں گے؟ وہ ہمارے ہاتھ سے نکل جائیں گے؟ (پھر قولہ سے مغالبین تک بے فائدہ تکرار ہے)

اور آیات سے مراد: اللہ کی باتیں ہیں، یعنی قیامت، حشر نشر، ثواب وعقاب کی خبریں ہیں، کفار کا خیال ہے کہ یہ سب کچھ نہیں ہوگا مگر کفار ان چیزوں کے لانے سے اللہ تعالیٰ کو روک نہیں سکتے، عاجز نہیں کرسکتے —— باب مفاعلہ میں مغالبہ ہوتا ہے، فریقین میں سے ہر ایک دوسرے کو عاجز کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

۲-سبأ آیت ۴۶ میں مِعْشَار آیا ہے، یہ اسم ہے، اس کے معنی ہیں: دسواں حصہ: ﴿وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَا آتَيْنَاهُمْ﴾:

اور مشرکین عرب نہیں پہنچے اس مال ومنال کے دسویں حصہ کو جو ہم نے ان اگلوں کو دیا تھا ـــــ حاشیہ میں ہے: اس وزن پر دوسرا لفظ مِرْبَاع ہے یعنی چوتھائی، کوئی تیسرا عدد اس وزن پر نہیں آتا۔

۳-سبأ آیت ۱۶ میں ہے: ﴿جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَىْ أُكُلٍ خَمْطٍ﴾: کڑوے پھل والے دو باغ۔ الأکل: پھل۔

۴-سبأ آیت ۱۹ میں ہے: ﴿رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا﴾: اے ہمارے پروردگار! ہمارے سفروں میں دوری کر دیجئے ـــــ بَاعَدَ (باب مفاعلہ) اور بَعَّدَ (باب تفعیل) ہم معنی ہیں: دور کرنا، فاصلہ کرنا۔

[٥-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿لَايَعْزُبُ﴾: لَايَغِيْبُ. [٦-] ﴿الْعَرِمِ﴾: السَّدُّ، مَاءٌ أَحْمَرُ، أَرْسَلَهُ فِي السَّدِّ، فَشَقَّهُ وَهَدَمَهُ، وَحَفَرَ الْوَادِيَ، فَارْتَفَعَتَا عَنِ الْجَنْبَتَيْنِ، وَغَابَ عَنْهُمَا الْمَاءُ فَيَبِسَتَا، وَلَمْ يَكُنِ الْمَاءُ الْأَحْمَرُ مِنَ السَّدِّ، وَلكِنْ كَانَ عَذَابًا أَرْسَلَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَيْثُ شَاءَ، وَقَالَ عَمْرُو بْنُ شُرَحْبِيْلَ: الْعَرِمُ: الْمُسَنَّاةُ بِلَحْنِ أَهْلِ الْيَمَنِ. وَقَالَ غَيْرُهُ: الْعَرِمُ: الْوَادِيْ. [٧-] السَّابِغَاتُ: الدُّرُوْعُ.

۵-آیت ۳ میں ہے: ﴿لَايَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ﴾: ان سے کوئی ذرہ بھر چیز غائب نہیں ہے ـــــ عَزَبَ (ن) عُزُوْبًا: پوشیدہ ہونا۔

۶-آیت ۱۶ میں ﴿الْعَرِمِ﴾ آیا ہے، اس کے متعدد معانی کئے گئے ہیں: (۱) بند (۲) وہ سرخ پانی جس کو اللہ نے عذاب کی شکل میں اس بند میں بھیج دیا تھا جس نے بند کو توڑ کر رکھ دیا اور میدان کو کھود دیا، پس دونوں جانبوں کے باغ اونچے ہو گئے اور ان کو پانی نہیں ملا تو وہ خشک ہو گئے ـــــ اور سرخ پانی بند کا پانی نہیں تھا، بلکہ وہ عذاب تھا جو اللہ نے ان پر بھیجا تھا جہاں سے چاہا ـــــ (۳) اور عمرو بن شرحبیل کہتے ہیں: یمنی زبان میں اس کے معنی ہیں: بند کا پشتہ ـــــ الْمُسَنَّاة: پانی کا بند جس میں پانی کو چھوڑنے اور روکنے کے دروازے ہوتے ہیں (۴) ایک وادی کا نام۔

۷-آیت ۱۰ میں سَابِغَات ہے، اس کے معنی ہیں: لوہے کی پوری زرہیں، کرتے۔

[٨-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿نُجَازِىْ﴾: نُعَاقِبُ. [٩-] ﴿أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ﴾: بِطَاعَةِ اللّٰهِ. ﴿مَثْنٰى وَفُرَادٰى﴾: وَاحِدًا وَاثْنَيْنِ. [١٠-] ﴿التَّنَاوُشُ﴾: الرَّدُّ مِنَ الآخِرَةِ إِلَى الدُّنْيَا. [١١-] ﴿وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ﴾: مِنْ مَالٍ أَوْ وَلَدٍ أَوْ زَهْرَةٍ. ﴿بِأَشْيَاعِهِمْ﴾: بِأَمْثَالِهِمْ. [١٢-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿كَالْجَوَابِ﴾: كَالْجَوْبَةِ مِنَ الْأَرْضِ. [١٣-] وَالْخَمْطُ: الْأَرَاكُ: وَالْأَثْلُ: الطَّرْفَاءُ: ﴿الْعَرِمِ﴾: الشَّدِيْدُ.

۸-آیت ۱۷ میں ہے: ﴿وَهَلْ نُجَازِىْ إِلَّا الْكَفُوْرَ﴾: اور نہیں سزا دیتے ہم مگر ناسپاس (ناشکرے) کو ـــــ مجازاۃ: بدلہ دینا، معاقبۃ: سزا دینا۔

۹-آیت ۴۶ ہے: ﴿قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ: أَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا: مَابِصَاحِبِكُمْ مِنْ

جِنَّةٍ، إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَىْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ﴾: ''آپ کہیں: میں تم کو ایک ہی نصیحت کرتا ہوں کہ کھڑے ہوؤ اللہ کے لئے'' ـــــ یعنی تعصب وعناد چھوڑ کر انصاف واخلاص کے ساتھ اللہ کے نام پر اٹھ کھڑے ہوؤ، مجاہدؒ نے بطاعة الله سے تفسیر کر کے یہی بات کہی ہے ـــــ ''دو دو اور ایک ایک پھر غور کرو یعنی مل کر مشورہ کرو یا تنہا غور کرو: نہیں ہے تمہارے ساتھی کو کچھ سودا، نہیں ہے وہ مگر تم کو ڈرانے والا ایک بڑی آفت کے آنے سے پہلے'' ـــــ واحدًا و اثنين میں لف ونشر مشوش ہے۔

۱۰- آیت ۵۲ ہے: ﴿وَقَالُوْا: آمَنَّا بِهٖ! وَأَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَكَانٍ بَعِيْدٍ؟﴾: اور (کفار آخرت میں) کہیں گے: ہم پیغمبر کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں! یعنی ہمیں دنیا کی طرف لوٹا دیں ہم ایمان لے کر آئیں گے، اور اب کہاں ان کا ہاتھ پہنچ سکتا ہے دور جگہ سے یعنی موقع نکل گیا، دنیا دور ہوگئی، اب ایمان کہاں سے ہاتھ آسکتا ہے؟ تناوش (تفاعل): دور کھڑے ہو کر کوئی چیز لینا یعنی اتنی دور جگہ سے ایمان کا ان کے ہاتھ آنا کہاں ممکن ہے؟

۱۱- آیت ۵۴ میں ہے: ﴿وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِمْ مِنْ قَبْلُ﴾: اور ان کے درمیان اور اس چیز کے درمیان جس کی وہ آرزو کرتے ہیں ایک آڑ کر دی جائے گی، جیسا کہ قبل ازیں ان کے ہم مشربوں کے ساتھ یہی برتاؤ کیا گیا ـــــ جن چیزوں کی وہ آرزو کرتے ہیں یعنی دنیوی لذتیں اور عیش وآرام، مال یا اولاد یا دنیا کی رونق۔

۱۲- آیت ۱۳ میں ہے: ﴿وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ﴾: اور (جنات سلیمانؑ کے لئے بناتے ہیں) لگن: جیسے تالاب ـــــ لگن: ٹب ـــــ الْجَوْبَة: گول بڑا گھڑا، چھوٹا تالاب۔

۱۳- آیت ۱۶ میں خَمْط ہے: اس کے معنی ہیں: پیلو کا درخت، دوسرا لفظ أَثْل ہے اس کے معنی ہیں: جھاؤ (ایک قسم کا پودا جو دریاؤں کے کناروں پر اگتا ہے اور جس سے ٹوکریاں وغیرہ بنائی جاتی ہیں) ـــــ الطَّرْفَاء: جھاؤ جیسا ایک درخت ـــــ اور العَرِم کے لغوی معنی ہیں: سخت اور مرادی معنی کا بیان پہلے آچکا ہے۔

جب آسمانوں میں وحی نازل ہوتی ہے تو فرشتے تھرّا جاتے ہیں

آیت ۲۳ میں ہے: ﴿حَتّٰى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا: مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوْا الْحَقَّ، وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾: یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے تو وہ (ایک دوسرے سے) پوچھتے ہیں: تمہارے پروردگار نے کیا حکم دیا؟ (مقرب فرشتے) کہتے ہیں: (فلاں) برحق بات کا حکم دیا، اور وہ عالی شان سب سے بڑے ہیں۔

تفسیر: مشرکین اپنی مورتیوں کو اللہ کے یہاں سفارشی سمجھتے ہیں، وہ کہتے ہیں: ہم ان کی پوجا صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے نزدیک کر دیں (الزمر آیت ۳) مذکورہ آیت میں ان سے خطاب ہے کہ اللہ کے نزدیک سفارش اسی کے لئے مفید ہے، جس کو وہ جس کے لئے سفارش کی اجازت دیں، پھر فرشتوں کا حال بیان کیا ہے جو مقربین بارگاہ ہیں، باب کی حدیث میں ہے کہ جب اوپر سے اللہ کا حکم اترتا ہے تو ایسی آواز آتی ہے جیسے چکنے صاف پتھر پر لوہے کی زنجیر کھینچی جائے، پس

فرشتے ہیبت سے تھراجاتے ہیں اور سجدہ میں گر پڑتے ہیں، پھر جب ان کے دلوں کو کچھ سکون حاصل ہوتا ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں: تمہارے رب نے کیا حکم دیا؟ اوپر والے فرشتے نیچے والے فرشتوں کو وہ حکم بتلاتے ہیں، اور وہ اس کی تعمیل کرتے ہیں، پس جب مقربین کا یہ حال ہوجاتا ہے تو مشرکین کی مورتیاں وہاں کیا دم مارسکتی ہیں؟ —— اور حدیث اسی جلد میں سورۃ الحجر کی تفسیر میں آچکی ہے۔

[۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا: مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوْا الْحَقَّ، وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾

[۴۸۰۰-] حدثنا الْحُمَيْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرٌو، قَالَ: سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُوْلُ: إِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" إِذَا قَضَى اللّٰهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ ضَرَبَتِ الْمَلاَئِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهِ، كَأَنَّهُ سِلْسِلَةٌ عَلٰى صَفْوَانٍ، فَإِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا: مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوْا لِلَّذِيْ قَالَ: الْحَقَّ، وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ، فَيَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُ السَّمْعِ، وَمُسْتَرِقُ السَّمْعِ هٰكَذَا بَعْضُهُ فَوْقَ بَعْضٍ – وَوَصَفَ سُفْيَانُ بِكَفِّهِ فَحَرَّفَهَا وَبَدَّدَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ – فَيَسْمَعُ الْكَلِمَةَ، فَيُلْقِيْهَا إِلٰى مَنْ تَحْتَهُ، ثُمَّ يُلْقِيْهَا الْآخَرُ إِلٰى مَنْ تَحْتَهُ، حَتّٰى يُلْقِيَهَا عَلٰى لِسَانِ السَّاحِرِ أَوِ الْكَاهِنِ، فَرُبَّمَا أَدْرَكَ الشِّهَابُ قَبْلَ أَنْ يُلْقِيَهَا، وَرُبَّمَا أَلْقَاهَا قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهُ، فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ، فَيُقَالُ: أَلَيْسَ قَدْ قَالَ لَنَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا: كَذَا وَكَذَا، فَيُصَدَّقُ بِتِلْكَ الْكَلِمَةِ الَّتِيْ مِنَ السَّمَاءِ"[راجع: ۴۷۰۱]

لغت: فُزِّعَ عنه: خوف اور گھبراہٹ دور ہونا —— قالوا الحق کی تقدیر عبارت ہے: قالوا: قال ربنا القول الحق —— قوله: إذا قضى الله: حاشیہ میں روایت میں إذا تكلم الله ہے —— خُضْعَانًا: انقیاد ظاہر کرنے کے طور پر —— مُسْتَرِقُ السمع: بات چرانے والے شیاطین —— بَدَّد: کشادہ کرنا۔

نبی ﷺ برے انجام سے باخبر کرنے والے ہیں

آیت ۴۶ میں ہے: نہیں ہیں وہ (نبی ﷺ) مگر تم کو انجام سے باخبر کرنے والے سخت عذاب سے پہلے یعنی حق واضح ہونے کے باوجود تم نے اس کو قبول نہ کیا تو تم بھگتو گے، نبی ﷺ کا کیا بگڑے گا! —— اور حدیث ابھی اسی جلد میں سورۃ الشعراء کی تفسیر میں آچکی ہے (حدیث ۴۷۷۰)

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ﴾

[۴۸۰۱-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَازِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَمْرِو ابْنِ مُرَّةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: صَعِدَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم الصَّفَا ذَاتَ يَوْمٍ، فَقَالَ:

"يَاصَبَاحَاهُ" فَاجْتَمَعَتْ إِلَيْهِ قُرَيْشٌ، قَالُوْا: مَالَكَ؟ قَالَ: " أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ الْعَدُوَّ يُصَبِّحُكُمْ أَوْ يُمَسِّيْكُمْ أَمَا كُنْتُمْ تُصَدِّقُوْنِيْ؟" قَالُوْا: بَلٰى. قَالَ: "فَإِنِّيْ نَذِيْرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَىْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ" فَقَالَ أَبُوْ لَهَبٍ: تَبًّا لَكَ، إِلِهٰذَا جَمَعْتَنَا؟ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِيْ لَهَبٍ﴾ [راجع: ١٣٩٤]

٣٥- الْملائكةُ

[١-] قَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿الْقِطْمِيْرُ﴾: لِفَافَةُ النَّوَاةِ. [٢-] ﴿مُثْقَلَةٌ﴾ مُثَقَّلَةٌ. [٣-] وَقَالَ غَيْرُهُ: ﴿الْحَرُوْرُ﴾ بِالنَّهَارِ مَعَ الشَّمْسِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: الْحَرُوْرُ بِاللَّيْلِ، وَالسَّمُوْمُ بِالنَّهَارِ. [٤-] ﴿وَغَرَابِيْبُ﴾: أَشَدُّ سَوَادٍ، الْغِرْبِيْبُ: الشَّدِيْدُ السَّوَادِ.

سورۃ الفاطر کی تفسیر

سورۃ الفاطر کا نام سورۃ الملائکہ بھی ہے، پہلی آیت میں لفظ فاطر آیا ہے اور ملائکہ کا ذکر بھی۔

۱- آیت ۱۳ میں ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ﴾: اور جن کو تم پکارتے ہو اللہ کو چھوڑ کر نہیں مالک ہیں وہ کھجور کی گٹھلی پر جو باریک جھلّی ہوتی ہے اس کے بقدر بھی ـــــ قطمیر: کنایہ ہے قلت سے یعنی وہ ذرا سی چیز کے بھی مالک نہیں۔

۲- آیت ۱۸ میں ہے: ﴿وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلٰى حِمْلِهَا لَايُحْمَلْ مِنْهُ شَيْئٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى﴾: اور اگر کوئی گناہوں سے بوجھل اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے پکارے تو اس میں سے ذرا بھی نہیں اٹھایا جائے گا، اگر چہ ہو (پکارا ہوا) قرابتی! یعنی قیامت کے دن کوئی کسی کا گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، اگر چہ جس کو پکارا ہے وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ اس دن سب کو نفسی نفسی پڑی ہوگی ـــــ مُثْقَلَة: اسم مفعول: از باب افعال اور مُثَقَّلَة: اسم مفعول از باب تفعیل دونوں کے ایک ہی معنی ہیں: بوجھل بنانا، زیر بار کرنا، بوجھ تلے دبا دینا۔

۳- آیت ۲۱ میں ﴿الْحَرُوْرُ﴾ ہے، اس کے معنی ہیں: لُو (دوپہر میں چلنے والی سخت گرم ہوا) اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں: رات کی گرم ہوا حرور ہے اور دن کی گرم ہوا سموم ہے۔

۴- آیت ۲۷ میں: ﴿غَرَابِيْبُ سُوْدٌ﴾ ہے: کالے بھجنگے، بہت گہرے سیاہ کوّے کے پَر کی طرح، اس کا مفرد غِرْبِيْبٌ ہے: بہت کالا۔

٣٦- سورة يس

[١-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿فَعَزَّزْنَا﴾: شَدَّدْنَا. [٢-] ﴿يَاحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ﴾: كَانَ حَسْرَةً عَلَيْهِمْ

اسْتِهْزَاؤُهُمْ بِالرُّسُلِ. [٣-] ﴿أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ﴾: لَا يَسْتُرُ ضَوْءُ أَحَدِهِمَا ضَوْءَ الآخَرِ، وَلَا يَنْبَغِيْ لَهُمَا ذٰلِكَ. ﴿سَابِقُ النَّهَارِ﴾: يَتَطَالَبَانِ حَثِيْثَيْنِ. [٤-] ﴿نَسْلَخُ﴾: نُخْرِجُ أَحَدَهُمَا مِنَ الآخَرِ، وَيَجْرِي كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا. [٥-] ﴿مِنْ مِثْلِهِ﴾ مِنَ الْأَنْعَامِ. [٦-] ﴿فَكِهُوْنَ﴾: مُعْجَبُوْنَ. [٧-] ﴿جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ﴾ عِنْدَ الْحِسَابِ. [٨-] وَيُذْكَرُ عَنْ عِكْرِمَةَ: ﴿الْمَشْحُوْنِ﴾ الْمُوْقَرُ. [٩-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿طَائِرُكُمْ﴾: مَصَائِبُكُمْ. [١٠-] ﴿يَنْسِلُوْنَ﴾: يَخْرُجُوْنَ. [١١-] ﴿مَرْقَدِنَا﴾: مَخْرَجِنَا. [١٢-] ﴿أَحْصَيْنَاهُ﴾: حَفِظْنَاهُ. [١٣-] ﴿مَكَانَتِهِمْ﴾: وَمَكَانُهُمْ وَاحِدٌ.

سورۂ یٰسٓ کی تفسیر

۱- آیت ۱۴ میں ہے: ﴿إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ﴾: جب بھیجے ہم نے ان (گاؤں والوں) کی طرف دو کو، پس جھٹلایا انھوں نے ان کو تو قوت پہنچائی ہم نے تیسرے کے ذریعہ —— عَزَّزَهُ: مضبوط وطاقتور بنانا۔

۲- آیت ۳۰ ہے: ﴿يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ! مَا يَأْتِيْهِمْ مِنْ رَسُوْلٍ إِلَّا كَانُوْا بِهِ يَسْتَهْزِءُ وْنَ﴾: افسوس بندوں کے حال پر! جب بھی ان کے پاس کوئی رسول آیا تو انھوں نے اس کی ہنسی اڑائی! —— یہ رسولوں کی ہنسی اڑانا باعث افسوس ہے —— حسرة: خبر مقدم ہے اور استهزاؤهم: اسم مؤخر۔

۳- آیت ۴۰ ہے: ﴿لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِيْ لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ﴾: نہ تو آفتاب کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے، اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے —— یعنی سورج اور چاند میں سے ایک کی روشنی دوسرے کی روشنی کو چھپاتی نہیں اور نہ دونوں کے لئے یہ بات مناسب ہے —— دونوں تیزی سے ایک دوسرے کو ڈھونڈھتے ہیں —— حثیث: تیز، جلد۔

تفسیر: سورج کی سلطنت دن میں ہے اور چاند کی رات میں، یہ نہیں ہوسکتا کہ چاند کی نور افشانی کے وقت سورج اس کو آدبائے، یعنی دن آگے بڑھ کر رات کا کچھ حصہ اڑالے یا رات سبقت کر کے دن کے ختم ہونے سے پہلے آجائے، جو اندازہ رات دن کا مقرر کیا ہے: ان کُرّات کی مجال نہیں کہ ایک منٹ آگے پیچھے ہوسکیں (فوائد عثمانی) —— دن گذرتا ہے تو دفعۃً رات آجاتی ہے، اسی طرح رات گذرتی ہے تو دن لپک کر آجاتا ہے، یہی تیزی سے ایک دوسرے کو ڈھونڈھنا ہے۔

۴- آیت ۳۷ میں ہے: ﴿نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَإِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ﴾: ہم رات پر سے دن کو اتار لیتے ہیں، پس اچانک وہ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں —— رات کی تاریکی پر دن کی چادر پڑی ہوئی ہے، جس وقت یہ نور کی چادر اوپر سے اتار لی جاتی ہے تو لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں، پھر سورج اپنے مقررہ وقت پر آکر سب جگہ اجالا کر دیتا ہے (فوائد عثمانی) —— نکالتے ہیں ہم ایک کو دوسرے سے اور ان میں سے ہر ایک چل رہا ہے: کا یہی مطلب ہے۔

۵-آیت۴۲ ہے: ﴿وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهِ مَا يَرْكَبُوْنَ﴾: اورہم نے ان کے لئے کشتی جیسی چیزوں کو یعنی مویشی کو پیدا کیا جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔

۶-آیت۵۵ ہے: ﴿إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فَاكِهُوْنَ﴾: بے شک بہشتی آج ایک مشغلہ میں خوش طبعی کررہے ہیں —— فَكِهَ (س) فَكَهًا: خوش طبع ہونا، ہنس مکھ ہونا، خوش دل ہونا —— اور مشغلہ سے مراد عیش ونشاط ہے —— مُعْجَب: اسم مفعول: حیرت زدہ تعجب میں ہونگے۔ عَجِبَ (س) عَجَبًا: تعجب کرنا، حیرت کرنا۔

۷-آیت۷۵ ہے: ﴿لَايَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ، وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُحْضَرُوْنَ﴾: (مشرکین کے آلہہ قیامت کے دن) ان کی کچھ مدد نہ کرسکیں گے، اور وہ ان کے حق میں ایک فریق (مخالف) ہوجائیں گے، جو (حساب کے وقت) حاضر کئے جائیں گے۔

۸-آیت۴۱ ہے: ﴿وَآيَةٌ لَهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ﴾: اور ان کے لئے ایک نشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا —— شَحَنَ (ف) السفينة: کشتی پر سامان لادنا، سامان سے بھرنا الْمُوْقَر: اسم مفعول از باب افعال، أَوْقَرَ فلان الدابةَ إيقارًا: جانور پر بہت بوجھ لادنا۔

۹-آیت۱۹ میں ہے: ﴿قَالُوْا طَائِرُكُمْ مَعَكُمْ﴾: رسولوں نے کہا: تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے یعنی تم پر جو مصیبتیں آرہی ہیں وہ تمہارے ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہیں، ہماری وجہ سے یہ آفتیں نہیں آرہی۔

۱۰-آیت۵۱ ہے: ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَإِذَا هُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ﴾: اور (دوسری مرتبہ) صور پھونکا جائے گا پس سب یکا یک قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف چلیں گے —— نَسَلَ (ض) الشيئَ: کسی چیز کو دوسری چیز سے الگ کرنا۔

۱۱-آیت۵۲ میں ہے: ﴿قَالُوْا يَاوَيْلَنَا! مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا؟﴾: وہ کہیں گے: ہائے ہماری کم بختی! کس نے ہمیں ہماری قبروں سے اٹھادیا —— مَرْقد: سونے کی جگہ —— مَخرج: نکلنے کی جگہ —— مراد قبریں ہیں۔

۱۲-آیت۱۲ میں ہے: ﴿وَكُلَّ شَيْئٍ أَحْصَيْنَاهُ فِيْ إِمَامٍ مُّبِيْنٍ﴾: اور ہم نے ہر چیز کو ایک واضح کتاب (لوح محفوظ) میں محفوظ کردیا ہے۔

۱۳-آیت۶۷ میں ہے: ﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنَاهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ﴾: اور اگر ہم چاہیں تو ان کی صورتیں مسخ کردیں جہاں وہ ہیں —— مَكَانَةٌ اور مَكَانٌ ہم معنی ہیں: جگہ۔

سورج ہر وقت اللہ کے حکم کے تابع چل رہا ہے

آیت۳۸ ہے: ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا، ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾: اور سورج چل رہا ہے اپنی

ٹھہرنے کی جگہ کے لئے، یہ زبردست باخبر کا اندازہ باندھا ہوا ہے۔یعنی سورج جو مشرق سے مغرب کی طرف چلتا ہے اس کے لئے اللہ نے ایک مدت ٹھہرائی ہے، اس مقررہ وقت تک وہ اسی طرح چلتا رہے گا، پھر جب اللہ کا حکم ہوگا تو وہ الٹا چلنے لگے گا، اسی طرح دنیا اپنی رفتار پر چل رہی ہے، مگر اس کے لئے بھی ایک وقت مقرر ہے، اس کے بعد یہ دنیا واپس لوٹے گی، ختم ہوکر از سرِ نو چلے گی —— اور سورج کے عرش کے نیچے سجدہ کرنے اور اجازت طلب کرنے کا مطلب تابعداری ہے یعنی آج جس طرح چل رہا ہے وہ بھی بہ اذنِ الٰہی ہے، پھر جب الٹی چال چلنے لگے گا تو وہ بھی بہ حکم الٰہی ہوگا —— اور حدیث کی شرح پہلے (تحفۃ القاری ۶:۴۷۴) آچکی ہے۔

[۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا، ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ﴾

[٤٨٠٢-] حدثنا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِي الْمَسْجِدِ عِنْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ، فَقَالَ:" يَا أَبَا ذَرٍّ! أَتَدْرِیْ أَيْنَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ؟" قُلْتُ: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ! قَالَ:" فَإِنَّهَا تَذْهَبُ حَتّٰى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا، ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ﴾"[راجع: ٣١٩٩]

[٤٨٠٣-] حدثنا الْحُمَيْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ، قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم عَنْ قَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا﴾ قَالَ:" مُسْتَقَرُّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ"[راجع: ٣١٩٩]

وضاحت: سورج کے ٹھہرنے کی جگہ عرش کے نیچے ہے، کیونکہ عرش الٰہی کائنات پر محیط ہے، عرش: کائنات کی چھت ہے پس سورج کے چلتے رہنے کی پھر ٹھہر جانے کی جگہ عرش کے نیچے ہے اور سجدہ کرنے کا مطلب انقیاد و تابعداری کا اظہار ہے۔

[٣٧] ﴿وَالصَّافَّات﴾

[١-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَكَانٍ بَعِيْدٍ﴾ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ. ﴿وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ﴾: يُرْمَوْنَ. [٢-] ﴿وَاصِبٌ﴾: دَائِمٌ. [٣-] ﴿لَازِبٌ﴾: لَازِمٌ. [٤-] ﴿تَأْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ﴾: يَعْنِي الْجِنَّ: الْكُفَّارُ تَقُوْلُهُ لِلشَّيْطَانِ. [٥-] ﴿غَوْلٌ﴾: وَجَعُ بَطْنٍ. ﴿يُنْزَفُوْنَ﴾: لَاتَذْهَبُ عُقُوْلُهُمْ.

سورۃ الصافّات کی تفسیر

۱- قَذَفَ (ض) بالشیئ: زور سے پھینکنا، اسی سے سورۃ سبأ (آیت ۵۳) میں ہے: ﴿وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَكَانٍ بَعِيْدٍ﴾: اور وہ نشانہ دیکھے بغیر دور سے پھینکتے رہے —— اور سورۃ الصافّات آیت ۸ میں ہے: ﴿وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ

کُلِّ جَانِبٍ ﴾: اور وہ (شیاطین جو کان لگا کر عالم بالا کے فرشتوں کی باتیں سننے کی کوشش کرتے ہیں) ہر طرف سے مار کر دھکے دیئے جاتے ہیں۔

۲-آیت ۹ میں ہے: ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ﴾: اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے وَصَبَ (ض) الشیئُ: قائم رہنا، ہمیشہ رہنا۔

۳-آیت ۱۱ میں ہے: ﴿إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِنْ طِينٍ لَّازِبٍ﴾: ہم نے ان کو چپکتی مٹی سے پیدا کیا۔

۴-آیت ۲۸ ہے: ﴿قَالُوْا: إِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَأْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ﴾: وہ (کفار شیاطین سے) کہیں گے: ہم پر تمہاری یعنی جنات کی آمد بڑے زور کی ہوا کرتی تھی یعنی تم ہم پر بہت زور ڈال کر ہمیں گمراہ کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔

۵-آیت ۴۷ ہے: ﴿لاَ فِيْهَا غَوْلٌ وَلاَهُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ﴾: نہ جنت کی شراب میں گرانی (دردسر یا پیٹ کا درد) ہوگا، اور نہ اس سے ان کی عقلوں میں کچھ فتور آئے گا، ان کی عقلیں چلی نہیں جائیں گی یعنی اس میں نشہ نہ ہوگا، صرف نشاط ہوگا۔

[٦-] ﴿قَرِيْنٌ﴾: شَيْطَانٌ. [٧-] ﴿ يُهْرَعُوْنَ﴾: كَهَيْئَةِ الْهَرْوَلَةِ. [٨-] ﴿يَزِفُّوْنَ﴾: النَّسَلاَنُ فِي الْمَشْيِ. [٩-] ﴿وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا﴾ قَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ: الْمَلاَئِكَةُ بَنَاتُ اللّٰهِ، وَأُمَّهَاتُهُمْ بَنَاتُ سَرَوَاتِ الْجِنِّ، وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ﴾: سَتُحْضَرُ لِلْحِسَابِ.

۶-آیت ۵۱ میں ہے: ﴿إِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ﴾: بے شک میرا ایک ملاقاتی تھا (جو کافر تھا، بعث بعد الموت کا منکر تھا) —— یہاں قرین کے معنی شیطان کے نہیں ہیں، یہ معنی سورۃ الزخرف آیت ۳۶ میں اور سورہ قٓ آیت ۲۷ میں ہیں۔

۷-آیت ۷۰ ہے: ﴿فَهُمْ عَلٰى آثَارِهِمْ يُهْرَعُوْنَ﴾: پھر وہ ان کے قدم بہ قدم تیزی کے ساتھ چلتے تھے —— هَرِعَ (س) هَرَعًا فلانٌ: تیزی کے ساتھ چلنا الهَرْوَل: لپکنا (عام چال اور دوڑنے کے درمیان کی چال)

۸-آیت ۹۴ ہے: ﴿فَأَقْبَلُوْا إِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ﴾: سو وہ لوگ ابراہیم کے پاس دوڑتے ہوئے آئے —— زَفَّ (ض) زَفًّا: جلدی کرنا، دوڑنا —— النَّسَلاَن: بھیڑیے کی تیز چال۔

۹-آیت ۱۵۸ میں ہے: ﴿وَجَعَلَهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا﴾: اور گردانا انھوں نے اللہ تعالیٰ اور جنات میں رشتہ —— دامادی کا رشتہ قائم کر دیا، مشرکین مکہ کہتے تھے: فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور ان کی مائیں بڑے جنات کی بیٹیاں ہیں —— سَرَوَاتُ القوم: سرداران قوم، معززین قوم، شرفاء —— پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا قول رد کیا ہے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ﴾: اور جنات کو بالیقین معلوم ہے کہ وہ حساب کے لئے حاضر کئے جائیں گے —— کیا داماد کا سسرال کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا ہے؟

[١٠-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿لَنَحْنُ الصَّافُّوْنَ﴾: الْمَلاَئِكَةُ. [١١-] ﴿صِرَاطِ الْجَحِيْمِ﴾: سَوَاءِ الْجَحِيْمِ

وَوَسَطِ الْجَحِيْمِ. [١٢-] ﴿لَشَوْبًا﴾: يُخْلَطُ طَعَامُهُمْ وَيُسَاطُ بِالْحَمِيْمِ. [١٣-] ﴿مَدْحُوْرًا﴾: مَطْرُوْدًا.
[١٤-] ﴿بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ﴾: اللُّؤْلُؤُ الْمَكْنُوْنُ. [١٥-] ﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الآخِرِيْنَ﴾: يُذْكَرُ بِخَيْرٍ.
[١٦-] ﴿يَسْتَسْخِرُوْنَ﴾: يَسْخَرُوْنَ. [١٧-] ﴿بَعْلاً﴾: رَبًّا.

۱۰- آیات ۱۶۴-۱۶۶ ہیں: ﴿وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَعْلُوْمٌ○ وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُوْنَ○ وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ﴾: اور ہم میں سے ہر ایک کا ایک معین درجہ ہے، اور ہم صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں، اور ہم اللہ کی پاکی بیان کرنے والے ہیں ـــــ یہ فرشتوں کی بات کی ترجمانی ہے، ہر فرشتہ کی ایک حد ہے اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا، اور سب عبادت کے لئے یا حکم سننے کے لئے قطار باندھے کھڑے ہیں اور سب ہر وقت تسبیح خوان ہیں: پھر وہ اللہ کی اولاد کیسے ہوسکتے ہیں؟

۱۱- آیت ۲۳ میں ﴿إِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ﴾ ہے اور آیت ۵۵ میں: ﴿سَوَاءِ الْجَحِيْمِ﴾ ہے یعنی وسط الجحيم: دوزخ کے بیچوں بیچ۔

۱۲- آیت ۶۷ ہے: ﴿ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِنْ حَمِيْمٍ﴾: پھر بے شک ان کے لئے زقوم پر کھولتا پانی (پیپ میں) ملا کر دیا جائے گا ـــــ یعنی زقوم کھا کر پیاس لگے گی تو کھولتا پانی پیپ میں ملا کر دیا جائے گا، جس سے ان کی آنتیں کٹ کر باہر آجائیں گی ـــــ سَاطَ (ن) الشيئَ سَوْطًا: مخلوط کرنا، کف گیر چلا کر ملانا۔ یُسَاط بروزن یُقال: مضارع مجہول ہے۔

۱۳- آیت ۹ میں: ﴿دُحُوْرًا﴾ ہے، یہ دَحَرَ یَدْحَرُ کا مصدر ہے، معنی ہیں: بھگانا، ہانکنا، دھتکارنا، دور کرنا، اسی فعل سے سورۃ الاعراف آیت ۱۸ میں: ﴿مَدْحُوْرًا﴾ ہے، یہ اسم مفعول ہے اور معنی ہیں مطرود: دھتکارا ہوا۔

۱۴- آیت ۴۹ ہے: ﴿كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ﴾: وہ (حوریں) گویا چھپا کر رکھے ہوئے انڈے ہیں ـــــ تشبیہ صرف صفائی اور خوش رنگ ہونے میں ہے، سفیدی میں نہیں ـــــ اور سورۃ الطّور آیت ۲۴ میں جنتی لڑکوں کے بیان میں ہے: ﴿كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَكْنُوْنٌ﴾ گویا وہ چھپا کر رکھے ہوئے موتی ہیں ـــــ محفوظ موتی پر گرد وغبار نہیں ہوتا، اور آب وتاب اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے، یہی حال حوروں کا ہے۔

۱۵- آیات ۷۸ و ۱۰۸ و ۱۲۹ ہیں: ﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الآخِرِيْنَ﴾: ہم نے پچھلوں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا۔

۱۶- آیت ۱۴ ہے: ﴿وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخِرُوْنَ﴾: اور جب وہ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو اس کی ہنسی اڑاتے ہیں ـــــ استسخار (استفعال) اور مجرد سَخِرَ (س) کے ایک معنی ہیں: مذاق اڑانا، ٹھٹھا کرنا۔

۱۷- آیت ۱۲۵ میں ہے: ﴿أَتَدْعُوْنَ بَعْلاً﴾: کیا تم بعل کو پوجتے ہو! ـــــ بعل: بت کا نام ہے، اسی سے شہر بعلبک ہے۔

انبیاء میں اس طرح تقابل کرنا کہ کسی کی تنقیص لازم آئے: درست نہیں

انبیاء میں تفاضل ہے، سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۳ میں اس کی صراحت ہے، رسول: نبیوں سے بلند مرتبہ ہیں، اولوالعزم

رسل دوسرے رسولوں سے افضل ہیں، اور نبیوں اور رسولوں کو جزوی فضیلتیں بھی حاصل ہیں، البتہ فضیلت کلی سید المرسلین ﷺ کو حاصل ہے، مگر انبیاء کرام میں اس طرح تقابل کرنا کہ کسی ایک کی ہیٹی ہو: جائز نہیں، اور دلیل باب کی حدیث ہے، اور یہ حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۶: ۶۰۲ و ۷: ۴۸) آچکی ہے۔

بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَإِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾

[٤٨٠٤-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: "مَا يَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ أَنْ يَكُوْنَ خَيْرًا مِنِ ابْنِ مَتَّى" [راجع: ٣٤١٢]

[٤٨٠٥-] حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ أَبِيْ، عَنْ هِلَالِ ابْنِ عَلِيٍّ، مِنْ بَنِيْ عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "مَنْ قَالَ: أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتَّى فَقَدْ كَذَبَ" [راجع: ٣٤١٥]

سورۃ صٓ کی تفسیر

سورۃ صٓ میں سجدۂ تلاوت ہے

سورۃ صٓ میں امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نماز میں سجدۂ تلاوت نہیں، اور خارج صلاۃ مستحب ہے اور حنفیہ کے نزدیک نماز میں بھی واجب ہے، عوام بن حوشبؒ نے مجاہد رحمہ اللہ سے سورۃ صٓ کے سجدہ کے بارے میں پوچھا: انھوں نے کہا: یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھی گئی، انھوں نے سورۃ الانعام کی آیت ۹۰ پڑھی، اور ابن عباسؓ سورۃ ص میں سجدہ کرتے تھے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ ابن عباسؓ نے سورۃ الانعام کی آیات ۸۴-۹۰ پڑھیں، اور فرمایا: ان آیات میں جن انبیاء کا ذکر ہے ان کی پیروی کرنے کا نبی ﷺ کو حکم دیا گیا ہے، اور داؤد علیہ السلام نے سجدہ کیا، ان کی پیروی میں نبی ﷺ نے سجدہ کیا، اس لئے آپؐ کی پیروی میں آپ کی امت بھی سجدہ کرتی ہے ——— اور حدیثیں دونوں پہلے (تحفۃ القاری ۷: ۳۵) آچکی ہیں۔

٣٨- ص

[٤٨٠٦-] حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْعَوَّامِ، قَالَ: سَأَلْتُ مُجَاهِدًا عَنِ السَّجْدَةِ فِيْ ص، قَالَ: سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ: ﴿أُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللهُ فِبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهِ﴾ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَسْجُدُ فِيْهَا. [راجع: ٣٤٢١]

[٤٨٠٧-] حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَیْدٍ الطَّنَافِسِیُّ، عَنِ الْعَوَّامِ، قَالَ: سَأَلْتُ مُجَاهِدًا عَنْ سَجْدَةِ ص، فَقَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ مِنْ أَیْنَ سَجَدْتَ؟ فَقَالَ: أَوَ مَا تَقْرَأُ: ﴿وَمِنْ ذُرِّیَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَیْمَانَ﴾[الأنعام: ٨٤] ﴿أُوْلٰئِكَ الَّذِیْنَ هَدَی اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾[الأنعام: ٩٠] فَكَانَ دَاوُدُ مِمَّنْ أُمِرَ نَبِیُّكُمْ أَنْ یَقْتَدِیَ بِهِ، فَسَجَدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم.[راجع: ٣٤٢١]

قوله: من أین سَجَدتَّ؟: آپ کس دلیل سے سجدہ کرتے ہیں —— اور سجدۃ: ﴿وَأَنَابَ﴾ پر کرنا چاہئے: ﴿حُسْنَ مَآبٍ﴾ پر نہیں۔

[١-] ﴿عُجَابٌ﴾: عَجِیْبٌ. [٢-] الْقِطُّ: الصَّحِیْفَةُ، وَهُوَ هٰهُنَا صَحِیْفَةُ الْحِسَابِ. [٣-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿فِیْ عِزَّةٍ﴾: مُعَازِّیْنَ. [٤-] ﴿الْمِلَّةِ الآخِرَةِ﴾: مِلَّةِ قُرَیْشٍ ﴿الِاخْتِلاَقُ﴾: الْكِذْبُ. [٥-] ﴿الْأَسْبَابُ﴾: طُرُقُ السَّمَاءِ فِی أَبْوَابِهَا. [٦-] ﴿جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ﴾: یَعْنِیْ قُرَیْشَ. [٧-] ﴿أُوْلٰئِكَ الْأَحْزَابُ﴾: الْقُرُوْنُ الْمَاضِیَةُ. [٨-] ﴿فَوَاقٌ﴾: رُجُوْعٌ. [٩-] ﴿قِطَّنَا﴾: عَذَابَنَا. [١٠-] ﴿اتَّخَذْنَاهُمْ سِخْرِیًّا﴾: أَحَطْنَا بِهِمْ. [١١-] ﴿أَتْرَابٌ﴾: أَمْثَالٌ.

۱- آیت ۵ میں لفظ عُجَاب ہے: ﴿أَجَعَلَ الآلِهَةَ إِلٰـهًا وَاحِدًا؟ إِنَّ هٰذَا لَشَیْئٌ عُجَابٌ﴾: کیا اس نے معبودوں کو ایک معبود بنا دیا؟ بے شک یہ بہت ہی عجیب بات ہے —— عُجَاب: اچنبھے کی ایسی چیز جو باور نہ ہو، بروزن فُعال مبالغہ کا صیغہ ہے۔

۲- آیت ۱۶ میں ہے: ﴿وَقَالُوْا: رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ یَوْمِ الْحِسَابِ﴾: اور کہا انھوں نے: ہمیں ہمارا نامۂ اعمال حساب کے دن سے پہلے دیدیجئے! —— ہندوستانی نسخہ میں صحیفةُ الحسنات ہے، مگر نسفی اور کُش میہنی کے نسخوں میں صحیفة الحساب ہے، اور وہی مناسب ہے، اس لئے میں نے کتاب میں تبدیلی کی ہے —— قِطّ کے معنی صحیفہ کے ہیں، مگر آیت میں نامۂ اعمال مراد ہے —— کفار جب وعدۂ قیامت سنتے تو مسخرا پن سے کہتے کہ ہم کو اس وقت کا حساب ابھی دیدیجئے، تاکہ ہم ابھی اپنا نامہ اعمال دیکھ لیں، اور ہاتھ کے ہاتھ جزاؤسزا سے فارغ ہوجائیں (فوائد عثمانی)

۳- آیت ۲ میں ہے: ﴿بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ﴾: بلکہ کفار مقابلہ اور مخالفت میں ہیں —— عِزَّة کے معنی ہیں: طاقت وغلبہ۔ مُعَازّ: اسم فاعل، عَازَّہٗ: عزت میں کسی سے مقابلہ کرنا، غالب ہونا —— عِزَّة کا ترجمہ تعصب بھی کیا گیا ہے۔

۴- آیت ۷ ہے: ﴿مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الآخِرَةِ، إِنْ هٰذَا إِلَّا اخْتِلاَقٌ﴾: ہم نے یہ بات (کہ معبود ایک ہی ہے) پچھلے مذہب میں نہیں سنی، ہو نہ ہو یہ من گھڑت بات ہے! —— پچھلے مذہب سے قریش اپنے باپ دادوں کو مراد

لیتے تھے یعنی یہ تو سنا ہے کہ اگلے لوگ ایسی بات کہتے تھے، مگر ہمارے بزرگ تو یہ بات نہیں کہہ گئے —— **دوسری تفسیر:** پچھلے مذہب سے دین عیسوی مراد ہے یعنی نصاری جو اہل کتاب ہیں ان کو بھی ہم نے نہیں سنا کہ سب خداؤں کو ہٹا کر ایک ہی خدا رہنے دیا ہو، وہ بھی تین خدا مانتے ہیں۔

۵- آیت ۱۰ میں ہے: ﴿فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْأَسْبَابِ﴾: پس چاہئے کہ چڑھ جائیں وہ آسمان کی راہوں میں یعنی ان کے دروازوں میں —— سَبَب: ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی چیز تک پہنچنے کا ذریعہ ہو، راستہ، دروازہ اور رسیاں سب ترجمے ہو سکتے ہیں۔

۶- آیت ۱۱ ہے: ﴿جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِنَ الْأَحْزَابِ﴾: وہاں یعنی مکہ میں لشکروں میں سے ایک حقیر لشکر شکست خوردہ ہے —— ترکیب: ابو البقاء نے کہا: جند: مبتدا ہے، ما اس کی پہلی صفت ہے، هنالك: دوسری اور من الأحزاب: تیسری اور مهزوم خبر ہے (جمل) —— حقیر لشکر سے قریش مراد ہیں، بدر اور فتح مکہ تک ہر معرکہ میں انھوں نے شکست کھائی۔

۷- آیت ۱۳ میں ہے: ﴿أُوْلٰئِكَ الْأَحْزَابُ﴾: وہ لوگ بڑی فوجیں ہیں —— اوپر قوم نوح، عاد، ثمود، میخوں والے فرعون، قوم لوط اور ایکہ والوں کا ذکر ہے، ان کے بارے میں کہا ہے: یہ قرونِ ماضیہ کی بڑی فوجیں ہیں۔

۸- آیت ۱۵ میں ہے: ﴿مَالَهَا مِنْ فَوَاقٍ﴾: نہیں ہوگا اس (چنگھاڑ) کے لئے لوٹنا یعنی دنیا کی طرف، بس وہ مر کر رہ جائیں گے۔

۹- آیت ۶۳ میں ہے: ﴿عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا﴾: ہمیں ہماری سزا جلدی دیدیجئے —— یہ وہی قِطّ ہے جو ابھی نمبر ۲ پر گذرا اس کے اصل معنی تو حصہ، ٹکڑا اور صحیفہ کے ہیں، اور مراد نامہ اعمال بھی ہو سکتا ہے اور عذاب کا حصہ بھی۔

۱۰- آیت ۶۳ میں ہے: ﴿أَتَّخَذْنَاهُمْ سِخْرِيًّا﴾: کیا ہم نے ان کی ہنسی کر رکھی تھی؟ —— مشرکین مکہ جب دوزخ میں پہنچیں گے تو کہیں گے: وہ مسلمان نظر نہیں آرہے جن کو ہم نے حقیر اور بدراہ سمجھا تھا، پس کیا ہم نے ان کا استہزاء کیا تھا، یا وہ اچھے لوگ تھے؟ —— حضرت نے اس کا ترجمہ کیا ہے: أَحَطْنَابهم: ہم نے ان کو ہر طرف سے گھیر رکھا تھا، مگر باء کا صلہ لانے پر اعتراض کیا گیا ہے، أَحَاطَ الشيئَ کے معنی ہیں: ہر طرف سے گھیرنا، أَحَاطَ متعدی بنفسہ ہے —— علاوہ ازیں سِخْرِيًّا کا یہ مفہوم بھی نہیں ہے۔

۱۱- آیت ۵۲ ہے: ﴿وَعِنْدَهُمْ قِصَرَاتُ الطَّرْفِ أَتْرَابٌ﴾: اور ان کے پاس نیچی نگاہ والیاں ہم عمر عورتیں ہونگی —— جنتی جوان ہونگے اور ان کی عورتیں بھی اسی طرح جوان ہونگی —— أَمْثَال: مانند، أَتْرَاب: تِرْبٌ کی جمع: ہم عمر۔

> [۱۲-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿الْأَيْدُ﴾: الْقُوَّةُ فِي الْعِبَادَةِ. [۱۳-] ﴿الْأَبْصَارُ﴾: الْبَصَرُ فِي أَمْرِ اللّٰهِ. [۱۴-] ﴿حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ﴾: مِنْ ذِكْرٍ. ﴿طَفِقَ مَسْحًا﴾: يَمْسَحُ أَعْرَافَ الْخَيْلِ وَعَرَاقِيْبَهَا. [۱۵-] ﴿الْأَصْفَادِ﴾: الْوَثَاقِ.

۱۲- آیت ۱۷ میں داوٗدؑ کے بارے میں ہے: ﴿ذَا الْأَیْدِ﴾: ہاتھوں والے یعنی عبادت میں قوت وہمت والے۔

۱۳- آیت ۴۵ میں حضرت ابراہیم واسحاق ویعقوب علیہم السلام کے بارے میں ہے: ﴿أُولِی الْأَیْدِیْ وَالْأَبْصَارِ﴾: ہاتھوں والے اور آنکھوں والے، یعنی قوت عملیہ اور علمیہ کے جامع، بصر سے اللہ کے معاملات کو سمجھنا مراد ہے۔

۱۴- آیت ۳۲ میں ہے: ﴿فَقَالَ: إِنِّیْ أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ﴾: پس سلیمانؑ نے کہا: بے شک مجھے گھوڑوں سے محبت ہے میرے رب کی یاد کی وجہ سے ـــــ اس میں عن بمعنی مِنْ اجلیہ ہے ـــــ یعنی گھوڑے چونکہ آلۂ جہاد ہیں اس لئے مجھے ان سے دلچسپی ہے پھر ہے: ﴿حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ﴾: یہاں تک کہ گھوڑے اوٹ میں چلے گئے، نگاہوں سے اوجھل ہوگئے، گھوڑوں کی اتنی لمبی لائن تھی کہ پہلا گھوڑا نظر نہیں آرہا تھا، پھر حکم دیا کہ گھوڑے میرے پاس واپس لاؤ، پہلی مرتبہ بیٹھ کر معائنہ کیا تھا، اس مرتبہ کھڑے ہوکر معائنہ کیا، اور ہر گھوڑے کی پنڈلی اور گردن پر ہاتھ پھیرا، جو جانور پسند ہوتا ہے اس کے ساتھ ایسا ہی کیا جاتا ہے ـــــ توارت کی ضمیر آفتاب کی طرف راجع نہیں، یہاں آفتاب کا کوئی ذکر نہیں، بلکہ ضمیر ھی: الصافنات کی طرف راجع ہے ـــــ یہ تفسیر بھی فوائد عثمانی میں ہے ـــــ أَعْرَاف: یال، گھوڑے کی گردن کے بال ـــــ الْعُرْقُوْب: کونچ، چوپائے کی پچھلی ٹانگ۔

۱۵- آیت ۳۸ ہے: ﴿وَآخَرِیْنَ مُقَرَّنِیْنَ فِی الْأَصْفَادِ﴾: اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے ـــــ الصَّفَدُ: ہتھکڑی، بیڑی، قید ـــــ الوثاق: باندھنے کی چیز رسّی زنجیر وغیرہ۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت بے مثال تھی!

آیت ۳۵ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک دعا ہے: ''اے میرے رب! میری بخشش فرما! اور مجھے ایسی حکومت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو نصیب نہ ہو، بے شک آپ ہی بڑے بخشنے والے ہیں'' ـــــ یہ دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے ہوا کو مسخر کردیا، جنات کو تابع کردیا، چرندوپرند بھی آپ کے زیر فرمان تھے، اور آپ حیوانات کی بولی بھی جانتے تھے، آج تک ایسی حکومت کسی کو نصیب نہیں ہوئی، نہ آئندہ ہوگی۔

سوال: یہ دعا تو دنیا طلبی ہے جو نبی کے شایانِ شان نہیں! جواب: یہ دعا جس تناظر میں کی گئی ہے اس کو پیش نظر رکھیں تو شبہ دور ہوجائے گا۔ سلیمان علیہ السلام کوئی جہاد کرنا چاہتے تھے، اس کے لئے ساز وسامان تیار کیا، شاندار گھوڑے مہیا کئے اور خود ان کا معائنہ کیا، پھر درباریوں کے سامنے اظہار خیال کیا، انھوں نے سرد مہری دکھائی، جس سے آپ کو ناراضگی ہوئی، آپ نے قسم کھائی کہ میں آج سب بیویوں سے ملونگا، اللہ مجھے ہر بیوی سے لڑکا دیں گے، اور میں اپنے لڑکوں کے ساتھ مل کر جہاد کرونگا۔ چنانچہ اس رات آپ نے سب بیویوں سے مقاربت فرمائی، مگر کسی کے حمل نہ ٹھہرا، ایک کے ٹھہرا تو وہ بھی ادھورا گر گیا، جب دائی نے اس کو تخت شاہی پر پیش کیا تو آپ کو تنبہ ہوا اور آپ نے مذکورہ دعا فرمائی کہ الٰہی! میری سب کوششیں

گاؤخورد ہوگئیں، اب آپ ہی مجھے بے مثال حکومت عطا فرمائیں، چنانچہ عطا ہوئی۔

سوال: سلیمان علیہ السلام نے ایسی حکومت مانگی ہے جو آپ کے بعد کسی کے لئے مناسب نہ ہو یعنی شاندار اور بے مثال سلطنت کی دعا کیوں کی؟

جواب: اور کیا مانگتے؟ حکومت تو پہلے ہی سے ان کو حاصل تھی، باپ سے میراث میں ملی تھی، اب شاندار اور بے مثال حکومت ہی کی دعا کی جاسکتی تھی —— اور یہ بات ذہن میں رہے کہ شاید دعا کرتے وقت یہ خیال میں بھی نہ ہو کہ بے مثال حکومت کیسی ہوگی؟ جب ملی تو پتہ چلا کہ یہ ہے بے مثال اور لاثانی سلطنت!

اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۲: ۳۱۳) آئی ہے، ایک رات ایک جن بلّی بن کر آیا، آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے، اس نے آپ کی نماز خراب کرنے کے لئے حملہ کیا، آپؐ نے چاہا کہ اس کو پکڑ کر مسجد کے ستون سے باندھ دیں تاکہ صبح سب صحابہ اس کو دیکھیں، مگر آپ کو سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آئی پس آپؐ نے ارادہ بدل دیا اور اس کو دھتکار دیا۔

[۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿هَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِیْ، إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ﴾

[۴۸۰۸-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحٌ، وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " إِنَّ عِفْرِيْتًا مِنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ - أَوْ: كَلِمَةً نَحْوَهَا - لِيَقْطَعَ عَلَيَّ الصَّلاَةَ، فَأَمْكَنَنِي اللّٰهُ مِنْهُ وَأَرَدْتُ أَنْ أَرْبِطَهُ إِلٰى سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ حَتّٰى تُصْبِحُوْا وَتَنْظُرُوْا إِلَيْهِ كُلُّكُمْ، فَذَكَرْتُ قَوْلَ أَخِيْ سُلَيْمَانَ: ﴿رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَايَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِيْ﴾" قَالَ رَوْحٌ: فَرَدَّهُ خَاسِئًا. [راجع: ۴۶۱]

لغات: عِفْرِيْت: طاقتور جن، دیو .... تَفَلَّتَ عليه: آپؐ پر کودا، حملہ کیا .... خَاسِئًا: دھتکارا ہوا۔

علماء کو تعلیم ووعظ میں تکلف نہیں کرنا چاہئے

وارثین انبیاء کو تعلیم ووعظ میں تکلف نہیں کرنا چاہئے، جو جانتا ہے کہے، اور نہیں جانتا تو اللہ أعلم کہے، سخن سازی اور بناوٹ نہ کرے، آیت ۸۶ میں نبی ﷺ کا یہی طریقہ ذکر کیا ہے: ﴿وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾: اور میں بناوٹ کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ اور باب کی حدیث میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک واعظ کو یہی نصیحت کی تھی، یہ حدیث مع شرح پہلے (تحفۃ القاری ۳: ۳۳۴) آچکی ہے۔

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾

[۴۸۰۹-] حدثنا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوْقٍ، قَالَ:

دَخَلْنَا عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: يٰأَيُّهَا النَّاسُ! مَنْ عَلِمَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ بِهِ، وَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ فَلْيَقُلِ: اللّٰهُ أَعْلَمُ، فَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ يَقُوْلَ لِمَا لاَ يَعْلَمُ: اللّٰهُ أَعْلَمُ، قَالَ اللّٰهُ لِنَبِيِّهِ صلى الله عليه وسلم: ﴿قُلْ مَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾[ص:٨٦] وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنِ الدُّخَانِ، إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم دَعَا قُرَيْشًا إِلَى الإِسْلاَمِ فَأَبْطَئُوْا عَلَيْهِ، فَقَالَ:" اللّٰهُمَّ أَعِنِّيْ عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ" فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ فَحَصَّتْ كُلَّ شَيْئٍ، حَتّٰى أَكَلُوْا الْمَيْتَةَ وَالْجُلُوْدَ، حَتّٰى جَعَلَ الرَّجُلُ يَرٰى بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ دُخَانًا مِنَ الْجُوْعِ، قَالَ اللّٰهُ: ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝ يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيْمٌ﴾ [الدخان:١٠-١١] قَالَ: فَدَعَوْا:﴿ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ۝ أَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَاءَ هُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۝ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ۝ إِنَّا كَاشِفُوْا الْعَذَابِ قَلِيْلاً إِنَّكُمْ عَائِدُوْنَ﴾[الدخان: ١٢-١٥] فَيُكْشَفُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: فَكُشِفَ ثُمَّ عَادُوْا فِيْ كُفْرِهِمْ، فَأَخَذَهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ بَدْرٍ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:﴿ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى إِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ﴾ [الدخان: ١٦] [راجع: ١٠٠٧]

وضاحت: فیکشف سے پہلے ہمزہ استفہام پوشیدہ ہے ـــــ اور دخان دو ہیں: ان کی تفصیل محولہ بالا جگہ میں ہے۔

۳۹- الزُّمَر

[١-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ:﴿يَتَّقِىْ بِوَجْهِهِ﴾: يُجَرُّ عَلٰى وَجْهِهِ فِي النَّارِ، وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالٰى:﴿ أَفَمَنْ يُلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ أَمْ مَّنْ يَأْتِىْ آمِنًا﴾ [٢-] ﴿ذِىْ عِوَجٍ﴾: لَبْسٍ. [٣-] ﴿وَرَجُلاً سَلَمًا لِّرَجُلٍ﴾: مَثَلٌ لآلِهَتِهِمُ الْبَاطِلِ وَالإِلٰهِ الْحَقِّ. [٤-] ﴿وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهِ﴾: بِالْأَوْثَانِ. [٥-] ﴿خَوَّلْنَا﴾: أَعْطَيْنَا. [٦-] ﴿ الَّذِىْ جَاءَ بِالصِّدْقِ﴾: الْقُرْآنُ.﴿وَصَدَّقَ بِهِ﴾: الْمُؤْمِنُ يَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُوْلُ: هٰذَا الَّذِىْ أَعْطَيْتَنِىْ عَمِلْتُ بِمَا فِيْهِ.

سورۃ الزُّمر کی تفسیر

۱- آیت ۲۴ میں ہے:﴿أَفَمَنْ يَّتَّقِىْ بِوَجْهِهِ سُوْءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟!﴾: کیا پس جو شخص بچتا ہے اپنے چہرے کے ذریعہ برے عذاب سے قیامت کے دن (اس مؤمن کی طرح ہوسکتا ہے جسے آخرت میں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی؟! ہرگز نہیں!) ـــــ اپنے چہرے کے ذریعہ بچنے کا کیا مطلب؟ مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: وہ چہرے کے بل جہنم میں گھسیٹا جائے گا ـــــ اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ جب کوئی حملہ آور ہوتا ہے تو آدمی ہاتھوں سے وار روکتا ہے، لیکن محشر میں ظالموں کے ہاتھ بندھے ہوئے ہونگے، اس لئے عذاب کے چپت منہ پر پڑیں گے، آگ کی لپٹیں سیدھی چہرے سے لگیں گی ـــــ اور

آیت میں ہمزہ استفہام کا معادل محذوف ہے، اور حٰمٓ السجدۃ آیت ۴۰ میں مذکور ہے: ﴿أَفَمَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ خَيْرٌ أَمْ مَّنْ يَّأْتِيْ آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾: کیا پس جو آگ میں ڈالا جائے گا وہ اچھا ہے یا وہ شخص جو قیامت کے دن امن وامان کے ساتھ جنت میں آئے گا؟ —— اس میں معادل مذکور ہے، پس ایسا ہی معادل مذکورہ آیت میں محذوف مانیں گے، بین القوسین اسی کو ظاہر کیا ہے۔

۲- آیت ۲۸ میں ہے: ﴿قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾: عربی میں پڑھنے کی کتاب جس میں کجی نہیں تاکہ وہ (شرک سے) بچیں —— کجی سے مراد پیچیدگی ہے یعنی قرآن ایک صاف عربی زبان کی کتاب ہے، اس میں کوئی پیچیدہ بات نہیں کہ مشرکین اس کو سمجھ نہ سکیں —— لَبْسًا: باب ضرب کا مصدر ہے: پیچیدہ بنانا۔

۳- آیت ۲۸ میں ہے: ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً: رَجُلاً فِيْهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُوْنَ وَرَجُلاً سَلَمًا لِرَجُلٍ: هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلاً؟﴾: اللہ تعالیٰ نے (موحد ومشرک کی) ایک مثال بیان فرمائی: ایک شخص (غلام) جس میں کئی ساجھی ہیں، جن میں باہم ضد اضدی ہے، اور دوسرا شخص جو ایک ہی کا ہے: پس کیا دونوں کی حالت یکساں ہوسکتی ہے؟ —— نہیں ہوسکتی! پہلے غلام کا ہر آقا چاہے گا کہ وہ اسی کے کام میں لگا رہے، پس غلام سخت پریشان اور پراگندہ دل ہوگا، اور دوسرے کو یکسوئی اور طمانینت حاصل ہوگی —— اسی طرح مشرک کا دل کئی طرف بٹا ہوا ہوگا، وہ ہر معبود کو خوش رکھنے کی فکر میں لگا رہے گا، برخلاف موحد کے: وہ دلجمعی سے ایک ہی معبود برحق سے لولگائے رہے گا —— پس یہ مشرک وموحد کی مثال ہے، اور امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ جھوٹے معبودوں اور ایک برحق معبود کی مثال ہے، اس کا مطلب بھی وہی ہے جس کی تقریر اوپر آئی۔

۴- آیت ۲۹ میں ہے: ﴿أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ؟ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهِ!﴾: کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں؟ اور وہ لوگ آپ کو ان معبودوں سے ڈراتے ہیں جو اللہ کے علاوہ ہیں! —— وہ کہتے ہیں: تم ہمارے دیوتاؤں کی توہین کرکے ان کو غصہ مت دلاؤ، کہیں وہ تم کو خبطی اور پاگل نہ بنادیں —— اس کا جواب دیا کہ جو شخص ایک زبردست خدا کا بندہ بن چکا اُسے ان عاجز اور بےبس خداؤں سے کیا ڈر ہوسکتا ہے؟

۵- آیت ۴۹ میں ہے: ﴿ثُمَّ إِذَا خَوَّلْنَاهُ نِعْمَةً مِنَّا﴾: پس جب ہم اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرماتے ہیں —— تَخْوِيْل: بخشنا، عطا کرنا۔

۶- آیت ۳۳ ہے: ﴿وَالَّذِيْ جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾: اور جو لایا سچی بات اور جس نے سچ مانا اس کو وہی لوگ پرہیزگار ہیں —— جو سچی بات لے کر آیا وہ نبی ہے اور جس نے سچ مانا اس کو وہ مؤمن ہے یعنی دونوں جملوں کا مصداق علاحدہ ہے اور سچ سے مراد قرآنِ کریم ہے اور جس نے اس کی تصدیق کی وہ مؤمن ہے، قیامت کو وہ آئے گا اور کہے گا: یہ وہ قرآن ہے جو آپ نے مجھے عنایت فرمایا تھا، میں نے اس کے احکام پر عمل کیا —— اور اگر دونوں جملوں کا مصداق ایک ہے تو مطلب ہوگا: ڈرنے والوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ ہمیشہ سچ لاتے ہیں یعنی سچ بولتے ہیں اور سچی بات کی تصدیق

کرتے ہیں: ان کو اللہ تعالیٰ ان کے بہتر کاموں کا بدلہ دے گا، اور غلطی سے کوئی برا کام ہو گیا تو اس کو معاف کر دے گا۔

[۷-] ﴿مُتَشَاكِسُوْنَ﴾: الشَّكِسُ الْعَسِرُ، لَايَرْضَى بِالإِنْصَافِ. ﴿وَرُجُلاً سَلَمًا﴾ وَيُقَالُ: سَالِمًا: صَالِحًا [۸-] ﴿ اشْمَأَزَّتْ﴾: نَفَرَتْ. [۹-] ﴿بِمَفَازَتِهِمْ﴾: مِنَ الْفَوْزِ. [۱۰-] ﴿ حَافِّيْنَ﴾ : أَطَافُوْا بِهِ، مُطِيْفِيْنَ بِحِفَافَيْهِ: بِجَوَانِبِهِ. [۱۱-] ﴿مُتَشَابِهًا﴾: لَيْسَ مِنَ الاِشْتِبَاهِ، وَلٰكِنْ يُشْبِهُ بَعْضُهُ بَعْضًا فِي التَّصْدِيْقِ.

۷- ابھی نمبر ۳ پر آیت آئی ہے، اس میں متشاکسون ہے، یہ اسم فاعل ہے، اس کے معنی ہیں: جھگڑالو، شَكُسَ (ک) شَكَاسَةً: بدخلق ہوا، اور بداخلاقی کا لازمی نتیجہ جھگڑا ہے —— الشَّكِسُ: بدمزاج —— العَسِرُ: دشوار، مشکل —— لایرضی: جو انصاف کو پسند نہیں کرتا —— اس آیت میں سَلَمًا ہے، اس کے معنی ہیں: سالم، خالص، ایک ہی کا۔

۸- آیت ۴۵ میں ہے: ﴿وَإِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَايُؤْمِنُوْنَ بِالآخِرَةِ﴾: اور جب فقط اللہ کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل منقبض ہوتے ہیں جو آخرت کا یقین نہیں رکھتے —— شَمَز (ن) شَمْزًا: سمٹنا، سکڑنا، منقبض ہونا، متنفر ہونا —— اشْمَأَزَّ اشْمِئْزَازًا: انقباض ہونا، نفرت کرنا۔

۹- آیت ۶۱ میں ہے: ﴿وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ﴾: اور متقیوں کو اللہ تعالیٰ ان کی کامیابی کے ساتھ جہنم سے نجات دیں گے —— مَفَازَة: مصدر ہے، فَازَ (ن) فَوْزًا وَمَفَازًا وَمَفَازَةً: کامیاب ہونا —— اسی لفظ کے معنی جنگل اور چٹیل میدان کے بھی ہیں۔

۱۰- آیت ۷۵ میں ہے: ﴿وَتَرَى الْمَلاَئِكَةَ حَافِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ﴾: اور آپ فرشتوں کو دیکھیں گے (حساب کے اجلاس کے وقت) وہ عرش کے گرداگرد حلقہ باندھے ہوئے ہونگے —— حَافِّيْن: حَفٌّ سے اسم فاعل: اردگرد سے گھیر لینے والے —— أَطَافُوْا به: اردگرد سے گھیرنا —— حِفَافٌ: احاطہ، دائرہ، گھیرا۔

۱۱- آیت ۲۳ میں ہے: ﴿اللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ﴾: اللہ تعالیٰ نے بڑا عمدہ کلام نازل فرمایا، جو باہم ملتی جلتی اور بار بار دُہرائی جانے والی کتاب ہے —— مُتَشَابِهًا: اسم فاعل ہے أَشْبَهَ الشيئَ بالشيئِ سے، جس کے معنی ہیں: مشابہ ہونا، اشْتَبَهَ عليه الأمر سے نہیں ہے، جس کے معنی ہیں: غیر واضح اور ناقابل فہم ہونا —— في التصديق: ماننے میں ملتی جلتی ہے یعنی قرآن کی سب باتیں سچی ہیں۔

جو بھی کیا ہے توبہ کر اور اللہ کی مہربانی سے آس مت توڑ!

آیت ۵۳ ہے: ''آپ کہہ دیں! اے میرے بندو جنھوں نے اپنے اوپر زیادتیاں کیں! تم اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہوؤ، اللہ تعالیٰ بالیقین تمام گناہوں کو معاف فرما دیں گے، واقعی وہ بڑے بخشنے والے بڑے مہربان ہیں'' —— یعنی جب تم توبہ کرو گے اور مسلمان ہو جاؤ گے تو کفر و شرک کو بھی معاف کر دیں گے، اور اس زمانہ کے تمام گناہ بھی معاف کر دیں گے،

حدیث میں ہے: الإسلامُ یَهْدِمُ ما کان قبله: مسلمان ہونے سے سابقہ تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: کچھ مشرکوں نے بہت لوگوں کو قتل کیا تھا اور بکثرت زنا کیا تھا، وہ خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے، اور کہا: آپ جو باتیں کہتے ہیں اور جس بات کی دعوت دیتے ہیں: وہ بہت اچھی بات ہے، آپ ہمیں بتائیں کہ جو گناہ ہم نے کئے ہیں ان کا کفارہ ہے؟ (تو ہم مسلمان ہوجائیں) پس سورۃ الفرقان کی آیات ۶۸-۷۰ نازل ہوئیں، اور باب کی آیت نازل ہوئی (اور ان کو بتایا کہ اللہ کی رحمت سے آس مت توڑو، اگر تم نے کفر وشرک سے توبہ کرلی تو اللہ تعالیٰ تمہارا ہر گناہ بخش دیں گے)

[۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿يَاعِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوْا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾

[۴۸۱۰-] حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ: قَالَ يَعْلَى: إِنَّ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ أَخْبَرَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ نَاسًا مِنْ أَهْلِ الشِّرْكِ كَانُوْا قَدْ قَتَلُوْا وَأَكْثَرُوْا، وَزَنَوْا وَأَكْثَرُوا، فَأَتَوْا مُحَمَّدًا صلى الله عليه وسلم فَقَالُوْا: إِنَّ الَّذِيْ تَقُوْلُ وَتَدْعُوْ إِلَيْهِ لَحَسَنٌ، لَوْ تُخْبِرُنَا أَنَّ لِمَا عَمِلْنَا كَفَّارَةً، فَنَزَلَ: ﴿وَالَّذِيْنَ لَايَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ﴾ وَنَزَلَ: ﴿يَاعِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوْا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ﴾

مشرکوں نے اللہ کی ایسی عظمت نہیں پہچانی جیسی عظمت پہچاننی چاہئے تھی!

آیت ۶۷ میں رد اشراک میں ارشادِ پاک ہے: ﴿وَمَا قَدَرُوْا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ، وَالْأَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِيْنِهِ، سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾: اور مشرکوں نے اللہ کی ایسی عظمت نہیں پہچانی جیسا اس کی عظمت کا حق ہے، اور زمین ساری اس کی ایک مٹھی میں ہے قیامت کے دن، اور آسمان لپٹے ہوئے ہیں اس کے دائیں ہاتھ میں، وہ ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے! —— یعنی پتھر کی بے جان مورتیاں ایسے رفیع الشان مرتبۂ بلند رکھنے والی ہستی کی شریک ہوسکتی ہیں؟ ہرگز نہیں!

حدیث: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک بڑا یہودی عالم نبی ﷺ کے پاس آیا، اور اس نے کہا: اے محمد! ہم (اپنی کتابوں میں) پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) گردانیں گے آسمانوں کو ایک انگلی پر، اور زمین کو ایک انگلی پر، اور درختوں کو ایک انگلی پر، اور پانی کو ایک انگلی پر، اور نمناک مٹی کو ایک انگلی پر، اور دیگر تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر: پھر کہیں گے میں بادشاہ ہوں! پس نبی ﷺ ہنسے یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھیں نمودار ہوگئیں، اس عالم کی بات کی تصدیق

کرتے ہوئے، پھر نبی ﷺ نے مذکورہ آیت پڑھی۔

تشریح: آیت پاک میں اللہ کی مٹھی اور دائیں ہاتھ کا ذکر ہے، اور حدیث میں انگلی کا: مگر یہ صفات کا بیان نہیں ہے، بلکہ کمالِ قدرت کو سمجھانا مقصود ہے، اور صفات کا ذکر ضمناً آیا ہے، پس مبدأ کا ثبوت ماننا تو ضروری ہے یعنی یہ صفات اللہ کے لئے ثابت ہیں، باقی جو مضمون سمجھانا مقصود ہے: اس میں غور کیا جائے، ان صفات کی کیفیت کے درپے نہ ہوا جائے۔

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَمَا قَدَرُوْا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ﴾

[٤٨١١-] حدثنا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَبِيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: جَاءَ حِبْرٌ مِنَ الْأَحْبَارِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إِنَّا نَجِدُ أَنَّ اللّٰهَ يَجْعَلُ السَّمٰوَاتِ عَلٰى إِصْبَعٍ، وَالْأَرَضِيْنَ عَلٰى إِصْبَعٍ، وَالشَّجَرَ عَلٰى إِصْبَعٍ، وَالْمَاءَ عَلٰى إِصْبَعٍ، وَالثَّرٰى عَلٰى إِصْبَعٍ، وَسَائِرَ الْخَلَائِقِ عَلٰى إِصْبَعٍ، فَيَقُوْلُ: أَنَا الْمَلِكُ. فَضَحِكَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ تَصْدِيْقًا لِقَوْلِ الْحِبْرِ، ثُمَّ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ﴿وَمَا قَدَرُوْا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ﴾ [أطرافه: ٧٤١٤، ٧٤١٥، ٧٤٥١، ٧٥١٣]

اللہ تعالیٰ کائنات کے بادشاہ ہیں

باب میں گذشتہ آیت کا باقی حصہ لکھا ہے، پوری آیت کا ترجمہ آ گیا ہے، اور حدیث قولی لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) زمین کو مٹھی میں اور آسمانوں کو لپیٹ کر دائیں ہاتھ میں لیں گے، پھر فرمائیں گے: میں بادشاہ ہوں، زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟ (سامنے آئیں!)

[۳-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَالْأَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِيْنِهِ، سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾

[٤٨١٢-] حدثنا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدِ بْنِ مُسَافِرٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: "يَقْبِضُ اللّٰهُ الْأَرْضَ، وَيَطْوِي السَّمٰوَاتِ بِيَمِيْنِهِ، ثُمَّ يَقُوْلُ: أَنَا الْمَلِكُ، أَيْنَ مُلُوْكُ الْأَرْضِ؟"
[أطرافه: ٦٥١٩، ٧٣٨٢، ٧٤١٣]

حشر کے بعد دومرتبہ صور پھونکا جائے گا

آیت ٦٨ ہے: ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ نُفِخَ

فِيْهِ أُخْرىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُوْنَ﴾: اورصور میں پھونک ماری جائے گی، جس سے آسمانوں اورزمین والوں کے ہوش اڑ جائیں گے، مگر جس کو اللہ تعالیٰ چاہیں (وہ بے ہوش نہیں ہوگا) پھراس صور میں دوبارہ پھونک ماری جائے گی تو اچانک سب کھڑے ہوجائیں گے اور چاروں طرف دیکھنے لگیں گے"

تشریح: حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی قدس سرہ نے موضح القرآن (ترجمۂ قرآن کے حواشی) میں لکھا ہے کہ صور چار مرتبہ پھونکا جائے گا، پہلی مرتبہ میں عالم فنا ہوجائے گا، دوسری مرتبہ میں زندہ ہوجائے گا، اور تیسری مرتبہ حشر کے بعد پھونکا جائے گا جس سے لوگ بے ہوش ہوجائیں گے اور چوتھی مرتبہ لوگ ہوش میں آجائیں گے، خبر دار ہوجائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوگی، پس مذکورہ آیت میں تیسری اور چوتھی مرتبہ نفخ صور کا ذکر ہے الصُّوْر کے معنی ہیں: نرسنگھا، بگل، ہارن (Horn) پس نفخ صور کا مطلب ہے: ہارن بجانا۔

[٤-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ أُخْرىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُوْنَ﴾

لغت: صَعِقَ (س) الرجلُ: بے ہوش جانا ــــ إلا من شاء الله کا مصداق قطعی طور پر متعین نہیں۔

[٤٨١٣-] حَدَّثَنِيْ الْحَسَنُ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ خَلِيْلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحِيْمِ، عَنْ زَكَرِيَّاءَ ابْنِ أَبِيْ زَائِدَةَ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " إِنِّيْ أَوَّلُ مَنْ يَرْفَعُ رَأْسَهُ بَعْدَ النَّفْخَةِ الآخِرَةِ، فَإِذَا أَنَا بِمُوْسَى مُتَعَلِّقٌ بِالْعَرْشِ، فَلاَ أَدْرِيْ أَكَذٰلِكَ كَانَ أَمْ بَعْدَ النَّفْخَةِ"

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: "میں پہلا شخص ہونگا جو آخری بار (چوتھی بار) نفخ صور کے بعد سر اٹھائے گا یعنی ہوش میں آئے گا، پس میں اچانک موسیٰ علیہ السلام کو دیکھوں گا کہ وہ عرش سے چمٹے ہوئے ہیں، پس میں نہیں جانتا کہ ایسا ہی تھا (یعنی وہ بے ہوش نہیں ہوئے) یا نفخ صور کے بعد (مجھ سے پہلے) ہوش میں آگئے؟!

تیسری اور چوتھی مرتبہ نفخ صور کے درمیان وقفہ

[٤٨١٤-] حدثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِيْ، قَالَ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ أَرْبَعُوْنَ" — قَالُوْا: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَرْبَعُوْنَ يَوْمًا؟ قَالَ: أَبَيْتُ. قَالَ: أَرْبَعُوْنَ سَنَةً؟ قَالَ: أَبَيْتُ. قَالَ: أَرْبَعُوْنَ شَهْرًا؟ قَالَ: أَبَيْتُ — وَيَبْلَى كُلُّ شَيْئٍ مِنَ الإِنْسَانِ إِلَّا عَجْبَ ذَنَبِهِ، فِيْهِ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ. [طرفه: ٤٩٣٥]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: دونوں نَفْخون کے درمیان چالیس (کا فاصلہ) ہے —— طلبہ نے پوچھا: اے ابو ہریرہ! چالیس دن (کا فصل ہوگا؟) ابو ہریرہؓ نے کہا: میں انکار کرتا ہوں یعنی میں اس تعیین کی موافقت نہیں کرتا، سائل نے کہا: چالیس سال؟ آپؓ نے فرمایا: میں انکار کرتا ہوں یعنی اس تعیین کی بھی موافقت نہیں کرتا۔ اس نے کہا: چالیس مہینے؟ آپؓ نے کہا: میں انکار کرتا ہوں یعنی اس کی بھی موافقت نہیں کرتا، پس دو نَفْخون کے درمیان کا وقفہ معلوم نہیں —— اور انسان کا ہر جزء بوسیدہ ہوجائے گا مگر دُم کی جڑ کا آخری حصہ (باقی رہے گا، اسی سے نشأتِ ثانیہ ہوگی) اسی میں مخلوق مرکب کی گئی ہے یعنی پہلی تخلیق بھی اسی سے شروع ہوئی ہے۔

٤٠ - المؤمن

[١-] قَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿حٰمٓ﴾ مَجَازُهَا مَجَازُ أَوَائِلِ السُّوَرِ، وَيُقَالُ: بَلْ هُوَ اسْمٌ، لِقَوْلِ شُرَيْحِ بْنِ أَبِىْ أَوْفَى الْعَبَسِيِّ:

يُذَكِّرُنِىْ حَامِيْمَ وَالرُّمْحُ شَاجِرٌ ۞ فَهَلَّا تَلَا حَامِيْمَ قَبْلَ التَّقَدُّمِ

[٢-] ﴿الطَّوْلِ﴾: التَّفَضُّلُ. [٣-] ﴿دَاخِرِيْنَ﴾: خَاضِعِيْنَ. [٤-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿إِلَى النَّجٰوةِ﴾: الإِيْمَانِ. [٥-] ﴿لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ﴾: يَعْنِىْ الْوَثَنَ. [٦-] ﴿يُسْجَرُوْنَ﴾: تُوْقَدُ بِهِمِ النَّارُ. [٧-] ﴿تَمْرَحُوْنَ﴾: تَبْطَرُوْنَ.

سورۃ المؤمن کی تفسیر

۱- سورۃ المؤمن حٰمٓ سے شروع ہوئی ہے، مجاہدؒ کہتے ہیں: یہ حروف مقطعات ہیں، جیسا دوسری سورتوں کے شروع میں ہیں —— المَجَاز من الکلام: وہ بات جو اپنے معنی وضعی سے ہٹ کر کسی اور مفہوم میں استعمال کی جائے کسی مناسبت کی وجہ سے، اس کو تاویل اور مطلب بھی کہہ سکتے ہیں —— دوسری رائے یہ ہے کہ حٰمٓ اسم ہے، پھر عکرمہؒ کی مرسل روایت میں ہے کہ یہ اللہ کا نام ہے، اور ابن عباسؓ کہتے ہیں: یہ اسم اعظم ہے، اور قتادہؒ کہتے ہیں: قرآن کا نام ہے اور شعبیؒ کہتے ہیں: سورت کا نام ہے، اور اس کے اسم ہونے کی دلیل شریح کا یہ شعر ہے:

محمد مجھے حامیم یاد دلاتا ہے درانحالیکہ نیزہ تنا ہوا ہے ۞ پس کیوں نہ اس نے حامیم پڑھی پیش قدمی سے پہلے؟

شعر کی وضاحت: حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے صاحبزادے محمد: جنگِ جمل میں باپ کے ساتھ تھے، یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر میں تھے، انھوں نے کالا عمامہ باندھ رکھا تھا، حضرت علیؓ نے لوگوں سے کہا: کالے عمامہ والے کو قتل نہ کرنا، وہ ابا کی وجہ سے نکلے ہیں، پھر بھی شریح نے حملہ کیا، اور ان کو قتل کردیا، جب مقابلہ ہوا تو محمد نے سورۃ الشوری کی آیت ۲۳ پڑھی: ﴿قُلْ لَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى﴾ سورۃ الشوری بھی حٰمٓ سے شروع ہوئی ہے —— شریح کہتا ہے: جب نیزہ تن گیا: آیت پڑھنے سے کیا فائدہ؟ میدان میں اترنے سے پہلے پڑھتے تو ایک بات تھی۔

شعر سے استدلال: اس شعر میں شاعر نے حامیم کو مفعول بہ بنا کر اس کو اعراب (فتح) دیا ہے، یہ اس کے اسم ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ حروف مقطعات میں جو میم ہے وہ تو ساکن ہے ـــــ مگر یہ دلیل بس ایسی ہی ہے، سورۃ آل عمران کے شروع میں جو الٓمّٓ ہے اس کی میم کو فتح دے کر آگے سے ملایا جاتا ہے، پس صحیح رائے جمہور کی ہے کہ یہ حروف مقطعات ہیں۔

نوٹ: شارحین نے امام بخاریؒ کی خردہ گیری کی ہے کہ شاعر کے نام میں أبی غلط ہے۔

۲- آیت ۳ میں اللہ کی صفت: ﴿ذِی الطَّوْلِ﴾ ہے، امام بخاریؒ نے اس کا ترجمہ تفضُّل: مہربانی کرنا کیا ہے، اور حضرت تھانویؒ نے قدرت والا ترجمہ کیا ہے، کیونکہ سورۃ النساء آیت ۲۵ میں یہ ترجمہ متعین ہے: ﴿وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ مِنْکُمْ طَوْلاً﴾: اور جو شخص تم میں سے (آزاد مسلمان عورت سے نکاح کی) قدرت نہ رکھتا ہو (وہ مسلمان باندی سے نکاح کرے)

۳- آیت ۶۰ میں ہے: ﴿سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ﴾: عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہونگے، حضرت نے ترجمہ کیا ہے: خاضعین: منقاد ہو کر، تابع ہو کر۔

۴- آیت ۴۱ میں ہے: ﴿مَالِیْ أَدْعُوْکُمْ إِلَی النَّجَاةِ﴾: (خاندان فرعون کے مؤمن نے کہا:) کیا بات ہے میں تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں ـــــ مجاہدؒ نے کہا: ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں، تا کہ تم جنت میں پہنچو۔

۵- آیت ۴۳ میں ہے: ﴿لَیْسَ لَهُ دَعْوَةٌ﴾: وہ (مورتی) نہ تو دنیا میں پکارے جانے کے لائق ہے نہ آخرت میں ـــــ له کی ضمیر کا مرجع مورتی ہے۔

۶- آیت ۷۲ میں ہے: ﴿ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ﴾: پھر وہ آگ میں جھونک دیئے جائیں گے، ان کے ذریعہ آگ دہکائی جائے گی۔

۷- آیت ۷۵ میں ہے: ﴿بِمَا کُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ﴾: بایں وجہ کہ تم اترایا کرتے تھے ـــــ بَطِرَ (س) بَطَرًا: اترانا۔

انذار کے ساتھ تبشیر اور تبشیر کے ساتھ انذار ضروری ہے

صرف انذار یعنی وعیدیں سنانا قنوطیت یعنی اللہ کی رحمت سے مایوسی کا سبب بنتا ہے، اور صرف تبشیر یعنی خوش خبری سنانا بے باکی پیدا کرتا ہے، دماغ خراب ہوجاتا ہے کہ کرو جو کرنا ہے اللہ غفور رحیم ہیں، اس لئے انذار و تبشیر مقارن (ساتھ ساتھ) ہونے چاہئیں، قرآنِ کریم کا یہی طریقہ ہے، وہ جنتیوں کا تذکرہ کرتا ہے تو ساتھ ہی جہنمیوں کا ذکر بھی چھیڑتا ہے، اسی طرح برعکس ـــــ پس جو واعظین بڑی راتوں میں یا بڑے دنوں میں صرف فضائل بیان کرتے ہیں: وہ صحیح نہیں کرتے وعدو وعید کا تذکرہ ساتھ ساتھ ہونا چاہئے۔

وَکَانَ الْعَلاَءُ بْنُ زِیَادٍ یُذَکِّرُ النَّارَ، فَقَالَ رَجُلٌ: لِمَ تُقَنِّطُ النَّاسَ؟ قَالَ: وَأَنَا أَقْدِرُ أَنْ أُقَنِّطَ النَّاسَ وَاللّٰهُ یَقُوْلُ: ﴿یَاعِبَادِیَ الَّذِیْنَ أَسْرَفُوْا عَلٰی أَنْفُسِهِمْ لاَتَقْنَطُوْا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ؟﴾ وَیَقُوْلُ: ﴿وَأَنَّ الْمُسْرِفِیْنَ

هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ﴾ وَلٰكِنَّكُمْ تُحِبُّوْنَ أَنْ تُبَشَّرُوْا بِالْجَنَّةِ عَلٰى مَسَاوِئِ أَعْمَالِكُمْ، وَإِنَّمَا بَعَثَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا صلى الله عليه وسلم مُبَشِّرًا بِالْجَنَّةِ لِمَنْ أَطَاعَهُ، وَمُنْذِرًا بِالنَّارِ مَنْ عَصَاهُ.

روایت: علاء بن زیاد رحمہ اللہ (جلیل القدر تابعی اور بزرگ اپنے وعظ میں) دوزخ کا تذکرہ کررہے تھے، پس کسی نے کہا: آپ لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس کیوں کرتے ہیں؟ علاء نے جواب دیا: کیا میں قادر ہوں کہ لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس کروں، جبکہ اللہ تعالیٰ سورۃ الزمر آیت ۵۳ میں فرماتے ہیں: ''اے میرے بندو جنھوں نے (گناہ کرکے) اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں! اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہوؤ، اللہ تعالیٰ بالیقین سارے ہی گناہوں کو معاف فرمادیں گے'' (اگر تم توبہ کرو اور گناہوں سے باز آجاؤ)؟ یعنی اس آیت کی موجودگی میں کوئی بندہ اللہ کی رحمت سے کیسے مایوس ہوگا اور کوئی اسے کیسے مایوس کرسکتا ہے؟ ـــــ اور (اسی کے ساتھ) اللہ تعالیٰ نے سورۃ المؤمن کی آیت ۴۳ میں فرمایا ہے کہ جو لوگ حد عبودیت سے نکل جاتے ہیں وہ سب دوزخی ہیں (یہاں باب ہے یعنی اس آیت کی وجہ سے یہ روایت یہاں لائے ہیں) یعنی مذکورہ بشارت کے ساتھ یہ وعید بھی ہے، مگر تم چاہتے ہو کہ جنت کی خوش خبری سنائے جاؤ تمہارے برے اعمال کے ساتھ (یہ کیسے ہوسکتا ہے؟) اور اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو بھیجا ہے خوش خبری سنانے والا بنا کر ان لوگوں کو جو اللہ کی اطاعت کرتے ہیں، اور دوزخ سے ڈرانے والا بنا کر ان لوگوں کو جو اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک موقعہ پر سورۃ المؤمن کی ایک آیت پڑھی

حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۷: ۲۰۶) آئی ہے، نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے، عقبہ آیا اور اس نے آپ کا گلا بہت ہی سخت گھونٹا، ابوبکرؓ نے اس کو ہٹایا، اور فرمایا: ''کیا تم ایک ایسے شخص کو محض اس بات پر مار ڈالو گے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے، اور وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیل لے کر آیا ہے؟ (یہ سورۃ المؤمن کی آیت ۲۸ ہے، اسی مناسبت سے یہ روایت یہاں لائے ہیں)

[٤٨١٥-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ أَبِيْ كَثِيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، قَالَ: قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ: أَخْبِرْنِيْ بِأَشَدِّ مَا صَنَعَ الْمُشْرِكُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: بَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يُصَلِّيْ بِفِنَاءِ الْكَعْبَةِ، إِذْ أَقْبَلَ عُقْبَةُ بْنُ أَبِيْ مُعَيْطٍ، فَأَخَذَ بِمَنْكِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَلَوَى ثَوْبَهُ فِيْ عُنُقِهِ فَخَنَقَهُ خَنْقًا شَدِيْدًا، فَأَقْبَلَ أَبُوْ بَكْرٍ فَأَخَذَ بِمَنْكِبِهِ، وَدَفَعَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَقَالَ: ﴿أَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا أَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَ كُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ﴾ [راجع: ٣٦٧٨]

٤١ - حم السَّجدة

[١-] وَقَالَ طَاوُسٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ﴿ائْتِيَا طَوْعًا﴾: أَعْطِيَا. ﴿قَالَتَا أَتَيْنَا﴾: أَعْطَيْنَا.

سورۃ حم السجدۃ کی تفسیر

۱- آیت ۱۱ میں ہے: ﴿فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ: ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا، قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِيْنَ﴾: پس (آسمان وزمین کو پیدا کرنے کے بعد) آسمان اور زمین سے کہا: آؤتم دونوں خوشی سے یا کراہیت سے! دونوں نے کہا: آئے ہم خوشی سے! یعنی تم دونوں سے متعلق جو امور کئے گئے ہیں ان کو بجالاؤ — حضرت ابن عباسؓ نے إِءْ تِيَا (فعل امر از إِتْيان) کی تفسیر أَعْطِيَا (فعل امر از إِعْطَاء) سے کی ہے، اور أَتَيْنَا (ماضی جمع متکلم از إِتْيَان: آنا) کی تفسیر أَعْطَيْنَا (ماضی جمع متکلم از إِعْطاء) سے کی ہے، اس پر شارحین نے بحث کی ہے کہ یہ ترجمہ صحیح نہیں، مگر عربی کا عربی میں ترجمہ کریں گے تو کبھی صحیح ترجمہ کرنے میں دشواری پیش آئے گی، جیسے یہاں پیش آئی ہے۔

چار اعتراضات اور ان کے جوابات

نافع بن ازرق حروری نے — جو حضرت ابن عباسؓ کا شاگرد تھا اور جو بعد میں خوارج کا لیڈر بن گیا — اپنی چار الجھنیں حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں پیش کیں، حضرت نے ان کے جوابات دیئے وہ اعتراضات یہ ہیں:

۱- ایک آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن لوگ آپس میں باتیں نہیں کریں گے، اور دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ باتیں کریں گے: یہ تعارض ہے!

۲- ایک آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ سے کوئی بات چھپائی نہیں جاسکتی، اور دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین اپنا شرک چھپائیں گے: یہ تخالف ہے!

۳- سورۃ النازعات میں ہے کہ اللہ نے پہلے آسمان کو پیدا کیا اور سورۃ حٰمٓ السجدۃ میں ہے کہ پہلے زمین کو پیدا کیا: یہ بھی تخالف ہے۔

۴- متعدد آیات میں اللہ کی صفات کان (فعل ماضی) کے ذریعہ بیان کی گئی ہیں: گویا اللہ تعالیٰ میں یہ صفات تھیں، اب نہیں رہیں، وھو کما تریٰ!

جوابات:

۱- دونوں باتوں کا زمانہ ایک نہیں، اور تعارض کے لئے وحدتِ زمان شرط ہے، جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو لوگ بے ہوش ہوجائیں اور کوئی کسی سے بات نہیں کرے گا، اور دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو لوگ ہوش میں آجائیں گے اور

آپس میں باتیں کریں گے۔

۲- قیامت کے دن جب مؤمنین کی مغفرت کردی جائے گی تو مشرکین کہیں گے: آؤ، ہم بھی کہیں کہ ہم مشرک نہیں تھے، اس طرح وہ دھوکہ دینے کی کوشش کریں گے، مگر ان کے مونہوں پر مہر کردی جائے گی اور ان کے ہاتھ بولیں گے اور ان کے شرک کی گواہی دیں گے، تب مشرکین سمجھ جائیں گے کہ اللہ سے کوئی بات چھپائی نہیں جاسکتی۔

۳- پہلے دو دنوں میں زمین کی ہیئت کذائی بنائی ہے، اس کا ذکر سورہ حٰمٓ السجدة میں ہے، دوسرے دو دنوں میں آسمان کی تکمیل کی، پھر دو دنوں میں زمین پھیلائی یعنی اس میں پانی، چارہ، پہاڑ، ٹیلے اور حیوانات پیدا کئے، اس کا ذکر سورة النازعات میں ہے۔

۴- اللہ تعالیٰ کی صفات ازلی قدیم ہیں، اور فعل ماضی تحقق وقوع کے لئے بھی آتا ہے اور صار کے معنی میں بھی آتا ہے ـــــ پس قرآن میں دماغ کو الجھانا نہیں چاہئے، سارا قرآن اللہ ہی کا نازل فرمودہ ہے!

[٢-] وَقَالَ الْمِنْهَالُ عَنْ سَعِيْدٍ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ: إِنِّيْ أَجِدُ فِي الْقُرْآنِ أَشْيَاءَ تَخْتَلِفُ عَلَيَّ. قَالَ:

[١-] ﴿فَلاَ أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلاَ يَتَسَاءَ لُوْنَ﴾[المؤمنون: ١٠١] ﴿وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَتَسَآءَ لُوْنَ﴾[الصافات:٢٧]

[٢-] ﴿وَلاَ يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا﴾[النساء: ٤٢] ﴿رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾[الأنعام: ٢٣] فَقَدْ كَتَمُوْا فِي هٰذِهِ الآيَةِ؟

[٣-] وَقَالَ: ﴿أَمِ السَّمَاءُ بَنَاهَا﴾ إِلٰى قَوْلِهِ ﴿دَحٰهَا﴾[النازعات: ٢٧-٣٠] فَذَكَرَ خَلْقَ السَّمَاءِ قَبْلَ خَلْقِ الأَرْضِ، ثُمَّ قَالَ:﴿ إِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الأَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ﴾ إِلٰى: ﴿طَائِعِيْنَ﴾ [حٰمٓ السجدة: ٩-١١] فَذَكَرَ فِي هٰذِهِ خَلْقَ الأَرْضِ قَبْلَ السَّمَاءِ؟

[٤-] وَقَالَ:﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾[النساء: ٩٦] ﴿عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾[النساء: ٥٦] ﴿سَمِيْعًا بَصِيْرًا﴾[النساء: ٥٨] فَكَأَنَّهُ كَانَ ثُمَّ مَضَى؟

ترجمہ: ایک شخص نے ابن عباسؓ سے کہا: میں پاتا ہوں قرآن میں ایسی چیزیں جو مجھے متعارض نظر آتی ہیں، اس نے کہا: (الی آخرہ)

فَقَالَ:

[١-] ﴿ فَلاَ أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ﴾ فِي النَّفْخَةِ الأُوْلٰى، ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ﴿فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ

وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ﴾[الزمر: ٦٨] فَلاَ أَنْسَابَ عِنْدَ ذٰلِكَ وَلاَ يَتَسَاءَ لُوْنَ، ثُمَّ فِي النَّفْخَةِ الآخِرَةِ ﴿وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَتَسَآءَ لُوْنَ﴾

[٢-] وَأَمَّا قَوْلُهُ: ﴿مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾ ﴿وَلاَ يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ﴾ فَإِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ لِأَهْلِ الإِخْلاَصِ ذُنُوْبَهُمْ، وَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ: تَعَالَوْا نَقُوْلُ: لَمْ نَكُنْ مُشْرِكِيْنَ. فَخُتِمَ عَلٰى أَفْوَاهِهِمْ فَتَنْطِقُ أَيْدِيْهِمْ، فَعِنْدَ ذٰلِكَ عُرِفَ أَنَّ اللّٰهَ لاَ يُكْتَمُ حَدِيْثًا، وَعِنْدَهُ: ﴿يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ الآيَةَ[النساء: ٤٢]

[٣-] وَخَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ، ثُمَّ خَلَقَ السَّمَاءَ، ثُمَّ اسْتَوٰى إِلَى السَّمَاءِ، فَسَوَّاهُنَّ فِيْ يَوْمَيْنِ آخَرَيْنِ، ثُمَّ دَحَا الْأَرْضَ، وَدَحْيُهَا أَنْ أَخْرَجَ مِنْهَا الْمَاءَ وَالْمَرْعٰى، وَخَلَقَ الْجِبَالَ وَالْجِمَالَ وَالآكَامَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ يَوْمَيْنِ آخَرَيْنِ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ: ﴿دَحٰهَا﴾ وَقَوْلُهُ:﴿ خَلَقَ الْأَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ﴾ فَجُعِلَتِ الْأَرْضُ وَمَا فِيْهَا مِنْ شَيْئٍ فِيْ أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ، وَخُلِقَتِ السَّمَاوَاتُ فِيْ يَوْمَيْنِ.

[٤-] ﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ سَمَّى نَفْسَهُ ذٰلِكَ، وَذٰلِكَ قَوْلُهُ، أَيْ: لَمْ يَزَلْ كَذٰلِكَ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَمْ يُرِدْ شَيْئًا إِلَّا أَصَابَ بِهِ الَّذِيْ أَرَادَ.

فَلاَ يَخْتَلِفْ عَلَيْكَ الْقُرْآنُ، فَإِنَّ كُلًّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ.

(۲) ترجمہ: پس ابن عباسؓ نے فرمایا:

ا- جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب بے ہوش ہوجائیں گے، جیسا کہ سورۃ الزمر کی آیت ۶۸ میں ہے، اس وقت نہ ناتے کام آئیں گے نہ کوئی کسی کو پوچھے گا، پھر جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو لوگ اس کے بعد ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر پوچھیں گے۔

۲- قیامت کے دن جب مؤمنین کی مغفرت ہوجائے گی تو مشرکین ایک دوسرے سے کہیں گے: آؤ، ہم بھی کہیں کہ ہم مشرک نہیں تھے، پس ان کے مونہوں پر مہر کردی جائے گی اور ان کے ہاتھ بولیں گے، پس اس وقت وہ سمجھ جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز چھپائی نہیں جاسکتی، سورۃ النساء کی آیت ۴۲ میں اسی کا ذکر ہے۔

۳- پہلے دودنوں میں زمین پیدا کی یعنی اس کی ہیئت کذائی بنائی، مگر اس کی تکمیل نہیں کی، پھر دودنوں میں آسمانوں کو ٹھیک بنایا یعنی ان کی تکمیل کی، پھر زمین کو پھیلایا یعنی پانی اور چارہ نکالا، اور پہاڑ، اونٹ اور ٹیلے پیدا کئے، اور آسمان وزمین کی درمیانی چیزیں پیدا کیں، سورۃ النازعات میں جو زمین کو آسمان کے بعد بچھانے کا تذکرہ ہے وہ یہی ہے، پس زمین چاردنوں میں تیار ہوئی اور آسمان دودنوں میں (پس زمین کی تخلیق من وجہٍ آسمان سے مقدم ہے اور من وجہٍ مؤخر، اس لئے دونوں باتیں صحیح ہیں)

۴- اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ صفات بیان کی ہیں، انھوں نے اپنا یہ نام رکھا ہے، اور یہ سب اللہ کے ارشادات ہیں یعنی وہ ہمیشہ ایسے ہی ہیں یعنی ان کی صفات ازلی قدیم ہیں، پس بے شک اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے کوئی چیز مگر وہ چیز پایۂ تکمیل کو پہنچتی

ہے ـــــ پس نہ مختلف ہو تجھ پر قرآن، پس بے شک سارا ہی قرآن اللہ کے پاس سے ہے!

[٣-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿مَمْنُوْنٍ﴾: مَحْسُوْبٍ. [٤-] ﴿أَقْوَاتَهَا﴾: أَرْزَاقَهَا. [٥-] ﴿فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ أَمْرَهَا﴾: مِمَّا أُمِرَ بِهِ.[٦-]﴿نَحِسَاتٍ﴾: مَشَائِيْمَ.[٧-] ﴿وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ﴾: قَرَنَّا بِهِمْ. [٨-] ﴿تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلاَئِكَةُ﴾: عِنْدَ الْمَوْتِ. [٩-] ﴿اهْتَزَّتْ﴾ بِالنَّبَاتِ ﴿وَرَبَتْ﴾: ارْتَفَعَتْ.

٣-آیت ٨ میں ہے: ﴿لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ﴾: ان (مؤمنین صالحین) کے لئے ثواب ہے موقوف نہ ہونے والا۔ یہ ابن عباسؓ کی تفسیر ہے قَالَ: غیر منقوص (عمدۃ) اور مجاہدؒ نے ممنون کا ترجمہ کیا ہے محسوب: گنا ہوا یعنی بے حساب اجر!۔

۴-آیت ١٠ میں ہے: ﴿وَقَدَّرَ فِيْهَا أَقْوَاتَهَا﴾: اور تجویز کردیں زمین میں اس کی غذائیں ـــــ یعنی زمین پر بسنے والوں کی خوراکیں ایک خاص اندازے اور حکمت سے زمین کے اندر رکھ دیں۔

٥-آیت ١٢ میں ہے: ﴿وَأَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا﴾: اور وحی کی ہر آسمان میں اس کے معاملہ کی یعنی آسمانی مخلوقات کے لئے احکام بھیج دیئے۔

٦-آیت ١٦ میں ہے: ﴿فِيْ أَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ﴾: منحوس دنوں میں ـــــ مَشَائِيْم: مَشْؤْمَة کی جمع: منحوس۔

٧-آیت ٢٥ میں ہے: ﴿وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ﴾: اور ہم نے ان کے ساتھ لگادیئے ساتھ رہنے والے (شیاطین) قَرَنَّا بهم: قَيَّضْنَا کا ترجمہ ہے اور یہ کیلری اور عمدۃ القاری سے بڑھایا ہے۔ قَيَّضَ الله له كذا: اللہ کا کسی کو کوئی چیز عطا کرنا، مقدر کرنا۔

٨-آیت ٣٠ میں ہے: ﴿تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلاَئِكَةُ﴾: ان پر (موت کے وقت) فرشتے اتریں گے۔

٩-آیت ٣٩ میں ہے: ﴿فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ﴾: پھر جب ہم اس (دبی پڑی زمین) پر پانی برساتے ہیں تو وہ (گھاس کے ساتھ) لہلہاتی ہے اور ابھرتی ہے یعنی اس کی تروتازگی اور ابھارا قابل دید ہوجاتا ہے۔

[١٠-] وَقَالَ غَيْرُهُ: ﴿مِنْ أَكْمَامِهَا﴾: حِيْنَ تَطْلُعُ. [١١-] ﴿لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ﴾: أَيْ: بِعَمَلِيْ أَنَا مَحْقُوْقٌ بِهٰذَا. [١٢-] ﴿سَوَآءً لِّلسَّائِلِيْنَ﴾: قَدَّرَهَا سَوَاءً. [١٣-] ﴿فَهَدَيْنَاهُمْ﴾: دَلَلْنَاهُمْ عَلَى الْخَيْرِ وَالشَّرِّ، كَقَوْلِهِ: ﴿وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ﴾ وَكَقَوْلِهِ: وَ﴿هَدَيْنَاهُ السَّبِيْلَ﴾ وَالْهُدَى الَّذِيْ هُوَ الإِرْشَادُ بِمَنْزِلَةِ أَصْعَدْنَاهُ، مِنْ ذٰلِكَ قَوْلُهُ: ﴿أُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهِ﴾ [١٤-] ﴿يُوْزَعُوْنَ﴾: يُكَفُّوْنَ.[١٥-]﴿مِنْ أَكْمَامِهَا﴾: قِشْرُ الْكُفُرَّى الْكُمُّ.[١٦-]﴿وَلِيٌّ حَمِيْمٌ﴾: الْقَرِيْبُ. [١٧-] ﴿مِنْ مَّحِيْصٍ﴾: حَاصَ: حَادَ. [١٨-] ﴿مِرْيَةٍ﴾ وَمُرْيَةٍ وَاحِدٌ أَيْ: امْتِرَاءٌ. [١٩-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ﴾:

الْوَعِيْدُ. [۲۰-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿الَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ﴾: الصَّبْرُ عِنْدَ الْغَضَبِ وَالْعَفْوُ عِنْدَ الإِسَاءَ ةِ، فَإِذَا فَعَلُوْهُ عَصَمَهُمُ اللّٰهُ، وَخَضَعَ لَهُمْ عَدُوُّهُمْ ﴿كَأَنَّـهُ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ﴾

۱۰- آیت ۴۷ میں ہے: ﴿وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ مِنْ أَكْمَامِهَا﴾: اورنہیں نکلتے میوے اپنے غلاف سے (جب نکلتے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ ان کو جانتے ہیں)

۱۱- آیت ۵۰ میں ہے: ﴿لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ﴾: البتہ ضرور کہے گا وہ کہ یہ میرے لئے ہے یعنی میں نے فلاں تدبیر کی، میری تدبیر اور لیاقت سے یوں ہی ہونا چاہئے تھا، اب اس کو خدا کی مہربانی یاد نہیں رہتی۔ المَحْقُوْق: لائق، موزون۔

۱۲- آیت ۱۰ میں ہے: ﴿سَوَآءً لِّلسَّائِلِيْنَ﴾: زمین کا ٹھیک اندازہ کیا پوچھنے والوں کے لئے —— یعنی زمین چاردن میں بن کر تیار ہوئی، دوروز میں وہ خود پیدا کی گئی اور دوروز میں اس کے متعلقات کا بندوبست کیا، پس ٹھیک چاردن ہوئے۔

۱۳- آیت ۱۷ میں ہے: ﴿وَأَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنَاهُمْ﴾: اور رہے ثمود تو ہم نے ان کو راہ بتائی —— دَلَّه: راہ بتانا یعنی خیر وشر کی دونوں راہیں سجھادیں، سورۃ البلد آیت ۱۰ میں بھی ہدایت کے یہی معنی ہیں: ''اور ہم نے اس کو دونوں راستے بتلادیئے'' اور سورۃ الدہر آیت ۳ میں بھی یہی معنی ہیں: ''ہم نے اس کو راستہ بتلادیا'' —— ہدایت بایں معنی إراءۃُ الطریق کہلاتی ہے یعنی راستہ دکھانا، مگر اس کے لئے منزل تک پہنچنا لازم نہیں، راستہ بھٹک بھی سکتا ہے —— ہدایت کے دوسرے معنی ہیں: إیصال إلی المطلوب: منزل مقصود تک پہنچادینا، اب بھٹکنے کا سوال ختم ہوجائے گا، سورۃ الانعام ۹۰ میں ہدایت کے یہی معنی ہیں: ''یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے منزل مقصود تک پہنچادیا ہے، پس آپ انہی کے طریق پر چلئے'' —— أَصْعَدْنَاه: چڑھایا ہم نے اس کو یعنی پہنچایا اس کو۔

۱۴- آیت ۱۹ ہے: ﴿وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللّٰهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ﴾: اور جس دن جمع کئے جائیں گے اللہ کے دشمن دوزخ پر تو وہ روکے جائیں گے —— وَزَعَ الإنسانَ يَزَعُه وَزْعًا: روکنا، منع کرنا، قید میں رکھنا —— كَفَّ (ن) فلاناً عن الأمر كَفًّا: روکنا، باز رکھنا۔

۱۵- ابھی نمبر ۱۰ میں جو آیت آئی ہے، اس میں أَكْمَام ہے، یہ كُمّ (کاف کا پیش اور زیر) کی جمع ہے: کھجور کے شگوفے کا غلاف —— قِشْر: چھلکا۔ الكفرى: کھجور کا شگوفہ۔

۱۶- آیت ۳۴ میں ہے: ﴿كَأَنَّـهُ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ﴾: گویا وہ قریبی دوست ہے، گرم جوش دوست جیسا برتاؤ کرنے لگے گا۔

۱۷- آیت ۴۸ میں ہے: ﴿وَظَنُّوْا مَالَهُمْ مِنْ مَّحِيْصٍ﴾: اور سمجھ جائیں گے وہ کہ ان کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں —— مَحِيْص: ظرف مکان: پناہ گاہ، لوٹنے کی جگہ —— حَاصَ عن الحق: أى حاد عنه إلى شدة: حق سے اعراض کرکے سختی کی طرف لوٹ گیا۔

۱۸- آیت ۵۴ میں ہے: ﴿أَلَا إِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِنْ لِقَاءِ رَبِّهِمْ﴾: سنو! وہ اپنے رب کی ملاقات کے بارے میں شک

میں ہیں ـــــ مرية: میں میم کا زیر اور پیش دونوں درست ہیں، اور اس کے معنی ہیں: إِمْتِرَاء: شک کرنا۔

۱۹- آیت ۴۰ میں ہے: ﴿اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ﴾: جو چاہو کرو ـــــ مجاہدؒ نے فرمایا: یہ اجازت نہیں ہے بلکہ دھمکی ہے یعنی اچھا، جو تمہاری سمجھ میں آئے کئے جاؤ، مگر جان لو کہ اللہ تمہاری تمام حرکتوں کو دیکھ رہے ہیں۔

۲۰- آیت ۳۴ میں ہے: ﴿ادْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ﴾: ٹال دے (برے برتاؤ کو) نیک برتاؤ کے ذریعہ ـــــ ابن عباسؓ نے فرمایا: غصہ کے وقت صبر کر، اور کوئی برا برتاؤ کرے تو معاف کر، پس جب صحابہ نے ایسا کیا تو اللہ نے ان کو بچالیا، اور ان کے دشمن ان کے پیروں میں آ گئے، گویا وہ جگری دوست ہیں!

اللہ تعالیٰ زور سے کہی ہوئی اور چپکے سے کہی ہوئی باتیں سنتے ہیں

سورۃ حٰمٓ السجدۃ کی آیت ۲۲ ہے: ''اور تم چھپ نہیں سکتے تھے اس سے کہ تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں یعنی اپنے اعضاء سے چھپ کر کوئی کام نہیں کر سکتے تھے، البتہ تم اس گمان میں رہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے بہت سے اعمال کی خبر نہیں!'' (اسی گمان نے جو تم نے اپنے رب کے بارے میں قائم کیا تھا تم کو غارت کیا، اور تم خسارے میں پڑ گئے) ـــــ اس آیت کے شانِ نزول میں درج ذیل روایت آئی ہے:

[۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَمَا كُنتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلاَ أَبْصَارُكُمْ وَلاَ جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللّٰهَ لاَ يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾

[٤٨١٦-] حدثنا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أَبِيْ مَعْمَرٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ: ﴿وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ أَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ﴾ الآيَةَ قَالَ: كَانَ رَجُلاَنِ مِنْ قُرَيْشٍ وَخَتَنٌ لَهُمَا مِنْ ثَقِيْفٍ، أَوْ رَجُلاَنِ مِنْ ثَقِيْفٍ وَخَتَنٌ لَهُمَا مِنْ قُرَيْشٍ فِيْ بَيْتٍ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: أَتُرَوْنَ أَنَّ اللّٰهَ يَسْمَعُ حَدِيْثَنَا؟ قَالَ بَعْضُهُمْ: يَسْمَعُ بَعْضَهُ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَئِنْ كَانَ يَسْمَعُ بَعْضَهُ لَقَدْ يَسْمَعُ كُلَّهُ. فَأُنْزِلَتْ: ﴿وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلاَ أَبْصَارُكُمْ﴾ الآيَةَ. [طرفاه: ٤٨١٧، ٧٥٢١]

حدیث: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: قریش کے دو آدمی اور ان کا ایک ثقفی سسرالی یا ثقیف کے دو آدمی اور ان کا ایک قریشی سسرالی ایک گھر میں تھے، پس بعض نے بعض سے کہا: تمہارا کیا خیال ہے اللہ تعالیٰ ہماری باتیں سنتے ہیں؟ ایک نے کہا: بعض باتیں سنتے ہیں، دوسرے نے کہا: اگر بعض باتیں سنتے ہیں تو سب سنتے ہیں، پس باب میں مذکور آیت نازل ہوئی۔

یہ گمان تباہ کن ہے کہ ہمارے اعمال کی اللہ تعالیٰ کو خبر نہیں

اس باب میں حٰمٓ السجدة کی آیت ۲۳ ہے، اس کا ترجمہ گذشتہ باب میں بین القوسین کیا ہے، اور شانِ نزول کی بھی وہی روایت ہے جو گذشتہ باب میں آئی ہے۔

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمْ﴾ الآيَةَ

[٤٨١٧-] حدثنا الْحُمَيْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أَبِىْ مَعْمَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: اجْتَمَعَ عِنْدَ الْبَيْتِ قُرَشِيَّانِ وَثَقَفِيٌّ أَوْ ثَقَفِيَّانِ وَقُرَشِيٌّ، كَثِيْرَةٌ شَحْمُ بُطُوْنِهِمْ، قَلِيْلَةٌ فِقْهُ قُلُوْبِهِمْ، فَقَالَ أَحَدُهُمْ: أَتُرَوْنَ أَنَّ اللّٰهَ يَسْمَعُ مَا نَقُوْلُ؟ قَالَ الآخَرُ: يَسْمَعُ إِنْ جَهَرْنَا وَلاَ يَسْمَعُ إِنْ أَخْفَيْنَا، وَقَالَ الآخَرُ: إِنْ كَانَ يَسْمَعُ إِذَا جَهَرْنَا فَإِنَّهُ يَسْمَعُ إِذَا أَخْفَيْنَا، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلاَ أَبْصَارُكُمْ وَلاَ جُلُوْدُكُمْ﴾ الآيَةَ.

وَكَانَ سُفْيَانُ يُحَدِّثُنَا بِهٰذَا، فَيَقُوْلُ: حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ أَوِ ابْنُ أَبِىْ نَجِيْحٍ أَوْ حُمَيْدٌ أَحَدُهُمْ أَوِ اثْنَانِ مِنْهُمْ، ثُمَّ ثَبَتَ عَلٰى مَنْصُوْرٍ، وَتَرَكَ ذٰلِكَ مِرَارًا غَيْرَ وَاحِدَةٍ. [راجع: ٤٨١٦]

ترجمہ: ابن مسعودؓ کہتے ہیں: بیت اللہ کے پاس اکٹھا ہوئے دو قریشی اور ایک ثقفی، یا دو ثقفی اور ایک قریشی، ان کے پیٹوں کی چربی بہت تھی اور ان کے دلوں کا فہم برائے نام تھا، پس ان میں سے ایک نے کہا: تمہارا کیا خیال ہے: اللہ تعالیٰ وہ باتیں سن رہے ہیں جو ہم کر رہے ہیں؟ دوسرے نے کہا: اگر ہم زور سے باتیں کریں تو وہ سنتے ہیں، اور اگر ہم چپکے سے باتیں کریں تو وہ نہیں سنتے، پستیسرے نے کہا: اگر وہ سنتے ہیں جب ہم زور سے باتیں کریں تو وہ سنتے ہیں جب ہم چپکے سے باتیں کریں، یعنی دونوں صورتیں ان کے نزدیک یکساں ہیں، پس اللہ تعالیٰ نے حٰمٓ السجدة کی آیات ۲۲و۲۳ نازل فرمائیں۔

سند: حمیدیؒ کہتے ہیں: جب سفیان بن عیینہؒ ہم سے یہ حدیث بیان کرتے تھے تو منصور، ابن ابی نجیح اور حُمید کے نام لے کر کہتے تھے کہ ان میں سے ایک نے یا دو نے ہم سے یہ حدیث بیان کی، پھر صرف منصور کا نام لیتے تھے، دوسرے نام انھوں نے کئی بار چھوڑ دیئے (پس متعین ہوگیا کہ وہ منصور بن المعتمر سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں)

جہنم کافروں کا دائمی ٹھکانہ ہے

سورۃ حٰمٓ السجدة کی آیت ۲۴ ہے: ''پس اگر وہ صبر کریں تب بھی دوزخ ان کا (دائمی) ٹھکانا ہے یعنی ان کی خموشی باعث رحم نہیں ہوگی، اور اگر وہ عذر کرنا چاہیں تو بھی ان کا عذر قبول نہ ہوگا —— اِسْتَعْتَبَ فلانا: رضامندی اور خوشنودی چاہنا، راضی کرنا، منانا —— اور مُعْتَبْ: باب افعال سے اسم مفعول ہے، أَعْتَبَهُ: خفگی کے بعد خوش کر دینا، سب خفگی کو ختم کر دینا ——

اورحدیث وہی ہے جوگذشتہ بابوں میں آئی ہے، مگر سندنئی ہے، یہ سفیان ثوریؒ کی حدیث ہے، اور متن حسب سابق ہے۔

بَابُ قَوْلِهِ: ﴿فَإِنْ يَصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ وَإِنْ يَسْتَعْتِبُوْا فَمَاهُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ﴾

حدثنا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيىَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ مَنْصُوْرٌ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أَبِيْ مَعْمَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بِنَحْوِهِ.

٤٢ - حٰمٓ عٓسٓقٓ

[١-] وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ﴿عَقِيْمًا﴾: لاَتَلِدُ. [٢-] ﴿رُوْحًا مِّنْ أَمْرِنَا﴾: الْقُرْآنُ. [٣-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ﴾: نَسْلٌ بَعْدَ نَسْلٍ. [٤-] ﴿لاَحُجَّةَ بَيْنَنَا﴾: لاَخُصُوْمَةَ. [٥-] ﴿طَرْفٍ خَفِيٍّ﴾: ذَلِيْلٍ [٦-] وَقَالَ غَيْرُهُ: ﴿فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهِ﴾: يَتَحَرَّكْنَ وَلاَ يَجْرِيْنَ فِي الْبَحْرِ. [٧-] ﴿شَرَعُوْا﴾: ابْتَدَعُوْا.

سورۃ الشوریٰ کی تفسیر

۱- آیت ۵۰ میں ہے: ﴿وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا﴾: اور کردے جس کو چاہے بانجھ —— عَقِیم: نا قابل اولاد۔

۲- آیت ۵۲ میں ہے: ﴿وَكَذٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوْحًا مِنْ أَمْرِنَا﴾: اور اسی طرح بھیجی ہم نے آپؐ کی طرف حیات (زندگی) اپنے حکم سے —— اسی طرح یعنی گذشتہ انبیاء کی طرح —— روح: حیات، زندگی، مراد قرآنِ کریم ہے، کیونکہ اس کی تاثیر سے مردہ قلوب زندہ ہوتے ہیں، اور انسانوں کو ابدی حیات نصیب ہوتی ہے، سورۃ النحل کی دوسری آیت میں بھی قرآن کو روح سے تعبیر کیا ہے —— اور من تبعیضیہ ہے، قرآنِ کریم اللہ کا بعض حکم ہے، وحی قرآن میں منحصر نہیں، حدیثیں بھی وحی ہیں، اور من أمرنا: روحا سے حال ہے —— روح کی یہی تفسیر صحیح ہے، بعض مفسرین نے روح سے جبرئیل علیہ السلام کو مراد لیا ہے، مگر ابن عباسؓ کی تفسیر سیاق سے ہم آہنگ ہے۔

۳- آیت ۱۱ میں ہے: ﴿يَذْرَءُ كُمْ فِيْهِ﴾: تعداد بڑھاتے ہیں وہ تمہاری (جوڑے) بنانے کے ذریعہ یعنی انسانوں اور جانوروں کے جوڑے بنا کر ان کی نسلیں پھیلادیں۔

۴- آیت ۱۵ میں ہے: ﴿لاَحُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾: کچھ جھگڑا نہیں ہم میں اور تم میں —— داعی: مدعو سے کہتا ہے: ہم کو تم سے جھگڑنے اور بحث وتکرار کی ضرورت نہیں۔

۵- آیت ۴۵ میں ہے: ﴿يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ﴾: دیکھتے ہونگے چھپی نگاہ سے یعنی سہمے ہوئے مجرم کی طرف ذلت وندامت کے مارے نیچی نظر سے دیکھتے ہونگے، کسی سے پوری طرح آنکھ نہیں ملاسکیں گے۔

۶- آیت ۳۳ میں ہے: ﴿إِنْ يَّشَأْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهِ﴾: اگر وہ چاہیں تو ہوا کو روک دیں،

پس کشتیاں برابر دریا کی سطح پر ٹھہری رہیں یعنی ہوا بھی اللہ کے قبضہ میں ہے، اگر ہوا رک جائے تو تمام بادبانی جہاز دریا کی پیٹھ پر جہاں ہیں وہیں کھڑے رہ جائیں —— اور پانی کی موجوں کی وجہ سے ہلتے رہیں، مگر سمندر میں چل نہ پائیں —— غرض پانی اور ہوا سب اس کے زیر فرمان ہیں۔

۷- آیت ۲۱ میں ہے: ﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوْا لَهُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَالَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ؟﴾: کیا مشرکین کے لئے ایسے شرکاء ہیں جنھوں نے ان کے لئے ایسا دین مقرر کیا ہو جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی؟ —— شَرَعَ الدین: مذہب کی تعیین کرنا —— ابْتَدَعَ: نئی چیز جاری کرنا، ایجاد کرنا —— استفہام انکاری ہے یعنی ایسا کوئی شریک نہیں، پھر ان کے پجاری کس شریعت (راہ) پر چلیں گے؟

قُرْبیٰ کی صحیح تفسیر

آیت ۲۳ میں ہے: ﴿قُلْ: لَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبىٰ﴾: آپ کہیں: میں تم میں سے تبلیغ پر کچھ معاوضہ طلب نہیں کرتا، مگر رشتہ داری کی محبت (کی رعایت چاہتا ہوں!)

حدیث: طاؤس رحمہ اللہ کہتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکورہ آیت کے بارے میں پوچھا گیا: پس سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندانی رشتہ دار مراد ہیں یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد مراد ہے، ان سے محبت رکھنا مأمور بہ ہے، پس حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: تم نے آیت کی تفسیر کرنے میں جلدی کی یعنی بے سوچے سمجھے بات کہہ دی، بے شک قریش کا کوئی بطن ایسا نہیں تھا، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری نہ ہو، پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان سے فرمایا: ''مگر یہ کہ جوڑو تم اس رشتہ داری کو جو میرے اور تمہارے درمیان ہے'' یعنی میں تبلیغ قرآن پر تم سے کچھ نہیں چاہتا، صرف یہ چاہتا ہوں کہ تمہارے ساتھ میری رشتہ داری اور قرابت ہے، اس کی رعایت کرو اور مجھے تکلیف نہ پہنچاؤ۔

إلا المودة: استثناء منقطع ہے، کیونکہ یہ کوئی اجر نہیں جو اس کو مستثنیٰ متصل قرار دیں، بلکہ اس کو مجازاً اور ادعاءً معاوضہ قرار دیا ہے (اور حدیث پہلے تحفۃ القاری ۷: ۹۵ میں آئی ہے)

[۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبىٰ﴾

[۴۸۱۸-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ مَيْسَرَةَ، سَمِعْتُ طَاوُسًا، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ قَوْلِهِ: ﴿إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبىٰ﴾ فَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ: قُرْبىٰ آلِ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: عَجِلْتَ، إِنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم لَمْ يَكُنْ بَطْنٌ مِنْ قُرَيْشٍ إِلَّا كَانَ لَهُ فِيْهِمْ قَرَابَةٌ، فَقَالَ: إِلَّا أَنْ تَصِلُوْا مَا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ مِنَ الْقَرَابَةِ. [راجع: ۳۴۹۷]

٤٣- ﴿حمٓ﴾ الزُّخْرف

[١-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿عَلٰى أُمَّةٍ﴾: إِمَامٍ. [٢-] ﴿وَقِيْلِهِ يَارَبِّ﴾ تَفْسِيْرُهُ: أَيَحْسَبُوْنَ أَنَّا لاَنَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ، وَلاَ نَسْمَعُ قِيْلَهُمْ. [٣-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿وَلَوْلاَ أَنْ يَكُوْنَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً﴾: لَوْلاَ أَنْ أَجْعَلَ النَّاسَ كُلَّهُمْ كُفَّارًا لَجَعَلْتُ لِبُيُوْتِ الْكُفَّارِ، ﴿سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ﴾: مِنْ فِضَّةٍ، وَهِيَ دَرَجٌ وَسُرُرُ فِضَّةٍ. [٤-] ﴿مُقْرِنِيْنَ﴾: مُطِيْقِيْنَ. [٥-] ﴿ءَاسَفُوْنَا﴾: أَسْخَطُوْنَا. [٦-] ﴿يَعْشُ﴾: يَعْمَى.

سورۃ الزخرف کی تفسیر

۱-آیت ۲۲ میں ہے: ﴿إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَ نَا عَلٰى أُمَّةٍ﴾: ہم نے پایا اپنے اسلاف کو ایک مذہب پر —— یہ حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر ہے، انھوں نے أمة کے معنی دین کے کئے ہیں —— اور مجاہدؒ نے إمام (پیشوا) ترجمہ کیا ہے یعنی ہمارے پیشوا ہمارے اسلاف ہیں —— یہ آباء کی اندھی تقلید مشرکین کی زبردست دلیل تھی۔

۲-آیت ۸۸ ہے: ﴿وَقِيْلِهِ يَا رَبِّ إِنَّ هٰؤُلآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾: اور قسم ہے رسول کے قول کی کہ اے میرے رب! یہ لوگ ایمان نہیں لاتے —— قِيْل اور قول ایک ہیں، دونوں مصدر ہیں —— اس آیت کی ترکیب اور تفسیر میں تین قول ہیں:

(الف) قِيْلَهُ منصوب ہے، اور آیت ۸۰ میں سِرَّهُمْ پر معطوف ہے: پس معطوف معطوف علیہ کے ساتھ مطلب یہ ہوگا: کیا کفار خیال کرتے ہیں کہ ہم نہیں سنتے ان کے رازوں کو اور ان کی سرگوشیوں کو اور ہم نہیں سنتے ان کی باتوں کو امام بخاریؒ نے یہ تفسیر ذکر کی ہے —— اس تفسیر پر یہ اعتراض ہے کہ اس صورت میں قِيْلَهُم ہونا چاہئے، مفرد ضمیر کفار کی طرف کیسے لوٹے گی؟ اور سیاق (مابعد) سے بھی کچھ تعلق باقی نہیں رہے گا۔ علاوہ ازیں ابن مسعودؓ کی قراءت میں: وقال الرسول یا رب ہے، جیسا کہ آگے نمبر ۲۵ پر آرہا ہے، پس ضمیر کا مرجع متعین ہے۔

(ب) قِيْلِهِ: مجرور ہے اور آیت ۸۵ میں الساعة پر معطوف ہے، اس صورت میں مطلب ہوگا کہ اللہ کو قیامت کی بھی خبر ہے اور رسول کے اس کہنے کی بھی خبر ہے کہ اے میرے رب! یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ یہ ترجمہ حضرت تھانویؒ نے کیا ہے۔

(ج) قِيْلِهِ مجرور ہے، اور واو قسمیہ ہے، اب ترجمہ ہوگا: قسم ہے رسول کے اس کہنے کی کہ اے میرے رب! یہ لوگ ایمان نہیں لاتے —— یہ ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ نے کیا ہے۔

۳-آیت ۳۴-۳۶ ہیں: ﴿وَلَوْلاَ أَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ۝ وَلِبُيُوْتِهِمْ أَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِئُوْنَ ۝ وَزُخْرُفًا، وَإِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا، وَالآخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾: اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمام لوگ ایک ہی طریقہ پر ہوجائیں گے تو رحمان کا انکار کرنے والوں کے لئے ان کے گھروں کی چھتوں کو چاندی کی کردیتے، اور زینے بھی جن پر وہ چڑھتے ہیں، اور

ان کے گھروں کے دروازے اور مسہریاں بھی جن پر وہ ٹیک لگاتے ہیں، اور سونے کے (کر دیتے) اور نہیں ہے یہ سب مگر دنیوی زندگی کے برتنے کا سامان، اور آپ کے رب کے یہاں آخرت پرہیزگاروں کے لئے ہے —— یعنی دنیوی سامان اللہ کے نزدیک بے قدر ہے، اور ایک خاص مصلحت مانع نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافروں کے مکانوں کی چھتیں، زینے، دروازے اور تخت چوکیاں سونے چاندی کی کر دیتے یعنی اتنی فراوانی دیتے، مگر ایسا کرتے تو لوگ یہ دیکھ کر کہ کافروں ہی کو یہ سب سامان ملتا ہے: سب کفر کا راستہ اختیار کر لیتے، اور یہ بات مصلحت الٰہی کے خلاف ہوتی، اس لئے ایسا نہیں کیا۔

عبارت کا ترجمہ: اگر نہ ہوتی یہ بات کہ میں بنادوں گا تمام انسانوں کو کافر تو میں کفار کے گھروں کے لئے چھتیں بناتا چاندی کی، اور سیڑھیاں چاندی کی، اور معارج: سیڑھیاں ہیں، اور چاندی کی مسہریاں۔

۴- آیت ۱۳ میں ہے: ﴿وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِيْنَ﴾: اور ہم اس (سواری) کو قابو میں نہیں لا سکتے تھے —— **مُقْرِنٌ**: اسم فاعل، إِقْرَان مصدر: قابو میں لانے والے، بس میں کرنے والے۔

۵- آیت ۵۵ ہے: ﴿فَلَمَّا آسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ أَجْمَعِيْنَ﴾: پھر جب انھوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا، پس سب کو غرقاب کر دیا —— آسفوا: ماضی جمع مذکر غائب، إِيْسَافٌ: غصہ دلانا، ناراض کرنا۔

۶- آیت ۳۶ ہے: ﴿وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِيْنٌ﴾: اور جو رحمان کی نصیحت سے اندھا بن جاتا ہے: ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں، پس وہ اس کا ساتھی ہو جاتا ہے (وہ اس کو سبز باغ دکھاتا رہتا ہے، اور آدمی اپنے طریقہ پر مگن رہتا ہے) عَشَا (ن) عَشْوًا: رتوندا ہونا، نگاہ کی کمزوری سے کوئی چیز نہ دیکھنا۔

[۷-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿أَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ﴾: أَيْ: تُكَذِّبُوْنَ بِالْقُرْآنِ، ثُمَّ لَا تُعَاقَبُوْنَ عَلَيْهِ؟ [۸-] ﴿وَمَضٰى مَثَلُ الْأَوَّلِيْنَ﴾: سُنَّةُ الْأَوَّلِيْنَ. [۹-] ﴿مُقْرِنِيْنَ﴾ يَعْنِي الإِبِلَ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ. [۱۰-] ﴿يُنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ﴾: الْجَوَارِيْ، جَعَلْتُمُوْهُنَّ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا، فَكَيْفَ تَحْكُمُوْنَ؟ [۱۱-] ﴿لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ﴾: يَعْنُوْنَ الْأَوْثَانَ، لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿مَالَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ﴾: الْأَوْثَانُ إِنَّهُمْ لَايَعْلَمُوْنَ. [۱۲-] ﴿فِيْ عَقِبِهِ﴾: وَلَدِهِ. [۱۳-] ﴿مُقْتَرِنِيْنَ﴾: يَمْشُوْنَ مَعًا. [۱۴-] ﴿سَلَفًا﴾: قَوْمُ فِرْعَوْنَ سَلَفًا لِكُفَّارِ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم ﴿وَمَثَلًا﴾: عِبْرَةً.

۷- آیت ۵ ہے: ﴿أَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا أَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ﴾: کیا ہم پھیر دیں تم سے اس نصیحت نامہ (قرآن) کو اس سبب سے کہ تم حد سے گذرنے والے لوگ ہو؟ یعنی ہم حکم بھیجنا موقوف کر دیں؟ ایسا نہیں کریں گے —— حضرت فرماتے ہیں: یعنی تم قرآن کو جھٹلاتے ہو، پس کیا اس پر سزا نہیں دیئے جاؤ گے؟

۸- آیت ۸ میں ہے: ﴿وَمَضٰى مَثَلُ الْأَوَّلِيْنَ﴾: اور گذشتہ قوموں کے احوال تمہارے سامنے ہیں —— مَثَل:

اگلوں کی حالت۔

۹- یہ لفظ ابھی نمبر۴ پر گذرا ہے، اور سواری سے مراد اونٹ، گھوڑے، خچر اور گدھے ہیں۔

۱۰- آیت ۱۸ میں ہے: ﴿أَوَمَنْ يُنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ﴾: کیا جو زیور میں نشو ونما پائے یعنی لڑکیاں، تم نے ان کو رحمان کی اولاد بنایا، پس کیسا فیصلہ کرتے ہو؟ —— يُنَشَّأُ: مضارع مجہول، تنشئة مصدر باب تفعیل: پرورش پانا۔

۱۱- آیت ۲۰ میں ہے: ﴿وَقَالُوْا: لَوْشَاءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ، مَالَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ، إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾: اور کہا انھوں نے: اگر مہربان اللہ چاہتے تو ہم ان (مورتیوں) کو نہ پوجتے، انہیں مورتیوں کے معبود ہونے کے سلسلہ میں کچھ علم نہیں یعنی مورتیاں معبود ہیں اس کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں، محض اٹکل کے تیر چلاتے ہیں۔

۱۲- آیت ۲۸ میں ہے: ﴿وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ﴾: اور (توحید کو) اپنی اولاد میں باقی رہنے والا عقیدہ بنایا۔

۱۳- آیت ۵۳ میں ہے: ﴿أَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلَا ئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ﴾: یا آتے اس کے ساتھ فرشتے پرا باندھے ہوئے —— مُقْتَرِنٌ: اسم فاعل: اِقْتِرَان (افتعال) ساتھ ساتھ چلنے والا۔

۱۴- آیت ۵۶ ہے: ﴿فَجَعَلْنَاهُمْ سَلَفًا وَمَثَلًا لِلْآخِرِيْنَ﴾: پس بنادیا ہم نے ان کو گیا گذرا، اور عبرت پچھلوں کے لئے —— یعنی فرعون کی قوم اس امت کے کفار کے لئے نمونہ اور عبرت ہے۔

[۱۵-] ﴿يَصِدُّوْنَ﴾: يَضِجُّوْنَ. [۱۶-] ﴿مُبْرِمُوْنَ﴾: مُجْمِعُوْنَ. [۱۷-] ﴿أَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ﴾: أَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ. [۱۸-] ﴿إِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ﴾: الْعَرَبُ تَقُوْلُ: نَحْنُ مِنْكَ الْبَرَاءُ وَالْخَلَاءُ، وَالْوَاحِدُ وَالِاثْنَانِ وَالْجَمِيْعُ، مِنَ الْمُذَكَّرِ وَالْمُؤَنَّثِ يُقَالُ فِيْهِ: بَرَآءٌ لِأَنَّهُ مَصْدَرٌ، وَلَوْ قَالَ: بَرِيْءٌ لَقِيْلَ فِي الِاثْنَيْنِ: بَرِيْئَانِ، وَفِي الْجَمِيْعِ: بَرِيْئُوْنَ. وَقَرَأَ عَبْدُ اللّٰهِ: ﴿إِنَّنِيْ بَرِيْءٌ﴾ بِالْيَاءِ. [۱۹-] وَالزُّخْرُفُ: الذَّهَبُ. [۲۰-] ﴿مَلَا ئِكَةً يَخْلُفُوْنَ﴾: يَخْلُفُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا.

۱۵- آیت ۵۷ میں ہے: ﴿إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ﴾: پس آپ کی قوم عیسیٰ کی مثال سے چلانے لگتی ہے —— يَصِدُّون: مضارع جمع مذکر غائب، صَدَّ منه (ض) صَدًّا: چلانا، شور مچانا۔ ضَجَّ (ض) ضَجًّا: شور وغل مچانا۔

۱۶- آیت ۷۹ ہے: ﴿أَمْ أَبْرَمُوْا أَمْرًا فَإِنَّا مُبْرِمُوْنَ﴾: کیا انھوں نے کوئی بات طے کی ہے، پس ہم بھی طے کرنے والے ہیں —— کفار مکہ نے طے کیا تھا کہ جو مسلمان ہو اس کو مار مار کر الٹا پھیریں، اور جو باہر سے آئے اس کے کان بھریں، تاکہ وہ اس شخص کے پاس نہ بیٹھے، اور اللہ نے طے کیا کہ نبی اور مؤمنین کو عروج حاصل ہو —— أَبْرَمَ: قطعی فیصلہ کرنا —— أَجْمَعَ الأمر: پختہ کرنا۔

۱۷- آیت ۸۱ ہے: ﴿قُلْ: إِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ﴾: آپ کہیں: اگر مہربان اللہ کی کوئی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا ہوتا —— میں سب سے پہلے اس اولاد کو خدا مانتا، اور اس پر ایمان لاتا۔

۱۸- آیت ۲۶ میں ہے: ﴿إِنَّنِیْ بَرَاءٌ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ﴾: (ابراہیمؑ نے اپنی قوم اور اپنے باپ سے کہا:) میں بیزار ہوں (الگ ہوں) ان چیزوں سے جن کو تم پوجتے ہو —— بَرَاءٌ: مصدر ہے جو صفت کے طور پر استعمال کیا گیا ہے، اور ایسی صورت میں واحد، تثنیہ، جمع، مذکر و مؤنث یکساں ہوتے ہیں یعنی سب کے لئے ایک طرح استعمال ہوتا ہے —— اور ابن مسعودؓ کی قراءت میں بَرِیْءٌ ہے، یہ بروزن فعیل بَرَاءَ ۃ سے بمعنی اسم فاعل ہے، اس کا تثنیہ جمع آتا ہے —— اور عربی محاورہ ہے: نحن منك البراء و الخلاء: ہم تم سے بیزار اور علاحدہ ہیں!

۱۹- آیات ۳۵ میں زُخْرُفٌ ہے، اس کے معنی ہیں: سونا۔ یہ آیتیں نمبر ۳ میں آ گئی ہیں۔

۲۰- آیت ۶۰ ہے: ﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلاَ ئِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُوْنَ﴾: اور اگر ہم چاہتے تو ضرور بنا دیتے زمین میں تم میں سے فرشتے جو یکے بعد دیگرے رہا کرتے یخلفون خَلْف مصدر سے فعل مضارع ہے —— عیسیٰ علیہ السلام میں فرشتوں کے آثار تھے، مگر اتنی بات سے کوئی معبود نہیں بن جاتا، اللہ چاہیں تو سبھی انسانوں کو آثار ملائکہ کا حامل بنا سکتے ہیں، علاوہ ازیں: خود فرشتے معبود نہیں، پھر ان کے آثار کا حامل کیسے معبود ہو سکتا ہے؟

[۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَنَادَوْا يَامَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ﴾

[۲۱-] [۴۸۱۹-] حدثنا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلٰى، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقْرَأُ عَلَى الْمِنْبَرِ: ﴿وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ﴾[راجع: ۳۲۳۰] [۲۲-] وَقَالَ قَتَادَةُ: ﴿مَثَلاً لِلْآخِرِيْنَ﴾: عِظَةً. [۲۳-] وَقَالَ غَيْرُهُ: ﴿مُقْرِنِيْنَ﴾: ضَابِطِيْنَ، يُقَالُ: فَلَانٌ مُقْرِنٌ لِفُلَانٍ: ضَابِطٌ لَهُ.

۲۱- آیت ۷۷ ہے: ﴿وَنَادَوْا يَامَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ، قَالَ: إِنَّكُمْ مَاكِثُوْنَ﴾: جہنمی پکار کر کہیں گے: اے مالک! چاہئے کہ تمہارا پروردگار موت دے کر ہمارا کام تمام کردے! وہ جواب دے گا: تم ہمیشہ جہنم میں ٹھہرنے والے ہو —— مالک اس فرشتہ کا نام ہے جو جہنم کا داروغہ (ذمہ دار) ہے —— یہ آیت نبی ﷺ نے کبھی جمعہ کے خطبہ میں پڑھی ہے۔

۲۲- مَثَلاً کے معنی نمبر ۱۴ پر گذرے ہیں: عبرت، نصیحت۔

۲۳- مُقْرِنِيْنَ کے معنی نمبر ۴ پر آ گئے ہیں: قابو میں کرنے والے، ضَابِط: قابو میں کرنے والا، محاورہ ہے: فلانٌ مُقْرِن لفلان: فلاں فلاں کو قابو میں کرنے والا ہے، وہ اس کی مٹھی میں ہے۔

[۲۴-] و﴿الْأَكْوَابُ﴾: الْأَبَارِيْقُ الَّتِيْ لاَخَرَاطِيْمَ لَهَا. [۲۵-] ﴿أَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾: أَيْ: مَاكَانَ فَأَنَا أَوَّلُ الْآنِفِيْنَ، وَهُمَا لُغَتَانِ: رَجُلٌ عَابِدٌ وَعَبِدٌ وَقَرَأَ عَبْدُ اللّٰهِ: ﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يَارَبِّ﴾ وَيُقَالُ: ﴿أَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ﴾ الْجَاحِدِيْنَ، مِنْ: عَبِدَ يَعْبَدُ. [۲۶-] وَقَالَ قَتَادَةُ: ﴿فِيْ أُمِّ الْكِتَابِ﴾: جُمْلَةِ الْكِتَابِ، أَصْلِ الْكِتَابِ.

[۲۷-] ﴿أَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا أَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ﴾: مُشْرِكِيْنَ. وَاللّٰهِ لَوْ أَنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ رُفِعَ حَيْثُ رَدَّهُ أَوَائِلُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ لَهَلَكُوْا. [۲۸-] ﴿فَأَهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَمَضٰى مَثَلُ الْأَوَّلِيْنَ﴾: عُقُوْبَةُ الْأَوَّلِيْنَ. [۲۹-] ﴿جُزْءً ا﴾: عِدْلاً.

۲۴-آیت ۷۱ ہے: ﴿يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِنْ ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ﴾: (غلمان) ان (جنتیوں) کے پاس سونے کی رکابیاں اور بے دستہ کے لوٹے لئے پھیریں گے۔ کُوْب: بے دستہ کا لوٹا ـــــ خُرطوم: سونڈ، ناک، دستہ۔

۲۵-آیت ۸۱ ہے: ﴿قُلْ: إِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ﴾: کہیں: اگر رحمان کی کوئی اولاد ہوتی تو سب سے پہلے میں اس کی عبادت کرتا ـــــ یہ آیت نمبر ۷ اپر آچکی ہے، اب عابدین کے ایک دوسرے نامناسب معنی بیان کرنے کے لئے دوبارہ لائے ہیں ـــــ عَبِدَ (س) عَبَدًا وَعَبَدَةً کے معنی ہیں: ناک منہ چڑھانا ـــــ أَنِفَ (س) منه أَنَفًا و آنَفَةً: ناک چڑھنا، نفرت کرنا ـــــ أولُ العابدین کے معنی تو پہلے آئے ہیں، دوسری قراءت أولُ العَبِدِيْنَ ہے: یعنی میں پہلا ناک منہ چڑھانے والا ہوتا، یعنی اگر اللہ کی اولاد ہوتی تو بھی میں اس کی عبادت نہ کرتا ـــــ ترجمہ: جو اولاد ہوتی تو بھی میں سب سے پہلے نفرت کرنے والا ہوں، اور وہ دو لغتیں ہیں: رجل عابد اور عَبِدٌ (عابد: مؤمن، عَبِدٌ: نفرت کرنے والا)

اور آیت ۸۸: ﴿وَقِيْلِهِ يَارَبِّ﴾: ابن مسعودؓ کی قراءت میں: وقال الرسول: یارب ہے (یہ بے جوڑ بات درمیان میں آگئی ہے) اور کہا جاتا ہے أولُ العَبِدِين: یعنی انکار کرنے والا، یہ باب سمع سے ہے۔

۲۶-آیت ۴ ہے: ﴿وَإِنَّهُ فِيْ أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ﴾: اور بے شک وہ قرآن ہمارے پاس اصل کتاب (لوح محفوظ) میں یقیناً بڑے رتبہ کی اور حکمت بھری کتاب ہے ـــــ الجُمْلة: ہر چیز کا مجموعہ یعنی لوح محفوظ۔

۲۷-نمبر ۷ پر اس آیت کی تفسیر آچکی ہے، مُسْرِفین: حد سے تجاوز کرنے والے یعنی مشرکین ـــــ ترجمہ: بخدا! اگر یہ قرآن اٹھالیا گیا ہوتا کیونکہ اس امت کے پہلوں نے اس کو رد کردیا ہے تو وہ ضرور ہلاک ہوجاتے۔

۲۸-آیت ۲۸ کی تفسیر نمبر ۸ پر آچکی ہے ـــــ اگلوں کے حالات یعنی جو اگلوں کو سزا دی گئی ہے وہ تمہارے سامنے ہے۔

۲۹-آیت ۱۵ ہے: ﴿وَجَعَلُوْا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءً ا﴾: اور ان لوگوں نے خدا کے بندوں میں سے خدا کا جز ٹھہرایا یعنی برابر کا تجویز کیا۔ عِدْل: برابر، مساوی۔

٤٤- الدخان

[۱-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿رَهْوًا﴾: طَرِيْقًا يَابِسًا. [۲-] ﴿عَلَى الْعَالَمِيْنَ﴾: عَلٰى مَنْ بَيْنَ ظَهْرَيْهِ. [۳-] ﴿فَاعْتِلُوْهُ﴾: ادْفَعُوْهُ. [٤-] ﴿وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُوْرٍ﴾: أَنْكَحْنَاهُمْ حُوْرًا عِيْنًا يَحَارُ فِيْهَا الطَّرْفُ. [٥-] ﴿تَرْجُمُوْنِ﴾: الْقَتْلُ. [٦-] و﴿رَهْوًا﴾ سَاكِنًا. [٧-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿كَالْمُهْلِ﴾: أَسْوَدُ كَمُهْلِ

الزَّيْتِ. [۸-] وَقَالَ غَيْرُهُ: ﴿تُبَّعٍ﴾: مُلُوْكُ الْيَمَنِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ يُسَمَّى تُبَّعًا، لِأَنَّهُ يَتْبَعُ صَاحِبَهُ، وَالظِّلُّ يُسَمَّى تُبَّعًا لِأَنَّهُ يَتْبَعُ الشَّمْسَ.

سورۃ الدخان کی تفسیر

۱- آیت ۲۴ میں ہے: ﴿وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا﴾: اور رہنے دیں دریا کو تھما ہوا ـــــ رَهَا(ن) رَهْوًا: پرسکون ہونا، جوش ٹھنڈا ہونا یعنی لاٹھی مارنے سے جب سمندر میں راستے نکل آئیں، اور بنی اسرائیل پار ہوجائیں تو سمندر کو اسی حال میں ٹھہرا ہوا چھوڑ دیں، دوبارہ لاٹھی مار کر پانی نہ ملائیں، تاکہ فرعون اس میں ڈوب مرے۔

۲- آیت ۳۲ ہے: ﴿وَلَقَدِ اخْتَرْنَاهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعَالَمِيْنَ﴾: اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو علی وجہ البصیرت تمام دنیا جہاں والوں پر فوقیت بخشی! ـــــ علی وجہ البصیرت: یعنی وہ برتری کے مستحق تھے ـــــ اور دنیا جہاں کے لوگوں پر یعنی ان کے زمانہ کی سب اقوام پر ان کو فضیلت بخشی۔

۳- آیت ۴۷ ہے: ﴿خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ إِلٰى سَوَاءِ الْجَحِيْمِ﴾: پکڑو اس کو اور گھسیٹ کر لے جاؤ اس کو دوزخ کے بیچوں بیچ! ـــــ اعْتِلُوْا: فعل امر، از باب نصر وضرب، مصدر عَتْل: دھکیل کر لے جانا، زبردستی کھینچ کر لے جانا ـــــ اِدْفَعُوْه: دھکا دو اس کو۔

۴- آیت ۵۴ ہے: ﴿وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ﴾: اور نکاح کرائیں گے ہم ان کا گوری بڑی آنکھوں والیوں سے ـــــ حُوْر: حَوْرَاء کی جمع ہے، جو أَحْوَرُ کا مؤنث ہے: سیاہ آنکھ والی عورت اور حور کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان کو دیکھ کر نگاہ حیران ہوجائے گی۔

۵- آیت ۲۰ ہے: ﴿وَإِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ أَنْ تَرْجُمُوْنِ﴾: اور میں پناہ چاہتا ہوں اپنے رب کی اور تمہارے رب کی اس بات سے کہ تم مجھے سنگسار کردو یعنی قتل کردو۔

۶- رَهْوا کے معنی ابھی نمبر ایک میں آگئے۔ ساکن: تھما ہوا۔

۷- آیت ۴۵ میں ہے: ﴿كَالْمُهْلِ﴾: جیسے تیل کی تل چھٹ (گاد) ـــــ سیاہ زیتون کے تیل کی تل چھٹ کی طرح ـــــ پگھلی ہوئی دھات بھی اس کا ترجمہ ہے۔

۸- آیت ۳۷ میں تُبَّع کا ذکر آیا ہے، یہ یمن کے بادشاہوں کا لقب ہے، وجہ تسمیہ: ایک بادشاہ دوسرے کے پیچھے آتا تھا: اس لئے یہ نام پڑا ـــــ اور سایہ کو بھی تُبَّع کہتے ہیں، اس لئے کہ وہ سورج کے پیچھے آتا ہے۔

پانچ پیشین گوئیاں پوری ہوگئیں

آیت ۱۰ میں ہے: ''پس تو انتظار کر اس دن کا کہ لائے آسمان واضح دھواں!'' دخان میں سلف کے دو قول ہیں: (۱) قیامت

کے قریب ایک دھواں اٹھے گا، جس سے مؤمنین کو زکام جیسا ہوجائے گا، اور کافروں کے پورے بدن میں بھر جائے گا۔
(۲) اور ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ قحط سالی اور بھوک مری کی وجہ سے فضاء میں نظر آنے والا دھواں تھا اور یہ نشانی پائی جاچکی اور قیامت کے قریب ظاہر ہونے والے دھویں کا قرآن میں ذکر نہیں، حدیثوں میں اس کا ذکر ہے، وہ ابھی واقعہ نہیں بنا، تفصیل کے لئے دیکھیں: تحفۃ القاری (۳:۳۳۴)

[۱-] بَابٌ: ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ﴾

وَقَالَ قَتَادَةُ: ﴿فَارْتَقِبْ﴾: فَانْتَظِرْ.

[٤٨٢٠-] حدثنا عَبْدَانُ، عَنْ أَبِيْ حَمْزَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: مَضَى خَمْسٌ: الدُّخَانُ، وَالرُّوْمُ، وَالْقَمَرُ، وَالْبَطْشَةُ، وَاللِّزَامُ. [راجع: ١٠٠٧]

ترجمہ: پانچ پیشین گوئیاں پوری ہوچکیں: (۱) دھویں کی پیشین گوئی جو مذکورہ آیت میں ہے۔ (۲) رومیوں کے دوبارہ جیتنے کی پیشین گوئی جس کا ذکر سورۃ الروم کے شروع میں ہے۔ (۳) شق القمر کی پیشین گوئی، جس کا ذکر سورۃ القمر کے شروع میں ہے۔ (۴) سخت پکڑ کی پیشین گوئی جس کا ذکر سورۃ الدخان میں ہے۔ (۵) وبال آنے کی پیشین گوئی جس کا ذکر سورۃ الفرقان کی آخری آیت میں ہے۔

قحط سالی کی وجہ سے نظر آنے والا دھواں اللہ کا دردناک عذاب تھا

حدیث: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ (قحط سالی) صرف بایں وجہ تھی کہ قریش نے جب نبی ﷺ کی دعوت کی نافرمانی کی تو آپ نے ان کے لئے یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی قحط سالیوں جیسی قحط سالی کی بددعا کی، چنانچہ وہ قحط اور مشقت سے دوچار ہوئے، یہاں تک کہ انھوں نے ہڈیاں کھائیں، پس آدمی آسمان کی طرف دیکھا کرتا تھا تو وہ اپنے اور آسمان کے درمیان مشقت کی وجہ سے دھویں جیسی چیز دیکھتا تھا، پس آیات: ﴿فَارْتَقِبْ﴾ نازل ہوئیں —— ابن مسعودؓ کہتے ہیں: پس رسول اللہ ﷺ آئے گئے یعنی ابوسفیان یا کعب بن مرۃ آیا، اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! قبیلہ مضر کے لئے یعنی قریش کے لئے بارش طلب کریں، کیونکہ وہ تباہ ہوچکے ہیں! آپؐ نے فرمایا: ''مضر کے لئے؟! بے شک تو بڑی جسارت کررہا ہے!'' پھر آپؐ نے بارش کے لئے دعا کی، چنانچہ وہ سیراب کئے گئے، پس سورۃ الدخان کی آیت ۱۵ نازل ہوئی کہ تم یقیناً لوٹنے والے ہو، پس جب ان کو خوش حالی پہنچی تو وہ اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹ گئے، جب ان کو خوش حالی پہنچی، پس اللہ نے آیت ۱۶ نازل کی کہ وہ دن یاد کرو جب ہم بڑی پکڑ پکڑیں گے، بے شک ہم بدلہ لینے والے ہیں —— ابن مسعودؓ نے کہا: اللہ تعالیٰ جنگ بدر کو مراد لے رہے ہیں۔

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيْمٌ﴾

[۴۸۲۱-] حدثنا يَحْيىَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: إِنَّمَا كَانَ هٰذَا لِأَنَّ قُرَيْشًا لَمَّا اسْتَعْصَوْا عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم دَعَا عَلَيْهِمْ بِسِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ، فَأَصَابَهُمْ قَحْطٌ وَجَهْدٌ حَتّٰى أَكَلُوْا الْعِظَامَ، فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ فَيَرَى مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا كَهَيْئَةِ الدُّخَانِ مِنَ الْجُهْدِ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ○ يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيْمٌ﴾ قَالَ: فَأُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقِيْلَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اسْتَسْقِ اللّٰهَ لِمُضَرَ، فَإِنَّهَا قَدْ هَلَكَتْ. قَالَ: " لِمُضَرَ؟! إِنَّكَ لَجَرِيْءٌ" فَاسْتَسْقَى فَسُقُوْا، فَنَزَلَتْ: ﴿إِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ﴾ فَلَمَّا أَصَابَتْهُمُ الرَّفَاهِيَةُ عَادُوْا إِلىٰ حَالِهِمْ حِيْنَ أَصَابَتْهُمُ الرَّفَاهِيَةُ. فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: ﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرىٰ إِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ﴾ قَالَ: يَعْنِي يَوْمَ بَدْرٍ.[راجع: ۱۰۰۷]

کتّے کی دُم موئے پر بھی ٹیڑھی!

قریش نے دعا کی: الٰہی! قحط سالی کے عذاب سے ہمیں نجات دیں! ہم ایمان لے آئیں گے! جواب میں فرمایا: ﴿أَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرىٰ﴾: ان کو کب نصیحت حاصل ہوسکتی ہے! کتّے کی دُم مرنے کے بعد بھی ٹیڑھی ہی رہتی ہے، آپ کی دعا سے بارش ہوئی مگر وہ ایمان نہ لائے، اور حدیث ابھی اسی جلد میں سورۃ الروم کی تفسیر میں آچکی ہے۔

[۳-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُوْنَ﴾

[۴۸۲۲-] حدثنا يَحْيىَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوْقٍ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلىٰ عَبْدِ اللّٰهِ، فَقَالَ: إِنَّ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ تَقُوْلَ لِمَا لاَ تَعْلَمُ: اللّٰهُ أَعْلَمُ، إِنَّ اللّٰهَ قَالَ لِنَبِيِّهِ صلى الله عليه وسلم: ﴿قُلْ مَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾[ص:۸۶] إِنَّ قُرَيْشًا لَمَّا غَلَبُوْا النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم وَاسْتَعْصَوْا عَلَيْهِ، قَالَ: " اللّٰهُمَّ أَعِنِّيْ عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ" فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ، أَكَلُوْا فِيْهَا الْعِظَامَ وَالْمَيْتَةَ مِنَ الْجَهْدِ، حَتّٰى جَعَلَ أَحَدُهُمْ يَرَى مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ كَهَيْئَةِ الدُّخَانِ مِنَ الْجُوْعِ. قَالُوْا: ﴿رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُوْنَ﴾ فَقِيْلَ لَهُ: إِنْ كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَادُوْا، فَدَعَا رَبَّهُ فَكَشَفَ عَنْهُمْ، فَعَادُوْا، فَانْتَقَمَ اللّٰهُ مِنْهُمْ يَوْمَ بَدْرٍ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالىٰ: ﴿يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ﴾ إِلىٰ قَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿إِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ﴾[الدخان: ۱۰-۱۶] [راجع: ۱۰۰۷]

جو چیز آفتاب سے زیادہ روشن تھی اس کو بھی انھوں نے نہیں مانا!

آیت ۱۳ ہے: ﴿أَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرىٰ وَقَدْ جَاءَ هُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ﴾: ان کو نصیحت کب حاصل ہوسکتی ہے؟ اور ان کے

پاس کھول کر سنانے والا رسول آچکا ہے، یعنی رسول اللہ ﷺ کھلے نشانات اور واضح ہدایت لے کر آئے ہیں، اسی کو انھوں نے نہیں مانا، پس قحط سالی ختم ہونے کی نعمت سے وہ کیا نصیحت پذیر ہونگے اور حدیث اسی جلد میں آچکی ہے (حدیث ۴۶۹۳)

[٤-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿أَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَاءَ هُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ﴾

الذِّكْرُ وَالذِّكْرَى وَاحِدٌ.

[٤٨٢٣-] حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوْقٍ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَمَّا دَعَا قُرَيْشًا كَذَّبُوْهُ وَاسْتَعْصَوْا عَلَيْهِ، فقالَ: " اللّٰهُمَّ أَعِنِّيْ عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ" فَأَصَابَتْهُمْ سَنَةٌ، حَصَّتْ كُلَّ شَيْئٍ حَتّٰى كَانُوْا يَأْكُلُوْنَ الْمَيْتَةَ، فَكَانَ يَقُوْمُ أَحَدُهُمْ فَكَانَ يَرَى بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ مِثْلَ الدُّخَانِ مِنَ الْجَهْدِ وَالْجُوْعِ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِيْ السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ۝ يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيْمٌ﴾ حَتّٰى بَلَغَ: ﴿إِنَّا كَاشِفُوْا الْعَذَابِ قَلِيْلاً إِنَّكُمْ عَائِدُوْنَ﴾[الدخان:١٠-١٥] قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: أَفَيُكْشَفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: وَالْبَطْشَةُ الْكُبْرٰى يَوْمَ بَدْرٍ.[راجع: ١٠٠٧]

رسول سے روگردانی کی اور کہا: پڑھایا ہوا پاگل ہے!

نبی ﷺ کی دعا سے قحط دور ہوگیا، مگر قریش نے وعدہ وفا نہ کیا، بلکہ کوئی کہنے لگا: فلاں رومی غلام سے یہ مضامین سیکھ لئے ہیں، ان کو اپنی عبارت میں ادا کر دیتے ہیں، اور قرآنِ کریم نام رکھ دیتے ہیں، اور کوئی مجنون بتلانے لگا، ایسے متعصب معاندین سے کیا توقع ہوسکتی ہے؟ اور حدیث پہلے آچکی ہے۔

[٥-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ﴾

[٤٨٢٤-] حدثنا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، وَمَنْصُوْرٍ، عَنْ أَبِيْ الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صلى الله عليه وسلم وَقَالَ: ﴿قُلْ مَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾[ص:٨٦] فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَمَّا رَأَى قُرَيْشًا اسْتَعْصَوْا عَلَيْهِ، فَقَالَ: " اللّٰهُمَّ أَعِنِّيْ عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ" فَأَخَذَتْهُمُ السَّنَةُ حَتّٰى حَصَّتْ كُلَّ شَيْئٍ، حَتّٰى أَكَلُوْا الْعِظَامَ وَالْجُلُوْدَ — فَقَالَ أَحَدُهُمْ: حَتّٰى أَكَلُوْا الْجُلُوْدَ وَالْمَيْتَةَ — وَجَعَلَ يَخْرُجُ مِنَ الأَرْضِ كَهَيْئَةِ الدُّخَانِ، فَأَتَاهُ أَبُوْ سُفْيَانَ فَقَالَ: أَيْ مُحَمَّدُ إِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوْا فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَكْشِفَ عَنْهُمْ، فَدَعَا، ثُمَّ قَالَ: " تَعُوْدُوْا بَعْدَ هٰذَا" فِيْ حَدِيْثِ مَنْصُوْرٍ: ثُمَّ قَرَأَ: ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِيْ

السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ﴾ إِلٰى ﴿عَائِدُوْنَ﴾[الدخان: ١٠-١٥] أَيُكْشَفُ عَذَابُ الآخِرَةِ؟! فَقَدْ مَضَى الدُّخَانُ وَالْبَطْشَةُ وَاللِّزَامُ، وَقَالَ أَحَدُهُمْ: الْقَمَرُ، وَقَالَ الآخَرُ: الرُّوْمُ.[راجع: ١٠٠٧]

لغت: تَعُوْدُوْا: دراصل تَعُوْدُوْنَ تھا، نون حذف کرکے بھی استعمال کرتے ہیں۔

جنگِ بدر میں مشرکین سے بدلہ لیا گیا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک: بڑی پکڑ سے معرکۂ بدر مراد ہے، بدر میں مشرکین مکہ سے بدلہ لے لیا، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک بڑی پکڑ قیامت میں ہوگی، اور حدیث ابھی اسی سورت میں آئی ہے۔

[٦-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿إِنَّا كَاشِفُوْا الْعَذَابِ قَلِيْلاً إِنَّكُمْ عَائِدُوْنَ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ ﴿مُنْتَقِمُوْنَ﴾

[٤٨٢٥-] حدثنا يَحْيىَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَبْدِاللهِ، قَالَ: خَمْسٌ قَدْ مَضَيْنَ: اللِّزَامُ، وَالرُّوْمُ، وَالْبَطْشَةُ، وَالْقَمَرُ، وَالدُّخَانُ.[راجع: ١٠٠٧]

٤٥- الجاثية

[١-] ﴿جَاثِيَةً﴾: مُسْتَوْفِزِيْنَ عَلَى الرُّكَبِ. [٢-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿نَسْتَنْسِخُ﴾: نَكْتُبُ. [٣-]﴿نَنْسَاكُمْ﴾: نَتْرُكُكُمْ

سورۃ الجاثیہ کی تفسیر

۱- آیت ۲۸ میں ہے: ﴿وَتَرَى كُلَّ أُمَّةٍ جَاثِيَةً﴾: اور دیکھے گا تو (قیامت کے دن) ہر گروہ کو کہ (خوف ودہشت کے مارے) گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا ہے —— جَثَا (ن) جَثْوًا وَجُثُوًّا: گھٹنوں کے بل بیٹھنا، اِسْتَوْفَزَ: اس انداز میں بیٹھنا جیسے اٹھنا چاہتا ہو۔

۲- آیت ۲۹ میں ہے: ﴿إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾: بے شک ہم لکھواتے تھے جو کچھ تم کیا کرتے تھے یعنی ہم نے فرشتوں کو لکھنے پر مامور کر رکھا تھا، ان کی لکھی ہوئی مکمل رپورٹ آج تمہارے سامنے ہے —— اِسْتَنْسَخَ الشيئَ: کوئی چیز لکھوانا۔

۳- آیت ۳۴ میں ہے: ﴿الْيَوْمَ نَنْسَاكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا﴾: آج ہم تم کو بھلا دیں گے جس طرح تم اِس دن کی ملاقات کو بھول گئے تھے —— یعنی ہمیشہ کے لئے عذاب میں چھوڑ دیں گے۔

زمانہ کی برائی حقیقت میں اللہ کی جناب میں گستاخی ہے

آیت ۲۴ میں ہے: ﴿وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ﴾: (کفار کہتے ہیں:) نہیں ہلاک کرتا ہمیں مگر زمانہ یعنی زمانہ کا چکر چلتا رہتا ہے، موت وحیات زمانہ کے الٹ پھیر کا نام ہے، قیامت ویامت کچھ نہیں آنی! اور انقلاباتِ زمانہ کے پیچھے کوئی ہاتھ نہیں۔

حدیثِ قدسی: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''انسان مجھے ستاتا ہے، زمانہ کو برا کہتا ہے، حالانکہ میں زمانہ ہوں، میرے ہاتھ میں امور ہیں، شب وروز کو میں الٹتا پلٹتا ہوں!''

تشریح: دہر یعنی زمانہ، زمان ومکان امر واقعی اور مخلوق ہیں، یہ دنیا دار الاسباب ہے، یہاں زمانہ کو بھی سبب بنایا گیا ہے، مسببات پر اس کے اثرات پڑتے ہیں، سورۃ الحدید آیت ۱۶ میں ہے: ﴿فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ﴾: پس ان (اہل کتاب) پر مدت دراز ہوگئی تو ان کے دل سخت ہوگئے —— مدت یعنی زمانہ دراز گذر گیا تو اس کے اثرات مرتب ہوئے۔ مگر اسباب کے پیچھے مسبب الاسباب ہیں، انہی کے ہاتھ میں امور ہیں، جو کچھ ہوتا ہے ان کے اشاروں پر ہوتا ہے، کوئی مسبب ان کی مشیت کے بغیر وجود میں نہیں آسکتا، پس جو لوگ زمانہ کی برائی کرتے ہیں، وہ حقیقت میں مسبب الاسباب کی برائی کرتے ہیں۔ اور جن اسباب کی تاثیر خفی ہے، ان میں مسبب کی سبب کی طرف نسبت جائز نہیں، فلاں نچھتر لگا تو بارش ہوئی کہنا کفریہ کلمہ ہے، حالانکہ نچھتروں کی فی نفسہ تاثیر ہے، مگر خفی ہے اس لئے نسبت جائز نہیں، اسی طرح زمانہ بھی اثر انداز ہوتا ہے، مگر اس کی تاثیر خفی ہے، اس لئے زمانہ کو اچھا تو کہہ سکتے ہیں کہ یہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے، مگر برا کہنا جائز نہیں کہ یہ برائی اللہ تعالیٰ تک مفضی ہے۔

[۱-] بَابٌ ﴿وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ﴾

[٤٨٢٦-] حدثنا الْحُمَيْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم:" قَالَ اللّٰهُ: يُؤْذِيْنِيْ ابْنُ آدَمَ، يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ، بِيَدِيْ الْأَمْرُ، أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ"[طرفاه: ٦١٨١، ٧٤٩١]

٤٦ - الأحقاف

[١-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿تُفِيْضُوْنَ﴾: تَقُوْلُوْنَ. [٢-] وَقَالَ بَعضُهُمْ: أَثَرَةٌ وَأُثْرَةٌ و﴿أَثَارَةٍ﴾: بَقِيَّةُ عِلْمٍ. [٣-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ﴾: لَسْتُ بِأَوَّلِ الرُّسُلِ. [٤-] وَقَالَ غَيْرُهُ: ﴿أَرَءَ يْتُمْ﴾ هٰذِهِ الْأَلِفُ إِنَّمَا هِيَ تُوَعُّدٌ، إِنَّ مَا تَدَّعُوْنَ لَايَسْتَحِقُّ أَنْ يُعْبَدَ، وَلَيْسَ قَوْلُهُ: ﴿أَرَءَ يْتُمْ﴾ بِرُؤْيَةِ الْعَيْنِ، إِنَّمَا هُوَ: أَتَعْلَمُوْنَ أَبَلَغَكُمْ أَنَّ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ خَلَقُوْا شَيْئًا؟

سورۃ الاحقاف کی تفسیر

۱- آیت ۸ میں ہے: ﴿هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ﴾: اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں ان باتوں کو جن میں تم گھس رہے ہو۔ إِفَاضَة: کا استعمال جب باتوں کے لئے ہوتا ہے تو اس میں خوض کرنے اور مشغول ہونے کے معنی ہوتے ہیں۔

۲- آیت ۴ میں ہے: ﴿إِيْتُوْنِيْ بِكِتَابٍ مِنْ قَبْلِ هٰذَا أَوْ أَثَارَةٍ مِنْ عِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ﴾: لاؤ تم میرے پاس کوئی کتاب اس (قرآن) سے پہلے کی یا کوئی منقول علم اگر تم سچے ہو (دعوئے شرک میں) یعنی جواز شرک کی کوئی دلیل نقلی یا عقلی پیش کرو — تین لفظ ہم معنی ہیں: أَثَرة (بفتحتین) أُثْرة (بضم فسکون) أثارة بروزن فَعالة (بفتح) تینوں کے معنی ہیں: بقية علم: باقی ماندہ علم جو عقلاء کے نزدیک مسلّم ہو۔

۳- آیت ۹ میں ہے: ﴿قُلْ: مَا كُنْتُ بِدْعًا مِنَ الرُّسُلِ﴾: آپ کہیں: میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں، پہلا رسول نہیں ہوں، مجھ سے پہلے بھی رسول آتے رہے ہیں، پھر تمہیں اچنبھا کیوں ہے؟

۴- آیت ۴ میں ہے: ﴿قُلْ أَرَءَ يْتُمْ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ: أَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَاوَاتِ؟﴾: پوچھو: بتلاؤ، جن (معبودوں) کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو: مجھے دکھلاؤ، انھوں نے زمین کا کونسا حصہ بنایا ہے یا ان کا آسمانوں (کے بنانے) میں ساجھا ہے؟ — یعنی اللہ نے تو آسمان و زمین اور کل کائنات بنائی، تمہارے خداؤں نے زمین کا کونسا حصہ بنایا ہے یا آسمانوں کے بنانے میں ان کی شرکت رہی ہے؟ نہیں! ہرگز نہیں! پھر تم ان کو کیوں پوجتے ہو؟ — أَرَءَ يْتُمْ میں ہمزہ استفہام انکاری کا ہے، مکہ والوں کو دھمکایا ہے کہ تم جن کو پکارتے ہو وہ ہرگز پوجا کے لائق نہیں — اور رَأَيتم میں آنکھ سے دیکھنا مراد نہیں، رویت علمی مراد ہے پس معنی ہیں: کیا تم جانتے ہو، کیا تم کو یہ بات پہنچی ہے کہ اللہ کے سوا جن کو تم پکارتے ہو: انھوں نے کچھ پیدا کیا ہے؟

قوله: إِنَّ مَاتَدَّعُوْنَ: ہمارے نسخہ میں إن صَحَّ ما تدَّعون ہے اور صَحَّ پر نسخہ کا نون بنا رکھا ہے، یعنی یہ لفظ کسی نسخہ میں ہے، مگر یہ لفظ بے جوڑ ہے، اس کے ساتھ معنی نہیں بنتے، اس لئے میں نے اس کو حذف کیا ہے۔

بے ادب، نافرمان اور نالائق اولاد کا حال

آیت ۱۷ ہے: ''اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا: تُف ہے تم پر! کیا تم دونوں مجھے وعدہ دیتے ہو کہ میں (قبر سے) نکالا جاؤں گا، حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی امتیں گذر چکی ہیں؟'' — مگر ان میں سے آج تک کوئی زندہ نہیں ہوا — ''اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کر رہے ہیں'' (اور بیٹے سے کہہ رہے ہیں:) ''تیرا برا ہو! ایمان لا'' یعنی بعث بعد الموت کو مان لے — بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، پس وہ کہتا ہے: نہیں ہے یہ بات (مرنے کے بعد زندہ ہونے کی بات) مگر اگلے لوگوں سے منقول مذہبی جھوٹی داستانیں! — غور کرو، کیسا بدبخت ہے؟ اول کافر ہے، پھر والدین کا نافرمان ہے، اور انداز

کلام بدتمیزی کا اور گستاخانہ ہے!

روایت: یوسف بن ماہک کہتے ہیں: مروان حجاز کا والی تھا، معاویہؓ نے اس کو گورنر بنایا تھا، پس اس نے تقریر کی اور یزید کا تذکرہ کرنے لگا، تاکہ اس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے اس کے باپ کے بعد، پس عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے کچھ کہا یعنی اعتراض کیا، مروان نے کہا: اس کو پکڑو، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گھس گئے اور پولیس والے ان کو پکڑ نہ سکے، پس مروان نے کہا: یہ وہ ہے جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے: ﴿وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ﴾ الآیۃ، پس حضرت عائشہؓ نے پردے کے پیچھے سے کہا: اللہ تعالیٰ نے ہمارے (خاندان ابی بکر) کے حق میں قرآن کا کوئی حصہ نازل نہیں کیا، ہاں اللہ نے میرا عذر (بے گناہی) نازل فرمایا ہے۔

[۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ أُفٍّ لَّكُمَا أَتَعِدَانِنِیْ أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ وَهُمَا يَسْتَغِيْثَانِ اللّٰهَ وَيْلَكَ آمِنْ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَيَقُوْلُ مَاهٰذَا إِلَّا أَسَاطِيْرُ الْأَوَّلِيْنَ﴾

[٤٨٢٧-] حدثنا مُوْسٰى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ أَبِیْ بِشْرٍ، عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ قَالَ: كَانَ مَرْوَانُ عَلَى الْحِجَازِ، اسْتَعْمَلَهُ مُعَاوِيَةُ، فَخَطَبَ فَجَعَلَ يَذْكُرُ يَزِيْدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ، لِكَیْ يُبَايَعَ لَهُ بَعْدَ أَبِيْهِ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِیْ بَكْرٍ شَيْئًا، فَقَالَ: خُذُوْهُ! فَدَخَلَ بَيْتَ عَائِشَةَ فَلَمْ يَقْدِرُوْا، فَقَالَ مَرْوَانُ: إِنَّ هٰذَا الَّذِیْ أَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ: ﴿وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَا أَتَعِدَانِنِیْ﴾ فَقَالَتْ عَائِشَةُ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ: مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْنَا شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا أَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ عُذْرِیْ.

ہوا کبھی غضب ڈھاتی ہے!

سورۃ الاحقاف کی آیت ۲۴ ہے: ''پس جب دیکھا ان لوگوں نے (قوم عاد نے) عذاب کو بادل کی شکل میں اپنی وادیوں (میدانوں) کی طرف آتا ہوا تو کہا انھوں نے: یہ ایک بادل ہے جو ہم پر برسنے والا ہے، نہیں بلکہ وہ وہ عذاب ہے جس کو تم جلدی مانگتے تھے: ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے ـــــ عَارِض: افق میں پھیلا ہوا بادل۔

حدیث: صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی ﷺ کو اتنا ہنستا ہوا نہیں دیکھا کہ میں آپؐ کے حلق کا کوّا دیکھ لوں، آپؐ بس مسکراتے تھے ـــــ صدیقہؓ کہتی ہیں: جب نبی ﷺ بادل دیکھتے یا ہوا چلتی تو آپؐ کے چہرے میں پریشانی پہچانی جاتی۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! لوگ جب بادل دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں، اس امید سے کہ اس میں بارش ہوگی، اور میں آپ کو دیکھتی ہوں: جب آپؐ بادل دیکھتے ہیں تو آپ کے چہرے سے پریشانی پہچانی جاتی ہے، پس آپؐ نے فرمایا: عائشہ! نہیں بے خوف کرتی مجھ کو یہ بات کہ اس میں عذاب ہو، ایک قوم ہوا کے ذریعہ سزا دی گئی، اس قوم نے (عاد

نے) عذاب کو دیکھا تو کہا: یہ ایک بادل ہے جو ہم پر برسنے والا ہے! یعنی وہ بادل دیکھ کر خوش ہوئے، مگر بادل میں سے آندھی چلی اور اس نے غضب ڈھایا۔

[٢-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ، رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ أَلِيْمٌ﴾

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿عَارِضٌ﴾: السَّحَابُ.

[٤٨٢٨-] حدثنا أَحْمَدُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَمْرٌو، أَنَّ أَبَا النَّضْرِ حَدَّثَهُ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ضَاحِكًا حَتّٰى أَرَى مِنْهُ لَهَوَاتِهِ، إِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ. [طرفه:٦٠٩٢]

[٤٨٢٩-] قَالَتْ: وَكَانَ إِذَا رَأَى غَيْمًا أَوْ رِيْحًا عُرِفَ فِيْ وَجْهِهِ، قَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْغَيْمَ فَرِحُوْا، رَجَاءَ أَنْ يَكُوْنَ فِيْهِ الْمَطَرُ، وَأَرَاكَ إِذَا رَأَيْتَهُ عُرِفَ فِيْ وَجْهِكَ الْكَرَاهِيَةُ؟ فَقَالَ: "يَا عَائِشَةُ! مَا يُؤْمِنِّيْ أَنْ يَكُوْنَ فِيْهِ عَذَابٌ، عُذِّبَ قَوْمٌ بِالرِّيْحِ، وَقَدْ رَأَى قَوْمٌ الْعَذَابَ فَقَالُوْا: ﴿هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا﴾ [راجع: ٣٢٠٦]

لغت: اللَّهَاة: حلق کا کوّا، حلق کے اندر ابھرا ہوا گوشت، جمع لَهَوَات —— أَمَّنَ فلانا: بے خوف کرنا، اطمینان دلانا —— دونوں حدیثیں ایک ہیں، حوالہ دینے کے لئے نمبر بدلا ہے۔

٤٧ - ﴿الذين كفروا﴾

[١-] ﴿أَوْزَارَهَا﴾: آثَامَهَا حَتّٰى لَا يَبْقَى إِلَّا مُسْلِمٌ. [٢-] ﴿عَرَّفَهَا﴾: بَيَّنَهَا. [٣-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿مَوْلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا﴾: وَلِيُّهُمْ. [٤-] ﴿عَزَمَ الْأَمْرُ﴾: جَدَّ الْأَمْرُ. [٥-] ﴿لَاتَهِنُوْا﴾: لَاتَضْعُفُوْا. [٦-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿أَضْغَانَهُمْ﴾: حَسَدَهُمْ. [٧-] ﴿آسِنٍ﴾: مُتَغَيِّرٍ.

سورۂ محمد (ﷺ) کی تفسیر

اس سورت کے نام: (۱) سورۂ محمد (ﷺ) (۲) سورۃ القتال (۳) سورۃ ﴿الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾۔

۱- آیت چار میں ہے: ﴿حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا﴾: یہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے —— یعنی حرب وضرب اور قید وبند کا سلسلہ جاری رہے یہاں تک کہ اسلام یا استسلام (تابعداری) پائی جائے —— وِزْر کے اصل

معنی ہیں: بھاری بوجھ، پھر گناہوں کو بھی وزر کہنے لگے ہیں اور ہتھیاروں کو بھی ــــ یہاں تک کہ نہ باقی رہیں مگر مسلمان (مگر حاشیہ میں استسلام کا بھی اضافہ ہے یعنی کفار ذمی ہونا قبول کرلیں تو اب نہ قتل جائز ہے اور نہ قید جائز ہے)

۲-آیت ۶ میں ہے: ﴿وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ﴾: اور داخل کریں گے اللہ تعالیٰ ان (شہداء) کو جنت میں، جس کی ان کو پہچان کرادی ہے (انبیاء کی زبان سے اور وجدان سے چنانچہ ہر جنتی اپنے ٹھکانے کو خود بہ خود پہچان لے گا) بَيَّنَهَا: واضح کردیا ہے اس (جنت) کو۔

۳-آیت ۱۱ میں ہے: ﴿ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَأَنَّ الْكَافِرِيْنَ لاَ مَوْلٰى لَهُمْ﴾: یہ بات اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا کارساز ہے، اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں! ــــ مَوْلٰی: کارساز، کام بنانے والا۔

۴-آیت ۲۱ ہے: ﴿طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَعْرُوْفٌ، فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوْا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ﴾: (منافقین سے کہا گیا:) فرماں برداری اور معقول بات چاہئے، پھر جب جنگ سر پے آجائے تو اگر وہ اللہ کے سامنے سچے رہیں تو ان کا بھلا ہوگا ــــ عَزَمَ الأمر: معاملہ پختہ ہوجائے، جَدَّ الشیئُ (ض) جِدَّةً: چیز وجود میں آجائے۔

۵-آیت ۳۵ میں ہے: ﴿فَلاَ تَهِنُوْا وَتَدْعُوْا إِلَى السَّلْمِ﴾: پس تم کمزور نہ پڑجاؤ، اور بلاؤ تم صلح کی طرف (اس صورت میں دشمن شیر ہوجائے گا، ہاں دشمن صلح کی طرف مائل ہو تو صلح کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں)

۶-آیت ۲۹ ہے: ﴿أَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ أَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ أَضْغَانَهُمْ﴾: کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں (نفاق کا) روگ ہے خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کے کینے ظاہر نہیں کریں گے؟ ــــ الضَّغْن: سخت چھپا ہوا کینہ۔

۷-آیت ۱۵ میں ہے: ﴿فِيْهَا أَنْهَارٌ مِّنْ مَاءٍ غَيْرِ آسِنٍ﴾: جنت میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جو بدبودار نہیں ہوا ــــ یعنی لمبی مدت گذرنے سے یا کسی چیز کے ملنے سے پانی بدبودار نہیں ہوا ــــ آسِن: اسم فاعل، أَسْنٌ مصدر: سخت بدبودار۔

جو ناتے کو کاٹے گا: اللہ تعالیٰ اس کو خود سے کاٹیں گے

آیت ۲۲ ہے: ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْأَرْضِ، وَتُقَطِّعُوْا أَرْحَامَكُمْ؟﴾: پس کیا تمہیں امید ہے کہ اگر تم کو حکومت ملے گی تو تم زمین میں فساد مچاؤ گے اور ناتوں کو توڑو گے؟

تفسیر: یہ بات منافقین سے کہی گئی ہے، جو جہاد سے جی چراتے تھے کہ تم جہاد سے پہلو تہی کیوں کرتے ہو، کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اگر جہاد کے ذریعہ تمہاری حکومت قائم ہوگئی تو تم زمین میں فساد پھیلاؤ گے اور ناتوں کو کاٹو گے؟ اس لئے تم جہاد سے جان چراتے ہو کہ ہماری حکومت قائم نہ ہو یہی بہتر ہے ــــ حالانکہ تمہارا یہ خیال نہیں ہے، تم امید باندھتے ہو کہ اگر ہماری حکومت قائم ہوگئی تو ہم زمین میں امن وامان قائم کریں گے اور ناتوں کو جوڑیں گے، پس اٹھو، اور جہاد کرو، تا کہ تمہاری

حکومت قائم ہو اور دنیا کا بھلا ہو۔

حدیث: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا، پس جب تخلیق سے فارغ ہوئے تو ناتا کھڑا ہوا، اور اس نے مہربان اللہ کی کمر میں کولی بھر لی، اللہ تعالیٰ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: یہ آپ کی پناہ چاہنے والے کی جگہ ہے قطع رحمی سے، اللہ نے فرمایا: کیا تو اس پر راضی نہیں کہ میں اس کو اپنے سے جوڑوں جو تجھے جوڑے، اور میں اپنے سے اس کو کاٹوں جو تجھے کاٹے؟ ناتے نے کہا: کیوں نہیں! اے میرے رب! پس اللہ نے فرمایا: یہ بات تیرے لئے ہے —— پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تم چاہو تو سورۃ محمد کی آیت ۲۲ پڑھو (اس میں قطع رحمی کی ممانعت ہے) —— یہ سلیمان بن بلال کی معاویہ سے روایت ہے، اس میں آیت پڑھنے کی بات ابو ہریرہؓ نے کہی ہے، پھر حاتم بن عبداللہ کوفی کی اور عبداللہ بن المبارک کی سندیں لائے ہیں، یہ دونوں بھی معاویہ سے روایت کرتے ہیں، مگر ان کی روایتوں میں یہ ہے کہ آیت پڑھنے کی بات نبی ﷺ نے فرمائی ہے۔

تشریح: رَحِم: بچہ دانی یعنی ددھیالی اور ننھیالی رشتہ داری —— رحم نے کھڑے ہو کر رحمان کی کمر میں کولی بھری، رحمان نے پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے مذکورہ جواب دیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح بچہ پناہ لینے کے لئے ماں کی کمر میں کولی بھرتا ہے رحم (ناتے) نے بھی کولی بھری اور قطع رحمی سے پناہ چاہی، جس پر اس سے مذکورہ وعدہ کیا گیا۔

[۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَتُقَطِّعُوْا أَرْحَامَكُمْ﴾

[۴۸۳۰-] حدثنا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِيْ مُزَرِّدٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ، فَأَخَذَتْ بِحَقْوِ الرَّحْمٰنِ، فَقَالَ لَهُ: مَهْ؟ قَالَتْ: هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيْعَةِ، قَالَ: أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ، وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ؟ قَالَتْ: بَلىٰ يَا رَبِّ! قَالَ: فَذَاكِ" قَالَ أَبُوْهُرَيْرَةَ: اقْرَءُ وْا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا أَرْحَامَكُمْ﴾

[أطرافه: ۴۸۳۱، ۴۸۳۲، ۵۹۸۷، ۷۵۰۲]

[۴۸۳۱-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَاتِمٌ، عَنْ مُعَاوِيَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ عَمِّيْ أَبُوْ الْحُبَابِ سَعِيْدُ بْنُ يَسَارٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ بِهٰذَا، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" اقْرَءُ وْا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ﴾"[راجع: ۴۸۳۰]

[۴۸۳۲-] حَدَّثَنِيْ بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي الْمُزَرِّدِ بِهٰذَا، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" وَاقْرَءُ وْا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ﴾"[راجع: ۴۸۳۰]

لغت: الحَقْو: کمر، کوکھ، أَخذ بحقوہ: پناہ چاہی۔ مَہْ: ما حرفِ استفہام اور ہاءِ سکتہ کی اور الف حذف کیا ہے۔

٤٨- سورة الفتح

[١-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ﴾: السَّحْنَةُ، وَقَالَ مَنْصُوْرٌ عَنْ مُجَاهِدٍ: التَّوَاضُعُ. [٢-] ﴿شَطْئَهُ﴾: فِرَاخَهُ. ﴿فَاسْتَغْلَظَ﴾: غَلُظَ. ﴿سُوْقِهِ﴾: السَّاقُ حَامِلَةُ الشَّجَرَةِ. [٣-] وَيُقَالُ: ﴿دَآئِرَةُ السَّوْءِ﴾ كَقَوْلِكَ: رَجُلُ السَّوْءِ. وَدَائِرَةُ السَّوْءِ: الْعَذَابُ. [٤-] ﴿وَتُعَزِّرُوْهُ﴾: تَنْصُرُوْهُ. [٥-] ﴿شَطْئَهُ﴾: شَطْؤُ السُّنْبُلِ، تُنْبِتُ الْحَبَّةُ عَشْرًا وَثَمَانِيًا وَسَبْعًا، فَيَقْوَى بَعْضُهُ بِبَعْضٍ، فَذَاكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿فَآزَرَهُ﴾: قَوَّاهُ، وَلَوْ كَانَتْ وَاحِدَةً لَمْ تَقُمْ عَلٰى سَاقٍ، وَهُوَ مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللّٰهُ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم إِذْ خَرَجَ وَحْدَهُ، ثُمَّ قَوَّاهُ بِأَصْحَابِهِ، كَمَا قَوَّى الْحَبَّةَ بِمَا يُنْبِتُ مِنْهَا.

سورۃ الفتح کی تفسیر

۱- آیت ۲۹ میں ہے: ﴿سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُوْدِ﴾: ان کی نشانی ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے اثر سے —— نشانی سے کیا مراد ہے؟ مجاہدؒ سے دو قول مروی ہیں: (۱) وہ نشان جو سجدہ کرنے سے ماتھے (پیشانی) پر پڑ جاتا ہے —— سَحْنة (بفتح فسکون): علامت نشانی —— (۲) تواضع اور خاکساری جو صحابہ کے چہروں سے ہویدا تھی۔ درمنثور (۸۲:۶) میں اس اثر کے الفاظ یہ ہیں: عن مجاهد: سيماهم في وجوههم: قال: ليس الأثر في الوجه ولكن الخشوع: ماتھے پر جو نشان پڑ جاتا ہے وہ مراد نہیں، بلکہ خشوع وخضوع کے انوار مراد ہیں۔

۲- انجیل میں امت محمدیہ کی تمثیل ہے: ﴿كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْئَهُ، فَآزَرَهُ، فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهِ﴾: جیسے کھیتی، نکالی اس نے اپنی کونپل، پس اس کی کمر مضبوط کی، پھر وہ موٹی ہوئی، پھر وہ اپنی نال پر کھڑی ہوئی —— الشَّطْءُ: ابتداءً نمودار ہونے والا پتہ، کونپل —— آزَرَ مُؤَازَرَةً: کمر مضبوط کرنا —— اسْتَغْلَظَ النباتُ: موٹا ہونا —— السَّاق: نالی، درخت وغیرہ کا تنہ جس پر شاخیں نکلتی ہیں، جمع السُّوْق —— فِرَاخُ الشجرة: درخت کی شاخیں کاٹنے کے بعد نکلنے والی کونپلیں —— الفَرْخ: پرندہ کا بچہ، چوزہ، جمع فِرَاخ (اس کی تفصیل ابھی نمبر ۵ پر آرہی ہے)

۳- آیت ۶ میں ہے: ﴿عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ﴾: انہی (منافقین وکفار) پر زمانے کی بری گردش پڑنے والی ہے! —— الدَّائِرة: گول چکر —— دائرةُ السَّوء: برا چکر، جیسے رجلُ السَّوْء: برا آدمی —— اور بری گردش سے مراد عذاب ہے چنانچہ مشرکین ہجرت کے چند ہی روز بعد مقتول وماخوذ ہوئے، اور منافقین کی تمام عمر حسرت میں کٹی، کیونکہ اسلام بڑھتا گیا اور وہ گھٹتے گئے!

۴-آیت ۹ میں ہے: ﴿وَتُعَزِّرُوْهُ﴾: اور تم اس کی مدد کرو —— عَزَرَ (ض) فلانا: مدد کرنا —— اس کی یعنی اللہ کی یا اللہ کے رسول کی۔

۵-نمبر ۲ میں جو آیت آئی ہے اس کی تفصیل: شَطْؤُ السُّنْبُلِ کے معنی ہیں: ایک دانہ دس آٹھ یا سات پودے اگائے، پس بعض بعض کے ذریعہ قوی ہوں، یہی ﴿فَآزَرَهُ﴾ ہے: پھر اس کی کمر مضبوط کی یعنی اس کو قوی کیا، کیونکہ اگر ایک پودا نکلتا تو نال پر کھڑا نہ ہوتا —— اور یہ ایک تمثیل ہے جو اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے لئے بیان کی، کیونکہ اللہ نے آپؐ کو تنہا کھڑا کیا، پھر آپؐ کو اپنے رفقاء کے ذریعہ قوی کیا، جیسے دانے کو قوی کرتی ہیں وہ کونپلیں جو اس دانے میں سے اُگتی ہیں۔

سورۃ الفتح نبی ﷺ کو دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب تھی

صلح حدیبیہ کی دفعات کچھ ایسی تھیں کہ مسلمانوں کو سخت غم وغصہ لاحق تھا، کیونکہ آپ نے صحابہ کو بتایا تھا کہ آپؐ بیت اللہ تشریف لے جائیں گے، اور اس کا طواف کریں گے، لیکن آپ طواف کئے بغیر واپس ہو رہے تھے، پھر آپؐ اللہ کے رسول تھے، حق پر تھے، اور اللہ نے اپنے دین کو غالب کرنے کا وعدہ کیا تھا، پھر آپؐ نے صلح میں قریش کا دباؤ کیوں قبول کیا؟ اور دب کر صلح کیوں کی؟ صحابہ کو اس قسم کے وسوسے آرہے تھے، اور سب سے زیادہ غم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تھا، انھوں نے نبی ﷺ سے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس معاملہ میں گفتگو بھی کی تھی۔ واپسی میں سورۃ الفتح نازل ہوئی، اور صلح حدیبیہ کو فتح مبین قرار دیا تو نبی ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: ''آج رات مجھ پر ایک سورت نازل کی گئی ہے جو مجھے زیادہ محبوب ہے ان تمام چیزوں سے جن پر سورج طلوع کرتا ہے'' یعنی پوری دنیا سے وہ سورت مجھے زیادہ محبوب ہے، پھر آپؐ نے ان کو سورۃ الفتح پڑھ کر سنائی —— اور پہلی حدیث (تحفۃ القاری ۸:۲۸۲) میں اور دوسری حدیث (تحفۃ القاری ۸:۲۷۸) میں اور تیسری حدیث (تحفۃ القاری ۸:۳۷۷) میں آچکی ہیں۔

[۱-] بَابٌ: ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا﴾

[۴۸۳۳-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيْهِ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَسِيْرُ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ، وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسِيْرُ مَعَهُ لَيْلاً، فَسَأَلَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَنْ شَيْءٍ، فَلَمْ يُجِبْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ، ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: ثَكِلَتْ أُمُّ عُمَرَ، نَزَرْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، كُلُّ ذٰلِكَ لاَ يُجِيْبُكَ. قَالَ عُمَرُ: فَحَرَّكْتُ بَعِيْرِيْ، ثُمَّ تَقَدَّمْتُ أَمَامَ النَّاسِ، وَخَشِيْتُ أَنْ يُنْزَلَ فِيَّ الْقُرْآنُ، فَمَا نَشِبْتُ أَنْ سَمِعْتُ صَارِخًا يَصْرُخُ بِيْ، فَقُلْتُ: لَقَدْ خَشِيْتُ أَنْ يَكُوْنَ نَزَلَ فِيَّ قُرْآنٌ. فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ:" لَقَدْ أُنْزِلَتْ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ سُوْرَةٌ لَهِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ

الشَّمْسُ" ثُمَّ قَرَأَ: ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا﴾[راجع: ٤١٧٧]

[٤٨٣٤-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، سَمِعْتُ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ: ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا﴾ قَالَ: الْحُدَيْبِيَةُ.[راجع: ٤١٧٢]

[٤٨٣٥-] حدثنا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: قَرَأَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ سُوْرَةَ الْفَتْحِ فَرَجَّعَ فِيْهَا. قَالَ مُعَاوِيَةُ: لَوْ شِئْتُ أَنْ أَحْكِيَ لَكُمْ قِرَاءَ ةَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم لَفَعَلْتُ.[راجع: ٤٢٨١]

قوله: نَزَرْتَ: الْحَحتَ وبالغتَ فی السؤال (عمدۃ) —— قوله: فما نَشِبْتُ: فما لبثتُ ولا تعلقتُ بشیئ غیر ما ذکرتُ (عمدۃ) —— قوله: فرجَّع: من الترجیع: وھو تردید الصوت فی الحلق، کقراء ۃ أصحاب الألحان (عمدۃ): حلق میں آواز گھمانا۔

نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کا شکر گذار بندہ بننے کے لئے طویل تہجد پڑھتے تھے

سورۃ الفتح کی ابتدائی آیات ہیں: ''بے شک ہم نے آپ کو کھلی فتح دی، تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی اگلی پچھلی سب کوتاہیاں معاف کردیں، اور آپ پر اپنی نعمت پوری کریں، اور آپ کو سیدھی راہ چلائیں، اور اللہ آپ کی بھرپور مدد کریں'' —— ان آیات کے نزول کے بعد نبی ﷺ اس قدر عبادت میں محنت کرتے تھے کہ لوگوں کو ترس آتا تھا، تہجد میں کھڑے کھڑے پاؤں سوج جاتے تھے، لوگ عرض کرتے: یارسول اللہ! آپ اس قدر محنت کیوں کرتے ہیں؟ آپ کی تو سب اگلی پچھلی کوتاہیاں اللہ نے معاف کردی ہیں، آپ جواب دیتے: ''تو کیا میں اس کا شکر گذار بندہ نہ بنوں!'' —— یعنی ایک ایسی بشارت جو اللہ تعالیٰ نے میرے سوا کسی نبی کو نہیں سنائی: اس کا تقاضا یہ ہے کہ میں اور زیادہ بندگی میں محنت کروں —— اور پہلی حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۳: ۴۵۴) اور دوسری حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۳: ۴۴۲) آچکی ہیں۔

[٢-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا﴾

[٤٨٣٦-] حدثنا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا زِيَادٌ، أَنَّهُ سَمِعَ الْمُغِيْرَةَ، يَقُوْلُ: قَامَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم حَتَّى تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ، فَقِيْلَ لَهُ: غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، قَالَ: "أَفَلاَ أَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا"[راجع: ١١٣٠]

[٤٨٣٧-] حدثنا الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَحْيَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا حَيْوَةُ، عَنْ

أَبِی الْأَسْوَدِ، سَمِعَ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم كَانَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ حَتّٰى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ: "أَفَلَا أُحِبُّ أَنْ أَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا" فَلَمَّا كَثُرَ لَحْمُهُ صَلّٰى جَالِسًا، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ، فَقَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ. [راجع: ١١١٨]

نبی ﷺ شاہد اور بشیر ونذیر ہیں

شاہد کے معنی ہیں: دیکھنے والا، گواہ، گواہی دیکھ کر دی جاتی ہے، نبی ﷺ نے لوگوں کو دین کی دعوت دی، اور کس نے مانا اور کس نے نہیں مانا اس کو بہ چشم خود دیکھا، قیامت کے دن آپؐ اس کی گواہی دیں گے ـــــ اور گواہی دینے کا شرف ان لوگوں کو بھی حاصل ہوگا جو دعوت وتبلیغ کا کام کریں گے، وہ بھی گواہی دیں گے کہ کس نے مانا اور کس نے نہیں مانا ـــــ اور خوش خبری سنانا اور ڈرانا دعوت وتبلیغ کے دو بازو ہیں، جو دعوت قبول کریں گے ان کو خوش خبری سنائیں گے، اور جو انکار کریں گے ان کو جہنم کے عذاب سے ڈرائیں گے ـــــ اور نبی ﷺ کی یہ صفات سورۃ الفتح آیت ۸ میں بھی آئی ہیں، اور سورۃ الاحزاب آیت ۴۵ میں بھی ـــــ اور حدیث میں اور بھی صفات آئی ہیں، جو اہل کتاب کی کتابوں میں مذکور ہیں، اور حدیث اس کی شرح کے ساتھ پہلے (تحفۃ القاری ۵: ۱۹۱) میں آچکی ہے۔

[٣-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيْرًا﴾

[٤٨٣٨-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِیْ سَلَمَةَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِیْ هَلَالٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ: أَنَّ هٰذِهِ الآيَةَ الَّتِیْ فِی الْقُرْآنِ: ﴿يٰأَيُّهَا النَّبِیُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيْرًا﴾ قَالَ فِی التَّوْرَاةِ: يٰأَيُّهَا النَّبِیُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَحِرْزًا لِلْأُمِّيِّيْنَ، أَنْتَ عَبْدِیْ وَرَسُوْلِیْ سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ، لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيْظٍ، وَلَا سَخَّابٍ بِالْأَسْوَاقِ، وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَةَ بِالسَّيِّئَةِ، وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَصْفَحُ، وَلَنْ يَقْبِضَهُ حَتّٰى يُقِيْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ، بِأَنْ يَقُوْلُوْا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَيَفْتَحَ بِهَا أَعْيُنًا عُمْيًا، وَآذَانًا صُمًّا، وَقُلُوْبًا غُلْفًا. [راجع: ٢١٢٥]

سکینت کبھی پیکر محسوس اختیار کرتی ہے

سورۃ الفتح آیت ۴ میں ہے: ﴿هُوَ الَّذِیْ أَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْا إِيْمَانًا مَعَ إِيْمَانِهِمْ﴾: اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے دلوں میں سکون اتارا تاکہ بڑھ جائیں وہ ایمان میں بالائے ایمان! ـــــ صحابہ نے جب حدیبیہ میں درخت کے نیچے بیعتِ رضوان کی، پھر صلح ہوئی جو صحابہ کے خیال میں دب کر کی گئی تھی تو دلوں میں جو رنج وغم تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے سکون سے بدل دیا ـــــ سکینۃ کا لفظ قرآن میں چھ جگہ آیا ہے، اور سب جگہ اس کے معنی اطمینان کے ہیں جو اللہ

تعالیٰ مؤمن بندوں کے قلوب پر اس وقت نازل فرماتے ہیں جب وہ کٹھنایوں (سختیوں) میں گھر جاتے ہیں، پس وہ ایمان میں زیادتی اور یقین میں قوت کا سبب بنتی ہے، اور وہ کوئی محسوس چیز نہیں ہوتی —— مگر کبھی وہ پیکر محسوس اختیار کرتی ہے، باب کی حدیث میں حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کا جو واقعہ ہے اس میں سکنیت بادل کی شکل میں اتری تھی، یہ حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۷:۱۵۹) آئی ہے۔

[٤-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿هُوَ الَّذِیْ أَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ﴾

[٤٨٣٩-] حدثنا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم يَقْرَأُ، وَفَرَسٌ لَهُ مَرْبُوْطٌ فِي الدَّارِ، فَجَعَلَ يَنْفِرُ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ فَنَظَرَ فَلَمْ يَرَ شَيْئًا، وَجَعَلَ يَنْفِرُ، فَلَمَّا أَصْبَحَ ذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: "تِلْكَ السَّكِيْنَةُ تَنَزَّلَتْ بِالْقُرآنِ"[راجع: ٣٦١٤]

نوٹ: پہلے جہاں یہ حدیث آئی ہے، وہاں بادل کی صورت میں نازل ہونے کا ذکر ہے۔

بیعتِ رضوان کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ خوش ہوئے

آیت ۱۸ میں ہے: ''بالتحقیق اللہ تعالیٰ مؤمنین سے خوش ہوئے جب وہ کیکر کے درخت کے نیچے آپؐ سے بیعت کر رہے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے جانا جو (رنج وغم) ان کے دلوں میں تھا، سوان پر سکون اتارا، اور قریبی فتح (خیبر کی فتح) ان کو بدلے میں دی!

حدیبیہ کا واقعہ اور بیعتِ رضوان کا قصہ کتاب المغازی میں آ گیا ہے —— یہاں تو پہلی حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم حدیبیہ میں چودہ سو تھے، دوسری حدیث میں حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ وہ اصحابِ حدیبیہ میں سے تھے، اور وہ یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے کنکری یا گٹھلی کو بیچ کی دو انگلیوں میں رکھ کر پھینکنے سے منع کیا —— اور تیسری روایت بھی انہی کی ہے کہ نبی ﷺ نے غسل خانہ میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا —— اور چوتھی روایت میں حضرت ثابت بن ضحاک اشہلی کے بارے میں ہے کہ وہ اصحابِ حدیبیہ میں سے تھے —— اور آخری روایت میں ہے کہ حضرت سہل بن حُنیفؓ بھی اصحابِ حدیبیہ میں تھے، اور حدیث میں باقی جو مضمون ہے، وہ پہلے (تحفۃ القاری ۶:۴۵۸) آ چکا ہے۔

[٥-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ الآيَةَ

[٤٨٤٠-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كُنَّا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ

أَلْفٌ وَأَرْبَعُ مِائَةٍ.[راجع: ۳۵۷۶]

[۴۸۴۱-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَبَابَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ صُهْبَانَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ، قَالَ: إِنِّيْ مِمَّنْ شَهِدَ الشَّجَرَةَ، نَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْخَذْفِ.[طرفاہ: ۵۴۷۹، ۶۲۲۰]

[۴۸۴۲-] وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ صُهْبَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيَّ فِي الْبَوْلِ فِي الْمُغْتَسَلِ.

[۴۸۴۳-] حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ.[راجع: ۱۳۶۳]

آئندہ روایت: کا ابتدائی حصہ: حبیب بن ابی ثابت کہتے ہیں: ہم ابووائل شقیق بن سلمہ کے پاس جنگ صفین کے حالات معلوم کرنے کے لئے گئے، پس انھوں نے کہا: ہم صفین میں تھے (صفین: دریائے فرات کے قریب ایک جگہ ہے جہاں حضرات علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جنگ ہوئی ہے) پس ایک آدمی (عبداللہ بن کوّا) نے کہا: کیا نہیں دیکھتے تم ان لوگوں کی طرف جو بلاتے ہیں اللہ کی کتاب کی طرف؟ یعنی معاویہؓ کا لشکر دعوت دیتا ہے کہ جنگ بند کرو اور قرآن سے فیصلہ کرو؟ پس حضرت علیؓ نے کہا: ہاں! یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے لشکر کے اصرار پر ان کا مطالبہ مان لیا، پھر حکم مقرر کئے گئے، اس میں ہیرا پھیری ہوئی، اور معاملہ بے نتیجہ رہا، عراق میں حضرت علیؓ اور شام میں حضرت معاویہؓ خلیفہ بن گئے، اور خلافتِ اسلامیہ تقسیم ہوگئی، پس دونوں لشکروں میں سے کچھ لوگ علاحدہ ہوگئے، جو خوارج کہلائے، ان سے حضرت علیؓ نے جنگ کی، اس میں حضرت سہل بن حنیفؓ جو اصحابِ شجرہ میں سے تھے (یہاں باب ہے) شریک ہوئے، مگر پر جوش نہیں تھے، پس ان سے سوال ہوا تو فرمایا: اس کے بعد روایت (تحفۃ القاری ۶: ۴۶۸ و ۸: ۲۹۰) میں آچکی ہے۔

[۴۸۴۴-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ السُّلَمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْلٰى، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ سِيَاهٍ، عَنْ حَبِيْبِ بْنِ أَبِيْ ثَابِتٍ، قَالَ: أَتَيْتُ أَبَا وَائِلٍ أَسْأَلُهُ، فَقَالَ: كُنَّا بِصِفِّيْنَ، فَقَالَ رَجُلٌ: أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ إِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ عَلِيٌّ: نَعَمْ، فَقَالَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ: اتَّهِمُوْا أَنْفُسَكُمْ فَلَقَدْ رَأَيْتُنَا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ - يَعْنِيْ الصُّلْحَ الَّذِيْ بَيْنَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَالْمُشْرِكِيْنَ - وَلَوْ نَرَى قِتَالاً لَقَاتَلْنَا، فَجَاءَ عُمَرُ فَقَالَ: أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَهُمْ عَلَى الْبَاطِلِ؟ أَلَيْسَ قَتْلَانَا فِي الْجَنَّةِ وَقَتْلَاهُمْ فِي النَّارِ؟ قَالَ: "بَلٰى" قَالَ: فَفِيْمَ أُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِيْ دِيْنِنَا، وَنَرْجِعُ وَلَمَّا يَحْكُمِ اللّٰهُ بَيْنَنَا؟ فَقَالَ: "يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! إِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَلَنْ يُضَيِّعَنِي اللّٰهُ أَبَدًا" فَرَجَعَ مُتَغَيِّظًا، فَلَمْ يَصْبِرْ حَتّٰى جَاءَ أَبَا بَكْرٍ، فَقَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَهُمْ عَلَى الْبَاطِلِ؟ قَالَ: يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! إِنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَلَنْ يُضَيِّعَهُ اللّٰهُ أَبَدًا، فَنَزَلَتْ سُوْرَةُ الْفَتْحِ.[راجع: ۳۱۸۱]

٤٩ - الحجرات

[١-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿لَاتُقَدِّمُوْا﴾: لَاتَفْتَاتُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حَتّٰى يَقْضِيَ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِهِ. [٢-] ﴿امْتَحَنَ﴾: أَخْلَصَ.

بَابٌ

[٣-] ﴿تَنَابَزُوْا:﴾ بِدُعَاءٍ بِالْكُفْرِ بَعْدَ الإِسْلَامِ. [٤-] ﴿يَلِتْكُمْ﴾: يَنْقُصْكُمْ، أَلَتْنَا نَقَصْنَا.

سورۃ الْحُجُرَات کی تفسیر

۱-سورت اس آیت سے شروع ہوئی ہے: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَاتُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ﴾: اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے سبقت نہ کیا کرو یعنی جس معاملہ میں اللہ ورسول کی طرف سے حکم ملنے کی توقع ہو اس کا فیصلہ پہلے ہی مت کرلیا کرو، بلکہ حکم الٰہی کا انتظار کرو ـــــ لَاتُقَدِّمُوْا: تَقْدِيْم سے ہے، جس کے معنی ہیں: آگے بڑھنا، دراصل لَاتُقَدِّمُوْن تھا، نون اعرابی عامل لا کی وجہ سے گر گیا، پھر واو جمع کے واو کے مشابہ ہوگیا تو اس کے بعد الف لکھ دیا ـــــ اِفْتَاتَ عليه: کسی پر اپنی رائے تھونپنا، کہا جاتا ہے: فلانٌ لَايُفْتَاتُ: فلاں ایسا ہے کہ اس کے مشورہ کے بغیر کام نہیں کیا جاتا۔

۲-آیت ۳ میں ہے: ﴿أُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى﴾: وہی ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے ادب کے لئے جانچ لیا ہے ـــــ امْتَحَنَ الذهبَ: سونا آگ میں تپانا تا کہ خالص سونا رہ جائے اور میل جل جائے۔

۳-آیت ۱۱ میں ہے: ﴿وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْأَلْقَابِ﴾: اور ایک دوسرے کو برے لقب سے مت پکارو، مثلاً یہودی مسلمان ہوگیا پھر اس کو یہودی کہنا برے نام سے پکارنا ہے ـــــ تَنَابَزَ تَنَابُزًا: ایک دوسرے کو چڑانا، برے نام سے پکارنا، جیسے لنگڑا، لولا، اندھا، کانا کہہ کر چڑانا۔

۴-آیت ۱۴ میں ہے: ﴿وَإِنْ تُطِيْعُوْا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا﴾: اور اگر تم اللہ ورسول کی اطاعت کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال میں سے ذرا بھی کتر نہ لیں گے یعنی کم نہ کریں گے ـــــ أَلَتَ الشيئَ (ض) أَلْتًا: کم کرنا۔

سورۃ الحجرات کی دوسری آیت کا شانِ نزول

دوسری آیت یہ ہے: ''اے ایمان والو! اپنی آواز کو نبی کی آواز سے بلند مت کرو، اور جس طرح تم ایک دوسرے کو زور سے پکارتے ہو نبی ﷺ کو اس طرح مت پکارو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہوجائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو! ـــــ شَعَرَ (ن) به شُعُوْرًا: جاننا، محسوس کرنا، سمجھنا ـــــ اسی سے لفظ شاعر ہے یعنی محسوس کرنے والا، جس کے ذہن میں نئے نئے مضامین آتے ہیں۔ اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۸: ۴۶۰) آئی ہے، یہ آیت کا پہلا شانِ نزول ہے۔

[۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿لَاتَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ الآيَة

﴿تَشْعُرُوْنَ﴾: تَعْلَمُوْنَ، وَمِنْهُ الشَّاعِرُ.

[۴۸۴۵-] حدثنا يَسَرَةُ بْنُ صَفْوَانَ بْنِ جَمِيْلٍ اللَّخْمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ، قَالَ: كَادَ الْخَيِّرَانِ يَهْلِكَا - أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ - رَفَعَا أَصْوَاتَهُمَا عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم حِيْنَ قَدِمَ عَلَيْهِ رَكْبُ بَنِيْ تَمِيْمٍ، فَأَشَارَ أَحَدُهُمَا بِالأَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ أَخِيْ بَنِيْ مُجَاشِعٍ، وَأَشَارَ الآخَرُ بِرَجُلٍ آخَرَ - قَالَ نَافِعٌ: لاَ أَحْفَظُ اسْمَهُ - فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ لِعُمَرَ: مَا أَرَدْتَ إِلَّا خِلاَفِيْ. قَالَ: مَا أَرَدْتُ. فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا فِيْ ذٰلِكَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لاَتَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ﴾ الآيَةَ. قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ: فَمَا كَانَ عُمَرُ يُسْمِعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حَتّٰى يَسْتَفْهِمَهُ. وَلَمْ يَذْكُرْ ذٰلِكَ عَنْ أَبِيْهِ، يَعْنِيْ أَبَا بَكْرٍ. [راجع: ۴۳۶۷]

قوله: كَادَ الْخَيِّرَانِ: قریب تھے دو بہترین (نیک) آدمی، الْخَيِّرُ کا تثنیہ ہے: نیک کام کرنے والا —— يَهْلِكَا سے پہلے أَنْ مقدر ہے اس کی وجہ سے تثنیہ کا نون گرا ہے —— حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جس آدمی کو امیر مقرر کرنے کا مشورہ دیا تھا اس کا نام اگلے باب کی روایت میں آرہا ہے —— قوله: ولم يذكر: یعنی عمر رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت ابوبکرؓ بھی آہستہ بولنے لگے تھے، اس کا تذکرہ حضرت عبداللہ نے نہیں کیا (حضرت ابوبکرؓ پہلے ہی سے آہستہ بولتے تھے، بلند آواز حضرت عمرؓ تھے) اور آئندہ روایت بھی پہلے (تحفۃ القاری ۷: ۱۵۹) آچکی ہے، یہ آیت کے نزول کے بعد کا واقعہ ہے۔

[۴۸۴۶-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ، قَالَ: أَنْبَأَنِيْ مُوْسٰى بْنُ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم افْتَقَدَ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَنَا أَعْلَمُ لَكَ عِلْمَهُ، فَأَتَاهُ فَوَجَدَهُ جَالِسًا فِيْ بَيْتِهِ مُنَكِّسًا رَأْسَهُ، فَقَالَ لَهُ: مَا شَأْنُكَ؟ فَقَالَ: شَرٌّ! كَانَ يَرْفَعُ صَوْتَهُ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ، وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَأَتَى الرَّجُلُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ مُوْسٰى: فَرَجَعَ إِلَيْهِ الْمَرَّةَ الآخِرَةَ بِبَشَارَةٍ عَظِيْمَةٍ فَقَالَ: "اذْهَبْ إِلَيْهِ فَقُلْ لَهُ: إِنَّكَ لَسْتَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَلٰكِنَّكَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ" [راجع: ۳۶۱۳]

ناوقت دروازہ کھٹکھٹا کر کسی کو پریشان نہیں کرنا چاہئے

آیت ۴ ہے: ''جو لوگ آپؐ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں، یقیناً ان کے اکثر ناسمجھ ہیں!'' —— بنوتمیم کا وفد آیا،

دوپہر کا وقت تھا، آپ ﷺ گھر میں آرام فرمارہے تھے، وفد کے بعض لوگوں نے آواز دینی شروع کی: محمد: باہر آیئے! یہ بے عقلی اور بے تہذیبی کی بات تھی، ان کو ناوقت نہیں پکارنا چاہئے تھا، تھوڑا انتظار کرنا چاہئے تھا، چنانچہ ان کو اس آیت کے ذریعہ تنبیہ کی گئی ــــــ اور چونکہ الفاظ عام ہیں اس لئے حکم پوری امت کے لئے ہے، کسی کو ناوقت دروازہ کھٹکھٹا کر پریشانی میں نہیں ڈالنا چاہئے ــــــ اور حدیث وہی ہے جو ابھی آئی ہے، بنو تمیم کے وفد نے درخواست کی تھی ہمارا امیر مقرر فرمائیں، شیخین میں اس معاملہ میں اختلاف ہوا تو مذکورہ آیات نازل ہوئیں۔

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَرَآءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَايَعْقِلُوْنَ﴾

[۴۸۴۷-] حدثنا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِى ابْنُ أَبِى مُلَيْكَةَ: أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُمْ: أَنَّهُ قَدِمَ رَكْبٌ مِنْ بَنِىْ تَمِيْمٍ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: أَمِّرِ الْقَعْقَاعَ بْنَ مَعْبَدٍ، وَقَالَ عُمَرُ: بَلْ أَمِّرِ الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ، فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ: مَا أَرَدْتَ إِلٰى – أَوْ: إِلَّا – خِلَافِىْ، فَقَالَ عُمَرُ: مَا أَرَدْتُ خِلَافَكَ، فَتَمَارَيَا حَتّٰى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا، فَنَزَلَ فِى ذٰلِكَ: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَىِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ﴾ حَتّٰى انْقَضَتِ الآيَةُ. [راجع: ۴۳۶۷]

جو ناوقت ملاقات کے لئے آئے وہ انتظار کرے

پھر آیت ۵ ہے: ”اور اگر وہ انتظار کرتے یہاں تک کہ آپؐ نکلتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا، اور اللہ بڑے بخشنے والے، بڑے مہربان ہیں“ ــــــ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے تحت کوئی حدیث نہیں لکھی، گذشتہ حدیث ہی یہاں لکھی جاسکتی ہے، مگر اس کی نئی سند نہیں ہوگی اس لئے نہیں لکھی۔

[۳-] بَابُ قَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ﴾

۵۰- سورة ق

[۱-] ﴿رَجْعٌ بَعِيْدٌ﴾: رَدٌّ. [۲-] ﴿فُرُوْجٍ﴾: فُتُوْقٍ، وَاحِدُهَا فَرْجٌ. [۳-] وَرِيْدٌ فِىْ حَلْقِهِ، وَالْحَبْلُ: حَبْلُ الْعَاتِقِ. [۴-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿مَا تَنْقُصُ الْأَرْضُ﴾ مِنْ عِظَامِهِمْ. [۵-] ﴿تَبْصِرَةً﴾: بَصِيْرَةً. [۶-] ﴿حَبَّ الْحَصِيْدِ﴾: الْحِنْطَةُ. [۷-] ﴿بَاسِقَاتٍ﴾: الطُّوَالُ. [۸-] ﴿أَفَعَيِيْنَا﴾: أَفَأَعْيَا عَلَيْنَا. [۹-] ﴿قَالَ قَرِيْنُهُ﴾: الشَّيْطَانُ الَّذِىْ قُيِّضَ لَهُ. [۱۰-] ﴿فَنَقَّبُوْا﴾: ضَرَبُوْا. [۱۱-] ﴿أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ﴾: لَايُحَدِّثُ نَفْسَهُ بِغَيْرِهِ. [۱۲-] حِيْنَ أَنْشَأَكُمْ، وَأَنْشَأَ: خَلَقَكُمْ.

سورۃ قٓ کی تفسیر

۱-آیت۳ ہے: ﴿ءَ إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا؟ ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ؟﴾: (کفار نے کہا:) کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی ہوجائیں گے (تو دوبارہ زندہ کئے جائیں گے؟) یہ لوٹنا (امکان سے) بہت بعید ہے! —— رَدٌّ: لوٹنا۔

۲-آیت۶ میں ہے: ﴿وَمَالَهَا مِنْ فُرُوْجٍ﴾: نہیں ہے آسمانوں میں کوئی سوراخ! —— الفَرْج: پھٹن، درز، سوراخ —— الْفَتْقُ: پھٹن، دراڑ، شگاف فَتَقَ الشیئَ (ن): چیرنا، پھاڑنا۔

۳-آیت۱۶ میں ہے: ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾: ہم اس (انسان) سے رگِ جاں (شہ رگ) سے بھی زیادہ نزدیک ہیں —— وَرِیْد: گردن کی رگ، گردن کی دائیں بائیں جانب دو رگیں ہوتی ہیں جن میں خون چلتا ہے، جانور کو جب ذبح کرتے ہیں تو ان سے خون نکلتا ہے، ان دونوں رگوں کو وَدَجَان کہتے ہیں، اور ایک کو وَرِیْد —— اور حَبْل کے اصل معنی رسّی کے ہیں، شہ رگ کو بھی حبل الورید کہتے ہیں، کیونکہ رگ ہیئت میں رسّی سے ملتی جلتی ہے —— حَبْل العاتق: شانے کی رگ یعنی شہ رگ۔

۴-آیت۴ میں ہے: ﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْأَرْضُ مِنْهُمْ﴾: ہمیں بالیقین معلوم ہے جو زمین ان میں سے گھٹاتی ہے یعنی جو ہڈیاں مٹی ہوجاتی ہیں۔

۵-آیت۸ ہے: ﴿تَبْصِرَةً وَذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ﴾: ہر اس بندہ کو سمجھانے اور یاد دلانے کے لئے جو اللہ کی طرف رجوع کرے —— تَبْصِرَة: باب تفعیل کا مصدر ہے بَصِیْرَة: سمجھانا اس کا استعمال صرف دل کی بینائی کے لئے ہوتا ہے۔

۶-آیت۹ میں ہے: ﴿فَأَنْبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ﴾: پس اگائے ہم نے اس (پانی) سے باغات اور کھیتی کا غلہ حَصِیْد: فعیل بمعنی مفعول: کھیتی کٹی ہوئی —— یعنی اناج جس کا کھیت کٹ جاتا ہے جیسے گیہوں کا کھیت، اور باغ پھل توڑ کر قائم رہتا ہے۔

۷-آیت۱۰ ہے: ﴿وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ﴾: اور کھجور کے لمبے لمبے درخت جن کے خوشے گوندھے ہوئے (تہ بہ تہ) ہیں —— بَاسِقَات: بَاسِقَة کی جمع: بلند، لمبا، بَسَقَ (ن) بُسُوْقًا: لمبا اور دراز ہونا —— الطُّوال: لمبا۔

۸-آیت۱۵ میں ہے: ﴿أَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ؟﴾: پس کیا ہم پہلی بار بنا کر تھک گئے؟ —— عَيِيَ (س) عِيًّا: تھکنا عاجز ہونا، عَيِيْنَا: ماضی جمع متکلم —— أَعْيَا عليه الأمرُ (باب افعال): کسی کے لئے کوئی معاملہ انتہائی دشوار ہونا —— مجرد کا مزید کے ذریعہ ترجمہ کیا ہے —— مگر امام راغبؒ کہتے ہیں: إِعْيَاء: اس عاجزی کو کہتے ہیں جو چلنے سے بدن کو لاحق ہوتی ہے، اور عِیٌّ اس درماندگی کو کہتے ہیں جو کسی کام کو انجام دینے سے یا بولنے سے پیش آتی ہے۔

۹-آیت ۲۷ میں قَرِیْن سے وہ شیطان مراد ہے جو انسان پر مسلط کیا جاتا ہے، اس کو ہم زاد بھی کہتے ہیں ــــــ اور آیت ۲۳ میں فرشتہ مراد ہے۔

۱۰-آیت ۳۶ میں ہے: ﴿فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ﴾: پس وہ شہروں کو چھانتے پھرتے تھے، نَقَّبَ: بہت کھود کرید کرنا، تلاش وجستجو کرنا ــــــ یعنی اسباب معیشت میں وہ ترقی یافتہ تھے ضَرَبَ في الأرض: سفر کرنا۔

۱۱-آیت ۳۷ میں ہے: ﴿أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ﴾: یا کان لگا کر سنے درانحالیکہ دماغ حاضر ہو ــــــ نہ باتیں کرے مسموع کے علاوہ اپنے دل سے یعنی خیالات میں کھویا ہوا نہ ہو۔

۱۲-یہ نمبر ۸ کا حصہ ہے یعنی جب ہم نے تم کو پیدا کیا اور تمہاری بناوٹ کا آغاز کیا تو کیا ہم تھک گئے؟ اب دوبارہ تمہیں نہیں بنا سکتے؟

[۱۳-] ﴿رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾: رَصَدٌ. [۱٤-] ﴿سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ﴾: الْمَلَكَيْنِ: كَاتِبٌ وَشَهِيْدٌ. [۱٥-] ﴿شَهِيْدٌ﴾: شَاهِدٌ بِالْقَلْبِ. [۱٦-] ﴿لُغُوْبٌ﴾: النَّصَبُ. [۱۷-] وَقَالَ غَيْرُهُ: ﴿نَضِيْدٌ﴾: الْكُفُرَّى مَا دَامَ فِي أَكْمَامِهِ، وَمَعْنَاهُ: مَنْضُوْدٌ بَعْضُهُ عَلَى بَعْضٍ، فَإِذَا خَرَجَ مِنْ أَكْمَامِهِ فَلَيْسَ بِنَضِيْدٍ. [۱۸-] ﴿فِي إِدْبَارِ النُّجُوْمِ﴾ ﴿وَأَدْبَارَ السُّجُوْدِ﴾ كَانَ عَاصِمٌ يَفْتَحُ الَّتِيْ فِيْ قٓ وَيَكْسِرُ الَّتِيْ فِي الطُّوْرِ، وَتُكْسَرَانِ جَمِيْعًا وَتُنْصَبَانِ. [۱۹-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿يَوْمُ الْخُرُوْجِ﴾: يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْقُبُوْرِ.

۱۳-آیت ۱۸ میں ہے: ﴿رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾: تاک لگانے والا تیار ــــــ الرَّصَدُ: نگاہ رکھنے والا، گھات لگانے والا۔

۱۴-آیت ۲۱ میں ہے: ﴿مَعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ﴾: اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک گواہ ہے یعنی جب میدان محشر میں آئے گا تو ایک فرشتہ پیشی کے میدان کی طرف دھکیلتا ہوگا، اور دوسرا نامہ اعمال لئے ہوئے ہوگا ــــــ دو فرشتے مراد ہیں: ایک نامۂ اعمال لکھنے والا اور دوسرا گواہ مگر اس تفسیر پر سَائِق (ہانکنے والا) کے معنی نہیں بنتے۔

۱۵-آیت ۳۷ میں شهيد کے معنی ہیں: حاضر دماغ، دل سے حاضر جیسا کہ نمبر ۱۱ میں گذرا۔

۱۶-آیت ۳۸ میں ہے: ﴿وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوْبٍ﴾: اور ہم کو تکان نے چھویا تک نہیں۔ النَّصَب: تکان، دکھ، درد۔

۱۷-نَضِيْد کے معنی ابھی نمبر ۷ پر گذرے: گوندھے ہوئے خوشے ــــــ الكُفُرّٰی: کھجور کے شگوفے کا غلاف ــــــ الْكُمّ: کھجوروں کو ڈھانکنے والا چھلکا ــــــ کھجوریں جب غلاف سے نکل آتی ہیں تو ان کو شگوفہ کہتے ہیں، اور منضود کے معنی ہیں: بعض بعض کے ساتھ ملا ہوا، یعنی خوشے میں کھجوریں ایسی ملی ہوئی ہوں کہ انگلی اس میں نہ گھس سکے، پھر جب کھجوریں غلاف سے نکل آئیں تو ان کو نضید نہیں کہتے۔

۱۸-سورۃ الطّور آیت ۴۹ میں ہے: ﴿إِدْبَارَ النُّجُوْمِ﴾: ستاروں کے پیچھے یعنی رات کے آخر میں نوافل پڑھنے

چاہئیں، إِدْبار: باب افعال کا مصدر ہے، معنی ہیں: پیٹھ پھیرنا —— اور سورۃ قٓ آیت ۴۲ میں ہے: ﴿وَأَدْبَارَ السُّجُوْدِ﴾: سجدوں کے پیچھے یعنی نمازوں کے بعد تسبیح وتہلیل کرنا چاہئے، یہ دُبُر کی جمع ہے، جو پیچھے کے معنی میں بھی مستعمل ہے —— حضرت فرماتے ہیں: عاصم قاری سورۃ ق میں أدبار (بالفتح) اور سورۃ الطّور میں إدبار (بالکسر) پڑھتے ہیں (یہی ہماری قراءت ہے) اور دونوں جگہ کسرہ بھی پڑھا گیا ہے اور فتح بھی۔

۱۹- آیت ۴۲ میں ہے: ﴿ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ﴾: یہ نکل پڑنے کا دن ہے یعنی لوگ قبروں سے نکلیں گے۔

اللہ تعالیٰ جہنم پر قدم رکھیں گے جس سے وہ سکڑ جائے گی اور بھر جائے گی

آیت ۳۰ میں ہے: ﴿يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ: هَلِ امْتَلَأْتِ؟ وَتَقُوْلُ: هَلْ مَنْ مَزِيْدٍ؟﴾: جس دن ہم جہنم سے پوچھیں گے: کیا تو بھر گئی؟ اور وہ کہے گی: کیا کچھ اور بھی ہے؟ یعنی میں ابھی نہیں بھری، ابھی گنجائش ہے —— دوزخ میں اتنی گنجائش ہے کہ وہ بھرنے کا نام ہی نہیں لے گی، جبکہ اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ جہنم کو ضرور بھریں گے (ہود آیت ۱۱۹) چنانچہ اللہ تعالیٰ جہنم پر قدم رکھیں گے، جس سے وہ سکڑ جائے گی، اور کہے گی: بس! بس! یہ بات باب کی حدیثوں میں ہے:

[۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَزِيْدٍ﴾

[٤٨٤٨-] حدثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَرَمِيٌّ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " يُلْقَى فِي النَّارِ ﴿وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ؟﴾ حَتّٰى يَضَعَ قَدَمَهُ، فَتَقُوْلُ: قَطٍ قَطٍ" [طرفاه: ٦٦٦١، ٧٣٨٤]

ترجمہ: دوزخ میں ڈالا جائے گا، اور وہ کہے گی: کیا کچھ اور بھی ہے؟ یعنی بھرے گی ہی نہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا پیر رکھیں گے، پس کہے گی: فقط! فقط!! یعنی بس! بس! بھر گئی، بھر گئی!! (تفصیل آگے آرہی ہے)

[٤٨٤٩-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَى الْقَطَّانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ سُفْيَانَ الْحِمْيَرِيُّ سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ مَهْدِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ، وَأَكْثَرُ مَا كَانَ يُوْقِفُهُ أَبُوْ سُفْيَانَ: "يُقَالُ لِجَهَنَّمَ: هَلِ امْتَلَأْتِ؟ فَتَقُوْلُ: هَلْ مِنْ مَزِيْدٍ؟ فَيَضَعُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَدَمَهُ عَلَيْهَا، فَتَقُوْلُ: قَطْ قَطْ"
[طرفاه: ٤٨٥٠، ٧٤٤٩]

وضاحت: یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، پہلی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی تھی، ابوسفیان (راوی) اکثر اس حدیث کو ابو ہریرہؓ پر موقوف کرتے تھے یعنی یہ حضرت ابو ہریرہؓ کا قول ہے (مگر صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے جیسا کہ اگلی روایت میں آرہا ہے) باقی مضمون حدیثِ اول کا ہے۔

[٤٨٥٠-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: "تَحَاجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ، فَقَالَتِ النَّارُ: أُوْثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِيْنَ وَالْمُتَجَبِّرِيْنَ، وَقَالَتِ الْجَنَّةُ: مَا لِي لاَ يَدْخُلُنِيْ إِلاَّ ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَسَقَطُهُمْ. قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لِلْجَنَّةِ: أَنْتِ رَحْمَتِيْ أَرْحَمُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِيْ، وَقَالَ لِلنَّارِ: إِنَّمَا أَنْتِ عَذَابٌ أُعَذِّبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِيْ، وِلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا مِلْؤُهَا، فَأَمَّا النَّارُ فَلاَ تَمْتَلِئُ حَتّٰى يَضَعَ رِجْلَهُ، فَتَقُوْلُ: قَطِ قَطِ قَطِ. فَهُنَالِكَ تَمْتَلِئُ وَيُزْوَى بَعْضُهَا إِلٰى بَعْضٍ، وَلاَ يَظْلِمُ اللّٰهُ مِنْ خَلْقِهِ أَحَدًا، وَأَمَّا الْجَنَّةُ فَإِنَّ اللّٰهَ يُنْشِئُ لَهَا خَلْقًا"[راجع: ٤٨٤٩]

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: جنت اور جہنم نے باہم جھگڑا کیا یعنی دونوں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنا رونا رویا۔ جہنم نے کہا: میں متکبروں اور سرکشوں کے ساتھ کیوں ترجیح دی گئی؟ یعنی ایسے نکمے لوگ میرے اندر کیوں آتے ہیں؟ اور جنت نے کہا: کیا بات ہے کہ میرے اندر کمزور اور گرے پڑے لوگ ہی داخل ہوتے ہیں؟ (اس میں متکبروں کے لئے عبرت اور کمزور مسلمانوں کے لئے بشارت ہے) پس اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا: ''تو میری مہربانی ہے، تیرے ذریعہ میں جس پر چاہتا ہوں اپنے بندوں میں سے مہربانی کرتا ہوں'' اور دوزخ سے کہا: ''تو میرا عذاب ہے، تیرے ذریعہ میں جس کو چاہتا ہوں اپنے بندوں میں سے سزا دیتا ہوں، اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے اس کا بھرنا ہے'' یعنی دونوں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو بھریں گے —— پس رہی دوزخ تو وہ بھرے گی ہی نہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا پیر رکھیں گے، پس وہ کہے گی: بس بس بس! پس اس وقت وہ بھر جائے گی، اور اس کا بعض بعض کی طرف سکڑ جائے گا، اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کریں گے، یعنی بلا وجہ کسی کو جہنم میں ٹھونس کر اس کو نہیں بھریں گے، بلکہ قدم رکھ کر سکیڑ دیں گے اور بھرنے کا وعدہ پورا کریں گے —— اور رہی جنت تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک مخلوق پیدا کریں گے (اور اس سے جنت کو بھریں گے)

صفاتِ متشابہات کی بحث

جاننا چاہئے کہ مذکورہ حدیث میں جو اللہ تعالیٰ کے 'قدم' کا ذکر ہے وہ صفاتِ متشابہات میں سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفات متشابہات ہیں سات یا آٹھ جو صفاتِ حقیقیہ ذاتیہ ہیں وہ بھی متشابہات ہیں یعنی مخلوق کی صفات سے ملتی جلتی ہیں، کیونکہ بیانِ صفات کے لئے جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہ مخلوق کی صفات کے لئے وضع کئے ہوئے ہیں، سمع وبصر، حیات ومشیت، قدرت وقدامت وغیرہ الفاظ مخلوقات کے لئے موضوع ہیں، ان کے ذریعہ اللہ کی صفات بیان کی گئی ہیں، آسمان سے نئے الفاظ نازل نہیں کئے گئے، ان کو کون سمجھتا؟ اس نزاکت کی وجہ سے جو الفاظ بندوں کی صفات کے لئے تھے، انہی سے اللہ کی صفات بیان کی گئی ہیں، اور ساتھ ہی یہ قاعدہ بیان کر دیا ہے کہ اللہ کے مثل کوئی چیز نہیں، پس تم اللہ کی صفات کو

اپنی صفات جیسا نہ سمجھ لینا، ان کی صفات ان کی شایانِ شان ہیں، فرمایا: ﴿لَیْسَ کَمِثْلِهِ شَیْئٌ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ﴾: (سورۃ الشوریٰ آیت ۱۱) یعنی کوئی چیز ان کے مثل (مانند) نہیں، اور وہ ہر بات سننے والے اور ہر چیز دیکھنے والے ہیں، سمیع وبصیر صفات حقیقیہ ذاتیہ ہیں، ان کے ساتھ یہ قاعدہ بیان کیا ہے، پس معلوم ہوا کہ صفاتِ حقیقیہ بھی صفاتِ متشابہات ہیں۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ نصوص دو طرح کی ہیں:

ایک: وہ نصوص ہیں جو بیانِ صفات کے لئے مسوق ہیں یعنی ان سے صفات کا اثبات ہی مقصود ہے، کوئی دوسری بات سمجھانا مقصود نہیں، جیسی مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ کے لئے سمع وبصر ثابت کئے گئے ہیں، یا جیسے کَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا، إِنَّ اللّٰهَ کَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا وغیرہ، یہ صفات اللہ تعالیٰ کے لئے بلا تاویل ثابت کی جائیں گے، البتہ ان کی کیفیت کے ادراک سے عاجزی ظاہر کی جائے گی، اس کا علم اللہ کے سپرد کردیا جائے گا، البتہ یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ اللہ کی یہ صفات مخلوقات کی صفات کی طرح نہیں، یہی تنزیہ مع التفویض ہے، اور یہی سلف کا مذہب ہے۔

دوسری: وہ صفات ہیں جو کسی مضمون کے بیان کے ضمن میں آئی ہیں، جیسے ﴿کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ، وَیَبْقَی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْأِکْرَامِ﴾ یعنی جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو تمام زمینی مخلوقات ختم ہوجائیں گی، صرف عظمت واحسان والے پروردگار کا چہرہ باقی رہ جائے گا یعنی رہے نام اللہ کا! —— یا جیسے فرمایا: ﴿یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَیْدِیْهِمْ﴾ (سورۃ الفتح آیت ۱۰) یعنی جو لوگ نبی ﷺ سے بیعت (سودا) کررہے ہیں وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے عہد و پیمان کررہے ہیں، کیونکہ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے —— یا جیسے جہنم کو بھرنے کے لئے اس پر اللہ تعالیٰ کا قدم رکھنا، یہاں یہ سمجھانا مقصود ہے کہ اللہ نے جہنم کو بھرنے کا جو وعدہ کیا ہے وہ ضرور پورا ہوگا، مگر اس کے لئے بے گناہ مخلوقات کو جہنم میں نہیں ڈالا جائے گا، بلکہ جہنم کو سکیڑ دیا جائے گا، چھوٹا کردیا جائے گا —— یا جیسے قرآنِ کریم میں سات جگہ یہ مضمون آیا ہے کہ کائنات کو پیدا کرکے اس کا نظام اللہ تعالیٰ نے خود سنبھالا ہے، کسی کو سپرد نہیں کیا جیسا کہ مشرکین کا خیال ہے، تختِ شاہی پر قائم ہونا استیلاء (قبضہ) سے تعبیر ہے۔

اس دوسری قسم کی صفات میں وہ خاص مضمون جو بیان کرنا مقصود ہے اس کو پیشِ نظر رکھنا چاہئے، مگر مبدأ (اصل) کا ثبوت ماننا ضروری ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے چہرہ، ہاتھ، پیر اور تختِ شاہی پر قائم ہونا: ماننا ضروری ہے، پھر اس کی کیفیت کو اللہ کے حوالے کردیا جائے گا، ان نصوص سے صفات کا اثبات صحیح نہیں، جیسے کچھ لوگ استوی علی العرش سے اللہ تعالیٰ کے لئے 'مکانیت' ثابت کرتے ہیں: یہ صحیح نہیں، یہ تو ایک تعبیر ہے، جیسے کہتے ہیں کہ فلاں ملک کا بادشاہ مرگیا، اب اس کا لڑکا تخت نشیں ہوا یعنی اس نے ملک کا کنٹرول سنبھالا، یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ہر وقت تختِ شاہی پر براجمان رہتا ہے، اسی طرح اللہ کا عرش ہے، اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا استوی کا تعلق بھی ہے، مگر وہ اللہ کا 'مکان' نہیں، عرش مخلوق ہے، اور خالق مخلوق کا محتاج نہیں ہوتا، جبکہ مکین مکان کا محتاج ہوتا ہے۔

فجر اور عصر کی نمازوں کا دیدار خداوندی کی صلاحیت پیدا کرنے میں خاص دخل ہے

آیت ۳۹ میں ہے: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ﴾: اور پاکی بیان کر اپنے رب کی خوبیوں کے ساتھ ملاکر آفتاب نکلنے سے پہلے اور چھپنے سے پہلے یعنی فجر اور عصر کی نمازوں کا خصوصی اہتمام کر، ان دونوں نمازوں کا دیدار خداوندی کی صلاحیت پیدا کرنے میں خاص دخل ہے، جیسا کہ باب کی حدیث میں ہے، اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۲:۴۱۴) آچکی ہے۔

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ﴾

[٤٨٥١-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ جَرِيْرٍ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كُنَّا جُلُوْسًا لَيْلَةً مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ أَرْبَعَ عَشْرَةَ، فَقَالَ: " إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا، لَاتُضَامُّوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَاتُغْلَبُوْا عَلٰى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا قَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا" ثُمَّ قَرَأَ: ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ﴾[راجع: ٥٥٤]

سبھی نمازوں کے بعد تسبیح وتحمید مامور بہ ہے

باب کی اوپر کی حدیث سے کوئی غلط فہمی نہ ہو، اس لئے کہ آگے آیت ۴۰ ہے: ﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُوْدِ﴾: اور کچھ رات میں اللہ کی پاکی بیان کر اور نمازوں کے بعد —— اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ سبھی نمازوں کے بعد اللہ کی پاکی بیان کریں، ﴿أَدْبَارَ السُّجُوْدِ﴾ کا یہی مطلب ہے۔

[٤٨٥٢-] حدثنا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ نَجِيْحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَمَرَهُ أَنْ يُسَبِّحَ فِي أَدْبَارِ الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا، يَعْنِيْ قَوْلَهُ: ﴿وَأَدْبَارَ السُّجُوْدِ﴾

٥١- والذاريات

[١-] وَقَالَ عَلِيٌّ: ﴿الذَّارِيَاتُ﴾: الرِّيَاحُ، وَقَالَ غَيْرُهُ: ﴿تَذْرُوْهُ﴾: تُفَرِّقُهُ. [٢-] ﴿وفِيْ أَنْفُسِكُمْ﴾: تَأْكُلُ وَتَشْرَبُ فِيْ مَدْخَلٍ وَاحِدٍ وَيَخْرُجُ مِنْ مَوْضِعَيْنِ.[٣-]﴿فَرَاغَ﴾:فَرَجَعَ.[٤-]﴿فَصَكَّتْ﴾: فَجَمَعَتْ أَصَابِعَهَا فَضَرَبَتْ بِهِ جَبْهَتَهَا. [٥-] وَالرَّمِيْمُ: نَبَاتُ الْأَرْضِ إِذَا يَبِسَ وَدِيْسَ. [٦-] ﴿لَمُوْسِعُوْنَ﴾: أَيْ: لَذُوْ سَعَةٍ، وَكَذٰلِكَ:﴿ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهُ﴾: يَعْنِي الْقَوِيَّ.

سورۃ الذاریات کی تفسیر

۱-پہلی آیت میں ہے:﴿وَالذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا﴾:قسم ہے اڑا کر بکھیرنے والی ہواؤں کی —— یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمائی ہے۔اور کسی اور نے کہا کہ سورۃ الکہف آیت ۴۵ میں:﴿تَذْرُوْهُ الرِّيَاحُ﴾کے معنی بھی بکھیرنے کے ہیں، یعنی ہوا گھاس کے ریزوں کو لئے لئے پھرتی ہے۔﴿الذّٰرِیٰت﴾عمدۃ القاری سے بڑھایا ہے۔

۲-آیت ۲۱ میں ہے:﴿وَفِیْ أَنْفُسِكُمْ﴾:اور خود تمہاری ذاتوں میں (بھی نشانیاں ہیں یقین کرنے والوں کے لئے) —— فی الأرض پر عطف ہے —— نشانیاں ہیں یعنی قیامت کے امکانِ وقوع کی —— تمہارے ظاہری اور باطنی احوال قیامت کے امکانِ وقوع پر دال ہیں،تم منہ سے کھاتے پیتے ہو اور کھایا پیا نیچے کے دو راستوں سے تقسیم ہو کر نکلتا ہے،اسی طرح دنیا میں سب انسان ایک ساتھ ہیں اور آخرت میں جنت وجہنم میں تقسیم ہوجائیں گے۔

۳-آیت ۲۶ میں ہے:﴿فَرَاغَ إِلٰى أَهْلِهِ﴾:وہ اپنے گھر والوں کی طرف چپکے سے گیا —— رَاغَ إلی کذا:کسی چیز کی طرف خفیہ طور پر مائل ہونا۔

۴-آیت ۲۹ میں ہے:﴿فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِیْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا﴾:پھر ان کی بیوی (سارہؓ) بولتی ہوئی (فرشتوں کے) سامنے آئیں،پس اپنے چہرے پر ہاتھ مارا —— مٹھی بھری اور اپنے ماتھے پر ماری —— صَرَّة کے معنی نمبر ۱۱ میں صَيْحَة کئے ہیں یعنی چیخ —— اور صَكَّ (ن) صَكًّا کے معنی ہیں:زور سے مارنا،دروازہ وغیرہ بند کرنا۔

۵-آیت ۴۲ میں ہے:﴿مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ﴾:(بانجھ ہوا) نہیں چھوڑتی تھی کسی چیز کو جس پر وہ گذرتی مگر اس کو چورا کر دیتی تھی —— رَمِيْم:صفتِ مشبہ،جمع أَرِمَّاء اور رِمَام —— رَمَّ (ن) العظمُ:ہڈی کا گل جانا،بوسیدہ ہوجانا،یہاں گھاس کا چورا ہوجانا مراد ہے —— نباتات جب خشک ہوجائیں،اور پیروں سے خوب روند دی جائیں —— دِيْسَ:بروزن قِيْل:ماضی مجہول ہے دَاسَ الشيئَ (ن) دَوْسًا:روندنا،مسلنا،کچلنا۔

۶-آیت ۴۷ ہے:﴿وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَّإِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ﴾:اور ہم نے آسمان کو ہاتھوں (قدرت) سے بنایا،اور ہم وسیع القدرت ہیں —— ذو سعة:وسیع قدرت والا —— سورۃ البقرۃ آیت ۲۳۶ میں بھی یہی معنی ہیں،فرمایا:﴿عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهُ﴾:صاحبِ وسعت پر اس کی حیثیت کے موافق ہے —— مُوْسِع سے قوی،صاحبِ قدرت مراد ہے۔

[۷-] ﴿زَوْجَيْنِ﴾: الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى، وَاخْتِلَافُ الْأَلْوَانِ: حُلْوٌ وَحَامِضٌ فَهُمَا زَوْجَانِ. [۸-] ﴿فَفِرُّوْا إِلَى اللّٰهِ﴾: مِنَ اللّٰهِ إِلَيْهِ. [۹-] ﴿إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾: مَا خَلَقْتُ أَهْلَ السَّعَادَةِ مِنْ أَهْلِ الْفَرِيْقَيْنِ إِلَّا لِيُوَحِّدُوْنَ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: خَلَقَهُمْ لِيَفْعَلُوْا، فَفَعَلَ بَعْضٌ وَتَرَكَ بَعْضٌ، وَلَيْسَ فِيْهِ حُجَّةٌ لِأَهْلِ الْقَدْرِ. [۱۰-] وَالذَّنُوْبُ: الدَّلْوُ الْعَظِيْمُ. [۱۱-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿صَرَّةٍ﴾: صَيْحَةٍ. [۱۲-] ﴿ذَنُوْبًا﴾: سَجْلًا. [۱۳-] ﴿الْعَقِيْمُ﴾: الَّتِيْ لَاتَلِدُ.

۷-آیت ۴۹ میں ہے: ﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ﴾: اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے (متقابلات) بنائے ہیں —— جیسے نر اور مادہ اور پھلوں میں قسموں کا اختلاف، میٹھا اور کھٹا، یہ جوڑے ہیں —— ایسے ہی آسمان وزمین بھی جوڑا ہیں —— جوڑا: وہ دو چیزیں جو مل کر ایک مقصد کی تکمیل کریں، جیسے دو جوتوں کا جوڑا، کرتا پاجامہ کا جوڑا: ﴿لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾: تاکہ تم یاد کرو —— کہ دنیا کا بھی جوڑا ہے، اور وہ آخرت ہے، دونوں مل کر جزاؤسزا کا مقصد پورا کرتے ہیں۔

۸-آیت ۵۰ میں ہے: ﴿فَفِرُّوْا إِلَى اللّٰهِ﴾: پس بھاگو اللہ (کے دین) کی طرف —— اس میں مجاز بالحذف ہے، دین محذوف ہے —— حضرت کہتے ہیں: اللہ سے اللہ ہی کی طرف بھاگو —— اس سے بہتر دین محذوف ماننا ہے، جب دلیل سے ثابت ہوگیا کہ دنیا کا جوڑا آخرت ہے تو اس کی تیاری کرو اور دین پر مضبوطی سے عمل شروع کرو۔

۹-آیت ۵۶ ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾: اور میں نے جنات اور انسانوں کو اپنی بندگی ہی کے لئے پیدا کیا ہے —— یعنی مجھ کو مطلوب ان سے عبادت ہے —— معتزلہ نے اس آیت سے تین استدلالات کئے ہیں: (۱) ارادۂ خداوندی صرف خیر سے متعلق ہوتا ہے، شر سے متعلق نہیں ہوتا، شر بندے خود پیدا کرتے ہیں، چنانچہ پیدا تو سب کو عبادت کے لئے کیا ہے، مگر کوئی عبادت کرتا ہے کوئی نہیں کرتا۔ (۲) افعالِ خداوندی معلل بالاغراض ہیں یعنی اللہ تعالیٰ بھی مقاصد پیش نظر رکھ کر کام کرتے ہیں۔ (۳) بندے خود اپنے افعالِ اختیاریہ کے خالق ہیں، کیونکہ عبادت کی نسبت جن وانس کی طرف کی گئی ہے۔

جوابات: (۱) آیت میں خلق کی علت کا بیان ہے، تعلقِ ارادہ کا کوئی تذکرہ نہیں، اور کسی فعل کے معلل بالشیٔ ہونے کے لئے ضروری نہیں کہ وہ چیز مراد بھی ہو، مراد ہونا نہ ہونا مسکوت عنہ ہے۔ (۲) معلل بالاغراض بمعنی وجوب کی آیت میں کوئی دلیل نہیں، اور بمعنی جواز میں کوئی اختلاف نہیں، یعنی افعال خداوندی میں مقاصد پیشِ نظر ہوتے ہیں، مگر مقاصد کے پیشِ نظر ہی اللہ تعالیٰ کام کرتے ہیں: اس کی کوئی دلیل نہیں۔ (۳) بندوں کی طرف عبادت کی نسبت بوجہ کسب ہے، چونکہ وہ اپنے اعمال کے کاسب (کمانے والے) ہیں اس لئے عبادت کی ان کی طرف نسبت کی گئی ہے پس معتزلہ کے تینوں استدلالات باطل ہیں۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلے استدلال کے دو جواب دیئے ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ نے نیک بختوں ہی کو اپنی بندگی کے لئے پیدا کیا ہے، پس بد بخت اللہ کی عبادت نہ کریں تو کوئی اشکال نہیں۔ (۲) اللہ تعالیٰ نے پیدا تو سب کو اپنی عبادت کے لئے کیا ہے یعنی علتِ تخلیق تو یہی ہے، مگر کوئی عبادت کرتا ہے کوئی نہیں کرتا: اس سے علت پر کچھ اثر نہیں پڑتا —— پس اہل قدر یعنی منکرین تقدیر (معتزلہ) کا استدلال باطل ہے۔

۱۰-آیت ۵۹ میں ہے: ﴿فَإِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا﴾: سوان گنہ گاروں کا ڈول بھر چکا ہے —— ذنوب: بڑا ڈول، اس کو سِجْل بھی کہتے ہیں، جیسا کہ ابھی نمبر ۱۲ پر آرہا ہے۔

۱۱-صَرَّۃ کے معنی ابھی نمبر ۴ میں بیان کئے گئے ہیں۔

۱۲- ذنوب کے معنی ابھی نمبر ۱۰ میں بیان کئے گئے ہیں ــــ اور ہمارے نسخہ میں سَبِیْلاً ہے اور گیلری میں سَجْلا ہے، اور یہی صحیح ہے۔

۱۳- آیت ۴۱ میں ﴿الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ﴾ ہے: بانجھ (بے برکت) ہوا۔

[۱٤-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: و﴿الْحُبُكِ﴾: اسْتِوَاؤُهَا وَحُسْنُهَا. [۱٥-] ﴿فِیْ غَمْرَةٍ﴾: فِیْ ضَلاَلَتِهِمْ یَتَمَادَوْنَ. [۱٦-] وَقَالَ غَیْرُهُ: ﴿تَوَاصَوْا﴾: تَوَاطَئُوْا. [۱۷-] وَقَالَ: ﴿مُسَوَّمَةً﴾: مُعَلَّمَةً مِنَ السِّیْمَا.

۱۴- آیت ۷ ہے: ﴿وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ﴾: درست اور پُر رونق آسمان کی قسم! یہ معنی حضرت ابن عباسؓ نے کئے ہیں ــــ استواء: سیدھا ہونا، درست ہونا ــــ دوسرے حضرات (فرشتوں کے) راستوں والے: ترجمہ کرتے ہیں حبیکة کی جمع ہے۔

۱۵- آیت ۱۱ ہے: ﴿الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ﴾: (بے سند باتیں کرنے والے وہ ہیں) جو بہت پانی (زبردست گمراہی) میں بھولنے والے ہیں ــــ وہ اپنی گمراہیوں میں پیر پسارنے والے ہیں یعنی دنیا کے مزوں نے آخرت سے غافل کر رکھا ہے۔

۱۶- آیت ۵۳ میں ہے: ﴿أَتَوَاصَوْا بِهِ﴾: کیا وہ اس (انکار رسالت) کی ایک دوسرے کو وصیت کر رہے ہیں؟ ــــ تَوَاطئوا: اتفاق کیا ہے انھوں نے؟

۱۷- آیت ۳۴ ہے: ﴿مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِیْنَ﴾: نشان پڑے ہوئے (پتھر) تیرے رب کے یہاں سے حد سے نکلنے والوں کے لئے ــــ معلَّمة: نشان لگایا ہوا، ماٴخوذ منہ سِیْمَاء، جس کے معنی ہیں: علامت، نشانی۔

۵۲- ﴿والطور﴾

[۱-] وَقَالَ قَتَادَةُ: ﴿مَسْطُوْرٍ﴾: مَكْتُوْبٍ. [۲-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: الطُّوْرُ: الْجَبَلُ بِالسُّرْیَانِیَّةِ. [۳-] ﴿رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ﴾: صَحِیْفَةٍ. [٤-] ﴿وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ﴾: سَمَاءٌ. [٥-] و﴿الْمَسْجُوْرِ﴾: الْمُوْقَدُ. وَقَالَ الْحَسَنُ: تُسْجَرُ حَتّٰی یَذْهَبَ مَاؤُهَا فَلاَ یَبْقَی فِیْهَا قَطْرَةٌ. [٦-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿أَلَتْنَاهُمْ﴾: نَقَصْنَا. [۷-] وَقَالَ غَیْرُهُ: ﴿تَمُوْرُ﴾: تَدُوْرُ. [۸-] ﴿أَحْلاَمُهُمْ﴾: الْعُقُوْلُ. [۹-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿الْبَرُّ﴾: اللَّطِیْفُ. [۱۰-] ﴿كِسْفًا﴾: قِطَعًا. [۱۱-] ﴿الْمَنُوْنِ﴾: الْمَوْتُ. [۱۲-] وَقَالَ غَیْرُهُ: ﴿یَتَنَازَعُوْنَ﴾: یَتَعَاطُوْنَ.

سورۃ الطّور کی تفسیر

۱- آیت ۲ میں ہے: ﴿وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ﴾: قسم ہے لکھی ہوئی کتاب کی یعنی تورات کی۔

۲-پہلی آیت ہے: ﴿وَالطُّوْرِ﴾: قسم ہے طور (پہاڑ) کی، مجاہدؒ کہتے ہیں: سریانی زبان میں طور کے معنی پہاڑ کے ہیں، اور مراد وہ پہاڑ ہے جس پر موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا ہے۔

۳-آیت ۳ ہے: ﴿فِیْ رَقٍّ مَنْشُوْرٍ﴾: (قسم ہے لکھی ہوئی کتاب کی) کشادہ ورق میں رَق: کاغذ، ورق، جھلّی جس پر لکھا جاتا تھا ــــ منشور: پھیلایا ہوا۔

۴-آیت ۵ ہے: ﴿وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ﴾: اور (قسم ہے) اونچی چھت کی یعنی آسمان کی۔

۵-آیت ۶ ہے: ﴿وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ﴾: اور قسم ہے اُبلتے سمندر کی ــــ مَسْجُوْر کا یہ ترجمہ حضرت حسن بصریؒ نے کیا ہے، اور مجاہدؒ نے ترجمہ کیا ہے: لبریز، بھرا ہوا ــــ المُوْقَد: اسم مفعول: کھولایا ہوا ــــ حضرت حسنؒ نے فرمایا: سمندر کھولایا جائے گا یہاں تک کہ اس کا پانی ختم ہوجائے گا، پس سمندر میں ایک قطرہ بھی پانی باقی نہیں رہے گا۔

۶-آیت ۲۱ میں ہے: ﴿وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ﴾: اور ہم ان کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کریں گے ــــ أَلَتْنَا: ماضی، جمع متکلم، أَلَتَ الشيئَ (ض) کم کرنا، گھٹانا۔

۷-آیت ۹ ہے: ﴿یَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَاءُ مَوْرًا﴾: جس دن آسمان تیزی سے گھومے گا۔تَدُوْر: گھومے گا۔ مَارَ الشيئُ (ن) مَوْرًا: حرکت کرنا ــــ لرزنا، کپکپانا بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔

۸-آیت ۳۲ میں ہے: ﴿أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُمْ بِهٰذَا﴾: کیا ان کی عقلیں ان کو یہ سکھاتی ہیں؟ الْحِلْم: عقل، خرد۔

۹-آیت ۲۸ میں ہے: ﴿إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ﴾: بے شک وہی نیک سلوک کرنے والے مہربان ہیں، لطیف: شفقت کرنے والے۔

۱۰-آیت ۴۴ ہے: ﴿وَإِنْ یَرَوْا کِسْفًا مِنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا﴾: اور اگر دیکھیں وہ آسمان کے کسی ٹکڑے کو گرتا ہوا۔

۱۱-آیت ۳۰ ہے: ﴿نَتَرَبَّصُ بِهِ رَیْبَ الْمَنُوْنِ﴾: ہم ان کے بارے میں حادثۂ موت کا انتظار کرتے ہیں الرَّیْب: گردش زمانہ۔

۱۲-آیت ۲۳ میں ہے: ﴿یَتَنَازَعُوْنَ فِیْهَا کَأْسًا﴾: آپس میں چھینا جھپٹی کریں گے وہاں جام میں، یَتَعَاطَوْن: دیں گے لیں گے۔

نبی ﷺ نے فجر کی نماز میں سورۃ الطّور پڑھی

حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۲: ۳۱۸) آئی ہے: ام سلمہؓ نے بیماری کی شکایت کی، آپؐ نے فرمایا: سوار ہوکر لوگوں کے پیچھے طواف کرلینا، چنانچہ نبی ﷺ فجر کی نماز پڑھا رہے تھے، اور سورۃ الطّور پڑھ رہے تھے کہ ام سلمہؓ نے اونٹ پر طواف کیا۔

[٤٨٥٣-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ،

عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: شَكَوْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنِّيْ أَشْتَكِيْ، فَقَالَ: "طُوْفِيْ مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ" فَطُفْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يُصَلِّيْ إِلٰى جَنْبِ الْبَيْتِ يَقْرَأُ بِالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَسْطُوْرٍ. [راجع: ٤٦٤]

سورۃ الطّور سن کر ایک غیر مسلم کا دل پھٹتے پھٹتے رہ گیا!

جبیر بن مطعم قرشی نوفلی زمانۂ کفر میں بدر کے قیدیوں کے سلسلہ میں گفتگو کرنے کے لئے مدینہ آئے، انھوں نے نبی ﷺ کو مغرب کی نماز میں سورۃ الطّور پڑھتے ہوئے سنا، جب آپؐ نے آیات ۳۵-۳۷ پڑھیں تو جبیر کہتے ہیں: میرا دل پھٹنے کو ہو گیا!

سند: یہ ابن عیینہ کی روایت ہے، کہتے ہیں: حَدَّثُونی: مجھ سے میرے اساتذہ نے زہریؒ سے روایت کرتے ہوئے یہ حدیث بیان کی، مگر میں نے خود زہریؒ سے بس اتنی ہی حدیث سنی ہے کہ نبی ﷺ نے مغرب کی نماز میں سورۃ الطّور پڑھی، باقی مضمون جو مجھ سے میرے اساتذہ نے بیان کیا ہے وہ میں نے زہریؒ سے نہیں سنا۔

[٤٨٥٤-] حدثنا الْحُمَيْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثُوْنِيْ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ، فَلَمَّا بَلَغَ هٰذِهِ الآيَةَ: ﴿أَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ ○ أَمْ خَلَقُوْا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بَلْ لَّايُوْقِنُوْنَ ○ أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ﴾ كَادَ قَلْبِيْ أَنْ يَطِيْرَ. قَالَ سُفْيَانُ: فَأَمَّا أَنَا فَإِنَّمَا سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ، لَمْ أَسْمَعْهُ زَادَ الَّذِيْ قَالُوْا لِيْ. [راجع: ٧٦٥]

٥٣- ﴿والنجم﴾

[١-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿ذُومِرَّةٍ﴾: ذُو قُوَّةٍ. [٢-] ﴿قَابَ قَوْسَيْنِ﴾: حَيْثُ الْوَتَرُ مِنَ الْقَوْسِ. [٤-] ﴿ضِيْزٰى﴾: عَوْجَاءُ. [٤-] ﴿وَأَكْدٰى﴾: قَطَعَ عَطَاءَ هُ. [٥-] ﴿رَبُّ الشِّعْرٰى﴾: هُوَ مِرْزَمُ الْجَوْزَاءِ. [٦-] ﴿الَّذِيْ وَفّٰى﴾: وَفّٰى مَا فُرِضَ عَلَيْهِ. [٧-] ﴿أَزِفَتِ الآزِفَةُ﴾: اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ. [٨-] ﴿سَامِدُوْنَ﴾: الْبَرْطَمَةُ، هُوَ ضَرْبٌ مِنَ اللَّهْوِ، وَقَالَ عِكْرِمَةُ: يَتَغَنَّوْنَ، بِالْحِمْيَرِيَّةِ.

سورۃ النجم کی تفسیر

۱- آیت ۶ میں جبرئیل علیہ السلام کے بارے میں ہے: ﴿ذُوْ مِرَّةٍ﴾: زورآور، طاقت والا۔

۲-آیت ۱۰میں ہے: ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى﴾: پس رہ گئے (جبرئیلؑ) کمان کی تانت کے بقدر یا اس سے بھی کم ــــ القَابُ: کمان کی تانت کے وسط سے کنارہ تک کا فاصلہ، یہ دو ہوتے ہیں، پس قَابَ قوسین کے معنی ہیں: کمان کی ایک تانت کے بقدر یعنی بہت ہی قریب۔

لغات القرآن (۵:۶۳) میں معجم القرآن کے حوالے سے ہے: ''اہل عرب کسی مسافت کا اندازہ کرنے کے لئے مختلف الفاظ بولتے ہیں، مثلاً: کمان برابر، ایک نیزے کے برابر، ایک کوڑے کے برابر، ہاتھ برابر، بانھ برابر، بالشت بھر، انگل برابر وغیرہ ــــ آیت میں لفظی قلب کردیا گیا ہے، اصل میں قَابَیْ قوسٍ تھا، کمان کے دو قاب کے برابر، ایک کمان کے دو قاب ہوتے ہیں یعنی وسطی قبضہ سے دونوں طرف کے حصے برابر ہوتے ہیں، پس دو قاب پوری کمان کے بقدر ہوگئے'' ــــ قلب کردیا گیا یعنی پہلے تثنیہ کا نون اضافت کی وجہ سے گرایا پھر مضاف کے یاءنون مضاف الیہ میں لگادیئے، پس قاب قوسین ہوگیا، مگر معنی اصل کے باقی ہیں۔

حیثُ الْوَتَرُ من الْقَوْسِ: جہاں کمان کی تانت ہوتی ہے، حیث: جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ الْوَتَرُ: کمان کی تانت۔

۳-آیت ۲۲میں ہے: ﴿تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى﴾: تب تو وہ بھونڈا بانٹنا ہے ــــ ضِیْزٰی: صفت کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے اور مصدر بھی، معنی ہیں: غیر منصفانہ یا ظالمانہ ضَازَ (ض) ضَيْزًا: ٹیڑھا ہونا، ظلم کرنا۔ عَوْجَاء: کج، ٹیڑھی تقسیم۔

۴-آیت ۳۴ ہے: ﴿وَأَعْطٰى قَلِيْلاً وَأَكْدٰى﴾: اور تھوڑا سا دیا اور دینا بند کردیا ــــ أَكْدٰى فلان: بخل کرنا۔

۵-آیت ۴۹ ہے: ﴿وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى﴾: اور یہ کہ وہی شعری کا رب ہے شعری: ایک بہت بڑا ستارہ ہے جس کو بعض عرب پوجتے تھے ــــ المِرْزَم: چند ستاروں کے مجموعہ کا نام ــــ الجَوْزَاء: آسمان کے ایک برج کا نام ہے، اس برج میں شعری ستارہ ہوتا ہے۔

۶-آیت ۳۷ ہے: ﴿وَإِبْرَاهِيْمَ الَّذِىْ وَفّٰى﴾: اور ابراہیمؑ کے (صحیفوں میں) جو اپنے قول وقرار میں پورے اترے ــــ وَفّٰى: پورا کیا جو ان پر فرض کیا گیا، مصدر تَوْفِيَة۔

۷-آیت ۵۷ ہے: ﴿أَزِفَتِ الآزِفَةُ﴾: آپہنچی آنے والی یعنی قیامت نزدیک آگئی ــــ أَزِفَ (س) الوقتُ: وقت کا قریب آجانا، أَزِفَ التِّرْحَال: کوچ کا وقت ہوگیا ــــ الآزِفَة: قیامت۔

۸-آیت ۶۱ ہے: ﴿وَأَنْتُمْ سَامِدُوْنَ﴾: اور تم کھلاڑیاں کرتے ہو! ــــ الْبَرْطَمَة: سمود کا ترجمہ ہے، اور وہ کھیل کی ایک قسم ہے ــــ اور عکرمہؒ نے کہا: وہ گاتے ہیں، حِمیری زبان میں سمود کے معنی گانے کے ہیں۔

[۹-] وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ: ﴿أَفَتُمَارُوْنَهُ﴾: أَفَتُجَادِلُوْنَهُ، وَمَنْ قَرَأَ: ﴿أَفَتَمْرُوْنَهُ﴾ يَعْنِىْ: أَفَتَجْحَدُوْنَهُ.
[۱۰-] ﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ﴾: بَصَرُ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم. ﴿وَمَا طَغٰى﴾ وَلاَ جَاوَزَ مَا رَأٰى.

[١١-] ﴿فتَمَارَوْا﴾: كَذَّبُوْا. [١٢-] وَقَالَ الْحَسَنُ: ﴿إِذَا هَوَىٰ﴾: غَابَ. [١٣-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿أَغْنٰى وَأَقْنٰى﴾: أَعْطَى فَأَرْضَى.

۹- آیت ۱۲ ہے: ﴿أَفَتُمَارُوْنَهُ عَلٰى مَايَرٰى﴾: کیا پس تم ان (محمدؐ) سے جھگڑتے ہو اس کے بارے میں جو اس نے دیکھا؟ یعنی جبرئیل علیہ السلام کو —— تُمَارُوْنَ: مُمَارَاة سے مضارع، صیغہ جمع مذکر حاضر ہے —— اور ایک قراءت أَفَتَمْرُوْنَه ہے، اس کے معنی ہیں: کیا تم ان کا یعنی ان کی آیات کا انکار کرتے ہو؟

۱۰- آیت ۱۷ ہے: ﴿مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى﴾: نہ (محمدؐ کی) نگاہ بہکی اور نہ حد سے بڑھی —— البصر: میں ال عہدی ہے، نگاہ محمدؐ مراد ہے۔

۱۱- سورۃ القمر آیت ۳۶ میں ہے: ﴿فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ﴾: لگے جھٹلانے ڈرانے والوں کو (اس کو نمبر ۹ میں ذکر کرنا چاہئے تھا، کیونکہ تُمَارُوْنَ اور تَمَارَوْا: متشابہ ہیں، یہ ثانی تَمَارِیٌ سے ہے جس کے معنی جھٹلانے اور شک کرنے کے ہیں)

۱۲- پہلی آیت ہے: ﴿وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى﴾: قسم ہے تارے کی جب وہ گرے یعنی ڈوبے۔

۱۳- آیت ۴۸ ہے: ﴿وَأَنَّهُ هُوَ أَغْنٰى وَأَقْنٰى﴾: اور یہ کہ انھوں نے ہی دولت دی اور خزانہ دیا، ابن عباسؓ نے فرمایا: دیا اور خوش کر دیا —— إِغْنَاءٌ: غنی بنانا —— إِقْنَاءٌ: خزانہ دینا، قِنْيَةٌ کے معنی ہیں: ذخیرہ کیا ہوا مال، عام طور پر یہ معنی بیان کئے جاتے ہیں، مگر ابن عباسؓ نے مذکورہ ترجمہ کیا ہے۔

معراج میں نبی ﷺ نے اللہ کو نہیں دیکھا

یہ مسئلہ صحابہ کے زمانہ سے مختلف ہے کہ نبی ﷺ نے معراج میں اپنے پروردگار کو دیکھا یا نہیں؟ حضرت عائشہ وابن مسعود رضی اللہ عنہما رویت کا انکار کرتے تھے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ اثبات کرتے تھے، اور علماء نے اس طرح دونوں رایوں کو جمع کیا ہے کہ رویت بصری منفی ہے، اور رویت قلبی ثابت ہے، یا مسئلہ میں توقف کیا جائے، بہر حال سورت النجم کی ابتدائی آیات کا اس مسئلہ سے کچھ تعلق نہیں، ان کا تعلق حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ہے، ابتداء نبوت میں نبی ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوا دیکھا ہے، پھر دوسری مرتبہ معراج میں سدرۃ المنتہی (باڑ کی بیری) کے پاس دیکھا ہے، سورۃ النجم کے شروع میں انہی دو مرتبہ دیکھنے کا ذکر ہے —— اور امام بخاریؒ کا رجحان غالباً عدم رویت کی طرف ہے، چنانچہ وہ حضرات عائشہ وابن مسعود رضی اللہ عنہما ہی کی روایات لائے ہیں۔

[٤٨٥٥-] حَدَّثَنِيْ يَحْيىَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنَ أَبِيْ خَالِدٍ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: يَا أُمَّتَاهُ! هَلْ رَأَى مُحَمَّدٌ صلى الله عليه وسلم رَبَّهُ؟ فَقَالَتْ: لَقَدْ قَفَّ شَعَرِيْ مِمَّا قُلْتَ، أَيْنَ أَنْتَ مِنْ ثَلاَثٍ؟ مَنْ حَدَّثَكَهُنَّ فَقَدْ كَذَبَ: مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا صلى الله عليه وسلم رَأَى

رَبَّهُ فَقَدْ كَذَبَ، ثُمَّ قَرَأَتْ: ﴿لَاتُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ ﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللّٰهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَآءِ حِجَابٍ﴾ وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ فَقَدْ كَذَبَ، ثُمَّ قَرَأَتْ: ﴿وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا﴾ وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ كَتَمَ فَقَدْ كَذَبَ، ثُمَّ قَرَأَتْ: ﴿يٰأَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ﴾ الآيَةَ، وَلٰكِنَّهُ رَأَى جَبْرِيْلَ فِيْ صُوْرَتِهِ مَرَّتَيْنِ. [راجع: ۳۲۳٤]

ترجمہ: مسروق رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: امّی! کیا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: ''تیری بات سے میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے، کہاں ہے تو تین باتوں سے؟ یعنی کیا تو یہ تین باتیں سمجھا ہوا نہیں ہے؟ جو تجھ سے یہ تین باتیں بیان کرے اس نے قطعاً غلط بیانی کی:

۱- جو تجھ سے بیان کرے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے: اس نے یقیناً جھوٹ کہا، پھر انھوں نے سورۃ الانعام کی آیت ۱۰۳ پڑھی: ''اللہ تعالیٰ کو نگاہیں نہیں پاسکتیں، اور وہ سب نگاہوں کو پاتے ہیں، اور وہ نہایت باریک بیں بڑے باخبر ہیں'' ـــــ یعنی چونکہ دیکھنے والی نظر اس عالم کی تھی اس لئے رویت ممکن نہیں تھی ـــــ پھر سورت الشوریٰ کی آیت ۵۱ پڑھی: ''اور کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے (رودررو) کلام کریں، مگر الہام کے ذریعہ یا پردے کی اوٹ سے (کلام کرسکتے ہیں) ـــــ اور نبی ﷺ بھی بشر تھے، اس عالم میں بھی اور معراج میں بھی، اس لئے رویت اور رودررو کلام کا کیا امکان ہے؟!

۲- اور جو تجھ سے بیان کرے کہ نبی ﷺ آئندہ کل کی باتیں جانتے تھے تو اس نے یقیناً غلط کہا، پھر انھوں نے سورۃ لقمان کی آیت ۳۴ پڑھی: ''اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ آئندہ کل کیا کرے گا؟''

۳- اور جو تجھ سے بیان کرے کہ نبی ﷺ نے وحی چھپائی ہے تو اس نے یقیناً غلط کہا، پھر انھوں نے سورۃ المائدہ کی آیت ۶۷ پڑھی: ''اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپؐ پر نازل کیا گیا ہے: آپ وہ سب پہنچا دیجئے''

بلکہ آپؐ نے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی (اصلی) صورت میں دو مرتبہ دیکھا ہے (سورۃ النجم کے شروع میں اسی کا ذکر ہے) مزید تفصیل کے لئے تحفۃ الالمعی (۷: ۲۳۹) اور تحفۃ القاری (۶: ۴۸۸) دیکھیں۔

سورۃ النجم کے شروع میں جبرئیل علیہ السلام کو دیکھنے کا ذکر ہے

سورۃ النجم آیت ۹ میں ہے: ''پس وہ (فرشتہ) رہ گیا کمان کے بقدر یا اس سے بھی کم!'' ـــــ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (یہ جبرئیلؑ کا ذکر ہے) نبی ﷺ نے جبرئیل کو دیکھا، ان کے چھ سو بازو تھے (یہی ان کی اصلی شکل ہے)

[۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى﴾

حَيْثُ الْوَتَرُ مِنَ الْقَوْسِ.

[۴۸۵۶-] حدثنا أَبُوْ النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ زِرًّا، عَنْ

عَبْدِ اللّٰهِ: ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى ۝ فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهِ مَا أَوْحٰى﴾ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ: أَنَّهُ رَأَى جِبْرِيْلَ لَهُ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ. [راجع: ٣٢٣٢]

﴿فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهِ مَا أَوْحٰى﴾ میں التفات ہے

سورۃ النجم کی آیت ۱۰ ہے: ''پس وحی کی (اللہ نے) اپنے بندے کی طرف جو (اس موقعہ پر) وحی کرنی تھی'' اس آیت سے دھوکہ ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کی آیات میں بھی ضمیروں کا مرجع اللہ تعالیٰ ہیں، حالانکہ یہ التفات ہے، اور التفات سے کلام میں فصاحت پیدا ہوتی ہے اور عبدہ کا مرجع اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا، اس لئے مرجع کے ذکر کے بغیر ضمیر لوٹائی ہے۔

[٢-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهِ مَا أَوْحٰى﴾

[٤٨٥٧-] حدثنا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، قَالَ: سَأَلْتُ زِرًّا، عَنْ قَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى ۝ فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهِ مَا أَوْحٰى﴾ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ: أَنَّ مُحَمَّدًا صلى الله عليه وسلم رَأَى جِبْرِيْلَ لَهُ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ. [راجع: ٣٢٣٢]

نبی ﷺ نے معراج میں بڑے بڑے عجائبات دیکھے

معراج میں نبی ﷺ نے کیا کیا عجائبات دیکھے؟ اس کا تذکرہ تو روایت میں نہیں آیا، البتہ ایک عجیب بات جو عالم بالا سے تعلق رکھتی ہے: یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ایک ہری پالکی دیکھی، جس نے آسمان کے کنارے کو بھر رکھا تھا، یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا وجود تھا، وہ ہری پالکی میں بیٹھے ہوئے تھے، اور ان کے جسم سے آسمان کا کنارہ بھرا ہوا تھا (تحفۃ القاری ۶: ۴۸۹)

[٣-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿لَقَدْ رَأٰى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى﴾

[٤٨٥٨-] حدثنا قَبِيْصَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ: ﴿لَقَدْ رَأٰى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى﴾ قَالَ: رَأَى رَفْرَفًا أَخْضَرَ قَدْ سَدَّ الْأُفُقَ. [راجع: ٣٢٣٢]

عرب کی تین بڑی مورتیاں

عربوں کے تین بڑے بت: لات، عزّی اور منات تھے، لات طائف والوں کے نزدیک معظم تھا، عزی قریش اور کنانہ کے نزدیک محترم تھا، اور منات کو اوس وخزرج اور خزاعۃ مانتے تھے اور اس کے لئے احرام باندھتے تھے —— لات: طائف میں تھا، عزی مکہ کے قریب نخلہ میں تھا، اور منات مکہ سے بہت دور مدینہ کے قریب مُشلَّل میں تھا۔ سورۃ النجم آیات ۱۹-۲۲

میں ان کا ذکر ہے: ''کیا تم نے لات، عزّیٰ اور تیسرے آخری منات کے احوال میں غور کیا؟ کیا تمہارے لئے تو بیٹے ہوں اور اللہ کے لئے بیٹیاں؟ یہ عجیب بے ڈھنگی تقسیم ہے!'' —— یعنی اول تو اللہ کی اولاد ہو نہیں سکتی، اور بالفرض مان لی جائے تو یہ تقسیم نہایت مہمل اور بڑی بھونڈی ہے کہ تم خود تو بیٹے لے جاؤ، اور اللہ کے حصہ میں بیٹیاں لگا دو!

[٤-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿أَفَرَءَ يْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى﴾

[٤٨٥٩-] حدثنا مُسْلِمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ الْأَشْهَبِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ الْجَوْزَاءِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ﴿اللّٰتَ وَالْعُزّٰى﴾: كَانَ اللَّاتُ رَجُلاً يَلُتُّ سَوِيْقَ الْحَاجِّ.

[٤٨٦٠-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ''مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِيْ حَلِفِهِ: وَاللَّاتِ وَالْعُزَّى، فَلْيَقُلْ: لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ: تَعَالَ أُقَامِرْكَ، فَلْيَتَصَدَّقْ'' [أطرافه: ٦١٠٧، ٦٣٠١، ٦٦٥٠]

حدیث (۱): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''لات ایک آدمی تھا، حجاج کے لئے ستّو گھی/ پانی میں ملاتا تھا'' —— یعنی حجاج کی خدمت کرتا تھا، مگر اس پر حاشیہ میں اعتراض ہے کہ اس صورت میں تاء مشدد ہونی چاہئے، لَتَّ (ن) السویق: ستّو وغیرہ میں گھی یا پانی وغیرہ ملانا فھو لاتٌّ۔ مگر اس کا امکان ہے کہ کثرت استعمال سے تاء مخفف ہوگئی ہو۔

حدیث (۲): رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے قسم کھائی، پس اپنی قسم میں کہا: ''لات اور عزّیٰ کی قسم'' تو چاہئے کہ کہے: لا إلٰہ إلا اللہ! اور جس نے اپنے ساتھی سے کہا: آ، میں تیرے ساتھ جوا کھیلوں تو چاہئے کہ وہ صدقہ کرے'' —— یہ علاج بالضد ہے، تفصیل تحفۃ الالمعی (۴:۴۷۸) میں ہے۔

انصار منات کے لئے احرام باندھتے تھے

انصار اسلام سے پہلے منات کے لئے احرام باندھتے تھے، وہ اسی کی عبادت کیا کرتے تھے، منات مشلّل مقام میں تھا، یہ لوگ حج میں صفا و مروہ کے درمیان سعی نہیں کرتے تھے، کیونکہ ان پر دوسرے دو بت (اساف ونائلہ) رکھے ہوئے تھے، پھر جب وہ مسلمان ہوئے تو انھوں نے اس بارے میں نبی ﷺ سے پوچھا پس سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۵۷ نازل ہوئی، اور ان سے کہا گیا کہ صفا و مروہ شعائر اللہ میں سے ہیں، اس لئے ان کی سعی کی جاتی ہے، اساف ونائلہ کی وجہ سے نہیں کی جاتی، پس سعی میں کچھ حرج نہیں۔ اور حدیث تفصیل سے پہلے (تحفۃ القاری ۴:۴۰۹) آئی ہے، اور اسی جلد میں سورۃ البقرۃ کی تفسیر میں مذکورہ آیت کی تفسیر میں بھی آئی ہے۔

[۵-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ﴾

[۴۸۶۱-] حدثنا الْحُمَيْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، سَمِعْتُ عُرْوَةَ، قُلْتُ لِعَائِشَةَ: فَقَالَتْ: إِنَّمَا كَانَ مَنْ أَهَلَّ بِمَنَاةَ الطَّاغِيَةِ الَّتِيْ بِالْمُشَلَّلِ لَايَطُوْفُوْنَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾ فَطَافَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَالْمُسْلِمُوْنَ.
قَالَ سُفْيَانُ: مَنَاةُ بِالْمُشَلَّلِ مِنْ قُدَيْدٍ.

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ عُرْوَةُ: قَالَتْ عَائِشَةُ: نَزَلَتْ فِي الْأَنْصَارِ، كَانُوْا هُمْ وَغَسَّانُ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمُوْا يُهِلُّوْنَ بِمَنَاةَ، مِثْلَهُ.

وَقَالَ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: كَانَ رِجَالٌ مِنَ الْأَنْصَارِ مِمَّنْ كَانَ يُهِلُّ لِمَنَاةَ — وَمَنَاةُ صَنَمٌ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ — قَالُوْا: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ كُنَّا لَانَطُوْفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ تَعْظِيْمًا لِمَنَاةَ، نَحْوَهُ. [راجع: ۱۶۴۳]

قوله: قلتُ لعائشة: پہلی روایت میں قلتُ لعائشة کے بعد روایت کا کافی حصہ محذوف ہے جو محولا بالا مقام میں ہے۔ **قوله: مثلَه** أی مثل الحديث الأول —— **قوله: تعظيما لمناة:** یعنی اعتقاد منات کے ساتھ تھا، اور یہ مورتی صفا ومروہ پر نہیں تھی، وہاں دوسری مورتیاں تھیں اس لئے ہم سعی نہیں کرتے تھے —— **قوله: نحوه** أی نحو الحديث الأول۔

سورۃ النجم میں نبی ﷺ نے سجدہ کیا تو مشرکین نے بھی سجدہ کیا

سورۃ النجم کی آخری آیت میں سجدہ ہے، جب یہ سورت نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے اس کو ایک مجمع میں پڑھا، اور جب سورت ختم ہوئی تو آپؐ نے سجدۂ تلاوت کیا، پس مسلمانوں نے، مشرکوں نے، جنات نے اور انسانوں نے سجدہ کیا، البتہ ایک سیٹھ نے سجدہ نہیں کیا، وہ بدر میں مارا گیا —— بعد میں مشرکین نے خفت مٹانے کے لئے: **تلك الغرانيق العلى، وإن شفاعتهن لترتجى** کا قصہ گھڑا، جو تفسیروں میں در آیا۔

[۶-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا﴾

[۴۸۶۲-] حدثنا أَبُوْ مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: سَجَدَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِالنَّجْمِ وَسَجَدَ مَعَهُ الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِكُوْنَ وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ.
تَابَعَهُ ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ أَيُّوْبَ، وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ عُلَيَّةَ: ابْنَ عَبَّاسٍ. [راجع: ۱۰۷۱]

سجدے کی سب سے پہلی آیت سورۃ النجم میں نازل ہوئی

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلی سورت جس میں سجدۂ تلاوت ہے، وہ سورۃ النجم ہے، چنانچہ جب آپؐ نے سجدہ کیا تو مشرکین نے بھی سجدہ کیا، کیونکہ ان کو تجربہ نہیں تھا، وہ بے خبری میں سجدہ میں چلے گئے۔

[٤٨٦٣-] حدثنا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ أَحْمَدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: أَوَّلُ سُوْرَةٍ أُنْزِلَتْ فِيْهَا سَجْدَةٌ النَّجْمُ، قَالَ: فَسَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَسَجَدَ مَنْ خَلْفَهُ، إِلَّا رَجُلٌ رَأَيْتُهُ أَخَذَ كَفًّا مِنْ تُرَابٍ فَسَجَدَ عَلَيْهِ، فَرَأَيْتُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ قُتِلَ كَافِرًا، وَهُوَ أُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ. [راجع: ١٠٦٧]

٥٤- ﴿اقتربت الساعة﴾

[١-] قَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿مُسْتَمِرٌّ﴾: ذَاهِبٌ. [٢-] ﴿مُزْدَجَرٌ﴾: مُتَنَاهٍي. [٣-] ﴿وَازْدُجِرَ﴾: فَاسْتُطِيْرَ جُنُوْنًا. [٤-] ﴿دُسُرٍ﴾: أَضْلَاعِ السَّفِيْنَةِ. [٥-] ﴿لِمَنْ كَانَ كُفِرَ﴾: يَقُوْلُ: كُفِرَ لَهُ، جَزَاءً مِنَ اللّٰهِ. [٦-] ﴿مُحْتَضَرٌ﴾: يَحْضُرُوْنَ الْمَاءَ. [٧-] وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ: ﴿مُهْطِعِيْنَ﴾: النَّسَلَانُ: الْخَبَبُ السِّرَاعُ. [٨-] وَقَالَ غَيْرُهُ: ﴿فَتَعَاطٰى﴾: فَعَاطَهَا بِيَدِهِ فَعَقَرَهَا. [٩-] ﴿الْمُحْتَظِرِ﴾: كَحِظَارٍ مِنَ الشَّجَرِ مُحْتَرِقٍ. [١٠-] ﴿ازْدُجِرَ﴾: افْتُعِلَ، مِنْ زَجَرْتُ. [١١-] ﴿كُفِرَ﴾: فَعَلْنَا بِهِ وَبِهِمْ مَا فَعَلْنَا جَزَاءً لِمَا صُنِعَ بِنُوْحٍ وَأَصْحَابِهِ. [١٢-] ﴿مُسْتَقِرٌّ﴾: عَذَابٌ حَقٌّ. [١٣-] يُقَالُ: ﴿الْأَشِرُ﴾: الْمَرَحُ وَالتَّجَبُّرُ.

سورۃ القمر کی تفسیر

۱- آیت ۲ ہے: ﴿وَإِنْ يَّرَوْا آيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ﴾: اور اگر وہ لوگ (مشرکین) کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو ٹال جاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ جادو ہے جو ابھی ختم ہوا جاتا ہے! (تھانویؒ) —— مَرَّ الشيئُ وَاسْتَمَرَّ: ذهب: گیا۔ دوسرا ترجمہ: ''پہلے سے چلا آتا ہے'' (شیخ الہندؒ) استَمَرَّ الشيئُ: مسلسل رہنا یعنی اس طرح کے جادو مدعیانِ نبوت نے پہلے بھی کئے ہیں، پھر جس طرح وہ جاتے رہے یہ بھی جاتا رہے گا۔

۲- آیت ۴ ہے: ﴿وَلَقَدْ جَاءَ هُمْ مِنَ الْأَنْبَاءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ﴾: اور بالتحقیق ان کو وہ خبریں (واقعات) پہنچ چکی ہیں جن میں سامانِ عبرت ہے —— متناہٍ: اسم فاعل، سخت ڈانٹ، اور اسم مفعول: سامان عبرت، ما فيه موضع الإنهاء عن الكفر والانزجار عنه (عمدۃ) —— مصدر میمی یا ظرف مکان ہے، یہ لفظ دراصل مُزْتَجَرٌ تھا، تاء کو دال سے بدل دیا

ہے، آگے نمبر۱۰ پر آرہا ہے کہ یہ باب افتعال سے ہے، اور زَجْرٌ کے معنی ہیں: جھڑکنا، ڈانٹنا۔

۳-آیت ۹ میں ہے: ﴿وَقَالُوْا: مَجْنُوْنٌ وَازْدُجِرَ﴾: اور کہا انھوں نے (نوح علیہ السلام کے بارے میں): پاگل ہے، اور دھمکی دیا گیا ـــــ اِزْدِجَار سے ماضی مجہول ہے، لوگوں نے کہا: ہم تم کو سنگسار کر دیں گے ـــــ دوسرا ترجمہ: اڑایا گیا مجنون کہہ کر یعنی جنّ اس کی عقل لے اڑے ہیں۔

۴-آیت ۱۳ ہے: ﴿وَحَمَلْنَاهُ عَلٰى ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ﴾: اور سوار کیا ہم نے اس (نوحؑ) کو تختوں والی اور کیلوں والی (کشتی) پر ـــــ مجاہدؒ نے دُسُر کا ترجمہ کیا ہے: کشتی کی پسلیاں یعنی باریک تختے۔

۵-آیت ۱۴ میں ہے: ﴿جَزَاءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ﴾: بدلہ کے طور پر اس شخص کے لئے جس کی قدر نہ جانی گئی یعنی نوح علیہ السلام کی باتوں کا انکار کیا تو یہ سزا ملی ـــــ كُفِرَ له: ان کا انکار کیا گیا، ناشکری کی گئی جزاءً من الله: اللہ کی طرف سے سزا۔

۶-آیت ۲۸ میں ہے: ﴿كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ﴾: ہر باری حاضری کا وقت ہے یعنی لوگوں کے جانور اپنی باری پر اور اونٹنی اپنی باری پر پانی پر حاضر ہو ـــــ محتضر: اسم مفعول، احتضار مصدر: حاضر ہونا، موجود ہونا۔

۷-آیت ۸ میں ہے: ﴿مُهْطِعِيْنَ إِلَى الدَّاعِ﴾: پکارنے والے کی طرف تیزی سے دوڑنے والے یعنی لوگ قبروں سے نکل کر عدالت میں حاضری کے لئے تیزی کے ساتھ دوڑتے ہونگے ـــــ مُهْطِع: اسم فاعل، إِهْطَاع مصدر: سر جھکائے تیزی سے دوڑنے والا ـــــ النَّسَلَان: بھیڑیے کی تیز چال ـــــ الخَبَبَ: نرم دُلکی چال ـــــ السِّرَاع: تیز رفتار ـــــ کئی الفاظ ہم معنی جمع کئے ہیں۔

۸-آیت ۲۹ میں ہے: ﴿فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ﴾: پس ہاتھ بڑھایا اس نے اور کونچیں کاٹ دیں ـــــ عَاطَ: صحیح نہیں، عَطَا (ن) عَطْوًا: لینا، عَطَا إليه يديه: کسی کی طرف ہاتھ اٹھانا۔

۹-آیت ۳۱ میں ہے: ﴿فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ﴾: پس ہوگئے وہ کانٹوں کی روندی ہوئی باڑ کی طرح ـــــ حظار: آڑ، مُحْتَرِق: فنا شدہ درختوں کی برباد شدہ آڑ یعنی روندی ہوئی باڑ۔

۱۰-ازدجر کی تحقیق نمبر۲ پر آگئی ہے۔

۱۱-كُفِرَ کی تحقیق نمبر۵ پر آگئی ہے۔ ترجمہ: کیا ہم نے نوح کے ساتھ اور قوم نوح کے ساتھ جو کیا ہم نے، سزا کے طور پر اس کی جو کیا گیا نوح اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ۔

۱۲-آیت ۳۸ میں ہے: ﴿عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ﴾: ٹھہرا ہوا عذاب یعنی نہ ٹلنے والی سزا ـــــ برحق سزا یعنی لازمی سزا۔

۱۳-آیت ۲۶ میں ہے: ﴿مَنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ﴾: کون ہے جھوٹا بڑائی مارنے والا ـــــ المَرَحُ: اکڑ، اتراہٹ، تَجَبُّر: تکبر۔

چاند کا پھٹنا نبی ﷺ کا معجزہ تھا

سورۃ القمر کی آیات ۱و۲ ہیں: ''قیامت نزدیک آ گئی اور چاند پھٹ گیا، اور اگر مشرکین کوئی نشانی (معجزہ) دیکھتے ہیں تو روگردانی کرتے ہیں اور کہتے ہیں مسلسل چلا آنے والا جادو ہے!'' —— معجزہ شق القمر کا بیان پہلے دو جگہ آیا ہے (تحفۃ القاری ۷: ۴۷ و ۷: ۳۳۶) اور تینوں حدیثیں (ابن مسعود، ابن عباس اور انس رضی اللہ عنہم کی حدیثیں) بھی محولہ بالا جگہ میں آئی ہیں —— قیامت نزدیک آ گئی: یعنی یہ ایک نمونہ ونشانی تھی قیامت کی کہ آگے سب کچھ یوں ہی پھٹے گا —— اور مُسْتَمِرٌّ کے معنی نمبر ایک میں آئے ہیں۔

[۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ○ وَإِنْ يَّرَوْا آيَةً يُّعْرِضُوْا﴾

[٤٨٦٤-] حدثنا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيىٰ، عَنْ شُعْبَةَ، وَسُفْيَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ أَبِيْ مَعْمَرٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلىٰ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِرْقَتَيْنِ: فِرْقَةٌ فَوْقَ الْجَبَلِ وَفِرْقَةٌ دُوْنَهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "اشْهَدُوْا"[راجع: ٣٦٣٦]

[٤٨٦٥-] حدثنا عَلِيٌّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِيْ نَجِيْحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أَبِيْ مَعْمَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: انْشَقَّ الْقَمَرُ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَصَارَ فِرْقَتَيْنِ، فَقَالَ لَنَا: "اشْهَدُوْا، اشْهَدُوْا"[راجع: ٣٦٣٦]

[٤٨٦٦-] حدثنا يَحْيىَ بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ بَكْرٌ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: انْشَقَّ الْقَمَرُ فِي زَمَانِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم. [راجع: ٣٦٣٨]

[٤٨٦٧-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: سَأَلَ أَهْلُ مَكَّةَ أَنْ يُرِيَهُمْ آيَةً، فَأَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ. [راجع: ٣٦٣٧]

[٤٨٦٨-] حدثنا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيىَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: انْشَقَّ الْقَمَرُ فِرْقَتَيْنِ. [راجع: ٣٦٣٧]

نوح علیہ السلام کی کشتی اس امت کے اگلوں نے دیکھی ہے

سورۃ القمر کی آیات ۱۳-۱۵ ہیں: ''اور ہم نے نوحؑ کو تختوں اور میخوں والی کشتی پر سوار کیا، وہ ہماری نگرانی میں چل رہی تھی، اس شخص کے بدلے کے طور پر جس کی قدر نہ پہچانی گئی، اور ہم نے اس (واقعہ/کشتی) کو عبرت ناک بنا دیا، پس کیا کوئی ہے

نصیحت حاصل کرنے والا؟'' —— قتادہ رحمہ اللہ نے ھا کا مرجع کشتی کو بنایا ہے، فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی کشتی کو باقی رکھا یہاں تک کہ پایا اس کو اس امت کے اگلوں نے یعنی وہ کشتی بعینہ جودی پہاڑ پر نظر آتی تھی، اس امت کے شروع کے لوگوں نے اس کو دیکھا ہے —— دوسروں نے ھا کا مرجع واقعہ کو بنایا ہے یعنی اس واقعہ میں عبرت کی نشانیاں ہیں —— اور مُدَّکر کی اصل مُذْتکر ہے، پہلے تاء کو دال (مہملہ) سے بدلا، پھر ذال (معجمہ) کو دال (مہملہ) سے بدلا، پھر دونوں میں ادغام کیا، آگے روایت (حدیث ۴۸۷۴) آرہی ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو یہ سورت سنائی اور مُذَّکِرْ پڑھا تو آپؐ نے اصلاح کی کہ مُدَّکِرْ پڑھو۔

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿تَجْرِیْ بِأَعْیُنِنَا جَزَاءً لِمَنْ کَانَ کُفِرَ ۝ وَلَقَدْ تَرَکْنَاهَا آیَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ﴾

قَالَ قَتَادَةُ: أَبْقَى اللّٰهُ سَفِیْنَةَ نُوْحٍ حَتّٰى أَدْرَکَهَا أَوَائِلُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ.

[۴۸۶۹-] حدثنا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِیْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یَقْرَأُ: ﴿فَهَلْ مِنْ مُدَّکِرٍ﴾ [راجع: ۳۳۴۱]

قرآن کا پڑھنا اور حفظ کرنا آسان ہے

سورۃ القمر میں چار مرتبہ فرمایا ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کیا ہے، پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ —— اور یہ آیت بھی بار بار آئی ہے: ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ﴾: کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ قرآن کا ناظرہ، حفظ اور سمجھنا: تینوں آسان ہیں، مجاہدؒ کہتے ہیں: ہم نے قرآن کا پڑھنا آسان کیا ہے: اس میں تینوں باتیں داخل ہیں —— واقعہ یہ ہے کہ کسی زبان کو سمجھے بغیر اس زبان کی اتنی بڑی کتاب اندر دیکھ کر پڑھنا آسان نہیں، مگر قرآن کو کروڑوں انسان: مرد وزن: بغیر سمجھے فرفر پڑھتے ہیں —— اسی طرح کسی زبان کو سمجھے بغیر زبانی یاد کرنا ناممکن ہے، مگر قرآن کا حال یہ ہے کہ بچے بے سمجھے دو تین سال میں پورا قرآن ایسا پکا یاد کر لیتے ہیں کہ ایک حرف اِدھر سے اُدھر نہیں ہونے دیتے —— اور سمجھنے کا حال یہ ہے کہ عربی ہو، عجمی ہو، جوان ہو، بوڑھا ہو، شہری ہو، دیہاتی ہو، مرد ہو یا عورت سب قرآن کو یکساں سمجھ سکتے ہیں، مگر نصیحت پذیری کی حد تک، حقائق ودقائق علماء کا حصہ ہیں، یہ قرآنِ کریم کا معجزہ ہے۔

بَابٌ: ﴿وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ﴾

قَالَ مُجَاهِدٌ: هَوَّنَّا قِرَاءَ تَهُ.

[۴۸۷۰-] حدثنا مُسَدَّدٌ، عَنْ یَحْیٰی، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِیْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم: أَنَّهُ کَانَ یَقْرَأُ: ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ﴾ [راجع: ۳۳۴۱]

کیسا رہا اللہ کا عذاب اور اللہ کا ڈرانا؟

قوم عاد پر اللہ تعالیٰ نے ایک تند ہوا بھیجی، جو سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلتی رہی، اور وہ ان کے حق میں منحوس ثابت ہوئی، وہ ان کو اکھاڑ اکھاڑ کر اس طرح پھینکتی تھی جیسے اکھڑی ہوئی کھجور کے تنے ہوں، پس کیسا رہا اللہ کا عذاب اور اللہ کا ڈرانا؟ کیا بتائیں! بڑا خوفناک اور عبرت ناک عذاب تھا، اللہ ہماری حفاظت فرمائیں (آمین)

بَابُ قَوْلِهِ: ﴿أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ۞ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ﴾

[٤٨٧١-] حدثنا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا سَأَلَ الْأَسْوَدَ: فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ أَوْ مُذَّكِرٍ؟ فَقَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ يَقْرَؤُهَا: ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ قَالَ: وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقْرَؤُهَا: ﴿فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ﴾ دَالًا. [راجع: ٣٣٤١]

قولہ: دَالًا: یعنی دال (مہملہ) کے ساتھ، ذال (معجمہ) کے ساتھ نہیں۔

ثمود کو کانٹوں کی باڑ کا چورا بنا دیا

ثمود: عاد کے جانشیں بنے، جب ان کی سرکشی کا پارہ چڑھ گیا اور وہ حد سے نکل گئے تو ان کی طرف صالح علیہ السلام کو بھیجا، انھوں نے ہر چند سمجھایا مگر کتّے کی دم ٹیڑھی رہی! بلکہ 'اللہ کی اونٹنی' کو جو پتھر سے معجزہ کے طور پر نکلی تھی قتل کر دیا پس ان پر چنگھاڑ (مہیب آواز) بھیجی گئی جس نے ان کو کانٹوں کی باڑ کے چورے کی طرح کر دیا، اس میں ڈرنے والوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔

[٣-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ۞ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾

[٤٨٧٢-] حدثنا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَرَأَ: ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ الآيَةَ. [راجع: ٣٣٤١]

قوم لوط علیہ السلام کا پتھر برسانے والی آندھی نے بھرتا بنا دیا

سدّوم اور مضافات کے باشندوں نے بے حیائی کا کام شروع کیا، پس ان کی طرف لوط علیہ السلام کو بھیجا، انھوں نے ہر چند سمجھایا مگر بدمست لوگوں کو ہوش نہیں آیا، پس عذاب نے ان کو صبح سویرے پکڑ لیا، اور سب بستیوں کو تلپٹ کر دیا، اب وہاں 'بحر مردار' ہے جس میں کوئی حیوان زندہ نہیں رہتا، پس کیا کوئی سوچنے والا ہے؟!

[٤-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ○ فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَنُذُرِ﴾

[٤٨٧٣-] حدثنا مُحَمَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِیْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم، أَنَّـهُ قَرَأَ: ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ [راجع: ٣٣٤١]

کفار قریش کے قماش کے بہت سے لوگوں کو پہلے ہلاک کیا جاچکا ہے

عاد وثمود اور قوم لوط وقوم فرعون ہی پر موقوف نہیں، ان کی قماش کے بہت سے کافروں کو تباہ کیا جاچکا ہے، کیا اب بھی کوئی ان کے حال سے عبرت پذیر ہوگا؟ —— أَشْيَاع: شِيْعَة کی جمع: اشباہ اور نظائر، ایک قماش کے لوگ۔

بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾

[٤٨٧٤-] حدثنا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ أَبِیْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم: ﴿فَهَلْ مِنْ مُذَّكِرٍ﴾ فَقَالَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم: " ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ "[راجع: ٣٣٤١]

ایک پیشین گوئی جو بدر کے دن پوری ہوئی

آیت ۴۵ میں ہے: ''اب مجمع شکست کھائے گا اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گا!'' —— یہ ایک پیشین گوئی تھی، کفار قریش سے کہا گیا کہ تمہیں اپنے جتھے پے ناز ہے، مگر یہ مجمع دُم دبا کر بھاگے گا، اس وقت آیت کی عملی تفسیر سمجھ میں نہیں آرہی تھی، حاشیہ میں روایت ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی تو (اس کی عملی صورت) میری سمجھ میں نہیں آئی، مگر جب جنگ بدر کا موقعہ آیا، اور نبی ﷺ زرہ پہنے ہوئے جھونپڑی سے یہ آیت پڑھتے ہوئے نکلے تو بات میری سمجھ میں آگئی —— اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۶: ۲۸۰) آئی ہے۔

[٥-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ﴾

[٤٨٧٥-] حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، ح: وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ وُهَيْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ وَهُوَ فِیْ قُبَّةٍ يَوْمَ بَدْرٍ: "اللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ، اللّٰهُمَّ إِنْ تَشَأْ لَاتُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ" فَأَخَذَ أَبُوْ بَكْرٍ بِيَدِهِ فَقَالَ: حَسْبُكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَلْحَحْتَ عَلَى رَبِّكَ، وَهُوَ يَثِبُ فِی الدِّرْعِ، فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُوْلُ: " ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ○ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ﴾ "[راجع: ٢٩١٥]

کفار کو اصلی شکست قیامت کے دن ہوگی

گذشتہ باب کی پیشین گوئی کے بعد متصلًا آیت ۴۶ میں ہے: ''بلکہ ان کے وعدہ کا وقت قیامت ہے، اور وہ گھڑی بڑی آفت اور بہت کڑوی ہے!'' ـــــ یعنی دنیا کی شکست ان کی اصلی سزا نہیں، ان کو اصل سزا تو قیامت کے دن ملے گی اور وہ بہت سخت ہوگی، جب قیامت کی گھڑی سر پے آ کھڑی ہوگی تو وہ بہت سخت مصیبت کا وقت ہوگا ـــــ أَمَرُّ: اسم تفضیل: مَرَارَۃ سے: بہت تلخ، مُرُوْر (گذرنے) سے نہیں ہے۔

[٦-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهٰى وَأَمَرُّ﴾

يَعْنِيْ: مِنَ الْمَرَارَةِ.

[٤٨٧٦-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى، قَالَ: حُدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ يُوْسُفُ بْنُ مَاهَكٍ، قَالَ: إِنِّيْ عِنْدَ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ، قَالَتْ: لَقَدْ أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم بِمَكَّةَ، وَإِنِّيْ لَجَارِيَةٌ أَلْعَبُ: ﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهٰى وَأَمَرُّ﴾[طرفه: ٤٩٩٣]

[٤٨٧٧-] حَدَّثَنِيْ إِسْحَاقُ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: وَهُوَ فِيْ قُبَّةٍ لَهُ يَوْمَ بَدْرٍ: "أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ، اللّٰهُمَّ إِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ أَبَدًا" فَأَخَذَ أَبُوْ بَكْرٍ بِيَدِهِ، وَقَالَ: حَسْبُكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَدْ أَلْحَحْتَ عَلٰى رَبِّكَ، وَهُوَ فِي الدِّرْعِ، فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُوْلُ: ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهٰى وَأَمَرُّ﴾"[راجع: ٢٩١٥]

٥٥- سورة الرحمن

[١-] ﴿وَأَقِيْمُوا الْوَزْنَ﴾: يُرِيْدُ لِسَانَ الْمِيْزَانِ. [٢-] وَالْعَصْفُ: بَقْلُ الزَّرْعِ إِذَا قُطِعَ مِنْهُ شَيْئٌ قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَ فَذٰلِكَ الْعَصْفُ. ﴿وَالرَّيْحَانُ﴾: وَرَقُهُ. ﴿وَالْحَبُّ﴾: الَّذِيْ يُؤْكَلُ مِنْهُ، وَالرَّيْحَانُ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ: الرِّزْقُ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: وَالْعَصْفُ: يُرِيْدُ الْمَأْكُوْلَ مِنَ الْحَبِّ، وَالرَّيْحَانُ: النَّضِيْجُ الَّذِيْ لَمْ يُؤْكَلْ: وَقَالَ غَيْرُهُ: وَالْعَصْفُ: وَرَقُ الْحِنْطَةِ. وَقَالَ الضَّحَّاكُ: الْعَصْفُ: التِّبْنُ. وَقَالَ أَبُوْ مَالِكٍ: الْعَصْفُ أَوَّلُ مَا يَنْبُتُ تُسَمِّيْهِ النَّبَطُ: هَبُوْرًا. وَقَالَ مُجَاهِدٌ: الْعَصْفُ: وَرَقُ الْحِنْطَةِ، وَالرَّيْحَانُ: الرِّزْقُ. [٣-] وَالْمَارِجُ: اللَّهَبُ الْأَصْفَرُ وَالْأَخْضَرُ الَّذِيْ يَعْلُوْ النَّارَ إِذَا أُوْقِدَتْ.

سورۃ الرحمان کی تفسیر

۱- آیت ۹ ہے: ﴿وَأَقِيْمُوْا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلاَ تُخْسِرُوْا الْمِيْزَانَ﴾: اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور تول

گھٹاؤمت —— الوزن: ترازو کا کانٹا، ترازو کے دستے کی سوئی جو تولتے وقت دائیں بائیں جھک کر وزن بتاتی ہے —— آیت میں مثبت ومنفی پہلو سے حکم دیا ہے کہ دیانت داری کے ساتھ ٹھیک تولا جائے۔

۲-آیات ۱۰-۱۲ ہیں: ﴿وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ ۝ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ ۝ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ﴾: اور اللہ نے خلقت کے لئے زمین بنائی، اس میں میوے، غلاف دار کھجوریں، بھوس والا غلہ اور خوشبودار پھول ہیں۔

حَبّ: غلہ: وہ چیز جو کھیتی میں سے کھائی جائے —— عَصْف: کے پانچ معنی کئے ہیں: (۱) کھیتی پکنے سے پہلے اس میں سے کچھ کاٹ لیا جائے (اس کو سینک کر کھاتے ہیں) (۲) کھایا جانے والا غلہ (۳) گیہوں کے پتے (۴) بھوسا (۵) پہلی وہ چیز جو اگتی ہے، یعنی کونپل —— ریحان: کے تین معنی کئے ہیں: (۱) کھیتی کے پتے (۲) رزق (۳) پکا ہوا غلہ جو کھایا نہ گیا ہو۔

عبارت کا ترجمہ: اور عصف: اُگی ہوئی کھیتی جب اس میں سے کچھ کاٹا جائے پکنے سے پہلے تو وہ عصف ہے —— اور ریحان: کھیتی کے پتے ہیں —— اور حبّ: وہ چیز ہے جو کھیتی میں سے کھائی جاتی ہے —— اور ریحان: کلام عرب میں رزق ہے —— اور بعض نے کہا: عصف سے مراد کھایا جانے والا غلہ ہے —— اور ریحان: پکا ہوا غلہ ہے جو نہ کھایا گیا ہو —— اور اس کے علاوہ نے کہا: عصف: گیہوں کے پتے ہیں —— اور ضحاک نے کہا: عصف: بھوسا ہے —— اور ابو مالک نے کہا: عصف: پہلی وہ چیز ہے جو اگتی ہے (کونپل) نبطی اس کو ہبور کہتے ہیں —— اور مجاہدؒ نے کہا: عصف: گیہوں کے پتے ہیں —— اور ریحان: رزق ہے۔

۳-آیت ۱۵ ہے: ﴿وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِنْ نَّارٍ﴾: اور جانّ کو آگ کی لپٹ سے پیدا کیا —— پیلی اور ہری لپٹ جو آگ پر نظر آتی ہے جب آگ سلگاتے ہیں وہ مارج ہے۔

[٤-] وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ مُجَاهِدٍ: ﴿رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ﴾: لِلشَّمْسِ: فِي الشِّتَاءِ مَشْرِقٌ، وَمَشْرِقٌ فِي الصَّيْفِ ﴿وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ﴾: مَغْرِبُهَا فِي الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ. [٥-] ﴿لَايَبْغِيَانِ﴾: لَايَخْتَلِطَانِ. [٦-] ﴿الْمُنْشَئَاتُ﴾: مَا رُفِعَ مِنْ قِلْعِهِ مِنَ السُّفُنِ، فَأَمَّا مَا لَمْ يُرْفَعْ قِلْعُهُ فَلَيْسَ بِمُنْشَأَةٍ.

۴-آیت ۱۷ ہے: ﴿رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ﴾: دو مشرقوں کے مالک اور دو مغربوں کے مالک —— جاڑے اور گرمی میں جس نقطہ سے سورج طلوع ہوتا ہے وہ دو مشرق ہیں، اور جہاں غروب ہوتا ہے وہ دو مغرب ہیں، انہی مشرقین اور مغربین کے بدلنے سے موسم اور فصلیں بدلتی ہیں، اور طرح طرح کے انقلابات رونما ہوتے ہیں۔

۵-آیات ۱۹ اور ۲۰ ہیں: ﴿مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ﴾: دو سمندر ملائے جو دونوں مل کر چلتے ہیں ۝ دونوں کے درمیان آڑ ہے، ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے یعنی ایسا نہیں ہوتا کہ میٹھا اور کھارا پانی مل جائیں، اور

ایک دوسرے کی خاصیت کو زائل کردیں۔

۶-آیت ۲۴ ہے: ﴿وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَآتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ﴾: اوراللہ ہی کے لئے ہیں پہاڑ جیسے سمندر میں اونچے کھڑے ہوئے جہاز —— الْمُنْشَأة: اسم مفعول، مصدر إنشاء: سطح سمندر سے اونچی کی ہوئی کشتیاں یعنی وہ کشتیاں جن کے بادباں اٹھائے ہوئے ہیں، اگر بادبان نہ اٹھایا گیا ہوتو وہ مَنْشَأة نہیں ہے —— قَلْع (لام کا جزم اورزبر) بادبان (وہ کپڑا جو کشتی کی رفتار کوتیز کرنے کے لئے اوراس کا رخ موڑنے کے لئے لگاتے ہیں)

[۷-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿وَنُحَاسٌ﴾: الصُّفْرُ يُصَبُّ عَلٰى رُءُ وْسِهِمْ، يُعَذَّبُوْنَ بِهِ. [۸-] ﴿خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ﴾: يَهُمُّ بِالْمَعْصِيَةِ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ فَيَتْرُكُهَا. [۹-] الشُّوَاظُ: لَهَبٌ مِنْ نَارٍ. [۱۰-] ﴿مُدْهَامَّتَانِ﴾: سَوْدَاوَانِ مِنَ الرِّيِّ. [۱۱-] ﴿صَلْصَالٍ﴾: خُلِطَ بِرَمْلٍ، فَصَلْصَلَ كَمَا يُصَلْصِلُ الْفَخَّارُ، وَيُقَالُ: مُنْتِنٌ، يُرِيْدُوْنَ بِهِ صَلَّ، يُقَالُ: صَلْصَالٌ، كَمَا يُقَالُ صَرَّ الْبَابُ عِنْدَ الإِغْلَاقِ، وَصَرْصَرَ مِثْلُ كَبْكَبْتُهُ يَعْنِيْ كَبَبْتُهُ. [۱۲-] ﴿فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ﴾ وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَيْسَ الرُّمَّانُ وَالنَّخْلُ بِالفَاكِهَةِ، وَأَمَّا الْعَرَبُ فَإِنَّهَا تَعُدُّهَا فَاكِهَةً، كَقَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾ فَأَمَرَهُمْ بِالْمُحَافَظَةِ عَلٰى كُلِّ الصَّلَوَاتِ، ثُمَّ أَعَادَ الْعَصْرَ تَشْدِيْدًا لَهَا، كَمَا أُعِيْدَ النَّخْلُ وَالرُّمَّانُ، وَمِثْلُهَا: ﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ﴾[الحج: ۱۸] ثُمَّ قَالَ: ﴿وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ﴾ وَقَدْ ذَكَرَهُمْ فِيْ أَوَّلِ قَوْلِهِ: ﴿مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ﴾

۷-آیت ۳۵ میں نُحَاسٌ ہے، مجاہدؒ نے اس کا ترجمہ پگھلایا ہوا تانبا کیا ہے، جو دوزخیوں کے سروں پر ڈالا جائے گا، اور اس کے ذریعہ وہ سزا دیئے جائیں گے—— اورسعید بن جبیرؒ نے اس کا ترجمہ 'دھواں' کیا ہے، اردو مترجمین یہی قول لیتے ہیں۔

۸-آیت ۴۶ ہے: ﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ﴾: اس شخص کے لئے جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے (حساب دینے سے) ڈرتا ہے دو باغ ہیں —— آدمی گناہ کا ارادہ کرتا ہے، پھر اللہ کو یاد کرتا ہے اور گناہ چھوڑ دیتا ہے، ﴿خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ﴾ سے وہ مراد ہے۔

۹-آیت ۳۵ میں ﴿شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ﴾: ہے یعنی آگ کی لپٹ۔

۱۰-آیت ۶۴ ہے: ﴿مُدْهَامَّتَانِ﴾: گہرے سبز، سیراب کرنے کی وجہ سے سیاہ، سبزی جب زیادہ گہری ہوتی ہے تو وہ سیاہی مائل ہوجاتی ہے۔

۱۱-یہ عبارت بعینہ پہلے آئی ہے، اس کی شرح تحفۃ القاری (۶:۵۳۵) میں ہے۔

۱۲-آیت ۶۸ ہے: ﴿فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ﴾: ان دو باغوں میں میوے، کھجوریں اور انار ہیں —— اور امام

ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: انار اور کھجور میوے نہیں ہیں (پس اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ میوہ نہیں کھائے گا، پھر انار یا کھجور کھالی تو حانث نہیں ہوگا) اور رہے عرب تو وہ ان کو میووں میں شمار کرتے ہیں (امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مذکورہ آیت میں نخل اور رمان کا فاکھۃ پر عطف کیا گیا ہے، اور عطف مغائرت کو چاہتا ہے۔ امام بخاریؒ اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ عطف: تخصیص بعد التعمیم ہے) جیسے سورۃ البقرۃ آیت ۲۳۸ میں پہلے سبھی نمازوں کی حفاظت کا حکم دیا ہے، پھر تاکید کے لئے عصر کی نماز کا دوبارہ ذکر کیا ہے، اسی طرح فاکہہ کے بعد کھجور اور انار کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے تخصیص کی گئی ہے۔

دوسری مثال: سورۃ الحج آیت ۱۸ میں ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے وہ اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہے، پھر فرمایا: ''اور بہت سے انسان بھی سجدہ کرتے ہیں، اور بہت سوں پر عذاب ثابت ہوگیا (چنانچہ وہ سجدہ نہیں کرتے) انسانوں کا ذکر شروع آیت میں آ گیا ہے، پھر دوبارہ ان کا تذکرہ کیا یہ تخصیص بعد التعمیم ہے (قاعدہ صحیح ہے، مگر یہاں اس کی تطبیق مشکل ہے، کیونکہ میوہ اس چیز کو کہا جاتا ہے جو خوش طبعی کے طور پر کھائی جاتی ہے اور کھجور میں غذائیت ہے اور انار دواء کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، پس وہ خالص فَاکِھۃ (میوے) نہیں رہے، اس لئے یہاں تخصیص بعد التعمیم کا قاعدہ جاری نہیں ہوسکتا، اور عجیب بات یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے فراء کا کلام ملخصاً نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں: قال بعض المفسرین: لیس الرمان ولا النخل من الفاکھۃ (عمدۃ) امام بخاریؒ نے اس کا بعضھم کر دیا، اور بات امام ابوحنیفہؒ کے سر مڑھ دی، سچ ہے: جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے!

[۱۳-] وَقَالَ غَيْرُهُ: ﴿أَفْنَانٍ﴾: أَغْصَانٍ. [۱٤-] ﴿وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ﴾: مَا يُجْتَنَى قَرِيْبٌ، [۱٥-] وَقَالَ الْحَسَنُ: ﴿فَبِأَيِّ آلَآءِ﴾: نِعَمِهِ. وَقَالَ قَتَادَةُ: ﴿رَبِّكُمَا﴾: يَعْنِيْ الْجِنَّ وَالإِنْسَ. [۱٦-] وَقَالَ أَبُوْ الدَّرْدَاءِ: ﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَأْنٍ﴾: يَغْفِرُ ذَنْبًا، وَيَكْشِفُ كَرْبًا، وَيَرْفَعُ قَوْمًا، وَيَضَعُ آخَرِيْنَ. [۱۷-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿بَرْزَخٌ﴾: حَاجِزٌ. [۱۸-] الأَنَامُ: الْخَلْقُ. [۱۹-] ﴿نَضَّاخَتَانِ﴾: فَيَّاضَتَانِ. [۲۰-] ﴿ذُو الْجَلَالِ﴾: ذُو الْعَظَمَةِ.

۱۳- آیت ۴۸ ہے: ﴿ذَوَاتَا أَفْنَانٍ﴾: شاخوں والے ـــــ فَنٌّ کی جمع ہے، جس کے معنی نوع (قسم) کے ہیں۔

۱۴- آیت ۵۴ میں ہے: ﴿وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ﴾: اور دونوں باغوں کے پکے ہوئے پھل قریب آنے والے ہیں، جن سے کھڑے، بیٹھے، لیٹے، ہر حال میں متمتع ہوسکیں گے ـــــ جَنَا: اسم: پکا ہوا میوہ، جمع أَجْنَاء: مَا يُجْتَنَى: جو چنا جائے، پکا پھل چنا جاتا ہے ـــــ دانٍ: اسم فاعل: قریب، دُنُوٌّ: قریب ہونا۔

۱۵- سورۃ الرحمان میں ۳۱ مرتبہ آیا ہے: ﴿فَبِأَيِّ آلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾: پس تمہارے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ـــــ آلَآءُ: الإِلٰی اور الألٰی کی جمع: نعمت ـــــ ربکما کی ضمیر تثنیہ کا مرجع جنات اور انسان ہیں۔

۱۶- آیت ۲۹ میں ہے: ﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَأْنٍ﴾: ہر دن یعنی ہر وقت اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی کام میں ہیں —— حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کسی کا گناہ معاف کرتے ہیں، کسی کی بے چینی دور کرتے ہیں، کسی قوم کو سرفراز کرتے ہیں اور دوسری اقوام کو گراتے ہیں (یہ بطور مثال اللہ کے کام ہیں)

۱۷- آیت ۲۰ میں ﴿بَرْزَخٌ﴾ ہے، جس کے معنی ہیں: آڑ، یہ آڑ ہلکا بھاری ہونے کی ہے، کھارا پانی ہلکا ہوتا ہے اور میٹھا پانی بھاری، اس لئے دونوں ملتے نہیں۔

۱۸- آیت ۱۰ میں ﴿أَنَامِ﴾ ہے، اس کے معنی ہیں: خلقت، سبھی مخلوقات۔

۱۹- آیت ۶۶ میں ﴿نَضَّاخَتَانِ﴾ ہے یعنی ابلتے ہوئے دو چشمے —— فیاض: ابلتا ہوا۔

۲۰- آیت ۲۷ میں: ﴿ذُو الْجَلَالِ﴾ ہے، اس کے معنی ہیں: عظمت والے۔

[۲۱-] وَقَالَ غَيْرُهُ: ﴿مَارِجٍ﴾: خَالِصٍ مِنَ النَّارِ، يُقَالُ: مَرَجَ الْأَمِيْرُ رَعِيَّتَهُ إِذَا خَلَّاهُمْ يَعْدُوْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ، مَرَجَ أَمْرُ النَّاسِ. ﴿مَرِيْجٍ﴾: مُلْتَبِسٌ. ﴿مَرَجَ﴾: اخْتَلَطَ ﴿الْبَحْرَيْنِ﴾ مِنْ مَرَجْتَ دَابَّتَكَ تَرَكْتَهَا. [۲۲-] ﴿سَنَفْرُغُ﴾: سَنُحَاسِبُكُمْ، لَا يَشْغَلُهُ شَيْئٌ عَنْ شَيْئٍ وَهُوَ مَعْرُوْفٌ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ، يُقَالُ: لَأَتَفَرَّغَنَّ لَكَ وَمَا بِهِ شُغْلٌ، يَقُوْلُ: لَآخُذَنَّكَ عَلٰى غِرَّتِكَ.

۲۱- یہ عبارت بعینہٖ پہلے (تحفۃ القاری ۶: ۵۰۳) آئی ہے، شرح وہاں ہے۔

۲۲- آیت ۳۱ ہے: ﴿سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيُّهَ الثَّقَلَانِ﴾: ہم عنقریب تمہارے لئے فارغ ہوتے ہیں اے دو بوجھل مخلوقو! —— یعنی جب دنیا کا یہ دور نمٹ جائے گا تو ہم دوسرا دور شروع کریں گے، اور جن وانس کا حساب ہوگا، اور مجرموں کی پوری طرح خبر لی جائے گی —— ترجمہ: ہم تمہارا حساب کریں گے، اللہ کو ایک چیز دوسری چیز سے مشغول نہیں کرتی، اور یہ محاورہ کلام عرب میں معروف ہے، کہا جاتا ہے: ''میں ضرور تیرے لئے فارغ ہوتا ہوں'' درانحالیکہ وہ کسی کام میں مشغول نہیں ہے، اسی طرح کہتے ہیں: میں ضرور تجھے پکڑوں گا تیری غفلت میں۔

جنتیوں کے احوال

آخرت میں دو جنتیں تو مقربین کے لئے ہیں، اور دوسری دو جو اول سے کم تر ہیں عام مؤمنین کے لئے ہیں، اول کی ہر چیز سونے کی ہے اور ثانی کی چاندی کی، جیسا کہ باب کی حدیث میں ہے۔

[۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتَانِ﴾

[۴۸۷۸-] حدثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْعَمِّيُّ، قَالَ:

حَدَّثَنَا أَبُوْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ، عَنْ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ أَبِيْهِ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " جَنَّتَانِ: مِنْ فِضَّةٍ آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيْهِمَا، وَجَنَّتَانِ: مِنْ ذَهَبٍ آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيْهِمَا، وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ أَنْ يَنْظُرُوْا إِلٰى رَبِّهِمْ إِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِ عَلٰى وَجْهِهِ فِيْ جَنَّةِ عَدْنٍ" [طرفاه: ٤٨٨٠، ٧٤٤٤]

حدیث: ابوبکر کے والد یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جن کا نام عبداللہ بن قیس ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو جنتیں: ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے چاندی کا ہے، اور دو جنتیں: ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے سونے کا ہے، اور نہیں ہے جنت عدن (ہمیشہ رہنے کی جنت) میں لوگوں کے درمیان اور اس بات کے درمیان کہ وہ اپنے پروردگار کی زیارت کریں مگر اللہ کے چہرے پر کبریائی (عظمت) کی چادر!

تشریح: یہ صفات کی حدیث ہے، پس اللہ کے چہرے پر پڑی ہوئی چادر کی حقیقت ہم نہیں سمجھ سکتے، ہاں اتنی بات طے ہے کہ اللہ کی صفات نہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات، پس یہ سوال ختم ہوگیا کہ غیر اللہ نے اللہ کے چہرے کا احاطہ کیسے کیا؟

اور حدیث کا حاصل یہ ہے کہ دنیا میں تو رویت باری کے لئے مانع انسانوں کا ضعف بصر بھی ہے، جنت میں یہ مانع تو باقی نہیں رہے گا، البتہ اللہ کی عظمت اور کبریائی کی وجہ سے ہر وقت زیارت ممکن نہ ہوگی، جب اللہ تعالیٰ عظمت کی چادر ہٹائیں گے تب جنتیوں کو زیارت نصیب ہوگی۔

خیموں میں رکی رہنے والی حوریں

آیت ۷۲ میں ہے: (جنت میں) حوریں ہیں خیموں میں رکی رہنے والیاں! —— معلوم ہوا کہ عورت کی خوبی گھر میں رُکے رہنے میں ہے۔

اور حُوْر: حوراء کی جمع ہے: سیاہ چشم (قالہ ابن عباس) —— مقصورات: رُکی رہنے والیاں! ان کی نگاہیں اور ان کی ذاتیں شوہروں کے لئے روکی گئی ہیں —— مقصورات: وہ اپنے شوہروں کے علاوہ کو نہیں چاہیں گی۔

اور حدیث گذشتہ باب کی ہے، البتہ اس میں یہ مضمون زائد ہے کہ جنت میں کھوکھلے (خالی کئے ہوئے) موتی کا ایک خیمہ ہوگا، جس کی چوڑائی ساٹھ میل ہوگی، اس کے ہر کونے میں جنتی کی ایسی فیملی ہوگی جو دوسری فیملی کو نظر نہیں آئے گی، مؤمن ان کے پاس آتا جاتا رہے گا۔

[۲-] بَابُ: ﴿حُوْرٌ مَّقْصُوْرَاتٌ فِي الْخِيَامِ﴾

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: الْحَوْرَاءُ: سَوْدَاءُ الْحَدَقِ، وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿مَقْصُوْرَاتٌ﴾: مَحْبُوْسَاتٌ، قُصِرَ طَرْفُهُنَّ وَأَنْفُسُهُنَّ عَلٰى أَزْوَاجِهِنَّ، ﴿قَاصِرَاتُ﴾: لَا يَبْغِيْنَ غَيْرَ أَزْوَاجِهِنَّ.

[٤٨٧٩-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمَثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ، عَنْ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ أَبِيْهِ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "إِنَّ فِي الْجَنَّةِ خَيْمَةً مِنْ لُؤْلُؤَةٍ مُجَوَّفَةٍ، عَرْضُهَا سِتُّوْنَ مِيْلاً، فِيْ كُلِّ زَاوِيَةٍ مِنْهَا أَهْلٌ مَا يَرَوْنَ الآخَرِيْنَ، يَطُوْفُ عَلَيْهِمُ الْمُؤْمِنُوْنَ"[راجع: ٣٢٤٣]

[٤٨٨٠-] "وَجَنَّتَانِ: مِنْ فِضَّةٍ آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيْهِمَا، وَجَنَّتَانِ: مِنْ كَذَا آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيْهِمَا، وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ أَنْ يَنْظُرُوْا إِلَى رَبِّهِمْ إِلاَّ رِدَاءُ الْكِبْرِ عَلَى وَجْهِهِ فِيْ جَنَّةِ عَدْنٍ"[راجع: ٤٨٧٨]

٥٦- الواقعة

[١-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿رُجَّتْ﴾: زُلْزِلَتْ. [٢-] ﴿بُسَّتْ﴾: فُتَّتْ، لُتَّتْ كَمَا يُلَتُّ السَّوِيْقُ. [٣-]الْمَخْضُوْدُ: الْمُوْقَرُ حَمْلاً، وَيُقَالُ أَيْضًا: لاَشَوْكَ لَهُ. [٤-] ﴿مَنْضُوْدٍ﴾: الْمَوْزُ. [٥-] وَالْعُرُبُ: الْمُحَبَّبَاتُ إِلَى أَزْوَاجِهِنَّ. [٦-] ﴿ثُلَّةٌ﴾: أُمَّةٌ. [٧-] ﴿يَحْمُوْمٍ﴾: دُخَانٌ أَسْوَدُ. [٨-] ﴿يُصِرُّوْنَ﴾: يُدِيْمُوْنَ. [٩-] الْهِيْمُ: الإِبِلُ الظِّمَاءُ. [١٠-] ﴿لَمُغْرَمُوْنَ﴾: لَمُلْزَمُوْنَ. [١١-] ﴿فَرَوْحٌ﴾: جَنَّةٌ وَرَخَاءٌ. وَالرَّيْحَانُ: الرِّزْقُ. [١٢-] ﴿وَنُنْشِئَكُمْ﴾: فِيْ أَيِّ خَلْقٍ نَشَاءُ.

سورۃ الواقعہ کی تفسیر

۱- آیت ۴ ہے: ﴿إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا﴾: جب زمین میں سخت زلزلہ آئے گا ـــــ رَجَّهُ (ن) رَجًّا: حرکت دینا، زور سے ہلانا۔

۲- آیت ۵ ہے: ﴿وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا﴾: اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ کردیئے جائیں گے ـــــ بَسَّ (ن) بَسًّا: چکنا چور کرنا، ٹکڑے ٹکڑے کرنا ـــــ لَتَّ (ن) الشیئَ: چورہ کرنا، پسنا۔ لَتَّ السویقَ کے معنی ہیں: ستو میں گھی ملانا ـــــ مگر اس لفظ کے معنی چورا کرنے کے بھی ہیں۔

۳- آیت ۲۸ ہے: ﴿فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ﴾: (جنتی) بے خار بیریوں میں ہونگے ـــــ مخضود کے دو معنی ہیں: (۱) پھلوں سے لدی ہوئی (۲) جس میں کانٹا نہ ہو، بے خار۔

۴- آیت ۲۹ ہے: ﴿وَطَلْحٍ مَنْضُوْدٍ﴾: اور تہ بہ تہ کیلوں میں ہونگے ـــــ المَوز: کیلا۔

۵- آیت ۳۷ ہے: ﴿عُرُبًا أَتْرَابًا﴾: محبوبائیں، ہم عمر۔

۶- آیت ۱۳ و ۴۰ میں ﴿ثُلَّةٌ﴾ ہے، اس کے معنی ہیں: انبوہ، امت، گروہ۔

۷-آیت۴۳ ہے: ﴿وَظِلٍّ مِنْ يَّحْمُوْمٍ﴾: اور کالے دھویں کے سایے میں ہونگے۔

۸-آیت۴۶ ہے: ﴿وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ﴾: اور وہ ایک بڑے گناہ (شرک) پر اڑتے تھے، يُديمون: ہمیشہ رہے وہ۔

۹-آیت۵۵ ہے: ﴿فَشَارِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ﴾: پس وہ پئیں گے پیاسے اونٹوں کے پینے کی طرح۔

۱۰-آیت۶۶ ہے: ﴿إِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ﴾: ہم پر تو تاوان ہی پڑ گیا —— مُلْزَم: لازم کیا ہوا، قرضہ تاوان وغیرہ۔

۱۱-آیت ۸۹ ہے: ﴿فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ﴾: ان کے لئے راحت کی غذائیں اور آرام کے باغات ہیں —— مجاہدؒ نے رَوْح کا ترجمہ باغ اور خوش حالی کیا ہے اور ریحان کا ترجمہ: رزق کیا ہے۔

۱۲-آیت۶۱ میں ہے: ﴿وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَالاَ تَعْلَمُوْنَ﴾: اور بنادیں ہم تم کو ایسی صورت میں جس کو تم نہیں جانتے —— جس بناوٹ میں ہم چاہیں تمہیں تبدیل کرسکتے ہیں۔

[۱۳-] وَقَالَ غَيْرُهُ: ﴿تَفَكَّهُوْنَ﴾: تَعَجَّبُوْنَ. [۱٤-] ﴿عُرُبًا﴾: مُثَقَّلَةً، وَاحِدُهَا عَرُوْبٌ، مِثْلُ صَبُوْرٍ وَصُبُرٍ، يُسَمِّيْهَا أَهْلُ مَكَّةَ: الْعَرِبَةَ، وَأَهْلُ الْمَدِيْنَةِ: الْغَنِجَةَ، وَأَهْلُ الْعِرَاقِ: الشَّكِلَةَ. [۱۵-] وَقَالَ فِيْ: ﴿خَافِضَةٌ﴾: لِقَوْمٍ إِلَى النَّارِ، و﴿رَافِعَةٌ﴾ إِلَى الْجَنَّةِ. [۱٦-] ﴿مَوْضُوْنَةٍ﴾: مَنْسُوْجَةٍ، وَمِنْهُ وَضِيْنُ النَّاقَةِ. [۱۷-] و﴿الْكُوْبُ﴾: لا آذَانَ لَهُ وَلاَ عُرْوَةَ. وَالْأَبَارِيْقُ: ذَوَاتُ الآذَانِ وَالْعُرَى [۱۸-] ﴿مَسْكُوْبٍ﴾: جَارٍ. [۱۹-] ﴿وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ﴾: بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ. [۲۰-] ﴿مُتْرَفِيْنَ﴾: مُتَمَتِّعِيْنَ. [۲۱-] ﴿مَا تُمْنُوْنَ﴾: هِيَ النُّطْفَةُ فِيْ أَرْحَامِ النِّسَاءِ.

۱۳-آیت۶۵ میں ہے: ﴿فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ﴾: پھر تم متعجب ہوکر رہ جاؤ گے —— تَفَكَّه منه: کسی بات پر تعجب کرنا۔

۱۴-یہ بعینہٖ پہلے (تحفۃ القاری ۶: ۴۹۳) آیا ہے —— عُرُب: نازنیں۔

۱۵-آیت۳ ہے: ﴿خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ﴾: (قیامت) پست کرنے والی بلند کرنے والی ہے —— کافروں کو دھکیل کر جہنم میں پہنچادے گی اور مؤمنین کو جنت میں اعلیٰ مقامات پر فائز کرے گی۔

۱۶-یہ بعینہٖ پہلے (تحفۃ القاری ۶: ۴۹۲) آ گیا ہے —— وَضِيْن: ہودہ کا تنگ۔

۱۷-یہ بھی (تحفۃ القاری ۶: ۴۹۲) میں آیا ہے —— الکوب: بے دستہ اور بے ٹونٹی کا کوزہ۔

۱۸و۱۹-محولہ بالا مقام میں آ گئے ہیں۔

۲۰-آیت۴۵ ہے: ﴿إِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ﴾: وہ لوگ قبل ازیں بڑی خوش حالی میں تھے —— تَمَتَّع بكذا: لطف اندوز ہونا أَتْرَفَ النعمةُ فلانا: آسودگی کا کسی کو مغرور بنادینا۔

۲۱-آیت ۵۸ ہے: ﴿أَفَرَءَ يْتُمْ مَا تُمْنُوْنَ﴾: بھلا دیکھوتو جو پانی تم ٹپکاتے ہو ــــ یعنی جو نطفہ تم عورتوں کی بچہ دانی میں ڈالتے ہو۔

[۲۲-] ﴿لِلْمُقْوِيْنَ﴾: لِلْمُسَافِرِيْنَ، وَالْقِيُّ: الْقَفْرُ. [۲۳-] ﴿بِمَوْقِعِ النُّجُوْمِ﴾: بِمُحْكَمِ الْقُرْآنِ، وَيُقَالُ: بِمَسْقِطِ النُّجُوْمِ إِذَا سَقَطْنَ، وَمَوَاقِعُ وَمَوْقِعٌ وَاحِدٌ. [۲٤-] ﴿مُدْهِنُوْنَ﴾: مُكَذِّبُوْنَ مِثْلُ: ﴿لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ﴾ [۲٥-] ﴿فَسَلاَمٌ لَّكَ﴾ أَيْ مُسَلَّمٌ لَكَ أَنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِيْنِ، وَأُلْقِيَتْ إِنَّ وَهُوَ مَعْنَاهَا كَمَا تَقُوْلُ: أَنْتَ مُصَدَّقٌ مُسَافِرٌ عَنْ قَلِيْلٍ، إِذَا كَانَ قَدْ قَالَ: إِنِّيْ مُسَافِرٌ عَنْ قَلِيْلٍ، وَقَدْ يَكُوْنُ كَالدُّعَاءِ لَهُ كَقَوْلِكَ: فَسَقْيًا مِنَ الرِّجَالِ. إِنْ رَفَعْتَ السَّلاَمَ فَهُوَ مِنَ الدُّعَاءِ. [۲٦-] ﴿تُوْرُوْنَ﴾: تَسْتَخْرِجُوْنَ. أَوَرَيْتُ: أَوْ قَدْتُ. [۲۷-] ﴿لَغْوًا﴾: بَاطِلاً. ﴿تَأْثِيْمًا﴾: كَذِبًا.

۲۲-آیت ۷۳ میں ہے: ﴿وَمَتَاعًا لِلْمُقْوِيْنَ﴾: اور برتنے کو مسافروں کے لئے (آگ سے ان کو بہت کام پڑتا ہے) ــــ الْمُقْوِی: اسم فاعل، إِقْوَاءٌ مصدر ــــ اس لفظ کے ترجمہ میں اختلاف ہے: مسافر بھی ترجمہ کیا گیا ہے اور صحراءنشیں بھی ــــ القِیّ: چکنی ہموار زمین ــــ القَفْر: غیر آباد اور ویران زمین، بے آب و گیاہ زمین۔

(تحفۃ القاری ۶: ۵۰۳)

۲۳-آیت ۷۵ ہے: ﴿فَلاَ أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ﴾: تو نہیں یعنی قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا انکار نہیں چاہئے میں بتدریج قرآن کے نزول کی قسم کھاتا ہوں / میں تاروں کے ڈوبنے کی قسم کھاتا ہوں ــــ کتاب میں مَوْقِع: مفرد ہے، اور گیلری میں اور حفصؒ کی قراءت میں مَوَاقِع: جمع ہے ــــ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پہلی تفسیر کی ہے کہ آیت کا مصداق قرآن محکم ہے اور چونکہ وہ تبدریج نازل ہوا ہے اس لئے اس کو نجوم کہا گیا ہے نَجْم کے معنی ہیں: تھوڑا تھوڑا اترنا۔ اور مَوْقِع کے معنی ہیں: واقع ہونے کی جگہ یعنی اترنے کی جگہ ــــ دوسری تفسیر مُسْقِط النجوم ہے یعنی تاروں کے ڈوبنے کی یا ڈوبنے کی جگہ کی قسم کھائی گئی ہے ــــ اور مواقع: جمع اور مَوْقِع مفرد ایک ہیں یعنی مفرد کی جمع کی طرف اضافت کی جائے تو بھی وہ عموم کا فائدہ دیتا ہے۔

۲۴-آیت ۸۱ ہے: ﴿أَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ أَنْتُمْ مُدْهِنُوْنَ﴾: کیا پس اس کلام کو تم سرسری سمجھتے ہو؟ ــــ ! دُهْن (تیل) سے إِدْهان ہے، مُدْهِن: اسم فاعل، سرسری سمجھنے والا بات کو جھٹلاتا ہے ــــ سورۃ القلم کی آیت ۹ ہے: ﴿وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ﴾: وہ چاہتے ہیں: کسی طرح آپ ڈھیلے پڑ جایں تو وہ بھی ڈھیلے پڑیں۔

۲۵-آیت ۹۱ ہے: ﴿فَسَلاَمٌ لَّكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِيْنِ﴾: پس سلامتی ہو تیرے لئے اس لئے کہ تو داہنے والوں میں سے ہے (من: اجلیہ ہے، تقدیر عبارت: لأجل أنك ہے) ــــ فراء نے آیت کا مطلب بیان کیا ہے کہ یہ بات

پیٹنٹ (Patent) ہے تیرے لئے کہ تو دائیں والوں میں سے ہے ـــــ آیت میں أنَّ تھا، اس کو ڈال دیا گیا ہے، مگر وہ مراد ہے، جیسے کوئی کہے: إنی مسافر عن قلیل: میں جلد سفر کرنے والا ہوں، اور آپ کہیں: أنت مُصَدَّق مسافر عن قلیل: ہم آپ کی بات مان لیتے ہیں کہ آپ جلد سفر کرنے والے ہیں اس میں أنت لأنك کے معنی میں ہے، جسے ڈالا گیا ہے ـــــ اس صورت میں سلام لك خبر ہوگا، اور کبھی یہ دعائیہ جملہ ہوتا ہے (میں نے اس کا ترجمہ کیا ہے) جیسے سَقْیًا لك من الرجال: اللہ لوگوں میں تجھے سیراب کریں (سَقْیًا کا عامل محذوف ہے) اور دعا کے لئے اسی صورت میں ہوگا جب سلام مرفوع ہو (یہاں تک بات فراء کی ہے) ـــــ ألقیت: ڈال دیا گیا أن اور بعض نسخوں میں أُلْغِیَتْ ہے یعنی لغو کر دیا گیا، نکال دیا گیا۔

۲۶- آیت ۷۱ ہے: ﴿أَفَرَءَ یْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ تُوْرُوْنَ﴾: بھلا دیکھو وہ آگ جس کو تم سلگاتے ہو ـــــ (لکڑیوں سے) نکالتے ہو، إِیْرَاء: چق ماق سے آگ جلانا۔

۲۷- آیت ۲۵ ہے: ﴿لاَیَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَلاَ تَأْثِیْمًا﴾: نہیں سنیں گے وہ جنت میں بکواس اور نہ گناہ کی بات ـــــ باطل: بے فائدہ، بکواس، تَأْثِیْم اور إِثْم: گناہ، جھوٹ بھی گناہ ہے۔

جنت میں لمبا سایہ

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں ایک درخت ہے، جس کے سایے میں اونٹ سوار سو سال چلے تو بھی اس کو طے نہیں کر سکتا، اور پڑھو تم اگر چاہو: ﴿وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ﴾: اور لمبا سایہ (سورۃ الواقعہ آیت ۳۰)

تشریح: جنت کے اس درخت کا نام طُوْبیٰ ہے، اس کی شاخیں جنت کے ہر درجہ میں پہنچی ہوئی ہیں ـــــ اور جنت میں دھوپ نہیں ہوگی، اور فضاء ایسی روشن ہوگی جیسی سورج نکلنے سے پہلے ہوتی ہے، پس جنت میں سایے کا کیا مطلب؟
جواب: وہ سایہ در سایہ ہوگا، اس کی کیفیت کا ادراک مشکل ہے، جیسے جنت میں کوئی پیاسا نہیں ہوگا، تاہم جنت میں ایک دروازہ رَیَّان (سیرابی) نامی ہوگا، جو اس سے داخل ہوگا وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا: یہ سیرابی در سیرابی ہے، اس کی حقیقت بھی ہم ابھی نہیں جان سکتے۔

[۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ﴾

[۴۸۸۱-] حدثنا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْیَانُ، عَنْ أَبِیْ الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ، یَبْلُغُ بِهِ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم، قَالَ: " إِنَّ فِی الْجَنَّةِ شَجَرَةً یَسِیْرُ الرَّاكِبُ فِیْ ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لاَ یَقْطَعُهَا وَاقْرَءُ وْا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ﴾ "[راجع: ۳۲۵۲]

۵۷- الحديد

[١-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِيْنَ﴾: مُعَمَّرِيْنَ فِيْهِ. [٢-] ﴿مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ﴾: مِنَ الضَّلاَلَةِ إِلَى الْهُدَى. [٣-] ﴿وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾: جُنَّةٌ وَسِلاَحٌ. [٤-] ﴿مَوْلاَكُمْ﴾: أَوْلَى بِكُمْ. [٥-] ﴿لِئَلاَّ يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ﴾: لِيَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ. [٦-] يُقَالُ: الظَّاهِرُ عَلَى كُلِّ شَيْئٍ عِلْمًا، وَالْبَاطِنُ عَلَى كُلِّ شَيْئٍ عِلْمًا. [٧-] ﴿انْظُرُوْنَا﴾ انْتَظِرُوْنَا.

سورۃ الحدید کی تفسیر

۱- آیت ۷ میں ہے: ﴿وَأَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ﴾: اور خرچ کرو اس مال میں سے جس میں اس نے تم کو قائم مقام کیا ہے —— مُسْتَخْلَفِيْنَ: اسم مفعول، اسْتِخْلاَف مصدر: جانشیں بنانا، قائم مقام بنانا —— مَعَمَّرِيْن فيه: تمہیں اس میں بسایا ہے (یہ ترجمہ ٹھیک نہیں)

۲- آیت ۹ میں ہے: ﴿لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ﴾: (قرآن اس لئے نازل کیا گیا ہے کہ) وہ تم کو اندھیریوں سے اجالے میں لائے یعنی گمراہی کی تاریکی سے ہدایت کی روشنی میں لائے۔

۳- آیت ۲۵ میں ہے: ﴿وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَأْسٌ شَدِيْدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾: اور ہم نے لوہا پیدا کیا، اس میں سخت لڑائی ہے، اور لوگوں کے اور بھی فائدے ہیں، جیسے ڈھال اور ہتھیار بنانا۔

۴- آیت ۱۵ میں ہے: ﴿مَأْوَاكُمُ النَّارُ، هِيَ مَوْلاَكُمْ﴾: تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے، اور وہ تمہاری زیادہ حقدار ہے یعنی تمہیں وہیں پہنچنا چاہئے۔

۵- آیت ۲۹ میں ہے: ﴿لِئَلاَّ يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَلاَّ يَقْدِرُوْنَ عَلَى شَيْئٍ مِنْ فَضْلِ اللهِ﴾: تاکہ اہل کتاب جان لیں کہ وہ اللہ کے فضل میں سے کسی جزء پر قدرت نہیں رکھتے —— لئلا میں لا زائدہ ہے یا کہو وہی لا آگے آیا ہے، پس اس کا ترجمہ آگے ہوگا۔

۶- آیت ۳ میں ہے: ﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ﴾: اللہ ہی پہلے ہیں اور پیچھے یعنی نہ ان پر عدم سابق طاری ہوا اور نہ عدم لاحق طاری ہوگا، اور وہی ظاہر ہیں اور وہی مخفی ہیں یعنی ہر چیز کے ظاہر و باطن کو جانتے ہیں۔

۷- آیت ۱۳ میں ہے: ﴿انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُوْرِكُمْ﴾: ہمارا انتظار کرو، ہم تمہارے نور میں سے کچھ روشنی حاصل کرلیں —— انظرونا کے معنی: ہمیں دیکھو نہیں ہیں، بلکہ ہمارا انتظار کرو ہیں۔

۵۸- المجادلة

[۱-]وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿يُحَادُّوْنَ﴾:يُشَاقُّوْنَ.﴿كُبِتُوْا﴾: أُخْزُوْا، مِنَ الْخِزْيِ. [۲-] ﴿اسْتَحْوَذَ﴾: غَلَبَ.

سورۃ المجادلہ کی تفسیر

۱-آیت۵ میں ہے:﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يُحَادُّوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهُ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾: بے شک جو لوگ اللہ اوراس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں ذلیل ہونگے جیسے ذلیل ہوئے وہ لوگ جو ان سے پہلے ہوئے —— مُحَادَّة: مخالفت کرنا، شَاقَّه مُشَاقَّةً: مخالفت کرنا —— كَبَتَ فلانا: ذلیل ورسوا کرنا —— أُخْزُوْا: ماضی مجہول،مصدر خِزْی: رسوا کئے گئے وہ۔

۲-آیت۱۹ میں ہے:﴿اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنْسَاهُمْ ذِكْرَ اللهِ﴾: قابو کرلیا ان پر شیطان نے پس ان کو اللہ کی یاد بھلادی —— غَلَبَ: غالب آ گیا۔

سورۃ الحشر کی تفسیر

سورۃ الحشر کا سببِ نزول بنونضیر ہیں

سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سورۃ التوبہ کے بارے میں دریافت کیا کہ کن لوگوں کے بارے میں وہ سورت نازل ہوئی ہے؟ ابن عباسؓ نے کہا: آلتوبة؟ کیا وہ توبہ ہے، وہ تو فَاضِحَة (رسوا کرنے والی) ہے، برابر اتر تا رہا: ومنهم ومنهم (اوربعض منافقین،اوربعض منافقین) یہاں تک کہ گمان کیا منافقوں نے کہ وہ سورت ان میں سے کسی کو باقی نہیں چھوڑے گی مگر اس سورت میں اس کا ذکر کیا جائے گا —— سعید نے سورۃ الانفال کے بارے میں دریافت کیا، ابن عباسؓ نے فرمایا: وہ بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہے —— سعید نے سورۃ الحشر کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: وہ بنونضیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے —— دوسری روایت ہے کہ سورۃ الحشر مت کہو، سورۃ بنی النضیر کہو —— کیونکہ عنوان معنون پر دال ہوتا ہے، پس سورۃ بنی النضیر کہیں گے تو اس کی پوری حقیقت ذہن میں آجائے گی، اور سورۃ الحشر کہیں گے تو ذہن قیامت کی طرف جائے گا۔

۵۹- الحشر

﴿الْجَلاَءُ﴾: الإِخْرَاجُ مِنْ أَرْضٍ إِلَى أَرْضٍ.

[۱- بَابٌ]

[٤٨٨٢-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُوْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: سُوْرَةُ التَّوْبَةِ؟ قَالَ: آلتُّوْبَةُ؟! هِيَ الْفَاضِحَةُ، مَازَالَتْ تَنْزِلُ: وَمِنْهُمْ وَمِنْهُمْ، حَتّٰى ظَنُّوْا أَنَّهَا لَمْ تُبْقِ أَحَدًا مِنْهُمْ إِلَّا ذُكِرَ فِيْهَا، قَالَ: قُلْتُ: سُوْرَةُ الْأَنْفَالِ؟ قَالَ: نَزَلَتْ فِيْ بَدْرٍ، قَالَ: قُلْتُ: سُوْرَةُ الْحَشْرِ؟ قَالَ: نَزَلَتْ فِيْ بَنِي النَّضِيْرِ. [راجع: ٤٠٢٩]

[٤٨٨٣-] حدثنا الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدٍ، قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: سُوْرَةُ الْحَشْرِ؟ قَالَ: قُلْ: سُوْرَةُ بَنِي النَّضِيْرِ. [راجع: ٤٠٢٩]

جنگی مصلحت سے درختوں کو کاٹنا جائز ہے

آیت ۵ ہے: ''جو کھجوروں کے درخت تم نے کاٹے یا ان کو ان کی جگہ کھڑا رہنے دیا: یہ دونوں باتیں اللہ کی اجازت سے ہیں، اور تا کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو ذلیل کریں!'' ـــــ اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۵: ۳۷۰) آئی ہے ـــــ غزوۂ بنونضیر میں دشمن کو قلعوں سے باہر نکالنے کے لئے مہاجرین نے ان کے کھجوروں کے باغات اجاڑے، دوسروں نے مخالفت کی کہ یہ باغات کل ہمارے ہیں! پس مذکورہ آیت نازل ہوئی، اور دونوں فریقوں کی رایوں کو درست قرار دیا۔

[٢-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ﴾

نَخْلَةٍ مَا لَمْ تَكُنْ عَجْوَةٌ أَوْ بَرْنِيَّةٌ.

[٤٨٨٤-] حدثنا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيْرِ وَقَطَعَ، وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰى أُصُوْلِهَا فَبِإِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِيْنَ﴾ [راجع: ٢٣٦٦]

لغت: لِيْنَة: عجوہ اور برنی کے علاوہ کھجور کے درختوں کو کہتے ہیں۔

مالِ فئ میں مجاہدین کا حق نہیں

آیت ٦ ہے: ''اور جو کچھ اللہ نے لوٹایا اپنے رسول پر بستیوں والوں سے تو وہ اللہ کے لئے اور رسول کے لئے، اور قرابت داروں کے لئے، اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے'' ـــــ جو مال اہل حرب سے لڑے بھڑے بغیر حاصل ہو وہ مالِ فئ ہے، اس میں مجاہدین کا حق نہیں، وہ مذکورہ مصارف میں خرچ ہوگا ـــــ اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ٦: ۲۷۳)

آ چکی ہے۔

[٣-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿مَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهِ﴾

[٤٨٨٥-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ- غَيْرَ مَرَّةٍ- عَنْ عَمْرٍو، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ، عَنْ عُمَرَ، قَالَ: كَانَتْ أَمْوَالُ بَنِي النَّضِيْرِ مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهِ مِمَّا لَمْ يُوْجِفِ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ، فَكَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم خَاصَّةً، يُنْفِقُ عَلٰى أَهْلِهِ مِنْهَا نَفَقَةَ سَنَتِهِ، ثُمَّ يَجْعَلُ مَا بَقِيَ فِي السِّلَاحِ وَالْكُرَاعِ، عُدَّةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. [راجع: ٢٩٠٤]

رسول اللہ ﷺ کے تمام احکام کی اور اوامر ونواہی کی پابندی ضروری ہے

سورۃ الحشر آیت ۷ میں ہے: ''اور رسول تم کو جو کچھ دیں اس کو لے لو، اور جس چیز سے روک دیں اس سے رُک جاؤ!''
یہ آیت اگرچہ مالِ فیَ کے تعلق سے ہے مگر عموم الفاظ سے رسول اللہ کے تمام اقوال وافعال واحکام کو شامل ہے اور دلیل درج ذیل حدیث ہے:

حدیث: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے (وعظ میں) فرمایا: اللہ نے لعنت بھیجی ہے یعنی رحمت سے دور کر دیا ہے بدن گودنے والی عورتوں کو، اور بدن گدوانے والی عورتوں کو، اور دھاگے سے بال اکھاڑنے والی عورتوں کو، اور دانتوں میں ریخیں نکلوانے والی عورتوں کو، خوبصورتی کے لئے، جو اللہ کی بناوٹ میں تبدیلی کرنے والی ہیں! —— پس یہ بات بنو اسد کی ایک عورت کو پہنچی، جسے ام یعقوب کہا جاتا تھا، وہ آئی، اور اس نے کہا: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے ایسی اور ایسی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے، آپؓ نے فرمایا: میں کیوں لعنت نہ بھیجوں ان پر جن پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت بھیجی ہے؟ اور اس پر جس کا تذکرہ قرآن میں ہے، اس عورت نے کہا: میں نے دو گتّوں کے درمیان کا سارا قرآن پڑھا ہے، پس میں نے اس میں وہ بات نہیں پائی جو آپ کہتے ہیں، ابن مسعودؓ نے کہا: بخدا! اگر تو نے قرآن (سمجھ کر) پڑھا ہوتا تو تجھ کو وہ بات قرآن میں مل جاتی، کیا تو نے پڑھا نہیں کہ جو کچھ رسول تم کو دیں اس کو لے لو، اور جس چیز سے روک دیں اس سے رک جاؤ؟ اس عورت نے کہا: کیوں نہیں! یعنی یہ آیت تو قرآن میں ہے، ابن مسعودؓ نے کہا: پس بے شک شان یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اس (مذکورہ چار باتوں) سے روکا ہے —— اس عورت نے کہا: میں آپ کی اہلیہ کو گمان کرتی ہوں کہ وہ یہ کام کرتی ہیں! ابن مسعودؓ نے فرمایا: جا اور دیکھ، پس وہ گئی، اور دیکھا، پس نہیں دیکھا اس نے قابل اعتراض باتوں میں سے کسی چیز کو، پس ابن مسعودؓ نے فرمایا: اگر ہوتی وہ ایسی تو وہ ہمارے ساتھ نہ ہوتی!

تشریح: الوَاشِمَة: بدن گودنے والی عورت یعنی وہ عورت جو اس کا کاروبار کرتی ہے، دکان لے کر بیٹھی ہے وَشَمَ الجِلْدَ يَشِمُ وَشْمًا: کھال کو سوئی سے گود کر اس میں نیل بھرنا —— الْمُسْتَوْشِمَة: بدن گدوانے والی، گاہک عورت ——

الْمُتَنَمِّصَة: (اسم فاعل، واحد مؤنث) چہرے کے بال نوچنے والی عورت، تَنَمَّصَتِ المرأَةُ: دھاگے سے پیشانی کے بال اکھاڑنا ـــــ الْمُتَفَلِّجَات: دانتوں میں رخنیں نکلوانے والی، دانتوں میں فاصلہ کروانے والی ـــــ للحسن: خوبصورت بننے کے لئے ـــــ الْمُغَيِّرَات: اللہ کی بناوٹ میں تبدیلی کرنے والی ـــــ یہ ممانعت کی دو علتیں ہیں: ایک: مصنوعی خوبصورتی پیدا کرنا، دوم: اللہ کی بناوٹ میں تبدیلی کرنا، جب یہ دونوں علتیں جمع ہوں تب ممانعت ہے، پس اگر اللہ کی بناوٹ میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے، اور دھوکہ بھی نہ دیا جائے اور خوبصورتی پیدا کی جائے، مثلاً کالے کے علاوہ کوئی خضاب لگایا جائے تو جائز ہے، اسی طرح بالوں میں کالے دھاگے ملانا جائز ہے، اور جانور کے بال ملانا، اگر اشتباہ نہ ہو تو وہ بھی جائز ہے، اسی طرح بالوں کو سنوارنا بھی جائز ہے، البتہ انسان کے بال ملانا مطلقاً حرام ہے، احترام انسانیت کی وجہ سے۔

[٤-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ﴾

[٤٨٨٦-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ، وَالْمُوْتَشِمَاتِ، وَالْمُتَنَمِّصَاتِ، وَالْمُتَفَلِّجَاتِ، لِلْحُسْنِ، الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ امْرَأَةً مِنْ بَنِيْ أَسَدٍ يُقَالُ لَهَا: أُمُّ يَعْقُوْبَ، فَجَاءَ تْ فَقَالَتْ: إِنَّهُ بَلَغَنِيْ أَنَّكَ لَعَنْتَ كَيْتَ وَكَيْتَ. فَقَالَ: وَمَا لِيْ لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَمَنْ هُوَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ؟ فَقَالَتْ: لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ فَمَا وَجَدْتُ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ. قَالَ: لَئِنْ كُنْتِ قَرَأْتِيْهِ لَقَدْ وَجَدْتِيْهِ، أَمَا قَرَأْتِ: ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾؟ قَالَتْ: بَلٰى! قَالَ: فَإِنَّهُ قَدْ نَهٰى عَنْهُ، قَالَتْ: فَإِنِّيْ أُرَى أَهْلَكَ يَفْعَلُوْنَهُ، قَالَ: فَاذْهَبِيْ فَانْظُرِيْ. فَذَهَبَتْ فَنَظَرَتْ فَلَمْ تَرَ مِنْ حَاجَتِهَا شَيْئًا، فَقَالَ: لَوْ كَانَتْ كَذٰلِكَ مَا جَامَعْتُنَا. [أطرافه: ٤٨٨٧، ٥٩٣١، ٥٩٣٩، ٥٩٤٣، ٥٩٤٨]

[٤٨٨٧-] حدثنا عَلِيٌّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: ذَكَرْتُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَابِسٍ، حَدِيْثَ مَنْصُوْرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم الْوَاصِلَةَ، فَقَالَ: سَمِعْتُهُ مِنِ امْرَأَةٍ يُقَالُ لَهَا: أُمُّ يَعْقُوْبَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ مِثْلَ حَدِيْثِ مَنْصُوْرٍ.

[راجع: ٤٨٨٦]

انصار نے مدینہ میں اور ایمان میں ٹھکانہ بنایا

آیت ۹ ہے: ’’اور (مالِ فَیْ میں) ان لوگوں کا بھی حق ہے جنھوں نے مدینہ میں اور ایمان میں ٹھکانہ بنایا ہے یعنی وہ ہجرت کے پہلے سے مدینہ میں مقیم ہیں اور ایمان بھی جلدی لائے ہیں، جو ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں، اور مہاجرین جو کچھ دیئے جاتے ہیں اس سے وہ اپنے دلوں میں تنگی محسوس نہیں کرتے، اور وہ اپنے اوپر (مہاجرین) کو ترجیح

دیتے ہیں، اگرچہ وہ فاقے سے ہوں، اور جو شخص طبیعت کے بخل سے بچایا گیا وہی فلاح پانے والے لوگ ہیں''

حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زندگی کے آخری لمحات میں اپنے بعد بننے والے خلیفہ کو انصار کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید کی ہے، اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۴:۱۶۰) آئی ہے۔

[۵-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُوْ الدَّارَ وَالإِيْمَانَ﴾

[۴۸۸۸-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: أُوْصِي الْخَلِيْفَةَ بِالْمُهَاجِرِيْنَ الْأَوَّلِيْنَ أَنْ يَعْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ، وَأُوْصِي الْخَلِيْفَةَ بِالْأَنْصَارِ الَّذِيْنَ تَبَوَّءُوْا الدَّارَ وَالإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُهَاجِرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَنْ يَقْبَلَ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَيَعْفُوَ عَنْ مُسِيْئِهِمْ. [راجع: ۱۳۹۲]

انصار دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ فاقہ سے ہوں

نبی ﷺ مہاجرین کو مالِ فئ میں سے دیتے تھے، کیونکہ وہ لُٹے پٹے مدینہ میں پہنچے تھے، اس کو دیکھ کر انصار کے دل تنگ نہیں ہوتے تھے، بلکہ وہ خوش ہوتے تھے، وہ مہاجرین کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے تھے، خود فاقے سہتے تھے اور مہاجرین کو کھانا کھلاتے تھے، ایسا بے مثال ایثار آج تک دنیا کی کسی قوم نے کسی قوم کے لئے نہیں کیا —— اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۷:۲۸۳) آئی ہے۔

لغات: خَصَاصَة: فاقہ، بھوکا رہنا —— المفلحون: کامیاب ہونے والے جنت میں ہمیشہ رہنے کے ذریعہ —— اور فَلَاح کے معنی: باقی رہنے کے بھی ہیں، شاعر کہتا ہے: ولکن لیس للدنیا فلاح: مگر دنیا کے لئے بقاء نہیں! —— اور فلاح کے معنی جلدی کرنے کے بھی ہیں، جیسے حَيَّ علی الفلاح: جلد کامیابی حاصل کرو —— اور حسن بصریؒ نے حاجة کا ترجمہ حسد (جلنا) کیا ہے، اس سے 'تنگی' اچھا ترجمہ ہے۔

[۶-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ﴾ الآيَة

الْخَصَاصَةُ: الْفَاقَةُ. ﴿الْمُفْلِحُوْنَ﴾: الْفَائِزُوْنَ بِالْخُلُوْدِ، الْفَلَاحُ: الْبَقَاءُ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ: عَجِّلْ. وَقَالَ الْحَسَنُ: ﴿حَاجَةً﴾: حَسَدًا.

[۴۸۸۹-] حَدَّثَنِيْ يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ كَثِيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ غَزْوَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ حَازِمٍ الْأَشْجَعِيُّ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: أَتَى رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَصَابَنِيَ الْجَهْدُ، فَأَرْسَلَ إِلٰى نِسَائِهِ فَلَمْ يَجِدْ عِنْدَهُنَّ شَيْئًا، فَقَالَ رَسُوْلُ

اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" أَلَا رَجُلٌ يُضَيِّفُ هٰذَا اللَّيْلَةَ يَرْحَمُهُ اللّٰهُ!" فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ: أَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، فَذَهَبَ إِلٰى أَهْلِهِ، فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ: ضَيْفُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَاتَدَّخِرِيْهِ شَيْئًا، قَالَتْ: وَاللّٰهِ مَا عِنْدِىْ إِلَّا قُوْتُ الصِّبْيَةِ، قَالَ: فَإِذَا أَرَادَ الصِّبْيَةُ الْعَشَاءَ فَنَوِّمِيْهِمْ، وَتَعَالَى فَأَطْفِئِىْ السِّرَاجَ وَنَطْوِى بُطُوْنَنَا اللَّيْلَةَ، فَفَعَلَتْ، ثُمَّ غَدَا الرَّجُلُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ:" لَقَدْ عَجِبَ اللّٰهُ أَوْ: ضَحِكَ مِنْ فُلَانٍ وَفُلَانَةٍ" فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ [راجع: ۳۷۹۸]

٦٠- الممتحنة

[۱-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿لَاتَجْعَلْنَا فِتْنَةً﴾: لَا تُعَذِّبْنَا بِأَيْدِيْهِمْ، فَيَقُوْلُوْنَ: لَوْ كَانَ هٰؤُلَآءِ عَلَى الْحَقِّ مَا أَصَابَهُمْ هٰذَا. [۲-] ﴿بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ﴾: أُمِرَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِفِرَاقِ نِسَائِهِمْ، كُنَّ كَوَافِرَ بِمَكَّةَ.

سورۃ الْمُمْتَحِنَة کی تفسیر

۱- آیت ۵ میں ہے: ﴿رَبَّنَا لَاتَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾: اے ہمارے پروردگار! ہم کو کافروں کا تختۂ مشق مت بنا ـــــ یعنی ہم پر کافر ظلم نہ کرنے پائیں، پھر وہ کہیں کہ اگر ان کا دین برحق ہوتا تو ان کا یہ حال کیوں ہوتا؟

۲- آیت ۱۰ میں ہے: ﴿وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ﴾: اور تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی مت رکھو ـــــ یعنی تمہاری جو کافر بیویاں مکہ میں ہیں ان کو چھوڑ دو۔

کفار سے دوستی مت رکھو

آیت ایک میں ہے: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَاتَتَّخِذُوْا عَدُوِّىْ وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ﴾: اے ایمان والو! میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ ـــــ کفار کے ساتھ تین قسم کے معاملات ہوتے ہیں: موالات یعنی دوستی، مدارات یعنی ظاہری خوش خلقی، مواسات یعنی احسان ونفع رسانی ـــــ موالات تو کسی حال میں جائز نہیں، اور مدارات تین حالتوں میں درست ہے: ایک دفع ضرر کے واسطے، دوسرے اس کافر کی مصلحت دینی یعنی توقع ہدایت کے واسطے، تیسرے اکرام ضیف کے واسطے، اور اپنی مصلحت ومنفعت مال وجان کے لئے درست نہیں، اور مواسات کا حکم یہ ہے کہ اہل حرب کے ساتھ ناجائز ہے، اور غیر اہل حرب کے ساتھ جائز (تھانوی رحمہ اللہ)

حدیث: میں آیت کا شانِ نزول ہے، اور وہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے، جو پہلے (تحفۃ القاری ۶: ۳۳۰)

آ گیا ہے، اور حدیث بھی ترجمہ کے ساتھ آ گئی ہے۔

[۱-] بَابٌ: ﴿لَاتَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَآءَ﴾

[۴۸۹۰-] حدثنا الْحُمَيْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ الْحَسَنُ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِیْ رَافِعٍ كَاتِبَ عَلِيٍّ، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُوْلُ: بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنَا وَالزُّبَيْرَ، وَالْمِقْدَادَ، فَقَالَ: " انْطَلِقُوْا حَتّٰى تَأْتُوْا رَوْضَةَ خَاخٍ، فَإِنَّ بِهَا ظَعِيْنَةً مَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوْهُ مِنْهَا" فَذَهَبْنَا تَعَادَى بِنَا خَيْلُنَا، حَتّٰى أَتَيْنَا الرَّوْضَةَ، فَإِذَا نَحْنُ بِالظَّعِيْنَةِ، فَقُلْنَا: أَخْرِجِیْ الْكِتَابَ، قَالَتْ: مَا مَعِیْ مِنْ كِتَابٍ، فَقُلْنَا: لَتُخْرِجَنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَتُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ، فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا، فَأَتَيْنَا بِهِ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، فَإِذَا فِيْهِ: مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِیْ بَلْتَعَةَ إِلٰى نَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مِمَّنْ بِمَكَّةَ، يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: " مَا هٰذَا يَا حَاطِبُ؟" قَالَ: لَاتَعْجَلْ عَلَيَّ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّیْ كُنْتُ امْرَأً مِنْ قُرَيْشٍ، وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، وَكَانَ مَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ لَهُمْ قَرَابَاتٌ يَحْمُوْنَ بِهَا أَهْلِيْهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِمَكَّةَ، فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِیْ مِنَ النَّسَبِ فِيْهِمْ أَنْ أَصْطَنِعَ إِلَيْهِمْ يَدًا يَحْمُوْنَ قَرَابَتِیْ، وَمَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ كُفْرًا وَلَا ارْتِدَادًا عَنْ دِيْنِیْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: " إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكُمْ" فَقَالَ عُمَرُ: دَعْنِیْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ. فَقَالَ: " إِنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا، وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلٰى أَهْلِ بَدْرٍ، فَقَالَ: اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ" قَالَ عَمْرٌو: وَنَزَلَتْ فِيْهِ: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَاتَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ﴾ قَالَ: لَا أَدْرِیْ الآيَةَ فِی الْحَدِيْثِ أَوْ قَوْلُ عَمْرٍو.

حدثنا عَلِيٌّ قِيْلَ لِسُفْيَانَ فِی هٰذَا فَنَزَلَتْ: ﴿لَاتَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ﴾؟ قَالَ سُفْيَانُ: هٰذَا فِی حَدِيْثِ النَّاسِ، حَفِظْتُهُ مِنْ عَمْرٍو، وَمَا تَرَكْتُ مِنْهُ حَرْفًا، وَمَا أُرَى أَحَدًا حَفِظَهُ غَيْرِیْ. [راجع: ۳۰۰۷]

قولہ: ظَعِيْنَة: ہودج نشیں عورت —— فذهبنا: پس ہم چلے دوڑ رہے تھے ہمارے ساتھ ہمارے گھوڑے —— عِقَاص: چوٹی —— إنی كنت امرأ من قريش: میں قریش میں بھرتی کا آدمی تھا، اور پہلے آیا ہے: ''میں قریش میں پناہ لیا ہوا ایک شخص ہوں''

حدیث کے آخر میں عمرو بن دینارؒ نے کہا: سورۃ الممتحنة کی پہلی آیت حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں نازل ہوئی، ابن عیینہؒ کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ یہ بات حدیث میں ہے یا عمرو کا قول ہے —— دوسری سند میں ہے: ابن المدینیؒ کہتے ہیں: ابن عیینہؒ سے نزلت ﴿لَاتَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ﴾ کے بارے میں پوچھا گیا کہ یہ حدیث میں ہے یا مدرج ہے؟ تو سفیانؒ نے کہا: یہ لوگوں کی حدیث میں ہے، میں نے یہ حدیث عمروؒ سے یاد کی ہے، اور میں نے اس کا ایک حرف بھی نہیں چھوڑا، اور نہیں گمان کرتا ہوں میں کسی کو کہ اس نے میرے علاوہ حدیث کو یاد کیا ہو یعنی ابن عیینہؒ کو اس جزء کے مرفوع

ہونے میں شک تھا، اور نسائی میں صراحت ہے کہ یہ جزء مدرج ہے (عمدۃ)

مہاجرات کی جانچ کا حکم

آیت ۱۰ میں ہے: ''اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان دار عورتیں ہجرت کرکے آئیں تو تم ان کو جانچ لیا کرو'' —— کہ آیا واقعی وہ مسلمان ہیں یا اور غرض سے وطن چھوڑ کر آئی ہیں؟ روایات میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کا امتحان کیا کرتے تھے، اور نبی ﷺ کی طرف سے بیعت کرتے تھے، اور کبھی نبی ﷺ بھی بیعت کیا کرتے تھے (فوائد شبیری)

اور باب کی حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۶:۱۰۶) آئی ہے، صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی ﷺ خواتین سے صرف زبانی بیعت لیتے تھے، ہاتھ نہیں پکڑتے تھے، البتہ پس پردہ کوئی کپڑا پکڑا دیا جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں، حاشیہ میں ام عطیہ کی حدیث ہے، وہ دلیل بن سکتی ہے۔

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿إِذَا جَاءَ كُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ﴾

[۴۸۹۱-] حدثنا إِسْحَاقُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِيْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَمِّهِ، أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ: أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَمْتَحِنُ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ بِهٰذِهِ الآيَةِ بِقَوْلِ اللّٰهِ: ﴿يٰأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَ كَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

قَالَ عُرْوَةُ: قَالَتْ عَائِشَةُ: فَمَنْ أَقَرَّ بِهٰذَا الشَّرْطِ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ قَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ''قَدْ بَايَعْتُكِ'' كَلاَمًا، وَلاَ وَاللّٰهِ مَا مَسَّتْ يَدُهُ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ فِي الْمُبَايَعَةِ، مَا يُبَايِعُهُنَّ إِلاَّ بِقَوْلِهِ: ''قَدْ بَايَعْتُكِ عَلٰى ذٰلِكَ''

تَابَعَهُ يُوْنُسُ، وَمَعْمَرٌ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَقَالَ إِسْحَاقُ بْنُ رَاشِدٍ: عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، وَعَمْرَةَ. [راجع: ۲۷۱۳]

قولہ: بهذه الآية: یعنی آیت ۱۲ میں جو چھ باتیں ہیں: جو عورت ان کا اقرار کرتی: وہ مسلمان قرار دی جاتی —— بهذا الشرط: شرط کے معنی ہیں: باتیں، دفعات —— كلاما: أى بالكلام، لاباليد —— تابعہ کا مرجع زہریؒ کے بھتیجے ہیں، ان کی روایت میں عمرۃ کا ذکر نہیں، اور اسحاق بن راشد کی روایت میں عمرۃ کا بھی ذکر ہے۔

بیعتِ سلوک مردوں اور عورتوں: دونوں کے لئے ہے

بیعتِ سلوک کے تعلق سے لوگ افراط وتفریط میں مبتلا ہیں، کچھ لوگ اس کی مشروعیت ہی کا انکار کرتے ہیں، جبکہ قرآن

وحدیث سے اس کا پکا ثبوت ہے، باب میں مذکور آیت سے اور باب کی احادیث سے اس کی مشروعیت ثابت ہے، اور کچھ لوگ بیعت کو فرض عین کہتے ہیں، بلکہ وہ بیعت کے بغیر نجات ہی کے قائل نہیں، حالانکہ تمام صحابہ وصحابیات نے بیعت سلوک نہیں کی تھی، بعض مخصوص صحابہ اور صحابیات نے بیعت کی تھی، اور وہ ان کا امتیاز سمجھا جاتا تھا، اس لئے یہ دونوں موقف صحیح نہیں۔

بَیْعَة: مصدر کے معنی ہیں: بیچنا، سودا کرنا، عربی میں یہ لفظ گول تاء سے لکھا جاتا ہے، اور اردو میں لمبی تاء سے، مگر دونوں ایک ہیں، اور سلوک بھی مصدر ہے، اس کے معنی ہیں چلنا، اور بیعت نجات کے لئے ضروری نہیں، نجات کے لئے ایمان صحیح اور مثبت پہلو سے ارکانِ اسلام پر مضبوطی سے عمل اور منفی پہلو سے کبائر سے بچنا ضروری ہے، اگر کسی کو یہ چیز حاصل ہے تو ان شاء اللہ اس کو نجات اوّلی حاصل ہوگی، رہی بیعتِ سلوک تو وہ کچھ کرنے کے لئے ہے، نوافل اعمال کر کے جنت کے بلند درجات حاصل کرنے کے لئے ہے، کوئی مرد یا عورت کسی بندے کے ساتھ معاملہ کرے کہ وہ اس کی ہدایت کے مطابق عمل کرے گا اور نوافل اعمال کر کے جنت کے بلند درجات حاصل کرنے کی کوشش کرے گا اور خود کو اخلاق رذیلہ سے پاک کر کے اخلاق حسنہ سے مزین کرے گا تو اس میں عدم جواز کی کیا بات ہے؟ —— مگر بعد میں بیعت ایک رسم بن گئی، بلکہ کاروبار بن گئی، کرنا دھرنا کچھ نہیں اور امید باندھ لینا نجات کی، بلکہ بہشت بریں کی، یہ خود فریبی کے سوا کیا ہے؟

آیتِ بیعت: آیت ۱۲ ہے: ''اے پیغمبر! جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس آئیں تاکہ وہ آپ سے بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی، اور وہ چوری نہیں کریں گی، اور وہ بدکاری نہیں کریں گی، اور وہ اپنے بچوں کو قتل نہیں کریں گی، اور وہ بہتان کی اولاد نہیں لائیں گی، جس کو وہ اپنے ہاتھوں پیروں کے درمیان گھڑ لیں، اور وہ جائز کاموں میں آپ کی مخالفت نہیں کریں گی تو آپ ان کو بیعت کر لیں، اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کریں، بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے نہایت مہربان ہیں'' —— اس آیت میں چھ دفعات ہیں، ان میں حسب حال کمی بیشی کی جاسکتی ہے، باب کی حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ نے عورتوں سے بیعت لی تو نوحہ ماتم نہ کرنے کا بھی عہد لیا، پس اسی طرح مردوں کی بیعت میں بھی حسب حال کمی بیشی کی جاسکتی ہے۔

[٣-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ﴾

[٤٨٩٢-] حدثنا أَبُوْ مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَرَأَ عَلَيْنَا: ﴿أَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا﴾ وَنَهَانَا عَنِ النِّيَاحَةِ، فَقَبَضَتِ امْرَأَةٌ يَدَهَا، فَقَالَتْ: أَسْعَدَتْنِيْ فُلَانَةُ، أُرِيْدُ أَنْ أَجْزِيَهَا، فَمَا قَالَ لَهَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم شَيْئًا، فَانْطَلَقَتْ وَرَجَعَتْ فَبَايَعَهَا. [راجع: ١٣٠٦]

ترجمہ: ام عطیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی، پس آپ نے ہمارے سامنے سورۃ الممتحنة کی آیت بارہ پڑھی یعنی اس میں مذکور چھ باتوں کا عہد لیا، اور ہمیں ماتم کرنے سے روکا، پس ایک عورت نے اپنا ہاتھ سکیڑ لیا یعنی جو کپڑا وغیرہ پکڑ رکھا تھا اس کو چھوڑ دیا، اور عرض کیا: فلاں عورت نے رونے میں میری مدد کی ہے یعنی میرے یہاں حادثہ ہوا تو وہ ماتم کرنے آئی تھی، آج اس کے یہاں حادثہ ہوا ہے: پس میں چاہتی ہوں کہ اس کو بدلہ دوں، پس نبی ﷺ نے اس سے کچھ نہیں کہا یعنی منع نہیں کیا، پس وہ گئی، اور (رونے میں مدد کر کے) لوٹی، پھر نبی ﷺ نے اس کو بیعت کیا (یہ حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۴: ۶۵) آئی ہے، مگر یہ آخری مضمون نہیں آیا)

لغت: أَسْعَدَتِ النائحةُ الثَّكْلٰى: نوحہ کرنے والی عورت نے بچہ گم کرنے والی عورت کی رونے میں مدد کی۔

[۴۸۹۳-] حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِیْ، قَالَ: سَمِعْتُ الزُّبَيْرَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ﴾ قَالَ: إِنَّمَا هُوَ شَرْطٌ شَرَطَهُ اللّٰهُ لِلنِّسَاءِ.

وضاحت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جائز کاموں میں نافرمانی نہ کرنے کی شرط اللہ نے عورتوں کے لئے لگائی ہے —— اور جب مردوں سے بیعت لی جاتی تھی تو اس کا عہد لیا جاتا تھا کہ جہاں تک ان کے بس میں ہے وہ نبی ﷺ کی بات سنیں گے اور مانیں گے۔

[۴۸۹۴-] حدثنا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: الزُّهْرِیُّ حَدَّثَنَاهُ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ أَبُوْ إِدْرِيْسَ سَمِعَ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِیِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: "أَتُبَايِعُوْنِّیْ عَلٰى أَنْ لَا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَسْرِقُوْا" وَقَرَأَ آيَةَ النِّسَاءِ – وَأَكْثَرُ لَفْظِ سُفْيَانَ: قَرَأَ الآيَةَ – "فَمَنْ وَفٰى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوْقِبَ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْهَا شَيْئًا فَسَتَرَهُ اللّٰهُ فَهُوَ إِلَى اللّٰهِ، إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ" تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ فِی الآيَةِ. [راجع: ۱۸]

حوالہ: یہ حدیث مفصل شرح کے ساتھ پہلے (تحفۃ القاری ۱: ۲۱۹) آئی ہے۔

قولہ: حَدَّثَنَاه: اسم (الزہری) کو فعل پر مقدم کیا ہے أی حدثنا الزهری إياه أی بالحديث الآتی —— سفیان اکثر قَرَأَ الآيَةَ کہتے تھے، النساء نہیں کہتے تھے، کیونکہ یہ آیت سورۃ النساء میں نہیں ہے، سورۃ الممتحنة میں ہے۔

[۴۸۹۵-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: وَأَخْبَرَنِیْ ابْنُ جُرَيْجٍ، أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ مُسْلِمٍ أَخْبَرَهُ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ:

شَهِدْتُ الصَّلاَ ةَ يَوْمَ الْفِطْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَأَبِىْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَكُلُّهُمْ يُصَلِّيْهَا قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ يَخْطُبُ بَعْدُ، فَنَزَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَكَأَنِّىْ أَنْظُرُ إِلَيْهِ حِيْنَ يُجَلِّسُ الرِّجَالَ بِيَدِهِ، ثُمَّ أَقْبَلَ يَشُقُّهُمْ حَتّٰى أَتَى النِّسَاءَ مَعَ بِلاَلٍ، فَقَالَ: ﴿يٰأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَ كَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰى أَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلاَ يَسْرِقْنَ وَلاَ يَزْنِيْنَ وَلاَ يَقْتُلْنَ أَوْلاَدَهُنَّ وَلاَ يَأْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِيْنَهُ بَيْنَ أَيْدِيْهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ﴾ حَتّٰى فَرَغَ مِنَ الآيَةِ كُلِّهَا، ثُمَّ قَالَ حِيْنَ فَرَغَ:" أَنْتُنَّ عَلٰى ذٰلِكَ؟" وَقَالَتِ امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ لَمْ يُجِبْهُ غَيْرُهَا: نَعَمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! لاَ يَدْرِىْ الْحَسَنُ مَنْ هِيَ؟ قَالَ:"فَتَصَدَّقْنَ" وَبَسَطَ بِلاَلٌ ثَوْبَهُ فَجَعَلْنَ يُلْقِيْنَ الْفَتَخَ وَالْخَوَاتِيْمَ فِي ثَوْبِ بِلاَلٍ. [راجع: ۹۸]

حوالہ: یہ حدیث پہلے کئی مرتبہ گذری ہے، پہلی مرتبہ تحفۃ القاری (۱:۳۸۷) میں آئی ہے۔

قولہ: حين يُجَلِّس: جب آپ اپنے ہاتھ سے مردوں کو بٹھا رہے تھے —— أَنْتُنَّ على ذٰلك؟: کیا تم ان باتوں کا اقرار کرتی ہو؟ پس ایک بولی: ہاں! اس کے علاوہ اور کسی نے جواب نہیں دیا، کیونکہ عورت کی آواز ستر ہے، اور بیان کی جگہ خاموشی بیان ہے —— حسن نہیں جانتے کہ وہ ایک جو بولی تھی کون تھی؟ حاشیہ میں ہے کہ وہ ام عطیہؓ تھیں۔

٦١- سورة الصف

[١-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿مَنْ أَنْصَارِىْ إِلَى اللّٰهِ﴾: مَنْ تَبِعَنِىْ إِلَى اللّٰهِ. [٢-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿مَرْصُوصٌ﴾: مُلْصَقٌ بَعْضُهُ بِبَعْضٍ. وَقَالَ غَيْرُهُ: بِالرَّصَاصِ.

سورۃ الصّف کی تفسیر

۱- آیت ۱۴ میں ہے: عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے کہا: ﴿مَنْ أَنْصَارِىْ إِلَى اللّٰهِ﴾: اللہ کے واسطے میرا کون مددگار ہے؟ —— کس نے پیروی کی میری اللہ کی طرف —— کیلری میں: من يَتَّبِعُنِىْ ہے یعنی کون پیروی کرتا ہے اس دین کی جو میں اللہ کے پاس سے لایا ہوں، یہ الفاظ زیادہ واضح ہیں۔

۲- آیت ۴ میں ہے: ﴿كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ﴾: گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں —— رَصَّ (ف): ایک دوسرے سے ملنا، جڑنا —— الرَّصَاص: سیسہ، رانگ (ایک قسم کی دھات)

عیسیٰ علیہ السلام نے نبی ﷺ کی بشارت دی

آیت ۶ ہے: ''جب مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا ہوں، تصدیق

کرنے والا اس تورات کی جو مجھ سے پہلے آئی ہے، اور خوش خبری سنانے والا اس رسول کی جو میرے بعد آئیں گے، جن کا نام أَحْمَدْ ہوگا، پھر جب آیا وہ (احمد) کھلی نشانیاں لے کر تو انھوں نے کہا: یہ کھلا جادو ہے!'' —— أَحْمَد: صفاتی نام ہے، اسم تفضیل ہے، بروزن أکبر یعنی اللہ کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا، انجیل میں یونانی لفظ پیراکلی ٹس (Peroclitus) ہے، اس کا معرب فارقلیط ہے، یہ عربی لفظ أحمد کے ہم معنی ہے اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۷:۱۱۶) مع شرح آچکی ہے۔

[۱-] بَابٌ: ﴿يَأْتِيْ مِنْ بَعْدِيْ اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾

[۴۸۹۶-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، يَقُوْلُ:" إِنَّ لِيْ أَسْمَاءً، أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا الْمَاحِيْ الَّذِيْ يَمْحُوْ اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ، وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِيْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمِيَّ، وَأَنَا الْعَاقِبُ"[راجع: ۳۵۳۲]

محمد (ستودہ، بار بار تعریف کیا ہوا) **أحمد** (اللہ کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا) **ماحی** (مٹانے والا یعنی کفر کا خاتمہ کرنے والا) **حاشر** (جمع کرنے والا) **عاقب** (پیچھے آنے والا)

سورۃ الجمعہ کی تفسیر

نبی ﷺ عرب وعجم کی طرف مبعوث فرمائے گئے ہیں

سورۃ الجمعہ کی آیات ۲-۴ ہیں: ''وہی ہیں جنھوں نے امیوں میں انہی میں سے ایک عظیم الشان رسول اٹھایا، جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، اور ان کو پاک صاف کرتا ہے، اور ان کو کتاب اللہ اور دانشمندی کی باتیں سکھلاتا ہے، اگرچہ وہ قبل ازیں کھلی گمراہی میں تھے ○ اور ان میں سے اور لوگوں میں (بھی) جو اب تک ان کے ساتھ نہیں ملے، اور اللہ زبردست حکمت والا ہے ○ یہ اللہ کا فضل ہے، دیں گے وہ جس کو چاہیں گے، اور اللہ بڑے فضل والے ہیں'' —— آخرین کا أمیین پر واو کے ذریعہ عطف کیا ہے جو من وجہٍ اتحاد اور من وجہٍ مغائرت پر دلالت کرتا ہے۔

تفسیر: نبی ﷺ سے پہلے ہر خطے اور ہر قوم میں پیغمبر آتے تھے، پھر جب زمانہ کا دور آخر آیا تو ساری انسانیت کو خاتم النّبیین ﷺ کے جھنڈے تلے جمع کر دیا، جیسے ہفتہ بھر ہر مسجد میں جماعت ہوتی ہے، اور جمعہ کے دن تمام جماعتوں کو جامع مسجد میں جمع کر لیا جاتا ہے (پہلے شہر میں ایک ہی جگہ جمعہ ہوتا تھا) اسی طرح سورۃ الجمعہ میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ ہدایت کے جو مختلف سلسلے چل رہے تھے ان کو آخری نبی میں جمع کر لیا گیا ہے۔

البتہ نبی ﷺ کی امت کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے: امیین اور آخرین۔ امیوں سے عرب مراد ہیں: ناخواندہ ان کا لقب تھا، سب ناخواندہ نہیں تھے، اور آخرین (علاوہ) کا لقب عجم تھا یعنی بے زبان جانور، مگر عرب اپنے لقب پر فخر کرتے تھے، نبی ﷺ نے فرمایا: نحن أمة أمية: ہم ناخواہ امت ہیں، مگر غیر عرب اپنے لئے لفظ عجم پسند نہیں کرتے تھے، اس لئے قرآن نے آخرین کہا، یہ جذبات کی انتہائی درجہ رعایت ہے —— اور عرب وعجم میں بون بعید تھا، دونوں ایک نبی کی امت بن جائیں: یہ بات مستبعد نظر آتی تھی، مگر قرآن نے کہا: ﴿لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾: وہ اب تک عربوں کے ساتھ نہیں ملے، یعنی آئندہ ملنے کی امید ہے۔

قاعدہ: لَمْ اور لَمَّا: مضارع پر داخل ہوتے ہیں، اور اس کو ماضی منفی بناتے ہیں، مگر دونوں میں تین فرق ہیں: (۱) لم ماضی مطلق میں فعل کی نفی کرتا ہے اور لما ماضی قریب میں، جیسے لم یأتِ زید: زید نہیں آیا، اور لما یأت زید: زید اب تک نہیں آیا۔ (۲) لم سے نفی زمانہ حال تک ممتد نہیں ہوتی، اور لما سے نفی ممتد ہوتی ہے، اوپر کی مثال سے یہ بات بھی واضح ہے۔ (۳) لم سے جو نفی کی جاتی ہے وہ آئندہ متوقع الوجود ہے یا نہیں؟ لم کی اس پر کوئی دلالت نہیں ہوتی، اور لما سے جو نفی کی جاتی ہے اس کی آئندہ امید ہوتی ہے، جیسے زید اب تک نہیں آیا یعنی ہم ابھی اس کے آنے کی امید رکھتے ہیں —— اور آیت میں: ﴿لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ ہے یعنی اب تک عجم عربوں کے ساتھ نہیں ملے مگر آئندہ ملنے کی امید ہے، کون ملائے گا؟ اللہ تعالیٰ ملائیں گے جو زبردست حکمت والے ہیں —— عرب تو سب مسلمان ہو جائیں گے مگر عجم سب اسلام قبول نہیں کریں گے، کیونکہ اسلام اللہ کا فضل ہے، دیں گے وہ جس کو چاہیں گے، اور ایسا نہیں ہے کہ فضل کے کوٹے میں ٹوٹا پڑ گیا ہو، اللہ تو بڑے فضل والے ہیں، کمی لینے والوں میں ہے —— اور سب عربوں کا مسلمان ہونا اور سب عجمیوں کا مسلمان نہ ہونا: استاذ کی قوتِ تاثیر اور ضعف کا نتیجہ ہے، عربوں کے استاذ نبی ﷺ تھے، اور عجم کے استاذ صحابہ کرام —— اس کے بعد جاننا چاہئے کہ امیین میں کام کرنے کی ذمہ داری نبی ﷺ پر ڈالی گئی تھی، چنانچہ جب عربوں میں کام تکمیل کے قریب آیا تو سورۃ النصر نازل ہوئی، اور آپؐ کو اطلاع کر دی گئی کہ آپ ہمارے پاس آنے کی تیاری کریں —— اور آخرین میں کام کی ذمہ داری صحابہ پر ڈالی گئی تھی، اس لئے جس طرح انبیاء کے لئے عصمت ضروری ہے، صحابہ کے لئے حفاظت ضروری ہے، غرض نبی ﷺ کی بعثت دوہری ہے، اور یہ مضمون حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ نے حجۃ اللہ البالغہ کی قسم اول کے مبحث سادس کے باب دوم میں بیان کیا ہے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؐ پر سورۃ الجمعہ نازل ہوئی، اس میں ہے: ﴿وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! یہ آخرین کون ہیں؟ آپؐ نے جواب نہیں دیا، انھوں نے تین مرتبہ پوچھا، وہاں حضرت سلمان فارسیؓ موجود تھے، آپؐ نے اپنا ہاتھ سلمانؓ پر رکھا، اور فرمایا: ''اگر ایمان ثریا (ستارہ) پر ہوتا تو بھی اس کو کچھ لوگ ان میں سے حاصل کرتے!'' (معلوم ہوا کہ آخرین سے عجم مراد ہیں)

٦٢- الجمعة

[١-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾

وَقَرَأَ عُمَرُ: ﴿فَامْضُوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ﴾

[٤٨٩٧-] حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ أَبِي الْغَيْثِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ: ﴿وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ قَالَ: قُلْتُ: مَنْ هُمْ؟ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَلَمْ يُرَاجِعْهُ حَتّٰى سَأَلَ ثَلَاثًا، وَفِيْنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ، وَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَدَهُ عَلٰى سَلْمَانَ، ثُمَّ قَالَ: " لَوْ كَانَ الإِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ أَوْ: رَجُلٌ مِنْ هٰؤُلَآءِ"[طرفه: ٤٨٩٨]

[٤٨٩٨-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ، أَخْبَرَنِيْ ثَوْرٌ، عَنْ أَبِي الْغَيْثِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: " لَنَالَهُ رِجَالٌ مِنْ هٰؤُلَآءِ"[راجع: ٤٨٩٧]

وضاحت: پہلی روایت میں رِجال اور رجل میں راوی کوشک ہے، اور دوسری روایت میں بے شک رجال ہے۔

لغت: رَاجَعَ فلاناً الکلامَ: کسی سے کوئی بات دوبارہ کہلانا، یعنی آپ خاموش رہے، جواب نہ دیا تاکہ وہ بار بار پوچھیں۔

قراءت: ﴿فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قراءت میں تھا: فَامْضُوْا إلی ذکر اللہ: اللہ کے ذکر کی طرف چلو، اس قراءت سے سعی کے معنی کی تعیین ہوگئی، سعی کے معنی دوڑنے کے نہیں۔

سوداگری اور کھیل تماشے سے بہتر خطبہ اور نماز جمعہ ہے

پہلے عیدین کی طرح نماز جمعہ پہلے اور خطبہ بعد میں ہوتا تھا، ایک مرتبہ نماز پڑھ کر نبی ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ تجارتی قافلہ باہر سے غلہ لے کر آیا، پہلے سے شہر میں اناج کی کمی تھی، لادی نے نقارہ بجایا لوگ یہ خیال کر کے کہ نماز تو ہو چکی ہے، اور خطبہ (تقریر) ہر جمعہ کو سنتے ہیں: خریداری کے لئے اور کھیل تماشہ دیکھنے کے لئے چل دیئے، صرف بارہ آدمی رہ گئے، اس پر فرمایا: ''جب لوگ کوئی تجارت یا مشغولی کی چیز دیکھتے ہیں تو اس کی طرف بکھر جاتے ہیں، اور آپ کو کھڑا ہوا (خطبہ دیتا ہوا) چھوڑ جاتے ہیں! آپ بتادیں کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے یعنی اجر وثواب وہ کھیل اور تجارت سے بہتر ہے، اور اللہ تعالیٰ بہترین روزی پہنچانے والے ہیں!''

نکتہ: ﴿انْفَضُّوْا إِلَيْهَا﴾ کہا، مفرد کی ضمیر لائے، إِلَيْهِمَا نہیں کہا، جبکہ پہلے تجارت اور لہو کا ذکر آیا ہے، حاشیہ میں اس کی تین توجیہیں ہیں، علاوہ ازیں: کثرت خریداری کے لئے جانے والوں کی تھی، اس لئے صرف تجارت کی طرف

ضمیر لوٹائی۔

[۲-] بَابٌ قَوْلُهُ: ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً﴾

[۴۸۹۹-] حَدَّثَنِیْ حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُصَیْنٌ، عَنْ سَالِمِ ابْنِ أَبِی الْجَعْدِ، وَعَنْ أَبِیْ سُفْیَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: أَقْبَلَتْ عِیْرٌ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم، فَثَارَ النَّاسُ إِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا إِلَیْهَا﴾[راجع: ۹۳۶]

نوٹ: ابوسفیان طلحہ اعلیٰ درجہ کا راوی نہیں، اس لئے سالم کے ساتھ ملا کر لائے ہیں۔

سورۃ المنافقین کی تفسیر

سورۃ المنافقین کے پہلے رکوع میں منافقین کا ذکر ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے ہر ہر آیت پر باب باندھا ہے، اور حدیث تمام ابواب میں ایک ہی لائے ہیں، پس قارئین کو آیات پیش نظر رکھنی چاہئیں۔

اللہ تعالیٰ گواہی دیتے ہیں کہ منافقین دعوئے ایمان میں جھوٹے ہیں

سورۃ المنافقین کی پہلی آیت ہے: ''جب منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتے ہیں کہ منافقین (شہادت میں) جھوٹے ہیں!'' —— وہ دل میں نبی ﷺ کے رسول ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے، وہ جھوٹ بولتے ہیں کہ ان کو دل سے اعتقاد ہے، اپنی اغراض کے لئے زبان سے باتیں بناتے ہیں، اور جھوٹ بولنا ان کا شعار ہے، بات بات میں دروغ بیانی سے کام لیتے ہیں، حدیث میں جو واقعہ ہے اس میں انھوں نے جھوٹ بولا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ان کی تکذیب کی ہے۔

[۶۳- سُوْرَةُ الْمُنَافِقِیْنَ]

[۱-] بَابٌ: ﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ﴾إِلٰى ﴿لَكَاذِبُوْنَ﴾

[۴۹۰۰-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِیْلُ، عَنْ أَبِیْ إِسْحَاقَ، عَنْ زَیْدِ بْنِ أَرْقَمَ، قَالَ: كُنْتُ فِیْ غَزَاةٍ فَسَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُبَیٍّ یَقُوْلُ: ﴿لَاتُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى

يَنْفَضُّوْا﴾ مِنْ حَوْلِهِ، ﴿وَلَوْ رَجَعْنَا﴾ مِنْ عِنْدِهِ ﴿لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ﴾ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَمِّيْ أَوْ لِعُمَرَ، فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، فَدَعَانِيْ فَحَدَّثْتُهُ، فَأَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُبَيٍّ وَأَصْحَابِهِ فَحَلَفُوْا مَا قَالُوْا، فَكَذَّبَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَصَدَّقَهُ، فَأَصَابَنِيْ هَمٌّ لَمْ يُصِبْنِيْ مِثْلُهُ قَطُّ، فَجَلَسْتُ فِي الْبَيْتِ، فَقَالَ لِيْ عَمِّيْ: مَا أَرَدْتَ إِلٰى أَنْ كَذَّبَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَقَتَكَ. فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ﴾ فَبَعَثَ إِلَيَّ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَرَأَ فَقَالَ: "إِنَّ اللّٰهَ قَدْ صَدَّقَكَ يَا زَيْدُ"[أطرافه: ۴۹۰۱، ۴۹۰۲، ۴۹۰۳، ۴۹۰۴]

ترجمہ: زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں ایک غزوہ میں تھا، پس میں نے عبداللہ بن ابی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اللہ کے رسول کے پاس جو لوگ ہیں ان پر خرچ مت کرو تاکہ وہ بکھر جائیں ان کے پاس سے اور اگر ہم لوٹے ان کے پاس سے تو ضرور باعزت نکال دے گا نہایت ذلیل کو، پس میں نے یہ بات اپنے چچا سے ذکر کی یا (راوی نے کہا:) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ذکر کی، انھوں نے وہ بات نبی ﷺ سے ذکر کی، آپؐ نے مجھے بلایا تو میں نے آپ سے وہ بات بیان کی، پس آپ نے آدمی بھیج کر عبداللہ اور اس کے ساتھیوں کو بلایا، انہوں نے قسم کھائی کہ انھوں نے یہ بات نہیں کہی، پس رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو جھوٹا قرار دیا اور اس کو سچا سمجھا، پس پہنچا مجھے ایسا فکر کہ نہیں پہنچا تھا مجھے ویسا فکر کبھی بھی یعنی مجھے سخت صدمہ ہوا، اور میں گھر میں بیٹھ گیا، اور میرے چچا نے کہا: نہیں ارادہ کیا تو نے مگر اس کا کہ جھوٹا قرار دیں تجھے رسول اللہ ﷺ اور سخت ناراض ہوں تجھ سے یعنی چچا بھی سخت ناراض ہوگئے کہ تو نے ایسی جھوٹی بات کیوں کہی، پس اللہ تعالیٰ نے: ﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ﴾ نازل کی، نبی ﷺ نے میرے پاس آدمی بھیجا (میں حاضر ہوا) آپؐ نے وہ آیتیں پڑھیں، اور فرمایا: "بے شک اللہ نے تجھے سچا ٹھہرایا اے زید!" (تفصیل تحفۃ الالمعی (۷:۵۰۷) میں ہے)

منافقین نے قسموں کو ڈھال بنایا

دوسری آیت ہے: "انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے، پھر وہ دوسروں کو بھی اللہ کے راستے سے روکتے ہیں، بے شک برے ہیں وہ کام جو وہ کیا کرتے ہیں!" —— منافقین جھوٹی قسمیں کھا کر مسلمانوں کو یقین دلاتے تھے کہ وہ مسلمان ہیں، تاکہ وہ مجاہدین اسلام کے ہاتھوں سے اپنی جان و مال محفوظ رکھیں، اور در پردہ اسلام کی جڑیں کھودتے تھے، اور اسلام اور مسلمانوں کی عیب جوئی کر کے دوسروں کو بھی اسلام میں داخل ہونے سے روکتے تھے، پس ان کی جھوٹی قسموں کا ضرر ان تک محدود نہیں رہتا، بلکہ دوسروں تک متعدی ہوجاتا ہے، پس اس سے بڑھ کر اور برا کام کیا ہوگا؟ —— عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کا یہی شیوہ تھا، انھوں نے دو بری باتیں کہی تھیں، مگر ان سے دریافت کیا گیا تو جھوٹی قسمیں کھا گئے اور مکر گئے!

—— اجْتَنَّ به: چھپنا، پوشیدہ ہونا۔

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿اتَّخَذُوْا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً﴾ يَجْتَنُّوْنَ بِهَا

[۴۹۰۱-] حدثنا آدَمُ بْنُ أَبِيْ إِيَاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ عَمِّيْ، فَسَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُبَيِّ ابْنَ سَلُوْلَ يَقُوْلُ: ﴿لاَتُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰي يَنْفَضُّوْا﴾ وَقَالَ أَيْضًا: ﴿لَئِنْ رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ﴾ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَمِّيْ فَذَكَرَ عَمِّيْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَأَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أُبَيٍّ وَأَصْحَابِهِ، فَحَلَفُوْا مَاقَالُوْا، فَصَدَّقَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَكَذَّبَنِيْ، فَأَصَابَنِيْ هَمٌّ لَمْ يُصِبْنِيْ مِثْلُهُ قَطُّ، فَجَلَسْتُ فِيْ بَيْتِيْ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿إِذَا جَاءَ كَ الْمُنَافِقُوْنَ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَاتُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ﴾ فَأَرْسَلَ إِلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَرَأَهَا عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ: "إِنَّ اللّٰهَ قَدْ صَدَّقَكَ" [راجع: ۴۹۰۰]

منافقوں کے دلوں پر مہر کردی گئی ہے، اس لئے وہ حق بات کو سمجھتے نہیں!

پھر آیت ۳ ہے: "وہ بات (منافقین کے اعمال بہت برے ہیں) اس سبب سے ہے کہ وہ لوگ (بہ ظاہر) ایمان لائے، پھر (در پردہ) کفر کیا تو ان کے دلوں پر مہر کردی گئی، پس وہ (حق بات) سمجھتے نہیں!" —— یعنی زبان سے ایمان لائے، دل سے منکر رہے، اور کافروں جیسے کام کئے تو ان کے دلوں پر مہر لگ گئی، اب ان میں حق کو قبول کرنے کی مطلق صلاحیت نہیں رہی، اس لئے اب ان سے بات سمجھنے کی امید رکھنا فضول ہے —— عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کا حال آپ دیکھ لیں، آپ کو بات کا یقین آجائے گا۔

[۳-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَايَفْقَهُوْنَ﴾

[۴۹۰۲-] حدثنا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ كَعْبٍ الْقُرَظِيَّ، قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ، قَالَ: لَمَّا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ: ﴿لَاتُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ﴾ وَقَالَ أَيْضًا: ﴿لَئِنْ رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ﴾ أَخْبَرْتُ بِهِ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَلاَ مَنِيْ الْأَنْصَارُ، وَحَلَفَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ: مَا قَالَ ذٰلِكَ، فَرَجَعْتُ إِلَى الْمَنْزِلِ فَنِمْتُ فَدَعَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَأَتَيْتُهُ، فَقَالَ: " إِنَّ اللّٰهَ قَدْ صَدَّقَكَ" وَنَزَلَ: ﴿هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَاتُنْفِقُوْا﴾ الآيَة.

وَقَالَ ابْنُ أَبِيْ زَائِدَةَ: عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ ابْنِ أَبِيْ لَيْلٰى، عَنْ زَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم. [راجع: ۴۹۰۰]

منافقین گویا سہارے سے لگا کر کھڑی کی ہوئی لکڑیاں ہیں

پھر آیت ۴ ہے: ''اور جب آپ ان کو دیکھیں تو ان کے ڈیل ڈول آپ کو پسند آئیں، اور اگر وہ بات کہیں تو آپ ان کی بات سننے لگیں، گویا وہ سہارے سے لگا کر کھڑی کی ہوئی لکڑیاں ہیں! ہر غل پکار کو اپنے اوپر پڑنے والی بلا سمجھتے ہیں، وہی دشمن ہیں، پس آپ ان سے ہوشیار رہیں، اللہ ان کو غارت کرے! وہ کہاں پھرے جارہے ہیں؟'' —— منافقین بڑے خوبصورت، بڑے ڈیل ڈول والے تھے، باتیں ایسی لچھے دار کرتے تھے کہ آدمی سنتا ہی رہ جائے، وہ دیوار سے لگا کر کھڑی کی ہوئی لکڑی کی طرح ہیں، ان کو مسلمانوں کا سہارا چاہئے، اس لئے بظاہر مسلمان ہوئے ہیں، وہ بزدل اور ڈرپوک ہیں، کہیں ذرا شور وغل ہوتا ہے تو ان کا دل دہل جاتا ہے، وہ خیال کرتے ہیں کہ آئی ہم پر بلا! اسلام کے حقیقی دشمن یہی لوگ ہیں، ان کی چالوں سے ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہئے، اللہ کی ان پر مار پڑے! وہ راہ حق چھوڑ کر کہاں بھٹکے جارہے ہیں؟

بَابُ قَوْلُهُ: ﴿وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ، وَإِنْ يَقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ، يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ، هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ، قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ! أَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾

[۴۹۰۳-] حدثنا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ الأَرْقَمِ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ سَفَرٍ، أَصَابَ النَّاسَ فِيْهِ شِدَّةٌ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ لِأَصْحَابِهِ: ﴿لاَتُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا﴾ مِنْ حَوْلِهِ، وَقَالَ: ﴿لَئِنْ رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الأَعَزُّ مِنْهَا الأَذَلَّ﴾ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَأَخْبَرْتُهُ، فَأَرْسَلَ إِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُبَيٍّ فَسَأَلَهُ، فَاجْتَهَدَ يَمِيْنَهُ: مَا فَعَلَ! قَالُوْا: كَذَبَ زَيْدٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ مِمَّا قَالُوْا شِدَّةٌ، حَتّٰى أَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيْقِيْ فِي: ﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ﴾ فَدَعَاهُمُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِيَسْتَغْفِرَ لَهُمْ فَلَوَّوْا رُءُ وْسَهُمْ.

وَقُوْلُهُ: ﴿خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ﴾ قَالَ: كَانُوْا رِجَالاً أَجْمَلَ شَيْءٍ. [راجع: ۴۹۰۰]

قولہ: مُسَنَّدَة: اسم مفعول، تَسْنِيْد: مصدر: دیوار کے سہارے سے لگائی ہوئی صَیْحَة: ہولناک آواز، چنگھاڑ، نعرہ صَاحَ يصيح کا مصدر بمعنی حاصل مصدر —— قوله: أصاب الناس فيه شدة سے سمجھا گیا ہے کہ یہ غزوۂ تبوک کا واقعہ ہے، حالانکہ یہ غزوۂ مریسیع کا واقعہ ہے —— فاجتهد يمينه: اپنی قسم میں پوری کوشش کی یعنی مؤکد قسمیں کھائیں —— مَافَعَلَ: نہیں کہی انھوں نے یہ باتیں —— آخر میں قوله إلخ ہمارے نسخہ میں باب ہے، عمدۃ القاری کے نسخہ میں حدیث کا جزء ہے، میں نے عمدۃ کے نسخہ کے مطابق کیا ہے۔

منافقین کا پردہ فاش ہوجاتا ہے تب بھی وہ گناہ معاف کرانے نہیں آتے

پھر آیت ۵ ہے: ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ، اللہ کے رسول تمہارا گناہ معاف کرادیں تو وہ سر مٹکا کر رہ جاتے ہیں، اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ بے رخی اختیار کرتے ہیں، درانحالیکہ وہ تکبر کرنے والے ہیں —— جب کسی معاملہ میں صاف طور پر منافقین کی شرارت کھل جاتی ہے، اور لوگ ان سے کہتے ہیں: آؤ، خدمتِ نبوی میں حاضر ہوکر اپنا قصور معاف کرالو تو غروران کو اس بات پر آمادہ نہیں ہونے دیتا، وہ گردن ہلا کر سر مٹکا کر رہ جاتے ہیں، اور سنی ان سنی کر دیتے ہیں۔

[٤-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُ وْسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ﴾

حَرَّكُوْا، اسْتَهْزَءُ وْا بِالنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، وَيُقْرَأُ بِالتَّخْفِيْفِ مِنْ لَوَيْتُ.

[٤٩٠٤-] حدثنا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسَى، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ عَمِّيْ فَسَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُبَيٍّ ابْنَ سَلُوْلَ يَقُوْلُ: ﴿لاَتُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا﴾، وَ﴿ لَئِنْ رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ﴾ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَمِّيْ، فَذَكَرَ عَمِّيْ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَدَعَانِيْ فَحَدَّثْتُهُ، فَأَرْسَلَ إِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُبَيٍّ وَأَصْحَابِهِ، فَحَلَفُوْا مَا قَالُوْا، وَكَذَّبَنِيْ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَصَدَّقَهُمْ، فَأَصَابَنِيْ غَمٌّ لَمْ يُصِبْنِيْ مِثْلُهُ قَطُّ، فَجَلَسْتُ فِيْ بَيْتِيْ وَقَالَ عَمِّيْ: مَا أَرَدْتَ إِلٰى أَنْ كَذَّبَكَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَمَقَتَكَ. فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿إِذَا جَاءَ كَ الْمُنَافِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ﴾ وَأَرْسَلَ إِلَيَّ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَقَرَأَهَا، وَقَالَ: '' إِنَّ اللّٰهَ قَدْ صَدَّقَكَ''[راجع: ٤٩٠٠]

لغت: لَوَّوْا: ماضی معروف، جمع مذکر، تَلْوِيَة مصدر، لَیٌّ مادہ، انھوں نے اپنے سر مٹکائے، گھمائے، ہلائے، اور نبی ﷺ کا ٹھٹھا کیا —— اور نافع قاری نے لَوَوْا: مخفف پڑھا ہے، پس یہ مجرد سے ہوگا، معنی وہی مزید والے ہیں۔

منافقین کے لئے خواہ معافی چاہیں یا نہ چاہیں اللہ ان کو معاف کرنے والے نہیں

پھر آیت ٦ ہے: ''یکساں ہے ان کے حق میں: خواہ آپ ان کے لئے استغفار کریں یا ان کے لئے استغفار نہ کریں: اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشیں گے! بے شک اللہ تعالیٰ حد اطاعت سے نکل جانے والوں کو توفیق ہدایت نہیں دیتے —— اس آیت میں نبی ﷺ کو دوراہے پر کھڑا کیا ہے، استغفار وعدم استغفار میں اختیار دیا ہے، مگر ساتھ ہی اشارہ کیا ہے کہ ان کے لئے استغفار نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ وہ غیر مفید ہے! —— اور حدیث کا ترجمہ پہلے (تحفۃ القاری ۷: ۱۰۵) آ گیا ہے۔

[٥-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ، إِنَّ اللّٰهَ لَايَهْدِى الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ﴾

[٤٩٠٥-] حدثنا عَلِيٌّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ عَمْرٌو، سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كُنَّا فِي غَزَاةٍ – قَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً: فِيْ جَيْشٍ – فَكَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ رَجُلاً مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: يَا آلَ الْأَنْصَارِ. وَقَالَ الْمُهَاجِرِيُّ: يَا آلَ الْمُهَاجِرِيْنَ، فَسَمِعَ ذَاكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ:" مَا بَالُ دَعْوَى جَاهِلِيَّةٍ؟" قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! كَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ رَجُلاً مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ:"دَعُوْهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ" فَسَمِعَ بِذٰلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ، فَقَالَ: فَعَلُوْهَا؟ أَمَا وَاللّٰهِ ﴿لَئِنْ رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ﴾ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقَامَ عُمَرُ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! دَعْنِيْ أَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم:" دَعْهُ لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ" وَكَانَتِ الْأَنْصَارُ أَكْثَرَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ حِيْنَ قَدِمُوْا الْمَدِيْنَةَ، ثُمَّ إِنَّ الْمُهَاجِرِيْنَ كَثُرُوْا بَعْدُ.

قَالَ سُفْيَانُ: فَحَفِظْتُهُ مِنْ عَمْرٍو، قَالَ عَمْرٌو: سَمِعْتُ جَابِرًا: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم.

[راجع: ٣٥١٨]

مہاجرین پر انصار کا خرچ کرنا منافقین کو کھلتا تھا

پھر آیت ۷ ہے: "وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں: خرچ مت کرو ان لوگوں پر جو اللہ کے رسول کے پاس ہیں تا کہ وہ متفرق ہوجائیں، اور آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ کے لئے ہیں، لیکن منافقین سمجھتے نہیں!" —— یعنی احمق یہ بات نہیں سمجھتے کہ اگر وہ خرچ نہیں کریں گے تو آسمان وزمین کے خزانوں کا مالک ان کو بھوکا ماردے گا؟ ہرگز نہیں! وہ رزق کے دوسرے دروازے کھول دے گا۔

[٦-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَاتُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا، وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمَّاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾

[٤٩٠٦-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ مُوْسَى ابْنِ عُقْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْفَضْلِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ: حَزِنْتُ عَلٰى مَنْ أُصِيْبَ بِالْحَرَّةِ، فَكَتَبَ إِلَيَّ زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ – وَبَلَغَهُ شِدَّةُ حُزْنِيْ – يَذْكُرُ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ:" اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَلِأَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ" وَشَكَّ ابْنُ الْفَضْلِ فِيْ أَبْنَاءِ أَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ –

فَسَأَلَ أَنَسًا بَعْضُ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ فَقَالَ: هُوَ الَّذِیْ يَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم: " هٰذَا الَّذِیْ أَوْفَى اللّٰهُ لَهُ بِأُذُنِهِ"

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں مغموم ہوا ان لوگوں پر جو واقعہ حرّہ میں قتل کئے گئے، پس زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے مجھے خط لکھا —— اور ان کو میرے شدید غم کی خبر پہنچی تھی —— ذکر کررہے ہیں وہ کہ انھوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "اے اللہ! انصار کی اور انصار کی اولاد کی مغفرت فرما!" —— اور اولاد کی اولاد کا ذکر کیا یا نہیں؟ اس میں عبداللہ بن الفضل (راوی) کو شک ہے —— حاضرین میں سے کسی نے انسؓ سے پوچھا (کہ حضرت زیدؓ کا کیا مقام و مرتبہ ہے؟) انسؓ نے فرمایا: "زید بن ارقم رضی اللہ عنہ وہ ہیں جن کے حق میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "یہ وہ شخص ہے جس کی کان سے سنی ہوئی بات پہنچانے میں اللہ نے ان کو سچا ثابت کیا ہے!"

ملحوظہ: فسأل أنسًا ہمارے نسخہ میں فسأل أنسی ہے، یہ صحیح نہیں، تصحیح مصری نسخہ سے کی ہے۔

عزت والا وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ عزت دیں!

پھر آیت ۸ ہے: "وہ کہتے ہیں: بخدا! اگر لوٹ کر ہم مدینہ پہنچے تو ضرور نکال باہر کرے گا نہایت عزت دار بڑے ذلیل کو، اور عزت اللہ کے لئے، اور اس کے رسول کے لئے اور مؤمنین کے لئے ہے، مگر منافقین جانتے نہیں!" —— آج وہ خود کو عزت والا اور زور آور تصور کرتے ہیں، مگر کل جو ان کی دُرگت بنے گی اس کی خبر نہیں!

[۷-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ، وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

[۴۹۰۷-] حدثنا الْحُمَيْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَفِظْنَاهُ مِنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، يَقُوْلُ: كُنَّا فِيْ غَزَاةٍ فَكَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ رَجُلاً مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: يَا آلَ الْأَنْصَارِ. فَقَالَ الْمُهَاجِرِيُّ: يَا آلَ الْمُهَاجِرِيْنَ. فَسَمَّعَهَا اللّٰهُ رَسُوْلَهُ صلی الله علیه وسلم، فَقَالَ: " مَاهٰذَا؟" فَقَالُوْا: كَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ رَجُلاً مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: يَا لَلْأَنْصَارِ، وَقَالَ الْمُهَاجِرِيُّ: يَالَلْمُهَاجِرِيْنَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم: " دَعُوْهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ" قَالَ جَابِرٌ: وَكَانَتِ الْأَنْصَارُ حِيْنَ قَدِمَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم أَكْثَرَ، ثُمَّ كَثُرَ الْمُهَاجِرُوْنَ بَعْدُ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ: أَوَ قَدْ فَعَلُوْا؟ وَاللّٰهِ لَئِنْ رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: دَعْنِيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ، قَالَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم: " دَعْهُ لَايَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ"[راجع: ۳۵۱۸]

٦٤- سورة التغابن

وَقَالَ عَلْقَمَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ: ﴿وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهُ﴾ هُوَ الَّذِىْ إِذَا أَصَابَتْهُ مُصِيْبَةٌ رَضِىَ، وَعَرَفَ أَنَّهَا مِنَ اللّٰهِ.

سورۃ التغابن کی تفسیر

تَغَابُنْ: غَبْنٌ (دھوکہ) سے باب تفاعل ہے: ہار جیت کا دن ــــ یعنی قیامت کا دن اس دن دوزخی ہاریں گے اور جنتی جیتیں گے، جنت میں دوزخیوں کا جوٹھکانہ ہے وہ جنتیوں کے ہاتھ آئے گا، اور دوزخ میں جنتیوں کا جوٹھکانہ ہے وہ دوزخیوں کے سر پڑے گا ــــ اور آیت ۱۱ میں ہے: ﴿وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهُ﴾: اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو راہ دکھاتے ہیں ــــ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ وہ بندہ ہے کہ جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو خوش رہتا ہے، اور جان لیتا ہے کہ مصیبت اللہ کی طرف سے ہے ــــ کیونکہ دنیا میں کوئی سختی اللہ کی مرضی کے بغیر نہیں پہنچتی، پس مرضیٔ مولی از ہمہ اولی!

سورۃ الطلاق کی تفسیر

وبال کے معنی ہیں سزا: آیت ۹ میں ہے: ﴿فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا﴾: پس ان (نافرمان بستیوں) نے اپنے اعمال کی سزا چکھی ــــ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے وبال کے معنی جزاء (سزا) کئے ہیں۔

طلاق دینے کا مقررہ وقت

جب کوئی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کرے تو ایسے طہر (پاکی) میں ایک طلاق رجعی دے جس میں صحبت نہ کی ہو، یہ بات سورۃ الطلاق کی پہلی آیت میں ہے: ﴿يٰأَيُّهَا النَّبِىُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾: اے پیغمبر! جب آپ لوگ عورتوں کو طلاق دیں تو ان کو ان کی عدت میں طلاق دیں ــــ عِدَّةُ التطليق (طلاق دینے کا مقررہ وقت) ایسا طہر ہے جس میں بیوی سے صحبت نہ کی ہو اور عدةُ الطلاق: تین حیض یا تین طہر ہیں جو طلاق کے بعد عورت گذارتی ہے۔

حدیث: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے صاحب زادے سالم کو بتلایا کہ انھوں نے اپنی بیوی (آمنہ بنت غفار) کو حالتِ حیض میں طلاق دی، پس عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا، نبی ﷺ اس معاملہ میں سخت ناراض ہوئے، پھر فرمایا: ”چاہئے کہ وہ اس کو نکاح میں واپس لے، پھر اس کو روکے رہے یہاں تک کہ وہ پاک ہوجائے، پھر اس کو ماہواری آئے، پھر وہ پاک ہو، پھر اگر ابن عمرؓ کی رائے ہو کہ اس کو طلاق دے تو اس کو طلاق دے پاک ہونے کی حالت میں،

اس سے صحبت کرنے سے پہلے، پس یہ وہ عدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے (حدیث ۵۲۵۱) —— اس حدیث کی شرح تحفۃ الالمعی (۴:۵۵) میں ہے، اور کتاب الطلاق میں بھی آئے گی۔

٦٥- سورة الطلاق

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿وَبَالَ أَمْرِهَا﴾: جَزَاءَ أَمْرِهَا.

[١- بَابٌ]

[٤٩٠٨-] حدثنا يَحْيىَ بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِىْ عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِىْ سَالِمٌ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ: أَنَّـهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِىَ حَائِضٌ، فَذَكَرَ عُمَرُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَتَغَيَّظَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ثُمَّ قَالَ: "لِيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ يُمْسِكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ، ثُمَّ تَحِيْضَ فَتَطْهُرَ، فَإِنْ بَدَا لَهُ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّهَا، فَتِلْكَ الْعِدَّةُ كَمَا أَمَرَهُ اللّٰهُ" [أطرافه: ٥٢٥١، ٥٢٥٢، ٥٢٥٣، ٥٢٥٨، ٥٢٦٤، ٥٣٣٢، ٥٣٣٣، ٧١٦٠]

حاملہ کی عدت وضع حمل ہے: خواہ مطلقہ ہو یا متوفی عنہا زوجہا

آیت ۴ میں ہے: "اور حاملہ عورتوں کی عدت اس حمل کا پیدا ہو جانا ہے (خواہ کامل ہو یا ناقص، بشرطیکہ کوئی عضو بن گیا ہو، گو ایک انگلی ہی سہی) اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر ایک کام میں آسانی کردیں گے"

لغت: أولات کا مفرد ذات ہے، من غیر لفظہ۔

مسئلہ: حاملہ متوفّٰی عنہا زوجہا کی عدت وضع حمل ہے، اور یہ اجماعی مسئلہ ہے، پہلے اس مسئلہ میں اختلاف تھا، حضرات ابن عباس وعلی رضی اللہ عنہما کی رائے تھی کہ اس کی عدت ابعد الاجلین ہے، لیکن جب سُبیعہؓ کا واقعہ لوگوں کے سامنے آیا تو اختلاف ختم ہو گیا۔

[٢-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَأُوْلاَتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ وَمَنْ يَّتَقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا﴾

وَأُوْلاَتُ الْأَحْمَالِ: وَاحِدُهَا: ذَاتُ حَمْلٍ.

[٤٩٠٩-] حدثنا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيىَ، قَالَ: أَخْبَرَنِىْ أَبُوْ سَلَمَةَ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبُوْ هُرَيْرَةَ جَالِسٌ عِنْدَهُ، فَقَالَ: أَفْتِنِىْ فِى امْرَأَةٍ وَلَدَتْ بَعْدَ زَوْجِهَا بِأَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً، فَقَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ: آخِرُ الْأَجَلَيْنِ، قُلْتُ أَنَا: ﴿وَأُوْلاَتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾

قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: أَنَا مَعَ ابْنِ أَخِيْ – يَعْنِيْ أَبَا سَلَمَةَ – فَأَرْسَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ غُلاَمَهُ كُرَيْبًا إِلٰى أُمِّ سَلَمَةَ يَسأَلُهَا، فَقَالَتْ: قُتِلَ زَوْجُ سُبَيْعَةَ الأَسْلَمِيَّةِ وَهِيَ حُبْلٰى، فَوَضَعَتْ بَعْدَ مَوْتِهِ بِأَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً، فَخُطِبَتْ فَأَنْكَحَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَكَانَ أَبُوْ السَّنَابِلِ، فِيْمَنْ خَطَبَهَا. [طرفه: ۵۳۱۸]

ترجمہ: ایک آدمی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، اس نے کہا: مجھے اس عورت کا مسئلہ بتایئے جس نے شوہر کی وفات کے ۴۰ دن بعد بچہ جنا، ابن عباسؓ نے کہا: دو مدتوں میں سے لمبی مدت (عدت گذارے یعنی وضع حمل اور چار ماہ دس دنوں میں سے جو لمبی مدت ہے: عورت وہ عدت گذارے) میں (ابوسلمۃ) نے کہا: سورۃ الطلاق کی آیت ۴ میں اس کی عدت وضع حمل ہے (یہاں باب ہے) پس ابو ہریرہؓ نے کہا: میں اپنے بھتیجے (ابوسلمہ) کے ساتھ ہوں، پھر ابن عباسؓ نے اپنے غلام کُریب کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس مسئلہ دریافت کرنے کے لئے بھیجا، انھوں نے کہا: سُبیعہؓ کے شوہر قتل کئے گئے (یہ تسامح ہے) درانحالیکہ وہ حاملہ تھیں، پس سبیعہ نے شوہر کی وفات کے ۴۰ دن بعد بچہ جنا تو نبی ﷺ نے اس کا نکاح کر دیا، اور ابوالسنابل منگنی بھیجنے والوں میں سے تھے (شرح تحفۃ الالمعی (۸۸:۴) میں ہے)

[۴۹۱۰-] وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَأَبُوْ النُّعْمَانِ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، قَالَ: كُنْتُ فِي حَلْقَةٍ فِيْهَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِيْ لَيْلٰى، وَكَانَ أَصْحَابُهُ يُعَظِّمُوْنَهُ، فَذَكَرَ آخِرَ الأَجَلَيْنِ، فَحَدَّثْتُ بِحَدِيْثِ سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، قَالَ: فَضَمَّنَ لِيْ بَعْضُ أَصْحَابِهِ، قَالَ مُحَمَّدٌ: فَفَطِنْتُ لَهُ، فَقُلْتُ: إِنِّيْ إِذًا لَجَرِيْءٌ إِنْ كَذَبْتُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، وَهُوَ فِيْ نَاحِيَةِ الْكُوْفَةِ، فَاسْتَحْيَا، وَقَالَ: لٰكِنَّ عَمَّهُ لَمْ يَقُلْ ذَاكَ، فَلَقِيْتُ أَبَا عَطِيَّةَ مَالِكَ بْنَ عَامِرٍ فَسَأَلْتُهُ، فَذَهَبَ يُحَدِّثُنِيْ حَدِيْثَ سُبَيْعَةَ، فَقُلْتُ: هَلْ سَمِعْتَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ فِيْهَا شَيْئًا؟ فَقَالَ: كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ، فَقَالَ: أَتَجْعَلُوْنَ عَلَيْهَا التَّغْلِيْظَ وَلاَ تَجْعَلُوْنَ عَلَيْهَا الرُّخْصَةَ؟ لَنَزَلَتْ سُوْرَةُ النِّسَاءِ الْقُصْرَى بَعْدَ الطُّوْلٰى: ﴿وَأُوْلاَتُ الأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ [راجع: ۴۵۳۲]

حوالہ: یہ حدیث اسی جلد میں سورۃ البقرۃ آیت ۲۳۴ کی تفسیر میں آچکی ہے ـــــ محمد: ابن سیرینؒ ہیں، اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ صحابی صغیر ہیں ـــــ اور لفظ ضَمَّن میں بڑا جھگڑا ہے کہ صحیح لفظ کیا ہے؟ حاشیہ دیکھیں، اور پہلے یہ لفظ نہیں آیا، شاید صحیح لفظ ضَمَزَ ہو، ضَمَزَ فلانا کے معنی ہیں: عیب لگانا، برائی کرنا، یعنی میری بات کو ان کے بعض شاگردوں نے قابل اعتراض سمجھا ـــــ فَاسْتَحْيَا: پس حضرت عبدالرحمٰن جھیپ گئے ـــــ چھوٹی سورۃ النساء یعنی سورت الطلاق، اور بڑی یعنی سورۃ البقرۃ۔

سورۃ التحریم کی تفسیر

شروع کی پانچ آیتوں کا ترجمہ وتفسیر

ترجمہ: اے نبی! آپ کیوں حرام کرتے ہیں اس چیز کو جس کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے؟ آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں! اور اللہ بہت بخشنے والے بڑے مہربان ہیں ○ بالیقین اللہ نے تم لوگوں کے لئے مقرر کردیا ہے تمہاری قسموں کا کھولنا، یعنی قسم توڑ کر کفارہ دینا، اور اللہ تعالیٰ تمہارے کارساز ہیں، اور وہ خوب جاننے والے بڑی حکمت والے ہیں ○ اور (یاد کرو) جب چپکے سے کہی نبی نے اپنی ایک بیوی سے کوئی بات، پھر جب بتلادی اس بیوی نے وہ بات، اور اللہ نے اس کو آپ پر ظاہر کردیا تو آپ نے اس میں سے کچھ بات بتلائی اور کچھ بات ٹلائی، پھر جب آپ نے بیوی کو وہ بات بتلائی تو اس نے پوچھا: آپ کو یہ بات کس نے بتلائی؟ آپ نے فرمایا: مجھے علیم وخبیر اللہ نے بتلائی ○ اگر تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کرو تو تمہارے دل مائل ہورہے ہیں، اور اگر تم دونوں نبی کے خلاف مظاہرہ کروگی تو بے شک اللہ تعالیٰ ہی ان کے کارساز ہیں، اور جبرئیل، نیک مؤمنین اور فرشتے بعد ازیں (اللہ کی کارسازی کے بعد) مددگار ہیں ○ ہوسکتا ہے ان کے پروردگار ــــ اگر وہ تمہیں طلاق دیدیں ــــ بدل کردیں ان کو تم سے بہتر بیویاں: فرمان بردار، ایمان دار، اطاعت شعار، توبہ کرنے والیاں، عبادت گذار، روزہ دار، غیر کنواریاں اور کنواریاں!

شانِ نزول: نبی ﷺ کا طریقہ تھا کہ آپ عصر کے بعد سب ازواج کے پاس تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے تشریف لے جاتے تھے، اس موقعہ پر ہر بیوی صاحبہ کوشش کرتی تھیں کہ نبی ﷺ زیادہ سے زیادہ اس کے یہاں ٹھہریں، نبی ﷺ کو شہد پسند تھا، چنانچہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے شہد منگوالیا، جب آپ ان کے پاس پہنچے تو وہ پوچھتیں: یارسول اللہ! آپ شہد نوش فرمائیں گے؟ آپ خواہش کا اظہار فرماتے تو وہ شربت بناتیں اور باتیں کرتیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ان سے حسن میں مقابلہ تھا، جب انھوں نے دیکھا کہ نبی ﷺ زینبؓ کے یہاں زیادہ دیر ٹھہرتے ہیں تو وہ ٹوہ میں لگ گئیں کہ وجہ کیا ہے؟ معلوم ہوا کہ انھوں نے شہد منگوا رکھا ہے، اور شربت پلاتی ہیں، حضرت عائشہؓ نے حضرت حفصہؓ اور حضرت سودہؓ کو اعتماد میں لیا، اور پلان بنایا کہ نبی ﷺ جس کے پاس بھی پہنچیں تو وہ کہے یارسول اللہ! آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ (یہ ایک بدبودار گوند ہے) آپ کہیں گے: نہیں! میں نے زینب کے یہاں شہد کا شربت پیا ہے تو وہ کہے کہ شہد کی مکھی نے مغافیر کے پھول کا رس چوسا ہوگا! چنانچہ نبی ﷺ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے انھوں نے یہ بات کہی، آپ نے وہی جواب دیا، انھوں نے وہی وجہ بتائی، پھر آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے تو انھوں نے بھی یہی بات کہی، اور آپؐ نے ان کو بھی وہی جواب دیا۔ اور نبی ﷺ کو یہ بات ناپسند تھی کہ ازواج آپ کے منہ سے بو محسوس کریں، اسی لئے گھر میں آتے ہی مسواک کرنے کا معمول تھا، پھر جب آپؐ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے تو انھوں نے

بھی یہی بات کہی، پس آپ نے ان کو بھی وہی جواب دیا اور فرمایا کہ میں شہد کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں، مگر تم یہ بات کسی سے کہنا مت، کیونکہ اگر یہ بات زینبؓ تک پہنچے گی تو ان کا دل ٹوٹے گا، دوسرے دن جب آپؐ زینبؓ کے پاس پہنچے اور انھوں نے شہد کی پیش کش کی تو آپؐ نے فرمایا: مجھے شہد نہیں پینا! اور آپ ان کے پاس تھوڑی دیر رک کر آگے بڑھ گئے، حضرت عائشہؓ سمجھ گئیں کہ پلان کامیاب ہوگیا، اور انھوں نے یہ بات حفصہؓ کو بتلادی کہ اسکیم کامیاب ہوگئی، اُدھر زینبؓ بھی ٹوہ میں لگ گئیں کہ اب آپؐ شہد کیوں نوش نہیں فرماتے! اور ازواج میں ان کی بھی ہم نوا تھیں، پس اندیشہ لاحق ہوگیا کہ بات آگے بڑھ جائے گی۔ چنانچہ وحی نازل ہوئی اور آپ کو پوری صورتِ حال سے واقف کیا گیا، آپؐ نے عائشہؓ سے بطور شکایت فرمایا کہ تم نے میری بات آؤٹ کردی! بس اور کچھ نہیں کہا، مگر ان کا ماتھا ٹھنکا، انھوں نے خیال کیا کہ ہو نہ ہو حفصہؓ نے آپ کو یہ بات بتلائی ہے، انھوں نے اسی خیال سے پوچھا کہ آپ کو یہ بات کس نے بتلائی؟ اگر حفصہؓ نے بتلائی ہے تو وہ ان کے سر ہوجائیں گی، آپؐ نے جواب دیا: مجھے علیم وخبیر اللہ تعالیٰ نے یہ بات بتائی ہے، پھر اس معاملہ میں سورۃ التحریم کی ابتدائی پانچ آیتیں نازل ہوئیں۔

سورت کے نام: اس سورت کے دو نام ہیں: سورۃ التحریم اور سورۃ الْمُتَحَرِّمْ ـــــ تحریم کے معنی ہیں: ناجائز بنانا، حرام وممنوع قرار دینا۔ شہد کو حرام کرنے کی وجہ سے یہ نام ہوا ـــــ اور تَحَرَّم بَطَعَامِه کے معنی ہیں: کسی کے ساتھ کھانے پینے کی بنا پر اس کی کوئی ایسی چیز لینا ممنوع ہوجانا جس کا پہلے لینا جائز تھا، یہ نام معاملہ کی پوری حقیقت کی ترجمانی کرتا ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص اپنے اوپر کسی حلال چیز کو حرام کرلے تو یہ قسم ہوجائے گی، اسی طرح حرام کو حلال کرنے سے بھی قسم ہوجائے گی، پھر پہلی صورت میں اس حلال چیز کو استعمال کرے گا تو کفارہ دینا ہوگا، اور دوسری صورت میں فوراً کفارہ دینا ہوگا۔

مسئلہ: کوئی قسم کھائی پھر احساس ہوا کہ نامناسب قسم کھائی، مثلاً غصہ میں قسم کھائی کہ ماں سے یا باپ سے نہیں بولے گا، پھر غلطی کا احساس ہوا تو حدیث میں ہے کہ قسم توڑ دے اور کفارہ دیدے ـــــ آپؐ نے جو شہد کو حرام کیا تھا اس کا بھی یہی حکم ہے۔

٦٦- سورة الْمُتَحَرِّم

[١-] بَابٌ: ﴿يٰـأَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ؟! تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

[٤٩١١-] حدثنا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيىَ، عَنِ ابْنِ حَكِيْمٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ: أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ فِي الْحَرَامِ: يُكَفِّرُ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الأحزاب: ٢١] [طرفه: ٥٢٦٦]

قولہ: فی الحرام: یعنی کسی حلال چیز کو حرام کیا، پھر اس کو برتنا چاہے، تو پہلے حلال چیز کو استعمال کرے اور جب قسم ٹوٹ جائے تو کفارہ دے ــــــ **لقد کان**: کا مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے بھی شہد استعمال کیا تھا اور قسم کا کفارہ دیا تھا، پس امتی بھی آپ کے نقش قدم پر چلے۔

[۴۹۱۲-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَشْرَبُ عَسَلاً عِنْدَ زَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ وَيَمْكُثُ عِنْدَهَا، فَوَاطَيْتُ أَنَا وَحَفْصَةُ عَنْ أَيَّتِنَا دَخَلَ عَلَيْهَا فَلْتَقُلْ لَهُ: أَكَلْتَ مَغَافِيْرَ؟ إِنِّيْ أَجِدُ مِنْكَ رِيْحَ مُغَافِيْرَ! قَالَ:" لاَ، وَلٰكِنِّيْ كُنْتُ أَشْرَبُ عَسَلاً عِنْدَ زَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ، فَلَنْ أَعُوْدَ لَهُ وَقَدْ حَلَفْتُ، لاَ تُخْبِرِيْ بِذٰلِكِ أَحَدًا. [أطرافه: ۵۲۱۶، ۵۲۶۷، ۵۲۶۸، ۵۴۳۱، ۵۵۹۹، ۵۶۱۴، ۵۶۸۲، ۶۶۹۱، ۶۹۷۲]

قولہ: وَاطَيْتُ: میں نے اور حفصہ نے پلان بنایا، اصل وَاطَأْتُ تھا، ہمزہ کو بے قاعدہ یاء سے بدل دیا ہے (حاشیہ) وَاطَأَ فلانا فی الأمر: کسی معاملہ میں کسی کا ساتھ دینا، موافقت کرنا۔

[۲-] بَابٌ: ﴿تَبْتَغِيْ﴾ بِذٰلِكَ ﴿مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ﴾

وضاحت: اس باب کی وضاحت اوپر آگئی، بذلك: اس تحریم کے ذریعہ آپؐ اپنی ازواج کی خوشنودی چاہتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واقعات تفصیل سے بیان کئے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے: ﴿وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ﴾: اگر تم دونوں نبی ﷺ کے خلاف مظاہرہ کروگی: کا مصداق پوچھا، آپؓ نے بتلایا کہ اس کا مصداق عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما ہیں، پھر حضرتؓ نے اور باتیں بھی بیان کیں، یہ روایت پہلے (تحفۃ القاری ۵: ۴۸۳) آگئی ہے، ترجمہ اور تمہید وہاں ہے۔

بَابُ قَوْلِهِ: ﴿قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ وَاللّٰهُ مَوْلاَكُمْ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾

[۴۹۱۳-] حدثنا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلاَلٍ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يُحَدِّثُ، أَنَّهُ قَالَ: مَكَثْتُ سَنَةً أُرِيْدُ أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَنْ آيَةٍ، فَمَا أَسْتَطِيْعُ أَنْ أَسْأَلَهُ هَيْبَةً لَهُ، حَتّٰى خَرَجَ حَاجًّا فَخَرَجْتُ مَعَهُ، فَلَمَّا رَجَعْتُ وَكُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيْقِ عَدَلَ إِلَى الْأَرَاكِ لِحَاجَةٍ لَهُ، قَالَ: فَوَقَفْتُ لَهُ حَتّٰى فَرَغَ ثُمَّ سِرْتُ مَعَهُ، فَقُلْتُ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! مَنِ اللَّتَانِ تَظَاهَرَتَا عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مِنْ أَزْوَاجِهِ؟ فَقَالَ: تَانِكَ حَفْصَةُ وَعَائِشَةُ، قَالَ: فَقُلْتُ: وَاللّٰهِ إِنِّيْ كُنْتُ لَأُرِيْدُ أَنْ أَسْأَلَكَ عَنْ هٰذَا مُنْذُ سَنَةٍ، فَمَا أَسْتَطِيْعُ هَيْبَةً لَكَ، قَالَ: فَلاَ تَفْعَلْ، مَا

ظَنَنْتَ أَنَّ عِنْدِیْ مِنْ عِلْمٍ فَسَلْنِیْ، فَإِنْ كَانَ لِیْ عِلْمٌ خَبَّرْتُكَ بِهٖ.

قَالَ: ثُمَّ قَالَ عُمَرُ: وَاللّٰهِ إِنْ كُنَّا فِی الْجَاهِلِيَّةِ مَا نَعُدُّ لِلنِّسَاءِ أَمْرًا، حَتّٰى أَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِنَّ مَا أَنْزَلَ، وَقَسَمَ لَهُنَّ مَا قَسَمَ، قَالَ: فَبَيْنَا أَنَا فِیْ أَمْرٍ أَتَأَمَّرُهُ إِذْ قَالَتِ امْرَأَتِیْ: لَوْ صَنَعْتَ كَذَا وَكَذَا! قَالَ: فَقُلْتُ لَهَا: مَالَكِ وَلِمَا هَاهُنَا، فِيْمَا تَكَلُّفُكِ فِیْ أَمْرٍ أُرِيْدُهُ؟ فَقَالَتْ لِیْ: عَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! مَا تُرِيْدُ أَنْ تُرَاجَعَ أَنْتَ، وَإِنَّ ابْنَتَكَ لَتُرَاجِعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حَتّٰى يَظَلَّ يَوْمَهُ غَضْبَانًا.

قولہ: هيبة له: ان سے ڈرتے ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رعب بہت تھا —— **الأراك:** پیلو کے درخت —— **ولفظ تانك من أسماء الإشارة للمؤنث المثنى** (عمدۃ) —— **ثم قال عمر:** پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا: بخدا! ہم زمانۂ جاہلیت میں عورتوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حقوق نازل کئے اور مال میں ان کا حصہ مقرر کیا، پس دریں اثناء کہ میں ایک معاملہ میں سوچ رہا تھا، اچانک میری بیوی نے کہا: کاش آپ ایسا ایسا کریں! میں نے اس سے کہا: تجھے میرے معاملہ سے کیا لینا ہے اور تو میرے معاملہ میں کیوں دخل دے رہی ہے؟ اس نے کہا: مجھے آپ پر حیرت ہے، آپ نہیں چاہتے کہ آپ کو مشورہ دیا جائے، اور آپ کی بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ترکی بہ ترکی جواب دیتی ہے، یہاں تک کہ آپؐ دن بھر ناراض رہتے ہیں!

فَقَامَ عُمَرُ فَأَخَذَ رِدَاءَهُ مَكَانَهُ حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى حَفْصَةَ، فَقَالَ لَهَا: يَا بُنَيَّةُ! إِنَّكِ لَتُرَاجِعِيْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حَتّٰى يَظَلَّ يَوْمَهُ غَضْبَانَ؟! فَقَالَتْ حَفْصَةُ: وَاللّٰهِ إِنَّا لَنُرَاجِعُهُ، فَقُلْتُ: تَعْلَمِيْنَ أَنِّیْ أُحَذِّرُكِ عُقُوْبَةَ اللّٰهِ وَغَضَبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ، يَا بُنَيَّةُ! لَاتَغُرَّنَّكِ هٰذِهِ الَّتِیْ أَعْجَبَهَا حُسْنُهَا حُبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِيَّاهَا، يُرِيْدُ عَائِشَةَ.

قَالَ: ثُمَّ خَرَجْتُ حَتّٰى دَخَلْتُ عَلٰى أُمِّ سَلَمَةَ لِقَرَابَتِیْ مِنْهَا فَكَلَّمْتُهَا، فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: عَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ دَخَلْتَ فِیْ كُلِّ شَيْءٍ، حَتّٰى تَبْتَغِیَ أَنْ تَدْخُلَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَأَزْوَاجِهِ، فَأَخَذَتْنِیْ وَاللّٰهِ أَخْذًا كَسَرَتْنِیْ عَنْ بَعْضِ مَا كُنْتُ أَجِدُ، فَخَرَجْتُ مِنْ عِنْدِهَا، وَكَانَ لِیْ صَاحِبٌ مِنَ الْأَنْصَارِ إِذَا غِبْتُ أَتَانِیْ بِالْخَبَرِ، وَإِذَا غَابَ كُنْتُ أَنَا آتِيْهِ بِالْخَبَرِ، وَنَحْنُ نَتَخَوَّفُ مَلِكًا مِنْ مُلُوْكِ غَسَّانَ، ذُكِرَ لَنَا أَنَّهُ يُرِيْدُ أَنْ يَسِيْرَ إِلَيْنَا، فَقَدِ امْتَلَأَتْ صُدُوْرُنَا مِنْهُ، فَإِذَا صَاحِبِیْ الْأَنْصَارِیُّ يَدُقُّ الْبَابَ، فَقَالَ: افْتَحِ افْتَحْ! فَقُلْتُ: جَاءَ الْغَسَّانِیُّ؟ فَقَالَ: بَلْ أَشَدُّ مِنْ ذٰلِكَ. اعْتَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَزْوَاجَهُ.

قولہ: تعلمين: تم جان لو، میں تمہیں اللہ کی سزا سے اور اللہ کے رسول کی ناراضگی سے ڈراتا ہوں، اے میری پیاری بیٹی!

تمھیں ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے یہ جو اپنی خوبصورتی پر اتراتی ہے (اور) رسول اللہ ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں، مراد عائشہؓ ہیں (مسلم میں واو ہے)

پھر میں نکلا یہاں تک کہ ام سلمہؓ کے پاس گیا، میری ان سے رشتہ داری کی وجہ سے (حضرت عمرؓ کی والدہ اور ام سلمہؓ ایک خاندان کی ہیں، دونوں مخزومیہ ہیں، اور ام سلمہؓ عمرؓ کی والدہ کی چچا کی بیٹی ہیں) میں نے ان سے گفتگو کی، انھوں نے کہا: مجھے تم پر حیرت ہے اے ابن خطاب! آپ ہر معاملہ میں دخل دیتے ہیں، یہاں تک کہ چاہتے ہیں کہ آپ رسول اللہ ﷺ اور ان کی بیویوں کے درمیان گھسیں، پس ام سلمہؓ نے مجھے پکڑ لیا، بخدا! انھوں نے مجھے توڑ دیا اس غصہ کے بعض سے جو میں پاتا تھا، یعنی میرا کچھ غصہ ٹھنڈا ہوا۔

فَقُلْتُ: رَغِمَ أَنْفُ حَفْصَةَ وَعَائِشَةَ! فَأَخَذْتُ ثَوْبِيْ فَأَخْرُجُ حَتّٰى جِئْتُ فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ مَشْرُبَةٍ لَهُ يُرْقَى عَلَيْهَا بِعَجَلَةٍ، وَغُلَامٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَسْوَدُ عَلٰى رَأْسِ الدَّرَجَةِ، فَقُلْتُ: قُلْ: هٰذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَأَذِنَ لِيْ، قَالَ عُمَرُ: فَقَصَصْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم هٰذَا الْحَدِيْثَ، فَلَمَّا بَلَغْتُ حَدِيْثَ أُمِّ سَلَمَةَ تَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَإِنَّهُ لَعَلٰى حَصِيْرٍ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ شَيْئٌ، وَتَحْتَ رَأْسِهِ وِسَادَةٌ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ، وَإِنَّ عِنْدَ رِجْلَيْهِ قَرَظًا مَصْبُوْبًا، وَعِنْدَ رَأْسِهِ أُهُبٌ مُعَلَّقَةٌ، فَرَأَيْتُ أَثَرَ الْحَصِيْرِ فِيْ جَنْبِهِ فَبَكَيْتُ، فَقَالَ: "مَا يُبْكِيْكَ؟" فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ كِسْرَى وَقَيْصَرَ فِيْمَاهُمَا فِيْهِ وَأَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ. فَقَالَ: "أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُوْنَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الآخِرَةُ؟" [راجع: ۸۹]

عَجَلَة: سیڑھی ـــ القرظ: درخت کا نام، جو کیکر کے مشابہ ہوتا ہے، جس کے پتوں سے چمڑے رنگے جاتے ہیں ـــ مصبوب: ریڑھے ہوئے یعنی پڑے ہوئے اُھُب: کھالیں۔

راز کس نے فاش کیا: حضرت عائشہؓ نے یا حضرت حفصہؓ نے؟

سورت کے شروع میں جو شانِ نزول بیان کیا ہے اس کی روشنی میں راز کا افشاء عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا تھا، حاشیہ میں کچھ اور ہے، اس سے الجھن نہ ہو، ابھی حدیث (۴۹۱۲) گذری ہے اس میں صراحت ہے کہ پلان بنانے والی حضرت عائشہؓ تھیں، انہی سے نبی ﷺ نے کہا تھا کہ میں شہد حرام کرتا ہوں، مگر یہ بات کسی کو نہ بتلانا، مگر انھوں نے بات حفصہ رضی اللہ عنہا کو بتلادی، اب وہ بات راز نہ رہی، ایک سے دوسرے نے جان لی، پس آگے بھی چلے گی، اس لئے یہ سلسلہ آگے نہ بڑھے، اور ازواج کی دو پارٹیوں میں محاذ آرائی شروع نہ ہو جائے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو صورتِ حال سے باخبر کر دیا، اور قصہ ختم ہو گیا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

[٣-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلٰى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيْثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ﴾

فِيْهِ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم.

[٤٩١٤-] حدثنا أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ الْجُعْفِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ: سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ حُنَيْنٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُوْلُ: أَرَدْتُ أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ فَقُلْتُ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! مَنِ الْمَرْأَتَانِ اللَّتَانِ تَظَاهَرَتَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم؟ فَمَا أَتْمَمْتُ كَلَامِيْ حَتّٰى قَالَ: عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ. [راجع: ٨٩]

وضاحت: یہاں بسملہ بے موقع ہے ـــــ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث (۴۹۱۲) کا حوالہ ہے ـــــ اور سند کے شروع میں امام بخاری رحمہ اللہ کا نام کسی شاگرد نے بڑھایا ہے، یہاں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ نسب نامہ مغیرہ تک ذکر کیا ہے، یہی پہلے مسلمان ہیں، بردزبہ کا ذکر نہیں کیا، وہ کافر تھا۔

دونوں توبہ کرلو تمہارے دل ایک طرف کو مائل ہوگئے ہیں

یہ حضرات عائشہ وحفصہ رضی اللہ عنہما سے خطاب ہے کہ اگر تم دونوں توبہ کرتی ہو تو بے شک توبہ کا موقع ہے، کیونکہ تمہارے دل جادۂ اعتدال سے ہٹ کر ایک طرف کو جھک گئے ہیں، پس آئندہ ایسی بے اعتدالی سے پرہیز رکھا جائے (فوائد عثمانی)

لغت: صَغَا يصغو صَغْوًا (ن) جھکنا، مائل ہونا ـــــ أَصْغٰى (افعال) إليه: کسی کی طرف مائل ہوکر دھیان سے سننا ـــــ پس مجرد اور مزید کے ایک معنی ہیں ـــــ اور سورۃ الانعام آیت ۱۱۳ میں ہے: ﴿وَلِتَصْغٰى إِلَيْهِ أَفْئِدَةُ الَّذِيْنَ لَايُؤْمِنُوْنَ بِالآخِرَةِ﴾: اور تاکہ اس (چکنی چپڑی باتوں) کی طرف ان لوگوں کے قلوب مائل ہوجائیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے۔

[٤-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿ إِنْ تَتُوْبَا إِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا﴾

صَغَوْتُ وَأَصْغَيْتُ: مِلْتُ ﴿لِتَصْغٰى﴾ [الأنعام: ١١٣]: لِتَمِيْلَ.

اللہ کی کارسازی، اور جبرئیل، نیک مؤمنین اور فرشتوں کی مدد

ظَهِيْرٌ کے معنی ہیں: مدد ـــــ تظاهروا: باہم تعاون کرنا، کسی مفاد کے حصول کے لئے لوگوں کا اکٹھا ہونا، مظاہرہ کرنا۔

پھر آیت ۶ میں ہے: ''اے ایمان والو! تم خود کو اور اپنی فیملی کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ!'' اللہ سے ڈرو یعنی اللہ کے احکام کی خلاف ورزی مت کرو (یہ خود کو دوزخ سے بچانا ہوا) اور اپنی فیملی کو ادب سکھلاؤ یعنی ان کی اسلامی تربیت کرو (قالہ مجاہدؒ) ہر شخص پر لازم ہے کہ اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کو بھی دین کی راہ پر لائے، سمجھا کر، ڈرا کر، پیار سے، مار سے، جس طرح ہو سکے دین دار بنانے کی کوشش کرے، پھر بھی وہ راہِ راست پر نہ آئیں تو ان کی کم بختی! یہ بے قصور ہے (فوائد شبیری)

[بَابٌ:] ﴿وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ﴾

ظَهِيْرٌ: عَوْنٌ. ﴿تَظَاهَرُوْنَ﴾: تَعَاوَنُوْنَ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿قُوْا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ﴾ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَأَدِّبُوْهُمْ.

[۴۹۱۵-] حدثنا الْحُمَيْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ حُنَيْنٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُوْلُ: كُنْتُ أُرِيْدُ أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ عَنِ الْمَرْأَتَيْنِ اللَّتَيْنِ تَظَاهَرَتَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَمَكُثْتُ سَنَةً لَمْ أَجِدْ لَهُ مَوْضِعًا، حَتّٰى خَرَجْتُ مَعَهُ حَاجًّا، فَلَمَّا كُنَّا بِظَهْرَانَ ذَهَبَ عُمَرُ لِحَاجَتِهِ، فَقَالَ: أَدْرِكْنِيْ بِالْوَضُوْءِ فَأَدْرَكْتُهُ بِالإِدَاوَةِ، فَجَعَلْتُ أَسْكُبُ عَلَيْهِ وَرَأَيْتُ مَوْضِعًا، فَقُلْتُ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! مَنِ الْمَرْأَتَانِ اللَّتَانِ تَظَاهَرَتَا؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَمَا أَتْمَمْتُ كَلَامِيْ حَتّٰى قَالَ: عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ. [راجع: ۸۹]

ازواج مطہرات میں مطلوبہ اوصاف

آیت ۵ میں ہے کہ اگر نبی ﷺ موجودہ ازواج کو طلاق دیدیں تو اللہ تعالیٰ ان کے لئے ان ازواج سے بہتر ازواج مہیا کر دیں گے، جو احکام اسلامی پر عمل پیرا، ایمان میں پختہ، شوہر کی اطاعت کرنے والی، غلطی ہو جائے تو توبہ کرنے والی، عبادت گذار، روزہ دار ہونگی، خواہ کنواری ہوں یا بیوہ! ــــ اس میں موجودہ ازواج کے لئے اشارہ ہے کہ تمہارے اندر یہ اوصاف ہونے چاہئیں۔ اور کنواری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں، باقی بیوہ تھیں، سب میں یہ اوصاف مطلوب ہیں۔

[۵-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿عَسٰى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمَاتٍ مُّؤْمِنَاتٍ قَانِتَاتٍ تَائِبَاتٍ عَابِدَاتٍ سَائِحَاتٍ ثَيِّبَاتٍ وَأَبْكَارًا﴾

[۴۹۱۶-] حدثنا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: اجْتَمَعَ نِسَاءُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِي الْغَيْرَةِ عَلَيْهِ، فَقُلْتُ لَهُنَّ: عَسٰى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ. [راجع: ۴۰۲]

حوالہ: یہ حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۲:۲۴۱) آئی ہے، وہاں بیان کیا ہے کہ حدیث میں لفظ 'غیرت' ٹھیک نہیں، صحیح لفظ مُعَاتَبَة (ناراضگی) ہے۔

٦٧- ﴿تَبَارَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ﴾

[١-] التَّفَاوُتُ: الِاخْتِلَافُ: وَالتَّفَاوُتُ وَالتَّفَوُّتُ وَاحِدٌ. [٢-] ﴿تَمَيَّزُ﴾: تَقَطَّعُ. [٣-] ﴿مَنَاكِبِهَا﴾: جَوَانِبِهَا. [٤-] ﴿تَدَّعُوْنَ﴾ وَتَدْعُوْنَ، مِثْلُ: تَذَّكَّرُوْنَ وَتَذْكُرُوْنَ. [٥-] ﴿وَيَقْبِضْنَ﴾: يَضْرِبْنَ بِأَجْنِحَتِهِنَّ، وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿صَافَّاتٍ﴾: بُسُطٍ أَجْنِحَتَهُنَّ. [٦-] ﴿وَنُفُوْرٍ﴾: الْكُفُوْرُ.

سورۃ الملک کی تفسیر

۱- آیت ۳ میں ہے: ﴿مَا تَرَىٰ فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفَاوُتٍ﴾: نہیں دیکھے گا تو رحمان کی صنعت میں کچھ خلل —— یعنی اللہ تعالیٰ نے سات آسمان اوپر تلے بنائے ہیں، تو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ تجھے ان میں کچھ خلل نظر نہیں آئے گا —— تفاوت کے معنی: اختلاف: فرق، خلل —— اور تفاوت (تفاعل) اور تفوت (تفعل) کے ایک معنی ہیں۔

۲- آیت ۸ میں ہے: ﴿تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ﴾: قریب ہے کہ (جہنم) غصہ سے پھٹ پڑے —— تَقَطَّعُ من الغیظ: غصہ سے پھٹ پڑنا، ٹکڑے ٹکڑے ہوجانا۔

۳- آیت ۱۵ میں ہے: ﴿فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا﴾: پس چلو پھرو تم اس (زمین) کے کندھوں میں یعنی زمین کے کناروں میں، چاردانگ عالم میں۔

۴- آیت ۲۷ میں ہے: ﴿وَقِيْلَ: هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهِ تَدَّعُوْنَ﴾: اور کہا گیا: یہی ہے وہ (قیامت) جس کو تم مانگتے تھے —— تَدَّعُوْنَ: إِدِّعَاءٌ سے مضارع، جمع مذکر حاضر: تم مانگتے ہو، دَعَا يدعو: مجرد کے بھی یہی معنی ہیں، جیسے تَذَّكَّرُوْنَ اور تَذْكُرُوْنَ کے معنی ہیں: یاد کرنا۔

۵- آیت ۱۹ میں ہے: ﴿أَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَافَّاتٍ وَّيَقْبِضْنَ؟﴾: کیا نہیں دیکھتے تم اپنے اوپر اڑتے ہوئے پرندوں کو: پر کھولے ہوئے اور پر جھپکتے ہوئے؟ —— بُسُط: باسط کی جمع: پر کھولے ہوئے يَضْرِبْنَ: پر مارتے ہوئے یعنی پر اپنے سے ملا لیتے ہیں پھر بھی نہیں گرتے۔

۶- آیت ۲۱ میں ہے: ﴿بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ﴾: بلکہ اڑ رہے ہیں وہ شرارت اور نفرت میں الکفور: ناشکرا۔

٦٨- ﴿نٓ وَالْقَلَمِ﴾

[١-] وَقَالَ قَتَادَةُ: ﴿حَرْدٍ﴾: جِدٍّ فِیْ أَنْفُسِهِمْ. [٢-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿لَضَالُّوْنَ﴾: أَضْلَلْنَا مَكَانَ

جَنَّتِنَا. [٣-] وَقَالَ غَيْرُهُ: ﴿كَالصَّرِيْمِ﴾: كَالصُّبْحِ انْصَرَمَ مِنَ اللَّيْلِ، وَاللَّيْلِ انْصَرَمَ مِنَ النَّهَارِ، وَهُوَ أَيْضًا كُلُّ رَمْلَةٍ انْصَرَمَتْ مِنْ مُعْظَمِ الرَّمْلِ، وَالصَّرِيْمُ أَيْضًا الْمَصْرُوْمُ، مِثْلُ قَتِيْلٍ وَمَقْتُوْلٍ.

سورۃ القلم کی تفسیر

۱-آیت ۲۵ ہے: ﴿وَغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قَادِرِيْنَ﴾: اورسویرے چلے وہ نہ دینے پر قادر سمجھتے ہوئے —— حَرْد کے تین معنی ہیں: قصد کرنا، روکنا اور غصہ ہونا، قتادہؒ نے: اپنے خیال میں کوشش کرنا ترجمہ کیا ہے، حضرت تھانویؒ نے روکنا اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے لپکتے ہوئے یعنی یہ یقین کرتے ہوئے کہ اب جا کر سب پیداوار اپنے قبضہ میں کرلیں گے۔

۲- آیت ۲۶ ہے: ﴿فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوْا إِنَّا لَضَآلُّوْنَ﴾: پھر جب انھوں نے اس باغ کو دیکھا تو کہا: بے شک ہم راہ بھول آئے — کہیں سے کہیں نکل آئے، ہم نے اپنے باغ کی جگہ گم کردی — أَضْلَلْنَا پر اشکال کیا گیا ہے کہ صحیح ضَلَلْنَا ہے۔

۳- آیت ۲۰ ہے: ﴿فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ﴾: پس صبح کی اس باغ نے جیسے کٹی ہوئی کھیتی! —— صَرِيْم بروزن فعیل بمعنی مفعول: کٹا ہوا، جدا کیا ہوا، پھر چونکہ صبح رات سے کٹی ہوئی ہوتی ہے یعنی مختلف ہوتی ہے، رات تاریک ہوتی ہے اور صبح روشن، اسی طرح رات صبح سے مختلف ہوتی ہے، اس لئے صریم کا استعمال کبھی صبح کے معنی میں اور کبھی رات کے معنی میں ہوتا ہے، اِنْصَرَمَ: کٹنا، منقطع ہونا —— اسی طرح ریگستان میں الگ ہونے والے حصہ کو بھی صَرِيْم کہتے ہیں، جو تودہٗ ریگ سے الگ ہوگیا ہو —— اسی طرح صَرِيْم بمعنی مَصْرُوْم بھی مستعمل ہے، جیسے قَتِيْل بمعنی مَقْتُول، پس صریم: وہ لکڑی ہے، جو بکری کے بچہ کے منہ میں دودھ پینے سے روکنے لئے لگادی جاتی ہے۔

اکھڑ مزاج کمینہ بدنام

آیت ۱۳ ہے: ﴿عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ﴾: اکھڑ مزاج بعدازیں کمینہ بدنام! — یہ ولید بن المغیرۃ مخزومی کے یا کسی اور کافر کے اوصاف ہیں، رجلٌ عُتُلٌّ: روکھا اکھڑ مزاج آدمی — اور زَنِيْم: دراصل وہ جانور ہے جس کے کان کا کچھ حصہ کاٹ کر لٹکتا ہوا چھوڑ دیا گیا ہو، اور مرادی معنی ہیں: خود کو دوسرے خاندان کی طرف منسوب کرنے والا —— حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں: قریش میں ایک آدمی تھا، اس کے کان کا ایک حصہ لٹکا ہوا تھا، جیسے بکری کا کان کاٹ کر اس کو لٹکا ہوا چھوڑ دیتے ہیں۔

[١-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ﴾

[٤٩١٧-] حدثنا مَحْمُوْدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ أَبِي حَصِيْنٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ﴿عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ﴾ قَالَ: رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ لَهُ زَنَمَةٌ مِثْلُ زَنَمَةِ الشَّاةِ.

لغت: الزَّنَمَةُ: اونٹ یا بکری کے کان کا کٹا ہوا اور لٹکا ہوا حصہ۔

[۴۹۱۸-] حدثنا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ الْخُزَاعِيَّ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: "أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ؟ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُتَضَعَّفٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ، أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ؟ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ" [طرفاه: ۶۰۷۱، ۶۶۵۷]

ترجمہ: نبی ﷺ نے پوچھا: کیا میں تم کو جنتی نہ بتلاؤں؟ (وہ) ہر کمزور، کمزور گردانا ہوا ہے، اگر اللہ پر قسم کھالے تو اللہ اس کی قسم ضرور پوری کریں ـــــ (دوسرا سوال) کیا میں تمہیں دوزخی نہ بتلاؤں؟ (وہ) ہر اکھڑ مزاج، اکڑ کر چلنے والا، گھمنڈی ہے۔

لغات: کل ضعیف اور کل عتل سے پہلے هم مبتدا محذوف ہے ضعیف: کمزور، مُتَضَعَّف (اسم مفعول) ناتواں قرار دیا ہوا، جس کو لوگ حقیر سمجھیں، اور اس کی حالت کی کمزوری کی وجہ سے اس پر ظلم کریں، اور بعض نے مُتَضَعِّف: اسم فاعل پڑھا ہے: ناتواں، بےحیثیت، گمنام ـــــ أَبَرَّ اليمينَ: قسم کو پورا کرنا ـــــ الْعُتُلّ: اکھڑ مزاج، عَتَلَه (ض) سختی کے ساتھ گھسیٹنا ـــــ الجوَّاظ: اکڑ کر چلنے والا، جَاظَ (ن) جَوْظًا: اکڑ کر چلنا۔

تشریح: متضعف: ضعیف کا تابع ہے، یعنی انتہائی ناتواں جس کو لوگ حقیر سمجھیں ـــــ اسی طرح جوَّاظ نے عُتُلّ کے معنی میں زیادتی کی ہے، اور مُسْتَكْبِر نے اور زیادتی کی ہے، یعنی سخت مزاج، اکڑ کر چلنے والا، گھمنڈی، پس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تواضع وخاکساری وصف محمود ہے، جنت نشیں بنانے والا ہے، اور گھمنڈ برا وصف ہے جو جہنم میں پہنچانے والا ہے (مزید تفصیل کے لئے تحفۃ الالمعی (۶: ۳۶۷) دیکھیں)

قیامت کے دن پنڈلی کھولی جائے گی!

آیت ۴۲ ہے: ﴿يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ﴾: جس دن پنڈلی کھولی جائے گی، اور وہ (کافر) سجدہ کرنے کے لئے بلائے جائیں گے، پس وہ سجدہ نہ کرسکیں گے اس کی شرح حدیث میں ہے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: "ہمارے پروردگار اپنی پنڈلی کھولیں گے، پس سجدہ کرے گا اس کو ہر مؤمن مرد وزن، اور باقی رہ جائے گا وہ شخص جو دنیا میں دکھانے اور سنانے کے لئے سجدہ کرتا تھا، یعنی منافق، وہ سجدہ کرنا چاہے گا، پس ہو جائے گی اس کی پیٹھ ایک تختہ!

تشریح: پنڈلی اللہ کی صفت ہے ہاتھ اور چہرے کی طرح، اس کی حقیقت اللہ ہی جانتے ہیں، اور سمجھانا یہ ہے کہ اس خاص تجلی کے ظہور کے وقت سب سجدہ میں گر پڑیں گے، مگر کافروں اور منافقوں کی کمر اکڑ کر رہ جائے گی، وہ دن پیس تختہ کے مانند ہو جائے گی، اس وقت مؤمن وکافر، اور مؤمن ومنافق کا فرق کھل جائے گا۔

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ﴾

[۴۹۱۹-] حدثنا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ هِلَالٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: "يَكْشِفُ رَبُّنَا عَنْ سَاقِهِ، فَيَسْجُدُ لَهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ، وَيَبْقَى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ فِي الدُّنْيَا رِئَاءً وَسُمْعَةً، فَيَذْهَبُ لِيَسْجُدَ فَيَعُوْدُ ظَهْرُهُ، طَبَقًا وَاحِدًا"[راجع: ۲۲]

نوٹ: یہ حدیث پہلے نہیں آئی، اور حضرت ابن عباسؓ سے اس کی تاویل شدت کے ساتھ مروی ہے (عمدۃ) یعنی قیامت کے دن جب معاملہ انتہائی سنگین ہوجائے گا تو لوگ سجدہ ریز ہونا چاہیں گے، مؤمنین سجدہ کرسکیں گے اور کفار ومنافقین عاجز رہ جائیں گے (مگر اس تاویل کے ساتھ مبدأ کا ثبوت ماننا ضروری ہے، یعنی صفتِ ساق کا قائل ہونا ضروری ہے)

۶۹- ﴿الحاقَّة﴾

[۱-] ﴿عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ﴾: يُرِيْدُ فِيْهَا الرِّضَا. [۲-] ﴿الْقَاضِيَةَ﴾: الْمَوْتَةَ الْأُوْلَى الَّتِيْ مُتُّهَا لَمْ أُحْيَ بَعْدَهَا. [۳-] ﴿مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ﴾: أَحَدٌ يَكُوْنُ لِلْجَمِيْعِ وَلِلْوَاحِدِ. [۴-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿الْوَتِيْنَ﴾: نِيَاطُ الْقَلْبِ. [۵-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿طَغَا﴾: كَثُرَ، وَيُقَالُ: ﴿بِالطَّاغِيَةِ﴾: بِطُغْيَانِهِمْ، وَيُقَالُ: طَغَتْ عَلَى الْخُزَّانِ، كَمَا طَغَى الْمَاءُ عَلَى قَوْمِ نُوْحٍ.

سورۃ الحاقہ کی تفسیر

۱- آیت ۲۱ میں اصحابِ یمین کے بارے میں ہے: ﴿فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ﴾: پس وہ دل پسند عیش میں ہوگا —— رَاضِيَة: رِضًى سے اسم فاعل ہے: پسندیدہ، من بھاتے، چاہتا ہے وہ عیش میں خوشی یعنی من پسند۔

۲- آیت ۲۷ میں اصحابِ شمال کے بارے میں ہے: ﴿يَالَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ﴾: کیا اچھا ہوتا جو (پہلی) موت خاتمہ کردیتی —— یعنی پہلی وہ موت جو میں مرچکا اسی پر قصہ نمٹ جاتا، اس کے بعد دوبارہ میں زندہ نہ کیا جاتا۔

۳- آیت ۴۷ میں متنبّی (نبوت کے جھوٹے دعویدار) کے بارے میں ہے: ﴿فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ﴾: پس نہیں ہے تم میں سے کوئی اس سزا سے اس کو بچانے والا —— أَحَد: نکرہ تحت النفی ہے، اس لئے عام ہے، پس ایک کے لئے بھی اور چند کے لئے بھی اس کا استعمال درست ہے۔

۴- آیت ۴۶ میں متنبّی کے بارے میں ہے: ﴿ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ﴾: پھر ہم اس کی رگِ دل کاٹ ڈالتے ——

نِیاط: نَوْط کی جمع: پھیپھڑوں سے نکلنے والی موٹی رگ جس میں دل لٹکا ہوا ہوتا ہے، نَاطَ (ن) الشیئَ: لٹکانا۔

۵- آیت ۱۱ میں طوفانِ نوح علیہ السلام کے بارے میں ہے: ﴿إِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَاءُ حَمَلْنَاكُمْ فِي الْجَارِيَةِ﴾: بے شک ہم نے جب پانی زیادہ ہوا تو تم کو کشتی میں سوار کیا (اور طوفان سے بچایا) —— اور اسی سورت کی آیت ۵ ہے: ﴿فَأَمَّا ثَمُوْدُ فَأُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ﴾: پس رہے ثمود تو وہ ہلاک کئے گئے ایک سخت آواز سے —— بھونچال (زلزلہ) سخت آواز کے ساتھ آیا جس سے سب تہ وبالا ہوگئے۔ کسی نے بالطاغية کا مطلب بیان کیا ہے: ان کی سرکشی کی وجہ سے (اس میں بھی زیادتی کے معنی ہیں) طاغية: جاثية کی طرح مصدر ہے (سورۃ الشمس آیت ۱۱ میں طغیان بمعنی سرکشی آیا ہے) —— اور کسی نے طغیان کے معنی کئے ہیں: بے قابو یعنی زمین محافظین کے قابو میں نہ رہی، کپکپا اٹھی، جیسے طوفانِ نوح کے وقت پانی بے قابو ہوگیا تھا۔

۷۰- ﴿سَأَلَ سَآئِلٌ﴾

[۱-] وَالْفَصِيْلَةُ: أَصْغَرُ آبَائِهِ الْقُرْبَى إِلَيْهِ يَنْتَمِيْ مَنِ انْتَمَى. [۲-] ﴿لِلشَّوىٰ﴾: الْيَدَانِ وَالرِّجْلَانِ وَالْأَطْرَافُ وَجِلْدَةُ الرَّأْسِ يُقَالُ لَهَا: شَوَاةٌ، وَمَا كَانَ غَيْرَ مَقْتَلٍ فَهُوَ شَوًى. [۳-] وَالْعِزُوْنَ: الْحِلَقُ وَالْجَمَاعَاتُ، وَاحِدُهَا: عِزَةٌ.

سورۃ المعارج کی تفسیر

۱- آیت ۱۳ ہے: ﴿وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـئْـوِيْهِ﴾: اور اپنے گھرانے کو جس میں وہ رہتا تھا —— فصیلہ: یک جدّی افراد، اس کے آباء میں سے سب سے چھوٹا یعنی قریب تر، منسوب ہوتا ہے (اس کی طرف) جو منسوب ہوتا ہے یعنی پہلے دادا کی اولاد فصیلہ کہلاتی ہے، جو لوگ اپنی نسبت کرتے ہیں وہ پہلے دادا ہی کی طرف کرتے ہیں۔

۲- آیت ۱۶ ہے: ﴿نَزَّاعَةً لِّلشَّوىٰ﴾: (جہنم کی آگ) کھال اتار دینے والی ہے —— شَوىٰ: شَوَاةٌ کی جمع ہے، جیسے نَوىٰ: نَوَاةٌ کی جمع ہے: گٹھلی، اور شواۃ: اطراف بدن کو کہتے ہیں، جیسے ہاتھ، پیر، اطرافِ بدن اور سر کی کھال، اور جس کھال کے کھینچنے سے آدمی مرے نہیں اسی کو شَوًی کہتے ہیں۔

۳- آیت ۳۷ ہے: ﴿عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ﴾: (آپؐ کی طرف دوڑے آرہے ہیں) داہنی طرف سے اور بائیں طرف سے جماعتیں بن کر —— عِزُوْن: حلقے، جماعتیں، اس کا مفرد عِزَةٌ ہے۔

۷۱- ﴿إِنَّا أَرْسَلْنَا﴾

[۱-] ﴿أَطْوَارًا﴾: طَوْرًا كَذَا وَطَوْرًا كَذَا، يُقَالُ: عَدَا طَوْرَهُ أَيْ قَدْرَهُ. [۲-] وَالْكُبَّارُ: أَشَدُّ مِنَ الْكِبَارِ،

وَكَذٰلِكَ جُمَّالٌ وَجَمِيْلٌ، لِأَنَّهَا أَشَدُّ مُبَالَغَةً، وَ﴿كُبَّارًا﴾ الْكَبِيْرُ، وَكُبَارًا أَيْضًا بِالتَّخْفِيْفِ، وَالْعَرَبُ تَقُوْلُ: رَجُلٌ حُسَّانٌ وَجُمَّالٌ، وَحُسَانٌ مُخَفَّفٌ، وَجُمَالٌ مُخَفَّفٌ. [٣-] ﴿دَيَّارًا﴾: مِنْ دَوْرٍ، وَلٰكِنَّهُ فَيْعَالٌ مِنَ الدَّوَرَانِ، كَمَا قَرَأَ عُمَرُ: الْحَيُّ الْقَيَّامُ، وَهِيَ مِنْ قُمْتُ، وَقَالَ غَيْرُهُ: ﴿دَيَّارًا﴾: أَحَدًا. [٤-] ﴿تبارًا﴾: هَلاَكًا. [٥-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿مِدْرَارًا﴾: يَتْبَعُ بَعْضُهَا بَعْضًا. [٦-] ﴿وَقَارًا﴾: عَظَمَةً.

سورۂ نوح علیہ السلام کی تفسیر

۱-آیت ۱۴ ہے: ﴿وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا﴾: اللہ تعالیٰ نے تم کو طرح طرح سے پیدا کیا (اس کی تفصیل تحفۃ القاری (۲۶۵:۶) میں ہے) أطوار: طور کی جمع ہے، کبھی ایسا اور کبھی ویسا یعنی مختلف مراحل سے گذار کر —— اور طَوْر کے ایک معنی حیثیت کے بھی ہیں، کہتے ہیں: عَدَا طَوْرَهُ: وہ اپنی حیثیت سے بڑھ گیا —— قَدْر: مرتبہ، حیثیت۔

۲-آیت ۲۲ ہے: ﴿وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا﴾: اور تدبیریں کیں انھوں نے بڑی تدبیریں —— كُبَّارٌ: صیغہ مبالغہ، اس میں كُبَارٌ (کاف پر پیش اور زیر) سے معنی کی زیادتی ہے، اور كُبَار میں کبیر سے معنی کی زیادتی ہے، اسی طرح جمیل (خوبصورت) اور جُمَّال (بہت خوبصورت) جُمَّال میں مبالغہ زیادہ ہے، اور ﴿كُبَّارًا﴾ کے معنی ہیں: بڑے، اور باء کی تشدید کے بغیر كُبَار بھی کہتے ہیں، اور عرب کہتے ہیں: رجل حُسَّانٌ اور رجل جُمَّال، ان میں بغیر تشدید کے حُسَان اور جُمَال بھی کہتے ہیں۔

۳-آیت ۲۶ ہے: ﴿وَقَالَ نُوْحٌ: رَّبِّ لاَتَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا﴾: اور نوح علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار! نہ چھوڑیں آپ زمین پر کافروں میں سے ایک بھی بسنے والا —— دَيَّارًا: بسنے والا، رہنے والا، دَوْرٌ (گھومنا) (فَعَّالٌ کے وزن پر نہیں، ورنہ دَوَّارٌ ہوتا، جیسے قَوَّالٌ، جَوَّادٌ) اور اس کی نظیر قَيَّام ہے، یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے، یہ بھی فَيْعَالٌ کے وزن پر ہے، اور قُمْتُ سے بنا ہے (قَامَ قِيَامًا: کھڑا ہونا، قَيَّام: تھامنے والا یعنی ہر وقت حفاظت کے لئے کھڑا) —— اور ایک رائے یہ ہے کہ دَيَّارًا کے معنی ہیں: أَحَدًا: کسی کو بھی باقی نہ رکھیں —— یہ کس کا قول ہے؟ معلوم نہیں! اور غیرہ کی ضمیر کس طرف لوٹ رہی ہے؟ معلوم نہیں! (یہ امام بخاریؒ پر اعتراض کیا گیا ہے کہ پہلے کسی کا نام نہیں آیا، اور غیرہ کہہ دیا)

۴-سورت کا آخری حصہ ہے: ﴿وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِيْنَ إِلَّا تَبَارًا﴾: اور نہ بڑھائیں آپ ظالموں کی مگر ہلاکت —— تَبَارًا: مصدر: ہلاکت، ہلاک کرنا۔

۵-آیت ۱۱ ہے: ﴿يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا﴾: اور بھیجیں وہ بارش تم پر بکثرت —— یتبع: بعض بعض کے پیچھے آئے یعنی بکثرت برسے۔

۶-آیت ۱۳ ہے: ﴿مَالَكُمْ لاَتَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا﴾: تمہیں کیا ہوا کہ تم اللہ کی عظمت کے قائل نہیں ہو؟ وَقَار: عظمت۔

نوح علیہ السلام کی قوم میں بت پرستی کا رواج کیسے پڑا؟

آیت ۲۳ میں قوم نوح کے پانچ بتوں کا ذکر ہے: وَدّ، سُوَاع، یَغُوْث، یَعُوْق اور نَسْر، اور باب کی روایت میں ہے کہ پہلے زمانہ میں کچھ بزرگ لوگ تھے، ان کی وفات کے بعد شیطان کے اغواء (بہکانے) سے قوم نے اُن کی تصویریں بطور یادگار بنا کر کھڑی کرلیں، پھر ان کی تعظیم ہونے لگی، پھر پرستش کرنے لگے یہی مورتیاں عرب میں بھی آگئیں۔

[۱-] بَابٌ: ﴿وَدًّا وَلاَ سُوَاعًا وَلاَ يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا﴾

[۴۹۲۰-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، وَقَالَ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: صَارَتِ الْأَوْثَانُ الَّتِيْ كَانَتْ فِيْ قَوْمِ نُوْحٍ فِي الْعَرَبِ بَعْدُ، أَمَّا وَدٌّ كَانَتْ لِكَلْبٍ بِدُوْمَةِ الْجَنْدَلِ، وَأَمَّا سُوَاعٌ كَانَتْ لِهُذَيْلٍ، وَأَمَّا يَغُوْثُ فَكَانَتْ لِمُرَادٍ، ثُمَّ لِبَنِيْ غُطَيْفٍ بِالْجَوْفِ عِنْدَ سَبَأٍ، وَأَمَّا يَعُوْقُ فَكَانَتْ لِهَمْدَانَ، وَأَمَّا نَسْرٌ فَكَانَتْ لِحِمْيَرَ لآلِ ذِي الْكَلاَعِ، وَنَسْرًا: أَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِيْنَ مِنْ قَوْمِ نُوْحٍ، فَلَمَّا هَلَكُوْا أَوْحَى الشَّيْطَانُ إِلٰى قَوْمِهِمْ أَنِ انْصِبُوْا إِلٰى مَجَالِسِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا يَجْلِسُوْنَ أَنْصَابًا، وَسَمُّوْهَا بِأَسْمَائِهِمْ فَفَعَلُوْا فَلَمْ تُعْبَدْ حَتّٰى إِذَا هَلَكَ أُوْلٰئِكَ وَتَنَسَّخَ الْعِلْمُ عُبِدَتْ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جو مورتیاں قوم نوح میں رائج تھیں وہ بعد میں عرب میں رائج ہوگئیں: وَدّ: دومۃ الجندل میں قبیلہ کلب کا تھا، سُوَاع: قبیلہ ہذیل کا، یَغُوْث: قبیلۂ مراد کا، بعد میں وہ سبأ کے پاس یعنی یمن میں جوف مقام میں قبیلہ غطفان کا ہوا، یَعُوْق: قبیلۂ ہمدان کا، اور نَسْر: حمیر قبیلہ کے ذوالکلاع خاندان کا تھا —— اور نَسْر (اور باقی چار) قوم نوح علیہ السلام کے نیک لوگوں کے نام ہیں، جب ان کا انتقال ہوا تو شیطان نے ان کی قوم کو پٹی پڑھائی کہ ان کی ان مجلسوں میں جن میں وہ بیٹھا کرتے تھے ان کے مجسمے کھڑے کردو، اور ان کے ناموں سے نامزد کردو، چنانچہ انھوں نے ایسا کیا، پس وہ پوجے نہیں گئے یہاں تک کہ جب وہ نسل ختم ہوگئی، اور علم مٹ گیا تو ان کی پرستش شروع ہوگئی۔

۷۲- ﴿قُلْ أُوْحِيَ إِلَيَّ﴾

[۱-] وَقَالَ الْحَسَنُ: ﴿جَدُّ رَبِّنَا﴾: غِنَا رَبِّنَا، وَقَالَ عِكْرِمَةُ: جَلاَلُ رَبِّنَا، وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ: أَمْرُ رَبِّنَا
[۲-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿لِبَدًا﴾: أَعْوَانًا.

سورۃ الجن کی تفسیر

۱-آیت ۳ ہے: ﴿وَأَنَّهُ تَعَالٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلاَ وَلَدًا﴾: اور یہ کہ ہمارے پروردگار کی بڑی شان

ہے: نہ انھوں نے کسی کو بیوی بنایا نہ اولاد! —— حضرت حسنؒ نے جَدّ کے معنی غِنیٰ (بے نیازی) اور عکرمہؒ نے جلال وعظمت اور ابراہیم نخعیؒ نے امر (معاملہ) کئے ہیں (اور اردو مترجمین نے 'شان' ترجمہ کیا ہے)

۲- آیت ۱۹ ہے: ﴿وَأَنَّـهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا﴾: اور یہ کہ جب کھڑا ہوا اللہ کا بندہ (محمد ﷺ) اللہ کی عبادت کے لئے تو قریب ہیں کہ ہوجائیں وہ اس پر جم غفیر! —— حضرت ابن عباسؓ نے مددگار ترجمہ کیا ہے، ان کے نزدیک آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب نبی ﷺ دعوت کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو مؤمنین آپؐ کے مددگار بن جاتے ہیں —— دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب نبی ﷺ عبادت (نماز) کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو کفار ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگا لیتے ہیں تاکہ آپ کو عبادت سے روکیں —— لِبَدٌ: لِبْدَةٌ کی جمع ہے، اس کے مادہ میں جمع ہونے اور ایک دوسرے کے ساتھ پیوست ہونے کے معنی ہیں۔

سورۂ جنّ میں جنات کی رپورٹ نازل کی گئی ہے

جنات پہلے آسمان کے قریب جاتے تھے، فرشتوں کی باتیں سنتے تھے اور کاہنوں کے کانوں میں ڈالتے تھے، پھر جب قرآن کا نزول شروع ہوا تو ان پر پابندی لگ گئی، اب وہ آسمان کے قریب نہیں جاسکتے، جاتے ہیں تو میزائل داغے جاتے ہیں، شہاب ثاقب سے ان کی خبر لی جاتی ہے، اس صورتِ حال نے شیاطین کے لئے لمحۂ فکریہ پیدا کیا، انھوں نے عالمی کانفرس بلائی، اس میں غور وفکر کے بعد طے پایا کہ ضرور زمین میں کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہے جس کی وجہ سے یہ پابندی لگی ہے، چنانچہ نئی بات جاننے کے لئے کمیشن بنائے گئے جو زمین کا جائزہ لیں گے، اور ان کو ڈویژن تقسیم کرکے دیئے گئے، ان میں ایک وفد نصیبین کے جنات کا تھا، ان کو تہامہ کا جائزہ لینے کی ذمہ داری سپرد کی گئی۔

ہجرت سے پہلے نبی ﷺ عکاظ میلے میں لوگوں کو دین کی دعوت دینے کے لئے تشریف لے جارہے تھے، رات میں نخلہ مقام میں قیام فرمایا، وہاں آپؐ فجر کی نماز پڑھا رہے تھے، اور زور سے قرآن پڑھ رہے تھے اچانک وہاں سے جنات کا وفد گذرا، جب قرآن کی آواز ان کے کان میں پڑی تو وہ یکدم رک گئے، اور غور سے سننے لگے، قرآن سن کر وہ سمجھ گئے کہ یہی وہ کلام ہے جس کی وجہ سے ان پر پابندی لگی ہے، وہ قرآن پر ایمان لے آئے، اور نبی ﷺ سے ملاقات کئے بغیر قوم کی طرف لوٹ گئے، اور اپنی مفصل رپورٹ پیش کی، جو سورۃ الجن میں نازل کی گئی، اور جنات کی آمد کی اور ایمان قبول کرنے کی اطلاع آپؐ کو سورۃ الاحقاف آیات (۲۹-۳۲) کے ذریعہ دی گئی —— باب کی حدیث میں اس کا ذکر ہے، اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۳: ۹۳) آچکی ہے۔

[۴۹۲۱-] حدثنا مُوْسٰى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: انْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِي طَائِفَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، عَامِدِيْنَ إِلٰى سُوْقِ

عُكَاظٍ، وَقَدْ حِيْلَ بَيْنَ الشَّيَاطِيْنِ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ، وَأُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ فَرَجَعَتِ الشَّيَاطِيْنُ، فَقَالُوْا: مَالَكُمْ؟ قَالُوْا: حِيْلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ، وَأُرْسِلَتْ عَلَيْنَا الشُّهُبُ. قَالَ: مَا حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ إِلَّا مَا حَدَثَ، فَاضْرِبُوْا مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا، فَانْظُرُوْا مَا هٰذَا الْأَمْرُ الَّذِيْ حَدَثَ؟ فَانْطَلَقُوْا فَضَرَبُوْا مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا، يَنْظُرُوْنَ مَا هٰذَا الْأَمْرُ الَّذِيْ حَالَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ؟ قَالَ: فَانْطَلَقَ الَّذِيْنَ تَوَجَّهُوْا نَحْوَ تِهَامَةَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِنَخْلَةَ، وَهُوَ عَامِدٌ إِلٰى سُوْقِ عُكَاظٍ، وَهُوَ يُصَلِّيْ بِأَصْحَابِهِ صَلَاةَ الْفَجْرِ، فَلَمَّا سَمِعُوْا الْقُرْآنَ تَسَمَّعُوْا لَهُ، فَقَالُوْا: هٰذَا الَّذِيْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ، فَهُنَالِكَ رَجَعُوْا إِلٰى قَوْمِهِمْ، فَقَالُوْا: يَا قَوْمَنَا ﴿إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا۝ يَهْدِيْ إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ، وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا﴾ وَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى نَبِيِّهِ صلى الله عليه وسلم: ﴿قُلْ أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ﴾ وَإِنَّمَا أُوْحِيَ إِلَيْهِ قَوْلُ الْجِنِّ. [راجع: ۷۷۳]

۷۳- ﴿الْمُزَّمِّلِ﴾

[۱-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿وَتَبَتَّلْ﴾: أَخْلِصْ. [۲-] وَقَالَ الْحَسَنُ: ﴿أَنْكَالًا﴾: قُيُوْدًا. [۳-] ﴿مُنْفَطِرٌ بِهِ﴾: مُثْقَلَةٌ بِهِ. [٤-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿كَثِيْبًا مَّهِيْلًا﴾: الرَّمْلُ السَّائِلُ. [۵-] ﴿وَبِيْلًا﴾: شَدِيْدًا.

سورۃ المزمل کی تفسیر

۱- آیت ۸ ہے: ﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيْلًا﴾: اور اپنے رب کا نام لے، اور سب سے کٹ کر اسی کی طرف متوجہ ہوجا، بَتَّلَ للّٰہ: ہر چیز سے الگ ہوکر اللہ سے تعلق قائم کرنا، لو لگانا ـــــ أَخْلَصَ للّٰه دينَه: خلوصِ نیت سے اللہ کی عبادت کرنا، دین میں ریا کاری نہ کرنا، سچے دل سے اور نام ونمود کے بغیر دین پر عمل کرنا۔

۲- آیت ۱۲ ہے: ﴿إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا وَجَحِيْمًا﴾: بے شک ہمارے یہاں بیڑیاں اور دوزخ ہے ـــــ النِّكْل: بیڑی ـــــ القَيْد: بیڑی، پیروں میں ڈالی جانی والی رکاوٹ، بندھن۔

۳- آیت ۱۸ میں ہے: ﴿السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌ بِهِ﴾: اس (دن) میں آسمان پھٹ جائے گا ـــــ اِنْفَطَرَ الشيئُ: پھٹنا، شق ہونا به: فيه کے معنی میں ہے ـــــ مُثْقَلَة: اسم مفعول: بوجھ ڈالا ہوا، أَثْقَلَ فلانا: کسی پر زبردست بوجھ ڈالنا ـــــ اس (قیامت کے) دن کی وجہ سے آسمان پر زبردست بوجھ پڑے گا، اب به کو فيه کے معنی میں لینے کی ضرورت نہیں۔

۴- آیت ۱۴ میں ہے: ﴿وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا﴾: اور پہاڑ (ریزہ ریزہ) ریگ رواں ہوجائیں گے ـــــ الرَّمَل: ریگ، ریت ـــــ السائل: رواں، بہتا ہوا۔

۵-آیت۱۶میں ہے: ﴿فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَّبِيْلًا﴾: پس ہم اس کوسخت پکڑنا پکڑیں گے! ــــ وبیلا: سخت۔

٧٤- ﴿الْمُدَّثِّرُ﴾

[١-] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿عَسِيْرٌ﴾: شَدِيْدٌ. [٢-] ﴿قَسْوَرَةٌ﴾: رِكْزُ النَّاسِ وَأَصْوَاتُهُمْ، وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: الْأَسَدُ، وَكُلُّ شَدِيْدٍ قَسْوَرَةٌ. [٣-] ﴿مُسْتَنْفِرَةٌ﴾: نَافِرَةٌ مَذْعُوْرَةٌ.

سورۃ المدثر کی تفسیر

۱-آیت۹ ہے: ﴿فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيْرٌ﴾: پس وہ دن ایک سخت دن ہوگا۔

۲-آیت۵۱ ہے: ﴿فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ﴾: جو (وحشی گدھے) شیر سے بھاگے جارہے ہیں ــــ یہ ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کیا ہے، ان کے نزدیک ہر سخت چیز قسورۃ ہے ــــ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے 'آہستہ آواز' ترجمہ کیا ہے، رکز: آہستہ آواز۔

۳-آیت۵۰ ہے: ﴿كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ﴾: گویا وہ وحشی گدھے (گورخر) ہیں ــــ نَافِرَةٌ: بدکنے والے، مذعورۃ: گھبرائے ہوئے۔

سب سے پہلے کونسی آیتیں نازل ہوئیں؟

روایات میں اختلاف ہے، کتاب کے شروع میں (حدیث۳) ہے کہ سب سے پہلے سورۃ العلق کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئی ہیں، اور یہاں باب کی حدیثوں میں ہے کہ سب سے پہلے سورۃ المدثر کی ابتدائی آیتیں اتری ہیں، تطبیق یہ ہے کہ اولیتِ مطلقہ سورۃ العلق کی آیتوں کو حاصل ہے، اور زمانۂ فترت کے بعد سب سے پہلے سورۃ المدثر یا سورۃ المزمل کی ابتدائی آیتیں اتری ہیں، آگے (حدیث ۴۹۲۶ میں) اس کی صراحت ہے، تفصیل پہلے (تحفۃ القاری ۱:۱۴۷) آئی ہے۔

سورۃ المدثر کی ابتدائی آیات یہ ہیں: ''اے چادر اوڑھنے والے! اٹھیں پس ڈرائیں، اور اپنے رب کی پس بڑائی بیان کریں، اور اپنے کپڑوں کو پس پاک رکھیں، اور مورتیوں کو پس چھوڑ دیں''

حدیث: یحیٰ بن ابی کثیرؒ نے ابوسلمہؒ سے قرآن کی پہلی آیتوں کے بارے میں پوچھا: انھوں نے کہا: سب سے پہلے سورۃ المدثر کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئی ہیں، یحیٰ نے کہا: لوگ کہتے ہیں: سب سے پہلے سورۃ العلق کی ابتدائی آیتیں اتری ہیں، ابوسلمہؒ نے کہا: میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھا، اور میں نے ان سے وہی بات کہی جو تم نے کہی، انھوں نے فرمایا: میں تم سے وہی بات بیان کرتا ہوں جو ہم سے رسول اللہ ﷺ نے بیان کی ہے، آپؐ نے فرمایا: ''میں نے غارِ حراء میں اعتکاف کیا، پس جب میں نے اپنا اعتکاف پورا کیا، اور نیچے اترا تو آواز دیا گیا، میں نے دائیں،

بائیں، آگے، پیچھے دیکھا کوئی چیز نظر نہ آئی، پھر جب میں نے سر اٹھایا تو ایک چیز دیکھی، پس میں خدیجہؓ کے پاس آیا، اور میں نے کہا: مجھے چادر اوڑھاؤ اور میرے اوپر ٹھنڈا پانی ڈالو، چنانچہ انھوں نے مجھے چادر اوڑھائی اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالا، پھر سورۃ المدثر کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں۔

[۱- بَابٌ]

[۴۹۲۲-] حدثنا يَحْيىَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيىَ بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ، سَأَلْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: عَنْ أَوَّلِ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْآنِ، قَالَ: ﴿يٰأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ قُلْتُ: يَقُوْلُوْنَ: ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ﴾، فَقَالَ أَبُوْ سَلَمَةَ: سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ ذٰلِكَ وَقُلْتُ لَهُ مِثْلَ الَّذِىْ قُلْتَ، فَقَالَ جَابِرٌ: لَا أُحَدِّثُكَ إِلَّا مَا حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" جَاوَرْتُ بِحِرَاءٍ، فَلَمَّا قَضَيْتُ جِوَارِىْ هَبَطْتُ فَنُوْدِيْتُ، فَنَظَرْتُ عَنْ يَمِيْنِىْ فَلَمْ أَرَ شَيْئًا، وَنَظَرْتُ عَنْ شِمَالِىْ فَلَمْ أَرَ شَيْئًا، وَنَظَرْتُ أَمَامِىْ فَلَمْ أَرَ شَيْئًا، وَنَظَرْتُ خَلْفِىْ فَلَمْ أَرَ شَيْئًا، فَرَفَعْتُ رَأْسِىْ فَرَأَيْتُ شَيْئًا، فَأَتَيْتُ خَدِيْجَةَ فَقُلْتُ: دَثِّرُوْنِىْ وَصُبُّوْا عَلَىَّ مَاءً بَارِدًا، قَالَ: فَدَثِّرُوْنِىْ وَصَبُّوْا عَلَىَّ مَاءً بَارِدًا، قَالَ: فَنَزَلَتْ: ﴿يٰأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾[راجع: ۴]

وضاحت: پہلی وحی سے چھ ماہ پہلے سے نبی ﷺ غارِ حراء میں عزلت گزیں ہوتے تھے، پھر پہلی وحی کے بعد زمانۂ فترت میں بھی آپ وہیں جانے لگے تھے، وہاں سے واپسی میں اجیاد محلّہ میں یہ واقعہ پیش آیا۔

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿قُمْ فَأَنْذِرْ﴾

[۴۹۲۳-] حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، وَغَيْرُهُ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ، عَنْ يَحْيىَ بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" جَاوَرْتُ بِحِرَاءٍ" مِثْلَ حَدِيْثِ عُثْمَانَ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ.[راجع: ۴]

وضاحت: وغیرہ سے مراد ابوداؤد طیالسیؒ ہیں —— اور عثمان بن عمر کی حدیث بخاری میں نہیں ہے، دوسری کتابوں میں ہے (حاشیہ)

[۳-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾

[۴۹۲۴-] حَدَّثَنِىْ إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَرْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيىَ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا سَلَمَةَ، أَىُّ الْقُرْآنِ أُنْزِلَ أَوَّلُ؟ فَقَالَ: ﴿يٰأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ فَقُلْتُ: أُنْبِئْتُ أَنَّهُ: ﴿اقْرَأْ

بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ﴾ فَقَالَ أَبُوْ سَلَمَةَ: سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ أَیُّ الْقُرْآنِ أُنْزِلَ أَوَّلُ؟ فَقَالَ: ﴿یٰأَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ فَقُلْتُ: أُنْبِئْتُ أَنَّهُ: ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ﴾ فَقَالَ: لَا أُخْبِرُكَ إِلَّا بِمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم: "جَاوَرْتُ فِیْ حِرَاءٍ فَلَمَّا قَضَیْتُ جِوَارِیْ، هَبَطْتُ فَاسْتَبْطَنْتُ الْوَادِیَ فَنُوْدِیْتُ، فَنَظَرْتُ أَمَامِیْ وَخَلْفِیْ وَعَنْ یَمِیْنِیْ وَعَنْ شِمَالِیْ فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلٰی عَرْشٍ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، فَأَتَیْتُ خَدِیْجَةَ فَقُلْتُ: دَثِّرُوْنِیْ وَصُبُّوْا عَلَیَّ مَاءً بَارِدًا، فَأُنْزِلَ عَلَیَّ: ﴿یٰأَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ○ قُمْ فَأَنْذِرْ○ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾" [راجع: ٤]

لغت: فَاسْتَبْطَنْتُ: جب میں میدان کے درمیان میں پہنچا —— عرش: تختِ شاہی۔

[٤-] بَابُ قَوْلِهِ ﴿وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ﴾

[٤٩٢٥-] حدثنا یَحْیَی بْنُ بُكَیْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّیْثُ، عَنْ عُقَیْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، وَحَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، فَأَخْبَرَنِیْ أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم وَهُوَ یُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْیِ فَقَالَ فِیْ حَدِیْثِهِ: "فَبَیْنَا أَنَا أَمْشِیْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ، فَرَفَعْتُ رَأْسِیْ فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِیْ جَاءَ نِیْ بِحِرَاءٍ، جَالِسٌ عَلٰی كُرْسِیٍّ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، فَجُئِثْتُ مِنْهُ رُعْبًا، فَرَجَعْتُ، فَقُلْتُ: زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ، فَدَثَّرُوْنِیْ! فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿یٰأَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ إِلٰی ﴿وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾ قَبْلَ أَنْ تُفْتَرَضَ الصَّلَاةُ، وَهِیَ الْأَوْثَانُ"[راجع: ٤]

وضاحت: وحدثنی عبد الله بن محمد: یہ امام بخاری رحمہ اللہ کا قول ہے، اور یہاں سے تحویل ہے، مگر ح نہیں لکھی، اور عبداللہ: مسندی ہیں —— جُئِثُ (مجہول) جُئُوْثًا: خوف زدہ ہونا، گھبرانا —— رُعب: دہشت —— وهی الأوثان: کی ضمیر الرُّجْز کی طرف عائد ہے، اور ضمیر مؤنث خبر (الأوثان) کے مؤنث ہونے کی وجہ سے لائے ہیں، اور أوثان جمع اس لئے ہے کہ الرجز اسم جنس ہے۔

[٥-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾

یَقُوْلُ: الرُّجْزُ وَالرِّجْسُ: الْعَذَابُ.

[٤٩٢٦-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّیْثُ، عَنْ عُقَیْلٍ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِیْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم یُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ

الْوَحْيِ: "فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِيْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ، فَرَفَعْتُ بَصَرِيْ قِبَلَ السَّمَاءِ، فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِيْ جَاءَ نِيْ بِحِرَاءٍ قَاعِدٌ عَلٰى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، فَجُئِثْتُ مِنْهُ حَتّٰى هَوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ، فَجِئْتُ أَهْلِيْ، فَقُلْتُ: زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ! فَزَمَّلُوْنِيْ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿يٰأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿فَاهْجُرْ﴾ قَالَ أَبُوْ سَلَمَةَ: ﴿وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾: الْأَوْثَانَ، ثُمَّ حَمِيَ الْوَحْيُ وَتَتَابَعَ. [راجع: ٤]

وضاحت: الرُّجز: کے مختلف معانی کئے گئے ہیں: (۱) ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ زاء: سین سے مبدل ہے، اور دونوں لفظوں کے معنی ہیں: گناہ۔ (۲) ابوعبیدہؒ نے عذاب ترجمہ کیا ہے (۳) مجاہدؒ اور قتادہؒ اوثان (مورتیاں) مراد لیتے ہیں —— ھویتُ: گر پڑا میں —— حَمِیَ: گرم ہوئی یعنی مسلسل آنے لگی۔

۷۵- سُوْرَةُ الْقِيَامَةِ

وَقَوْلُهُ: ﴿لَاتُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ﴾

[۱-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿سُدًى﴾: هَمَلًا. [۲-] ﴿لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ﴾: سَوْفَ أَتُوْبُ سَوْفَ أَعْمَلُ. [۳-] ﴿لَاوَزَرَ﴾: لَاحِصْنَ.

سورۃ القیامۃ کی تفسیر

حضرت رحمہ اللہ نے پہلے آیت ۱۶ لکھی ہے، پھر الفاظ کے معانی بیان کئے ہیں، پھر آیت کی تفسیر میں حدیث لائے ہیں، ہم پہلے الفاظ کے معانی لکھتے ہیں، پھر آیت اور اس کی شرح میں حدیث پیش کی جائے گی۔

۱- آیت ۳۶ ہے: ﴿أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُّتْرَكَ سُدًى﴾: کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ وہ یونہی 'مہمل' چھوڑ دیا جائے گا؟ —— السُّدیٰ: نظر انداز کیا ہوا، بیکار سمجھا ہوا —— الهَمَل: هَمَلَة کی جمع: بلانگراں چھوڑی ہوئی چیز مہمل چھوڑ دیا جائے گا؟ یعنی امر ونہی کی کوئی قید اس پر نہ ہوگی؟ مکلّف نہیں بنایا جائے گا؟ حساب وکتاب اور جزاء سزا نہیں ہوگی؟

۲- آیت ۵ ہے: ﴿بَلْ يُرِيْدُ الْإِنْسَانُ لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ﴾: بلکہ انسان چاہتا ہے کہ بدکاری کرے اپنے سامنے —— یعنی منکر قیامت بایں وجہ وقوع قیامت کا انکار نہیں کرتا کہ یہ بات کچھ مستبعد ہے، بلکہ وہ اپنی باقی زندگی میں بھی بدکاریوں میں مست رہنا چاہتا ہے، کیونکہ قیامت کا اقرار کرے گا تو حساب کتاب کا خوف دل میں بیٹھ جائے گا، پس مزہ کرکرا ہوجائے گا اور لذت میں خلل پڑے گا: یہ ہے انکار کی وجہ! —— اور حضرت ابن عباسؓ نے تفسیر کی ہے: اب توبہ کرتا ہوں، کل عمل کرتا ہوں یعنی توبہ کے لئے اور عمل صالح کے لئے یوم وفردا کرتا رہتا ہے۔

جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ پڑھنے سے نبی ﷺ کو روکا گیا

آیات ۱۶-۱۹ہیں: ﴿لَاتُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ۝ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۝ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۝ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾: نہ ہلائیں آپؐ وحی کے ساتھ اپنی زبان، تاکہ آپؐ اس کو جلدی لیں ۝ بے شک ہمارے ذمہ ہے اس کو (آپؐ کے دل ودماغ میں) جمع کرنا، اورآپؐ کا اس کو (لوگوں کے سامنے) پڑھنا ۝ پس جب ہم اس کو پڑھیں تو آپؐ اس پڑھنے کی پیروی کریں ۝ پھر بے شک ہمارے ذمہ ہے اس کو واضح کرنا —— قُرْآنه: مصدر مضاف الی المفعول ہے اور فاعل محذوف ہے —— شروع میں جب جبرئیل علیہ السلام وحی لاتے اور اس کو پڑھتے تو نبی ﷺ بھی ساتھ ساتھ پڑھتے، تاکہ جلد اس کو یاد کرلیں، اس خیال سے کہ جبرئیل پڑھ کر چلے جائیں اور وحی اچھی طرح محفوظ نہ ہوئی ہو —— وحی کی اس صورت میں نبی ﷺ کو ناسوت سے ملکوت کی طرف عروج کرنا پڑتا تھا، اور آپؐ پر اتنا بوجھ پڑتا تھا کہ سخت جاڑے میں پسینہ ماتھے سے موتیوں کی طرح ٹپکنے لگتا تھا، اس وجہ سے جبرئیلؑ کے ساتھ پڑھنے میں دوہری مشقت تھی، چنانچہ مذکورہ آیات میں جبرئیلؑ کے ساتھ پڑھنے سے منع کیا کہ آپؐ وحی کے ساتھ اپنی زبان نہ ہلائیں یعنی سراً نہ پڑھیں، بس دھیان سے سنیں اور اس کی فکر نہ کریں کہ وحی یاد نہیں رہے گی، اس کو دل ودماغ میں جمع کرنا، پھر لوگوں کے سامنے آپ کی زبان سے پڑھوانا ہماری ذمہ داری ہے، پس جبرئیلؑ جس وقت ہماری طرف سے پڑھیں تو آپؐ اس کی پیروی کریں یعنی خاموشی سے سنیں، نیز اس کو جبرئیل سے سمجھنے کی بھی ضرورت نہیں، ہم خود اس کا مطلب آپ کو القاء کریں گے۔

[٤٩٢٧-] حدثنا الْحُمَيْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ أَبِيْ عَائِشَةَ - وَكَانَ ثِقَةً - عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ حَرَّكَ بِهِ لِسَانَهُ- وَوَصَفَ سُفْيَانُ- يُرِيْدُ أَنْ يَحْفَظَهُ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿لَاتُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ﴾[راجع: ٥]

وضاحت: سفیان بن عیینہؒ نے ہونٹ ہلاکر حاملین حدیث کو بتایا کہ آپؐ اس طرح پڑھتے تھے۔

[١-] بَابٌ: ﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ﴾

[٤٩٢٨-] حدثنا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ مُوْسٰى بْنِ أَبِيْ عَائِشَةَ، أَنَّهُ سَأَلَ سَعِيْدَ ابْنَ جُبَيْرٍ، عَنْ قَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿لَاتُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ﴾ قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كَانَ يُحَرِّكُ بِهِ شَفَتَيْهِ إِذَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ، فَقِيْلَ لَهُ: ﴿لَاتُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ﴾ يَخْشَى أَنْ يَنْفَلِتَ مِنْهُ. ﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ﴾: أَنْ نَجْمَعَهُ فِي صَدْرِكَ، ﴿وَقُرْآنَهُ﴾ أَنْ نَقْرَأَهُ. ﴿فَإِذَا قَرَأْنَاهُ﴾ يَقُوْلُ: أُنْزِلَ عَلَيْهِ، ﴿فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۝ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾ أَنْ نُبَيِّنَهُ عَلٰى لِسَانِكَ. [راجع: ٥]

وضاحت: یَخْشٰی کا تعلق کان یُحَرِّكُ سے ہے، اِنْفَلَتَ: چھوٹ جانا، رہ جانا ـــــ حضرت ابن عباسؓ نے پہلے قرآنه کے معنی کئے ہیں: ہم اس کو پڑھیں ـــــ مگر حاشیہ میں مصدر کو مفعول کی طرف مضاف اور فاعل کو محذوف مانا ہے، اور وہ نبی ﷺ ہیں یعنی یہ بات بھی ہمارے ذمہ ہے کہ آپؐ اس کو لوگوں کے سامنے پڑھیں گے یعنی اس کو پڑھوانے کی ذمہ داری بھی ہماری ہے۔

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ﴾

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿قَرَآنَاهُ﴾: بَيَّنَّاهُ. ﴿فَاتَّبِعْ﴾: اعْمَلْ بِهِ.

[۴۹۲۹-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مُوْسَى بْنُ أَبِيْ عَائِشَةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ قَوْلِهِ: ﴿لَاتُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ﴾ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا نَزَلَ جِبْرَئِيْلُ بِالْوَحْيِ، وَكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ بِهِ لِسَانَهُ وَشَفَتَيْهِ فَيَشْتَدُّ عَلَيْهِ وَكَانَ يُعْرَفُ مِنْهُ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ الآيَةَ الَّتِيْ فِي ﴿لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾: ﴿لَاتُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ۞ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ﴾ قَالَ: عَلَيْنَا أَنْ نَجْمَعَهُ فِيْ صَدْرِكَ، وَقُرْآنَهُ، ﴿فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ﴾: فَإِذَا أَنْزَلْنَاهُ فَاسْتَمِعْ، ﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾: عَلَيْنَا أَنْ نُبَيِّنَهُ بِلِسَانِكَ، قَالَ: فَكَانَ إِذَا أَتَاهُ جِبْرَئِيْلُ أَطْرَقَ، فَإِذَا ذَهَبَ قَرَأَهُ كَمَا وَعَدَهُ اللّٰهُ: ﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾[راجع:۵]

وضاحت: پہلے قرآنه کے معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے گذشتہ روایت میں یہ کئے ہیں کہ ہم اس کو پڑھیں یعنی فاعل اللہ تعالیٰ کو بنایا ہے، پس لوگوں کے سامنے پڑھوانے کی بات رہ گئی، چنانچہ اس کو ابن عباسؓ نے ﴿ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾ میں لیا، فرمایا: ہمارے ذمہ ہے کہ واضح کریں ہم اس کو آپؐ کی زبان سے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ کیا ہے: ﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾ میں یعنی پڑھوائیں ـــــ مگر اس سے بہتر بیان سے بیان القرآن مراد لینا ہے یعنی وحی کو کھولنا بھی ہمارے ذمہ ہے۔

﴿أَوْلٰى لَكَ فَأَوْلٰى﴾: تَوَعُّدٌ!

ایک لفظ کے معنی: آیت ۳۴ ہے: ''تیری کم بختی پر کم بختی آنے والی ہے! (تھانویؒ) خرابی تیری، خرابی پر خرابی تیری (شیخ الہند) ـــــ أولی کے معنی ہیں: زیادہ لائق، زیادہ قریب، وَلْيٌ سے اسم تفضیل، اور جب اس کا صلہ لام آتا ہے تو ڈانٹ اور دھمکی کے معنی ہوتے ہیں، اس صورت میں خرابی اور برائی سے زیادہ قریب اور زیادہ مستحق کے معنی ہونگے تَوَعُّد: دھمکی۔

٧٦ - ﴿هَلْ أَتٰى عَلَى الإِنْسَانِ﴾

[١-] يُقَالُ: مَعْنَاهُ أَتَى عَلَى الإِنْسَانِ، وَ"هَلْ" تَكُوْنُ جَحْدًا وَتَكُوْنُ خَبَرًا، وَهٰذَا مِنَ الْخَبَرِ، يَقُوْلُ: كَانَ شَيْئًا فَلَمْ يَكُنْ مَذْكُوْرًا، وَذٰلِكَ مِنْ حِيْنَ خَلَقَهُ مِنْ طِيْنٍ إِلٰى أَنْ يَنْفُخَ فِيْهِ الرُّوْحَ. [٢-] ﴿أَمْشَاجٍ﴾: الأَخْلَاطِ، مَاءِ الْمَرْأَةِ وَمَاءِ الرَّجُلِ، الدَّمُ وَالْعَلَقَةُ، وَيُقَالُ إِذَا خُلِطَ: مَشِيْجٌ، كَقَوْلِكَ: خَلِيْطٌ، وَمَمْشُوْجٌ مِثْلُ مَخْلُوْطٍ. [٣-] وَيُقَالُ: ﴿سَلاَسِلاً وَأَغْلاَلًا﴾: وَلَمْ يُجِزْهُ بَعْضُهُمْ. [٤-] ﴿مُسْتَطِيْرًا﴾: مُمْتَدَّ الْبَلاَءِ. [٥-] وَالْقَمْطَرِيْرُ: الشَّدِيْدُ، يُقَالَ: يَوْمٌ قَمْطَرِيْرٌ وَيَوْمٌ قُمَاطِرٌ، وَالْعَبُوْسُ وَالْقَمْطَرِيْرُ وَالْقُمَاطِرُ وَالْعَصِيْبُ: أَشَدُّ مَا يَكُوْنُ مِنَ الأَيَّامِ فِي الْبَلاَءِ. [٦-] وَقَالَ غَيْرُهُ: ﴿أَسْرَهُمْ﴾: شِدَّةَ الْخَلْقِ، وَكُلُّ شَيْئٍ شَدَدْتَهُ مِنْ قَتَبٍ فَهُوَ مَأْسُوْرٌ.

سورۃ الدہر کی تفسیر

۱- پہلی آیت ہے: ﴿هَلْ أَتٰى عَلَى الإِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا﴾: بالتحقیق بیت چکا ہے ہر انسان پر عرصۂ دراز کہ نہیں تھا وہ کوئی ایسی چیز جس کا تذکرہ کیا جاتا ہو ـــــ ھل بمعنی قد ہے، الإنسان میں الف لام استغراقی ہے، حین: زمانے کا ایک حصہ، الدھر: بہت ہی لمبا زمانہ، حین من الدھر: عرصۂ دراز، اور نفی مطلق شیٔ کی نہیں ہے، بلکہ مقید شیٔ کی ہے یعنی جس چیز کا تذکرہ کیا جاتا ہو ایسی چیز نہیں تھا، ہر انسان کا عالم اوراح میں وجود ہے، مگر عالم اجساد میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں، دنیا میں اس کا تذکرہ اس وقت سے شروع ہوتا ہے جب اس کا حمل ٹھہرتا ہے، کہتے ہیں: فلاں عورت امید سے ہے، پھر بچہ پیدا (ظاہر) ہوتا ہے، اس کا نام رکھا جاتا ہے، اور خوب چرچا ہوتا ہے، پھر وہ زندگی گذار کر آگے چل دیتا ہے اور اس کے سوانح (حالات) لکھے جاتے ہیں، اس طرح اس کا ذکر جاری رہتا ہے۔

اور فرّاء یحییٰ بن زیاد اپنی کتاب معانی القرآن میں کہتے ہیں: انسان چیز تو تھا مگر قابل ذکر نہیں تھا، اور یہ بات آدم علیہ السلام کا مٹی سے پتلا بننے سے لے کر ان میں روح پھونکے جانے تک ہے، اس عرصہ میں وہ چیز تھا مگر قابل ذکر نہیں تھا، کیونکہ کسی مخلوق کو اس وقت معلوم نہیں تھا کہ وہ آگے کیا بننے والا ہے۔

۲- پھر دوسری آیت ہے: ﴿إِنَّا خَلَقْنَا الإِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا﴾: بے شک ہم نے ہر انسان کو (مرد وزن کے) مخلوط نطفہ سے پیدا کیا، آزماتے ہیں ہم اس کو، پس ہم نے اس کو شنوا بینا بنایا ـــــ یعنی ہم نے اس کو ایسی صفات کے ساتھ پیدا کیا کہ اس میں مکلّف بننے کی قابلیت ہو یہاں بھی الإنسان میں الف لام استغراقی ہے، اور جملہ ﴿نَبْتَلِيْهِ﴾ مستانفہ یا حال ہے۔

۳- آیت ۴ ہے: ﴿إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِيْنَ سَلاَسِلاً وَأَغْلاَلاً وَسَعِيْرًا﴾: بے شک ہم نے تیار کر رکھی ہیں کافروں

کے لئے زنجیریں، طوق اور آتش سوزاں! زنجیریں پیروں میں ہونگی، طوق گردن میں اور آتش دوزخ میں وہ پھونکیں گے ـــــ ایک قراءت میں سَلَاسِلاً: تنوین کے ساتھ ہے، مگر حفصؒ کے نزدیک تنوین جائز نہیں، وہ سَلَاسِلَ پڑھتے ہیں۔

۴- آیت ۷ ہے: ﴿وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيْرًا﴾: اور ڈرتے ہیں وہ ایسے دن سے جس کی سختی لمبی ہوگی یعنی عام ہوگی۔

۵- آیت ۱۰ ہے: ﴿إِنَّا نَخَافُ مِنْ رَبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا﴾: بے شک ہم ڈرتے ہیں اپنے رب کی طرف سے ایک سخت تلخ دن سے یعنی آخرت کے دن سے۔

۶- آیت ۲۸ میں ہے: ﴿نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ﴾: ہمی نے ان کو پیدا کیا، اور ہم نے اس کے 'جوڑ بند' مضبوط کئے ہیں یعنی انسان کو مضبوط بنایا ہے۔

عبارت کا ترجمہ اور وضاحت:

(۱) کہا جاتا ہے (یہ فراء کا قول ہے، اور اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے) آیت کے معنی ہیں: انسان پر گذرا ہے (فراء نے انسان سے آدم علیہ السلام کو مراد لیا ہے اور هل کو زائدہ قرار دے کر ترجمہ نہیں کیا، پھر فرماتے ہیں:) اور هل کبھی جحد (نفی) کے لئے ہوتا ہے (اس کو استفہام انکاری کہتے ہیں) اور کبھی خبر (اثبات) کے لئے ہوتا ہے (اس کو استفہام تقریری کہتے ہیں) اور یہ یعنی آیت میں جو هل ہے وہ اثبات کے لئے ہے (اسی کو هل بمعنی قد کہتے ہیں، اس کا ترجمہ کرنا چاہئے تھا، پھر آگے) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: انسان (آدمؑ) چیز تو تھا، مگر نہیں تھا وہ قابل ذکر، اور یہ بات یعنی قابل ذکر نہ ہونا آدم علیہ السلام کا مٹی سے پتلا بننے سے ان میں روح پھونکے جانے تک ہے (جو چالیس سال کا عرصہ ہے، اس عرصہ میں آدم علیہ السلام چیز تو تھے، مگر قابل ذکر نہیں تھے، کیونکہ کسی مخلوق کو اس وقت معلوم نہیں تھا کہ وہ آگے کیا بننے والا ہے)

(۲) (مَشَجَ الشيئَ (ن) مَشْجًا: ملانا مخلوط کرنا، اس کا مترادف خَلَطَ (ض) الشيئَ بالشيئِ خلطا ہے یعنی ملانا آمیزش کرنا، پس) أمشاج بمعنی أخلاط ہے (اور مراد) عورت اور مرد کا پانی (نطفہ) ہے (اور ﴿نَبْتَلِيْهِ﴾ کے معنی ہیں: ہم اس (نطفہ) کو مختلف احوال سے گذارتے ہیں، الٹتے پلٹتے ہیں، (کبھی) خون (ہوتا ہے کبھی) علقہ (خون بستہ) اور مَشِيْج کے معنی ہیں: دوملی ہوئی چیزیں، اسی کو خلیط بھی کہتے ہیں، اور مَمْشُوْج (اسم مفعول) کے معنی ہیں: مخلوط (جاننا چاہئے کہ مرد کے جرثومے اور عورت کے خلیے ملتے ہیں تو نطفہ بارآور ہوتا ہے)

(۳) اور کہا گیا: سَلَاسِلاً (تنوین کے ساتھ) اور نہیں جائز رکھا (تنوین کو) بعض نے یعنی حفصؒ وغیرہ نے۔

(۴) مستطیرا کے معنی ہیں: لمبی آزمائش (مستطیر: اسم فاعل، اسْتِطَارَةَ مصدر: طَيْر: مادہ، معنی: پھیلا ہوا، عام۔ طیر ان کے اصل معنی اڑنا ہیں، مجازاً سرعت رفتار اور عموم مراد لیا جاتا ہے، جیسے فرس مُطَار: تیز رفتار گھوڑا، غبارٌ مُسْتَطَار: پھیلا ہوا غبار)

(۵) قَمْطَرِيْر کے معنی ہیں: سخت، کہا جاتا ہے: یومٌ قمطریر: سخت دن، یوم قُمَاطِر: سخت دن۔ اور چار لفظ ہم معنی ہیں: عَبُوْس، قمطریر، قُماطر اور عصیب: چاروں کے معنی ہیں سخت آزمائش کے دن۔

(۶) أَسْرٌ کے معنی ہیں: مضبوط بناوٹ، اور ہر وہ چیز جس کو آپ مضبوط باندھیں جیسے کجاوے کو مضبوط باندھا تو اسے مَأْسُوْر (مضبوط باندھا ہوا) کہتے ہیں (وقال غیرہ: دوسرے نسخہ میں وقال معمر ہے یعنی ابوعبیدہؒ معمر بن المثنی نے یہ معنی بیان کئے ہیں)

۷۷- ﴿وَالْمُرْسَلاَتِ﴾

[۱-] ﴿جُمَالاَتٌ﴾: حِبَالٌ. [۲-] ﴿ارْكَعُوْا﴾: صَلُّوْا. ﴿لاَيَرْكَعُوْنَ﴾: لاَيُصَلُّوْنَ. [۳-] وَسُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿لاَيَنْطِقُوْنَ﴾، ﴿وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾، ﴿الْيَوْمَ نَخْتِمُ﴾ فَقَالَ: إِنَّهُ ذُو أَلْوَانٍ مَرَّةً يَنْطِقُوْنَ، وَمَرَّةً يُخْتَمُ عَلَيْهِمْ.

سورۃ المرسلات کی تفسیر

۱- آیت ۳۳ ہے: ﴿كَأَنَّهُ جِمَالاَتٌ صُفْرٌ﴾: گویا وہ (چنگاریاں) کالے/ زرد اونٹ ہیں ـــــ الجمَل کے دو معنی ہیں: اونٹ اور موٹی رسّی، جمع جمالة (جیم پر تینوں حرکتیں) جمع الجمع: جمالات (جیم پر تینوں حرکتیں) مجاہدؒ نے ﴿حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ﴾ میں جمل کے معنی: کشتی کی رسّی کے کئے ہیں، وہی معنی یہاں کردیئے، حالانکہ یہاں موزون اونٹ کے معنی ہیں۔

۲- آیت ۴۸ ہے: ﴿وَإِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لاَيَرْكَعُوْنَ﴾: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ نماز پڑھو تو نہیں پڑھتے جزء بول کر کل مراد لیا ہے ـــــ اور رکوع کے لغوی معنی: جھکنا بھی مراد لے سکتے ہیں۔

۳- تین آیتوں کے بارے میں ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ ان میں تعارض ہے: (۱) سورۃ المرسلات کی آیت ۳۵ ﴿هٰذَا يَوْمُ لاَيَنْطِقُوْنَ﴾: یہ وہ دن ہے جس میں وہ بول نہ سکیں گے (۲) سورۃ الانعام کی آیت ۲۳: ﴿قَالُوْا: وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَاكُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾: وہ یوں کہیں گے: ہمارے رب اللہ کی قسم! ہم مشرک نہیں تھے (یعنی قیامت کے دن وہ بولیں گے) (۳) سورہ یٰسٓ کی آیت ۶۵ ہے: ﴿الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾: آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگادیں گے، اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے ان کاموں کی جو وہ کیا کرتے تھے، یعنی ہاتھ پیر بولیں گے ـــــ حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا: قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہے، اس میں مختلف احوال پیش آئیں گے، کبھی کفار بولیں گے، کبھی مونہوں پر مہر کردی جائے گی اور اعضاء بولیں

گے، اور کبھی وہ چپ سادھ لیں گے!

دو حدیثیں

پہلی حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۴: ۵۲۷) آچکی ہے، اور دوسری نئی ہے اور بار بار آرہی ہے۔

پہلی حدیث: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نبی ﷺ کے ساتھ منیٰ کے ایک غار میں تھے پس سورۃ المرسلات نازل ہوئی، آپؐ وہ سورت موجود صحابہ کو یاد کرا رہے تھے کہ ایک سانپ نکلا، آپؐ نے فرمایا: ''اس کو مارو'' صحابہ جھپٹے، مگر وہ کسی سوراخ میں گھس گیا، پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''وہ تمہارے شر سے بچایا گیا اور تم اس کے شر سے بچائے گئے!''

دوسری حدیث: آیت ۳۲ ہے: ﴿إِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ﴾: بے شک آگ انگارے پھینکے گی جیسے بڑے محل ــــ یہ قَصْر (قاف کا زبر اور صاد ساکن) کا ترجمہ ہے، اور اس کو قِصَر (قاف مکسور اور صاد پر زبر) بھی پڑھا گیا ہے، ابن عباسؓ نے فرمایا: ہم لوگ جاڑے کے لئے تین تین ہاتھ کی یا کم وبیش لکڑیاں اٹھا کر رکھتے تھے، ان کو قِصَر کہتے ہیں یعنی ان لکڑیوں کے بقدر چنگاریاں اڑیں گی۔

[۱- بَابٌ]

[۴۹۳۰-] حَدَّثَنِیْ مَحْمُوْدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ، عَنْ إِسْرَائِیْلَ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ إِبْرَاهِیْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ ﴿وَالْمُرْسَلَاتِ﴾ وَإِنَّا لَنَتَلَقَّاهَا مِنْ فِیْهِ، فَخَرَجَتْ حَیَّةٌ، فَابْتَدَرْنَاهَا فَسَبَقَتْنَا فَدَخَلَتْ جُحْرَهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " وُقِیَتْ شَرَّكُمْ، كَمَا وُقِیْتُمْ شَرَّهَا"[راجع: ۱۸۳۰]

[۴۹۳۱-] حدثنا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا یَحْیَى بْنُ آدَمَ، عَنْ إِسْرَائِیْلَ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، بِهٰذَا. وَعَنْ إِسْرَائِیْلَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِیْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ مِثْلَهُ.

وَتَابَعَهُ أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ إِسْرَائِیْلَ، وَقَالَ حَفْصٌ وَأَبُوْ مُعَاوِیَةَ وَسُلَیْمَانُ بْنُ قَرْمٍ: عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِیْمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ.[راجع: ۱۸۳۰]

سندوں کا خلاصہ: یہ حدیث اسرائیلؒ: منصورؒ سے بھی روایت کرتے ہیں، اور اعمشؒ سے بھی ــــ اور ابراہیم نخعیؒ: علقمہؒ سے بھی روایت کرتے ہیں اور اسود بن یزیدؒ سے بھی، دونوں ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں۔

قَالَ یَحْیَى بْنُ حَمَّادٍ: أَخْبَرَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ مُغِیْرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِیْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ. وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِیْهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ.

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، قَالَ عَبْدُ اللهِ: بَيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ غَارٍ إِذْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ: ﴿وَالْمُرْسَلَاتِ﴾ فتَلَقَّيْنَاهَا مِنْ فِيْهِ وَإِنَّ فَاهُ لَرَطْبٌ بِهَا إِذْ خَرَجَتْ حَيَّةٌ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم:" عَلَيْكُمُ اقْتُلُوْهَا" قَالَ: فَابْتَدَرْنَاهَا فَسَبَقَتْنَا، قَالَ: فَقَالَ:" وُقِيَتْ شَرَّكُمْ، كَمَا وُقِيْتُمْ شَرَّهَا"

سندیں: ابراہیم نخعیؒ سے: مغیرۃ بن مقسم روایت کرتے ہیں، اور وہ علقمہ کا واسطہ لاتے ہیں —— اور محمد بن اسحاق: عبدالرحمٰن سے پھر وہ اپنے ابا اسود بن یزید سے روایت کرتے ہیں —— اور جریر بن عبداللہ بھی سلیمان اعمش سے روایت کرتے ہیں۔

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿إِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ﴾

[٤٩٣٢-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَابِسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: ﴿إِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ﴾ قَالَ: كُنَّا نَرْفَعُ الْخَشَبَ بِقِصَرٍ ثَلَاثَةِ أَذْرُعٍ أَوْ أَقَلَّ، فَنَرْفَعُهُ لِلشِّتَاءِ فَنُسَمِّيْهِ الْقَصَرَ. [طرفه: ٤٩٣٣]

نوٹ: ہمارے نسخہ میں اس روایت کی سند کے آخر میں: سمعتُ ابنَ عامر ہے، یہ تصحیف ہے، صحیح ابن عباس ہے، تصحیح عمدۃ اور فتح کے نسخوں کی ہے۔

[۳-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿كَأَنَّهُ جِمَالَاتٌ صُفْرٌ﴾

[٤٩٣٣-] حدثنا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيىَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ عَابِسٍ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ: ﴿تَرْمِيْ بِشَرَرٍ﴾ كُنَّا نَعْمِدُ إِلَى الْخَشَبَةِ ثَلَاثَةَ أَذْرُعٍ وَفَوْقَ ذٰلِكَ، فَنَرْفَعُهُ لِلشِّتَاءِ فَنُسَمِّيْهِ الْقَصَرَ. ﴿كَأَنَّهُ جِمَالَاتٌ صُفْرٌ﴾ : حِبَالُ السُّفُنِ تُجْمَعُ حَتّٰى تَكُوْنَ كَأَوْسَاطِ الرِّجَالِ. [راجع: ٤٩٣٢]

ترجمہ: جمالات: کشتی کے رسّے، رسیاں اکٹھا کی جاتی ہیں یہاں تک کہ وہ درمیانی آدمی جیسی موٹی ہوجاتی ہیں، یعنی رسیاں: رسّا بن جاتی ہیں، جو لنگر ڈالنے کے کام آتا ہے۔

[٤-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ﴾

[٤٩٣٤-] حدثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِيْ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ، عَنِ

الْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِي غَارٍ إِذْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ: ﴿وَالْمُرْسَلَاتِ﴾ فَإِنَّهُ لَيَتْلُوْهَا وَإِنِّيْ لَأَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيْهِ، وَإِنَّ فَاهُ لَرَطْبٌ بِهَا، إِذْ وَثَبَتْ عَلَيْنَا حَيَّةٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "اقْتُلُوْهَا" فَابْتَدَرْنَاهَا فَذَهَبَتْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "وُقِيَتْ شَرَّكُمْ، كَمَا وُقِيْتُمْ شَرَّهَا" قَالَ عُمَرُ: حَفِظْتُهُ مِنْ أَبِيْ: فِيْ غَارٍ بِمِنًى. [راجع: ۱۸۳۰]

وضاحت: عمر بن حفص نے یہ سورت منیٰ کے غار میں اپنے ابا سے یاد کی ہے۔

۷۸- ﴿عَمَّ يَتَسَآءَ لُوْنَ﴾

[۱-] قَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿لَايَرْجُوْنَ حِسَابًا﴾: لَايَخَافُوْنَهُ. [۲-] ﴿لَايَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا﴾: لَايُكَلِّمُوْنَهُ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُمْ. [۳-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿وَهَّاجًا﴾: مُضِيْئًا. [٤-] ﴿عَطَاءً حِسَابًا﴾: جَزَاءً كَافِيًا، أَعْطَانِيْ مَا أَحْسَبَنِيْ أَيْ: كَفَانِيْ.

سورۃ النبأ کی تفسیر

۱- آیت ۲۷ ہے: ﴿إِنَّهُمْ كَانُوْا لَايَرْجُوْنَ حِسَابًا﴾: بے شک وہ لوگ حساب کی امید نہیں رکھتے تھے یعنی اس سے ڈرتے نہیں تھے۔

۲- آیت ۳۷ ہے: ﴿لَايَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا﴾: نہیں مالک ہونگے وہ اللہ سے عرض معروض کرنے کے —— البتہ جس کو اجازت مل جائے وہ گفتگو کر سکے گا۔

۳- آیت ۱۳ ہے: ﴿وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا﴾: اور بنایا ہم نے ایک روشن چراغ یعنی آفتاب —— مُضيئًا: روشنی پھیلانے والا۔

۴- آیت ۳۶ ہے: ﴿جَزَاءً مِّنْ رَبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا﴾: یہ ان کی نیکیوں کا بدلہ ہے جو کافی انعام ہے —— کہتے ہیں: أعطاني ما أَحْسَبَنِيْ: مجھے اتنا دیا کہ میرے لئے کافی ہو گیا۔

جب صور پھونکا جائے گا تو لوگ گروہ گروہ بن کر حاضر ہونگے

حدیث سورۃ الزمر کی تفسیر میں گذری ہے، مگر یہاں معنی کی زیادتی ہے، اس لئے اس کو یاد رکھیں:

آیت: ۱۸ ہے: "جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم لوگ گروہ گروہ ہو کر آؤ گے —— یعنی عقائد و اعمال کے اعتبار سے ٹولیاں بن کر لوگ میدانِ حشر میں پہنچیں گے۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دومرتبہ صور پھونکنے کے درمیان وقفہ چالیس ہے'' —— طالب علم نے پوچھا: چالیس دن؟ ابوہریرہؓ نے کہا: میں انکار کرتا ہوں! یعنی میں نہیں جانتا پس کیا بتلاؤں؟ اس نے کہا: چالیس مہینے؟ آپؓ نے کہا: میں انکار کرتا ہوں، اس نے کہا: چالیس سال؟ آپؓ نے کہا: میں انکار کرتا ہوں! —— نبی ﷺ نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برسائیں گے، پس لوگ اُگ آئیں گے جس طرح سبزی اُگ آتی ہے (یہ مضمون زائد ہے) نہیں ہے انسان کا کوئی جزء مگر بوسیدہ ہوجاتا ہے، ایک ہڈی کے علاوہ، اور وہ دُم کی جڑ کا آخری حصہ ہے، اور اسی سے قیامت کے دن بناوٹ جوڑی جائے گی۔

تشریح: پہلے شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی قدس سرہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ صور چار مرتبہ پھونکا جائے گا، پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو زمینی مخلوقات ختم ہوجائیں گی، سورۃ الرحمٰن کی آیت ۲۶ ہے: ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾: جتنے روئے زمین پر ہیں سب فنا ہوجائیں گے —— پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو تمام اجسام زمین سے سبزے کی طرح اُگ آئیں گے، اور ان کی ارواح عالم برزخ سے ریوس (واپس) آکر اپنے ابدان میں داخل ہوجائیں گے، پھر لوگ گروہ گروہ بن کر میدانِ حشر میں پہنچیں گے، پھر تیسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب بے ہوش ہوجائیں گے مگر جس کو اللہ چاہے وہ بے ہوش نہیں ہوگا —— پھر چوتھی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب ہوش میں آجائیں گے، اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہے ہونگے، سورۃ الزمر کی آیت ۶۷ ہے: ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ أُخْرىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُوْنَ﴾: اور قیامت کے دن صور میں پھونک ماری جائے گی، پس تمام آسمانوں اور زمین والوں کے ہوش اڑ جائیں گے، مگر جس کو اللہ تعالیٰ چاہیں، پھر اس صور میں دوبارہ پھونک ماری جائے گی، تو اچانک سب کے سب کھڑے ہوجائیں گے، اور (چاروں طرف) دیکھنے لگیں گے —— پس باب کی حدیث میں کونسے دو نفخوں کا ذکر ہے: یہ معلوم نہیں، اور درمیانی وقفہ کا بھی قطعی علم نہیں۔

[۱-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَأْتُوْنَ أَفْوَاجًا﴾

[۴۹۳۵-] حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "مَا بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ أَرْبَعُوْنَ" قَالَ: أَرْبَعُوْنَ يَوْمًا؟ قَالَ: أَبَيْتُ. قَالَ: أَرْبَعُوْنَ شَهْرًا؟ قَالَ: أَبَيْتُ، قَالَ: أَرْبَعُوْنَ سَنَةً؟ قَالَ: أَبَيْتُ. قَالَ: "ثُمَّ يُنَزِّلُ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً، فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا يَنْبُتُ الْبَقْلُ، لَيْسَ مِنَ الْإِنْسَانِ شَيْئٌ إِلَّا يَبْلىٰ إِلَّا عَظْمًا وَاحِدًا، وَهُوَ عَجْبُ الذَّنَبِ، وَمِنْهُ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" [راجع: ۴۸۱۴]

۷۹- ﴿وَالنَّازِعَاتِ﴾

[۱-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿الْآيَةَ الْكُبْرٰى﴾: عَصَاهُ وَيَدُهُ. [۲-] وَيُقَالُ: النَّاخِرَةُ وَالنَّخِرَةُ سَوَاءٌ، مِثْلُ الطَّامِعِ وَالطَّمِعِ، وَالْبَاخِلِ وَالْبَخِلِ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: النَّخِرَةُ الْبَالِيَةُ، وَالنَّاخِرَةُ: الْعَظْمُ الْمُجَوَّفُ الَّذِىْ تَمُرُّ فِيْهِ الرِّيْحُ فَيَنْخَرُ. [۳-] ﴿الطَّآمَّةُ﴾: تَطُمُّ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ. [۴-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿الْحَافِرَةِ﴾: إِلٰى أَمْرِنَا الْأَوَّلِ إِلَى الْحَيَاةِ. [۵-] وَقَالَ غَيْرُهُ: ﴿أَيَّانَ مُرْسٰهَا﴾ مَتٰى مُنْتَهَاهَا، وَمُرْسَى السَّفِيْنَةِ حَيْثُ تَنْتَهِىْ.

سورۃ النازعات کی تفسیر

۱-آیت ۲۰ ہے: ﴿فَأَرَاهُ الْآيَةَ الْكُبْرٰى﴾: پس دکھائی موسیٰ نے فرعون کو بڑی نشانی —— فرعون کے پاس پہنچ کر پیغام خداوندی پہنچایا، اور اتمام حجت کے لئے بڑی نشانیاں: لاٹھی کا اژدہا بننا اور ہاتھ کا روشن ہونا دکھلایا۔

۲-آیت ۱۱ ہے: ﴿ءَ إِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً﴾: کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہوجائیں گے —— نَاخِرَة (اسم فاعل) اور نَخِرَة (صفت مشبہ) کے ایک معنی ہیں (صفتِ مشبہ میں معنی کی زیادتی ہوتی ہے) جیسے طَامِع اور طَمِع (لالچی) اور بَاخِل اور بَخِل: بخیل —— اور بعض نے کہا: النَّخِرَةُ البالية: بوسیدہ ہڈی، اور الناخرۃ کے معنی ہیں: کھوکری کی ہوئی ہڈی، جس میں ہوا گھس کر نکلے تو آواز کرے۔

۳-آیت ۳۴ ہے: ﴿فَإِذَا جَاءَ تِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى﴾: پس جس دن ہر چیز پر چھانے والی آفت آئے گی —— طَمَّ الشيئُ (ض) طُمُوْعًا: کسی چیز کا زیادہ ہوکر پھیلنا اور زبردست ہوجانا۔

۴-آیت ۱۰ ہے: ﴿يَقُوْلُوْنَ: ءَ إِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ؟﴾: کہتے ہیں: کیا ہم پہلی حالت کی طرف پھیرے جائیں گے؟ —— مَرْدُوْدٌ: اسم مفعول: رَدّ مصدر باب نصر: لوٹانا حَافِرَة: پہلی حالت، حَفَرَ (ض) کھودنا۔ ابن عباسؓ نے فرمایا: ہمارے پہلے معاملہ کی طرف یعنی حیات قبل الموت کی طرف۔

۵-آیت ۴۲ ہے: ﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا﴾: وہ لوگ قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں: قیامت کی کشتی کب لنگر انداز ہوگی؟ مُرْسا: مصدر میمی: کشتی کا لنگر انداز ہونا —— کب قیامت آکر ٹھہرے گی؟ (مذاق کر رہے ہیں)

قیامت کے آنے میں دیر نہیں

حدیث: نبی ﷺ نے انگشتِ شہادت اور بیچ کی لمبی انگلی کو ملا کر اشارہ کیا، اور فرمایا: ''میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ہیں''، یعنی بیچ کی انگلی جتنی آگے نکلی ہوئی ہے، اتنی جلدی میں آیا ہوں، اور قیامت میرے پیچھے آرہی ہے جتنی چھوٹی

انگلی پیچھے ہے یا اس کے برعکس کہ قیامت مجھ سے بس ذراسی آگے ہے، غرض: قیامت کا قُرب بیان کرنا مقصود ہے۔

[٤٩٣٦-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ، حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا أَبُوْ حَازِمٍ، حَدَّثَنَا سَهْلُ ابْنُ سَعْدٍ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ بِإِصْبَعَيْهِ هٰكَذَا بِالْوُسْطٰى وَالَّتِيْ تَلِيْ الإِبْهَامَ: "بُعِثْتُ وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ"[طرفاه: ٥٣٠١، ٦٥٠٣]

٨٠- ﴿عَبَسَ﴾

[١-] [عَبَسَ]كَلَحَ وَأَعْرَضَ. [٢-] وَقَالَ غَيْرُهُ: ﴿مُطَهَّرَةٌ﴾: لاَيَمَسُّهَا إِلاَّ الْمُطَهَّرُوْنَ، وَهُمُ الْمَلاَئِكَةُ، وَهٰذَا مِثْلُ قَوْلِهِ: ﴿فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا﴾، جَعَلَ الْمَلاَئِكَةَ وَالصُّحُفَ مُطَهَّرَةً، لأَنَّ الصُّحُفَ لاَيَقَعُ عَلَيْهَا التَّطْهِيْرُ، فَجُعِلَ التَّطْهِيْرُ لِمَنْ حَمَلَهَا أَيْضًا. ﴿سَفَرَةٍ﴾: الْمَلاَئِكَةُ، وَاحِدُهُمْ سَافِرٌ، سَفَرْتُ: أَصْلَحْتُ بَيْنَهُمْ، وَجُعِلَتِ الْمَلاَئِكَةُ إِذَا نَزَلَتْ بِوَحْيِ اللّٰهِ وَتَأْدِيَتِهِ كَالسَّفِيْرِ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ الْقَوْمِ.

سورۃ عبس کی تفسیر

۱- پہلی آیت ہے: ﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰى﴾: (پیغمبر) چیں بہ جبیں ہوئے، اور متوجہ نہ ہوئے ـــــ عَبَسَ فلان (ض) عَبْسًا وَعُبُوْسًا: تیور چڑھنا، پیشانی پر بل پڑنا، ترش رو ہونا ـــــ كَلَحَ فلان (ف) كُلُوْحا: ترش رو ہونا، شکن آلود چہرے والا ہونا، یہ عبس کا ترجمہ ہے ـــــ اور أَعْرَض: تولّٰی کا ترجمہ ہے: روگردانی کی، چہرہ پھیرلیا۔

۲- آیات ۱۳-۱۶ ہیں: ﴿فِيْ صُحُفٍ مُكَرَّمَةٍ ۝ مَرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝بِأَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝كِرَامٍ بَرَرَةٍ﴾: (قرآن) محترم صحیفوں میں ہے، جو اونچی جگہ رکھے ہوئے نہایت پاکیزہ ہیں، ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں، جو نہایت محترم نیکوکار ہیں ـــــ مُطَهَّرَةٌ: نہایت پاکیزہ یعنی نہیں چھوتے ان صحیفوں کو مگر نہایت پاکیزہ لوگ، اور وہ فرشتے ہیں۔

سوال: پاک ناپاک ہونا بندوں کی صفات ہیں، سورۃ الواقعہ آیت ۷۹ میں ہے: ﴿لاَيَمَسُّهُ إِلاَّ الْمُطَهَّرُوْنَ﴾: قرآن کو پاک بندوں (فرشتوں) کے علاوہ کوئی ہاتھ نہیں لگانے پاتا! اور یہاں صحیفوں کو مطهرة کہا ہے: یہ کیسے؟

جواب: پاک ہونا دراصل فرشتوں کی صفت ہے، مگر چونکہ صحیفے فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں، اس لئے فرشتوں کا وصف صحیفوں کو اوڑھایا ہے ـــــ اس کی نظیر: سورۃ النازعات (آیت ۵) میں ہے: ﴿فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا﴾: پھر ہر امر کی تدبیر کرنے والے گھوڑوں کی قسم! تدبیر سوار کرتے ہیں، مگر گھوڑے چونکہ سواروں کے حامل ہیں، اس لئے سواروں کا وصف گھوڑوں کو اوڑھایا ہے۔

عبارت کا ترجمہ: یہ یعنی صحیفوں کا نہایت پاک ہونا: ارشاد پاک: ﴿فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا﴾ کی طرح ہے، بنایا فرشتوں کو

اور صحیفوں کو نہایت پاکیزہ یعنی فرشتوں کا وصف صحیفوں کو اوڑھایا، اس تاویل کی ضرورت اس لئے ہے کہ صحیفوں پر پاک ہونے کا اطلاق نہیں ہوتا، پس نہایت پاک ہونا صحیفوں کے حاملین کے لئے گردانا گیا یعنی دراصل نہایت پاک فرشتے ہیں۔

سَفَرَۃٌ کے معنی: سفرۃ: سَافِر کی جمع ہے، اور اس کے دو معنی ہیں: (۱) لکھنے والے، سَفَرَ الکتاب (ض) لکھنا، حضرت یہ معنی آگے بیان کریں گے (۲) لوگوں میں صلح کرانے والا، ثالث وایلچی بن کر کام کرنے والا، سَفَرَ بین القوم (ن،ض) سَفْرًا وسِفَارَۃً، حضرت رحمہ اللہ نے یہی معنی کئے ہیں، فرماتے ہیں: اور سفرۃ سے بھی فرشتے مراد ہیں، اس کا مفرد سافر ہے، سَفَرْتُ کے معنی ہیں: میں نے ان کے معاملات سنوارے، فرشتوں کو جب وہ اللہ کی وحی لے کر اترتے ہیں اور اس کو ادا کرتے ہیں، یعنی پہنچاتے ہیں: اس سفیر کی طرح گردانا ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کراتا ہے۔

[۳-] وَقَالَ غَيْرُهُ: ﴿تَصَدَّىٰ﴾: تَغَافَلَ عَنْهُ. [٤-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿لَمَّا يَقْضِ﴾: لَايَقْضِيْ أَحَدٌ مَا أُمِرَ بِهِ. [٤-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿تَرْهَقُهَا﴾: تَغْشَاهَا شِدَّةٌ. [٦-] ﴿مُسْفِرَةٌ﴾: مُشْرِقَةٌ. [٧-] ﴿بِأَيْدِيْ سَفَرَةٍ﴾ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كَتَبَةٍ. ﴿أَسْفَارًا﴾: كُتُبًا. [٨-] ﴿تَلَهَّى﴾: تَشَاغَلَ. [٩-] يُقَالُ: وَاحِدُ الْأَسْفَارِ سِفْرٌ.

۳-آیت ۶ ہے: ﴿فَأَنْتَ لَهُ تَصَدَّىٰ﴾: پس آپ اس کی فکر میں پڑے ہیں —— تَصَدَّى للأمر: درپے ہونا، توجہ دینا، تَصَدَّى میں ایک تاء محذوف ہے، بعض نسخوں میں تفسیر ہے: أَقْبَلَ علیه، یہی صحیح تفسیر ہے اور تَغَافَلَ عنه کے معنی ہیں: اس سے غفلت برتتے ہیں، یہ معنی صحیح نہیں۔

۴-آیت ۲۳ ہے: ﴿كَلَّا! لَمَّا يَقْضِ مَا أَمَرَهُ﴾: ہرگز نہیں! اب تک پورا نہیں کیا اس نے جو (اللہ نے) اس کو حکم دیا —— نہیں پورا کرتا کوئی جس کا حکم دیا گیا وہ یعنی انسان اپنے خالق ومالک کا حق نہیں پہچانتا، اور جو کچھ اس کو حکم دیا گیا ہے اس کو اب تک بجا نہیں لایا۔

۵-آیت ۴۱ ہے: ﴿تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ﴾: چھائی ہوئی ہوگی ان کے چہروں پر سیاہی —— ابن عباسؓ نے قترۃ کے معنی سختی کے کئے ہیں۔

۶-آیت ۳۸ ہے: ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ﴾: اس دن کتنے ہی چہرے روشن ہونگے، مُشْرِقة: چمکتے ہوئے۔

۷-حضرت ابن عباسؓ نے سَفَرَۃ کے معنی لکھنے والے کئے ہیں، سورۃ الجمعہ آیت ۵ میں ﴿أَسْفَارًا﴾ کے معنی کتابیں ہیں، یہ سِفْر کی جمع ہے۔

۸-آیت ۱۰ ہے: ﴿فَأَنْتَ عَنْهُ تَلَهَّىٰ﴾: پس آپ اس سے تغافل برتتے ہیں —— تَلَهَّى عنه: بے توجہ ہونا۔

۹-نمبر ۷ میں آگیا، أسفار جو سورۃ الجمعہ میں ہے: وہ سِفْر کی جمع ہے، بمعنی کتابیں۔

قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے والے کی فضیلت

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ''مثال اس شخص کی جوقرآن پڑھتا ہے درانحالیکہ وہ اس کو یاد ہے: وہ مکرم (نامۂ اعمال) لکھنے والے فرشتوں کے ساتھ ہوگا، اور مثال اس شخص کی جوقرآن پڑھتا ہے درانحالیکہ وہ اس کی دیکھ بھال کرتا ہے اور وہ اس پر دشوار ہے یعنی اٹک اٹک کر پڑھتا ہے تو اس کے لئے دوہرا ثواب ہے'' —— اس حدیث میں السَّفَرَة ہے، اس لئے یہ حدیث اس سورت کی تفسیر میں لائے ہیں جاننا چاہئے کہ پہلے شخص کو جو اصلی اور فضلی ثواب ملتا ہے: وہ عام ناظرہ خواں کے دو ثوابوں سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔

[۴۹۳۷-] حدثنا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ زُرَارَةَ بْنَ أَوْفٰی، يُحَدِّثُ عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: '' مَثَلُ الَّذِیْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ حَافِظٌ لَهُ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ، وَمَثَلُ الَّذِیْ يَقْرَأُ وَهُوَ يَتَعَاهَدُهُ وَهُوَ عَلَيْهِ شَدِيْدٌ، فَلَهُ أَجْرَانِ''

۸۱- ﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾

[۱-] ﴿انْكَدَرَتْ﴾: انْتَثَرَتْ. [۲-] وَقَالَ الْحَسَنُ: ﴿سُجِّرَتْ﴾: ذَهَبَ مَاؤُهَا فَلاَ تَبْقَى قَطْرَةٌ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ: الْمَسْجُوْرُ: الْمَمْلُوْءُ. وَقَالَ غَيْرُهُ: سُجِرَتْ: أُفْضِىَ بَعْضُهَا إِلٰى بَعْضٍ، فَصَارَتْ بَحْرًا وَاحِدًا. [۳-] و﴿الْخُنَّسُ﴾: تَخْنِسُ فِیْ مَجْرَاهَا، تَرْجِعُ وَتَكْنِسُ: تَسْتَتِرُ كَمَا تَكْنِسُ الظِّبَاءُ. [۴-] ﴿تَنَفَّسَ﴾: ارْتَفَعَ النَّهَارُ. [۵-] وَالظَّنِيْنُ: الْمُتَّهَمُ، وَالضَّنِيْنُ: يُضَنُّ بِهِ. [۶-] وَقَالَ عُمَرُ: ﴿النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ﴾: يُزَوَّجُ نَظِيْرَهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿احْشُرُوْا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَأَزْوَاجَهُمْ﴾ [۷-] ﴿عَسْعَسَ﴾: أَدْبَرَ.

سورۃ التکویر کی تفسیر

۱- آیت ۲ ہے: ﴿وَإِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ﴾: اور جب ستارے بکھر جائیں گے —— انْتَثَرَ: بکھرنا، جھڑنا۔

۲- آیت ۶ ہے: ﴿وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ﴾: اور جب سمندر خشک ہوجائیں گے/ بھر جائیں گے/ ملادیئے جائیں گے —— پہلا ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے کیا ہے: سمندروں کا پانی ختم ہوجائے گا، ایک قطرہ بھی باقی نہیں رہے گا —— دوسرا ترجمہ: مجاہد رحمہ اللہ نے کیا ہے، المملوءُ: بھرا ہوا —— اور تیسرا ترجمہ کسی اور نے کیا ہے: ایک سمندر کو دوسرے سمندر تک پہنچادیا جائے گا، پس سب سمندر ایک ہوجائیں گے —— اور اردو ترجمہ کرنے والوں نے بھڑکانا اور جھونکنا ترجمہ کیا ہے —— سَجَرَ الإناءَ: بھرنا، سَجَرَ التنور: گرم کرنا، بھڑکانا۔

۳-آیت ۱۵ ہے: ﴿فَلاَ أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ﴾: پس قسم کھاتا ہوں میں ان ستاروں کی جو چلتے چلتے پیچھے کو ہٹنے لگتے ہیں خُنَّس: خَانِسٌ کی جمع ہے، جو خَنْسٌ سے اسم فاعل ہے، خَنَسَ (ض) خَنْسًا وَخُنُوْسًا: پیچھے ہٹنا —— ترجمہ: پیچھے پلٹتا ہے اپنے راستے میں، لوٹتا ہے اور چھپ جاتا ہے، جس طرح ہرن چھپ جاتے ہیں، یہ کُنَّس کا ترجمہ کیا ہے۔

۴-آیت ۱۸ ہے: ﴿والصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ﴾: اور قسم ہے صبح کی جب وہ آنے لگے —— سورج بلند ہوجائے۔

۵-آیت ۲۴ ہے: ﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ﴾: اور نہیں ہیں پیغمبر بتلائی ہوئی باتوں میں بخیلی کرنے والے —— اور ظنین کے معنی ہیں: متّہم، اس لفظ کے معنی مشابہ ہونے کی وجہ سے بیان کئے ہیں۔

۶-آیت ۷ ہے: ﴿وَإِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ﴾: اور جب ایک ایک قسم کے لوگ اکٹھا کئے جائیں گے، یعنی جنتی جنتی ایک ساتھ کئے جائیں گے اور جہنمی جہنمی ایک ساتھ کئے جائیں گے۔ سورۃ الصافات آیت ۲۲و۲۳ ہیں: ''جمع کرلو ظالموں کو اور ان کے ہم مشربوں کو اور ان معبودوں کو جن کی وہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے، پھر ان سب کو دوزخ کا راستہ دکھاؤ!

۷-آیت ۱۷ ہے: ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ﴾: اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے أدبر: پیٹھ پھیرے۔

۸۲- ﴿إِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ﴾

[۱-] وَقَالَ الرَّبِيْعُ بْنُ خُثَيْمٍ: ﴿فُجِّرَتْ﴾: فَاضَتْ. [۲-] وَقَرَأَ الأَعْمَشُ وَعَاصِمٌ: ﴿فَعَدَلَكَ﴾ بِالتَّخْفِيْفِ، وَقِرَاءَةُ أَهْلِ الْحِجَازِ بِالتَّشْدِيْدِ، وَأَرَادَ مُعْتَدِلَ الْخَلْقِ، وَمَنْ خَفَّفَ يَعْنِيْ ﴿فِيْ أَيِّ صُوْرَةٍ﴾ شَاءَ، إِمَّا حَسَنٌ وَإِمَّا قَبِيْحٌ، وَطَوِيْلٌ أَوْ قَصِيْرٌ.

سورۃ الانفطار کی تفسیر

۱-آیت ۳ ہے: ﴿وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ﴾: اور جب سمندر بہ پڑیں گے —— یہ معنی ربیع نے بیان کئے ہیں، یہ ثوری کوفی تابعی ہیں۔

۲-آیت ۷ ہے: ﴿الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ﴾: جس نے تجھ کو بنایا، پس تجھ کو برابر کیا، پس تجھ کو ٹھیک کیا —— اعمشؒ اور عاصمؒ نے بغیر تشدید کے پڑھا ہے، یہی ہماری قراءت ہے، اس صورت میں معنی ہیں: تجھے جس صورت میں چاہا پیدا کیا: خواہ خوب صورت، خواہ بدصورت، خواہ لمبا، خواہ ٹھگنا —— اور حجازی قراء تشدید کے ساتھ عَدَّلَك پڑھتے ہیں، اس صورت میں معنی ہیں: تجھے معتدل الخلق بنایا، تیرے اعضاء کے جوڑ بند درست کئے۔

۸۳- ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ﴾

[۱-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿رَانَ﴾: ثَبْتُ الْخَطَايَا. [۲-] ﴿ثُوِّبَ﴾: جُوْزِيَ. [۳-] وَقَالَ غَيْرُهُ: الْمُطَفِّفُ لاَيُوَفِّيْ.

سورۃ التطفیف کی تفسیر

۱- آیت ۱۴ ہے: ﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾: ہرگز نہیں، بلکہ زنگ بیٹھ گیا ہے ان کے دلوں پر ان اعمال کی وجہ سے جو وہ کیا کرتے تھے —— رَانَ الشيئُ فلانا رَيْنًا: غالب آجانا، ہر طرف سے گھیر لینا، چھا جانا —— ثَبَتْ: صحیفہ مراد نامہ اعمال۔

۲- آیت ۳۶ ہے: ﴿هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾: بالتحقیق کافروں کو ان کے کئے کا خوب بدلہ مل گیا —— جُوْزِی: بدلہ دیا گیا۔

۳- پہلی آیت ہے: ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ﴾: خرابی ہے تول میں کمی کرنے والوں کے لئے —— کسی نے کہا ہے: تول میں کمی کرنے والا کسی کا پورا حق نہیں دیتا!

قیامت کے دن ہر شخص پسینے میں شرابور ہوگا

آیت ۶ ہے: ''جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونگے'' اس آیت کی تفسیر میں نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہاں تک کہ ان میں سے ایک یعنی ہر شخص اپنے پسینہ میں ڈوبا ہوا ہوگا اس کے آدھے کانوں تک!'' —— یہ حدیث یہاں مختصر ہے، مفصل حدیث میں ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال کے اعتبار سے پسینہ میں ڈوبا ہوا ہوگا: کوئی ٹخنوں تک، کوئی گھٹنوں تک، کوئی کمر تک اور کوئی آدھے کانوں تک، اور ڈوبنا پانی میں ڈوبنے کی طرح نہیں ہوگا بلکہ پسینہ میں شرابور ہونا ہوگا۔

[۴۹۳۸-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِیَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: ﴿يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾: حَتّٰى يَغِيْبَ أَحَدُهُمْ فِیْ رَشْحِهِ إِلٰى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ" [طرفه: ۶۵۳۱]

[۸۴] ﴿إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾

[۱-] قَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ﴾: يَأْخُذُ كِتَابَهُ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهِ. [۲-] ﴿وَسَقَ﴾: جَمَعَ مِنْ دَابَّةٍ. [۳-] و ﴿ظَنَّ أَنْ لَّنْ يَحُوْرَ﴾: أَنْ لَا يَرْجِعَ إِلَيْنَا.

سورۃ الانشقاق کی تفسیر

۱- حضرتؒ نے سورۃ الحاقہ کی آیت ۲۵ لکھی ہے، حالانکہ اس سورت کی آیت ۱۰ لکھنی چاہئے تھی: ﴿وَأَمَّا مَنْ أُوْتِیَ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ﴾: اور رہا وہ شخص جو دیا گیا اس کا نامہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے، اور سورت الحاقہ میں ہے: جس کا نامۂ

اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا —— اس میں تطبیق یہ ہے کہ جب برے آدمی کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ لینے کے لئے تیار نہیں ہوگا، اور اپنا بایاں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے چھپائے گا پس وہیں بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال تھما دیا جائے گا۔

۲- آیت ۱۷ ہے: ﴿وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ﴾: قسم ہے رات کی اور جن کو رات سمیٹتی ہے یعنی وہ جاندار جو آرام کرنے کے لئے رات میں اپنے اپنے ٹھکانوں پر آجاتے ہیں —— وَسَقَ (ض) الشيئَ: اکٹھا کرنا، جمع کرنا۔

۳- آیت ۱۴ ہے: ﴿وَظَنَّ أَنْ لَّنْ يَحُوْرَ﴾: بے شک اس نے گمان کیا کہ اس کو اللہ کی طرف لوٹنا نہیں! —— حَارَ (ن) حَوْرًا: لوٹنا، واپس ہونا۔

جس کے ساتھ حساب میں ردوکد کی گئی اس کی لٹیا ڈوبی!

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس سے بھی حساب لیا جائے گا وہ ہلاک ہوگا!'' صدیقہؓ نے عرض کیا: اللہ مجھے آپؐ پر قربان کریں! کیا اللہ تعالیٰ (سورۃ الانشقاق آیات ۷و۸ میں) نہیں فرماتے: ''جس کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا: اس سے آسان حساب لیا جائے گا؟'' آپؐ نے فرمایا: ''وہ پیش کرنا ہے، لوگ پیش کئے جائیں گے (بندے کو بلا کر اس کے سامنے اس کے سب اعمال رکھ دیئے جائیں گے، پھر اس کی مغفرت کر دی جائے گی) اور جس کے ساتھ حساب میں ردوکد کی گئی، وہ ہلاک ہوا یعنی جس سے پوچھا گیا کہ یہ گناہ کیوں کیا؟ اور جب تک مجرم جواب نہیں دے گا حساب میں پیش رفت نہیں ہوگی: وہ سزا دیا جائے گا (اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۱:۳۹۵) آئی ہے)

[۴۹۳۹-] حدثنا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْأَسْوَدِ، سَمِعْتُ ابْنَ أَبِيْ مُلَيْكَةَ، سَمِعْتُ عَائِشَةَ قَالَتْ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم [ح:] حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم. [ح:] حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِيْ يُوْنُسَ حَاتِمِ بْنِ أَبِيْ صَغِيْرَةَ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "لَيْسَ أَحَدٌ يُحَاسَبُ إِلَّا هَلَكَ" قَالَتْ: قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! جَعَلَنِيْ اللّٰهُ فَدَاءَ كَ، أَلَيْسَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِيْنِهِ ۝ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيْرًا﴾ قَالَ: "ذَاكَ الْعَرْضُ، يُعْرَضُوْنَ، وَمَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ هَلَكَ" [راجع: ۱۰۳]

سندیں: تین ہیں، پہلی دو میں ابن ابی ملیکہ بلا واسطہ صدیقہؓ سے روایت کرتے ہیں، اور تیسری میں بواسطہ قاسم بن محمد۔

انسان کو احوال سے ضرور دوچار ہونا ہے

آیت ۱۹ ہے: ﴿لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ﴾: تم کو ضرور ایک حالت سے دوسری حالت تک پہنچنا ہے یعنی دنیا کی

زندگی میں مختلف ادوار سے گذرنا ہے، پھر موت ہے، پھر اس کے بعد بھی مختلف حالات سے گذرنا ہے —— اور حضرت ابن عباسؓ نے اس کی تفسیر نبی ﷺ کے مختلف احوال سے کی ہے، اور لَتَرْكَبُنَّ: میں منصوب والی قراءت لی ہے، اور مخاطب نبی ﷺ کو بنایا ہے —— هذا نبيكم کا یہی مطلب ہے کہ آیت کے مخاطب نبی ﷺ ہیں، اور قال کا فاعل ابن عباسؓ ہیں۔

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ﴾

[۴۹۴۰-] حدثنا سَعِيْدُ بْنُ النَّضْرِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُوْ بِشْرٍ جَعْفَرُ بْنُ إِيَاسٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ﴾: حَالاً بَعْدَ حَالٍ، قَالَ: هٰذَا نَبِيُّكُمْ.

۸۵- ﴿الْبُرُوْجُ﴾

[۱-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿الْأُخْدُوْدِ﴾: شَقٌّ فِي الْأَرْضِ. [۲-] ﴿فَتَنُوْا﴾: عَذَّبُوْا.

سورۃ البروج کی تفسیر

۱- آیت ۴ ہے: ﴿قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُوْدِ﴾: ہلاک کئے گئے خندق والے —— الأخدود: لمبا گڑھا۔

۲- آیت ۱۰ میں ہے: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوْا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾: بے شک جنھوں نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو سزا دی۔

۸۶- ﴿الطَّارِقُ﴾

[۱-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿ذَاتِ الرَّجْعِ﴾: سَحَابٌ يَرْجِعُ بِالْمَطَرِ. [۲-] ﴿ذَاتِ الصَّدْعِ﴾: تَتَصَدَّعُ بِالنَّبَاتِ.

سورۃ الطارق کی تفسیر

۱- آیت ۱۱ ہے: ﴿وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ﴾: قسم ہے لوٹنے والے آسمان کی، بادل بارش لے کر آتا ہے اور بارش ہوتی ہے۔

۲- آیت ۱۲ ہے: ﴿وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ﴾: اور قسم ہے پھٹنے والی زمین کی، جب سبزہ کے نکلنے کا وقت آتا ہے تو زمین پھٹ جاتی ہے۔

سورۃ الاعلیٰ کی تفسیر

جب وہ آئے تو چمن میں بہار آئی!

جب نبی ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ میں وارد ہوئے تو حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نہیں دیکھا میں نے مدینہ والوں کو خوش ہوتے ہوئے کسی چیز سے جتنے وہ نبی ﷺ کی آمد سے خوش ہوئے، حتی کہ باندیاں کہتی تھیں: اللہ کے رسول آئے! اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۷: ۳۸۴) آچکی ہے۔

٨٧- ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ﴾

[٤٩٤١-] حدثنا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: أَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ، فَجَعَلَا يُقْرِيَانِنَا الْقُرْآنَ، ثُمَّ جَاءَ عَمَّارٌ وَبِلَالٌ وَسَعْدٌ، ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي عِشْرِيْنَ، ثُمَّ جَاءَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، فَمَا رَأَيْتُ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ فَرِحُوْا بِشَيْئٍ فَرَحَهُمْ بِهِ، حَتّٰى رَأَيْتُ الْوَلَائِدَ وَالصِّبْيَانَ يَقُوْلُوْنَ: هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ قَدْ جَاءَ، فَمَا جَاءَ حَتّٰى قَرَأْتُ: ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى﴾ فِيْ سُوَرٍ مِثْلِهَا. [راجع: ٣٩٢٥]

[٨٨] ﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ﴾

[١-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ﴾: النَّصَارٰى. [٢-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿عَيْنٍ آنِيَةٍ﴾: بَلَغَ إِنَاهَا وَحَانَ شُرْبُهَا. ﴿حَمِيْمٍ آنٍ﴾: بَلَغَ إِنَاهُ. [٣-] ﴿لَاتَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً﴾: شَتْمًا. [٤-] ﴿الضَّرِيْعُ﴾: نَبْتٌ يُقَالُ لَهُ: الشِّبْرِقُ، يُسَمِّيْهِ أَهْلُ الْحِجَازِ الضَّرِيْعَ إِذَا يَبِسَ، وَهُوَ سَمٌّ. [٥-] ﴿بِمُصَيْطِرٍ﴾: بِمُسَلَّطٍ، وَيُقْرَأُ بِالصَّادِ وَالسِّيْنِ. [٦-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿إِيَابَهُمْ﴾: مَرْجِعَهُمْ.

سورۃ الغاشیہ کی تفسیر

۱- آیت ۳ ہے: ﴿عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ﴾: محنت کرنے والے تھکنے والے —— کتنے لوگ ہیں جو دنیا میں محنت کرتے کرتے تھک جاتے ہیں، جیسے عیسائی، مگر ان کی محنتیں طریق حق پر نہ ہونے کی وجہ سے رائگاں جاتی ہیں، یہاں بھی تکلیفیں اٹھاتے ہیں، اور آخرت میں بھی مصیبت میں رہیں گے۔

۲- آیت ۵ ہے: ﴿تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ آنِيَةٍ﴾: پلائے جائیں گے جہنمی ایک کھولتے چشمہ سے، اور سورۃ الرحمٰن آیت ۴۴ میں ہے: ﴿حَمِيْمٍ آنٍ﴾: کھولتا ہوا پانی آنیة: اسم فاعل واحد مؤنث، اور آنٍ: اسم فاعل واحد مذکر، أَنَى يَـأْنِيْ إِنًى السائلُ:

سیال چیز کا انتہائی گرم ہوجانا (یہ ترجمہ اردو ترجمہ کرنے والوں نے کیا ہے) —— أَنَى يَأْنِيْ أَنْيًا وَإِنًى وَأَنَاةً کے دوسرے معنی ہیں: قریب آجانا، وقت ہوجانا، جیسے سورۃ الحدید آیت ١٦ میں ہے: ﴿أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا﴾: کیا ایمان والوں کے لئے وقت نہیں آیا؟ اور سورۃ الاحزاب آیت ٥٣ میں ہے: ﴿غَيْرَ نَاظِرِيْنَ إِنَاهُ﴾: درانحالیکہ وہ کھانا پکنے کے منتظر نہ ہوں —— پس ﴿عَيْنٍ آنِيَةٍ﴾ کے معنی ہیں: وہ اپنے پکنے کو پہنچ گیا، اور اس کے پینے کا وقت آگیا —— اور ﴿حَمِيْمٍ آنٍ﴾ کے معنی ہیں: اپنے پکنے کو پہنچ گیا یعنی تیار ہوگیا، پینے کے قابل ہوگیا۔

٣- آیت ١١ ہے: ﴿لاَتَسْمَعُ فِيْهَا لاَغِيَةً﴾: نہیں سنیں گے وہ جنت میں کوئی لغویات مثلاً گالی۔

٤- آیت ٦ ہے: ﴿لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ﴾: نہیں ہے ان کے لئے کوئی کھانا مگر خاردار کانٹے! —— یہ ایک خاص گھاس ہے، جس کو اونٹ شوق سے کھاتے ہیں، اس کو شِبْرِق کہتے ہیں، اہل حجاز اس کو ضَرِيْع کہتے ہیں جب وہ سوکھ جائے، اس وقت اونٹ اس کو نہیں کھاتے، اس وقت وہ زہریلی ہوجاتی ہے۔

٥- آیت ٢٢ ہے: ﴿لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ﴾: اور آپ ان پر مسلط نہیں ہیں —— سین اور صاد: دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔

٦- آیت ٢٥ ہے: ﴿إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ﴾: بے شک ان کا لوٹنا ہماری طرف ہے —— إياب: مصدر، آبَ (ض) إيابا: لوٹنا (توبہ کرنا)

٨٩- ﴿وَالْفَجْرِ﴾

[١-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿الْوَتْرِ﴾: اللّٰهُ. [٢-] ﴿إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ﴾: الْقَدِيْمَةِ، وَالْعِمَادُ: أَهْلُ عَمُوْدٍ لاَيُقِيْمُوْنَ، يَعْنِيْ أَهْلَ خِيَامٍ. [٣-] ﴿سَوْطَ عَذَابٍ﴾: الَّذِيْنَ عُذِّبُوْا بِهِ. [٤-] ﴿أَكْلاً لَّمًّا﴾: السَّفُّ. [٥-] و﴿جَمًّا﴾: الْكَثِيْرَ. [٦-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: كُلُّ شَيْئٍ خَلَقَهُ فَهُوَ شَفْعٌ، السَّمَاءُ شَفْعٌ، وَالْوَتْرُ: اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى.

سورۃ الفجر کی تفسیر

١- آیت ٣ ہے: ﴿وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ﴾: قسم ہے جفت کی اور طاق کی —— نمبر ٦ پر مجاہدؒ کا قول آرہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا جوڑا بنایا ہے، آسمان (زمین کے ساتھ) جوڑا ہے، طاق (اکیلے) صرف اللہ تعالیٰ ہیں۔

٢- آیت ٦ و ٧ ہیں: ﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ○ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ؟!﴾: کیا نہیں دیکھا تو نے کیا معاملہ کیا تیرے رب نے عاد کے ساتھ، ستونوں والے ارم کے ساتھ؟! —— یعنی عاد اولی (پرانے عاد) کے ساتھ، ارم والے وہی

ہیں ـــــ اور ستونوں والے یعنی خانہ بدوش، آبادی میں نہ رہنے والے ـــــ اور ارم: یا تو جگہ کا نام ہے یا جد اسفل کی طرف نسبت ہے، جیسے عاد جد اعلی ہے۔

۳- آیت ۱۳ ہے: ﴿فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ﴾: پس برسایا ان پر تیرے رب نے عذاب کا کوڑا ـــــ یعنی وہ کوڑے سے سزا دیئے گئے اور آگے نمبر ۷ پر آرہا ہے کہ یہ ایک محاورہ ہے، عرب ہر قسم کی سزا دینے کے لئے یہ محاورہ استعمال کرتے ہیں، کوڑا بھی اسی میں آجاتا ہے۔

۴- آیت ۱۹ ہے: ﴿وَتَأْكُلُوْنَ التُّرَاثَ أَكْلاً لَّمًّا﴾: اور تم میت کا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو ـــــ سَفَّ الأكلَ سَفًّا: سارا کھا جانا، کچھ باقی نہ چھوڑنا (یہ لَمًّا کے معنی کئے ہیں) لَمَّ الشيئَ (ن) لَمًّا: اچھی طرح اکٹھا کرنا، خوب سمیٹنا، جمع کرنا، آگے نمبر ۱۲ پر یہ محاورہ آرہا ہے: لَمَمْتُه أَجْمَعَ: میں نے سب ختم کردیا۔

۵- آیت ۲۰ ہے: ﴿وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا﴾: اور تم مال سے جی بھر کر محبت کرتے ہو یعنی بہت محبت کرتے ہو۔

۶- نمبر ایک میں آگیا۔

[۷-] وَقَالَ غَيْرُهُ: ﴿سَوْطَ عَذَابٍ﴾: كَلِمَةٌ تَقُوْلُهَا الْعَرَبُ لِكُلِّ نَوْعٍ مِنَ الْعَذَابِ، يَدْخُلُ فِيْهِ السَّوْطُ، [۸-] ﴿لَبِالْمِرْصَادِ﴾: إِلَيْهِ الْمَصِيْرُ. [۹-] ﴿تَحَاضُّوْنَ﴾: تُحَافِظُوْنَ، وَتَحُضُّوْنَ: تَأْمُرُوْنَ بِإِطْعَامِهِ. [۱۰-] ﴿الْمُطْمَئِنَّةُ﴾: الْمُصَدِّقَةُ بِالثَّوَابِ. وَقَالَ الْحَسَنُ: ﴿يٰأَيَّتُهَا النَّفْسُ﴾: إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ قَبْضَهَا اطْمَأَنَّتْ إِلَى اللّٰهِ، وَاطْمَأَنَّ اللّٰهُ إِلَيْهَا، وَرَضِيَتْ عَنِ اللّٰهِ، وَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، فَأَمَرَ بِقَبْضِ رُوْحِهَا، وَأَدْخَلَهَا اللّٰهُ الْجَنَّةَ، وَجَعَلَهُ مِنْ عِبَادِهِ الصَّالِحِيْنَ. [۱۱-] وَقَالَ غَيْرُهُ: ﴿جَابُوْا﴾: نَقَبُوْا، مِنْ جِيْبَ الْقَمِيْصُ: قُطِعَ لَهُ جَيْبٌ، يَجُوْبُ الْفَلَاةَ: يَقْطَعُهَا. [۱۲-] ﴿لَمًّا﴾ لَمَمْتُهُ أَجْمَعَ: أَتَيْتُ عَلٰى آخِرِهِ.

۷- نمبر ۳ میں آگیا۔

۸- آیت ۱۴ ہے: ﴿إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾: بے شک تیرا رب گھات میں ہے ـــــ مِرْصَاد: ظرف مکان، جمع مراصد: گھات لگانے کی جگہ، گھات: چھپ کر بیٹھنے کی جگہ جہاں سے کسی پر نظر رکھی جاسکے یعنی اللہ تعالیٰ در پردہ بندوں کے تمام اعمال سے واقف ہیں، اور جب بندے ان کے پاس لوٹ کر جائیں گے تو وہ اپنی معلومات کے موافق معاملہ کریں گے۔

۹- آیت ۱۸ ہے: ﴿وَلاَ تَحَاضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ﴾: اور ایک دوسرے کو غریب کے کھلانے کی تاکید نہیں کرتے / ابھارتے نہیں ـــــ اس میں دو قراءتیں ہیں (۱) حَاضَّ مُحَاضَّةً سے تَحَاضُّوْنَ: ابھارنا، آمادہ کرنا۔ (۲) مجرد باب نصر سے تَحُضُّوْنَ: ابھارنا، اکسانا ـــــ فراء نے اول کے معنی کئے ہیں: باب مفاعلہ سے تُحَافِظُوْنَ: ایک دوسرے کی حفاظت کرنا، مگر اردو ترجمہ کرنے والوں نے اس پہلی قراءت کے معنی بھی ابھارنے کے کئے ہیں۔

۱۰- آیت ۲۷ ہے: ﴿یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ﴾: اے اطمینان والی روح یعنی ثواب کی تصدیق کرنے والی روح، جو اپنے اعمال کے بدلے پر مطمئن اور پر سکون ہے۔ یہ اسم فاعل واحد مؤنث ہے، اِطْمَأَنَّ: پر سکون ہونا، مطمئن ہوجانا۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ مؤمن کی روح قبض کرنا چاہتے ہیں تو وہ اللہ کی طرف مطمئن ہوجاتی ہے، اور اللہ اس کی طرف مطمئن ہوجاتے ہیں، اور وہ اللہ سے راضی ہوجاتی ہے، اور اللہ اس سے راضی ہوجاتے ہیں، پس اللہ تعالیٰ اس کی روح کو قبض کرنے کا حکم دیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی جنت میں داخل کرتے ہیں، اور اس کو اپنے نیک بندوں میں شامل کرلیتے ہیں۔

۱۱- آیت ۹ ہے: ﴿وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوْا الصَّخْرَ بِالْوَادِ﴾: اور قوم ثمود (کے ساتھ کیا ہوا معاملہ کیا) جو وادی القری میں چٹانوں کو تراشا کرتے تھے؟ نَقَبُوْا: سوراخ کرتے تھے، جِیْبَ (فعل ماضی مجہول) القمیص: کرتے کا گریبان کاٹا، یَجُوْبُ الفلاۃَ: جو بیابان طے کرتا ہے یعنی اس مادہ کے معنی کاٹنے کے ہیں۔

۱۲- نمبر ۴ پر آگیا۔

۹۰- ﴿لَا أُقْسِمُ﴾

[۱-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿بِهٰذَا الْبَلَدِ﴾: مَكَّةَ، لَيْسَ عَلَيْكَ مَا عَلَى النَّاسِ فِيْهِ مِنَ الإِثْمِ. [۲-] ﴿وَوَالِدٍ﴾ آدَمُ، ﴿وَمَا وَلَدَ﴾ [۳-] ﴿لُبَدًا﴾: كَثِيْرًا. [٤-] و﴿النَّجْدَيْنِ﴾: الْخَيْرُ وَالشَّرُّ. [٥-] ﴿مَسْغَبَةٍ﴾: مَجَاعَةٍ. [٦-] ﴿مَتْرَبَةٍ﴾: السَّاقِطِ فِي التُّرَابِ. [٧-] يُقَالُ: ﴿فَلاَ اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ﴾: فَلَمْ يَقْتَحِمِ الْعَقَبَةَ فِي الدُّنْيَا، ثُمَّ فَسَّرَ الْعَقَبَةَ فَقَالَ: ﴿وَمَا أَدْرَاكَ مَاالْعَقَبَةُ ○ فَكُّ رَقَبَةٍ ○ أَوْإِطْعَامٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ﴾

سورۃ البلد کی تفسیر

۱- پہلی آیت ہے: ﴿فَلَا أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ﴾: میں اس شہر (مکہ) کی قسم کھاتا ہوں ــــــ نہیں ہے آپ ﷺ پر کوئی گناہ (تنگی) جو اس میں دوسرے لوگوں پر ہے ــــــ چنانچہ فتح مکہ کے دن اس کو آپ کے لئے حلال کیا گیا۔

۲- آیت ۳ ہے: ﴿وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ﴾: اور قسم ہے جننے والے کی یعنی آدم علیہ السلام کی اور جس کو اس نے جنا یعنی اس کی اولاد کی۔

۳- آیت ۶ ہے: ﴿یَقُوْلُ: أَهْلَكْتُ مَالاً لُّبَدًا﴾: کہتا ہے: میں نے ڈھیر سارا مال خرچ کرڈالا ــــــ لُبَدٌ: لُبْدَۃٌ کی جمع ہے، اصل معنی ہیں: نمدہ اور چپکایا ہوا، توسیع استعمال کے بعد معنی ہیں: کثیر، اتنا کثیر کہ تہ بہ تہ چڑھ جائے۔

۴- آیت ۱۰ ہے: ﴿وَهَدَیْنَاهُ النَّجْدَیْنِ﴾: ہم نے اس کو دونوں گھاٹیاں دکھلادیں ــــــ گھاٹی: دو پہاڑوں کے

درمیان کا راستہ یعنی خیر وشر کی دونوں راہیں انسان کو سجھا دیں۔

۵-آیت۱۴ہے: ﴿فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ﴾: بھوک کے دن میں —— مجاعة: بھوک۔

۶-آیت۱۶ہے: ﴿أَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ﴾: یا خاک نشیں مسکین کو —— مٹی پر گرے ہوئے کو، یعنی تنگ دستی سے مٹی میں مل رہا ہے۔

۷-آیت۱۱ہے: ﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ﴾: پس وہ شخص گھاٹی میں داخل نہ ہوا، پھر گھاٹی کی تفسیر کی ہے: ''اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ گھاٹی کیا ہے؟: کسی گردن کو غلامی سے چھڑانا، یا فاقہ کے دن میں کھانا کھلانا (یہ ہیں مشکل کام!)

۹۱- ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

[۱-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿بِطَغْوَاهَا﴾: مَعَاصِيْهَا. [۲-] ﴿وَلَا يَخَافُ﴾: عُقْبَى أَحَدٍ.

سورۃ الشّمس کی تفسیر

۱-آیت۱۱ہے: ﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوَاهَا﴾: جھٹلایا ثمود نے اپنی سرکشی سے! —— طَغْوٰی طُغْیَان سے اسم ہے، جیسے دَعْوٰی: دُعَاءٌ سے اسم ہے، اور باء سببیت کے لئے ہے —— مجاہدؒ نے طَغْوٰی کا ترجمہ مَعْصِيَة: کیا ہے۔

۲-آخری آیت ہے: ﴿وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا﴾: اور نہیں اندیشہ ہوا ہلاکت کے انجام کا —— دنیا کے بادشاہ کسی کو سزا دیتے ہیں تو کبھی ڈرتے ہیں کہ ملک میں کوئی شورش بپا نہ ہوجائے، اللہ تعالیٰ کو ایسا کوئی اندیشہ نہیں ہوسکتا —— عُقْبٰی أحدٍ: کسی کے بھی انجام کا۔

اونٹنی کا قاتل قیدار باعزت وبااقتدار تھا

حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۵: ۵۸۷) مختصر آئی ہے: عبداللہ بن زمعۃ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے تقریر میں سنا: آپؐ نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا اور اس کو زخمی کرنے والے (قیدار) کا ذکر کیا، پس سورۃ الشّمس کی آیت ۱۲ پڑھی: ''جب اس قوم کا سب سے بڑا بدبخت اٹھ کھڑا ہوا'' (فرمایا:) اونٹنی کو قتل کرنے کے لئے ایک ایسا آدمی تیار ہوا جو طاقت ور، سخت مزاج، اور اپنی قوم میں مضبوط تھا، جیسے ابوزمعۃ (یہ شخص بدر میں کافر ہونے کی وجہ سے مارا گیا) اور آپؐ نے عورتوں کا تذکرہ کیا، پس فرمایا: ارادہ کرتا ہے تم میں سے ایک، پس کوڑے مارتا ہے اپنی بیوی کو غلام کو کوڑے مارنے کی طرح، پس شاید وہ اپنے دن کے آخر میں اس سے ہم بستر ہو!'' پھر آپؐ نے لوگوں کو نصیحت کی ان کے پادنے پر ہنسنے سے، اور فرمایا: ''کیوں ہنستا ہے تم میں سے ایک اس کام سے جو وہ کرتا ہے!'' —— دوسری سند سے یہ اضافہ ہے: ''جیسے ابوزمعۃ حضرت زبیرؓ کا چچا'' (ابوزمعۃ کا

نام اسود ہے، وہ مطلب کا بیٹا، اور وہ اسد کا بیٹا ہے اور حضرت زبیر: عوام کے بیٹے، وہ خویلد کے بیٹے، وہ اسد کے بیٹے ہیں، پس وہ حقیقی چچا نہیں، مجازاً ان کو چچا کہا ہے)

[٤٩٤٢-] حدثنا مُوْسٰى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَمْعَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَخْطُبُ، وَذَكَرَ النَّاقَةَ، وَالَّذِيْ عَقَرَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "﴿إِذِ انْبَعَثَ أَشْقَاهَا﴾: انْبَعَثَ لَهَا رَجُلٌ عَزِيْزٌ عَارِمٌ، مَنِيْعٌ فِيْ رَهْطِهِ، مِثْلُ أَبِيْ زَمْعَةَ" وَذَكَرَ النِّسَاءَ فَقَالَ: "يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ فَيَجْلِدُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ، فَلَعَلَّهُ يُضَاجِعُهَا مِنْ آخِرِ يَوْمِهِ" ثُمَّ وَعَظَهُمْ فِيْ ضَحِكِهِمْ مِنَ الضَّرْطَةِ وَقَالَ: "لِمَ يَضْحَكُ أَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ؟" وَقَالَ أَبُوْ مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "مِثْلُ أَبِيْ زَمْعَةَ عَمِّ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ" [راجع: ٣٣٧٧]

٩٢- ﴿وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

[١-] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿بِالْحُسْنٰى﴾: بِالْخَلَفِ. [٢-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿تَرَدّٰى﴾: مَاتَ [٣-] و ﴿تَلَظّٰى﴾: تَوَهَّجُ، وَقَرَأَ عُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ: تَتَلَظّٰى.

سورۃ اللیل کی تفسیر

١- آیات ٨و٩ ہیں: ﴿وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى، وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى﴾: اور رہا وہ شخص جس نے بخل کیا اور بے نیاز بنا، اور اچھی بات کو جھٹلایا —— ابن عباسؓ نے تفسیر کی خَلَف: عوض کے ساتھ یعنی خرچ کرنے پر عوض دینے کا جو وعدہ کیا ہے، اس کو اپنے عمل سے جھٹلایا۔

٢- آیت ١١ ہے: ﴿وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدّٰى﴾: اور اس کے کچھ کام نہ آئے گا اس کا مال جب وہ برباد ہوگا یعنی مرے گا۔

٣- آیت ١٤ ہے: ﴿فَأَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى﴾: پس میں تم کو ڈرا چکا ایک بھڑکتی آگ سے —— تَلَظَّتِ النار: آگ بھڑکنا، شعلے اٹھنا —— تَوَهَّجَتِ النار: آگ دہکنا، سلگنا —— تلظی اور تَوَهَّج میں ایک تاء محذوف ہے۔

وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى کی قراءت

آیت ٣ ہے: ﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى﴾: اور قسم ہے اس ذات کی جس نے نر اور مادہ پیدا کئے —— اس آیت

میں حضرات ابن مسعود اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہما و ما خلق نہیں پڑھتے تھے، صرف الذکرِ و الأنثی پڑھتے تھے، مگر یہ عجیب بات ہے اور اس روایت کا حال اللہ بہتر جانتے ہیں، کیونکہ کوفی قراء ابن مسعودؓ اور علقمہ سے قرآن روایت کرتے ہیں، اور وہ و ما خلق پڑھتے ہیں، اسی طرح شامی قراء ابوالدرداءؓ سے قرآن روایت کرتے ہیں، اور وہ بھی و ما خلق پڑھتے ہیں، یہ بات حافظ صاحب نے فتح الباری میں بیان کی ہے، پس اس روایت کی یہی تاویل کی جاسکتی ہے کہ و ما خلق بعد میں نازل ہوا ہوگا، اور ان دونوں حضرات کو شروع میں اس کی اطلاع نہیں ہوئی ہوگی —— جیسے ﴿غَيْرُ أُوْلِي الضَّرَرِ﴾ [النساء:٩٥] بعد میں نازل ہوا ہے۔

[١-] بَابٌ: ﴿وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى﴾

[٤٩٤٣-] حدثنا قَبِيْصَةُ بْنُ عُقْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: دَخَلْتُ فِيْ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ عَبْدِ اللّٰهِ الشَّامَ، فَسَمِعَ بِنَا أَبُوْ الدَّرْدَاءِ فَأَتَانَا، فَقَالَ: أَفِيْكُمْ مَنْ يَقْرَأُ؟ فَقُلْنَا: نَعَمْ، قَالَ: فَأَيُّكُمْ أَقْرَأُ؟ فَأَشَارُوْا إِلَيَّ، فَقَالَ: اقْرَأْ، فَقَرَأْتُ: ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى○ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى ○ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى﴾ قَالَ: آنْتَ سَمِعْتَهَا مِنْ فِيْ صَاحِبِكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَأَنَا سَمِعْتُهَا مِنْ فِي النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، وَهٰؤُلآءِ يَأْبُوْنَ عَلَيْنَا. [راجع: ٣٢٨٧]

[٢-] بَابٌ قَوْلُهُ: ﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى﴾

[٤٩٤٤-] حدثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِيْ، ثَنَا الأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: قَدِمَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللّٰهِ عَلٰى أَبِي الدَّرْدَاءِ، فَطَلَبَهُمْ فَوَجَدَهُمْ فَقَالَ: أَيُّكُمْ يَقْرَأُ عَلٰى قِرَاءَةِ عَبْدِ اللّٰهِ؟ قَالَ: كُلُّنَا. قَالَ: فَأَيُّكُمْ أَحْفَظُ؟ فَأَشَارُوْا إِلٰى عَلْقَمَةَ. قَالَ: كَيْفَ سَمِعْتَهُ يَقْرَأُ: ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى﴾؟ قَالَ عَلْقَمَةُ: ﴿وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى﴾ قَالَ: أَشْهَدُ وَأَنِّيْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقْرَأُ هٰكَذَا، وَهٰؤُلآءِ يُرِيْدُوْنِيْ عَلٰى أَنْ أَقْرَأَ: ﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى﴾ وَاللّٰهِ لاَ أُتَابِعُهُمْ. [راجع: ٣٢٨٧]

شب و روز اور نر و مادہ کی طرح انسانوں کے اعمال مختلف ہیں

چھ ابواب ساتھ ہیں، سب میں ایک ہی حدیث لکھی ہے، سورۃ اللیل کی ابتدائی دس آیتیں ہیں: ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى○ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى○ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى ○ إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى○ فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى ○ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ○ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرٰى ○ وَأَمَا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ○ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ○ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرٰى﴾: قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے یعنی خوب تاریک ہو جائے، اور قسم ہے دن کی جب وہ خوب روشن ہو جائے، اور قسم ہے اس ذات کی جس نے نر و مادہ کو پیدا کیا، بے شک تمہاری کوششیں (اعمال) مختلف ہیں، پس رہا وہ جس نے راہِ خدا میں دیا اور وہ اللہ سے ڈرا،

اوراچھی بات (کلمۂ اسلام) کی تصدیق کی، تو ہم اس کے لئے آسانی کریں گے آسان بات کے لئے، اور رہا وہ جس نے بخیلی کی اور اللہ سے بے نیاز ہوا، اور اچھی بات (کلمۂ اسلام) کو جھٹلایا، تو ہم اس کے لئے آسانی کریں گے دشوار بات کے لئے!

تفسیر: ان آیات میں دو مثالوں کے ذریعہ انسانوں کے اعمال کا اختلاف سمجھایا ہے: رات اور دن وقت (Time) کے حصے ہیں، مگر نہایت تاریک رات اور نہایت روشن دن میں موازنہ کرو: کس قدر تفاوت ہے! اسی طرح نر و مادہ ایک نوع کی صنفیں ہیں، تاہم دونوں میں کس قدر تفاوت ہے؟ اسی طرح سب انسان حیوان ناطق ہیں مگر ان کے اعمال میں بے حد تفاوت ہے، ایک بندہ راہِ خدا میں دل کھول کر دیتا ہے اور وہ اللہ سے ڈرتے ہوئے زندگی گذارتا ہے، دوسرا بندہ ہاتھ روک لیتا ہے اور اللہ سے بے نیاز بنتا ہے، ایک بندہ کلمہ اسلام (لا إلٰه إلا الله، محمد رسول الله) کی تصدیق کرتا ہے، دوسرا تکذیب، پس دونوں کے اعمال بالبداہت مختلف ہیں، مگر قانون فطرت یہ ہے کہ جو شخص جو راستہ اختیار کرتا ہے: اللہ تعالیٰ اس کے لئے وہ راستہ آسان کردیتے ہیں، ایمان اور اعمالِ صالحہ کا راستہ فی نفسہ بھی آسان ہے: اس کو اللہ تعالیٰ اور آسان کرتے ہیں، پس مؤمن تاحیات اعمالِ صالحہ میں لگا رہتا ہے، اور کفر وعدوان اور بخل واستغناء کا راستہ سخت دشوار ہے، مگر اس کو بھی اللہ تعالیٰ کافر کے لئے آسان کرتے ہیں، چنانچہ وہ تاحیات کفر وعصیان میں مگن رہتا ہے!

تقدیر اللہ کی جانب میں مُبرم اور بندوں کی جانب میں معلق ہے

مُبرم یعنی قطعی، ناقابل تغیر، اور معلق یعنی لٹکی ہوئی، قابل تبدیلی، اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۴: ۱۲۶) آئی ہے: نبی ﷺ ایک جنازے کے ساتھ قبرستان گئے، ابھی قبر تیار ہونے میں دیر تھی اس لئے آپؐ بیٹھ گئے، صحابہ بھی پاس بیٹھ گئے، آپؐ کے ہاتھ میں چھڑی تھی، آپؐ نے سر جھکا لیا اور چھڑی سے مٹی کریدنے لگے، پھر فرمایا: ''تم میں سے کوئی نہیں مگر اس کا جنت یا جہنم کا ٹھکانہ لکھ دیا گیا ہے، اور اس کا نیک بخت یا بد بخت ہونا بھی طے کردیا گیا ہے!'' —— یہ آپؐ نے شمولِ علم (عمومِ علم) کا مسئلہ بیان کیا، اللہ تعالیٰ ازل سے لایزال تک کے تمام احوال قطعی طور پر جانتے ہیں، ان میں تخلف نہیں ہوسکتا، ورنہ اللہ کا علم ناقص بلکہ غلط ہوجائے گا، مثلاً: کون جنت میں جائے گا کون جہنم میں؟ اور کون نیک بخت ہوگا کون بد بخت؟ اس کو اللہ تعالیٰ ازل سے جانتے ہیں، اور نہ صرف جانتے ہیں بلکہ یہ سب باتیں لوح محفوظ میں ریکارڈ بھی کرلی گئی ہیں۔

پس ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم لکھے ہوئے پر بھروسہ نہ کرلیں، اور عمل کرنا چھوڑ نہ دیں؟ کیونکہ اللہ جو جانتے ہیں اور جو لکھ دیا ہے: اس کے خلاف نہیں ہوسکتا: پھر عمل کی کیا ضرورت ہے؟ —— یہ اس بندے نے تقدیر کی اللہ کی جانب سے سوال کیا ہے —— نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو نیک بختوں میں سے ہے اس کے لئے نیک کام آسان کئے جاتے ہیں، اور جو بد بختوں میں سے ہے اس کے لئے برے کام آسان کئے جاتے ہیں، پھر آپ نے مذکورہ آیات تلاوت فرمائیں۔

یعنی آپؐ نے تقدیر کی بندوں کی جانب سے جواب دیا کہ یہ دنیا دار الاسباب ہے، جو جنت میں جائے گا وہ جنت والے

اعمال کی وجہ سے جائے گا، اسی طرح جو دوزخ میں جائے گا وہ دوزخ والے اعمال کی وجہ سے جائے گا، پس جنت والے اعمال کروتا کہ جنت میں پہنچو ـــــ اور تقدیر کی یہ جانب بندوں کے علم کے اعتبار سے قابل تبدیلی ہے، حدیث میں ہے کہ ایک بندہ جنت والے اعمال کرتا ہے، جب جنت سے ایک ہاتھ دور رہ جاتا ہے تو اس کی شقاوت ازلی غالب آتی ہے، اور وہ جہنم والے اعمال کرتا ہوا مرتا ہے، اور جہنم میں پہنچ جاتا ہے، اسی طرح برعکس معاملہ ہوتا ہے، یہ تبدیلی بندوں کے علم کے اعتبار سے ہے، اسی کا نام تقدیر معلق ہے، مگر اللہ تعالیٰ ازل سے آخری بات قطعی طور پر جانتے ہیں، پس ان کے علم کے اعتبار سے کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، اور یہی تقدیر مبرم ہے!

خلاصہ: اللہ کی جانب میں تقدیر مبرم اس لئے ہے کہ وہ شمولِ علم کے مسئلہ سے جڑی ہوئی ہے، اور بندوں کی جانب میں تقدیر معلق اس لئے ہے کہ وہ عالم اسباب ومسببات کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔

[۳-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى﴾

[۴۹۴۵-] حدثنا أَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: ثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِىْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ فِيْ جَنَازَةٍ فَقَالَ: "مَا مُنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ" فَقَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَفَلَا نَتَّكِلُ؟ فَقَالَ: "اعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ" ثُمَّ قَرَأَ: ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى ○ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ○ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرٰى ○ وَأَمَا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ○ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ○ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرٰى﴾ [راجع: ۱۳۶۲]

وضاحت: بقیع الغرقد: مدینہ کا مشہور قبرستان ہے، جو مسلمانوں میں جنت البقیع کے نام سے مشہور ہے، غرقد: ایک درخت کا نام ہے، اور بقیع جگہ کا۔

بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى﴾

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: ثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، قَالَ: ثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِىْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: كُنَّا قُعُوْدًا عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ.

وضاحت: فذکر الحدیثَ: یعنی پہلے جو حدیث آئی ہے اسی کے مانند اس دوسری سند سے بھی حدیث مروی ہے۔

[۴-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرٰى﴾

[۴۹۴۶-] حدثنا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ سَعْدِ ابْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِىْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: أَنَّهُ كَانَ فِي

جَنَازَةٍ، فَأَخَذَ عُوْدًا يَنْكُتُ فِي الْأَرْضِ، فَقَالَ:" مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ أَوْ مِنَ الْجَنَّةِ" قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَفَلَا نَتَّكِلُ؟ قَالَ:" اعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى ○ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى﴾ الآيَةَ. قَالَ شُعْبَةُ: وَحَدَّثَنِيْ بِهِ مَنْصُوْرٌ، فَلَمْ أُنْكِرْهُ مِنْ حَدِيْثِ سُلَيْمَانَ.[راجع: ١٣٦٢]

وضاحت: شعبہؒ نے یہ حدیث سلیمان اعمشؒ سے روایت کی ہے، پھر شعبہ نے منصور بن المعتمرؒ سے یہ حدیث سنی، وہ بھی سلیمان اعمشؒ سے روایت کرتے ہیں، شعبہ کہتے ہیں: منصور کی حدیث اعمش سے مجھے اوپری نہیں معلوم ہوئی، یعنی انھوں نے بھی بعینہ اسی طرح حدیث بیان کی، جس طرح میں نے اعمشؒ سے سنی ہے۔

[٥-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى﴾

[٤٩٤٧-] حدثنا يَحْيىَ، قَالَ: ثَنَا وَكِيْعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ:" مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ" قُلْنَا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَفَلَا نَتَّكِلُ؟ قَالَ:" لَا، اعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ" ثُمَّ قَرَأَ: ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى○ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ○ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرٰى﴾ إِلٰى آخِرِ الآيَةِ.[راجع: ١٣٦٢]

وضاحت: إلى آخر الآيات: لکھنا چاہئے، کیونکہ یہ آیت تو یہاں پوری ہوگئی، اور یہ حدیث میں نے پہلے (تحفۃ القاری ۱۲۶:٦) اور طرح سمجھائی ہے، وہ ذہن میں نہ ہو تو مراجعت کرلیں۔

[٦-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى﴾

[٤٩٤٨-] حدثنا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ، قَالَ: ثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فِيْ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ، فَأَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَعَدَ وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ، وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ فَنَكَّسَ، فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهِ، ثُمَّ قَالَ:"مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ- أَوْ: مَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوْسَةٍ - إِلَّا قَدْ كُتِبَ مَكَانُهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، وَإِلَّا قَدْ كُتِبَتْ شَقِيَّةً أَوْ سَعِيْدَةً" فَقَالَ رَجُلٌ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَفَلَا نَتَّكِلُ عَلٰى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ؟ فَمَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيَصِيْرُ إِلٰى أَهْلِ السَّعَادَةِ، وَمَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ أَهْلِ الشَّقَاءِ فَسَيَصِيْرُ إِلٰى عَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاءِ! قَالَ:" أَمَّا أَهْلُ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُوْنَ لِعَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ، وَأَمَّا أَهْلُ الشَّقَاوَةِ فَيُيَسَّرُوْنَ لِعَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاءِ" ثُمَّ قَرَأَ: ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى○ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى﴾[راجع: ١٣٦٢]

لغت: مِخْصَرَةٌ: چھڑی ـــــ نَكَّسَ: سر جھکالیا ـــــ يَنْكُتُ: زمین کریدنے لگے۔

[۷-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ﴾

[۴۹۴۹-] حدثنا آدَمُ، قَالَ: ثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فِيْ جَنَازَةٍ، فَأَخَذَ شَيْئًا فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِهِ الْأَرْضَ، فَقَالَ: "مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ" قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَفَلَا نَتَّكِلُ عَلٰى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ؟ قَالَ: "اعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ، أَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ، وَأَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الشَّقَاءِ فَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ أَهْلِ الشَّقْوَةِ" ثُمَّ قَرَأَ: ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى﴾ الآيَةَ. [راجع: ۱۳۶۲]

۹۳- ﴿وَالضُّحٰى﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

[۱-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا سَجٰى﴾: اسْتَوٰى. وَقَالَ غَيْرُهُ: أَظْلَمَ وَسَكَنَ. [۲-] ﴿عَائِلًا فَأَغْنٰى﴾: ذَا عِيَالٍ.

سورۃ الضحیٰ کی تفسیر

۱- دوسری آیت ہے: ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا سَجٰى﴾: قسم ہے رات کی جب وہ قرار پکڑے ـــــ استوی: قائم ہونا، قرار پکڑنا، ٹھہر جانا۔ یہ معنی مجاہدؒ نے کئے ہیں اور عکرمہؒ اور ابن عباسؓ نے فرمایا: تاریک ہوجائے اور ٹھہر جائے ـــــ دونوں تفسیروں کا حاصل ایک ہے۔

۲- آیت ۸ ہے: ﴿وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنٰى﴾: اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو نادار (عیال دار) پایا پس بے نیاز بنادیا۔

سورۃ والضحیٰ کا شانِ نزول

حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۳: ۴۵۰) آئی ہے: نبی ﷺ بیماری کی وجہ سے دو ایک راتیں تہجد کے لئے نہیں اٹھ سکے، تو آپؐ کی چچی عوراء (کانی) ابولہب کی بیوی آپؐ کے پاس آئی، اور کہنے لگی: محمدؐ! تجھے تیرے شیطان نے چھوڑ دیا! ـــــ نبی ﷺ تہجد میں قرآن پڑھتے تھے، وہ سنا کرتی تھی، وہ بدبخت عورت حضرت جبرئیل علیہ السلام کو شیطان کہہ رہی ہے، وہ سمجھ رہی ہے کہ نبی ﷺ جو رات میں قرآن پڑھتے ہیں تو وہ اپنے شیطان سے باتیں کرتے ہیں، جیسے عامل اپنے موکل سے باتیں کرتا ہے ـــــ اس پر سورۃ والضحیٰ نازل ہوئی، اس کی تیسری آیت ہے: ﴿مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى﴾: نہ تو آپؐ کو

آپؐ کے پروردگار نے چھوڑا، اور نہ وہ ناراض ہوا ــــــ قَلٰی فلانا: کسی سے متنفر ہوکر ترک تعلق کرلینا۔

[١-] بَابٌ: ﴿مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی﴾

[٤٩٥٠-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ قَيْسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جُنْدُبَ بْنَ سُفْيَانَ، قَالَ: اشْتَكَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، فَجَاءَ تِ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ: يَا مُحَمَّدُ، إِنِّيْ لَأَرْجُوْ أَنْ يَكُوْنَ شَيْطَانُكَ قَدْ تَرَكَكَ، لَمْ أَرَهُ قَرِبَكَ مُنْذُ لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثٍ! فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿وَالضُّحٰى ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجٰى ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی﴾[راجع: ١١٢٤]

لغت: قَرِبَ (س) الشيئَ: نزدیک ہونا ــــــ قَرُبَ (ک) نہیں ہے، کیونکہ وہ لازم ہے اور قَرِبَكَ میں کاف مفعول ہے۔

[٢-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی﴾

يُقْرَأُ بِالتَّشْدِيْدِ وَالتَّخْفِيْفِ بِمَعْنًى وَاحِدٍ: مَا تَرَكَكَ رَبُّكَ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مَا تَرَكَكَ وَمَا أَبْغَضَكَ.

[٤٩٥١-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: ثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: ثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جُنْدُبًا الْبَجَلِيَّ: قَالَتْ امْرَأَةٌ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا أُرَى صَاحِبَكَ إِلَّا أَبْطَأَكَ. فَنَزَلَتْ: ﴿مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی﴾[راجع: ١١٢٤]

قراءت: قَلٰی اور قَلّٰی دونوں طرح پڑھا گیا ہے، اور معنی دونوں کے ایک ہیں یعنی آپؐ کو آپؐ کے رب نے نہیں چھوڑا ــــــ یہ تو وَدَّعَكَ کے معنی ہیں ــــــ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول لائے: نہیں چھوڑا آپؐ کو، نہ آپؐ سے سخت ناراض ہوا۔

٩٤- سُورةُ ﴿أَلَمْ نَشْرَحْ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

[١-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿وِزْرَكَ﴾: فِي الْجَاهِلِيَّةِ. ﴿أَنْقَضَ﴾: أَثْقَلَ. [٢-] ﴿مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾: قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: أَيْ: مَعَ ذٰلِكَ الْعُسْرِ يُسْرًا آخَرَ، كَقَوْلِهِ: ﴿هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ﴾: وَلَنْ يَغْلِبَ عُسْرٌ يُسْرَيْنِ. [٣-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿فَانْصَبْ﴾: فِي حَاجَتِكَ إِلٰى رَبِّكَ. [٤-] وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ﴿أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ﴾: شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ.

سورۃ ألم نشرح کی تفسیر

۱-شروع کی تین آیتیں ہیں: ﴿أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ○ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ○ الَّذِىْ أَنْقَضَ ظَهْرَكَ﴾: کیا ہم نے آپؐ کے فائدے کے لئے یعنی نبوت کے لئے آپ کا سینہ کھول نہیں دیا؟ اور ہم نے آپؐ سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا○ جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی؟! یعنی بعثت سے پہلے جن روحانی کلفتوں سے آپؐ دوچار تھے وہ سب ختم ہوگئیں۔

سورۃ الضحیٰ میں ہے: ﴿وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى﴾: اور اللہ نے آپ کو دین سے بے خبر پایا پس باخبر کیا، یہ دین سے بے خبری بڑی کلفت تھی، جس نے کمر توڑ رکھی تھی، پس اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا، اور دین سے آگاہ کیا پس سب روحانی بوجھ اتر گیا ـــــ یہ تفسیر مجاہدؒ نے کی ہے، فی الجاهلية: وِزْر کی صفت ہے أی كائن فی الجاهلية، وضعنا سے متعلق نہیں ہے، اور جاہلیت سے مراد قبل بعثت ہے۔

۲-آیات ۵و۶ ہیں: ﴿فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ○ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾: پس بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے، بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے یعنی ایک مشکل کے ساتھ دوآسانیاں ہیں ـــــ ابن عیینہؒ نے یہ مطلب بیان کیا ہے، قاعدہ ہے معرفہ کی معرفہ کے ساتھ تکرار عینِ اول ہوتی ہے اور نکرہ کی نکرہ کے ساتھ غیر اول ہوتی ہے، العسر: معرفہ: مکرر آیا ہے، اور یُسر: نکرہ: مکرر آیا ہے، پس حسب ضابطہ ایک دشواری کے ساتھ دوآسانیاں ہونگی، سورۃ التوبہ آیت ۵۲ میں بھی یہ مضمون ہے: ﴿قُلْ: هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ﴾: (آپؐ منافقوں سے) کہہ دیں: بالتحقیق تم ہمارے حق میں دوبہتریوں میں سے ایک بہتری کے منتظر ہو ـــــ یہی دوبہتریاں دوآسانیاں ہیں ـــــ اور حدیث میں ہے کہ ہرگز ایک دشواری دوآسانیوں پر غالب نہیں آسکتی ـــــ یہ بات غالباً انہی آیات سے مستفاد ہے ـــــ اور دوسری آیت کو تاکید بھی بناسکتے ہیں، اب مطلب ہوگا: بے شک موجودہ مشکلات کے بعد آسانی آنے والی ہے، اور تاکید مزید کے لئے پھر کہتے ہیں: ضرور موجودہ سختی کے بعد آسانی آکر رہے گی، چنانچہ حالات بدلے اور آخر میں آسانیاں ہی آسانیاں ہوگئیں۔

۳-آیت ۷ ہے: ﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ﴾: پس جب آپؐ (کارِتبلیغ سے) فارغ ہوجائیں تو (عبادت میں) محنت کریں ـــــ اپنی حاجت میں اپنے رب کی طرف یعنی عبادت ودعا میں خوب محنت کریں۔

۴-پہلی آیت کا مطلب نمبر ایک میں آگیا، اللہ نے اسلام کے لئے آپ کا سینہ کھول دیا، اسی کو میں نے نبوت سے تعبیر کیا ہے۔

۹۵- ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

[۱-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: هُوَ التِّيْنُ وَالزَّيْتُوْنُ الَّذِىْ يَأْكُلُ النَّاسُ. [۲-] يُقَالُ: ﴿فَمَا يُكَذِّبُكَ﴾: فَمَا

الَّذِیْ یُکَذِّبُکَ بِأَنَّ النَّاسَ یُدَانُوْنَ بِأَعْمَالِهِمْ؟ كَأَنَّـهُ قَالَ: وَمَنْ يَقْدِرُ عَلٰى تَكْذِيْبِكَ بِالثَّوَابِ وَالْعِقَابِ؟

[۴۹۵۲-] حدثنا حَجَّاجُ بْنُ الْمِنْهَالِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِیْ عَدِیٌّ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ: أَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیه وسلم كَانَ فِیْ سَفَرٍ، فَقَرَأَ فِی الْعِشَاءِ فِی إِحْدَی الرَّكْعَتَیْنِ بِالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ.

[راجع: ۷۶۷]

سورۃ التین کی تفسیر

۱- پہلی آیت ہے: ''انجیر اور زیتون کی قسم!'' ـــــ مجاہدؒ نے فرمایا: وہ انجیر اور زیتون مراد ہیں جو لوگ کھاتے ہیں ـــــ اور بعض نے کہا: یہ دو پہاڑوں کی طرف اشارہ ہے جہاں یہ درخت بکثرت پائے جاتے ہیں۔

۲- آیت ۷ ہے: ﴿فَمَا یُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ﴾: پس کیا چیز آپؐ کو جھٹلائے گی بعد ازیں جزاؤسزا کے سلسلہ میں؟ یعنی دلائل قاہرہ اور شواہد باہرہ کے بعد کیا جواز ہے کہ کوئی جزا کے معاملہ میں آپؐ کی تکذیب کرے؟ ـــــ ترجمہ: پس کیا چیز ہے جو آپ کو جھٹلائے گی، اس بات میں کہ لوگ اعمال کا بدلہ دیئے جائیں گے؟ گویا فرمایا: کوئی قادر ہے جزاؤسزا کے سلسلہ میں آپ کی تکذیب کرنے پر؟

حدیث: پہلے (تحفۃ القاری ۳: ۸۷) آئی ہے: نبی ﷺ نے سفر میں عشاء کی کسی رکعت میں سورۃ والتین تلاوت فرمائی ـــــ سفر میں جلدی ہوتی ہے، مگر اب ائمہ حضر میں بھی عشاء میں عام طور پر یہ سورت پڑھ کر نماز نمٹا دیتے ہیں!

۹۶- سورۃُ ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

[۱-] وَقَالَ قُتَیْبَةُ: ثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ یَحْیَی بْنِ عَتِیْقٍ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: اكْتُبْ فِی الْمُصْحَفِ فِی أَوَّلِ الإِمَامِ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، وَاجْعَلْ بَیْنَ السُّوْرَتَیْنِ خَطًّا. [۲-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿نَادِیَهُ﴾ عَشِیْرَتَهُ. ﴿الزَّبَانِیَةَ﴾: الْمَلَائِكَةَ. [۳-] وَقَالَ مَعْمَرٌ: ﴿الرُّجْعٰی﴾: الْمَرْجِعُ. [۴-] ﴿لَنَسْفَعًا﴾: قَالَ: لَنَأْخُذَنْ، وَلَنَسْفَعَنْ بِالنُّوْنِ وَهِیَ الْخَفِیْفَةُ، سَفَعْتُ بِیَدِهِ: أَخَذْتُ.

سورۃ العلق کی تفسیر

۱- حسن بصری رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ صرف قرآن کے شروع میں بسملہ لکھی جائے، پھر سورتوں کے درمیان لکیر کھینچ کر فصل کیا جائے۔

سوال: یہ بات امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں کیوں بیان کی ہے؟ جواب: اس سورت کی پہلی آیت ہے: ''پڑھ اپنے

رب کے نام کی مدد لے کر جس نے تجھ کو پیدا کیا'' اس پر عمل کے لئے قرآن کے شروع میں بسملہ لکھنا کافی ہے، ہر سورت کے شروع میں لکھنا ضروری نہیں ــــ جیسے ایک مرتبہ درود وسلام بھیجنے سے آیت تصلیہ پر عمل ہوجاتا ہے ــــ قراء میں سے حمزہ کا یہی مذہب ہے، باقی امت متفق ہے کہ ہر سورت کے شروع میں بسملہ لکھی جائے، صحابہ سے یہی مروی ہے، البتہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ بسملہ سورت کا جزء ہے یا نہیں؟ حنفیہ کے نزدیک بسملہ کسی سورت کا جزء نہیں، وہ قرآن کی مستقل آیت ہے جو فصل کرنے کے لئے نازل کی گئی ہے ــــ إمام اور مُصْحف: قرآن۔

۲- آیات ۱۷و۱۸ ہیں: ﴿فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ، سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ﴾: پس چاہئے کہ بلالے وہ اپنی مجلس والوں کو، ہم عنقریب دوزخ کے فرشتوں کو بلائیں گے ــــ عشيرة: قبیلہ، جتھہ۔

۳- آیت ۸ ہے: ﴿إِنَّ إِلَى رَبِّكَ الرُّجْعَىٰ﴾: بے شک تیرے پروردگار کی طرف لوٹنا ہے ــــ رُجْعَى: مصدر: لوٹنا، مَرْجِعْ: مصدر میمی: لوٹنا ــــ معمر: ابوعبیدۃ کا نام ہے۔

۴- آیت ۱۵ ہے: ﴿كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ﴾: ہرگز نہیں! بخدا! اگر باز نہ آیا تو ہم ضرور اس کو پٹھے پکڑ کر گھسیٹیں گے! ــــ سَفَعَ (ن) بناصيته: پیشانی کو پکڑ کر زور سے کھینچنا ــــ لَنَسْفَعَنْ: لام تاکید بانون تاکید خفیفہ، قرآنی رسم الخط میں اس کو الف اور تنوین کے ساتھ لکھا گیا ہے۔

سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیتیں سب سے پہلے نازل ہوئیں

حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۱:۱۳۷) مع شرح آچکی ہے۔

[۱-] بَابٌ

[۴۹۵۳-] حدثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: ثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، ح: وَحَدَّثَنِي سَعِيْدُ ابْنُ مَرْوَانَ الْبَغْدَادِيُّ، قَالَ: ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ أَبِي رِزْمَةَ، قَالَ: أَنَا أَبُوْ صَالِحٍ سَلْمُوْيَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ، عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ، أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ، أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَتْ: كَانَ أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ فِي النَّوْمِ، فَكَانَ لاَ يَرَى رُؤْيَا إِلاَّ جَاءَ تْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ، ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلاَءُ، فَكَانَ يَلْحَقُ بِغَارِ حِرَاءٍ فَيَتَحَنَّثُ فِيْهِ - وَالتَّحَنُّثُ التَّعَبُّدُ- اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى أَهْلِهِ، وَيَتَزَوَّدُ لِذٰلِكَ، ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيْجَةَ فَيَتَزَوَّدُ بِمِثْلِهَا، حَتّٰى فَجِئَهُ الْحَقُّ، وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ، فَجَاءَ هُ الْمَلَكُ فَقَالَ: اقْرَأْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " مَا أَنَا بِقَارِئٍ" قَالَ: "فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتّٰى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدُ ثُمَّ أَرْسَلَنِي، فَقَالَ: اقْرَأْ، قُلْتُ: " مَا أَنَا بِقَارِئٍ" قَالَ: " فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتّٰى بَلَغَ مِنِّي

الْجُهْدَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي. فَقَالَ: اقْرَأْ. فَقُلْتُ: مَا أَنَا بِقَارِئٍ. فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ حَتّٰى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدُ ثُمَّ أَرْسَلَنِي، فَقَالَ: ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ○ خَلَقَ الإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○اقْرَأْ وَرَبُّكَ﴾ الآيَاتِ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿عَلَّمَ الإِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ﴾

وضاحت: پہلی وحی جس کے مخاطب امّی تھے اس کا پہلا لفظ اقْرَأْ ہے، اس سے تعلیم کی اہمیت واضح ہوتی ہے —— اور پہلا اقْرَأْ ناخواندہ کا اقرأ ہے اور دوسرا اقرأ خواندہ کا اقرأ ہے، اس کی تفصیل علمی خطبات (۲:۲۰۳) میں ہے۔

فَرَجَعَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم تَرْجُفُ بَوَادِرُهُ حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى خَدِيْجَةَ، فَقَالَ: "زَمِّلُوْنِي زَمِّلُوْنِي" فَزَمَّلُوْهُ حَتّٰى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ، قَالَ لِخَدِيْجَةَ: "أَيْ خَدِيْجَةُ مَا لِيْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ؟" فَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ، فَقَالَتْ خَدِيْجَةُ: كَلَّا أَبْشِرْ، فَوَ اللّٰهِ لاَ يُخْزِيْكَ اللّٰهُ أَبَدًا، فَوَ اللّٰهِ إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَصْدُقُ الْحَدِيْثَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ. فَانْطَلَقَتْ بِهِ خَدِيْجَةُ حَتّٰى أَتَتْ بِهِ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلٍ وَهُوَ ابْنُ عَمِّ خَدِيْجَةَ أَخِيْ أَبِيْهَا، وَكَانَ امْرَأً تَنَصَّرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعَرَبِيَّ، وَيَكْتُبُ مِنَ الإِنْجِيْلِ بِالْعَرَبِيَّةِ مَاشَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَكْتُبَ، وَكَانَ شَيْخًا كَبِيْرًا قَدْ عَمِيَ، قَالَتْ خَدِيْجَةُ: يَا ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنِ ابْنِ أَخِيْكَ. قَالَ وَرَقَةُ: يَا ابْنَ أَخِيْ مَاذَا تَرٰى؟ فَأَخْبَرَهُ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم خَبَرَ مَا رَأٰى، فَقَالَ وَرَقَةُ: هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِيْ أُنْزِلَ عَلٰى مُوْسٰى، لَيْتَنِي فِيْهَا جَذَعٌ! لَيْتَنِيْ أَكُوْنُ حَيًّا! ذَكَرَ حَرْفًا. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم: "أَوَمُخْرِجِيَّ هُمْ؟" قَالَ وَرَقَةُ: نَعَمْ، لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ بِمَا جِئْتَ بِهِ إِلاَّ أُوْذِيَ، وَإِنْ يُدْرِكْنِيْ يَوْمُكَ حَيًّا أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا، ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ أَنْ تُوُفِّيَ، وَفَتَرَ الْوَحْيُ فَتْرَةً حَتّٰى حَزِنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم.[راجع: ٣]

وضاحت: ذكر حرفاً: یہ حرف پہلے (حدیث۳) آیا ہے: إِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ: جب آپ کو آپ کی قوم مکہ سے نکالے گی۔

[٤٩٥٤-] وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ شِهَابٍ: فَأَخْبَرَنِيْ أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الأَنْصَارِيَّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ، قَالَ فِي حَدِيْثِهِ: "بَيْنَا أَنَا أَمْشِيْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ رَأْسِيْ، فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِيْ جَاءَ نِيْ بِحِرَاءٍ جَالِسٌ عَلٰى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ، فَفَرِقْتُ مِنْهُ فَرَجَعْتُ، فَقُلْتُ: زَمِّلُوْنِي زَمِّلُوْنِي" فَدَثَّرُوْهُ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿يٰأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ○ قُمْ فَأَنْذِرْ ○ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ○ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ○ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾ — قَالَ أَبُوْ سَلَمَةَ: وَهِيَ الأَوْثَانُ الَّتِيْ كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَعْبُدُوْنَ — قَالَ: ثُمَّ تَتَابَعَ الْوَحْيُ.[راجع: ٤]

وضاحت: یہ روایت گذشتہ روایت کی تحویل سے پہلے جو سند آئی ہے اس سند سے کتاب کے شروع میں مروی ہے —— ھی الأوثان: ضمیر مؤنث کا مرجع الرُّجز ہے اور تانیث خبر (الأوثان) کی وجہ سے ہے۔

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿خَلَقَ الإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ﴾

[۴۹۵۵-] حدثنا يَحْيىَ بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: ثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ، فَجَاءَ هُ الْمَلَكُ فَقَالَ: ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ﴾ [راجع: ۳]

[۳-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ﴾

[۴۹۵۶-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِىِّ، ح: وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِىْ عُقَيْلٌ قَالَ: حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِىْ عُرْوَةُ، عَنْ عَائِشَةَ: أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ، جَاءَ هُ الْمَلَكُ فَقَالَ: ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ﴾ [راجع: ۳]

بَابُ قَوْلِهِ: ﴿الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ﴾

[۴۹۵۷-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: ثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عُرْوَةَ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَرَجَعَ النَّبِىُّ صلى الله عليه وسلم إِلٰى خَدِيْجَةَ، فَقَالَ: "زَمِّلُوْنِىْ زَمِّلُوْنِىْ" فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ. [راجع: ۳]

نبی ﷺ نماز پڑھتے تو ابوجہل روکنے کی کوشش کرتا

آیات ۱۵-۱۹ ہیں: "ہرگز نہیں، اگر وہ (ابوجہل) باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے وہ پیشانی جو جھوٹی گنہگار ہے، پس وہ چاہے تو اپنی مجلس والوں کو بلالے، ہم دوزخ کے فرشتوں کو بلالیتے ہیں، ہرگز نہیں، آپ اس کی باتوں میں نہ آئیں، اور سجدہ کریں (نماز پڑھیں) اور قربت حاصل کریں"

شانِ نزول: ان آیات کا شانِ نزول یہ ہے کہ نبی ﷺ نماز پڑھتے تو ابوجہل روکنے کی کوشش کرتا، ایک دن بدبخت نے یہاں تک کہہ ڈالا کہ اگر تو نے سجدہ کیا تو میں تیری گردن پر پاؤں رکھ دونگا، آپؐ نے اس کو جھڑک دیا تو بولا: میری بڑی پارٹی ہے، میں اپنے لوگوں کو بلالوں گا، اللہ نے فرمایا: بلا کے دیکھ ہم سخت گیر فرشتوں کو بلالیں گے! —— حدیث میں ہے: ایک مرتبہ وہ روکنے کے لئے آگے بڑھا، پھر اچانک پیچھے ہٹ گیا، لوگوں نے وجہ پوچھی تو کہا: مجھے اپنے اور محمدؐ کے درمیان

ایک آگ سے بھری ہوئی خندق نظر آئی، جس میں پَر والی کوئی مخلوق تھی، اس لئے میں آگے نہ بڑھ سکا، نبی ﷺ نے فرمایا: اگر وہ آگے بڑھتا تو فرشتے اس کے پرخچے اڑا دیتے —— پھر آخر میں پیار بھرے انداز میں حکم دیا ہے کہ آپؐ بے خوف ہوکر نماز پڑھیں اور ہماری نزدیکی حاصل کریں!

[٤-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۝ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ﴾

[٤٩٥٨-] حدثنا يَحْيىَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ الْجَزَرِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ: قَالَ أَبُوْ جَهْلٍ: لَئِنْ رَأَيْتُ مُحَمَّدًا يُصَلِّيْ عِنْدَ الْكَعْبَةِ لَأَطَأَنَّ عَلَى عُنُقِهِ. فَبَلَغَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: "لَوْ فَعَلَهُ لَأَخَذَتْهُ الْمَلاَئِكَةُ" تَابَعَهُ عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ.

ترجمہ: ابوجہل نے کہا: بخدا! اگر میں نے محمد کو (کعبہ کے پاس) نماز پڑھتے دیکھا تو میں ضرور اس کی گردن پر پیر رکھ کر روندونگا، پس نبی ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی آپؐ نے فرمایا: اگر وہ ایسا کرتا تو ضرور اس کو فرشتے پکڑ لیتے!''

٩٧- ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

[١-] يُقَالُ: الْمَطْلَعُ: هُوَ الطُّلُوْعُ، وَالْمَطْلِعُ: هُوَ الْمَوْضِعُ الَّذِيْ يُطْلَعُ مِنْهُ. [٢-] ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ﴾: الْهَاءُ كِنَايَةٌ عَنِ الْقُرْآنِ، أَنْزَلْنَاهُ: مَخْرَجَ الْجَمْعِ، وَالْمُنْزِلُ هُوَ اللّٰهُ، وَالْعَرَبُ تُؤَكِّدُ فِعْلَ الْوَاحِدِ، فَتَجْعَلُهُ بِلَفْظِ الْجَمْعِ، لِيَكُوْنَ أَثْبَتَ وَأَوْكَدَ.

سورۃ القدر کی تفسیر

١- آخری آیت ہے: ﴿هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ﴾: وہ رات صبح طلوع ہوتے تک ہے —— مَطْلَع (لام کا زبر) مصدر میمی، یہ جمہور کی قراءت ہے، اور مَطْلِع (لام کا زیر) ظرف مکان، سورج کے طلوع ہونے کی جگہ، یہ کسائی کی قراءت ہے۔

٢- پہلی آیت ہے: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾: بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں اتارا —— ضمیر کا مرجع قرآن ہے، اور قرآن کا تصور قاریٔ قرآن کے ذہن میں ہر وقت رہتا ہے، اس لئے مرجع کا ذکر ضروری نہیں —— اور أنزلناہ: میں جمع متکلم تعظیماً ہے اور حضرتؒ فرماتے ہیں: عرب تاکید کے لئے مفرد کی جگہ جمع لاتے ہیں تاکہ بات پکی ہوجائے —— مگر شارحین نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ یہ کوئی ضابطہ نہیں مخرجَ الجمعِ: أی خرج مخرج الجميع۔

۹۸- سُوْرَةُ ﴿لَمْ يَكُنْ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

[۱-] ﴿مُنْفَكِّيْنَ﴾: زَائِلِيْنَ. [۲-] ﴿قَيِّمَةٌ﴾: اَلْقَائِمَةُ. [۳-] ﴿دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾ أَضَافَ الدِّيْنَ إِلَى الْمُؤَنَّثِ.

سورۃ البینہ کی تفسیر

۱- پہلی آیت ہے: ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ﴾: جن لوگوں نے اہل کتاب اور مشرکین میں سے (آپ کی نبوت کا) انکار کیا وہ جدا ہونے والے نہیں (اپنے طریقہ سے) یہاں تک کہ ان کے پاس واضح دلیل آئے ـــــ مُنْفَكٌّ: اسم فاعل: اِنْفِكَاك: مصدر: جدا ہونے والے، باز آنے والے یہ لم یکن کی خبر ہے زائلین: جدا ہونے والے، اپنے طریقہ سے ہٹنے والے۔

۲- آیت ۳ ہے: ﴿فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ﴾: اُن (صحیفوں) میں درست مضامین ہوں ـــــ القائمة: درست۔

۳- آیت ۵ ہے: ﴿وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾: اور یہی سیدھی ملت ہے ـــــ تقدیر عبارت: دینُ الملةِ القیمة ہے، القیمة کو موصوف کے قائم مقام کیا ہے، اور القیمة لفظاً مؤنث ہے، اس میں تاء وصفی ہے جیسے علامة میں، پس دین کی مؤنث لفظی کی طرف اضافت کی گئی ہے۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو سورۃ البینہ سنانے کا حکم

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ آپ کو سورۃ البینہ سناؤں، حضرت ابیؓ نے دریافت کیا کہ کیا مجھے نامزد کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں! پس حضرت ابیؓ (خوشی سے) رو پڑے، اور آخری روایت میں ہے کہ میں آپ کو قرآن پڑھاؤں یعنی سورۃ البینہ کی تخصیص نہیں کی، اور قرآن سنانے کے بجائے پڑھانا ہے۔

اسی پڑھانے کے نتیجہ میں حضرت ابیؓ أَقْرَأُ لکتاب الله ہیں، اور ان کو پڑھانے کا حکم اس لئے دیا تھا کہ ان میں صلاحیت وافر تھی، پس استاذ کو چاہئے کہ باصلاحیت طلبہ پر خاص نظر رکھے۔

[۴۹۵۹-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ: " إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِيْ أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ: ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾" قَالَ: وَسَمَّانِيْ؟ قَالَ: " نَعَمْ" فَبَكَى. [راجع: ۳۸۰۹]

[۴۹۶۰-] حدثنا حَسَّانُ بْنُ حَسَّانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِأُبَيٍّ: "إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِيْ أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ" قَالَ أُبَيٌّ: آللّٰهُ سَمَّانِيْ لَكَ؟ قَالَ: "اللّٰهُ

سَمَّاكَ" فَجَعَلَ أُبَيٌّ يَبْكِيْ، قَالَ قَتَادَةُ: فَأُنْبِئْتُ أَنَّهُ قَرَأَ عَلَيْهِ: ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ﴾ [راجع: ٣٨٠٩]

[٤٩٦١-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ أَبِيْ دَاوُدَ أَبُوْ جَعْفَرٍ الْمُنَادِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ عَرُوْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ لِأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ: " إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِيْ أَنْ أُقْرِئَكَ الْقُرْآنَ" قَالَ: آللّٰهُ سَمَّانِيْ لَكَ؟ قَالَ: " نَعَمْ" قَالَ: وَقَدْ ذُكِرْتُ عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ؟ قَالَ: " نَعَمْ" فَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ. [راجع: ٣٨٠٩]

وضاحت: سورۃ البینہ پڑھنے/ پڑھانے کی تخصیص نہیں تھی، دوسری روایت میں یہ جزء مرسل ہے، قتادہؒ کہتے ہیں: میں خبر دیا گیا کہ آپؐ نے ان کو سورۃ البینہ سنائی، پس یہ سورت سنانا محض اتفاق تھا —— اور تیسری روایت میں امام بخاریؒ کے استاذ کے نام میں بحث ہے، حاشیہ دیکھ لیں۔

سورۃ الزلزال کی تفسیر

آیت ۵ ہے: ﴿بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحىٰ لَهَا﴾: بایں وجہ کہ تیرے رب نے اس (زمین) کی طرف حکم بھیجا ہے —— أوحی کا صلہ لام آیا ہے یہ إلی کے معنی میں ہے، أَوْحىٰ/ وَحی إلیها و لها کے ایک معنی ہیں۔

سورت کی آخری دو آیتیں جامع منفرد ہیں

سورت کی آخری دو آیتیں ہیں: "جو شخص ذرہ بھر نیک عمل کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا، اور جو شخص ذرہ بھر برا عمل کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا" —— باب کی حدیث میں ان آیتوں کو جامع منفرد کہا ہے، اور حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۵: ۴۰۸) آئی ہے۔

٩٩- ﴿إِذَا زُلْزِلَتِ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُقَالُ: أَوْحَى لَهَا وَأَوْحَى إِلَيْهَا، وَوَحَى لَهَا وَوَحَى إِلَيْهَا وَاحِدٌ.

[١-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿مَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ﴾

[٤٩٦٢-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " الْخَيْلُ لِثَلَاثَةٍ: لِرَجُلٍ أَجْرٌ، وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ، وَعَلَى رَجُلٍ وِزْرٌ، فَأَمَّا الَّذِيْ لَهُ أَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَأَطَالَ فِيْ مَرْجٍ أَوْ

رَوْضَةٍ، فَمَا أَصَابَتْ فِيْ طِيَلِهَا ذٰلِكَ فِي الْمَرْجِ وَالرَّوْضَةِ، كَانَ لَهُ حَسَنَاتٍ، وَلَوْ أَنَّهَا قَطَعَتْ طِيَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ كَانَتْ آثَارُهَا وَأَرْوَاثُهَا حَسَنَاتٍ لَهُ، وَلَوْ أَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهَرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَمْ يُرِدْ أَنْ يَسْقِيَ بِهِ كَانَ ذٰلِكَ حَسَنَاتٍ لَهُ وَهِيَ لِذٰلِكَ الرَّجُلِ أَجْرٌ، وَرَجُلٌ رَبَطَهَا تَغَنِّيًا وَتَعَفُّفًا ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِيْ رِقَابِهَا وَلَا ظُهُوْرِهَا فَهُوَ لَهُ سِتْرٌ، وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَرِئَاءً وَنِوَاءً فَهِيَ عَلٰى ذٰلِكَ وِزْرٌ. وَسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَنِ الْحُمُرِ. قَالَ:" مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيَّ فِيْهَا إِلَّا هٰذِهِ الآيَةَ الْفَاذَّةَ الْجَامِعَةَ: ﴿مَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ○ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾[راجع: ٢٣٧١]

[٢-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾

[٤٩٦٣-] حدثنا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ: سُئِلَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَنِ الْحُمُرِ، قَالَ: "لَمْ يُنْزَلْ عَلَيَّ فِيْهَا شَيْئٌ إِلَّا هٰذِهِ الآيَةُ الْجَامِعَةُ الْفَاذَّةُ: ﴿مَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ○ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾"[راجع: ٢٣٧١]

١٠٠- ﴿وَالْعَادِيَاتِ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

[١-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: الْكَنُوْدُ: الْكَفُوْرُ. [٢-] يُقَالُ: ﴿فَأَثَرْنَ بِهِ نَقْعًا﴾: رَفَعْنَ بِهِ غُبَارًا. [٣-] ﴿لِحُبِّ الْخَيْرِ﴾: مِنْ أَجْلِ حُبِّ الْخَيْرِ ﴿لَشَدِيْدٌ﴾: لَبَخِيْلٌ، وَيُقَالُ لِلْبَخِيْلِ: شَدِيْدٌ. [٤-] ﴿حُصِّلَ﴾: مُيِّزَ.

سورۃ العادیات کی تفسیر

١-آیت٦ ہے:﴿إِنَّ الإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُوْدٌ﴾:بے شک انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے ـــــ الکفور:ناشکرا۔

٢-آیت۴ ہے:﴿فَأَثَرْنَ بِهِ نَقْعًا﴾: پس اڑایا انھوں نے اس (دوڑنے) کے ذریعہ گرد کو یعنی گھوڑے بہت تیز دوڑتے ہیں۔

٣-آیت٨ ہے:﴿وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ﴾:اور بے شک انسان مال کی محبت میں بہت بخیل ہے ـــــ لام اجلیہ ہے اور شدید کے معنی بخیل کے ہیں، عرب بخیل کو شدید کہتے ہیں۔

۴-آیت١٠ ہے:﴿وَحُصِّلَ مَافِي الصُّدُوْرِ﴾:اور آشکارہ ہوجائے گا جو کچھ دلوں میں ہے ـــــ مُيِّزَ: جدا کردیا۔

١٠١- بَابُ سُوْرَةِ الْقَارِعَةِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

[١-] ﴿كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ﴾: كَغَوْغَاءِ الْجَرَادِ، يَرْكَبُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، كَذٰلِكَ النَّاسُ يَجُوْلُ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ. [٢-] ﴿كَالْعِهْنِ﴾: كَأَلْوَانِ الْعِهْنِ، وَقَرَأَ عَبْدُ اللّٰهِ: كَالصُّوْفِ.

سورۃ القارعہ کی تفسیر

١-آیت۴ ہے:﴿يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ﴾:جس دن ہوجائیں گے لوگ پریشان پروانوں کی طرح ـــــ اڑنے کی طرف مائل ٹڈیوں کی طرح، جوایک دوسرے پر چڑھی جاتی ہیں، یہی حال (قیامت کے دن) لوگوں کا ہوجائے گا، وہ گڈمڈ ہوجائیں گے۔

٢-آیت۵ ہے:﴿وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ﴾:اور پہاڑ ہوجائیں گے دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ـــــ اورابن مسعودرضی اللہ عنہ کی قراءت میں کالصوف المنفوش ہے یعنی دھنکی ہوئی اون کی طرح، رنگین نہیں۔

١٠٢- ﴿أَلْهَاكُمُ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿التَّكَاثُرُ﴾: مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ.

سورۃ التکاثر کی تفسیر

پہلی آیت ہے:﴿أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ﴾:(آخرت کی تیاری کرنے سے) غافل کیاتم کو (مال واولاد پر) فخر کرنے نے یعنی کم پی ٹیشن (مقابلہ بازی) نے۔

١٠٣- ﴿وَالْعَصْرِ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُقَالُ: الدَّهْرُ، أَقْسَمَ بِهِ.

سورۃ العصر کی تفسیر

پہلی آیت ہے:﴿وَالْعَصْرِ﴾:قسم ہے زمانہ کی! ـــــ عصر کے معنی ہیں: زمانہ، اس کی قسم کھائی ہے۔

١٠٤- ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿الْحُطَمَةُ﴾: اسْمُ النَّارِ، مِثْلُ سَقَرَ وَلَظَى.

سورۃ الہمزہ کی تفسیر

آیت۴ ہے: ﴿كَلَّا، لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ﴾: ہرگز نہیں، بخدا! وہ ضرور دوزخ میں ڈالا جائے گا — حطمة: سقر اور لظی کی طرح جہنم کا نام ہے۔

١٠٥- سُوْرَةُ ﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

[١-] قَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿أَبَابِيْلَ﴾: مُتَتَابِعَةً مُجْتَمِعَةً. [٢-] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿سِجِّيْلٍ﴾: مِنْ سَنْكِ وَكِلْ.

سورۃ الفیل کی تفسیر

١- آیت۳ ہے: ﴿وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيْلَ﴾: اوران پر غول کے غول پرندے بھیجے — متتابعة: پے بہ پے، مجتمعة: اکٹھا — أبابیل: کثرت بتانے کے لئے ہے — یہ کونسے پرندے تھے؟ معلوم نہیں!

٢- آیت۴ ہے: ﴿تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِنْ سِجِّيْلٍ﴾: مارتے تھے وہ پرندے ان کو کھن گر کے پتھر — ابن عباسؓ نے فرمایا: سجیل: سنگِ گل کی عربی ہے، مٹی کے پتھر، کھن گر: جلی ہوئی اینٹیں۔

١٠٦- ﴿لِإِيْلٰفِ قُرَيْشٍ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

[١-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿لِإِيْلٰفِ﴾: أَلِفُوْا ذٰلِكَ، فَلَا يَشُقُّ عَلَيْهِمْ فِي الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ. [٢-] ﴿وَآمَنَهُمْ﴾: مِنْ كُلِّ عَدُوِّهِمْ فِيْ حَرَمِهِمْ، قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: لِنِعْمَتِيْ عَلٰى قُرَيْشٍ.

سورۃ قریش کی تفسیر

١- پہلی آیت ہے: ﴿لِإِيْلٰفِ قُرَيْشٍ﴾: قریش کے خوگر ہوجانے کی وجہ سے، إیلاف (افعال) مصدر ہے، آلَفَ الشيئَ: مانوس ہونا یعنی قریش سردی اور گرمی میں تجارتی اسفار کے خوگر تھے، اس وجہ سے سفران کے لئے دشوار نہیں تھا۔

۲-آیت۴ ہے:﴿وَ آمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ﴾:اوران کوخوف سے بےخوف کردیا —— حرم شریف میں ہونے کی وجہ سے ہر دشمن سے مامون ہیں اورابن عیینہؒ نے فرمایا: میں نے قریش پر انعام فرمایا، اس لئے وہ بےخوف ہوگئے۔

۱۰۷- ﴿أَرَءَيْتَ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

[۱-] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿يَدُعُّ﴾: يَدْفَعُ عَنْ حَقِّهِ، يُقَالُ: هُوَ مِنْ دَعَعْتُ ﴿يُدَعُّوْنَ﴾: يُدْفَعُوْنَ. [۲-]﴿سَاهُوْنَ﴾: لَاهُوْنَ. [۳-] و﴿الْمَاعُوْنَ﴾ الْمَعْرُوْفُ كُلُّهُ. وَقَالَ بَعْضُ الْعَرَبِ: الْمَاعُوْنُ: الْمَاءُ، وَقَالَ عِكْرِمَةُ: أَعْلَاهَا الزَّكَاةُ الْمَفْرُوْضَةُ، وَأَدْنَاهَا عَارِيَّةُ الْمَتَاعِ.

سورۃ الماعون کی تفسیر

۱-دوسری آیت ہے:﴿فَذٰلِكَ الَّذِىْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ﴾:پس یہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے یعنی اس کے حق سے ہٹاتا ہے —— دَعَّهُ (ن) دَعًّا: بےرحمی کے ساتھ کسی کو دھکے دینا، اسی باب سے سورۃ الطّور (آیت۱۳) میں ہے:﴿يَوْمَ يُدَعُّوْنَ إِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا﴾:جس دن وہ دوزخ کی آگ کی طرف دھکے دے کر لائے جائیں۔

۲-آیت۵ ہے:﴿الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ﴾: جو اپنی نمازوں کو بھلا بیٹھے یعنی نمازیں نہیں پڑھتے، لاهون: غافلون۔

۳-آخری آیت ہے:﴿وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ﴾:اور وہ برتنے کی چیز (بھی) نہیں دیتے —— ماعون کے تین معنی ہیں: (۱) ہر معروف یعنی نیک سلوک ماعون ہے (۲) ماعون پانی ہے، یہ بعض عربوں کا قول ہے (۳) ماعون کا اعلی درجہ فرض زکات ہے، اور ادنی درجہ متاع (برتنے کی چیز) عاریت پر دینا ہے، یہ عکرمہ کی تفسیر ہے۔

سورۃ الکوثر کی تفسیر

آخری آیت ہے:﴿إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾:بےشک آپؐ کا دشمن ہی دُم بریدہ (بےنام ونشان) ہے —— شَانِئٌ: اسم فاعل: شَنَأَهُ (ف) شَنْئًا وَشَنَآنًا: بغض رکھنا، نفرت کرنا۔

پہلی آیت ہے:﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾:بےشک ہم نے آپؐ کو کوثر (خیر کثیر) دی —— كَوْثَر: كَثْرَة سے ہے، ثلاثی مزید فیہ ملحق برباعی مجرد ہے، جیسے نَوْفَلَ: نَفْل سے ہے۔ یہ جنت کے ایک دریا کا نام ہے، جس کی خاک خالص مشک کی اور اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے، یہ دریا جنت میں ہے، وہاں سے پائپ لائن کے ذریعہ پانی میدانِ حشر میں ایک حوض (گڑھے) میں لایا جائے گا، اور متبع سنت امتی اس سے پئیں گے —— اور حضرت

ابن عباسؓ نے اس سے خیر کثیر مراد لی ہے یعنی وہ تمام نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو دارین میں عطا فرمائی ہیں وہ سب کوثر کا حصہ ہیں۔

١٠٨- ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿شَانِئَكَ﴾: عَدُوَّكَ.

[٤٩٦٤-] حدثنا آدمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: لَمَّا عُرِجَ بِالنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم إِلَى السَّمَاءِ قَالَ:" أَتَيْتُ عَلٰى نَهَرٍ حَافَتَاهُ قِبَابُ اللُّؤْلُؤِ مُجَوَّفٍ، فَقُلْتُ: مَاهٰذَا يَاجِبْرِيْلُ؟ قَالَ: هٰذَا الْكَوْثَرُ"[راجع: ٣٥٧٠]

[٤٩٦٥-] حدثنا خَالِدُ بْنُ يَزِيْدَ الْكَاهِلِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَ: سَأَلْتُهَا عَنْ قَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾؟ قَالَتْ: نَهَرٌ أُعْطِيَهُ نَبِيُّكُمْ صلى الله عليه وسلم، شَاطِئَاهُ عَلَيْهِ دُرٌّ مُجَوَّفٌ، آنِيَتُهُ كَعَدَدِ النُّجُوْمِ. رَوَاهُ زَكَرِيَّاءُ وَأَبُوْ الْأَحْوَصِ وَمُطَرِّفٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ.

حدیث (۱): جب نبی ﷺ کو معراج میں آسمانوں پر لے جایا گیا تو آپؐ نے فرمایا: میں ایک نہر پر پہنچا، جس کی دونوں جانبوں پر کھوکھلے کئے ہوئے موتی کے گنبد تھے، میں نے جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا، انھوں نے بتلایا کہ یہ دریائے کوثر ہے۔

حدیث (۲): ابوعبیدہؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کوثر کے بارے میں دریافت کیا، انھوں نے کہا: ایک نہر ہے جو تمہارے نبی ﷺ دیئے گئے ہیں، اس کے دونوں کناروں پر کھوکھلے موتیوں کے گنبد ہیں، اس پر آب خورے آسمان کے ستاروں کی تعداد میں ہونگے۔

[٤٩٦٦-] حدثنا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُوْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّهُ قَالَ فِي الْكَوْثَرِ: هُوَ الْخَيْرُ الَّذِيْ أَعْطَاهُ اللّٰهُ إِيَّاهُ، قَالَ أَبُوْ بِشْرٍ: قُلْتُ لِسَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ: فَإِنَّ نَاسًا يَزْعُمُوْنَ أَنَّهُ نَهَرٌ فِي الْجَنَّةِ. فَقَالَ سَعِيْدٌ: النَّهَرُ الَّذِيْ فِي الْجَنَّةِ مِنَ الْخَيْرِ الَّذِيْ أَعْطَاهُ اللّٰهُ إِيَّاهُ.[طرفه: ٦٥٧٨]

ترجمہ: ابن عباسؓ نے کوثر کے بارے میں فرمایا: وہ وہ خیر ہے جو اللہ نے نبی ﷺ کو دی ہے، ابوبشر نے سعید بن جبیرؒ سے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ وہ جنت کی ایک نہر ہے، سعیدؒ نے کہا: جنت میں جو نہر ہے وہ بھی اس خیر کا حصہ ہے جو اللہ نے

نبی ﷺ کو عنایت فرمائی ہے۔

سورۃ الکافرون کی تفسیر

مشرکین صلح کل کی اسکیم لے کر آئے کہ ہم تمہارے معبود (اللہ) کی پرستش کریں، اور تم ہمارے معبودوں کی، تاکہ نزاع ختم ہو، اور سب مل کر رہیں! ـــــ پس یہ سورت نازل ہوئی، اور یہ اسکیم رد کر دی گئی کہ ایسا نہ آج ہو رہا ہے نہ کل ہوگا، تم اپنی راہ پر رہو ہم اپنی راہ پر ہیں ـــــ فعل مضارع حال واستقبال کے لئے ہوتا ہے، مگر دونوں زمانے ایک ساتھ مراد نہیں ہوتے، ایک وقت میں ایک ہی زمانہ مراد ہوتا ہے، اسی طرح اسم فاعل: مضارع سے بنتا ہے، اس میں بھی دونوں زمانوں کا احتمال ہوتا ہے، مگر ایک وقت میں ایک ہی زمانہ مراد لیا جاتا ہے ـــــ ارشادِ پاک ہے: ''کہہ دیں: اے (دین اسلام کے) منکرو! نہ میں (فی الحال) پوجتا ہوں ان کو جن کو تم پوجتے ہو، اور نہ تم اس کو پوجتے ہو جس کی میں بندگی کرتا ہوں ـــــ اور نہ میں (آئندہ) پوجونگا ان کو جن کو تم پوجتے ہو، اور نہ تم اس کی عبادت کرو گے جس کی میں عبادت کرتا ہوں ـــــ تمہارے لئے تمہارا طریقہ ہے اور میرے لئے میرا طریقہ! ـــــ یعنی تمہاری اسکیم رد ہے، نہ آج اس پر عمل ہو رہا ہے نہ آئندہ ہوگا۔

فائدہ: حق و باطل میں بھی ایسی صلح نہیں ہو سکتی، ایسی صلح کی جائے گی تو باطل برابر اپنے اثرات پھیلاتا رہے گا اور حق سمٹتا رہے گا، باطل اپنی روش پر برقرار رہے گا اور حق: حق سے دست بردار ہو جائے گا، پس گمراہ فرقے اہل حق سے جو کہتے ہیں کہ ہماری تردیدمت کرو، سب مل کر رہیں یہ بہتر ہے، ایسی مصالحت کبھی نہیں ہو سکتی، کیونکہ ایسی رواداری کا انجام یہ ہوگا کہ گمراہ اپنی گمراہی پھیلاتے رہیں گے اور اہل حق خاموش تماشا دیکھتے رہیں گے ـــــ ہاں عملی نزاع نہیں چاہئے۔ آخر (ہندوستان میں) مسلمان غیر مسلموں کے ساتھ مل کر رہتے ہیں، مگر نظریات میں موافقت نہیں، علمی طور پر شرک کی، عیسائیت کی، یہودیت کی، بدعت کی، غیر مقلدیت کی، شیعیت کی، مودودیت کی، قادیانیت کی برابر تردید ہوتی رہتی ہے، پس (پڑوسی ملک میں) مسلمان فرقے اس طرح مل کر کیوں نہیں رہ سکتے؟

۱۰۹ - ﴿قُلْ یٰٓأَیُّهَا الْكَافِرُوْنَ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

[۱-] یُقَالُ: ﴿لَكُمْ دِیْنُكُمْ﴾: الْكُفْرُ. ﴿وَلِیَ دِیْنِ﴾: الإِسْلَامُ، وَلَمْ یَقُلْ دِیْنِیْ، لِأَنَّ الآیَاتِ بِالنُّوْنِ فَحُذِفَتِ الْیَاءُ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: فَهُوَ یَهْدِیْنِ وَیَسْقِیْنِ. [۲-] وَقَالَ غَیْرُهُ: ﴿لَآ أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ﴾ الآنَ، وَلَا أُجِیْبُكُمْ فِیْمَا بَقِیَ مِنْ عُمُرِیْ. ﴿وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَا أَعْبُدُ﴾ وَهُمُ الَّذِیْنَ قَالَ: ﴿وَلَیَزِیْدَنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ مَّا أُنْزِلَ إِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْیَانًا وَّكُفْرًا﴾

۱- دینکم میں مخاطبین کی ضمیر ظاہر کی گئی ہے اور دِیْنِی میں ضمیر متکلم ظاہر کر کے دینی نہیں کہا: ایسا فاصلوں (آخر

آیات) کی رعایت میں کیا گیا ہے، آیتیں نون پر ختم ہو رہی ہیں، اس لئے یاء کو حذف کیا ہے تا کہ آیت نون پر ختم ہو، اور نون کا کسرہ یاء محذوف کی علامت کے طور پر باقی رکھا ہے، جیسے سورۃ الشعراء (آیت ۷۸) میں ﴿یَھْدِیْنِ﴾ اور آیت ۷۹ میں ﴿یَسْقِیْنِ﴾ ہے، یہاں بھی یاء کو فاصلوں کی رعایت میں حذف کیا ہے (یہ بات فرّاء نے کہی ہے)

۲- اور ابوعبیدہؒ نے کہا: آیات ۲و۳ میں زمانہ حال مراد ہے، الآن: ابھی یعنی فی الحال نہ میں اس کو پوجتا ہوں جن کو تم پوجتے ہو، اور نہ تم اس (اللہ) کی عبادت کرتے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور آیات ۴و۵ میں آئندہ زمانہ مراد ہے یعنی نہ میں آئندہ ان کی پوجا کرونگا جن کی تم پوجا کرتے ہو، اور نہ تم اس (اللہ) کی عبادت کروگے جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔

اس پر اشکال ہے کہ جن لوگوں سے بات ہو رہی ہے ان میں سے اکثر مسلمان ہوگئے اور اللہ کی عبادت کرنے لگے، پھر کیسے کہا گیا کہ نہ تم آئندہ اس (اللہ) کی عبادت کروگے جس کی میں عبادت کرونگا؟ جواب یہ ہے کہ مخاطب وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر مہر لگ گئی ہے، جو آخر تک ایمان قبول نہیں کریں گے، جن کا ذکر سورۃ المائدہ (آیت ۶۴) میں ہے: (اور جو وحی آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے بھیجی جاتی ہے) ''وہ ان میں سے بہت سوں کی سرکشی اور کفر میں ترقی کا سبب بنتی ہے'' یہی لوگ آیت ۵ کے مخاطب ہیں۔

سورۃ النصر کی تفسیر

سورۃ النصر کے نزول کے بعد نبی ﷺ بکثرت تسبیح وتحمید اور استغفار کیا کرتے تھے

حدیث (۱): صدیقہؓ بیان کرتی ہیں: نہیں نماز پڑھی نبی ﷺ نے کوئی نماز سورۃ النصر کے نزول کے بعد مگر اس میں کہتے تھے: ''آپ کی ذات پاک ہے! اے اللہ! اے ہمارے رب! اور آپ اپنی خوبیوں کے ساتھ متصف ہیں، اے اللہ! مجھے اپنی رحمت میں ڈھانک لیں!''

حدیث (۲): صدیقہؓ بیان کرتی ہیں: رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع وسجود میں بکثرت کہا کرتے تھے: ''آپ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے! اے اللہ! اے ہمارے رب! اے اللہ! مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لیں'' آپ قرآن کے حکم پر عمل کرتے تھے (وہ حکم جو سورۃ النصر کی آخری آیت میں دیا گیا ہے)

۱۱۰- سورة ﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

[۱-] بَابٌ

[٤٩٦٧-] حدثنا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيْعِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ الْأَحْوَصِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي الضُّحَى،

عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا صَلَّى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم صَلاَةً بَعْدَ أَنْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ: ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ إِلاَّ يَقُوْلُ فِيْهَا: "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ"[راجع: ٧٩٤]

[٤٩٦٧-] حدثنا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يُكْثِرُ أَنْ يَقُوْلَ فِي رُكُوْعِهِ وَسُجُوْدِهِ: "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ" يَتَأَوَّلُ الْقُرْآنَ.[راجع: ٧٩٤]

قوله: يَتَأَوَّلَ: تَأَوَّلَ الكلامَ: مطلب بیان کرنا یعنی آپ اس ذکر کے ذریعہ آخری آیت کا مطلب بیان کرتے تھے۔

سورۃ النصر کے ذریعہ نبی ﷺ کو قربِ اجل کی اطلاع دی گئی

حدیث (۱): ابن عباسؓ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اکابر صحابہ سے پوچھا کہ سورۃ النصر کے نزول کا کیا مقصد ہے؟ انھوں نے کہا: شہروں اور محلات کی فتح کا مژدہ ہے، حضرت عمرؓ نے ابن عباسؓ سے پوچھا: تمہاری کیا رائے ہے؟ ابن عباسؓ نے کہا: پیغامِ موت! یا کہا: ایک مضمون ہے جو نبی ﷺ کے تعلق سے بیان کیا گیا ہے، آپؐ کو اپنی وفات کی اطلاع دی گئی ہے (یہ حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۷: ۱۶۸) آئی ہے، وہاں اس کی شرح ہے)

حدیث (۲): ابن عباسؓ کہتے ہیں: حضرت عمرؓ مجھے اکابرین بدر کے ساتھ مجلس میں شریک کیا کرتے تھے، پس گویا بعض (اس سے) دل میں ناراض ہوئے اور انھوں نے کہا: آپ اس کو ہمارے ساتھ مجلس میں کیوں بٹھاتے ہیں، ہمارے بھی اس عمر کے لڑکے ہیں یعنی آپ ان کو قریب نہیں کرتے، حضرت عمرؓ نے جواب دیا: اس کا علمی مقام وہ ہے جو آپ حضرات جانتے ہیں، پس حضرت عمرؓ نے ایک دن ابن عباسؓ کو بلایا اور اکابرین کے ساتھ بٹھایا، پس نہیں دکھلایا گیا میں یعنی میرا خیال ہے کہ انھوں نے اس دن مجھے نہیں بلایا تھا مگر تاکہ دکھلائیں وہ ان کو (میرا علمی رتبہ) حضرت عمرؓ نے پوچھا: سورۃ النصر کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ پس ان میں سے بعض نے جواب دیا کہ ہم حکم دیئے گئے ہیں کہ اللہ کی تعریف کریں اور ان سے رحمت طلب کریں، جب ہم مدد کئے جائیں اور ہم پر ممالک کھولے جائیں، اور بعض چپ رہے، کچھ نہیں بولے، پس عمرؓ نے مجھ سے کہا: کیا یہی بات تم بھی کہتے ہو اے ابن عباس؟ میں نے جواب دیا: نہیں! انھوں نے پوچھا: پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا: وہ نبی ﷺ کی موت کا وقت ہے، بتلایا ہے وہ اللہ نے آپؐ کو، فرمایا: "جب اللہ کی مدد اور مکہ کی فتح آجائے یعنی واقع ہوجائے" ـــــ تو یہ آپ کی قربِ اجل کی اطلاع ہے ـــــ پس آپؐ پاکی بیان کریں اپنے رب کی خوبیوں کے ساتھ ملا کر، اور ان سے درخواست کریں کہ وہ آپ کو اپنی رحمت میں لے لیں، بے شک وہ بڑے توبہ قبول کرنے والے ہیں" ـــــ پس عمرؓ نے فرمایا: نہیں جانتا ہوں میں اس سورت کے بارے میں مگر وہ بات جو تم کہتے ہو، یعنی میں بھی اس سورت کا یہی مقصد سمجھتا ہوں۔

[۳-] بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ: ﴿وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا﴾

[٤٩٦٩-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ حَبِيْبِ بْنِ أَبِيْ ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ عُمَرَ سَأَلَهُمْ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ قَالُوْا: فَتْحُ الْمَدَائِنِ وَالْقُصُوْرِ، قَالَ: مَاتَقُوْلُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ؟ قَالَ: أَجَلٌ، أَوْ: مَثَلٌ ضُرِبَ لِمُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم نُعِيَتْ لَهُ نَفْسُهُ.[راجع: ٣٦٢٧]

[٤-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا﴾

تَوَّابٌ عَلَى الْعِبَادِ، وَالتَّوَّابُ مِنَ النَّاسِ: التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ.

[٤٩٧٠-] حدثنا مُوْسٰى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ عُمَرُ يُدْخِلُنِيْ مَعَ أَشْيَاخِ بَدْرٍ، فَكَأَنَّ بَعْضُهُمْ وَجَدَ فِيْ نَفْسِهِ، فَقَالَ: لِمَ تُدْخِلُ هٰذَا مَعَنَا وَلَنَا أَبْنَاءٌ مِثْلُهُ؟ فَقَالَ عُمَرُ: إِنَّهُ مَنْ عَلِمْتُمْ! فَدَعَاهُ ذَاتَ يَوْمٍ فَأَدْخَلَهُ مَعَهُمْ فَمَا رُئِيْتُ أَنَّهُ دَعَانِيْ يَوْمَئِذٍ إِلَّا لِيُرِيَهُمْ. قَالَ: مَاتَقُوْلُوْنَ فِيْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ فَقَالَ: بَعْضُهُمْ أُمِرْنَا أَنْ نَحْمَدَ اللّٰهَ وَنَسْتَغْفِرَهُ، إِذَا نُصِرْنَا وَفُتِحَ عَلَيْنَا، وَسَكَتَ بَعْضُهُمْ فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا، فَقَالَ لِيْ: أَكَذَاكَ تَقُوْلُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ؟ فَقُلْتُ: لَا، قَالَ: فَمَا تَقُوْلُ؟ قُلْتُ: هُوَ أَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَعْلَمَهُ لَهُ، قَالَ:﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ فَذٰلِكَ عَلَامَةُ أَجَلِكَ: ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا﴾ فَقَالَ عُمَرُ: مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَقُوْلُ.[راجع: ٣٦٢٧]

لغت:تَوّاب: بروزن فَعّال: مبالغہ کا صیغہ ہے، توبۃ سے مشتق ہے، لغت میں توبہ کرنے والے اور توبہ قبول کرنے والے دونوں کوتوّاب کہا جاتا ہے، مگر قرآنِ کریم میں توّاب اللہ کی صفت کے طور پر آیا ہے، بندوں کے لئے نہیں آیا۔

سورۃ اللہب کی تفسیر

سورۃ اللہب کا نام سورۃ المسد بھی ہے، ارشادِ پاک ہے: ''ٹوٹے ابولہب کے ہاتھ اور وہ تباہ ہوا!() نہیں کام آیا اس کے اس کا مال اور نہ جو کمایا اس نے () عنقریب داخل ہوگا وہ آتشِ سوزاں میں () اور اس کی بیوی بھی، سوختہ ڈھونے والی! () اس کی گردن میں مضبوط بٹی ہوئی رسّی ہے!'' —— ابولہب نبی ﷺ کا حقیقی چچا تھا، اس کا نام عبدالعزی تھا، ابولہب اس نے اپنی کنیت خود رکھی تھی، کیونکہ وہ گورا چٹّا تھا، اور اس کی بیوی ام جمیل جلتے پر تیل ڈالتی تھی، نبی ﷺ کے راستہ میں کانٹے بچھاتی تھی، ایک بار آپؐ نے کوہِ صفا سے لوگوں کو پکارا، سارا خاندان جمع ہوگیا، آپؐ نے پوچھا: بتاؤ، اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے

پیچھے سے دشمن کا لشکر صبح یا شام میں حملہ آور ہونے والا ہے تو تم میری بات مانو گے؟ سب نے جواب دیا: ضرور مانیں گے، کیونکہ ہم نے کبھی آپ کو جھوٹ بولتے نہیں پایا، پس آپؐ نے فرمایا: سنو! میں تمہیں دوزخ کے دردناک عذاب سے ڈراتا ہوں یعنی تم جو زندگی گزار رہے ہو اس کا انجام دوزخ کی آگ ہے! ابولہب بولا: دن بھر تیرا ناس ہو! کیا تو نے ہمیں اسی بات کے لئے بلایا ہے؟! پس یہ سورت اتری، اور وہ برباد ہوگیا، بدر کے سات روز کے بعد اسے طاعون کی گلٹی نکلی، اولاد اس سے کنارہ کش ہوگئی، وہ تنہا مرا اور اس کا جسم سڑ گیا، تب مزدوروں سے اس کو دبوادیا، اور اس کی بیوی بخل کی وجہ سے جنگل سے سوختہ لاتی تھی اور بیچتی تھی، ایک مرتبہ گٹھرا اٹھا کر آ رہی تھی کہ بوجھ پیچھے ڈھل گیا، رسّی گلے میں پھنس کر رہ گئی، اور وہ دم گھٹ کر مرگئی، اور اللہ کا فرمایا ہوا پورا ہوا۔

لغات: تَبَّ الشيئُ (ض) تَبًّا وَتَبَبًا: ہلاک ہونا ـــــ سورۃ المؤمن (آیت ۳۷) میں تَباب ہے، یہ بھی تبٌّ کی طرح مصدر ہے، گھاٹا، ٹوٹا ـــــ اور سورۃ ہود (آیت ۱۰۱) میں تَتبِيب ہے، یہ بھی بروزن تفعیل مصدر ہے: تباہ کرنا، ہلاک کرنا۔

۱۱۱- ﴿تَبَّتْ يَدَآ أَبِیْ لَهَبٍ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿تَبَابٍ﴾: خُسْرَانٌ. ﴿تَتْبِيْبٍ﴾: تَدْمِيْرٌ.

[۱- بَابٌ]

[۴۹۷۱-] حدثنا يُوْسُفُ بْنُ مُوْسٰى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ﴾ وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ، خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، حَتّٰى صَعِدَ الصَّفَا، فَهَتَفَ: "يَا صَبَاحَاهْ" فَقَالُوْا: مَنْ هٰذَا؟ فَاجْتَمَعُوْا إِلَيْهِ، فَقَالَ: "أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلًا تَخْرُجُ مِنْ صَفْحِ هٰذَا الْجَبَلِ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ؟" قَالُوْا: مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ كَذِبًا. فَقَالَ: "إِنِّيْ نَذِيْرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ" قَالَ أَبُوْ لَهَبٍ: تَبًّا لَكَ مَا جَمَعْتَنَا إِلَّا لِهٰذَا، ثُمَّ قَامَ فَنَزَلَتْ: ﴿تَبَّتْ يَدَآ أَبِیْ لَهَبٍ﴾ وَقَدْ تَبَّ، هٰكَذَا قَرَأَهَا الْأَعْمَشُ يَوْمَئِذٍ. [راجع: ۱۳۹۴]

وضاحت: حدیث پہلے (تحفۃ القاری ۴: ۱۶۲) آئی ہے ـــــ ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ﴾: اور آپؐ اپنے نزدیک کے کنبہ کو ڈرایئے (یہ سورۃ الشعراء کی آیت ۲۱۴ ہے) ـــــ ورهطك: اور ان میں سے اپنی مخلص جماعت کو ڈرائیں، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما تفسیر کے طور پر بڑھاتے تھے ـــــ يَا صَبَاحَاهْ: ہائے صبح میں آنے والی آفت! ـــــ خَيْلا: لشکر ـــــ صَفْحُ الجبل: دامنِ کوہ ـــــ وقد تَبَّ: ابن عباسؓ نے قد کے اضافہ کے ساتھ پڑھا اور اشارہ کیا کہ

پیشین گوئی پوری ہوگئی، اعمش اس کو پڑھتے تھے۔

[۲-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَتَبَّ() مَا أَغْنٰى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ﴾

[۴۹۷۲-] حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم خَرَجَ إِلَى الْبَطْحَاءِ فَصَعِدَ إِلَى الْجَبَلِ فَنَادَى: "يَاصَبَاحَاهْ" فَاجْتَمَعَتْ إِلَيْهِ قُرَيْشٌ، فَقَالَ: " أَرَأَيْتُمْ إِنْ حَدَّثْتُكُمْ أَنَّ الْعَدُوَّ مُصَبِّحُكُمْ أَوْ مُمَسِّيْكُمْ، أَكُنْتُمْ تُصَدِّقُوْنِّيْ؟" قَالُوْا: نَعَمْ، قَالَ:" فَإِنِّيْ نَذِيْرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ" فَقَالَ أَبُوْ لَهَبٍ: أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا؟ تَبًّا لَكَ! فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِيْ لَهَبٍ!﴾ إِلَى آخِرِهَا. [راجع: ۱۳۹۴]

لغت: البطحاء: سنگریزوں والی زمین، مُصَبِّحُكُمْ: صبح میں تم پرحملہ کرنے والا ہے یا شام میں حملہ کرنے والا ہے۔

[۳-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ﴾

[۴۹۷۳-] حدثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِيْ، ثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: قَالَ أَبُوْ لَهَبٍ: تَبًّا لَكَ أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا؟ فَنَزَلَتْ: ﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِيْ لَهَبٍ﴾ [راجع: ۱۳۹۴]

[۴-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ﴾

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: حَمَّالَةُ الْحَطَبِ تَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ. ﴿فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ﴾: يُقَالُ: مِنْ مَسَدٍ لِيْفِ الْمُقْلِ، وَهِيَ السِّلْسِلَةُ الَّتِيْ فِي النَّارِ.

وضاحت: ﴿حَمَّالَةَ الْحَطَبِ﴾ کے معنی مجاہدؒ نے چغل خوری کئے ہیں، محاوراتِ عرب میں یہ لفظ اس معنی میں مستعمل ہے، اور فارسی میں 'ہیزم کش' کہتے ہیں —— اور فراء نے مَسَدّ کے دو معنی کئے ہیں: (۱) کھجور کے ریشوں کی مضبوط بٹی ہوئی رسّی، لِیف: کھجور کی چھلی، المُقْل: جنگلی کھجور کا درخت (۲) دوزخ کے طوق وسلاسل (دونوں باتیں صحیح ہیں)

سورۃ الاخلاص کی تفسیر

شانِ نزول: مشرکین نے نبی ﷺ سے کہا: آپ ہمارے سامنے اپنے پروردگار کا نسب بیان کریں (قرآنِ کریم نے بار بار اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ رَبّ استعمال کیا ہے، اور مشرکین اپنی مورتیوں کو اَرباب کہتے تھے، اس لئے انھوں نے پوچھا کہ ہمارے ارباب اور تمہارے رب میں کیا فرق ہے؟ آپ اپنے رب کا نسب بیان کریں) پس یہ سورت نازل ہوئی کہ آپؐ

کہیں: وہ (میرا رب) اللہ ہے، (یہ ان کا اسم علَم ہے، مشرکین اس نام پاک سے واقف تھے) جو بے ہمہ ہے یعنی سب کے بغیر تنہا اکیلا ہے () اللہ باہمہ ہیں یعنی سب کچھ ان کے پاس ہے، وہ بے نیاز ہیں، کسی کے محتاج نہیں، سب ان کے محتاج ہیں (یہ سوالِ مقدر کا جواب ہے کہ وہ تنہا کائنات کو کیسے سنبھال سکتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ وہ صمد (بے نیاز) ہے اس کو کسی کی مدد کی ضرورت نہیں) () نہ انھوں نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنے گئے (پس ان کی أبو یا ابن سے کوئی کنیت نہیں) کیونکہ جو جنتا ہے اپنے پیچھے وارث چھوڑتا ہے اور خود چل دیتا ہے، جبکہ اللہ ہی آخر ہیں، ان کا کوئی وارث نہیں، وہی سب کے وارث ہیں، اور جو جنا جاتا ہے وہ حادث اور محتاج ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ قدیم اور بے نیاز ہیں () اور نہ کوئی ان کا ہمسر ہے یعنی نہ کوئی ان جیسا، ان کے برابر اور ان کے مانند ہے (پس نظیر کے ذریعہ بھی ان کا تعارف ممکن نہیں)

فائدہ (۱): قرآن میں تین چھوٹی سورتیں تین موضوعات پر ہیں: (۱) سورۃ الاخلاص میں اللہ تعالیٰ کا مکمل تعارف ہے (۲) اور سورۃ الکوثر میں شانِ نبوی کا بیان ہے (۳) اور سورۃ العصر میں لوگوں کے احوال کی اصلاح ہے، حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اگر اللہ تعالیٰ پورا قرآن نازل نہ کرتے، صرف سورۃ العصر نازل فرمادیتے تو وہ لوگوں کی اصلاح کے لئے کافی تھی'' —— پس گویا سورۃ الاخلاص لا إلٰہ إلا اللہ کی شرح ہے، اور سورۃ الکوثر محمد رسول اللہ کی، اور شریعتِ محمدیہ کا خلاصہ سورۃ العصر میں پیش کیا گیا ہے۔

فائدہ (۲): اس سورت کی طرح سورۃ الکافرون بھی سورۃ الاخلاص ہے، اخلاص کے معنی ہیں: خالص کرنا، اس سورت میں عقیدہ میں اخلاص کا بیان ہے اور سورۃ الکافرون میں عبادت میں اخلاص کا بیان ہے، اس لئے حدیث میں ان دونوں سورتوں کو 'اخلاص کی دو سورتیں' کہا گیا ہے۔

۱۱۲ - ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُقَالُ: لَا يُنَوَّنُ ﴿أَحَدٌ﴾: أَيْ وَاحِدٌ.

دو باتیں: (۱) ایک ضعیف قول یہ ہے کہ أَحَدٌ پر تنوین نہ پڑھی جائے، پس پڑھیں گے: قل: هو الله أَحدُ، اللّٰهِ الصَّمد یعنی أحد کو اگلی آیت کے کلمہ اللہ کے ساتھ ملا کر پڑھیں گے (اور معروف قراءت میں تنوین ہے، پس جب ملائیں گے تو ایک حرکت کو باقی رکھیں گے، اور دوسری حرکت کو نون مکسور سے بدل لیں گے) —— (۲) أحد اور واحد ہم معنی ہیں (مگر شارحین نے فرق کیا ہے: أحد کے معنی ہیں: ذات میں اکیلا، اور واحد کے معنی ہیں: صفات میں اکیلا: متفرد)

[۱- بَابٌ]

[۴۹۷۴-] حدثنا أَبُوْ الْيَمَانِ، قَالَ: أَنَا شُعَيْبٌ، قَالَ: أَنَا أَبُوْ الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ،

عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "قَالَ اللّٰهُ: كَذَّبَنِىْ ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ، وَشَتَمَنِىْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ، فَأَمَّا تَكْذِيْبُهُ إِيَّاىَ فَقَوْلُهُ: لَنْ يُعِيْدَنِىْ كَمَا بَدَأَنِىْ، وَلَيْسَ أَوَّلُ الْخَلْقِ بِأَهْوَنَ عَلَىَّ مِنْ إِعَادَتِهِ، وَأَمَّا شَتْمُهُ إِيَّاىَ فَقَوْلُهُ: ﴿اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا﴾ وَأَنَا الأَحَدُ الصَّمَدُ، لَمْ أَلِدْ وَلَمْ أُوْلَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لِىْ كُفُوًا أَحَدٌ"[راجع: ٣١٩٣]

حوالہ: حدیث پہلے (تحفۃ القاری ٦: ٤٦٧) آچکی ہے۔

[٢-] بَابُ قَوْلِهِ: ﴿اللّٰهُ الصَّمَدُ﴾

وَالْعَرَبُ تُسَمِّىْ أَشْرَافَهَا الصَّمَدَ. وَقَالَ أَبُوْ وَائِلٍ: هُوَ السَّيِّدُ الَّذِىْ انْتَهَى سُؤْدَدُهُ.

[٤٩٧٥-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، قَالَ: أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" قَالَ اللّٰهُ: كَذَّبَنِى ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ، وَشَتَمَنِى وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ، وَأَمَّا تَكْذِيْبُهُ إِيَّاىَ أَنْ يَقُوْلَ: إِنِّىْ لَنْ أُعِيْدَهُ كَمَا بَدَأْتُهُ، وَأَمَّا شَتْمُهُ إِيَّاىَ أَنْ يَقُوْلَ: اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا، وَأَنَا الصَّمَدُ الَّذِىْ لَمْ أَلِدْ وَلَمْ أُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُواً أَحَدٌ" كُفُوًا وَكَفِيْئًا وَكِفَاءً وَاحِدٌ.[راجع: ٣١٩٣]

دو باتیں: عرب اپنے سرداروں کو صمد کہتے ہیں، اور ابو وائل شقیق بن سلمہ نے کہا: صمد: آخری درجہ کا سردار ہے، جس سے اوپر کوئی سردار نہ ہو، سُؤْدَدٌ: سرداری ـــــ (٢) تین لفظ ہم معنی ہیں: کفوا، کفیئا اور کِفاء۔

سورۃ الفلق کی تفسیر

سورۃ الفلق اور سورۃ الناس مُعَوِّذَتَیْن: پناہ دینے والی دو سورتیں: کہلاتی ہیں، مفرد مُعَوِّذْ (واو کے زیر کے ساتھ) جو لوگ واو پر زبر پڑھتے ہیں وہ غلط ہے، یہ دونوں سورتیں ایک ساتھ نازل ہوئی ہیں۔

شانِ نزول: لبید یہودی اور اس کی بیٹیوں نے نبی ﷺ پر سحر کیا، جس سے آپؐ کو مرض کی سی حالت عارض ہوگئی، چنانچہ آپؐ نے دعا فرمائی، پس اللہ نے یہ دو سورتیں نازل فرمائیں، اور آپؐ کو وہ جگہ بتلائی گئی جہاں سحر دفن کیا گیا تھا، وہاں سے مختلف چیزیں نکلیں، ایک تانت بھی نکلی جس میں گیارہ گرہیں تھیں، ان دونوں سورتوں میں گیارہ آیتیں ہیں، حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ سورتیں پڑھنے لگے اور ایک ایک گرہ کھلتی گئی، اور آپ بالکل شفایاب ہوگئے۔

سورت: ''آپ کہیں: میں صبح کے مالک کی پناہ چاہتا ہوں () ہر اس مخلوق کی شر سے جو اس نے پیدا کی () اور رات کے شر سے جب سورج غروب ہوجائے () وہ اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے () اور جلنے والے کے شر سے جب وہ جلے!''

غاسق اور وقب کے معنی: تیسری آیت ہے: ﴿وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ﴾: اور رات/ چاند کی برائی سے جب سورج غروب ہوجائے/ چاند غروب ہوجائے —— مجاہد رحمہ اللہ نے غاسق کے معنی رات کے کئے ہیں، پس وقب کے معنی ہیں: سورج کا غروب ہونا، اور ترمذی کی مرفوع روایت میں غاسق کے معنی چاند کے آئے ہیں، پس وقب کے معنی ہیں: چاند کا غروب ہونا۔ اور فراء نے وقب کے معنی کئے ہیں: جب (رات) ہر چیز میں داخل ہوجائے اور خوب تاریک ہوجائے (تفصیل تحفۃ الالمعی ۷: ۵۶۷ میں ہے)

فلق کے معنی: پہلی آیت میں: ﴿الْفَلَقِ﴾: ہے، اس کے معنی ہیں: صبح، فَلَق اور فَرَق کے معنی ہیں: پھاڑنا، جدا کرنا، محاورہ ہے: هو أَبْيَنُ مِن فَرَقِ/ فَلَقِ الصبح: وہ (بات) سپیدۂ صبح سے زیادہ واضح ہے۔

شروع میں قُلْ کی وجہ: زِر بن حبیشؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے معوذتین کے بارے میں پوچھا (کہ ان کے شروع میں قُلْ کیوں ہے؟ جو شخص ان سورتوں سے خود کو یا غیر کو جھاڑے گا وہ أعوذ سے شروع کرے گا، قُلْ کی کیا ضرورت ہے؟) حضرت ابیؓ نے کہا: (یہی بات) میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھی تھی، پس آپؐ نے فرمایا: ''مجھ سے کہا گیا تو میں نے کہا''یعنی جبرئیلؑ نے پڑھا: قُلْ أعوذ تو میں نے پڑھا قل أعوذ یعنی یہ قل توقیفی ہے، اسی طرح وحی آئی ہے (حضرت ابیؓ کہتے ہیں:) پس ہم کہتے ہیں جیسا رسول اللہ ﷺ نے کہا یعنی ہم بھی اسی طرح پڑھتے ہیں جس طرح نبی ﷺ نے پڑھا ہے (اس روایت کا ایک دوسرا مطلب سورۃ الناس کی تفسیر میں آئے گا)

۱۱۳ - ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿غَاسِقٌ﴾ اللَّيْلُ. ﴿إِذَا وَقَبَ﴾: غُرُوْبُ الشَّمْسِ، يُقَالُ: هُوَ أَبْيَنُ مِنْ فَرَقِ الصُّبْحِ وَفَلَقِ الصُّبْحِ: ﴿وَقَبَ﴾ إِذَا دَخَلَ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ، وَأَظْلَمَ.

[۴۹۷۶-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَاصِمٍ، وَعَبْدَةَ، عَنْ زِرٍّ، قَالَ: سَأَلْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ عَنِ الْمُعَوِّذَتَيْنِ، فَقَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: " قِيْلَ لِيْ، فَقُلْتُ" فَنَحْنُ نَقُوْلُ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم. [طرفه: ۴۹۷۷]

سورۃ الناس کی تفسیر

سورۃ الناس: ''آپ کہیں: میں پناہ چاہتا ہوں لوگوں کے پروردگار کی () لوگوں کے بادشاہ کی () لوگوں کے معبود کی () وسوسہ ڈالنے والے، پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے، جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے () خواہ وہ جن ہو یا انسان''

لغت: الوَسْوَاس: وَسْوَسَة کی طرح (رباعی مجرد کا) مصدر ہے: کوئی بری چیز دل میں پیدا کرنا، وسوسہ ڈالنا اور

خَنَّاسْ: مبالغہ کا صیغہ ہے، خَنَسَ (ض) خَنْسًا: پیچھے ہٹ جانا یعنی شیطان دل میں وسوسہ ڈال کر پیچھے ہٹ جاتا ہے۔

اور حضرت ابن عباسؓ سے ضعیف روایت ہے: جب بچہ جنا جاتا ہے تو شیطان اس کو انگلی چبھوتا ہے، پس اگر اللہ کو یاد کیا جائے تو وہ دفع ہو جاتا ہے، اور اللہ کو یاد نہ کیا جائے تو وہ دل پر قبضہ جما لیتا ہے —— صحیح تفسیر یہ ہے: شیطان نظر نہیں آتا، وہ در پردہ بہکاتا پھسلاتا ہے، جب تک آدمی غفلت میں رہتا ہے اس کا تسلط (قبضہ) بڑھتا رہتا ہے، اور جہاں اللہ کو یاد کیا کہ وہ پیچھے کو ہٹ جاتا ہے —— اور شیطان جنات میں بھی ہوتے ہیں اور انسانوں میں بھی، سورۃ الانعام (آیت ۱۱۲) میں اس کی صراحت ہے۔

١١٤- ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ﴿الْوَسْوَاسِ﴾: إِذَا وُلِدَ نَخَسَهُ الشَّيْطَانُ، فَإِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ ذَهَبَ، وَإِذَا لَمْ يُذْكَرِ اللّٰهُ ثَبَتَ عَلٰى قَلْبِهِ.

[٤٩٧٧-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ أَبِي لُبَابَةَ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، ح: قَالَ: وَثَنَا عَاصِمٌ، عَنْ زِرٍّ، قَالَ: سَأَلْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ، قُلْتُ: أَبَا الْمُنْذِرِ! إِنَّ أَخَاكَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ أُبَيٌّ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ لِيْ:" قِيْلَ لِيْ: ﴿قُلْ﴾ فَقُلْتُ" فَنَحْنُ نَقُوْلُ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم. [راجع: ٤٩٧٦]

قولہ: إن أخاك: یہ سابقہ روایت ہے، اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ کے دینی بھائی ابن مسعودؓ ایسا اور ایسا کہتے ہیں، وہ فرماتے تھے کہ یہ سورتیں تعوذ کے طور پر نازل ہوئی ہیں، اور وہ ان کو اپنے قرآن میں نہیں لکھتے تھے، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا (کہ ان سورتوں کے شروع میں قل کیوں ہے؟) آپؐ نے فرمایا: ''مجھ سے کہا گیا: قلْ، پس میں نے کہا'' (اس کی وضاحت سورۃ الفلق کی تفسیر میں آ گئی ہے) حضرت ابیؓ نے کہا: پس ہم کہتے ہیں جیسا رسول اللہ ﷺ نے کہا (حضرت ابیؓ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ یہ سورتیں بھی وحی ہیں)

جاننا چاہئے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنا قرآن نزول کی ترتیب سے لکھا تھا، جو موجودہ مصحف سے مختلف تھا، موجودہ قرآن لوح محفوظ کی ترتیب کے مطابق ہے، اسی طرح بعض دیگر صحابہ نے بھی اپنے قرآن لکھ رکھے تھے، حدیث: أُنْزِلَ القرآنُ على سبعةِ أَحْرُفٍ کے ذریعہ جو سہولت دی گئی تھی: اس کی بنیاد پر بعض صحابہ نے تفسیری کلمات بھی مصاحف میں لکھے تھے، اور وہ اس کو پڑھتے بھی تھے، کتابوں میں اس قسم کی بہت روایات ہیں پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں سرکاری ریکارڈ سے، اور اصلی تحریروں سے اور حافظوں کے حفظ سے مقابلہ کر کے مصاحف تیار کئے گئے

اوران کوامصار میں بھیجا گیا تو لوگوں نے جومختلف قرآن لکھ رکھے تھے وہ طلب کر لئے گئے، اوران کو جلا دیا، مگر زبانی روایتیں باقی رہ گئیں، پس ان میں سے جومتواتر قراءتیں ہیں: وہ تو معتبر ہیں، اور جو شاذ قراءتیں اور روایتیں ہیں ان کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ یہ لغت قریش پر امت کو اکٹھا کرنے سے پہلے کی قراءتیں ہیں، حضرت ابن مسعودؓ کی بات کو بھی اسی پر محمول کیا جائے گا، بعد میں امت کا مصاحف پر اجماع ہوگیا، ابن مسعودؓ بھی اس اجماع میں شریک ہیں، کیونکہ کوفی قراء امام عاصم رحمہ اللہ وغیرہ ابن مسعودؓ ہی سے قرآن روایت کرتے ہیں، اوراس میں معوذتین ہیں، اور ابن مسعودؓ نے جو بات کہی تھی کہ معوذتین رقیہ (منتر) ہیں، یعنی ان کا نزول خاص اسی مقصد سے ہوا ہے اس لئے اس کی وجہ یہ تھی ابن مسعودؓ نے ان کو اپنے مصحف میں نہیں لکھا تھا۔ واللہ اعلم

آج بتاریخ ۱۴۳۵/۶/۱۵ھ مطابق ۲۰۱۴/۴/۱۶ء کو اشہبِ قلم (قلم کا گھوڑا) رکا، اب اس جلد کی تصحیح کرونگا، پھر اگلی جلد کتاب فضائل القرآن سے ان شاءاللہ شروع کرونگا، فالحمد لله الذی بتوفیقه تتم الصالحات، وصلی الله علی أفضل الکائنات محمد وعلی آله وصحبه أجمعین۔

تحفۃ القاری کی دسویں جلد کتاب فضائل القرآن سے شروع ہوگی